الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد رفیق ڈوگر

لا اله الا الله محمد رسول الله

الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

الامین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد رفیق ڈوگر

دوست پبلشرز

جلد دوم

ترتیب

نئی تصویر

الحمدللہ

الامینؐ مکمل ہو گئی

بندہ اپنے خالق و مالک کے کس کس کرم کا شکر ادا کرے!

رسولؐ اللہ کی سیرت پاک کے بارے میں دوسری اور آپؐ کی مدنی زندگی سے متعلق یہ پہلی جلد ہے. اس جلد میں رسولؐ اللہ کی ہجرت سے ''رومیوں کو چیلنج'' تک کے واقعات ہیں. یہ اسلامی ریاست کے قیام اور استحکام کا دور ہے اللہ کے رسولؐ نے اللہ کی مدد اور پیغمبرانہ فراست سے کفر کے منصوبوں اور لشکروں کو کس طرح ناکام بنایا؟ یہ اس کی تفصیل اور تصویر ہے اور یہ تفصیل اور تصویر ایک بالکل مختلف تصویر ہے.

دل تعصب کی آلائشوں سے پاک ہو تو پڑھنے والے کے لئے محمدؐ بن عبداللہ کو اللہ کا سچا نبیؐ مانے بغیر چارہ ہی نہیں رہ جائے گا اسے ماننا پڑھے گا کہ آپؐ نے جو کچھ کیا جیسے کیا کوئی ایسا انسان ہی کر سکتا تھا جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آتی ہو. شک یقین میں اور یقین ایمان میں بدل جائے گا.

اللہ کے رسولؐ کی حیات مبارک سے متعلق روایات کو زمانی' مکانی اور تحقیقی معیاروں پر جانچے بغیر لکھ دینے سے Confusion اور شبہات کی گرفت ہونے لگتی ہے لیکن اگر ان روایات کو پرکھ پرچول کے بعد واقعات کے فطری عمل کے حوالے سے قبول یا مسترد کیا جائے تو شکوک کے جالے صاف ہو جاتے ہیں.

صحافت کی عملی زندگی میں میرا تعلق رپورٹنگ کے شعبہ سے رہا ہے. کھیل' ثقافت' جلسہ و جلوس' سیاست اور انوسٹیگیشن ہر قسم کی رپورٹنگ کی ہے. شک سے سچ تک پہنچنے کی وہ عادت اور تجربہ کام آئے. واقعہ کیسا بھی ہو کہنے والا کوئی بھی ہو جب تک تمام میسر ذرائع سے اس کے سارے پہلوؤں کے بارے میں تحقیق نہ کر لی جائے اس کو قبول نہ کیا جائے. الامینؐ کی تحقیق میں یہی اصول رہنما رہا.

عربی زبان کی ابتدائی تعلیم مسجد میں حاصل کی تھی ـ تھوڑی سی ''آپشنل'' عربی کالج میں پڑھی فارسی سکول میں پڑھائی گئی تھی. انجینئرنگ یونیورسٹی میں داخلہ کے معیار کی سائنس گورنمنٹ کالج لائل پور

(فیصل آباد) میں پڑھی۔ ایم۔اے انگریزی اور اردو ادب میں کئے ایل ایل بی کے بعد وکالت کا بھی لائسنس لیا تھا۔

وہ سارا کچا پکا پڑھا کام آیا۔ ایک زمانے میں چند دوست چھٹی کے دن قرآن کریم کے مختلف تراجم لے کر بیٹھ جاتے تھے کسی آیت کا کس نے کیا ترجمہ کیا ہے تقابلی مطالعہ کرتے تھے وہ سلسلہ بہت تھوڑے دن چلا تھا مگر تقابلی جائزے کا وہ طریقہ بھی رہنما رہا۔ اور ہر جگہ واقعات کی ایک نئی بنیاد ترتیب اور توضیح سامنے آئی۔

یہ تو لکھا ہوا ملا کہ "دستور مدینہ" دنیا کی اولیں آئینی دستاویز ہے مگر اردو میں اس کا ترجمہ کسی ایک جگہ بھی درست نہ ملا عربی متن اور پھر اردو متن اور انگریزی ترجمہ دیکھا تو اپنی بے علمی کی چادر تنگ پڑتی ہوئی محسوس ہوتی۔ ایک عالم سے مشکل بیان کی تو انہوں نے فرمایا "کسی نے اس طرف دھیان ہی نہیں دیا"

"دستور مدینہ" ایک تخلیقی آئینی دستاویز بھی ہے اس کے ذریعے ایک منتشر اور خوفزدہ قبائلی معاشرہ منظم اسلامی ریاست میں کیسے بدل گیا تھا؟ ہر جگہ ترجمہ ہی ملا اس سوال کا جواب کہیں نہ تھا اس جواب کی تلاش میں اتنا کچھ اور مل گیا کہ دامن کی تنگی کا احساس ہونے لگا۔

"غزوہ احد میں اللہ کے رسولؐ کو شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا" بعض نے تو اسے Bitter defeat بھی لکھا ہے۔ مگر واقعات کو ان کی فطری ترتیب سے دیکھا روایات کو جمع کیا دوسرے فریق کا موقف پڑھا تو مجھے غزوہ احد میں کفر کے لشکروں کی صاف پسپائی دکھائی پڑی مشرکین مکہ کے سردار اس غزوہ سے اپنے فرار کے اسباب خود بیان کرتے ہیں۔ میرے لئے مشرکین کے سالاروں اور سرداروں کے بیانات اور اعترافات بالکل ہی مسترد کر دینا ممکن نہ تھا میری یہ مشکل ہر جگہ ملے گی کہ میں ہر بات سے اتفاق نہ کر سکا۔

اسی مجبوری کے تحت میں یہ لکھنے کی جرات کر رہا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارک کے بارے میں ایسی تصویر شاید کہیں اور نہ مل سکے۔

حواشی دیکھ لینے سے یہ تصویر اور بھی واضح ہو جائے گی۔

پڑھنے والوں سے درخواست ہے کہ یہ کوشش پسند آئے تو اس دنیا میں اور آنے والی دنیا میں اللہ کے کرم کی دعا کریں۔

محمد رفیق ڈوگر
اگست 2000ء
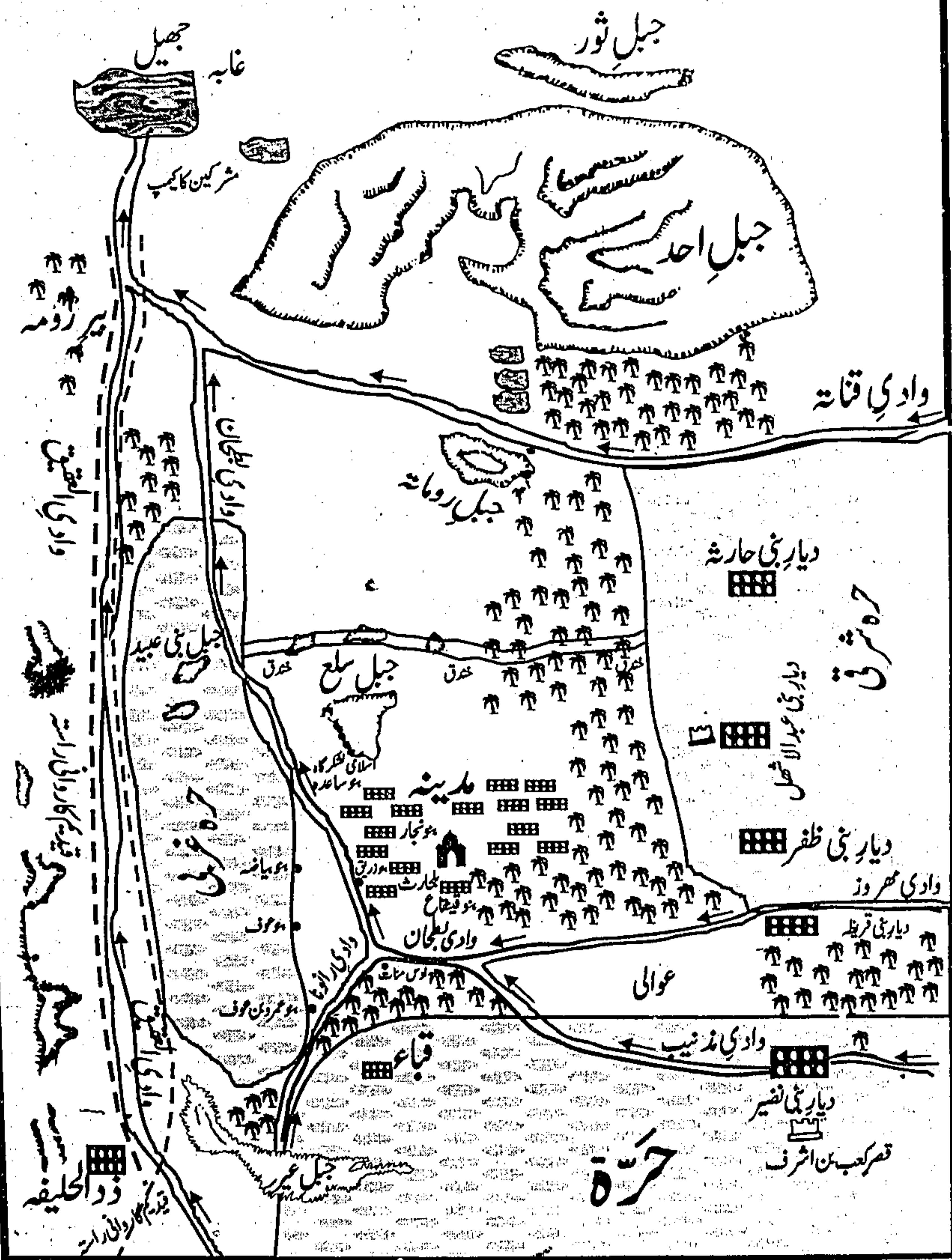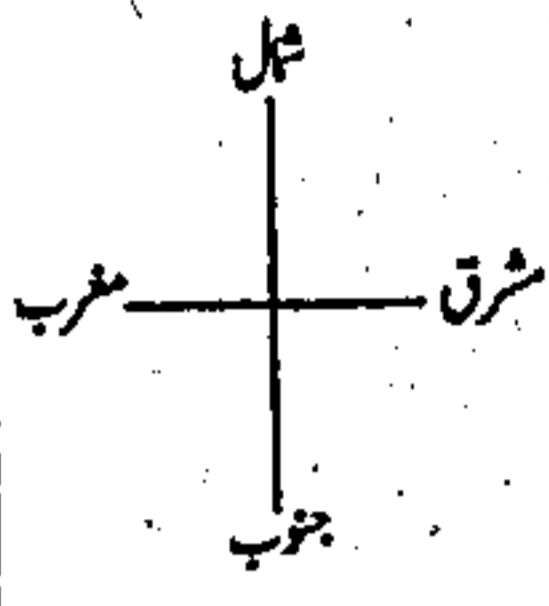
نیا شہر، نیا معاشرہ

مکہ مکرمہ کے مقابلے میں مدینہ منورہ بالکل ہی مختلف شہر تھا.
اس کی زمین مختلف تھی.
آب و ہوا مختلف تھی.
لوگ مختلف نسلوں سے تھے اور الگ الگ مذاہب کے پیرو کار تھے یہاں قحطانی عرب بھی تھے اور یہودی بھی رہتے تھے.
مدینہ کے باسیوں کے باہمی تعلقات اور آپس کے معاملات کی نوعیت بھی مکہ سے مختلف تھی.
مکہ والوں سے ان کے پیشے مختلف تھے.
مکہ کے مقابلے میں مدینہ کا تہذیبی اور معاشرتی ماحول مختلف تھا.
اور ان قسم قسم کے اختلافات کی وجہ سے اس شہر اور معاشرے کے مسائل بھی مکہ مکرمہ کی نسبت سے بہت مختلف تھے.

محل وقوع اور طبعی حالت

مکہ مکرمہ کی سنگلاخ وادی میں کوئی فصل اُگتی تھی نہ پھول کھلتے تھے.
لیکن مدینہ اپنی زمین کی زرخیزی اور نخلستانوں کے لئے مشہور تھا.
یہ شہر مکہ سے شام اور فلسطین کی طرف جانے والے اہم تجارتی راستے کے مشرق کی طرف 39 درجے طول بلد اور 24 درجے عرض بلد پر واقع ہے.
سطح سمندر سے اس کی بلندی 597 میٹر ہے.
مدینہ کی آب و ہوا گرمیوں میں سخت گرم' سردیوں میں سرد' بہار اور خزاں میں معتدل ہوتی ہے.

مکہ کی نسبت سے مدینہ میں بارش زیادہ ہوتی تھی (اور ہوتی ہے)
آتش فشاں پہاڑوں کے ٹھنڈے لاوے نے اس کی زمین زرخیز بنا دی ہے اس کی پتھریلی سطح سے میٹھے پانی کے چشمے پھوٹتے ہیں۔
رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت مدینہ کے گرد و نواح میں میٹھے پانی کے چوبیس سے زائد چشمے تھے۔

مدینہ کے مشرق میں حرہ شرقیہ (حرۃ الواقم) ہے حرہ ایسے میدان یا خطہ کو کہتے ہیں جس میں ہر طرف پتھر ہی پتھر ہوں یہ چھوٹے بڑے آڑے ترچھے اور نوکیلے پتھر آتشیں سیال مادے نے ایک دوسرے سے باندھ رکھے تھے۔ حرہ شرقیہ میں کئی چھوٹے چھوٹے آتشیں ٹیلے بھی تھے۔
اس حرہ کی شمالی سرحد پر جبل احد کی اونچی دیوار ہے جس کے پیچھے جبل ثور اور سامنے جبل رماۃ ہے۔ وادی قناۃ بھی اسی طرف ہے۔
مدینہ کے شمال جنوب میں جبل سلع ہے۔
مغرب کی طرف حرہ غربیہ یا حرۃ الوبرہ کا نوکیلے پتھروں والا میدان ہے۔
اور جنوب میں جبل عیر اور وادی عقیق ہیں۔ عربی زبان میں وادی پانی کی گزر گاہ کو کہتے ہیں' دریا بھی وادی کہلاتا ہے۔ وادی عقیق برساتی پانی کی گزر گاہ تھی اور عام طور پر خشک رہتی تھی۔
جس جگہ رسول اللہ نے مسجد نبوی کا سنگ بنیاد رکھا وہاں سے جبل عیر آٹھ کلومیٹر دور ہے۔
شمال میں جبل ثور کا فاصلہ بھی مسجد نبوی سے آٹھ کلو میٹر ہی ہے۔
رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث مبارکہ کے مطابق حرۂ شرقیہ اور حرۂ غربیہ بھی حدود حرم کے اندر واقع ہیں۔
اس لحاظ سے اگر مسجد نبوی کو مرکز قرار دیا جائے تو مدینہ منورہ کی حدود اس جگہ سے آٹھ سے دس کلومیٹر تک تھیں ان حدود کے اندر چھوٹی بڑی بہت سی بستیاں تھیں۔
ایک دوسری سے الگ الگ یہ بستیاں دور دور تک پھیلی تھیں مدینہ منورہ ان ساری بستیوں اور آبادیوں کے مجموعے کا نام تھا۔

پیشے

انسان جب زمین پر آباد ہوا تو اس نے سب سے پہلے جو پیشہ اختیار کیا وہ بھیڑ بکریاں اور مویشی پالنا تھا۔

پھر جب وہ ایسی زمینوں تک پہنچا جو زرخیز تھیں جہاں پانی میسر تھا تو اس نے کھیتی باڑی شروع کردی فصلیں اگانے لگا اور پھر باغات لگانا شروع کر دیا.

جب زمین پر انسانوں کی تعداد بڑھ گئی اور وہ دور دور تک پھیل گئے تو تجارت کرنے لگے جو چیز ایک جگہ نہیں ملتی تھی وہ دوسری جگہوں سے لائی جانے لگی اور دوسرے علاقوں تک پہنچائی جانے لگی.

مکہ مکرمہ کے رہنے والے پہلی اور تیسری قسم کے پیشوں سے وابستہ تھے وہ بھیڑ بکریاں اور اونٹ پالتے تھے اور تجارت کرتے تھے.

مدینہ منورہ میں چونکہ دوسرے پیشے یعنی زراعت کے لئے ضروری لوازمات میسر تھے. اس لئے زیادہ لوگوں کا پیشہ زراعت تھا. مدینہ کے لوگ فصلیں اگانے اور باغ لگانے والے تھے. مدینہ کے مشرقی حصہ کی زمین سفید اور ریتلی تھی اس میں کھجور اور انگور کے باغات تھے. جنوب کی طرف کی زمین سیاہ رنگ کی تھی اس میں گندم جو اور نارنگی ہوتے تھے. اس خطہ میں زراعت کب شروع ہوئی؟ اس بارے میں اختلاف ہے لیکن جب بھی جو بھی لوگ وہاں سب سے پہلے پہنچے ہوں گے انہوں نے فصلیں اگانا اور پھر باغ لگانا شروع کر دیا ہوگا رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت مدینہ کے کاشتکار بڑے ترقی یافتہ تھے. انہوں نے باغوں اور کھیتوں تک پانی پہنچانے کے لئے باقاعدہ نظام قائم کر رکھا تھا. وہ برساتی پانی محفوظ کر لیتے تھے اور پھر اسے باغوں اور فصلوں کے لئے استعمال کرتے تھے وہ پیوند کاری کے طریقوں سے واقف تھے اور کئی قسم کے کھجور کے پودے تیار کرتے تھے مدینہ میں کھجور کے لاتعداد باغات تھے. ان میں کئی قسم کے کھجوروں کے درخت تھے. یہ شہر اپنی کھجوروں کی پیداوار کے لئے دور دور تک مشہور تھا کھجوروں کے باغات کی حفاظت کے لئے وہ ان کے گرد چار دیواریاں بناتے تھے. اپنے باغوں میں وہ کئی قسم کے انگور اگاتے تھے وہ سبزیاں اور پھول بھی اگاتے تھے.

حضرت یعقوبؑ اپنے بیٹے حضرت یوسفؑ کی دعوت پر جب مصر گئے تو حضرت یوسفؑ نے انہیں اور ان کے بیٹوں کو مصریوں سے الگ آبادی میں بسایا تھا اور بتایا تھا کہ مصری لوگ مال مویشی پالنے والوں کو پسند نہیں کرتے. مصر نیل کی دھرتی تھی. نیل کے پانی نے مصریوں کی زمینوں کو زرخیز بنا دیا تھا ان کی خوشحالی کی بنیاد زراعت پر تھی. صدیوں کی غلامی کے دوران بنی اسرائیل نے اہل مصر سے زراعت اور کھیتی باڑی کے طریقے سیکھ لئے تھے اس لئے جب رہائی کے بعد وہ فلسطین واپس آئے تو وہ بھی زراعت کرنے لگے تھے. پھر جب بخت نصر انہیں قیدی بنا کر لے گیا تو

وہاں بھی انہوں نے کسانوں کو فصلیں اگاتے اور نالیاں کھود کر کھیتوں تک پانی لے جاتے دیکھا تھا۔ اس لئے جب وہ مدینہ کی زرخیز زمین تک پہنچے تو انہوں نے کھیتی باڑی میں وہ سب طریقے استعمال کرنا شروع کر دیئے۔ ان کے بعد جب عرب قبائل (اوس اور خزرج) وہاں آئے اور ان سے زرخیز زمین چھیننے میں کامیاب ہوگئے تو انہوں نے بھی فصلیں اگانا اور باغ لگانا شروع کر دیا تھا اور زراعت کے وہی طریقے استعمال کرنے لگے تھے۔

زمیندار اور کاشت کار کی نفسیات تاجروں اور بھیڑ بکریاں پالنے والے خانہ بدوش قبائل سے مختلف ہوتی ہے۔ مکہ کے قریش سردار بڑے تاجر تھے۔ ان کی ذہنیت سرمایہ دارانہ اور اجارہ دارانہ تھی۔ عرب کے صحراؤں اور ریگستانوں میں بھیڑ بکریاں پالنے والے جگہ جگہ گھومتے رہتے تھے۔ لیکن مدینہ کے کاشتکاروں کے پاؤں ان کی دھرتی نے بڑی مضبوطی سے پکڑ رکھے تھے کسی آفت یا مصیبت کے وقت وہ اپنی کھیتیاں اور زمین کہیں اور اٹھا کر نہیں لے جاسکتے تھے کیونکہ مدینہ کا معاشرہ بنیادی طور پر زرعی معاشرہ تھا اس لئے وہاں کے لوگ مجبوریوں کو برداشت کرنے کے عادی تھے لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ مدینہ کے رہنے والے اسی ایک پیشے سے ہی وابستہ تھے۔ وہ بھی تجارت کرتے تھے لیکن اتنے بڑے تاجر نہیں تھے جتنے بڑے تاجر مکہ والے تھے۔ قریش مکہ کی مانند وہ بڑے بڑے تجارتی قافلے بنا کر دوسرے ممالک سے آنے والا سامان آگے لے جانے والی تجارت نہیں کرتے تھے۔ ان کی تجارت مقامی مال اور مقامی ضروریات کے مطابق ہوتی تھی۔ اس تجارت میں سب لوگ شامل نہیں ہوتے تھے۔ مکہ والوں کی مانند سارے مدینہ والے تاجر نہیں تھے۔ مدینہ کے یہودی گندم کپڑا اور شراب باہر سے لاتے اور کھجوریں اور چھوہارے باہر بھیجتے تھے۔ اہل مدینہ کھیتی باڑی کی ضروریات کے لئے اونٹ بھی پالتے تھے جس سے راہٹ چلانے کا کام لیا جاتا تھا۔ وہ اپنی ضرورت کے لئے بھیڑ بکریاں بھی پالتے تھے گائے بھی رکھتے تھے مرغیاں بھی پالتے تھے۔ مدینہ میں سونے چاندی کے زیور بنانے کی صنعت بڑے عروج پر تھی یہودیوں کا قبیلہ بنی قینقاع زیور بنانے اور بیچنے کے لئے مشہور تھا اور وہاں پر سناروں اور زرگروں کا ایک بازار تھا۔ مدینہ کے بازاروں میں کپڑے اور عطر اور پارے کی بھی دکانیں تھیں وہاں پر سلائی رنگائی سنگ تراشی اور خشت سازی کی گھریلو صنعتیں بھی تھیں۔

مدینہ کے لوگوں کا ایک اور پیشہ سودی کاروبار تھا اس پیشہ سے زیادہ تر یہودی وابستہ تھے۔ اگرچہ کچھ عرب بھی سودی کاروبار کرتے تھے لیکن یہودیوں کا یہ آبائی کاروبار تھا اور اس پر ان کی گرفت بہت مضبوط تھی۔ اس کاروبار کے لئے انہوں نے اپنی مرضی کے اصول بنا رکھے تھے جو

بڑے ظالمانہ تھے سود پر رقم لینے والے زیادہ تر عرب قبائل اور کاشتکار ہوتے تھے جنہیں اپنی فضول خرچیوں لڑائی جھگڑوں اور کھیتی باڑی کی ضرورتیں پوری کرنے کے لئے اکثر قرض کی ضرورت رہتی تھی یہودی سود پر دی گئی رقم کی ضمانت کے طور پر عربوں کی ضعیف عورتیں اور بچے تک اپنے پاس رہن رکھ لیتے تھے. ان پڑھ عرب ایک بار صدیوں سے سودی کاروبار کرنے والے شاطر اور مکار یہودی ساہو کاروں کے چنگل میں پھنس جاتے تو اس سے نجات مشکل ہوجاتی تھی. سود در سود اصل زر سے کئی گنا بڑھ جاتا تھا اور وہ سالوں تک اسے ادا کرتے رہتے تھے.

مکہ مکرمہ قریش کا شہر تھا وہاں جتنے بھی قبیلے رہتے تھے' سب آلِ فہر تھے. جو چند غیر قریشی گھرانے تھے' وہ قریش کے زیر سایہ رہتے تھے. اختیار اور اقتدار سب کچھ قریش کے پاس تھا مکہ کی ریاست سیاست معیشت اور معاشرت پر قریش کا قبضہ تھا لیکن یثرب کی صورتحال اس سے بہت مختلف تھی وہاں یہودی قبائل بھی تھے اور عرب قبال بھی کچھ حبشی بھی وہاں بستے تھے. مدینہ کے یہودی قبیلوں کی تعداد بیس سے زیادہ تھی(1) ہجرت کے وقت مدینہ میں یہودیوں کی مجموعی آبادی دس سے بارہ ہزار کے درمیان تھی(2) اس شہر کے عرب قبائل کی تعداد ستر سے زیادہ تھی(3) ان عربوں کی تعداد بیس سے پچیس ہزار کے درمیان ہو گی(4) اس لئے مدینہ کے یہودیوں اور ان کے مختلف قبیلوں اور وہاں کے عربوں اور ان کے مختلف قبیلوں کا الگ الگ جائزہ لینا ضروری ہے.

مدینہ کے یہودی

مدینہ منورہ (یثرب) کس نے آباد کیا تھا؟ اس بارے میں مختلف رائے ہیں. اس شہر میں یہودی کب آئے اور کہاں سے آئے تھے؟ اس بارے میں بھی مختلف نظریات پائے جاتے ہیں.(5) ہمارا مقصد ان نظریات کی جانچ پڑتال نہیں ہمارا تعلق صرف رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت مدینہ میں قبائلی تقسیم اور وہاں کے حالات سے ہے جیسا کہ ہم اوپر لکھ چکے ہیں' اس وقت مدینہ کے یہودی قبائل کی تعداد بیس سے زیادہ تھی لیکن ان میں بنی قریظہ بنی نضیر اور بنی قینقاع تین قبیلے اہم تھے. مدینہ کے سارے یہودی قبائل کے ایسے بالغ افراد جو لڑائی میں حصہ لے سکتے تھے دو ہزار سے زیادہ تھے. بنی قریظہ کے ایسے افراد کی تعداد چھ اور سات سو کے درمیان تھی بنی نضیر کے ایسے افراد کی تعداد سات سو (700) تھی اور بنی قینقاع کے ایسے افراد کی تعداد بھی سات سو (700) تھی. باقی دیگر چھوٹے چھوٹے یہودی قبائل کے افراد تھے.

چھوٹے یہودی قبیلے سیاسی اور معاشرتی طور پر یہودیوں کے ان تینوں بڑے قبیلوں کے اتحادی اور

ساتھی تھے۔

بنو قریظہ

بنو قریظہ کی بستی مدینہ منورہ کے جنوب میں مہروز کے جنوبی سرے کے قریب تھی۔ عربی زبان میں قریظہ اس درخت کو کہتے ہیں کہ جو خاص طور پر چمڑہ رنگنے کے کام آتا ہے۔ بنو قریظہ کا پیشہ باغبانی کے علاوہ جوتے وغیرہ بنانا اور بیچنا تھا(6) شاید اسی وجہ سے مدینہ کے دیگر یہودی انہیں نیچ ذات اور حقیر سمجھتے تھے اور ان کے قبیلے کا خون بہا بنی نضیر کے مقابلے میں آدھا مقرر کیا گیا تھا یعنی بنی نضیر کے ایک فرد کا جتنا خون بہا مقرر تھا بنی قریظہ کے ایک فرد کا اس سے آدھا خون بہا دیا جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے یہ فرق ختم کر دیا اور بنی قریظہ کا خون بہا بھی بنی نضیر کے برابر مقرر کرکے انہیں یہودیوں کے باقی قبیلوں کے برابر حیثیت دے دی تھی اور باقی یہودیوں نے اس کا بہت برا مانا تھا۔ بنو قریظہ بہت جنگجو تھے۔ مدینہ کی مقامی گروہ بندی میں وہ اوس کے اتحادی تھے۔ جنگ بعاث میں بنو قریظہ اور بنو نضیر نے اوس کی طرف سے خزرج اور بنو قینقاع کے خلاف حصہ لیا تھا۔ یہودیوں کی آپس میں گروہ بندی میں بھی بنو قریظہ اور بنو نضیر اکثر ایک طرف ہوتے تھے اور بنو قینقاع دوسری طرف۔ اس کا بھی حوالہ ملتا ہے کہ ان دونوں یہودی قبیلوں نے مل کر بنو قینقاع کو شاداب علاقوں سے نکال دیا تھا اور وہ خزرج کے قریب جا آباد ہوئے تھے بنو قریظہ کے لڑائی کے قابل (Able bodied) افراد کی تعداد جیسا کہ اوپر لکھا جا چکا ہے چھ اور سات سو کے درمیان تھی۔

بنو نضیر

ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے مطابق "نضیر" تر و تازہ درخت یا پودے کو کہتے ہیں۔ بنو نضیر تھے بھی بڑے کامیاب کاشتکار اور باغبان ان کی بستی حرۂ واقم کے زرخیز علاقے وادئ بطحان سے ملحق تھی۔ یہ بستی بھی مدینہ کے مرکز سے جنوب میں تھی اس کا فاصلہ مدینہ سے پانچ کلومیٹر ہوگا اس کے ارد گرد کھجور کے بڑے گھنے باغات تھے جن میں اعلیٰ ترین قسم کے کھجور کے درخت تھے۔ مقامی سیاست میں بنو نضیر بھی اوس کے اتحادی تھے اور ان کے پڑوس میں رہتے تھے۔ بنو نضیر کے لڑائی میں حصہ لینے کے قابل افراد کی تعداد سات سو کے قریب تھی۔ یہ مدینہ کے یہودیوں میں سب سے اعلیٰ ذات والے سمجھے جاتے تھے۔

بنو قینقاع

بنو قینقاع عرب قبیلہ خزرج کے اتحادی تھے اور ان کے پڑوس میں مدینہ کے اندر رہتے تھے۔ "قینقاع" کے معنی "سنار" بتائے جاتے ہیں۔ بنو قینقاع سونے چاندی کے زیور بناتے اور بیچتے تھے۔ مدینہ میں کوئی اور قبیلہ ان جیسا ہنر مند اور دست کار نہیں تھا۔ ان کی بستی کا بازار "سوق بنو قینقاع" بین الممالک تجارت کی منڈی تھا۔ یہودیوں میں یہ سب سے بڑے تاجر تھے ان کے پاس مال و دولت بھی سب سے زیادہ تھا۔ یہ سب سے زیادہ پڑھے لکھے تھے ان کے پاس اسلحہ بھی سب سے زیادہ تھا یہ بہادر اور شجاع تھے۔ اس لئے ان کا اثر و رسوخ بھی سب سے زیادہ تھا۔ ان کے لڑائی میں حصہ لینے کے قابل افراد کی تعداد سات سو تھی۔

فلسطین سے نکل کر یہودی جہاں کہیں بھی گئے وہ مقامی آبادی میں ملے نہیں اگر وہ قیدی ہو کر گئے تو ان کے کیمپ الگ قائم کئے گئے اگر کسی وجہ سے وہ فلسطین سے بھاگنے پر مجبور ہو گئے یا اقتصادی اور سیاسی ضروریات کے تحت دوسرے ممالک میں گئے تو بھی انہوں نے وہاں اپنی الگ بستیاں بنائیں۔ HISTORY OF THE WORLD کے مصنف مسٹر جے ایم رابرٹس نے یہودیوں کے اس رویہ کو TENACIOUS SEPARATENESS (سرکش یا سخت علیحدگی پسندی) قرار دیا ہے۔ ان الگ بستیوں میں ان کی عبادت گاہیں ہوتی تھیں ان کے مذہبی سیاسی اور سماجی معاملات کے فیصلے کرنے والی ان کی اپنی عدالت ہوتی تھی اپنی مجلس ہوتی تھی جسے ہم ان کے مذہبی روایت میں موسیٰؑ کا خیمہ یا مکہ کے قریش کی اصطلاع میں یہودیوں کا دارالندوہ کہہ سکتے ہیں جہاں وہ اپنی ساری منصوبہ بندی کرتے تھے۔ یہودیوں کی اسی علیحدگی پسندی اور سازشوں سے تنگ آکر رومی حکمرانوں کو ایک مرحلے پر طاقت کے ذریعے ان کی الگ بستیاں ختم کرنا پڑی تھیں(7) ان بستیوں کے گرد دیواریں بنا کر وہ انہیں دوسروں سے بالکل الگ تھلگ کر لیتے تھے۔ تاکہ کوئی ان کی خلوت میں کسی قسم کی مداخلت نہ کر سکے۔ یہودیوں کی یہ علیحدگی پسندی ہمیشہ حکومتوں کے لئے مسئلہ بنی رہتی تھی۔ دیگر مقامی لوگوں کے ساتھ بھی ان کے تعلقات کبھی اچھے نہیں ہوتے تھے اور ان سے یہودیوں کے فسادات ہوتے رہتے تھے۔ ایک دفعہ اسکندریہ کے یہودیوں کا مقامی لوگوں کے ساتھ اتنا شدید تصادم ہوا کہ رومی سلطنت کے دور دراز حصوں تک پھیل گیا تھا۔ حکومتیں ہمیشہ یہودیوں کو شک کی نگاہ سے دیکھتی تھیں۔ یورپ میں بعض حکومتوں نے انہیں اپنی بستیوں کے گرد دیواریں بنانے سے روکنے کے لئے باقاعدہ ضوابط نافذ کر رکھے تھے اور رات کو ان کی سرگرمیوں پر

نظر رکھی جاتی تھی اس علیحدگی پسندی کے ذریعے یہودی اپنی شناخت اور امتیاز برقرار رکھنے کی کوشش کرتے تھے ان کی عدالتوں کے سربراہ ان کے مذہبی رہنما ہوتے تھے جو ان بستیوں میں ان کے ساتھ رہتے تھے۔ ان کے آپس کے معاملات ان عدالتوں میں طے ہوتے تھے اور حکومتوں کو ان کے معاملات میں زیادہ مداخلت کا موقعہ نہیں ملتا تھا مدینہ میں اگرچہ کوئی باقاعدہ حکومت نہیں تھی جس سے انہیں کسی قسم کی مداخلت کا خوف ہو اس کے باوجود وہاں کے یہودی بھی اسی اصول پر کاربند تھے ان کی بستیوں کے گرد بھی حفاظتی دیواریں تھیں ان کے تجارتی بازار اور میلے ان دیواروں کے اندر لگتے تھے اور اگر باہر سے کوئی تجارتی قافلہ آتا تھا تو وہ بھی بستی کے اندر آکر اترتا تھا ان بستیوں میں ان کے بعض سرداروں اور سرکردہ لوگوں نے اپنی الگ گڑھیاں (اطم) بنا رکھی تھیں ایک وقت مدینہ کے مختلف حصوں میں یہودیوں کی ایسی محفوظ گڑھیوں کی تعداد 59 تھی بعض مؤرخوں نے جن میں اکثریت غیر مسلم تاریخ نگاروں کی ہے لکھا ہے کہ مدینہ اور عرب میں یہودیوں کو عرب اور بدو قبائل کے حملوں کا خطرہ رہتا تھا اس لئے وہ اپنی بستیوں میں گڑھیاں بنا لیتے تھے اور ان کے گرد حفاظتی دیواریں ہوتی تھی سیرت نگار اور مسلمان مؤرخ بھی غیر مسلموں کی اس بات کو دہراتے رہتے ہیں لیکن حقیقت تو یہ ہے کہ دیگر ممالک میں بھی جہاں عرب بدو نہیں پائے جاتے تھے۔ یہودی وہاں بھی اسی طرح الگ تھلگ بستیاں بنا کر رہتے تھے۔

دوسری قوموں کی زبان اور تہذیب اپنانے کے بارے میں بھی یہودیوں کا رویہ متضاد رہا ہے شروع میں جب ارض فلسطین میں یہودیوں کی حکومتیں ختم ہوئیں اور دیگر قوموں نے ان پر غلبہ حاصل کرلیا تو جو کوئی یہودی حاکم قوم کی زبان اور طور طریقے اپناتا تھا یہودی مذہبی رہنما اسے یہودیت سے خارج کر دیتے تھے لیکن جب سیاسی اور معاشی مجبوریوں کے تحت انہیں حاکموں سے تعلق رکھنا پڑگیا اور یہودیوں کی بہت بڑی تعداد فلسطین سے نکل کر دیگر ممالک میں جا بسی تو ان کے بعض مذہبی رہنماؤں نے نظریہ ضرورت کے تحت انہیں اس کی اجازت دے دی تھی۔ اسکندریہ میں یہودیوں کی بہت بڑی تعداد تھی اور وہ سب یونانی زبان بولتے تھے یونانی زبان میں تورات کا ترجمہ انہی اسکندریہ کے یونانی بولنے والے یہودیوں نے کیا تھا اور پھر ایک وقت ایسا آیا کہ یہودی علماء نے حاکم اور زبردست قوموں کی زبان اور لباس اور تہذیب اختیار کرنا اور ان سے میل جول بڑھانا اپنی قومی پالیسی کا حصہ قرار دیا تھا اور بیرون فلسطین رہنے والے یہودیوں کو ان کے علماء ترغیب دیتے تھے کہ وہ حکمران طبقوں سے میل جول اور راہ و رسم بڑھائیں اور اس اثر و رسوخ کو اپنے قومی حقوق اور مقاصد کے حصول کے لئے استعمال کریں (اس کا ذکر ہم جلد اول

میں تفصیل سے کر چکے ہیں) مدینہ اور جزیرۃ العرب کے باقی حصوں میں رہنے والے یہودی بھی اسی قومی پالیسی پر عمل کرتے تھے وہ عربی زبان بولتے تھے اگرچہ ان کی مذہبی اور نجی گفتگو میں عبرانی کے الفاظ بھی شامل ہوتے تھے. ان کا لباس عربوں جیسا ہی تھا عرب معاشرے میں مہمان نوازی اور شاعری کی بہت اہمیت تھی. یہودیوں نے عربوں کی یہ خوبیاں بھی اپنا لی تھیں وہ پڑوسی اور زبردست عرب قبیلوں سے سیاسی اور سفارتی معاملات میں انہی اصولوں پر عمل کرتے تھے جو جزیرۃ العرب میں رائج تھے اکثر یہودی قبائل اور سرداروں نے عرب قبائل اور سرداروں سے باہمی مدد اور تعاون کے اسی قسم کے معاہدے کر رکھے تھے جیسے معاہدے عرب قبائل اور سردار آپس میں کیا کرتے تھے ایسا کرنا ان کی قومی ضرورت اور مجبوری تھی مگر اپنی قومی زندگی میں یہ یہودی بھی اپنے مذہب (دین موسوی نے اس وقت تک جو بھی صورت اختیار کر لی تھی) اور نسلی تہذیب کی بہت حفاظت کرتے تھے اور اپنی آبادیوں کے اندر اس پر سختی سے عمل کرتے تھے مدینہ کے یہودیوں کی ہر آبادی میں ان کے مذہبی حکام اور عالم موجود تھے وہ ہفتہ وار اجتماعوں میں تورات پڑھتے تھے' عبادت کے دوران اپنی تاریخ' انبیاء کے حالات اور شریعت موسوی کے احکام سنتے تھے ان بستیوں کے اندر ان کی اپنی شریعت کا نظام نافذ تھا ان کے مقدمات کے فیصلے ان کی شریعت کے مطابق ہوتے تھے تورات کی تعلیم کے لئے ان بستیوں میں باقاعدہ مدرسے قائم تھے اس دینی اور دنیاوی نظام کو چلانے کے لئے اور اپنی ہنگامی قومی ضروریات پوری کرنے کے لئے وہ سب باقاعدہ ٹیکس دیتے تھے انہوں نے باقاعدہ اپنا بیت المال قائم کر رکھا تھا یہ بستیاں اندرونی طور پر یہودیوں کی چھوٹی چھوٹی خود مختار مذہبی ریاستیں تھیں. جزیرۃ العرب اور مدینہ میں کوئی حکومت نہ ہونے کی وجہ سے وہاں کے یہودیوں اور ان کی ان مذہبی ریاستوں کو جو آزادی اور خود مختاری حاصل تھی دنیا کے کسی اور حصے میں حاصل نہیں تھی.

رسولؐ اللہ کی ہجرت کے وقت مدینہ میں یہودی کمیونٹی سب سے زیادہ منظم تھی' سب سے زیادہ مالدار تھی اور سب سے زیادہ پڑھی لکھی تھی. اس لئے مدینہ کے اندر اور باہر کے عرب ذہنی طور پر ان کی نسلی اور تہذیبی برتری کو تسلیم کرتے تھے اگر کسی عرب خاتون کے بچے فوت ہو جاتے تو وہ منت مانتی تھی کہ اگر اس کا بیٹا بچ گیا تو وہ اسے یہودی بنائے گی اور اگر بیٹا اتفاق سے بچ جاتا تو وہ اسے یہودیوں کے حوالے کر دیتی تھی اور وہ ان کے ہاں پل کر جوان ہوتا تھا اگرچہ اسے نسلی یہودیوں سے کم تر ہی سمجھا جاتا تھا یہ یہودی جادو ٹونے کے بھی ماہر تھے اور ان پڑھ قبائلی معاشروں میں سحر اور جادو ٹونا کرنے والوں کو ہمیشہ برتر سمجھا گیا ہے.

یہودی ہر جگہ ہمیشہ سے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی ایسی منتخب قوم سمجھتے رہے ہیں جسے اللہ نے باقی انسانوں اور قوموں پر حکمرانی کے لئے پیدا کیا ہے۔ مدینہ کے یہودیوں کا بھی یہ مذہبی عقیدہ تھا اس لئے وہ عربوں اور عرب آبادی کو ادنیٰ اور حقیر سمجھتے تھے وہ ان پر حکومت تو نہیں کر سکتے تھے کمزور تھے لیکن اپنے نظم اور سرمائے کے ذریعے وہ ان میں اتحاد پیدا نہیں ہونے دیتے تھے اور ہمیشہ انتشار کی منصوبہ بندی کرتے رہتے تھے اور انہیں آپس میں لڑاتے رہتے تھے ایسا کرنا ان کی سیاسی اور اقتصادی ضرورت بھی تھی باہمی جھگڑوں اور لڑائیوں کے لئے عربوں کو روپے اور ہتھیاروں کی ضرورت ہوتی تھی اور یہ ضرورتیں یہودی ساہو کار ہی پوری کرتے تھے جس سے ان کا سودی کاروبار فروغ پاتا تھا اور عرب ہمیشہ یہودیوں کے دست نگر بنے رہتے تھے۔ وہ عربوں کے اتحاد سے خطرہ محسوس کرتے تھے اس لئے انہیں متحد نہیں ہونے دیتے تھے اس طریقے سے یہودی جزیرۃ العرب کے اجتماعی ماحول میں اپنے وجود اور مفادات کا تحفظ کرنے کی کوششوں میں کافی حد تک کامیاب تھے۔

یہودیوں کا اجتماعی کردار

کسی بھی قوم کے سارے ہی افراد ایک جیسے نہیں ہوتے۔ بروں میں کچھ اچھے بھی ہوتے ہیں اور اچھے خصائل کے مالک گروہوں میں برے بھی مل جاتے ہیں لیکن قوموں کے اجتماعی کردار کے بارے میں جو نظریات قائم ہوتے ہیں وہ ان کی اکثریت کے کردار کی تصویر پیش کیا کرتے ہیں مدینہ منورہ کے عرب قبائل اوس اور خزرج اپنے ان یہودی ہمسایوں کو "ثعالب" یعنی لومڑی کہا کرتے تھے عرب اور یہودی صدیوں سے اکٹھے رہتے آئے تھے عربوں نے اپنے صدیوں کے تجربہ اور اپنے پڑوسی یہودیوں کی مکاری اور عیاری کے مشاہدہ کی بنیاد پر انہیں یہ لقب دیا تھا بنی قینقاع کے عالموں (احبار) میں سے ایک کا نام الحصین بن سلام تھا وہ حضرت یوسفؑ کی نسل سے تھا اس نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام بدل کر عبداللہ رکھ دیا تھا اس عبداللہ بن سلام نے اپنی قوم کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کو بتایا تھا "یہودی ایسی قوم ہے جو جھوٹ اور بہتان میں اپنا جواب نہیں رکھتی" مدینہ کے یہودیوں کے اجتماعی کردار کے بارے میں ایک گواہی ان کے پڑوسیوں کی تھی اور دوسری ان کے اپنے ایک دانا کی دنیا بھر میں یہودیوں کے کردار کی خصوصیات میں سازش، غداری، خیانت، عہد شکنی، نفرت انگیزی، عداوت آرائی، تکبر اور خود پسندی ہر جگہ تسلیم شدہ ہیں۔ مدینہ کے یہودیوں کے کردار کی بھی یہ نمایاں خصوصیات بتائی گئی ہیں۔ یہودی قوم کی

احسان فراموشی اور سرکشی کی مثالوں سے اس کی اپنی دینی اور تاریخی کتابیں بھری پڑی ہیں یہودیوں نے غیر قوموں اور حاکموں کے خلاف ہی ہمیشہ سرکشی نہیں کی اپنے حاکموں اور بادشاہوں اور نبیوں سے بھی یہودی بار بار سرکشی کا ارتکاب کرتے رہے ان پر خدا تعالیٰ کے اکرام و انعامات اور احسانات کو دیکھا جائے اور ان کے اجتماعی اعمال کا جائزہ لیا جائے تو اس قوم سے بڑی اللہ کی احسان فراموش کوئی اور قوم نہیں ملے گی۔

یہودی قوم کے دینی کلچر اور تاریخی شعور میں یہ چیزیں اس طرح رچ بس چکی تھیں کہ یہودی انہیں کوئی برائی نہیں سمجھتے تھے (آج بھی یہودی سازش اور احسان فراموشی کو ہرگز برائی نہیں سمجھتے) یہ ان کا دینی اور تاریخی ورثہ تھا (اور ہے) اور اس ورثہ پر وہ فخر کرتے تھے۔ عربوں کا مال دھوکے اور زیادتی سے کھا جانا وہ مذہبی طور پر اپنے لئے جائز سمجھتے تھے۔ یہودی اپنے آپ کو خالق کائنات کی محبوب اور منتخب قوم سمجھتے تھے جسے اللہ نے باقی سب قوموں اور انسانوں کی رہنمائی اور ان پر حکمرانی کے لئے پیدا کیا ہے اور اگر کسی وقت کسی جگہ اسے باقی قوموں پر ایسی سیادت حاصل نہ بھی ہو تب بھی ان کے اللہ تعالیٰ کے محبوب اور منتخب ہونے میں فرق نہیں آتا وہ باقی سب سے برتر و بالا ہی رہتے ہیں۔ ایسی سوچ اور عقیدہ اگر کسی قوم یا گروہ میں پیدا ہوجائے تو وہ شعوری اور غیر شعوری طور پر اپنے قول و فعل سے اس کا اظہار کرتے رہتے ہیں مدینہ کے یہودیوں کی بھی یہی حالت تھی لیکن ایک طرف ان کا یہ عقیدہ تھا تو دوسری طرف ان کی کچھ معروضی مجبوریاں بھی تھیں۔ وہ مدینہ اور جزیرۃ العرب میں اقلیت میں تھے عربوں کی مجموعی طاقت اور تعداد ان سے زیادہ تھی عربیت کے اس سمندر میں ان کی یہودیت کی کشتی مکر و فریب اور عیاری کے لنگروں سے ہی محفوظ رہ سکتی تھی۔ مدینہ کے یہودی بیک وقت احساس برتری اور احساس کمتری میں مبتلا تھے۔ وہ صدیوں سے ان امراض اور احساسات میں مبتلا چلے آتے تھے وہ اپنے آپ کو "شیر یزداں" سمجھتے تھے اور باقی سب انسانوں کو بھیڑ بکریاں تصور کرتے تھے مگر یہ "شیر یزداں" ہر جگہ ان "بھیڑ بکریوں" سے خوفزدہ رہتے تھے۔ مشہور متعصب یہودی مستشرق مارگولیتھ (Margoliouth) نے مدینہ کے ان یہودیوں کے بارے میں لکھا ہے "مدینہ کے یہودی فن جادوگری میں بڑے ماہر تھے اور اعلانیہ جنگ میں مقابلہ کرنے اور مردانہ وار صف آرائی پر اس کالے کرتب (جادو) کو ترجیح دیتے تھے" (8) مردانگی سے محرومی، ذہنی اور اخلاقی پستی سے پیدا ہوتی ہے اور شکست خوردہ قوموں کی علامت ہے وہ اپنے مخالف کے بارے میں کھل کر بات کرنے کی بجائے منہ میں زیر لب ذومعنی کلمات دوہرا کر خوش ہوتے طنزیہ اور توہین آمیز فقرے دہراتے اور

آپس میں ایک دوسرے کو سناتے تھے یہودی کردار کی اعلیٰ خصوصیات سے محروم ہو چکے تھے یہودیوں کے اسی کردار کی وجہ سے وہ جہاں بھی گئے مقامی لوگوں سے ان کا ہمیشہ جھگڑا رہا اور کہیں بھی انہیں پسندیدگی کی نگاہ سے نہیں دیکھا گیا جب رومی حکمران تھے تو روم کی سلطنت اور شہروں میں بہت سی قوموں کے لوگ رہتے تھے مگر رومیوں کی اکثریت اپنے دارالحکومت میں آباد یہودیوں کو پسند نہیں کرتی تھی(9) مدینہ اور اس کے گرد و نواح میں رہنے والے عرب بھی دل سے یہودیوں کو پسند نہیں کرتے تھے اور باہمی میل جول لین دین کے باوجود عربوں اور یہودیوں میں سیاسی اور سماجی تناؤ اور کشیدگی کی فضاء قائم رہتی تھی۔

مدینہ کے یہودیوں کی دینی حالت

مدینہ کے یہودیوں کے پاس بھی وہی تورات تھی جو حضرت عزیرؑ نے مرتب کی تھی اور جو ایک آسمانی کتاب سے زیادہ ایک قوم یا قبیلے کے لئے دنیاوی برتری کی تاریخی دستاویز کی صورت اختیار کرچکی تھی یہودی دنیا میں جہاں کہیں بھی رہتے تھے (اور رہتے ہیں) اسی کو اپنی دینی بنیاد سمجھتے تھے اگر کوئی فرق تھا تو اتنا کہ ان کے پاس جو تورات تھی وہ عربی زبان میں تھی اس کتاب اور اس کے احکام کی تشریح اور تعلیم کے لئے مدینہ میں بھی وہی فریسی (قاضی) اور احبار تھے جن کے بارے میں حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا تھا۔

- ”تم نے اپنی روایت سے خدا کا دین باطل کردیا ہے“

”ریا کار فقیہو، فریسیو! (تم) بیواؤں کے گھروں کو دبائے بیٹھے ہو دکھاوے کے لئے نماز کو طول دیتے ہو (تم) نے انصاف، رحم اور ایمان چھوڑ دیا ہے۔ مچھر کو چھانتے اور اونٹ کو نگل جاتے ہو (تم) اندر سے لوٹ اور ناپرہیز گاری سے بھرے ہو ریاکاری اور بے دینی سے بھرے ہو“

اور اپنے ماننے والوں کو ان فریسوں اور سدوکیوں کی تعلیمات سے خبردار رہنے کا حکم دیا تھا۔

ان یہودیوں نے اپنے بچوں کو اس تورات اور دین کی تعلیم و تربیت دینے کے لئے اپنی بستیوں میں مدرسے قائم کررکھے تھے اور تورات کی تعلیمات پر عمل کرانے کے لئے اور اس شریعت کے مطابق مقدمات کے فیصلے کرنے کے لئے ان کے اپنے اپنے احبار اور فریسی ان بستیوں میں موجود تھے لیکن ان قاضیوں کا حال یہ تھا کہ اگر کوئی غریب یہودی کوئی جرم کرتا تھا تو وہ اسے اس شریعت کے مطابق پوری سزا دیتے تھے لیکن اگر مجرم کوئی سردار اور بااختیار ہوتا مال و دولت والا یہودی ہوتا تو سزائیں نرم کردی جاتی تھیں۔ کوئی عام یہودی زنا کے جرم کا ارتکاب کرتا تو

اسے اپنی شریعت کے مطابق سنگسار کرنے کا فیصلہ سناتے اور اس پر عمل کراتے تھے لیکن خواص میں سے کوئی یہ جرم کرتا تو اس کے چہرے پر سیاہی مل کر اسے گدھے پر سوار کرنے کا فیصلہ سناتے تھے۔ یہودی توحید پرستی کے دعویدار تھے۔ فریسی ان سے حلال وحرام کے احکامات پر بھی عمل کرواتے تھے۔ وہ یوم عاشورہ کا روزہ بھی رکھتے تھے۔ اپنے مذہبی اور قومی تہوار بھی مناتے تھے لیکن دین حنیف بھول چکے تھے اور دین موسوی سے دور ہو گئے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں ان یہودیوں کی دینی حالت کے بارے میں فرمایا ہے:

- "انہوں نے خدا کو چھوڑ کر اپنے علماء اور احبار کو اللہ کے سوا اپنا رب بنالیا ہے" (31:9)
- "اور ان (یہودیوں) میں کچھ ایسے لوگ بھی ہیں جو ان پڑھ ہیں۔ انہیں کتاب (دین) کا کوئی علم نہیں اور وہ (خوش کن) آرزوئیں لگائے بیٹھے ہیں مگر وہ (آرزوئیں) ظن اور گمان سے زیادہ کچھ حیثیت نہیں رکھتیں۔" (78:2)
- پس ہلاکت اور تباہی ہے ان لوگوں کے لئے جو اپنے ہاتھوں سے (تبدیل کرکے) کتاب لکھتے ہیں اور پھر لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہ اللہ کے پاس سے آئی ہے (وہ ایسا اس لئے کرتے ہیں) تاکہ اس کے معاوضہ میں تھوڑا سا فائدہ حاصل کر لیں ان کے ہاتھوں کا (اپنا) یہ لکھا بھی ان کے لئے تباہی کا سامان ہے اور ان کی یہ کمائی بھی ان کے لئے موجب ہلاکت ہے۔" (79:2)
- "وہ کہتے ہیں کہ دوزخ کی آگ ہمارے قریب بھی نہیں آئے گی اگر آ بھی گئی (ہم دوزخ میں ڈال بھی دیئے گئے) تو گنے چنے دن ہی وہاں رہیں گے" (80:2)
- "ہم نے بنی اسرائیل سے پختہ عہد لیا تھا کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرنا۔ ماں باپ، رشتہ داروں، یتیموں اور مسکینوں کے ساتھ نیک سلوک کرنا، لوگوں سے اچھے طریقے سے بات کرنا، نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا مگر تھوڑے افراد کے سوا باقی سب اس عہد سے پھر گئے اور اب تک پھرے ہوئے ہیں۔" (2: 83)
- "تم کتاب کے ایک حصے پر ایمان لاتے ہو اور دوسرے حصے کے ساتھ کفر کرتے ہو" (86:2)
- "یہ (یہودی) وہ لوگ ہیں جنہوں نے آخرت بیچ کر دنیا کی زندگی خرید لی ہے۔" (86:2)

مدینہ کے عرب

مدینے میں عربوں کے دو بڑے قبیلے تھے ایک قبیلے کو اوس (بنو اوس) کہتے تھے اور دوسرا قبیلہ

قبائل مدینہ

قحطان
یعرب
یشجب
سبا
حمیر
کہلان
زید
مالک
نبت
غوث
ازد
مازن
ثعلبہ
امراءُالقیس
حارثہ
عامر
عمرو
ثعلبہ
حارثہ
اوس
خزرج
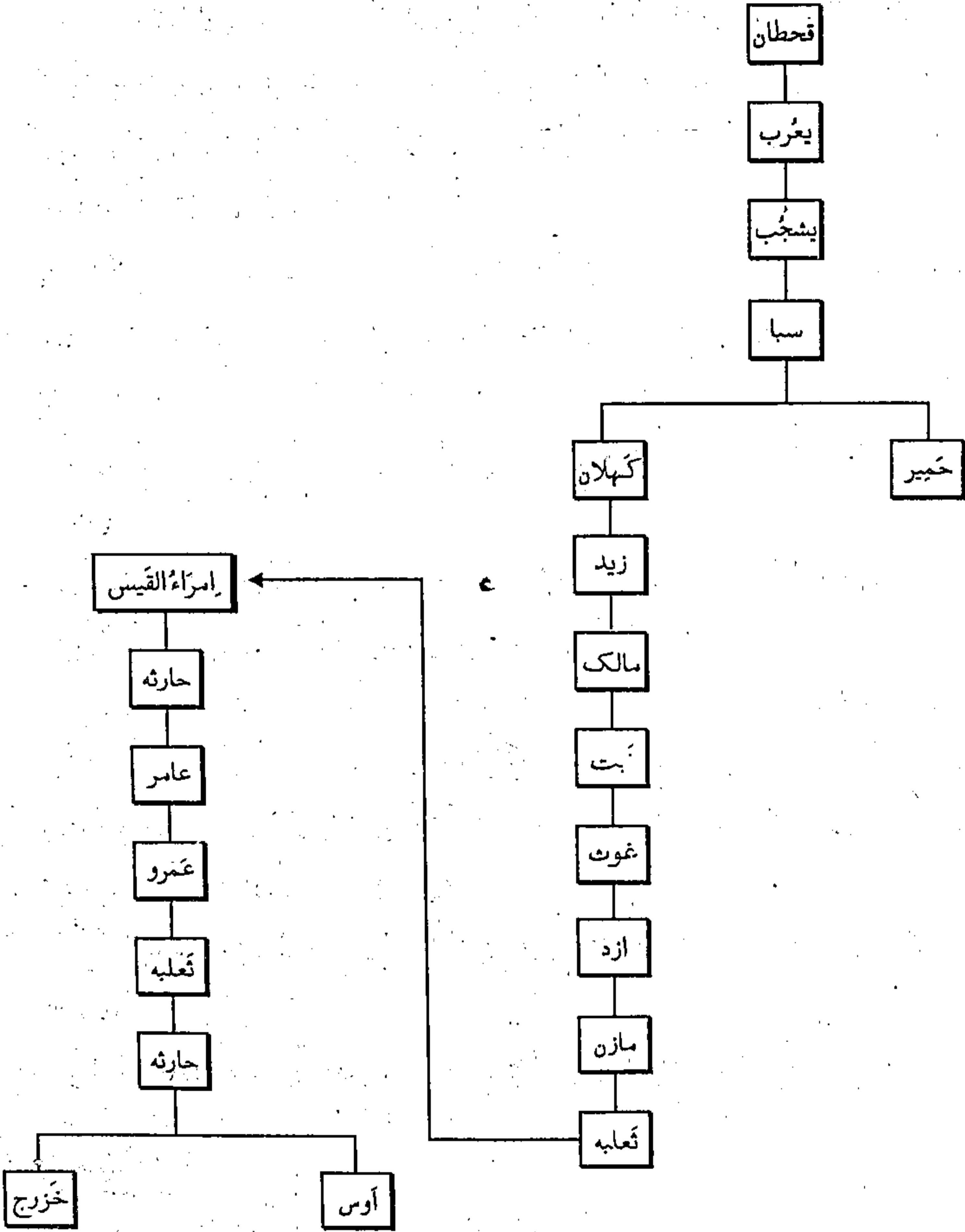
خزرج (بنو خزرج) کہلاتا تھا۔ ان دونوں قبیلوں کی آگے بہت سی شاخیں تھیں یہ سارے عرب حارثہ بن ثعلبہ بن عمرو مزیقیاء کی نسل سے تھے۔ اوس حارثہ کے بیٹے اوس کی اولاد تھے اور خزرج اس کے بیٹے خزرج کی اولاد تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پہلے یہ سب بنو قیلہ کہلاتے تھے۔ قیلہ بنت کاہل بن عذرہ حارثہ کی بیوی اور اوس اور خزرج کی ماں تھی۔ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد ان سب کا نام انصارِ رسولؐ ہو گیا۔ انصار کے معنی مدد گار کے ہیں (مدد سے یہاں مراد دین کی مدد ہے) عمرو مزیقیاء قحطان کی نسل سے تھا(10) اور یمن کا رہنے والا تھا جب سیل عرم کی وجہ سے مآرب کا بند (ڈیم) ٹوٹ گیا اور سب کے باغات اور کھیت ویران ہو گئے تو وہ اپنی اولاد کے ساتھ وہاں سے شمال کے طرف نکل آیا تھا(11) اس کے کچھ عرصہ بعد اس کی اولاد میں پھوٹ پڑ گئی تو بنو اوس اور بنو خزرج، بنو غسان سے الگ ہو گئے تھے اور یثرب کے نواح میں چاہِ صرار کے پاس آ کر اترے تھے اس وقت مدینہ (یثرب) اور اس کے گرد و نواح پر یہودیوں کا غلبہ تھا۔ تجارت، اقتصادیات اور زرخیز زمینیں سب ان کے قبضہ میں تھیں بنو اوس اور بنو خزرج نے آس پاس کی بنجر اور ویران زمینوں پر رہائش اختیار کر لی اور کافی عرصہ تک یہودیوں کے ماتحت رہے۔ وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ ان کی تعداد اور قوت میں اضافہ تو ہو گیا مگر یہودیوں کے مظالم سے وہ پھر بھی نجات حاصل نہ کر سکے آخر تنگ آکر انہوں نے اپنے ہم نسل غسانی حکمران ابوجبیلہ سے مدد حاصل کرنے کے لئے ایک وفد بھیجا اور اس کی فوجی مدد سے یثرب پر غلبہ حاصل کرنے میں کامیاب ہو گئے۔ شکست خوردہ یہودی کچھ دوسرے علاقوں کی طرف چلے گئے تو ان کی زمینوں باغوں اور ماڑیوں پر اوس اور خزرج نے قبضہ کر لیا۔ اس طرح ان کی اقتصادی حالت بھی بہتر ہو گئی۔

یہودیوں کی گرفت کمزور ہوئی، خوشحالی آئی تو ان عربوں میں آپس کے جھگڑے پیدا ہو گئے اور ایک زبردست لڑائی کی وجہ سے بنو عبدالاشہل اور بنو ظفر کے قبیلے مدینہ سے نکل کر یہودی قبائل بنو قریظہ اور بنو نضیر کے پڑوس میں جا آباد ہوئے۔ یہودیوں نے اس سے فائدہ اٹھایا اور بنو قریظہ اور بنو نضیر نے ان دونوں عرب قبیلوں سے اتحاد قائم کر لیا جو ہجرت تک قائم تھا۔ ایک خزرجی سردار عمرو بن نعمان کے جابرانہ رویہ کی وجہ سے بنو حارثہ کے سوا بنو اوس کے سارے قبیلے پھر سے متحد ہو گئے۔ بنو حارثہ کو بنو عبد الاشہل نے اس کی زمینوں سے نکال دیا تھا اس لئے وہ اس اتحاد میں شامل نہ ہوئے خانہ بدوش قبیلہ مزینہ بھی اوس کے ساتھ اس اتحاد میں شامل ہو گیا اس طرح مدینہ کے عرب اور یہودی دو متحارب فریقوں میں بٹ گئے ایک اتحاد میں بنو اوس کے قبیلے اور بنو قریظہ اور بنو نضیر کے یہودی قبیلے شامل تھے اور دوسرے میں بنو خزرج کے قبیلوں کے

ساتھ بنو قینقاع کا یہودی قبیلہ شامل تھا۔

بنو اوس اور بنو خزرج کے قبیلوں میں آپس کے لڑائی جھگڑے بھی ہوتے تھے بنو اوس اور بنو خزرج میں باہمی رشتہ داریاں بھی تھیں لیکن جب دونوں فریقوں کے درمیان لڑائی ہوتی تھی تو وہ آپس کے جھگڑے اور دوسروں سے رشتہ و تعلق سب بھول جاتے تھے بنو اوس اور بنو خزرج کے درمیان لڑائیوں کا ایک سلسلہ لمبی مدت تک جاری رہا ان کے درمیان آخری بڑی لڑائی جنگ بعاث تھی جو رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پانچ سال پہلے لڑی گئی تھی اس لڑائی میں دونوں فریقوں کا بہت زیادہ جانی نقصان ہوا تھا اور ان کے بہت سے نامی آدمی مارے گئے تھے۔ اس جنگ میں اگرچہ اوس اور اس کے اتحادیوں کا پلہ بھاری رہا تھا لیکن ان کا کمانڈر حضیر بن سماک لڑائی میں مارا گیا تھا۔ خزرج کا کمانڈر عمرو بن نعمان بھی اس جنگ مین مارا گیا تھا اور دونوں فریق اس قدر نڈھال ہو گئے تھے کہ باہمی صلح نہ ہونے کے باوجود اس وقت سے ان کے درمیان کوئی بڑی لڑائی نہیں ہوئی تھی اس کی ایک اور وجہ یہ تھی کہ دونوں عرب قبیلوں کو احساس ہونے لگا تھا کہ اگر وہ آپس میں اسی طرح لڑتے رہے تو یہودی پھر ان پر غلبہ حاصل کرلیں گے وہ یہودیوں کی سازشوں اور چالوں کو سمجھنے لگے تھے اس لئے اگرچہ دشمنی اور تعصب کی چنگاریاں دونوں طرف اندر ہی اندر سلگ رہی تھیں پھر بھی وہ کسی بڑی لڑائی سے بچنا چاہتے تھے۔ آبادی کے لحاظ سے عربوں کی قوت زیادہ تھی لیکن ان کی لڑائیوں کی وجہ سے یہودیوں نے اقتصادی برتری حاصل کرلی تھی۔

خزرج

آبادی کے لحاظ سے خزرج مدینہ کا سب سے بڑا عرب قبیلہ تھا۔ خزرج مدینہ کے مرکزی اور شمالی حصہ میں رہتے تھے۔ ان کے پاس جو زمینیں تھیں وہ زیادہ زرخیز نہیں تھیں۔ مدینہ سے آگے شمال کی طرف خیبر اور تیما میں بھی اس قبیلے کی بعض شاخیں آباد تھیں خزرج کے قبیلوں کی آگے تقسیم اس طرح تھی:

بنو النجار: یہ خزرج کا سب سے بڑا قبیلہ تھا اور مدینہ کے وسط میں وہاں رہتا تھا جہاں اب مسجد نبوی ہے۔ حضورؐ کے پردادا حضرت ہاشم نے اسی خاندان کی خاتون حضرت سلمٰی بنت عمرو سے شادی کی تھی اور آپؐ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے اسی خاندان میں پرورش پائی تھی جب عبدالمطلب کے چچا نے ان کی حویلی کے ایک حصہ پر قبضہ کرلیا تو اسی خاندان کے مسلح افراد مکہ گئے تھے اور ان کی حویلی کا قبضہ چھڑا کر آئے تھے حضورؐ کے والد حضرت عبداللہ نے ایک سفر سے واپسی پر اسی

خاندان میں قیام کے دوران وفات پائی تھی۔ حضورؐ کی والدہ ماجدہ جب حضورؐ کو لے کر مدینہ آئی تھیں تو انہوں نے بھی بنو نجار کے ہاں ہی قیام فرمایا تھا۔ بنو نجار کے گھرانوں کی تعداد آٹھ تھی۔ ان کے نام یہ ہیں۔ بنو جدیلہ' بنو معاویہ' بنو غنم بن مالک' بنو حزم بن زید بن لوذان' بنو مبذول' بنو دینار' بنو مازن اور بنوعدی۔

بنو عوف: خزرج کا یہ قبیلہ چار گھرانوں پر مشتمل تھا جن کے نام اس طرح ہیں۔ بنو عمرو بن عوف' بنوسالم' بنو الحبلی اور بنو غز (قواقلہ)

بنو جشم: اس قبیلے کے بھی چار گھرانے تھے۔ بنو زریق بن بنو عبد حارثہ' بنو زریق بن عامر' بیاضہ اور بنو تزید (ساردہ اور بنو سلمہ)

بنو حارث: بنو حارث کے آٹھ خاندان تھے۔ بنو زید' بنو عوف' بنو خزرج' بنو مالک بن ثعلبہ' بنو عوف بن حارث' بنو جدارہ' بنو ابجر اور بنو جشم

بنو کعب: اس میں بنو ساعدہ شامل تھے۔

بنو غنم: ایک ہی نام بنو غنم سے جانے جاتے تھے۔

اس طرح خزرج کے گھرانوں کی تعداد پچیس تھی

خزرج زراعت کے علاوہ تجارت بھی کرتے تھے یہودیوں کا تجارت پیشہ دستکار قبیلہ بنو قینقاع ان کے پڑوس میں رہتا تھا اور ان کا اتحادی تھا۔ مدینہ کے جن چھ افراد نے سب سے پہلے اسلام قبول کیا وہ سب خزرج سے تعلق رکھتے تھے۔ عقبہ کی پہلی بیعت کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کو سفیر اور مبلغ بنا کر مدینہ بھیجا تو انہوں نے خزرج کے قبیلہ النجار کے حضرت اسعدؓ بن زرارہ ابو امامہ کے ہاں قیام کیا تھا۔ عقبہ کی دوسری بیعت کے بعد رسولؐ اللہ نے انہی حضرت اسعدؓ بن زرارہ کو اوس اور خزرج سے تعلق رکھنے والے سب نقیبوں پر نقیب مقرر فرمایا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کی شان میں شعر کہنے والے شعراء حضرت حسانؓ بن ثابت حضرت کعبؓ بن مالک اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ بھی خزرج قبیلے سے ہی تعلق رکھتے تھے۔

عبداللہ بن ابی بن سلول

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت خزرج کے سب سے با اثر سردار کا نام عبداللہ بن ابی بن سلول تھا (سلول ابی کی ماں کا نام تھا) اس کا تعلق بنو عوف کی شاخ بنو الحبلی سے تھا۔ ابن

بنی خزرج

- خزرج
  - جُشم
    - غضب
      - مالِک
        - عبدحارثہ
          - حبیب
          - زُرَیق
            - عامِر
              - بیاضہ
              - زرَیق
    - تَزِید
      - سارِدہ
        - اَسَد
          - علی
            - سعد
              - سَلِمہ
  - کعب
    - ساعدہ
  - عوف
    - عَمرو
      - عوف
        - سالم(قواقِلہ)
    - غَنم
      - سالِم (اَلحُبلیٰ)
  - الحارث
    - عوف
      - ابجر
      - فِدارہ
    - زَید
    - جُشَم
    - خزرج
      - کعب
  - عَمرو
    - ثعلبہ
      - النجار
        - دِینار
        - مازِن
        - عَدِی
        - مالِک
          - عامربنومَبذُول
          - عَمرو
            - عدی(بنومَغالہ)
            - مُعاوِیہ (بنوہُدَیلہ)
          - غَنم
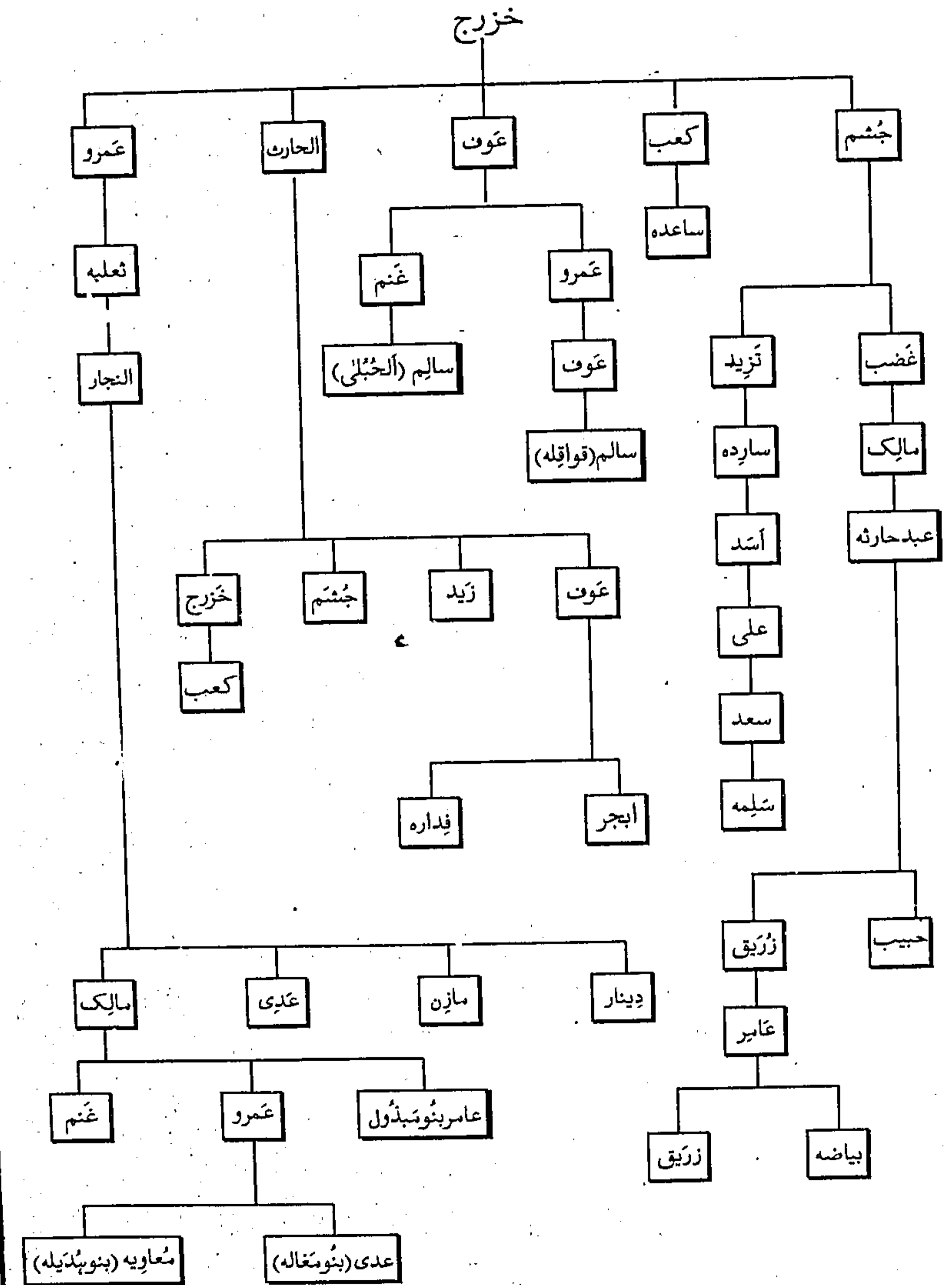
اسحاق کے مطابق اس کی قوم کے دو آدمی بھی اس کی برتری کے بارے اختلاف نہیں رکھتے تھے۔ عبداللہ بن ابی بڑا چالاک اور ہوشیار سردار تھا اور اسے اپنے دل کی بات چھپانے میں بڑا ملکہ حاصل تھا(12) یہ وہی شخص تھا جس کے بارے میں عقبہ کی گھاٹی میں مدینہ سے آنے والے مسلمانوں نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا تھا۔ "عبداللہ بن ابی کوشش کر رہا ہے کہ یثرب والے اسے اپنا سردار اور حاکم مان لیں اس نے جنگ بعاث میں اوس کے خلاف لڑائی میں حصہ نہیں لیا تھا اور وہ یہودیوں اور عربوں کو اکٹھا کرنے میں لگا ہوا ہے اگرچہ ایک زرگر نے اس کا تاج بنانے کے لئے اس کے سر کا ناپ تو لے لیا ہے مگر سارے قبائل ابھی تک اسے اپنا حاکم بنانے پر متفق نہیں ہوئے کیونکہ وہ ایک دنیا دار شخص ہے۔"

جنگ بعاث میں خزرج کی فوج کا قائد عمرو بن نعمان تھا مگر عبداللہ بن ابی بن سلول کو اپنے سوا کسی اور کی سرداری گوارا نہیں تھی اس نے عمرو سے تنازعہ کا سبب تلاش کر لیا اور کہا کہ تو نے ان یہودیوں کو قتل کرا دیا تھا جو تیرے پاس یرغمال میں قید تھے۔ یہ تنازعہ دونوں میں جھگڑے تک پہنچ گیا اور عبداللہ بن ابی نے عمرو کی قیادت میں لڑائی میں حصہ نہ لیا اس طرح وہ اور اس کا گروہ لڑائی سے الگ ہو گیا۔ جنگ میں عمرو بن نعمان مارا گیا اور اس کے قبیلے کو شکست ہو گئی اس کے اتحادی یہودی قبیلے کو بھی شکست ہو گئی اور اوس اور ان کے اتحادی جنگ جیت گئے مگر اس جنگ میں دونوں فریقوں کا اتنا زیادہ نقصان ہوا کہ وہ کسی بڑی لڑائی سے بچنے کے بارے میں سوچنے لگے عبداللہ بن ابی بن سلول یہودی مقتولین سے ہمدردی کے نام پر اپنے قبیلے کے ساتھ جنگ پر نہیں گیا تھا اس وجہ سے یہودی اس کے لئے اچھے جذبات رکھتے تھے۔ اوس کے خلاف وہ لڑا نہیں تھا اور یہ بڑی انہونی بات تھی کہ کوئی عرب سردار اپنے قبیلہ کے ساتھ لڑائی میں نہ اترے۔ اس بنا پر اوس قبیلے والوں کے دلوں میں بھی اس نے جگہ بنا لی تھی ان کے اپنے قبیلے میں اس کے مرتبے کا کوئی سردار بچا نہیں تھا ان وجوہ اور اسباب کی بنا پر جنگ کے بعد وہ یثرب کا سب سے با اثر اور سب کے لئے قابل قبول سردار بن کر سامنے آیا تھا اور اپنی سرداری اور حاکمیت منوانے کی کوشش کر رہا تھا مدینہ کے اردگرد کے قبائل اور مکہ کے قریش سے بھی اس کا میل ملاپ تھا۔ عبداللہ بن ابی بن سلول ابھی اپنے آبائی دین پر ہی قائم تھا وہ بڑے ڈیل ڈول کا خوش شکل توانا اور چرب زبان تھا اور بڑی لچھے دار باتیں کرتا تھا۔

اوس

مدینہ کے عربوں کا قبیلہ اوس جنوب اور شمال میں آباد تھا جسے عوالی کا علاقہ کہا جاتا تھا۔ یہ

بنی اوس

- حارثه
  - خزرج
  - اوس
    - مُره
      - عامر
        - قَیس
          - زَید
            - عَطیه
            - اُمیه
            - وائل
    - جُشم
      - خَطمه
    - امراءالقیس
      - واقِف
      - سیلم
        - غَنم
    - عَوف
      - عَمرو
        - ثَعلَبه
        - حُبَیب
        - لاذان
        - عوف
          - حَجَجبه
          - حَنَش
          - مالِک
            - مُعاوِیه
              - عُبَید
              - اُمَیه
              - ضُبَیَعه
            - زَید
    - النبیت
      - خَزرج
        - ظفر
        - حارث
          - جُشم
            - حارثه
            - عبدالاشهل
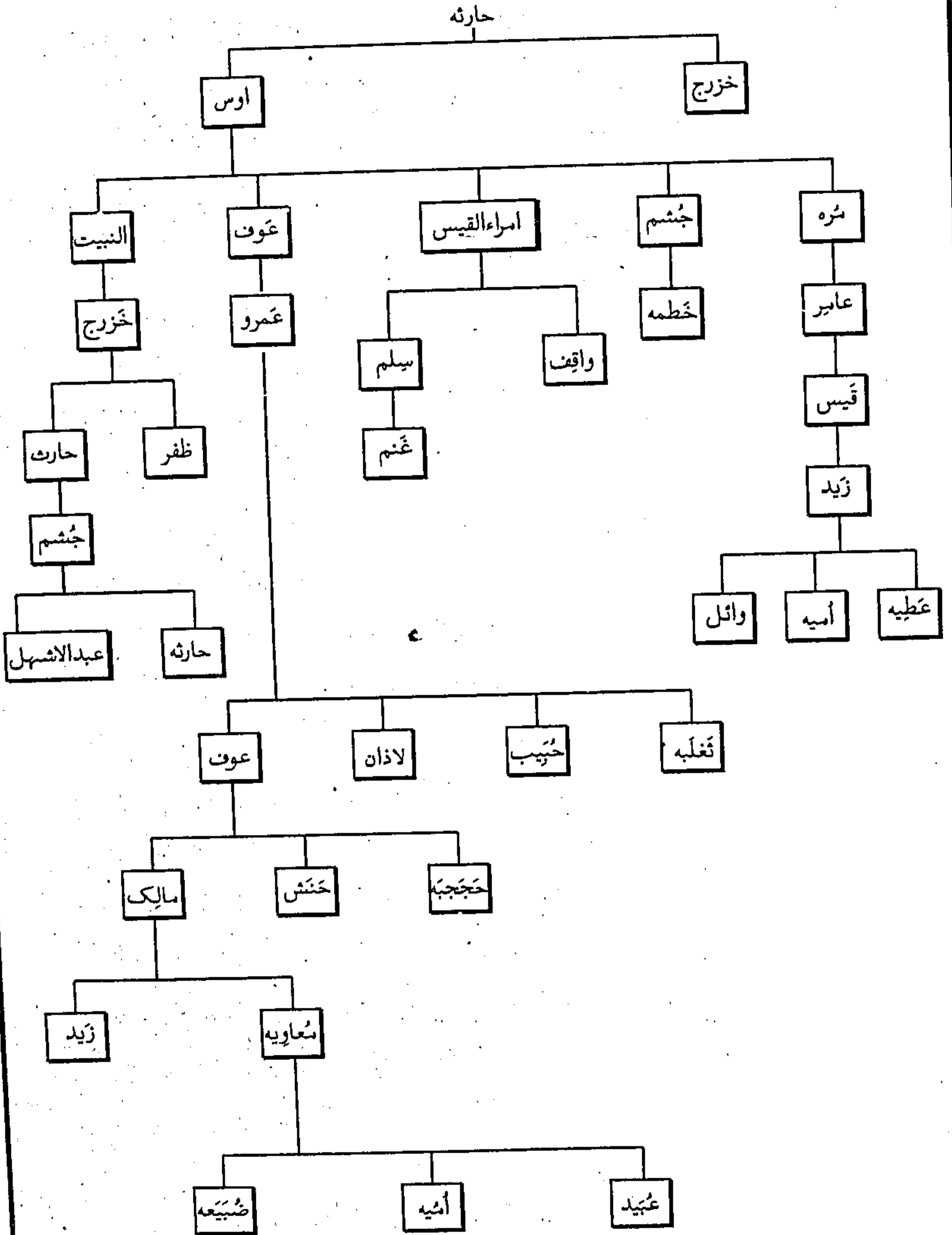
زرخیز علاقہ تھا اوس زراعت اور باغبانی کے پیشوں سے وابستہ تھے یہ تعداد میں خزرج سے کم تھے مگر قوت اور بہادری میں ان کا لوہا مانا جاتا تھا(13) زمانہ قدیم کا ایک عرب شاعر الفرزدق اس امر پر فخر کا اظہار کرتا ہے کہ اس نے قبیلہ اوس سے زہریلی زبان ورثہ میں پائی ہے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اوس کے شاعر بھی بہادری اور قوت کی تعریف میں قصیدے کہا کرتے تھے. ان کے پڑوسی یہودی بھی زراعت پیشہ تھے اور جنگجو مانے جاتے تھے. تعداد میں کم ہونے کی وجہ سے اوس کو ان یہودی قبیلوں بنو نضیر اور بنو قریظہ کے علاوہ بنو سلیم سے معاہدے کرنا پڑے تھے. اوس کے مختلف گھرانوں کی مجموعی تعداد بائیس تھی اور پانچ اہم قبیلے تھے جن کی تقسیم اس طرح تھی:

بنو عوف بن مالک: اس قبیلے میں بنو عمرو بن عوف' بنوضُبَیعہ' بنو امیہ' بنو عبید' بنو جحجبا' بنو ثعلبہ' بنو معاویہ' بنو لوذان' بنو حنش اور بنو حبیب شامل تھے. بنو عمرو بن عوف قباء میں رہتے تھے.

بنو عمرو بن مالک: اوس کے مشہور قبیلہ بنو عبدالاشہل کے علاوہ بنو زعوراء بن جشم' بنو حارثہ' بن حارث' بنو مجدعہ بن حارثہ بن حارث اور بنو ظفر (بن خزرج بن عمرو بن مالک) اس قبیلے کے اہم گھرانے تھے.

بنو مُرَّۃ بن مالک: اس کے تین گھرانے تھے. بنو وائل' بنو امیہ اور بنو عطیہ.

بنو جشم بن مالک: اس کا ایک ہی گھرانہ تھا جسے بنو خطمہ کہتے تھے.

بنو امراءالقیس بن مالک: اس میں بنو سلیم' بنو غنم اور بنو واقف تین گھرانے شامل تھے.

خزرج کے چھ افراد کے اسلام قبول کرنے سے بھی پہلے مدینہ کے جو دو افراد اسلام کی حقانیت سے واقف ہوئے تھے اور جن کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ وہ اسلام پر فوت ہوئے وہ دونوں قبیلہ اوس سے تعلق رکھتے تھے. ان میں سے ایک ان کے سرکردہ سردار سوید بن صامت تھے اور دوسرے ایاس بن معاذ تھے جو جنگ بعاث میں مارے گئے تھے.

ابو عامر عبد بن عمرو: جس شخص کی بات اوس قبیلے میں سب سے زیادہ مانی جاتی تھی وہ ابو عامر عبد بن عمرو کے نام سے مشہور تھا. ابو عامر کی ماں اور عبداللہ بن ابی بن سلول کی ماں حقیقی بہنیں تھیں. ابو عامر بھی بڑی حیثیت اور شرف والا تھا اور دین ابراہیمی پر عامل ہونے کا دعویٰ کرتا تھا موٹا کھردرا لباس پہنتا تھا اور اپنے کو راہب کہلواتا تھا. اس نے مدینہ میں مذہبی حوالے سے بھی اپنا مقام و مرتبہ بنا رکھا تھا.

غزوہ احد میں یہی ابو عامر قریش مکہ کے ساتھ آیا تھا جب دونوں لشکر آمنے سامنے ہوئے تو اسی نے آگے نکل کر انصار کو لشکر اسلام سے الگ کرنے کی کوشش کی تھی.

مدینہ کے عربوں کی دینی حالت

اسلام سے پہلے مدینہ کے عرب بھی بت پرست تھے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت بھی ان میں بہت سے اپنے اس آبائی دین پر قائم تھے۔ ان کا خاص بت منات تھا اوس اور خزرج اسی بت کو سب سے مقدس مانتے تھے لیکن منات کا مندر مدینہ میں نہیں تھا۔ مکہ اور مدینہ کے درمیان مُشلّل نامی مقام پر تھا۔ یہ جگہ جبل قدید کے مقابل سمندر کے کنارے واقع تھی۔ مدینہ کے عرب اپنے گھروں میں منات کے چھوٹے چھوٹے بت رکھتے تھے اور ان کی پوجا کرتے تھے وہ حج کے لئے جاتے تو اپنے اس آبائی بت کے نام کی تلبیہ پڑھتے تھے اور طواف کعبہ کے بعد صفاء اور مروہ کے درمیان سعی کرنا درست نہیں سمجھتے تھے۔ مکہ میں مناسک حج کے بعد وہ اپنے سروں کے بال بھی نہیں کٹواتے تھے۔ واپسی پر وہ چند روز منات کے مندر پر قیام کرتے اس کے نام پر جانور ذبح کرتے اور سر کے بال منڈوا کر اپنا حج مکمل کرتے تھے۔ اس طرح ان کا حج کا طریقہ بھی قریش اور باقی عربوں سے مختلف تھا۔ ویسے تو عرب میں بہت سے بتوں کی پوجا کی جاتی تھی لیکن ان میں سے تین بت سب سے بڑے سمجھے جاتے تھے۔ عزیٰ جو قریش اور اہلِ مکہ کا خاص بت تھا اور باقی عربوں سے مختلف تھا۔ لات جو اہل طائف کا خاص بت تھا اور منات جو مدینہ کے اوس اور خزرج کا خاص بت تھا۔ ہشام کلبی کے مطابق منات جزیرۃ العرب کا سب سے پرانا بت تھا اور اس کی تعظیم و تکریم میں اوس اور خزرج سب سے آگے تھے۔

مکہ والوں کا بت ان کے شہر کے درمیان بیت اللہ میں نصب تھا۔ طائف والوں کے بت لات کا مندر بھی ان کے درمیان میں تھا اس لئے وہ صبح و شام اس کے مندر میں حاضری دیا کرتے تھے لیکن مدینہ کے عربوں کے لئے ایسا کرنا ممکن نہیں تھا کیونکہ ان کے بت کا مندر ان کے شہر سے بہت دور تھا۔ قریش مکہ عزیٰ کے مجاور تھے طائف والے اپنے بت اور مندر کو اہل عرب کا مذہبی مرکز بنانے کی کوشش کرتے تھے لیکن مدینہ والوں کو نہ کسی بت کا اتنا قرب حاصل تھا اور نہ ہی انہیں کسی بت کے مجاور ہونے کا "شرف" حاصل تھا وہ نہ تو صبح شام منات کے مندر میں حاضری دے سکتے تھے اور نہ ہی اس کے مندر کی حدود میں محفلیں جما سکتے تھے۔ ان کا اس بت سے کوئی مالی یا سیاسی مفاد بھی وابستہ نہیں تھا۔

مدینہ کے عربوں کا اجتماعی کردار

مدینہ کے عرب بنیادی طور پر زراعت پیشہ تھے اگرچہ ان میں سے کچھ تجارت بھی کرتے تھے

وہ بھیڑ بکریاں اور اونٹ بھی پالتے تھے لیکن ان کا اہم پیشہ زراعت اور باغبانی ہی تھا. جزیرۃ العرب کے ان حصوں میں جہاں کہیں بھی زمینیں زرخیز تھیں اور پانی میسر تھا. وہ زمین زیادہ تر یہودیوں کے پاس تھیں. عرب قبائل صرف جنوب میں یمن اور صنعاء وغیرہ کے زرخیز خطوں میں زراعت اور باغبانی کرتے تھے. باقی صحرائی اور ریگستانی علاقوں کے عرب ان پیشوں سے واقف نہیں تھے مکہ کے قریش تو کاشتکاروں اور کاشتکاری کو حقیر جانتے تھے اس لئے مدینہ کے عربوں کا کلچر بھی زرعی تھا. ایک طرف وہ مدینہ کے یہودیوں سے اپنی شناخت الگ برقرار رکھنے کی کوشش کرتے تھے اور ان کے مذہبی تہواروں کے مقابلے میں نوروز اور مہرجان کے دنوں میں اپنے الگ تہوار مناتے تھے لیکن دوسری طرف وہ صحراؤں اور ریگستانوں میں رہنے والے عرب قبائل کی تہذیبی اور اخلاقی اقدار کے قریب رہنے کی بھی کوشش کرتے تھے. شاعری مہمان نوازی اور دوستی دشمنی نباہنا قبائلی روایات اور تعصب کی حفاظت وہ قدریں تھیں جن کی اس دور کے قبائلی معاشرے میں بڑی قدر کی جاتی تھی مدینہ کے عرب بھی ان چیزوں کو پسند کرتے تھے اور نمودو نمائش پر بہت سا پیسہ خرچ کر دیتے تھے جب زرعی آمدنی اس طریق زندگی کا بوجھ نہیں برداشت کرسکتی تھی تو وہ یہودیوں سے قرض لینے پر مجبور ہوجاتے تھے اور انہیں حقیر اور سازشی سمجھنے کے باوجود ان سے بنا کر رکھنے پر مجبور ہوتے تھے. ان میں باہمی اتحاد بھی نہیں، تھا یہودیوں کی مانند ان میں کوئی اپنا مذہبی یا سیاسی نظم بھی نہیں تھا وہ چھوٹے بڑے قبیلوں میں بٹے ہوئے تھے اور قبائلی تعصب کے ہتھیاروں کی مدد سے اپنا اپنا وجود قائم رکھنے کی کوشش کر رہے تھے وہ یہودیوں کے مقابلے میں زیادہ بہادر اور بیباک تھے یہودیوں کے مقابلے میں زیادہ قابل اعتماد تھے اگرچہ یہودی علمی اور تہذیبی لحاظ سے عربوں سے آگے تھے لیکن قائدانہ صلاحیتیں عربوں میں زیادہ دکھائی دیتی ہیں. مدینہ کے اجتماعی معاملات میں عربوں کی رائے زیادہ اہمیت رکھتی تھی.

مدینہ کے عیسائی

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت مدینہ میں کچھ عیسائی مذہب کے ماننے والے بھی رہتے تھے رسول اللہ ﷺ کے وصال پر حضرت حسانؓ نے جو مرثیہ کہا اس کا ایک شعر ہے "آپؐ کا وصال ہوا تو یثرب کے عیسائی اور یہودی بہت خوش ہوئے" اس سے ظاہر ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے وصال تک عیسائی مدینہ میں موجود تھے(14) ان عیسائیوں کی صحیح تعداد کے بارے میں کتابوں سے کچھ انداز نہیں ہوتا. اوس کا سردار ابو عامر عبد بن عمرو جو اپنے کو راہب کہلواتا تھا. زندگی بھر

اپنے اسی مذہب پر قائم رہا اس کے قبیلے کے کچھ لوگ بھی اس کے دین پر عمل کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد اسے اپنے مقام و مرتبہ میں کمی محسوس ہونے لگی تو وہ آپؐ کا مخالف ہو گیا اور قریش مکہ سے روابط قائم کر لئے۔

ایک روز وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس حاضر ہوا اور پوچھا "اس دین کی کیا حقیقت ہے جسے آپؐ لے کر آئے ہیں؟"

حضورؐ نے جواب دیا "میں ابراہیمؑ کا یکسوئی والا دین لایا ہوں"

اس نے کہا "اس دین پر تو میں ہوں"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تو اس دین پر نہیں ہے"

وہ بولا "کیوں نہیں؟ میں اسی دین پر ہوں لیکن اے محمد (ﷺ) آپ نے دین حنیف میں ایسی باتیں داخل کر دی ہیں جو اس کا حصہ نہیں"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں نے دین حنیف میں کوئی اضافہ نہیں کیا بلکہ میں تو اسے پاک صاف اور روشن لایا ہوں"

ابو عامر نے کہا "اللہ جھوٹے کو وطن سے نکالے اور اسے مسافرت اور تنہائی میں موت دے"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہاں ہاں جس نے جھوٹ کہا ہو اللہ اس کے ساتھ ایسا ہی کرے"

جب اور بہت سے قبیلوں کے لوگ مسلمان ہونے لگے اور اس کے اپنے بیٹے حنظلہ نے بھی اسلام قبول کر لیا تو وہ قریش کو مدینہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دینے لگا اور اپنے قبیلہ کے کچھ نوجوانوں کو ساتھ لے کر مکہ چلا گیا۔ ان جوانوں کی تعداد پچاس تھی (ایک روایت میں یہ تعداد 15 ہے) جب مکہ فتح ہو گیا تو ابو عامر طائف چلا گیا۔ جب طائف والے بھی مسلمان ہو گئے تو وہ شام میں جا بسا اور وہیں مسافرت اور تنہائی میں مر گیا۔

• ایک اور عرب سردار ابو قیس صرمہ بن ابی انس بھی راہبانہ زندگی گزارتا تھا۔ وہ بھی کھردرے کپڑے پہنتا تھا اور کہتا تھا کہ وہ دین ابراہیمی پر عمل کرتا ہے وہ بتوں کی پوجا نہیں کرتا تھا اس نے نماز کے لئے اپنے گھر میں عبادت گاہ بنا رکھی تھی اس کے مسلمان ہو جانے کے بارے میں اختلاف ہے لیکن یہ ثابت ہے کہ وہ عیسائیت سے متاثر تھا۔ مدینہ میں کچھ حبشی بھی رہتے تھے۔ حبشی عام طور پر عیسائی ہوتے تھے کیونکہ حبشہ کا سرکاری مذہب عیسائیت تھا۔ مدینہ کے ایک بازار کا نام، "سوق النبط" تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ یہ عیسائیوں کا علاقہ تھا(15) لیکن مدینہ کے عیسائی کوئی بڑا طاقتور مذہبی یا سیاسی گروہ نہیں تھے۔

نیا شہر نیا معاشرہ

مکہ کے مقابلے میں مدینہ ایک کثیرالنسلی شہر تھا جہاں چار مذہبوں کے ماننے والے لوگ رہتے تھے. ہجرت کے وقت مسلمانوں کے دو نسلی گروہ تھے. ایک گروہ قریش تھا جو سب بنو عدنان تھے.
ایک گروہ اوس اور خزرج سے تعلق رکھتا تھا جو سب بنو قحطان تھے.
مدینہ کے عربوں کی کچھ تعداد ابھی تک اپنے آبائی دین (بت پرستی) پر قائم تھی.
ایک بہت بڑا منظم اور طاقتور گروہ یہودیوں کا تھا.
کچھ حبشی النسل لوگ تھے جو عیسائی تھے.

حواشی / حوالہ جات

-1 Ali - Hafiz, Chapters from the History of Madina, Al-Madina Printing and Publication Co. Jaddah, 1987, P:5.

-2 فتح مکہ کے وقت اسلامی فوج میں شامل انصار مدینہ کے مجاہدین کی تعداد چار ہزار کے قریب تھی اور مدینہ کے یہودیوں کے لڑنے والے افراد کی تعداد ہجرت رسول اللہ کے وقت دو ہزار سے زائد تھی۔ (سید ابوالحسن علی ندوی' نبی رحمت' کراچی 1988ء صفحہ 222) اس حوالے سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت یہودیوں کی مدینہ میں آبادی عربوں سے نصف یعنی دس سے بارہ ہزار افراد ہونا چاہیے۔ بعض سیرت نگاروں کے مطابق اس وقت مدینہ کی کل آبادی میں چالیس فیصد کے قریب یہودی تھے۔

-3 Ali - Hafiz, Chapters from the History of Madina, Al-Madina Printing and Publication Co. Jaddah, 1987, P:5.

-4 ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی' نقوش رسولؐ نمبر جلد پنجم' 1983ء صفحہ 442' 443

-5 اس جگہ ہم اس طویل بحث میں نہیں پڑنا چاہتے ہم نے اپنی رائے جلد اول میں لکھ دی ہے۔ اگر کوئی "یثرب کس نے آباد کیا اور یہودی کب اور کہاں سے آئے تھے؟" کے بارے میں جانا چاہے تو وہ ان کتابوں کے متعلقہ حصے دیکھ سکتا ہے۔ (1) راحت القلوب (تاریخ مدینہ) از شیخ عبدالحق محدث دہلوی' (2) تاریخ مدینہ منورہ از محمد عبدالمعبود' (3) سفر نامہ حجاج (تاریخ الحرمین) از قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری' (4) نبی رحمت از سید ابوالحسن علی ندوی' (5) تاریخ ابن خلدون

(6) Chapters from the History of Madina by Ali Hafiz,

(7) Madnian Society at the time of the Prophet by Akram Diya-al-Umari.

صاحب "وفاء الوفا" ابن خلدون اور سیرت النبیؐ کے اکثر مصنفین نے یہودیوں پر عربوں کے غلبہ کے بارے میں لکھا ہے کہ شاہ غسان ابوجبیلہ نے یثرب کے عربوں کی مدد کے لئے جو فوج مدینہ بھیجی تھی اس کے سربراہ نے پہلے تو یثرب سے باہر ایک خوشنماء حوض اور شاندار محل بنوائے پھر یثرب کے یہودیوں کو دعوت پر بلایا اور اس مکان میں انہیں قتل کرا دیا اور جو بچ گئے انہیں ابن عجلان نے قتل کر دیا جو اس سے بھی بچ گئے وہ بھاگ گئے اور کچھ نے اوس اور خزرج سے امان طلب کر لی تھی۔ لیکن یہ ساری کہانی افسانوی رنگ آمیزی سے خالی نہیں۔ پہلے تو یہی بات قابل یقین نہیں کہ اوس اور خزرج کی ہر دلہن پہلی رات یہودی سربراہ کے ساتھ گزارتی تھی۔ ایک طرف تو انہیں یمن کے حکمران اور باغیرت خاندان سے بتایا جاتا ہے۔ دوسری طرف انہیں اتنا بے غیرت اور بے بس بتایا جاتا ہے کہ وہ اپنی بہو بیٹیوں کو شادی کی پہلی رات یہودی سربراہ یثرب کے پاس بھیج دیتے تھے وہ ایسا کرتے رہے پھر ابن عجلان کی غیرت اچانک جاگ گئی وہ شام کے غسانی حکمران ابوجبیلہ کے پاس گیا اس سے اپنی بے بسی کی کہانیاں بیان کیں تو اس نے یثرب کے یہودیوں کے خلاف فوج بھیج دی دوسرے اگر ابوجبیلہ نے اوس اور خزرج

کی مدد کے لئے فوج بھیجی تھی تو وہ اتنی کمزور تو نہیں تھی کہ لڑنے کی بجائے حوض اور مکان تعمیر کروائے اور دعوت پر بلا کر یہودیوں کو دھوکے سے قتل کرے اگر وقتی طور پر یہ مان بھی لیا جائے کہ شاہ غسان کی فوج یثرب کے یہودیوں سے کھلی لڑائی کی طاقت نہیں رکھتی تھی اس لئے اس کے کماندار نے یہ طریقہ اپنایا تھا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا یہودی اتنے احمق تھے کہ انہیں اندازہ ہی نہ ہوسکا کہ اتنی دور سے فوج کیوں آئی ہے اور وہ اس کے تعمیر کردہ حوض اور مکان میں دعوت اڑانے چلے گئے اور پھر اگر ایسا ہی ہوا تھا تو یثرب میں یہودیوں کا نشان تک ختم ہو جانا چاہیے تھا اگر کچھ بچ بھی گئے تھے اور عربوں نے انہیں امان دے دی تھی تو وہ پھر سے باغوں اور زمینوں پر قابض نہیں ہو سکتے تھے جبکہ حقیقت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت بھی یہودی شاداب زمینوں پر قابض تھے۔

6- ڈاکٹر محمد حمید اللہ' رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی' دارالاشاعت کراچی' صفحہ 253

7- J. M. Roberts, History of the World, Penguin Books, P:255

8- مارگولیتھ بحوالہ سید ابوالحسن علی ندوی' نبی رحمتؐ' مجلس نشریات اسلام کراچی' 1988ء صفحہ 226

9- J. M. Roberts, History of the World, Penguin Books, 1995, P:255

10- سید سلیمان ندوی نے ارض القرآن میں لکھا ہے کہ اوس اور خزرج بھی حضرت اسماعیلؑ کی اولاد ہیں لیکن مؤرخین کی اکثریت انہیں قحطانی الاصل بتاتی ہے۔ اوس اور خزرج کا اپنا دعویٰ بھی یہی تھا۔

11- ایک رائے یہ بھی ہے کہ جب حبشہ والوں کا یمن پر قبضہ ہوگیا تو بہت سے عرب قبائل وہاں سے دوسرے علاقوں کی طرف نکل گئے تھے اور عمرو مزیقیاء نے بھی اسی وجہ سے یمن چھوڑا تھا۔

12- جنرل پاشا گلب' محمد رسولؐ اللہ' سٹیزن پبلشرز کراچی' صفحہ 200

13- اردو دائرہ معارف اسلامیہ' جلد سوم' لاہور 1980ء صفحہ 549

14- ڈاکٹر سید محمد لقمان اعظمی ندوی' عہد نبویؐ کا مدنی معاشرہ' البدر پبلی کیشنز لاہور' 1996ء صفحہ 583

15- ڈاکٹر سید محمد لقمان اعظمی ندوی' عہد نبویؐ کا مدنی معاشرہ' البدر پبلی کیشنز' لاہور' 1996ء صفحہ 583

اول مسجد

(پیمانہ کے مطابق نہیں)

شمال
مغرب — مشرق
جنوب
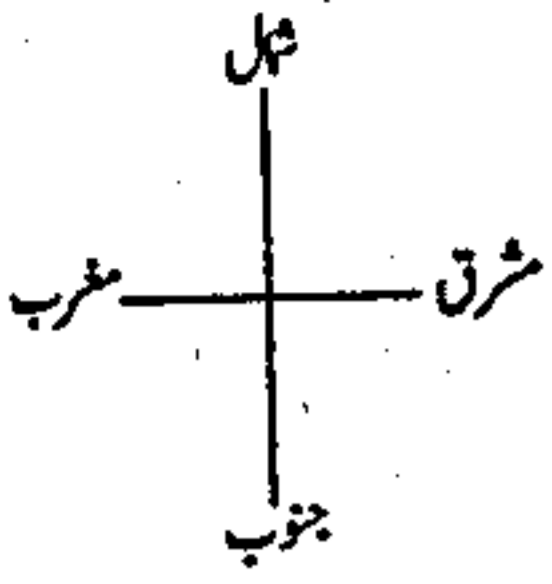
اشارات

پتھریلے میدان	پہاڑیاں	باغات	آبادیاں
ندیاں آبنالے	قلعہ	چشمے اور پانی	مسجد

جھیل
غابہ
جبلِ ثور
مشرکین کا کیمپ
جبلِ احد
بیرِ رومہ
وادیِ قناۃ
جبلِ رومانہ
وادیِ بطحان
وادیِ العقیق
دیارِ بنی حارثہ
حرہ واقم
جبل بنی عبید
خندق
جبلِ سلع
دیارِ بنی عبد الاشہل
اسلامی لشکرگاہ
بنو ساعدہ
مدینہ
بنو نجار
بنو زریق
بنو حارث
بنو قینقاع
دیارِ بنی ظفر
وادی مہروز
دیارِ بنی قریظہ
بنو بیاضہ
بنو عوف
بنو عمرو بن عوف
وادیِ رانونا
اوس مناۃ
وادیِ بطحان
عوالی
وادیِ مذنیب
قباء
دیارِ بنی نضیر
قصر کعب بن اشرف
حرۃ
جبلِ عیر
ذوالحلیفہ

اوّل مسجد

رسول اللہ ﷺ نے قباء میں چند روز قیام فرمایا اس مختصر قیام کے دوران آپؐ نے وہاں پر مسجد کی تعمیر مکمل کرا دی۔ یثرب کے بنو نجار کے محلے میں پہنچتے ہی سب سے پہلے مسجد کی تعمیر شروع کی قباء کے مسجد کی تعمیر میں رسول اللہ ﷺ خود شامل رہے۔ بنو نجار کے محلے میں مسجد کی تعمیر شروع ہوئی تو اس میں بھی آپؐ نے بھرپور حصہ لیا رسول اللہ ﷺ کے اپنے اورآپؐکے خاندان کے قیام کے لئے مدینہ میں کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ آپؐ حضرت ابو ایوب انصاری کے گھر کے ایک کمرے میں مقیم تھے لیکن آپؐ نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر شروع کروائی' اپنا گھر بنانا شروع نہیں کیا۔

مسلمان مکہ میں بھی نماز پڑھا کرتے تھے اکیلے بھی اور باجماعت بھی ملاقات و مشاہدات کے سفر (معراج) کی شب اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں پر پانچ نمازیں فرض قرار دے دی تھیں اسی وقت سے دینی تربیت کایہ پروگرام شروع ہو گیا تھا۔ مدینہ کے مسلمان بھی رسول اللہ ﷺ کی آمد سے پہلے نمازیں پڑھا کرتے تھے۔ بنو نجار کے محلے میں جس جگہ رسول اللہ ﷺ نے مسجد کی تعمیر شروع کروائی۔ وہاں پہلے سے بستی کے مسلمانوں نے ایک جگہ نماز کے لئے مخصوص کر رکھی تھی۔ یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ انصار مدینہ حضورؐ کی آمد سے پہلے بھی جمعہ کی نماز پڑھا کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ نے میرے لئے ساری زمین مسجد بنادی ہے یعنی مسلمان ہر جگہ اور ہر کہیں نماز ادا کرسکتے ہیں ان کے نماز ادا کرنے کے لئے کسی عمارت اور عبادت گاہ کا ہونا ضروری نہیں تو پھر رسول اللہ ﷺ نے تعمیر مسجد کو اتنی اہمیت اور اولیت کیوں دی؟

اس وقت اور بھی بہت سے معاملات اور مسائل تھے جو رسول اللہ ﷺ کی فوری توجہ چاہتے تھے۔ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آنے والے مہاجرین کی آباد کاری کا مسئلہ تھا۔

ان میں سے بہت سے اپنا سب کچھ مکہ میں چھوڑ آئے تھے ان کے روزگار کا مسئلہ تھا۔
مدینہ کے دو بڑے عرب قبیلوں اوس اور خزرج کے کچھ لوگ مسلمان تھے کچھ ابھی تک مشرک اور بت پرست تھے۔
اوس اور خزرج کے درمیان قدیم جھگڑوں اور لڑائیوں کے اثرات ابھی باقی تھے۔
خزرج کے بااثر راہب ابو عامر کے علم اور بزرگی کا کافی چرچا تھا وہ اپنے علم اور اثر کو عربوں میں فتنہ و فساد کے لئے استعمال کر رہا تھا اور اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف کھلے عام کام کر رہا تھا۔
عبداللہ بن ابی بن سلول آپؐ کی آمد سے پہلے مدینہ کی حکمرانی کی تیاریاں کر رہا تھا آپؐ کی مدینہ آمد سے اس کے خواب پریشان ہو گئے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ قباء سے چلے تو جس بستی سے بھی گزرے اس کے باسیوں نے آپؐ کا استقبال کیا لیکن عبداللہ بن ابی بن سلول نے عربوں کی قدیم روایت کی بھی پرواہ نہ کی اور رسول اللہ ﷺ کو خوش آمدید نہیں کہا تھا۔ یہ اس کے دکھ اور کھلے مخالفانہ رویہ کا ثبوت تھا۔
یثرب کے یہودی فتنہ گر بھی آپؐ کی آمد پر خوش نہیں تھے۔
بہت سے مجبور اور بے بس مسلمان قریش مکہ کی گرفت میں تھے۔
آپؐ کے اپنے بیوی بچے ابھی تک مکہ میں تھے۔
قریش مکہ اپنی سازشوں کی ناکامیوں اور آپؐ کے تدبر کے مقابلے میں اپنی ایک کے بعد دوسری پسپائی اور شکست سے سخت غصہ میں تھے قریش کی طرف سے مدینہ کے مسلمانوں کے خلاف یلغار اور انتقامی کارروائیوں کا شدید خطرہ تھا۔
ان سب مسائل اور معاملات کی موجودگی میں جس اہم کام کی طرف رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے توجہ فرمائی وہ مسجد کی تعمیر تھی رسول اللہ ﷺ خود بھی اور آپؐ کے سارے ساتھی بھی اس تعمیر میں حصہ لے رہے تھے پتھر گارا اٹھا اٹھا کر لاتے تھے۔
اس کا سبب کیا تھا؟
مسجد کی تعمیر میں حصہ لینے والے مہاجر اور انصار نماز کا وقت آتا تو کام بند کر دیتے اور رسول اللہ ﷺ کی امامت میں سب باجماعت نماز ادا کرتے تھے صبح، شام اور عشاء کی نمازوں میں وہ مسلمان بھی شامل ہو جاتے جو تعمیر کے کام سے باری باری چھٹی کرتے تھے (تاکہ روز مرہ کی زندگی کے دیگر معمولات بھی جاری رہیں) ارد گرد کی دیگر بستیوں میں رہنے والے مسلمان بھی ان نمازوں میں شریک ہوتے تھے۔ مسجد کی تعمیر جاری رہی اور ساتھ ساتھ صلوٰۃ کا تربیتی پروگرام بھی

جاری رہا۔ اب یہ سارے مسلمانوں کی اجتماعی تربیت کا پروگرام تھا۔ اس سے پہلے اس طرح کا اجتماعی پروگرام شروع نہیں ہو سکا تھا۔ یہ پروگرام اہل ایمان کے دلوں پر خالق کائنات کی حاکمیت کے قیام اور استحکام کا پروگرام تھا۔

اسلام کی بنیاد توحید کے عقیدہ پر ہے۔

نماز اہل اسلام کے قلب وذہن پر توحید کا نقش گہرا کرنے کا ذریعہ ہے۔

توحید مذہبی عقیدہ بھی ہے اور مسلمانوں کی ملی وحدت کے قیام کی سب سے بڑی قوت محرکہ بھی۔

جس دل پر توحید کا نقش ثبت ہوجائے وہ ہر قسم کی آلائشوں اور غلاظتوں سے پاک اور صاف ہو جاتا ہے۔ خونی رشتوں کا تعصب خاندانی اور قبائلی بندھنوں کی آلائشیں مقامی اور غیر مقامی کی آلائشیں تعصب اور تفاخر کی غلاظتیں لسانی اور گروہی آلائشیں سب دھل جاتی ہیں۔ جن افراد کے دل ایسی آلائشوں سے پاک اور شفاف ہو جاتے ہیں۔ ان کے ہر قسم کے اعمال اور تعلقات کی بنیاد توحید ہو جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دنیا میں اہل توحید کی جماعت قائم کرنے کا مشن سونپا تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں اس مشن کی تکمیل سب سے اہم تھی اس لئے بنو نجار کے محلے میں پہنچتے ہی آپؐ نے مسجد کی تعمیر شروع کر دی تاکہ ملی وحدت کی بنیاد مضبوط اور مستحکم ہو جائے۔

توحید سب سے اہم تخلیقی قوت ہے۔

جن انسانوں کے دل و دماغ اور قول و فعل کی بنیادی قوت توحید کا عقیدہ ہو جائے ان کی تخلیقی صلاحیتیں نکھر جاتی ہیں رسول اللہ ﷺ کو توحیدی معاشرہ اور توحیدی ریاست قائم کرنا تھی اس کے لئے اہل توحید کی خفتہ اور نیم خفتہ تخلیقی صلاحیتوں کی نشو و نما ضروری تھی۔

ہر مذہب اور عقیدے کی الگ شناخت ہوتی ہے۔ مدینہ میں مسلمانوں کی شناخت اور ان کے عقیدہ توحید کی علامت کے لئے ایک مستحکم علامت کی ضرورت تھی اور یہ علامت اور شناختی مرکز مسجد ہی ہو سکتی تھی۔

مسجد کی تعمیر جاری رہی اور ساتھ ساتھ رسول اللہ ﷺ مسلم معاشرے اور ملت کے استحکام کے لئے دیگر اقدامات بھی کرتے رہے مگر مسجد کی تعمیر اور تکمیل ضروری تھی اس لئے رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں سب سے پہلے یہی کام شروع کیا۔

مسجد مکمل ہو گئی تو پانچ وقت کی نماز کے ساتھ ساتھ اس میں تعلیم و تربیت کا کام بھی شروع ہو گیا۔ مدینہ اور بیرون مدینہ سے جو لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے وہ اسی

مسجد میں آپؐ سے شرف ملاقات حاصل کرتے تھے۔ مدینہ کے یہودی اور مشرک اسلام اور قرآن کے بارے میں کوئی بحث و مباحثہ کرنے آتے۔ رسول اللہ ﷺ سے کوئی سوال پوچھنا چاہتے تو وہ مسجد میں ہی حاضر خدمت ہوتے تھے اس طرح مسجد نماز اور تعلیم و تربیت کے ساتھ ساتھ تبلیغ اور غور و فکر کا بھی مرکز بن گئی اگر کسی قبیلے کا کوئی سفارتی وفد آتا تو اس سے بات چیت اور مذاکرات کی جگہ بھی مسجد ہی ہوتی تھی۔ مکہ مکرمہ میں قریش کا ایک پارلیمنٹ ہاؤس (دارالندوہ) تھا وہاں ایک شہری ریاست تھی۔ قریش باہمی اور ریاستی معاملات کے بارے میں غور و فکر اور تبادلہ خیال دارالندوہ میں کیا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں ایسی کوئی ریاست نہیں تھی مختلف قبائل اور گروہوں کے باہمی معاملات پر غور کرنے کا کوئی ادارہ یا مقام بھی نہیں تھا۔ مکہ مکرمہ میں مسلمان اپنے معاملات اور مسائل قریش کی پارلیمنٹ یا مکہ کی شہری ریاست کے کسی شعبہ کے پاس نہیں لے جاتے تھے۔ وہ اپنے سب معاملات رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جاتے تھے اور آپؐ ان کے سب معاملات کے فیصلے فرمایا کرتے تھے۔ مدینہ منورہ میں مسلمانوں کے باہمی معاملات اور مسائل کے علاوہ وہاں کے یہودیوں اور مشرکوں کے ساتھ مسلمانوں کے معاملات طے کرنے کا مسئلہ بھی تھا۔ ان سب معاملات میں رسول اللہ ﷺ فیصلے فرماتے تھے اور ان فیصلوں سے پہلے ساری کارروائی اسی مسجد میں ہوتی تھی اگر کوئی فوجی مہم بھیجنے کی ضرورت پیش آجاتی تو اس کی ترتیب و تنظیم کا کام بھی مسجد میں ہی ہوتا تھا بیرون مدینہ تبلیغی اور سفارتی وفود بھیجنے کے فیصلے بھی مسجد میں ہوتے تھے۔ یہ وفد مسجد میں ترتیب دیئے جاتے تھے۔ بعد میں جب جزیرہ نمائے عرب کی سرحدوں کے ساتھ کی ریاستوں کے حکمرانوں اور قیصر و کسریٰ کے نام رسول اللہ ﷺ نے مراسلے ارسال فرمائے تو وہ بھی مسجد نبوی میں ہی تحریر کروائے گئے تھے۔ بیرونی حاکموں کے سفیر آتے تو مسجد میں ہی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا کرتے تھے۔ بیرون مدینہ سے جو وفود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اور مدینہ میں ان کا ایسا کوئی تعلق والا نہیں ہوتا تھا جس کے ہاں وہ رات بسر کرسکیں تو ان کا قیام بھی مسجد سے ملحق دارالاقامہ (صُفّہ) میں ہوتا تھا۔ رسول اللہ کے ایسے مہمانوں کے قیام اور طعام کی کفیل یہی مسجد بنتی تھی۔

اس طرح اس مسجد کی حیثیت صرف عبادت گاہ کی ہی نہیں تھی۔

یہ مسجد مسلمانوں کی عبادت گاہ کی جگہ بھی تھی۔

اور علمی مرکز بھی تھی۔

آدابِ مجلس اور اسلامی اخلاق و عادات کی تربیت گاہ بھی تھی۔

اور روحانی مادی دینی اور دنیاوی رہنمائی کا سرچشمہ بھی تھی۔
یہاں مسلمان نظم اور اتحاد سیکھتے تھے۔
اسلامی مساوات کی تربیت حاصل کرتے تھے۔
اس مسجد میں علمی اور قانونی مسائل پر بحث ہوتی تھی۔
اس طرح یہ مسجد اسلام کا بنیادی مرکزی ادارہ بننے والی تھی۔
وہ ادارہ جس نے ان میں ملی اور فکری وحدت قائم کرنا تھی۔
مسجد نبوی دیگر مذاہب کی عبادت گاہوں سے مختلف قسم کی عبادت گاہ تھی۔

اپنی ظاہری شکل و صورت میں تو یہ مسجد ایک بہت ہی سادی سی عمارت تھی لیکن معنوی لحاظ سے یہ بہت ہی عظیم اور پاکیزہ جگہ تھی کیونکہ اسلامی معاشرے اور ریاست کے قیام میں یہ بنیادی ادارے کی حیثیت رکھتی تھی قرآن کی تعلیمات اور اسلامی نظریات کو انسانوں کی عملی زندگیوں معاشرے کی ترکیب و فلاح میں جاری و ساری کرنے اور ان نظریات کی بنیاد پر ایک ریاست کے قیام میں اس مرکز نے رہنماء کردار ادا کر کے عبادت گاہ کو نئے معنی اور مفاہیم دیئے۔

مسجد نبوی مسلمانوں کی دینی دنیاوی تہذیبی معاشرتی سماجی اور سیاسی ہر قسم کی سرگرمیوں کا مرکز ثقل تھی۔

چونکہ اسلام میں دین اور دنیا الگ الگ نہیں مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی سرگرمیاں ایک ہی مقصد کے حصول کے لئے ہیں اور وہ مقصد ہے خدا کی زمین پر اور اس کی مخلوق کے دلوں پر خدا تعالیٰ کی حاکمیت اعلیٰ کا قیام اس لئے مسجد نبوی مسلمانوں کی ہر قسم کی سرگرمیوں کا مرکز تھی اور اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو جو مشن سونپا تھا اس میں قوت حاکمہ کا مرکز بننے والی تھی اسے مسلمانوں کی روحانی قوت اور تخلیقی طاقت کا ذریعہ بننا تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر شروع کرائی اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو جو مشن سونپا تھا' اس مشن کی تکمیل کی راہ میں حائل مشکلات سے رسول اللہ ﷺ اچھی طرح آگاہ تھے اسے پورا کرنے کا خاکہ آپؐ کی نظروں کے سامنے تھا۔

آپؐ جانتے تھے کہ اس خاکے میں رنگ بھرنے کے لئے کونسا کام پہلے کرنا ہے۔
اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنے گھر کی تعمیر کی بجائے سب سے پہلے مسجد کا سنگ بنیاد رکھا اور جب مسجد مکمل ہو گئی تو اس کے بعد اپنے اور اپنے اہل خانہ کے قیام کے لئے چھوٹے چھوٹے حجرے بنوائے۔

اس مسجد کا تقدس عظمت اور بزرگی اس وجہ سے نہیں تھی کہ یہ کوئی عالیشان عمارت تھی اس کے تقدس اور بزرگی کی بنیاد وہ فرائض بنے جو اس مرکز سے ادا کئے گئے۔
یہ مسجد کسی حاکم کسی فرد یا خاندان کی قوت جاہ و جلال اور دولت و ثروت کے اظہار کی علامت نہیں تھی۔
بلکہ یہ خالق کائنات کی عظمت و جلال کی علامت تھی۔
اور خالق و مالک کائنات کے عظمت و جلال اپنے اظہار کے لئے اینٹ پتھر اور سونا چاندی کے محتاج نہیں۔
اللہ تعالیٰ کا حکم ہے۔

- "اے نبیؐ ان سے کہو (کہ) میرے رب نے تو راستی اور انصاف کا حکم دیا ہے اور اس کا حکم تو یہ ہے کہ ہر نماز کے وقت اپنا رخ ٹھیک رکھو اور اسی کو پکارو' اپنے دین کو اسی کے لئے خالص رکھو جس طرح اس نے تمہیں پہلے پیدا کیا ہے اسی طرح (تم) دوبارہ بھی پیدا کئے جاؤ گے" (29:7)
- "اور یہ کہ مسجدیں صرف اللہ ہی کے لئے ہیں پس اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور کو نہ پکارو" (18:72)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

- "ہمارے اور ان کے (منافقوں) کے درمیان جو عہد ہے وہ نماز ہے پس جس شخص نے نماز ترک کر دی وہ کافر ہو گیا" (احمد' ترمذی' نسائی)
- "جب تم کسی شخص کو مسجد میں جانے کا عادی دیکھو تو اس کے ایمان کی گواہی دو کیونکہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ مسجدوں کو وہی آباد کرتا ہے جو اللہ اور قیامت پر ایمان لاتا ہے"

اگر کوئی فوجی تربیت کے پروگرام میں شریک ہوتا ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ ان مقاصد پر ایمان رکھتا ہے جن کے حصول کے لئے یہ تربیت دی جاتی ہے۔
اور جو کوئی فوجی تربیت کے پروگرام سے نکل جاتا ہے اسے فوجی نہیں کہا جا سکتا
مسجد مکمل ہو گئی تو مدینہ منورہ کی آبادی اور وادی میں پانچ وقت منادی کی جانے لگی۔

- "اللہ بہت بڑا ہے! اللہ بہت بڑا ہے!"

"اللہ بہت بڑا ہے! اللہ بہت بڑا ہے!"
"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں!"

"میں گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے بغیر کوئی معبود نہیں!"
"میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں"
"میں گواہی دیتا ہوں کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں"
"آؤ نماز کے لئے آؤ نماز کے لئے"
"آؤ فلاح کی طرف آؤ فلاح کی طرف"
"اللہ بہت بڑا ہے اللہ بہت بڑا ہے"
"اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں"

یہ منادی سنتے ہی اہل اسلام مسجد کی طرف چل پڑتے اوس بھی خزرج بھی اور مہاجر بھی اور سارے ایک ہی صف میں کھڑے ہوکر رسول اللہ ﷺ کی امامت میں قیام رکوع اور سجدے میں اللہ تعالیٰ کی کبریائی وحدنیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا بار بار اعتراف کرتے۔ اس تربیت (نماز) کو فلاح کا ذریعہ خود اللہ تعالیٰ نے قرار دیا ہے کیونکہ منادی (اذان) کے یہ کلمات خود اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو وحی کے ذریعے بتائے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلال کو یہ کلمات سکھا کر ان کی ڈیوٹی لگائی تھی کہ پانچ وقت بلندی سے یہ منادی کیا کریں۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن ام مکتوم کو بھی یہ کلمات سکھائے تاکہ اگر کبھی بلالؓ موجود نہ ہوں تو وہ اذان کہیں۔

مدینہ میں اس وقت یہودی بھی رہتے تھے مشرک اور منافق بھی تھے ان سب کی موجودگی میں چوبیس گھنٹوں میں پانچ دفعہ اللہ تعالیٰ کی وحدنیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا اعلان صرف فلاح اور نماز کی طرف بلانے کی منادی ہی نہیں تھی بلکہ یہ اس شہر میں اسلام کے غلبہ کی بھی نشانی تھی اور کفر اور شرک کی قوتوں کو کھلا چیلنج بھی۔

اور کفر اور شرک کی قوتوں کو اس طرح کھلا کھلا چیلنج کرنا اسلام کی دعوت میں ایک نئے مرحلے کا آغاز تھا۔

صُفّہ والے

مکہ مکرمہ میں دار ارقم اسلامی تربیت گاہ تھی مسلمان وہیں نمازیں پڑھتے تھے قرآن سیکھتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی رہنمائی میں دینی اور دنیاوی معاملات کی تربیت حاصل کرتے تھے مدینہ منورہ مرکز اسلام بنا تو اسلامی ریاست کا مرکز بننے کا شرف اسے حاصل ہونے والا تھا. رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کے ساتھ ہی ایک دارالاقامہ قائم کر دیا(1) ایک چبوترہ بنوا کر اس پر چھپر ڈلوا دیا اور وہاں پر مسلمانوں کی تعلیم و تربیت کا کام شروع ہو گیا. مکہ کے مقابلے میں مدینہ میں مسلمانوں کی تعداد زیادہ تھی. دار ارقم میں نمازیں پڑھنے والوں کی نسبت مسجد نبویؐ میں پنج گانہ نماز ادا کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ ہوتی تھی. دار ارقم میں قرآن اور اسلام کی تعلیم حاصل کرنے والے شہر مکہ کے مختلف محلوں میں رہتے تھے مکہ میں ان سب کے اپنے اپنے گھر تھے. وہ رات کو اپنے گھر چلے جاتے تھے لیکن مدینہ منورہ کے مسلمان دور تک پھیلی الگ الگ بستیوں میں رہتے تھے. ان کے علاوہ مدینہ سے باہر کے نو مسلم بھی دین کی تعلیم کے لئے مدینہ منورہ آنے والے تھے ان ساری ضروریات کو سامنے رکھتے ہوئے رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی کے ساتھ ایک الگ تربیت گاہ قائم کر دی جس کے ایک طرف مسجد نبوی اور دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کا اپنا گھر تھا. اس طرح وہاں تعلیم حاصل کرنے والے رسول اللہ ﷺ کی ذاتی نگرانی میں ہوتے تھے جو لوگ باہر کی بستیوں سے آتے تھے اور رات کو گھر واپس نہیں جا سکتے تھے وہ رات بھی وہیں گزارتے تھے جن مسکین مہاجرین کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا یا جنھوں نے اپنے آپ کو دین کی تعلیم کے لئے وقف کر دیا تھا وہ بھی وہیں رہتے تھے دن کو اس چبوترے پر درس و تدریس ہوتے تھے اور رات کو یہ قیام گاہ بن جاتا تھا. عربی زبان میں چبوترے کو "صُفّہ" کہتے ہیں اس وجہ سے اس چبوترے پر تعلیم حاصل کرنے والوں اور وہاں پر قیام کرنے والوں کو "اصحاب صُفّہ" کہا جانے لگا جس کا مطلب چبوترے

والے صاحبان ہے۔ وہ نمازیں مسجد نبوی میں پڑھتے تھے اور تعلیم اس چبوترے پر حاصل کرتے تھے۔ رسول اللہ ﷺ خود وہاں درس دیتے تھے کبھی ان اصحاب کے درمیان میں بیٹھ کر اور کبھی کھڑے ہو کر لیکچر دیا کرتے تھے مسجد کی طرف آتے جاتے اسلام کے ان مہمانوں کی تعلیمی سرگرمیوں کی نگرانی فرمایا کرتے تھے اور ان کے حال احوال سے واقف رہتے تھے۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا "آپ کا کیا حال ہے؟"

انہوں نے عرض کیا "ہر طرح کی خیر اور بھلائی ہے"

آپؐ نے فرمایا "واقعی تم آج خیر اور بھلائی میں ہو"

ایک روز رسول اللہ ﷺ تشریف لائے تو نیم برہنہ طلبا ایک دوسرے سے جڑ کر بیٹھے تھے آپؐ نے انہیں اشارہ کیا وہ سب آپؐ کے گرد دائرہ بنا کر بیٹھ گئے۔

"تم کیا کر رہے تھے؟" رسول اللہ ﷺ نے پوچھا۔

"استاد ہمیں قرآن پڑھا رہا تھا اور ہمارے لئے دعا کر رہا تھا" انہوں نے عرض کیا۔

"تو جاؤ جا کر استاد سے قرآن پڑھو" آپؐ نے ارشاد فرمایا۔

پھر آپ نے اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کیا کہ مسلمانوں میں ایک ایسی جماعت پیدا ہو گئی ہے جس کے ساتھ بیٹھنے کا آپؐ کو حکم دیا گیا ہے۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ نے ان اصحابِ صُفَّہ سے پوچھا "تم میں سے کون ایسا کاروبار پسند کرتا ہے کہ وہ ہر صبح بازار جائے اور وہاں کسی گناہ اور قطع رحمی کے بغیر بڑے کوہان والے دو اونٹ لے آئے؟"

انہوں نے جواب دیا "یا رسول اللہ ﷺ ایسا کاروبار تو ہم سب کو پسند ہے"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم لوگ مسجد کیوں نہیں جاتے تاکہ وہاں قرآن پڑھاؤ یا دو آیات خود پڑھو کیونکہ جو ایسا کرتا ہے اس کے لئے یہی دو اونٹوں سے بہتر ہے اور تین آیات تین اونٹوں سے بہتر ہیں اور چار آیات چار اونٹوں سے بہتر ہیں اور اسی طرح جتنی آیات بڑھتی جائیں گی اونٹوں کی تعداد بڑھتی جائے گی۔"

مسجد نبوی بھی اس درس گاہ کا ہی حصہ تھی۔ چبوترہ مسجد کی دیوار سے ملا ہوا تھا وہاں بھی عبادت کے ساتھ ساتھ تعلیم کا سلسلہ جاری رہتا تھا۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ مسجد میں داخل ہوئے تو کچھ لوگ نوافل پڑھ رہے۔ اور کچھ درس و تدریس میں مشغول تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "دونوں ہی گروہ اچھا کام کر رہے ہیں البتہ ایک گروہ کا کام دوسرے سے اچھا ہے جو لوگ

خدا سے مانگ رہے ہیں (نماز میں) ان سے متعلق خدا کی مرضی ہے چاہے تو انہیں دے چاہے تو نہ دے البتہ دوسرے گروہ کے لوگ علم حاصل کررہے ہیں اور جہالت دور کرنے میں مصروف ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ میں خود بھی معلم ہی بنا کر بھیجا گیا ہوں" پھر آپؐ اس گروہ کے درمیان تشریف فرما ہو گئے۔

اس درس گاہ میں دین سمجھایا جاتا تھا' قرآن پڑھایا جاتا تھا قرآن کی سورتیں حفظ کرائی جاتی تھیں فن تجوید سکھایا جاتا تھا فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی۔ قرآن کی تفسیر اور قرأت کی تعلیم دی جاتی تھی لکھنا پڑھنا سکھایا جاتا تھا اور ہر شعبہ علم کے لئے الگ الگ استاد مقرر تھے۔ حضرت ابی بن کعبؓ قرأت میں مہارت رکھتے تھے وہ قرأت کے استاد تھے حضرت عبداللہؓ بن سعید ابن العاص بہت اچھے خوش نویس تھے انہیں معلم حکمت کہا جاتا تھا رسول اللہ ﷺ نے انہیں لکھنا سکھانے پر لگا دیا تھا حضرت عبادہؓ بن صامت فرماتے ہیں کہ انہیں بھی رسول اللہ ﷺ نے اس کام پر لگا دیا تھا۔ کاتب وحی حضرت زید بن ثابتؓ قرآن کی روشنی میں وراثت سے متعلقہ امور کی تعلیم دیا کرتے تھے اس درس گاہ میں ریاضی' مبادی طب اور علم انساب کی بھی تعلیم دی جاتی تھی(2) اور وقت اور ضرورتوں کے تحت اس کے نصاب میں اضافہ ہوتا جاتا تھا۔ اصحابِ صُفّہ صرف فاقہ کش' عالم و زاہد ہی نہیں تھے۔ اسلام کی سپاہ دانش کے ارکان ہونے کے ساتھ ساتھ وہ فوجی مہموں میں بھی حصہ لیتے تھے۔ جب کبھی ہنگامی طور پر کہیں کوئی فوجی دستہ بھیجنا پڑتا تھا تو اس میں ان اصحاب کو شامل کیا جاتا تھا کیونکہ وہ ہمہ وقت مرکز اسلام میں حاضر ہوتے تھے اور باقی مسلمان اپنے اپنے کام کاج میں مصروف ہوتے تھے اور انہیں بلا کر دستہ تیار کرنے میں وقت کی ضرورت ہوتی تھی(3) اس لئے اصحابِ صُفّہ کو تیر اندازی اور نشانہ بازی کی بھی تعلیم دی جاتی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کا انداز تدریس آسان اور دلنشیں ہوتا تھا جو باتیں اہم اور ضروری ہوتیں انہیں آپؐ تین بار دہراتے تھے تاکہ وہ اچھی طرح ذہن نشین ہو جائیں آپؐ سیکھنے والوں کی ذہنی صلاحیت اور مزاج کو سامنے رکھتے تھے اور معلموں کو ہدایت فرمایا کرتے تھے "تم لوگوں سے ان کی عقل (ذہنیت) کے مطابق گفتگو کیا کرو"

حضرت عمر فاروقؓ مسجد نبوی سے دور قباء میں رہائش رکھتے تھے وہ وہاں سے آکر رسول اللہ ﷺ کے درس میں شرکت فرماتے تھے ان کے داماد خنیسؓ اور بھائی زیدؓ بھی اہلِ صُفّہ میں شامل تھے ان کے صاحبزادے حضرت عبداللہ بن عمرؓ اصحابِ صُفّہ کے ساتھ ہی رہتے تھے تاکہ وہ حضورؐ کی مجلس اور تدریس سے زیادہ سے زیادہ استفادہ کر سکیں مدینہ کی دیگر بستیوں میں رہنے والے

انصار اور مہاجرین بھی تعلیم و تربیت کی ان کلاسوں میں شریک ہوتے تھے(4) اس طرح تعلیم حاصل کرنے والوں کی ایک جماعت تو وہ تھی جن کا ٹھکانہ ہی "صُفّہ" میں تھا. یہ اقامتی جماعت تھی دوسری جماعت وہ تھی جو مدینہ کی مختلف بستیوں میں رہنے والوں کی تھی ان میں سے بھی کچھ مختلف اوقات میں مختلف وقفوں کے لئے صُفّہ میں آکر مقیم ہو جاتے تھے جیسے حضرت معاذؓ بن جبلؓ جب مدینہ کے اردگرد کے قبائل اسلام قبول کرنے لگے اور جزیرۃ العرب کے دور دراز حصوں تک اسلام کی روشنی پہنچ گئی تو وہاں سے بھی لوگ اسلام اور قرآن کی تعلیم حاصل کرنے مدینہ منورہ آنے لگے وہ بھی اسی اقامتی درس گاہ میں مقیم ہوتے تھے اور تعلیم مکمل کرکے اپنے اپنے علاقوں کی طرف سے واپس چلے جاتے تھے(5) ابو نعیم کے مطابق اصحابِ صُفّہ مختلف قبائل اور مختلف اطراف کے بہترین لوگ تھے جو لوگ کسی کام سے مدینہ آتے تھے اور وہاں ان کا جاننے والا کوئی نہیں ہوتا تھا وہ بھی اسی دار اقامہ میں قیام کرتے تھے اس حوالے سے یہ درس گاہ اسلامی ریاست کا مہمان خانہ بھی تھی جس میں قیام کرنے والے اسلام کے مہمان، اسلام، اسلامی معاشرہ اور رسول اللہ ﷺ کی زندگی کا قریب سے مشاہدہ کرسکتے تھے جتنا عرصہ وہ مدینہ میں رہتے تھے. تعلیم و تدریس کی ان سرگرمیوں میں بھی شامل ہوتے ہوں گے باہر سے آنے والے جن لوگوں کے مدینہ منورہ میں واقف کار ہوتے تھے وہ ان کے ہاں چلے جاتے تھے. مسافر اور باہر سے آنے والے وفود بھی صُفّہ میں ٹھہرتے تھے اور اسلام کے ایسے مہمان ہوتے تھے جو چند روز کے لئے مدینہ آتے تھے.

مدینہ منورہ میں اسلامی معاشرے اور ریاست کا یہ ابتدائی زمانہ تھا آمدنی کے کوئی مستقل وسائل نہیں تھے. مسلمانوں کو زکوٰۃ دینے کا حکم اگرچہ رسول اللہ ﷺ کی مکی زندگی میں ہی دیا جا چکا تھا لیکن ریاست کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے کا نظم ابھی تک قائم نہیں کیا گیا تھا. اس کے باوجود اس درس گاہ میں تعلیم حاصل کرنے والوں کے طعام و قیام کے اخراجات معاشرے اور ریاست کے ذمے تھے اور رسول اللہ ﷺ ذاتی طور پر اس انتظام کی نگرانی فرماتے تھے. اس سلسلے میں حدیث کے کتابوں میں جو روایات ملتی ہیں وہ اس طرح ہیں.

- حضرت طلحہؓ ان لوگوں میں سے تھے جنہیں اہلِ صُفّہ کے ہاں ٹھہرایا گیا تھا وہ کہتے ہیں کہ ہر روز رسول اللہ ﷺ کی طرف سے ایک آدمی آتا تھا اور صُفّہ میں مقیم لوگوں میں آدھ سیر فی کس کے حساب سے کھجوریں تقسیم کیا کرتا تھا.
- حضرت امام حسینؓ کی ولادت پر حضرت فاطمہؓ نے عرض کیا "یا رسولؐ اللہ میں اپنے بیٹے کا

عقیقہ کروں؟"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ایسا کرو کہ بچے کے سر کے بال اتروا کر ان کا وزن کرو اور پھر اس وزن کے برابر سونا یا چاندی اوفاض (اہلِ صُفّہ) میں صدقہ کردو"

✿ حضرت ابوذرؓ فرماتے ہیں "میں بھی اصحابہ صُفّہ میں شامل ہوتا تھا جب شام ہوتی تو ہم سب رسول اللہ ﷺ کے درِ اقدس پر حاضر ہو جاتے آپؐ ہر آدمی (مدنی مسلمانوں) کو حکم دیتے تھے کہ وہ اہلِ صُفّہ میں سے ایک کو اپنے ساتھ لے جائے ہم میں دس یا اس سے کم و بیش پھر بھی بچ جاتے تھے۔ جب رسول اللہ ﷺ کے لئے کھانا آتا تھا تو ہم سب (بچ جانے والے) مل کر حضورؐ کے ساتھ کھانا کھاتے تھے جب ہم کھانے سے فارغ ہو جاتے تو رسول اللہ ﷺ فرماتے "مسجد میں جا کر سو جاؤ"

✿ حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ میرے پاس سے گزرے اور فرمایا "اے ابو ہریرہؓ"
میں نے عرض کیا "لبیک یا رسول اللہ ﷺ"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جاؤ اہلِ صُفّہ کو بلا کر لاؤ" (کھانے کے لئے)
رسول اللہ ﷺ کے پاس جب صدقہ کی کوئی چیز آتی تھی تو اہلِ صُفّہ کو بھجوا دیا کرتے تھے اور خود اس میں سے ذرا برابر بھی نہ لیتے تھے لیکن جب کوئی تحفہ آتا تو اس میں اہلِ صُفّہ کو بھی شریک فرمایا کرتے تھے۔

✿ حضرت عبدالرحمٰن بن ابوبکرؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے فرمایا "جس کسی کے گھر دو آدمیوں کا کھانا ہے وہ اصحابِ صُفّہ میں سے تیسرے کو لے جائے جس کے ہاں چار آدمیوں کا کھانا ہو وہ پانچویں کو ساتھ لے جائے" چنانچہ حضرت ابوبکر صدیقؓ تین اصحابِ صُفّہ کو اپنے ساتھ لے گئے اور خود رسول اللہ ﷺ دس اصحاب کو کھانے کے لئے اپنے گھر لے گئے۔

حضرت ابوہریرہؓ فرماتے ہیں کہ ایک بار رسول اللہ ﷺ نے ہمارے "اہلِ صُفّہ" کے لئے عمدہ قسم کی کھجوریں بھیجیں ہمیں بہت بھوک لگی تھی ہم دو دو کھجوریں اکٹھی کھانے لگے رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا "کوئی مضائقہ نہیں ایسا کرو"

✿ محمدؒ بن سیرین کہتے ہیں کہ جب شام ہوتی تو رسول اللہ ﷺ اہلِ صُفّہ کو صحابہ کرامؓ کے درمیان تقسیم فرما دیتے تھے۔ کوئی ایک کو کوئی دو کو اور بعض صحابی دس اصحابِ صُفّہ کو کھانا کھلانے کے لئے اپنے ساتھ لے جاتے تھے۔ حضرت سعدؓ بن عبادہ ہر رات آٹھ اہلِ صُفّہ کو(6) ساتھ گھر لے

جاتے تھے اور ان کے ٹھہرنے کا بندوبست کیا کرتے تھے۔

- ایک دفعہ حضرت فاطمۃ الزہراؓ نے درخواست کی "یا رسول اللہ ﷺ چکی پیستے پیستے میرے ہاتھوں میں نیل پڑ گئے ہیں مجھے ایک کنیز عنایت فرمادیں"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "یہ نہیں ہو سکتا کہ میں تم کو دوں اور صُفّہ والے بھوکے رہیں"

- جب کھجور کی فصل تیار ہو جاتی تو چبوترے کے دو ستونوں کے درمیان ایک رسی باندھ دی جاتی۔ انصار میں سے جن کے کھجور کے باغات تھے وہ اپنی اپنی پیداوار کے مطابق کھجوروں کے گچھے لا کر اس رسی پر ٹانک دیتے تھے جس کسی اہلِ صُفّہ کو بھوک محسوس ہوتی وہ ڈنڈے کے ساتھ ان گچھوں کو ہلاتا تو پکی ہوئی کھجوریں نیچے گر جاتیں اور وہ انہیں اٹھا کر کھا لیتا تھا ایک روز رسول اللہ ﷺ تشریف لائے اور کھجور کے ان گچھوں کا معائنہ فرمایا ایک گچھا خراب دیکھ کر آپؐ نے اسے اپنے عصا سے چھو کر فرمایا "اگر یہ گچھا صدقہ کرنے والا چاہتا تو وہ اس سے بہتر گچھا صدقہ میں دے سکتا تھا"

- حضرت جابرؓ بن عبداللہ فرماتے ہیں کہ رسول ﷺ نے حکم دیا تھا کہ "ہر دس گچھوں میں سے ایک گچھا لا کر مساکین کے لئے رکھنا ضروری ہے"

- اس حکم کے بعد بہت کھجوریں آنے لگیں تو آپؐ نے حضرت معاذؓ بن جبل کو اس اہتمام کا نگران مقرر فرما دیا۔

آمدنی کے کوئی مستقبل ذرائع نہ ہونے کے باوجود اس طریقے سے رسول اللہ ﷺ نے اسلام کے ان مہمانوں کے قیام و طعام کا بندوبست کر دیا ان مہمانوں کی تعداد بعض دفعہ چار سو تک پہنچ جاتی تھی لیکن چونکہ ان کی دیکھ بھال معاشرے کی اجتماعی ذمہ داری قرار دے دی گئی تھی اور سب مسلمان اس ذمہ داری کو صدق دل سے نباہ رہے تھے اس لئے کسی قسم کا کبھی کوئی مسئلہ پیدا نہیں ہوتا تھا۔

- "اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو حکم دیا تھا صدقات (خصوصیت سے) ان حاجت مندوں کے لئے ہیں جو اللہ کی راہ میں گھر کر رہ گئے ہیں وہ (کمانے کے لئے) زمین میں دوڑ دھوپ نہیں کر سکتے ان کی خودداری (اور سوال نہ کرنے) کے باعث بے خبر شخص انہیں غنی خیال کرتا ہے تم ان کے بشرے سے انہیں پہچان سکتے ہو وہ لوگوں سے لپٹ کر مانگتے نہیں تم (ان کی مدد کے لئے) جو مال بھی خرچ کرو گے وہ اللہ کی راہ میں ہے" (273:2)

اصحابِ صُفّہ ایسے اصحابِ توکل تھے جو دنیاوی زندگی کی مصروفیات مجبوریوں اور کاروبار سے

الگ ہو کر کتاب و حکمت کی تعلیم میں مگن رہتے تھے. بھوک اور افلاس ان کے ذوق و شوق میں رکاوٹ نہیں بن سکتے تھے. روایات میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نماز پڑھاتے تو ان میں سے کئی ایک کمزوری' تنگی اور بھوک کی وجہ سے قیام میں کھڑے نہیں ہو سکتے تھے اور گر پڑتے تھے یہ وہ اہلِ صُفَّہ تھے. جن کے متعلق اعرابی کہتے تھے کہ یہ مجنون ہیں. حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں میں نے ستر ایسے اہلِ صُفَّہ کو دیکھا جو ایک ہی کپڑے میں نماز پڑھا کرتے تھے اور ان کا کپڑا بعض کے گھٹنوں تک بعض کے گھٹنوں کے کچھ نیچے تک پہنچتا تھا. جب وہ رکوع میں جاتے تو ستر پوشی کے لئے کپڑے کو اپنے اوپر سمیٹ لیتے تھے. حضرت واثلہؓ بن اسقع کہتے ہیں ہم اہلِ صُفَّہ میں سے کسی کے پاس پورا لباس نہیں ہوتا تھا. پسینے کی وجہ سے ہمارے لباس میل اور مٹی سے اٹے ہوتے تھے کیونکہ صُفَّہ کی دیواریں نہیں تھیں گرمی میں رہنے سے پسینہ آتا تھا اور ہوا سے گرد و غبار اڑ کر آتے رہتے تھے.

اہلِ صُفَّہ کے فقر و فاقہ کے بارے میں اور بھی روایات ہیں.

لیکن کیا سارے ہی اہلِ صُفَّہ کا یہی حال تھا؟

ہمیشہ ہی ان کا یہی حال رہا؟

رسول اللہ ﷺ خود ان کے قیام و طعام اور تعلیم و تربیت کی نگرانی فرماتے تھے.

مدینہ کے مسلمان انہیں اپنے ساتھ کھانے میں شریک کرتے تھے.

ان کی ضروریات پوری کرنے کی ہر ممکن کوشش کی جاتی تھی.

خود اہلِ صُفَّہ بھی جنگل سے لکڑیاں کاٹ لاتے تھے اور بیچ کر اپنی ضروریات پورا کرتے تھے.

اس کے باوجود کبھی کبھی ایسا وقت بھی آجاتا ہوگا.

یہ بھی ذکر ہوا کہ اہلِ صُفَّہ میں سے ہنگامی فوجی ضرورت کے لئے دستے تیار کئے جاتے تھے.

سید ابوالاعلیٰ مودودی فرماتے ہیں "اصحابِ صُفَّہ ہر وقت حضورؐ کے ساتھ رہتے تھے ہر خدمت کے لئے ہر وقت تیار رہتے تھے. حضورؐ جس مہم پر چاہتے تھے. انہیں بھیج دیتے تھے اور جب مدینے سے باہر کوئی کام نہ ہوتا اس وقت یہ مدینے میں رہ کر دین کا علم حاصل کرتے اور دوسرے بندگان خدا کو اس کی تعلیم دیتے رہتے تھے"(7)

سید قطب شہید کہتے ہیں "اصحابِ صُفَّہ مسجد نبوی میں رہتے اور رسول اللہ ﷺ کے گھروں کی حفاظت کرتے تھے ان کی موجودگی کے باعث آپؐ کے گھروں تک کسی دشمن کی رسائی نہ ہو سکتی تھی یہ لوگ جہاد فی سبیل اللہ میں گھر کر رہ گئے تھے اور کاروبار کرنے اور کمانے کی استطاعت

نہیں رکھتے تھے اس کے باوجود وہ دستِ سوال دراز نہ کرتے تھے نہ کسی سے اپنی ضرورت کا اظہار کرتے تھے جو لوگ ان کے حالات سے ناواقف تھے انہیں غنی خیال کرتے تھے صرف غیر معمولی فہم و فراست کے لوگ ان کے حقیقی حالات کو جان سکتے تھے"(8)

تو کیا جو لوگ کمزوری اور بھوک کی وجہ سے نماز میں کھڑے نہ ہو سکیں
ان کے پاس ایک ہی چادر ہو
وہ ہنگامی فوجی مہموں پر جاسکتے تھے؟
اہل جہاد ہوسکتے تھے؟

یہ روایات درست ہیں اور ابتدائی دور سے متعلق ہو سکتی ہیں جب کبھی کبھی ایسی نوبت بھی آ جاتی ہو گی۔

حضرت بلالؓ اصحابِ صُفَّہ میں سے تھے حکومت کی آمدنی کی نگہداشت ان کے سپرد تھی وہ مؤذن بھی تھے اور وزیر خزانہ بھی مسجد نبوی کا ایک حجرہ خزانہ کے لئے مخصوص تھا جس میں تالا پڑا رہتا تھا۔ یہ کمرہ حضرت بلالؓ کی نگرانی میں رہتا تھا اور اس میں سرکاری رقم اور سرکاری ملکیت کی چیزیں رکھی جاتی تھیں(9) اور یہ انتظام رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں تھا اور اس وقت صُفَّہ کی درس گاہ میں تعلیم و تربیت کا کام جاری تھا۔

کیا اس وقت بھی اہلِ صُفَّہ کا وہی حال تھا جو ان روایات میں بیان کیا گیا ہے؟ ایسا نہیں ہو سکتا۔ یہ وہ اہل توکل تھے جنھوں نے اپنے آپ کو علمِ دین تعلیمِ دین اور اعلائے کلمتہ اللہ کے لئے وقف کر دیا تھا اور ہر قسم کے حالات میں تعلیم و تربیت اور جہاد جاری رکھتے تھے۔

حافظ ابو نعیم احمد اصبہانی نے اہل صفہ میں درج ذیل صحابہ کرامؓ کو شامل کیا(10) ہے۔

اوسؓ بن اوس الثقفی	حارثہؓ بن نعمان	رفاعہؓ ابولبابہ
اسماءؓ بن حارثہ	حازمؓ بن حرملہ	ابوؓ زرین
الاغرؓ المزنی	صفوانؓ بن بیضاء	زیدؓ بن خطاب
بلالؓ بن رباح	حنظلہؓ بن ابی عامر	سلمانؓ فارسی
البراءؓ بن مالک	حجاجؓ بن عمرو اسلمی	سعدؓ بن ابی وقاص
ثوبانؓ مولیٰ رسولؐ اللہ	حکمؓ بن عمیر	سعیدؓ بن عامر
ثابتؓ بن ضحاک	حرملہؓ بن ایاس	سفینہؓ ابو عبدالرحمٰن
ثابتؓ بن ودیعہ	خبابؓ بن الارت	سعدؓ بن مالک (ابوسعید خدری)

نقیفؓ بن عمرو	خنیسؓ بن حذافہ	سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہ
ابوذرؓ غفاری	خالدؓ بن یزید (ابو ایوب انصاری)	سالمؓ بن عبید الاشجعی
جرہدؓ بن خویلد	خریمؓ بن فاتک	سالمؓ بن عمیر
جعیلؓ بن سراقہ	خریمؓ بن اوس	سائبؓ بن خلاد
جاریہؓ بن جمیل	خبیبؓ بن یساف	شقرانؓ مولیٰ رسولؐ اللہ
حذیفہؓ بن الیمان	دکینؓ بن سعید	شدادؓ بن اسید
حذیفہؓ بن اسید	ذوالبجادینؓ (عبداللہ)	صہیبؓ بن سنان بن مالک رومی
حبیبؓ بن زید	عثمانؓ بن مظعون	فراتؓ بن حیان العجلی
طخفہؓ بن قیس	عامرؓ بن عبداللہ (ابو عبیدہ بن الجراح)	ابو فراس الاسلمیؓ
طلحہؓ بن عمرو	عویمرؓ ابو الدرداء	قرۃؓ بن ایاس المزنی
الطفاویؓ الدوسی	عقبہؓ بن عامر الجہنی	کنازؓ بن الحصین
عبداللہؓ بن مسعود	عبادؓ بن خالد الغفاری	کعبؓ بن عمرو
ابوہریرہؓ	عمروؓ بن عوف المزنی	ابو کبشہؓ مولیٰ رسولؐ اللہ
عبداللہؓ بن عبدالاسد المخزومی	عمروؓ بن تغلب	مصعبؓ بن عمیر الداری
عبداللہؓ بن حوالتہ الازدی	عویمؓ بن ساعدہ الانصاری	المقدادؓ بن الاسود
عبداللہؓ بن ام مکتوم	عبیدؓ مولیٰ رسول اللہ	مسطحؓ بن اثاثہ ابوعباد
عبداللہؓ بن عمرو بن حرام الانصاری		عکاشہؓ بن محصن الاسدی
مسعودؓ بن ربیع القاری	عبداللہؓ بن انیس	العرباضؓ بن ساریہ
معاذؓ ابو حلیمہ القاری	عبداللہؓ بن زید الجہنی	عبداللہؓ بن حبشی الخثعمی
واثلہؓ بن الاسقع	عبداللہؓ بن الحارث جزء الزبیدی	عتبہؓ بن عبد السلمی
وابصہؓ بن معبد الجہنی	عبداللہؓ بن عمر بن خطاب	عتبہؓ بن الندر السلمی
ہلالؓ مولیٰ المغیرہ بن عبہ	عبدالرحمنؓ بن قرط	عمروؓ بن عبسہ السلمی یسار ابو فکیہہ
عبدالرحمنؓ بن جبر بن عمرو	عبادہؓ بن قرص	معاذ بن جبل(11)
عتبہؓ بن غزوان	عیاضؓ بن حمار المجاشعی	زیدؓ بن ثابت
عمارؓ بن یاسر	فضالتہؓ بن عبید الانصاری	مقدادؓ بن عمرو(12)
ابو عبسؓ بن جبر	عمیرؓ بن عوف مولیٰ سہیل بن عمر العامری	

عتبہؓ بن مسعود ہذلی　　معاذؓ بن الحارث　　یُعیسؓ بن قیس بن طفتہ الغفاری(13)
کعبؓ بن مالک انصاری　　ابو فزینؓ　　غرفان العذری ____ رضی اللہ عنہم

اس درس گاہ سے مجموعی طور پر کتنے اصحاب اور افراد نے تعلیم حاصل کی اس کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں کیونکہ وہاں کوئی داخلہ اور خارجہ رجسٹر نہیں ہوتا تھا. جب رسول اللہ ﷺ خود درس دیتے تھے تو اقامتی طلباء کے علاوہ اور صحابہ کرامؓ بھی ان میں شریک ہو جاتے تھے. جزیرہ نمائے عرب کے مختلف حصوں سے آنے والے مسلمان اہلِ صُفّہ کے ساتھ ٹھہرتے تھے اور قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے اور پھر اپنے اپنے علاقوں کو واپس چلے جاتے تھے. مقیم صحابہ کرامؓ میں سے جو کوئی شادی کر لیتا اپنا گھر بسا لیتا وہ چبوترہ چھوڑ کر اپنے گھر چلے جاتا تھا اس لئے حدیث کی کتب اور روایات میں اس درس گاہ کے فارغ التحصیل بہت ہی تھوڑے لوگوں کے نام محفوظ ہیں.

قریش مکہ کے استاد

یمن کا نوجوان گورنر اونٹنی پر سوار تھا.

اور رسولؐ اللہ اس کی اونٹنی کے ساتھ پیدل چلے جا رہے تھے.

آپؐ مدینہ سے نکل کر دور تک اس کے ساتھ چلتے گئے اور اسے مفید باتیں سمجھاتے رہے. جدا ہوتے وقت آپؐ نے فرمایا "ہو سکتا ہے آپ پھر مجھ سے نہ مل سکیں جب واپس آئیں تو شاید آپ میری مسجد اور قبر کے پاس سے گزریں"

اونٹنی سوار گورنر زارو قطار رونے لگا.

اور اس کے ساتھی بھی سسکیاں لینے لگے.

یہ نوجوان گورنر حضرت معاذؓ بن جبل تھے.

جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا "میری امت میں حلال اور حرام کے متعلق سب سے زیادہ علم رکھنے والا معاذؓ بن جبل ہے"

وہی معاذؓ بن جبل جس سے رسول اللہ ﷺ نے استفسار فرمایا تھا "اے معاذؓ تم فیصلے کس طرح کیا کرو گے؟"

اس نے جواب دیا تھا "اللہ کی کتاب کے مطابق"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر اس میں نہ پاؤ تو؟"

اس نے جواب دیا "پھر رسولؐ اللہ کی سنت کے مطابق عمل کروں گا"

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا "اگر تم اس میں بھی نہ پاؤ تو کیا کرو گے؟"
اس نے عرض کیا "پھر میں اپنی رائے کے مطابق فیصلہ کرنے کی کوشش کروں گا (اجتہاد کروں گا)"
اس کے جوابات سن کر رسول اللہ نے آسمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر فرمایا "اے اللہ تیرے رسولؐ کے رسول نے جو چیز بیان کی ہے اس پر میں خوش ہوں"
آپؐ نے معاذؓ کے بیان کردہ طریق انصاف کو قبول فرماتے ہوئے برقرار رکھا کہ انصاف کرنے کا یہی اصول ہے.
جب مکہ فتح ہوا تھا اور قریش مکہ گروہ در گروہ اسلام قبول کرنے لگے تھے تو رسولؐ اللہ نے انہی معاذؓ بن جبل کو انہیں قرآن اور دین کی تعلیم دینے کے لئے مقرر کیا تھا اور مکہ میں چھوڑ دیا تھا.
شاہان یمن نے اسلام قبول کیا تو وہاں کے عام لوگوں کو قرآن پڑھانے اور اسلامی احکام کی تعلیم دینے کے لئے بھی رسول اللہ ﷺ نے معاذؓ بن جبل کو ہی یمن بھیجا تھا وہ وہاں ایک گاؤں کے بعد دوسرے گاؤں اور ایک علاقہ کے بعد دوسرے علاقہ میں جاکر تعلیم دیا کرتے تھے.
حضرت معاذؓ بن جبل ان خوش قسمت چار افراد میں سے ایک تھے جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں قرآن کریم جمع کیا تھا.
ایک روایت کے مطابق آپ نے فرمایا "قرآن حضرت عبداللہؓ بن مسعود' حضرت معاذؓ بن جبل' حضرت ابیؓ بن کعب' اور حضرت سالمؓ مولیٰ ابی حذیفہ چار آدمیوں سے سیکھو"
رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو حضرت معاذؓ بن جبل کے ساتھ بھائی چارہ کے رشتہ میں منسلک کیا تھا.
اور ان دونوں نے رسول اللہ صلم کی نگرانی میں "صُفَّہ" کی اسی درس گاہ میں تعلیم حاصل کی تھی.
حضرت معاذؓ یمن سے لوٹے تو رسولؐ اللہ رحلت فرما چکے تھے.
رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک نظر نہ آیا تو وہ دھاڑیں مار مار کر روتے رہے.
حضرت عمر فاروقؓ کے دور خلافت میں شام کے گورنر یزیدؓ بن ابی سفیان نے لکھا "امیرالمومنین اہل شام کی تعداد بہت ہو چکی ہے انہیں قرآن کی تعلیم دینے اور احکام دین سکھانے کے لئے ماہرین تعلیم کی ضرورت ہے آپ اس میں میری مدد فرمائیں"
حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت معاذؓ بن جبل حضرت عبادہؓ بن صامت حضرت ابو ایوب انصاریؓ حضرت ابی بن کعبؓ اور حضرت ابوذردا کو جمع کیا انہیں رسول اللہ کی حیات مبارکہ میں قرآن کریم جمع کرنے کی سعادت حاصل تھی.

"شام میں رہنے والے آپ کے مسلمان بھائیوں نے مجھ سے مدد طلب کی ہے کہ میں انہیں قرآن پڑھانے اور احکام دین کی تعلیم دینے والے بھیجوں اس کام میں آپ مجھ سے تعاون کریں اللہ آپ پر اپنی رحمت کی بارش کرے میں تم میں سے تین حضرات کو شام بھیجنا چاہتا ہوں اگر تم پسند کرو تو آپ میں قرعہ ڈال کر فیصلہ کرلو میں ان تین افراد کو نامزد کر دیتا ہوں" حضرت عمرؓ نے فرمایا۔
انہوں نے کہا "قرعہ کی ضرورت نہیں حضرت ابو ایوب انصاریؓ بوڑھے ہو چکے ہیں حضرت ابی بن کعبؓ بیمار ہیں باقی ہم تین رہ گئے ہیں"
حضرت عمرؓ نے ان سے کہا حمص سے تعلیم کا آغاز کرنا جب تمہیں اطمینان ہوجائے کہ وہاں نظم تعلیم چل نکلا ہے تو اپنے میں سے ایک ساتھی کو حمص میں چھوڑ دینا باقی دو میں سے ایک دمشق چلا جائے اور دوسرا فلسطین روانہ ہوجائے۔

حمص میں نظم تعلیم و تدریس قائم ہو گیا تو حضرت عبادہؓ بن صامت کو وہاں چھوڑ کر حضرت معاذ اور حضرت ابو درداؓ دمشق چلے گئے شام میں طاؤن کا مرض پھیل رہا تھا حضرت عمرؓ کے حکم پر اسلامی فوجوں کے کمانڈر حضرت ابوعبیدہؓ نے فوجیں جابیہ منتقل کردیں چند روز بعد حضرت ابو عبیدہؓ اس مرض میں مبتلا ہو گئے تو انہوں نے حضرت معاذؓ کو اپنا جانشین مقرر کردیا حضرت ابو عبیدہؓ کی وفات کے بعد فلسطین کے محاذ کے انچارج حضرت عمرو بن عاصؓ نے مشورہ دیا کہ مرض کے علاقہ سے نکل جانا چاہئے۔ حضرت معاذؓ نے خطبہ دیتے ہوئے کہا "یہ بلا نہیں بلکہ خدا کی رحمت ہے جس میں بڑے بڑے صالحین نے انتقال کیا ہے" گھر پہنچے تو نوجوان بیٹے کو اس مرض میں مبتلا پایا۔ بیٹے کی وفات سے بھی ان کے استقلال میں فرق نہ آیا چند روز بعد خود بھی بیمار پڑ گئے وفات سے پہلے انہوں نے حضرت عمرو بن عاصؓ کو اپنا جانشین مقرر کردیا(14)
جب موت کا وقت قریب تھا تو وہ قبلہ رخ ہو کر بار بار یہ شعر پڑھتے تھے۔

خوش آمدید اے موت خوش آمدید
ملاقاتی لمبی غیر حاضری کے بعد آیا ہے
یہ محبوب شوق کی سواری پہ آیا ہے

پھر آسمان کی طرف رخ کیا اور کہا "الہٰی تو جانتا ہے کہ میں نے دنیا سے کبھی محبت نہیں کی میں نے دنیا میں نہ ہی درخت لگائے اور نہ نہریں جاری کرنے کے لئے زیادہ دیر تک یہاں دنیامیں رہنا پسند کیا ہے الہٰی میری طرف سے اس نیکی کو قبول فرما جو تو مومن سے قبول کیا کرتا ہے"
یہ کہا اور جہان اسباب سے رخصت ہو گئے۔

اس وقت ان کی عمر تینتیس سال تھی۔
اور وہ رسول اللہ ﷺ کے ہمراہ تمام غزوات میں شامل رہے تھے۔

فاتح شام

بدر کے میدان میں حق اور باطل کی جنگ زوروں پر تھی ابوعبیدہؓ جدھر کا رخ کرتے قریش مکہ کی صفیں برہم ہو جاتیں وہ ایسے لڑ رہے تھے جیسے شہادت کی جستجو میں ہوں مگر موت انہیں دیکھ کر آگے سے ہٹ جاتی تھی لیکن ایک شخص ایسا تھا جو بار بار ان کے سامنے آجاتا تھا مگر ابو عبیدہؓ اس پر وار نہیں کرنا چاہتے تھے اور اسے دیکھ کر دوسری طرف نکل جاتے تھے ایک بار جب ابوعبیدہؓ مشرکین پر جھپٹے تو وہ شخص پھر سے ان کے اور مشرکین مکہ کے درمیان حائل ہو گیا۔
حضرت ابو عبیدہؓ کے لئے کوئی چارہ نہ رہا۔
آپ نے اس زور سے تلوار اس کے سر پر ماری کہ اس کی کھوپڑی دو شاخ ہو گئی۔
وہ شخص حضرت ابوعبیدہؓ کے والد عبداللہ تھے۔
اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

❁ "تم یہ کبھی نہ پاؤ گے کہ جو لوگ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے ہیں وہ ان لوگوں سے محبت کرنے والے ہوں جنہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی ہے خواہ وہ ان کے باپ ہوں یا ان کے بیٹے یا ان کے بھائی یا ان کے اہل خاندان یہ وہ لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان ثبت کردیا ہے اور اپنی طرف سے ایک روح عطاء کرکے انہیں قوت بخشی ہے ....." (22: 58)

اور اللہ نے ابو عبیدہؓ کے دل میں قرآن ثبت کر دیا تھا۔
اور ابو عبیدہؓ بھی اہلِ صُفّہ میں سے تھے۔
جن کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کا فرمان ہے "ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کاامین ابو عبیدہؓ ہے"
نجران کے عیسائیوں نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی "ہمارے باہمی اختلافات نپٹانے کے لئے اپنے کسی صحابی کو مقرر فرمادیں"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "شام کو میرے پاس آنا میں آپ کے ساتھ ایک ایسا شخص روانہ کردوں گا جو دیانتدار بھی ہے اور طاقتور بھی"

پھر آپؐ نے حضرت ابوعبیدہؓ کو ان کے ساتھ روانہ کر دیا اور ہدایت فرمائی "ان کے باہمی اختلافات کو عدل اور انصاف کے ساتھ نپٹائیں"

غزوہ احد میں رسول اللہ ﷺ کے خود کے دو حلقے آپؐ کی رخسار مبارک میں پیوست ہو گئے تھے حضرت ابوبکر صدیقؓ رسول اللہ ﷺ کے رخسار مبارک میں پیوست خود کے حلقے نکالنے کے لئے آگے بڑھے تو حضرت ابو عبیدہؓ نے عرض کیا "خدا کے لئے اس خدمت کا مجھے موقعہ دیں"

حضرت ابوبکر صدیقؓ ایک طرف ہٹ گئے۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے رسولؐ اللہ کے رخسار مبارک میں پیوست آہنی حلقہ کو اپنے دانتوں میں پکڑ کر نکال دیا۔

حلقہ کھینچنے سے ان کا سامنے کا دانت ٹوٹ گیا۔

پھر انہوں نے اسی طریقہ سے دوسرا حلقہ بھی نکال دیا۔

اس سے ان کا ایک اور دانت ٹوٹ گیا۔

انہیں اندیشہ تھا کہ ہاتھ سے خود کے حلقے نکالنے سے رسول اللہ ﷺ کو تکلیف ہوگی۔

رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد سقیفہ بنی ساعدہ میں خلافت کی بیعت کے لئے صحابہ کرام جمع تھے حضرت عمرفاروقؓ نے حضرت ابو عبیدہؓ سے کہا "اپنا ہاتھ آگے کریں تاکہ میں آپ کی بیعت کروں کیونکہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ ہر امت کا ایک امین ہوتا ہے اور اس امت کا امین ابو عبیدہؓ ہے"

حضرت ابو عبیدہؓ نے فرمایا "میں بھلا اس عظیم ہستی سے کیسے آگے نکل سکتا ہوں جسے رسول اللہ ﷺ نے اپنی زندگی میں ہمارا امام مقرر کر دیا ہو"

اس کے بعد تمام صحابہ کرامؓ نے صدیق اکبرؓ کے ہاتھ پر بیعت کرلی(15) اور وہ مسلمانوں کے خلیفہ چن لئے گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی حیات مبارکہ میں حضرت ابو عبیدہؓ نے تمام غزوات میں شرکت کی رسولؐ اللہ نے انہیں بہت سی اہم مہموں پر بھیجا۔

6ھ میں انہیں بنو ثعلبہ کی سرکوبی کے لئے بھیجا گیا۔

اسی سال بیعت رضوان میں شریک ہوئے۔

مسلمانوں اور قریش مکہ کے درمیان معاہدے پر بطور گواہ دستخط کرنے والوں میں شامل تھے۔

7ھ میں غزوہ خیبر میں داد شجاعت دی۔

8ھ میں ذات السلاسل کی مہم میں شریک ہوئے۔
اسی سال رسول اللہ ﷺ نے قریش مکہ کے قافلوں کی نقل و حرکت کا پتہ چلانے بھیجا ان کے زیر کمان تین سو مجاہدین تھے۔
فتح مکہ کے بعد حنین اور طائف کے معرکوں میں حصہ لیا۔
حضرت ابوبکر صدیقؓ نے شام پر لشکر کشی کا فیصلہ کیا تو سالار اعظم حضرت ابو عبیدہؓ کو مقرر کیا ان کے ماتحت سالاروں میں سے حضرت عمرو بن العاصؓ فلسطین کے محاذ کے سربراہ تھے شرجیل بن حسنہؓ اردن کے محاذ کے سربراہ تھے اور یزید بن ابو سفیانؓ دمشق کے محاذ کے سربراہ مقرر کئے گئے تھے جب ابو عبیدہؓ دمشق کے گرد محاصرہ کئے ہوئے تھے تو حضرت خالدؓ بن ولید بھی ان کے ساتھ جا ملے تھے۔
دمشق کی فتح کے بعد رومیوں کے خلاف فیصلہ کن لڑائی دریائے یرموک کے کنارے لڑی گئی جس میں ستر ہزار سے ایک لاکھ کے درمیان رومی مارے گئے تھے اور تین ہزار کے قریب مسلمان شہید ہوئے تھے۔
مسلمانوں کے سپہ سالار ابو عبیدہؓ ہی تھے۔
جب شام فتح ہوچکا تھا اور اسلامی حکومت کی سرحدیں ایشیائے کوچک تک پہنچ چکی تھیں تو اللہ تعالٰی نے اپنے اس بندے کو اپنے پاس بلانے کافیصلہ کرلیا شام میں طاعون کا مرض پھوٹ پڑا حضرت عمرؓ کو علم ہوا تو ایک قاصد کو خط دے کر بھیجا "مجھے آپ سے ضروری کام ہے خط ملتے ہی میری طرف چل پڑو"
حضرت ابو عبیدہؓ نے خط پڑھ کر کہا "مجھے علم ہے امیر المومنین کو مجھ سے کیا ضروری کام ہے دراصل وہ ایک شخص کو باقی رکھنا چاہتے ہیں جو اس دنیا میں ہمیشہ باقی رہنے والا نہیں"
پھر امیر المئومین کو لکھا "مجھے علم ہے کہ آپ کو مجھ سے کیا ضروری کام ہے میں اس وقت لشکر اسلام میں ہوں آج مسلمان جس مصیبت (وباء) میں مبتلا ہیں میں ان نازک حالات میں انہیں تنہا نہیں چھوڑ سکتا نہ ہی میں ان سے جدا ہونا چاہتا ہوں یہاں تک کہ ربِ ذوالجلال میرے اور ان کے متعلق اپنا فیصلہ صادر فرمادیں آپ مجھے اس سلسلے میں معذور سمجھیں اور مجاہدین ہی میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمادیں"
امیر المومنین نے ان کا خط کھولا تو ان کی آنکھوں سے بے اختیار آنسو جاری ہوگئے وہ زار زار رونے لگے پاس بیٹھے صحابہ نے پوچھا "کیا ابوعبیدہؓ اللہ کو پیارے ہوگئے؟"

"وہ زندہ ہیں مگر موت ان کے بہت قریب پہنچ چکی ہے" امیرالمومنین نے بتایا۔
تھوڑے ہی دن بعد ابو عبیدہؓ طاعون میں مبتلا ہو گئے لشکر کو جمع کیا اور کہا "میری وصیت سنو اس پر عمل کرو گے تو ہمیشہ خیریت سے رہو گے نماز قائم کرنا' ماہ رمضان کے روزے رکھنا' صدقہ اور خیرات کرتے رہنا بیت اللہ کا حج کرنا' عمرہ ادا کرنا' آپس میں ایک دوسرے کو اچھی باتوں کی تلقین کرتے رہنا' اپنے حکمرانوں کے ساتھ خیر خواہی سے پیش آنا' انہیں کبھی دھوکہ نہ دینا' دیکھنا دنیا تمہیں غافل نہ کر دے' میری بات غور سے سنو اگر کوئی شخص ایک ہزار سال تک زندہ رہے تو بھی اس کا انجام وہی ہوگا جو آج تم میرا انجام دیکھ رہے ہو موت سے کوئی شخص بچ نہیں سکتا تم سب کو میری طرف سے سلام پہنچے اور تم سب پر اللہ تعالیٰ کی رحمت ہو"
پھر معاذؓ بن جبل سے مخاطب ہوئے "معاذ لوگوں کو نماز پڑھایا کرو"
اس کے بعد سب کو "خدا حافظ" کہا اور اس جہاں فانی سے رخصت ہو گئے۔
حضرت معاذؓ بن جبل نے کہا آج تم جس شخص کے غم میں مبتلا ہو خدا کی قسم میں نے اس سے بڑھ کر نیک دل' بغض و حسد سے پاک آخرت سے محبت کرنے والا اور عوام الناس سے خیر خواہی سے پیش آنے والا کسی اور کو نہیں پایا سب دعا کریں کہ اللہ ان پر اپنی رحمت کی بارش برسائے"

نزولی لہجہ میں قرآن پڑھنے والا

ایک آدمی حضرت عمر فاروقؓ کے پاس آیا اور کہا "میں کوفہ سے آ رہا ہوں وہاں ایک شخص اپنے حافظہ کی بنیاد پر قرآن مجید لکھوا رہا ہے"
حضرت عمر فاروقؓ غضبناک ہوگئے "مجھے بتاؤ وہ کون ہے"
"عبداللہ بن مسعودؓ" اس نے جواب دیا۔
"عبداللہ بن مسعودؓ کے سوا میں کسی اور شخص کو اس بات کا حقدار تصور نہیں کرتا"
حضرت عمرؓ کا غصہ جاتا رہا انہوں نے حضرت عمارؓ بن یاسر کو امیر اور حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کو وزیر بنا کر کوفہ بھیجا تھا پھر حضرت عمرؓ نے اس شخص کو بتایا "ایک رات گئے تک ہم ابوبکرؓ کے گھر میں رسول اللہ ﷺ سے ایک معاملے پر بات کرتے رہے جب ہم باہر آئے تو رسول اللہ ﷺ کے ایک طرف ابو بکرؓ چل رہے تھے اور دوسری طرف میں چل رہا تھا مسجد کے قریب پہنچے تو سامنے ایک آدمی کھڑا قرآن پڑھ رہا تھا اندھیرے کی وجہ سے ہم اسے پہچان نہ سکے رسول اللہ ﷺ چلتے چلتے رک گئے میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ آپ رک کیوں گئے؟" رسول اللہ

ﷺ نے ہاتھ کے اشارے سے مجھے خاموش رہنے کو کہا قرآن پڑھنے والے نے رکوع و سجود مکمل کئے اور دعائے استغفار کرنے لگا رسول اللہ ﷺ نے اس سے فرمایا "تو مانگ اللہ تعالیٰ تجھے عطا فرمائے گا" پھر رسول اللہ ﷺ نے ہم سے کہا "اگر کوئی شخص قرآن کریم اس لہجہ میں پڑھنا چاہے جس میں وہ نازل ہوا ہے تو وہ عبداللہ بن مسعودؓ کی قرآت کا انداز اپنائے" اس سے میں اور ابوبکرؓ سمجھ گئے کہ وہ شخص عبداللہ بن مسعودؓ ہے. صبح ہوئی تو میں عبداللہ بن مسعودؓ کے پاس گیا تاکہ اسے بشارت نبویؐ بتاؤں.

عبداللہ بن مسعودؓ نے بتایا کہ بشارت پہنچانے میں ابوبکرؓ مجھ سے سبقت لے گئے تھے.

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ فرماتے ہیں "میں نے قرآن کریم کی ستر سورتیں رسول اللہ ﷺ کی زبان اقدس سے سیکھی تھیں اور میں اکیلا ہوتا تھا میرے ساتھ کوئی اور شریک سبق نہیں ہوتا تھا"

عبداللہ بن مسعودؓ وہی چرواہا تھا جو مکہ مکرمہ کی پہاڑیوں میں اپنے آقا عقبہ بن ابی معیط کی بکریاں چرایا کرتا تھا اور لوگ اسے ابنِ اُمِّ عبد کہا کرتے تھے.

حضرت عمر فاروقؓ ایک صحرا میں سفر پر تھے رات بہت اندھیری تھی دوران سفر ایک قافلہ قریب آیا حضرت عمرؓ نے اپنے ایک ساتھی سے قافلہ والوں کے احوال پوچھنے کو کہا

"تم کہاں سے آرہے ہو" حضرت عمرؓ کے ساتھی نے قافلہ والوں سے پوچھا.

"فج عمیق سے (دور دراز جگہ سے)" ان میں سے کسی نے جواب دیا.

"کہاں کا ارادہ ہے؟"

"بیت العتیق کا۔ (بیت اللہ شریف کا)"

حضرت عمرؓ سن رہے تھے جوابات کے اختصار اور عمدگی سے انہیں کچھ جستجو ہوئی

"قرآن مجید کی کونسی آیت سب سے بڑی ہے" قافلہ والوں سے پوچھا گیا.

"آیت الکرسی"

"قرآن مجید کی کونسی آیت سب سے زیادہ محکم ہے؟"

"بلاشبہ اللہ تعالیٰ انصاف اور احسان کرنے اور رشتہ داروں کو دینے (مالی مدد) کا حکم دیتا ہے" .....

قافلہ والوں نے جواب میں سورہ النحل کی 90 ویں آیت پڑھ دی.

"تجسس بڑھ گیا" قرآن مجید کی کونسی آیت سب سے جامع ہے؟"

"جو ذرہ بھر نیکی کرتا ہے وہ اسے دیکھ لے گا اور جو ذرہ بھر برائی کرتا ہے وہ اسے دیکھ لے گا"

جواب دینے والے نے ایک اور آیت پڑھ دی.

"قرآن مجید کی کونسی آیت سب سے زیادہ خوف دلانے والی ہے؟"
"(نجات) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر ہے اور نہ ہی اہل کتاب کی آرزوؤں پر جو شخص برے عمل کرے اسے اسی کا بدلہ دیا جائے گا اور وہ خدا کے سوا نہ کسی کو حمایتی پائے گا اور نہ مددگار" اس نے سورہ النساء کی 123 ویں آیت پڑھ کر جواب دے دیا۔
"قرآن کریم کی کونسی آیت سب سے زیادہ امید دلانے والی ہے؟"
"کہہ دو کہ اے میرے بندو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے وہ تو بخشنے والا مہربان ہے" اس نے سورہ روم کی آیت 53 پڑھ دی۔
حضرت عمرؓ سن رہے تھے انہوں نے سوال پوچھنے والے سے کہا ان سے پوچھو تمہارے قافلہ میں عبداللہؓ بن مسعود بھی ہیں؟
جواب دینے والے نے کہا "یقیناً موجود ہیں"
جب حضرت عبداللہ بن مسعودؓ مرض الموت میں مبتلا تھے تو خلیفہ سوم حضرت عثمان غنیؓ آپ کی خیریت معلوم کرنے گئے۔
"آپ کو کسی سے کوئی شکایت ہے؟" امیرالمومنین نے دریافت فرمایا۔
"مجھے اپنے گناہوں سے شکایت ہے" انہوں نے جواب دیا۔
"آپ کی خواہش؟"
"اپنے خدا کی رحمت کی خواہش ہے"
"آپ کئی سال سے وظیفہ نہیں لے رہے تھے کیا وہ سب مال آپؓ کے نام لگوادوں" خلیفہ وقت نے پوچھا
"مجھے اس مال کی اب ضرورت نہیں"
"لے لو آپ کے بعد آپ کی بچیوں کے کام آئے گا"
"کیا آپ کو اندیشہ ہے کہ میرے بعد میری بچیاں فقر و فاقہ میں مبتلا ہو جائیں گی؟" میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا ہے کہ "جس نے ہر رات کو سورہ واقعہ پڑھی اسے کبھی فاقہ نہیں آئے گا" اس لئے میں نے اپنی بچیوں کو حکم دیا ہے کہ وہ رات کو سورہ واقعہ کی تلاوت کیا کریں" انہوں نے امیرالمومنین کو جواب دیا۔
نزع کے وقت بھی آپ کی زبان پر قرآن کا ورد جاری تھا۔

علم بردار

رسول اللہ ﷺ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کے حجرے میں تشریف رکھتے تھے.
ام المومنین کسی کام سے باہر گئیں اور واپسی میں تاخیر کر دی.
"عائشہؓ باعث تاخیر کیا ہوئی؟"
"یارسولؐ اللہ ایک شخص قرآن پڑھ رہا تھا قرأت کی تاثیر باعث تاخیر بن گئی" حضرت عائشہ صدیقہؓ نے عرض کیا.
"تم نے اس قاری کو کس حال میں چھوڑا؟"
"یا رسول اللہ ﷺ میں اسے تلاوت کرتا چھوڑ آئی ہوں"
رسول اللہ ﷺ فوراً" کھڑے ہوگئے اور ردائے مبارک سنبھالتے ہوئے باہر نکل گئے.
وہ شخص اب تک قرآن پڑھ رہا تھا لوگ چاروں طرف سر ڈالے سن رہے تھے.
"ساری تعریف اس اللہ کے لئے ہے جس نے میری امت میں تم جیسے شخص کو پیدا کیا" رسولؐ اللہ نے سن کر فرمایا.
وہ شخص حضرت سالمؓ تھے.
سالم مولیٰ ابی حذیفہؓ
اہلِ صُفَّہ کے رفیق
روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "قرآن سیکھنا ہو تو عبداللہؓ بن مسعود' سالمؓ مولیٰ ابو حذیفہ' ابی بن کعبؓ اور معاذ بن جبلؓ سے سیکھو"
حضرت عبداللہ بن عمرؓ کے مطابق رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پہلے جو مہاجرین عصبہ (قباء کے نزدیک) مقیم تھے حضرت سالمؓ انہیں نماز پڑھایا کرتے تھے کیونکہ وہ سب سے زیادہ قرآن پڑھے ہوئے تھے اور سب سے بہتر قرآن پڑھتے تھے.
مسیلمہ کذاب کے خلاف جنگ یمامہ میں مہاجرین کا علم حضرت سالمؓ کے پاس تھا.
ایک مرحلہ پر اہلِ اسلام کے پاؤں اکھڑنے لگے تو حضرت سالمؓ چلائے "افسوس ہے مسلمانو تم پر جب رسول اللہ ﷺ زندہ تھے تو لڑائی میں ہم اس طرح میدان نہیں چھوڑا کرتے تھے"
وہ جنگ بدر' جنگ احد' جنگ احزاب اور دیگر اہم غزوات میں شامل رہے.
جنگ یمامہ تاریخ اسلام کی سخت ترین لڑائیوں میں سے تھی۔

کسی نے کہا "تم سے اندیشہ ہے علم کسی اور کے سپرد کردو"
"اگر میں اپنے کو علمِ اسلام اٹھانے کے اہل ثابت نہ کروں تو مجھ سے بڑھ کر کوئی اور بدبخت نہیں"
وہ جوش میں آ گئے۔
وہ علم اٹھائے تلوار چلاتے رہے بڑے گھمسان کا رن پڑا دشمن کے وار سے دایاں ہاتھ کٹ گیا تو انہوں نے علم بائیں ہاتھ میں لے لیا وہ بھی کٹ گیا تو ہاتھ کٹے بازوؤں میں تھام کر علم سینے سے لگا لیا اور بلند آواز میں سورہ آل عمران کی یہ آیات پڑھنے لگے۔

- "اور محمدؐ اللہ کے رسولؐ کے سوا کچھ اور نہیں ان سے پہلے بھی رسولؐ گزر چکے ہیں اگر وہ مرجائیں یا قتل کر دیئے جائیں تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟
- اور جو کوئی الٹے پاؤں پھرے گا وہ اللہ کا کوئی نقصان نہیں کرے گا اور جو شکر گزار ہوں گے اللہ انہیں جزا دے گا۔
- اور کوئی شخص اللہ کے حکم کے بغیر مر نہیں سکتا (ہر ایک کی موت کا) وقت لکھا ہوا ہے اور جو کوئی دنیا کے فائدے کی خواہش رکھتا ہے ہم انہیں اس میں سے (جتنا چاہتے ہیں) دیتے ہیں (آخرت کے خواہاں لوگ ہی شکر گزار ہیں اور ہم (ایسے) شکر گزاروں کو جلد ہی جزا دیں گے۔
- اور کتنے ہی ایسے نبی ہوئے ہیں جن کے ساتھ ہو کر بہت سے اللہ والوں نے لڑائیاں لڑیں پھر (اللہ تعالیٰ کی راہ میں انہیں جو تکلیف پہنچی اس سے) نہ وہ پست ہمت ہوئے نہ انہوں نے کمزوری دکھائی اور نہ وہ (دشمنوں کے سامنے) دبے اور اللہ تعالیٰ کو (ایسے ہی) ثابت قدم محبوب ہیں"

زخموں سے چھلنی ہو کر گرے تو پوچھا "ابو حذیفہؓ کا کیا حال ہے؟"
"وہ تو شہادت پا چکے ہیں"
پھر پوچھا "وہ مسلمان بھائی کہاں ہے جس نے مجھ پر اعتراض کیا تھا؟"
"وہ بھی شہادت کو پہنچ گیا"
"مجھے ان دونوں کے درمیان دفن کرنا"
یہ وصیت کی اور شہادت پا گئے۔
ان کے ترکہ میں ایک گھوڑا، ہتھیار اور معمولی اسباب تھا۔
ساری عمر مال جمع نہیں کیا تھا جو کماتے تھے خدا کی راہ میں خرچ کر دیتے تھے۔

اولاد تھی نہیں۔
وہ ترکہ بیت المال میں داخل کر دیا گیا۔
امیر المومنین حضرت عمرؓ دنیا سے رخصت ہونے لگے تو فرمایا "اگر آج سالمؓ زندہ ہوتے تو کسی سے مشورہ کی ضرورت ہی نہ پڑتی میں خلافت کے لئے انہیں نامزد کر دیتا"

جس کی وجہ سے اللہ ناراض ہوا تھا!

قادسیہ کی لڑائی تاریخ اسلام میں اتنی اہم تھی کہ خلیفہ دوم حضرت عمرؓ نے اس کے لئے خصوصی تیاریاں کیں جزیرۃ العرب کے مختلف حصوں میں خصوصی پیامبر بھیجے سب قبائل اور مسلمانوں کو لشکر اسلام میں شامل ہونے کی دعوت دی تھی لشکر تیار ہوا تو اس میں ستر (70) بدری صحابہ شامل تھے۔ تین سو وہ صحابہ کرام بھی شامل ہوگئے جو بیعت رضوان میں شریک ہوئے تھے۔ جن صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کی قیادت میں مکہ کی فتح والے لشکر میں شمولیت کی تھی ان میں سے بھی تین سو صحابہ اس لشکر میں شامل تھے۔ امیر المومنین حضرت عمرؓ خود اس فوج کی قیادت کرنا چاہتے تھے لیکن اکابر صحابہ کرامؓ نے اس سے اتفاق نہ کیا ان کا کہنا تھا کہ امیر المومنین کے لئے دار الخلافہ خالی کرنا مناسب نہیں۔
حضرت عمرؓ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو اس لشکر کا سپہ سالار مقرر کرے دعاؤں اور مشوروں کے ساتھ روانہ کیا۔
ایرانی سپاہ کا کمانڈر رستم تھا وہ بھی بڑی تیاریاں کرکے آیا تھا اس کی فوج میں ہاتھیوں کا دستہ بھی شامل تھا مسلمانوں کے لئے ہاتھیوں سے مقابلہ کا یہ پہلا موقعہ تھا۔
قادسیہ کے میدان میں شام تک ہنگامۂ محشر بپا رہا تاریکی گہری ہوئی تو دونوں لشکر اپنے اپنے خیموں میں چلے گئے دوسرے دن اس سے بھی شدید جنگ ہوئی شام تک دو ہزار مسلمان شہید ہو چکے تھے ایرانیوں کا نقصان دس ہزار افراد کے قریب تھا رات کے اندھیرے کی وجہ سے دونوں فوجیں ایک بار پھر الگ ہو گئیں۔
تیسرے دن دونوں فوجیں میدان میں اتریں تو رات کو بھی واپس نہیں گئیں رات کے بعد اگلا دن طلوع ہوا تو جنگ ابھی جاری تھی دوپہر کے قریب اپنے کمانڈر رُستم کے قتل پر ایرانی فوجیں میدان چھوڑ کر بھاگ گئیں اور اللہ نے مسلمانوں کو فتح دی۔
اس لڑائی میں بیس ہزار ایرانی مارے گئے تھے۔

اور چھ ہزار مسلمان شہید ہوئے تھے۔
اور ان شہیدوں میں مسلمانوں کے علم بردار عبداللہ بن اُمِّ مکتومؓ بھی شامل تھے۔
عبداللہ بن اُمِّ مکتومؓ جو پیدائشی نابینا تھے۔
اس کے باوجود وہ لشکر اسلام میں شریک ہوئے اور جب تک زندہ رہے علم بلند رکھا
جب شہید ہو کر گرے تب بھی جھنڈا ان کے بازوؤں میں تھا۔
رسول اللہ ﷺ نے دس بیرون مدینہ مہموں کے وقت عبداللہ بن اُمِّ مکتومؓ کو امیر مدینہ مقرر فرمایا تھا

رسول اللہ ﷺ نے مسجد نبوی میں اذان کے لئے دو مؤذن مقرر فرمائے تھے۔
حضرت بلالؓ اور حضرت عبداللہ بن اُمِّ مکتومؓ
جب حضرت بلالؓ اذان دیتے تو حضرت عبداللہ بن اُمِّ مکتومؓ تکبیر کہا کرتے تھے اور کبھی اس کے برعکس ہوجاتا عبداللہ بن اُمِّ مکتومؓ اذان کہتے اور حضرت بلالؓ کے حصہ میں تکبیر آتی رمضان کے مہینے میں سحری سے پہلے کی اذان حضرت بلالؓ کہتے تھے اور سحری بند ہونے کی اذان حضرت عبداللہ بن اُمِّ مکتومؓ دیا کرتے تھے۔
رسولؐ اللہ مکہ میں قریش کے سرداروں کو قرآن سنا کر دعوت پیش کر رہے تھے کہ قرآنؑ کی آواز سن کر عبداللہ بن اُمِّ مکتوم بھی ادھر آ گیا تھا اور کہا تھا "اے اللہ کے رسولؐ مجھے بھی پڑھایئے اللہ نے آپؐ کو جو علم بخشا ہے اس میں سے مجھے بھی کچھ سکھایئے"
رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی
اس نے پھر وہی سوال کیا۔
رسول اللہ ﷺ نے پھر بھی کوئی توجہ نہ دی
اس پر اللہ تعالیٰ نے سورہ عبس کی یہ آیات نازل فرمائی تھیں۔
✿ "تیوری چڑھائی اور منہ پھیر لیا۔
اس پر کہ نابینا اس کے پاس آیا۔
تمہیں کیا خبر! عجب نہیں کہ وہ سدھر جاتا۔"
اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے بعد رسولؐ اللہ ہمیشہ عبداللہ بن اُمِّ مکتومؓ کو دیکھتے ہی خوش آمدید کہا کرتے تھے۔
آپؐ فرمایا کرتے تھے "یہ وہ شخص ہے جس کے سلسلہ میں میرا رب مجھ سے ناراض ہوا تھا"

رسول اللہ ﷺ اس سے پوچھتے "آپ کی کوئی ضرورت ہے جو پوری کی جائے"
اپنی معذوری کی وجہ سے عبداللہ بن اُمِّ مکتوم غزوہ بدر میں شریک نہیں ہو سکے تھے.
جب اللہ تعالیٰ نے غزوہ بدر میں شرکت کرنے والوں کی گھر میں بیٹھے رہنے والوں پر فضیلت بیان فرمائی "مومنوں میں سے بیٹھ رہنے والے اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والے برابر نہیں ہوتے" تو حضرت عبداللہ بن اُمِّ مکتومؓ بہت غمگین ہوئے.
پھر اللہ تعالیٰ نے محتاجوں کو اور معذوروں کو جہاد سے مستثنیٰ قرار دے دیا لیکن عبداللہؓ بن اُمِّ مکتوم ہمیشہ یہ کوشش کرتے تھے کہ وہ ہر غزوہ میں شریک ہوں وہ کہا کرتے تھے "میدان جنگ میں لشکر اسلام کا جھنڈا مجھے دے دیا کرو میں چونکہ بینائی سے محروم ہوں اس لئے ایک جگہ جم کر کھڑا رہوں گا اور علم سربلند رکھوں گا"
علم کو بلند کئے ہوئے انہوں نے جام شہادت نوش فرمایا.
اور وہ بھی صُفّہ والے تھے.

لکڑیاں اٹھانے والا گورنر

مدینہ منورہ کے بازار میں لوگ اپنے کاروبار میں مصروف تھے ایک شخص ایندھن کے لئے لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے بازار میں سے گزر رہا تھا "اے ابن مالک مجھے گزرنے کو راستہ دو" اس نے ثعلبہؓ بن مالک سے راستہ مانگا.
"اللہ آپ پر رحم کرے کیا یہ بازار آپ کے لئے تنگ ہے؟" ثعلبہ نے جواب دیا.
"اللہ کے بندے راستہ گورنر کی پیٹھ پر لدے لکڑی کے گٹھے کے لئے مانگ رہا ہوں"
پیٹھ پر ایندھن کی لکڑیوں کا گٹھا اٹھائے مدینہ کے بازار میں راستہ مانگنے والے گورنر مدینہ حضرت ابو ہریرہؓ تھے.
جو دن رات رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر رہا کرتے تھے اور جنہوں نے رسولؐ اللہ کی ایک ہزار چھ سو نو احادیث زبانی یاد کر رکھی تھیں.
معاویہؓ بن ابی سفیان سے پہلے حضرت ابوہریرہؓ ہی مدینہ کے گورنر تھے لیکن منصب نے ان کی پاکیزہ روح کو دنیاوی الائشوں سے متاثر نہیں کیا تھا.
وہ کہا کرتے تھے "شکر ہے اس خدا کا جس نے دین کو زندگی کا ضابطہ بنایا اور ابوہریرہؓ کو مسلمانوں کا امیر بنادیا"

حضرت زیدؓ بن ثابت کی روایت ہے "ایک روز ہم تین ساتھی اللہ کے حضور دعائیں مانگ رہے تھے اچانک رسولؐ اللہ وہاں تشریف لے آئے اور ہمارے پاس بیٹھ گئے ہم سہم کر خاموش ہو گئے"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اپنا کام جاری رکھو"
میں نے اور میرے ساتھی نے اللہ تعالیٰ سے باری باری دعا کی
رسول اللہ ﷺ نے "آمین" کہا
ابو ہریرہؓ کی باری آئی تو اس نے کہا "باری تعالیٰ میرے ان دو ساتھیوں نے آپ سے جو مانگا ہے میں بھی وہی کچھ مانگتا ہوں اس کے ساتھ مجھے وہ علم بھی عطا فرمادے جو بھولے نہیں"
رسول اللہ ﷺ نے اس پر بھی آمین کہا اور فرمایا "دوسی نوجوان تم پر سبقت لے گیا"
اور پھر اللہ تعالیٰ نے اسے وہ علم عطا فرمایا' وہ یادداشت دی کہ جب تک دنیا قائم ہے انسان اس سے استفادہ کرتے رہیں گے اور حضرت ابو ہریرہؓ کی بیان کردہ احادیث انسانوں کی رہنمائی کرتی رہیں گی۔

❂ ❂ ❂

رسول اللہ ﷺ کی قائم کردہ اس درس گاہ نے کیسے کیسے صاحبِ علم صاحبِ کردار اور صاحبِ شمشیر پیدا کئے تھے اس کی تفصیل کا یہ مقام نہیں ان میں سے چند کے جو مختصر حالات بیان ہوئے ہیں ان سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اسلامی معاشرے اور ریاست کے قیام اور استحکام میں اس درس گاہ نے کتنا عظیم اور بنیادی فریضہ انجام دیا تھا۔
فاتح ایران و عراق حضرت سعد بن ابی وقاصؓ اہلِ صُفّہ میں سے تھے۔
حضرت عمارؓ بن یاسر جنہیں حضرت عمرؓ نے کوفہ کا گورنر مقرر فرمایا وہ بھی اہلِ صُفّہ میں سے تھے۔
صُفّہ والوں میں سے حضرت سلمان فارسیؓ کو حضرت عمر فاروقؓ نے مدائن کا گورنر مقرر کیا تھا۔
حضرت عتبہؓ بن غزوان کو بصرہ کا امیر مقرر کیا گیا۔
اصحابِ صُفّہ میں سے ثقیفؓ بن عمرو' خنیسؓ بن حذافہ' (حضرت عمرؓ کے داماد) زیدؓ بن ثابت' ذوالبجادینؓ عمار بن یاسرؓ' عکاشہ بن محصنؓ الاسدی' مصعبؓ بن عمیر' صفوانؓ بن بیضا' زید بن الخطابؓ' (حضرت عمرؓ کے بھائی) حزیمؓ بن فاتک' البراءؓ بن مالک' حبیب بن زیدؓ' حنظلہؓ بن ابی عامر' سالمؓ بن عمیر اور عبداللہؓ بن عمرو' نے بھی مختلف غزوات اور لڑائیوں میں شہادت پائی۔

حواشی / حوالہ جات

1- اکثر مفسرین اور سیرت نگاروں نے بخاری شریف کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہ چبوترہ "صُفّہ" رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے سولہ یا سترہ ماہ بعد بنایا گیاتھا وہ کہتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھنے کا حکم آیا تو مسجد نبویؐ کے محراب کا رخ شمال سے جنوب کی طرف کرناپڑا اس تبدیلی کی وجہ سے شمالی دیوار کے ساتھ جو جگہ بچی وہاں پر ایک چبوترہ بنا دیا گیااور اس طرح "صُفّہ" وجود میں آیا بعض روایات میں صُفّہ بنانے کا وقت رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے سات ماہ، انیس ماہ، اور دو سال بعد بھی بتایا جاتا ہے لیکن ڈاکٹر محمد حمید اللہ لکھتے ہیں کہ "جب قبلہ کا رخ بدلا تو صُفّہ جو پہلے مسجد کے پچھلے حصہ میں تھا سامنے آگیا اس لئے اسے ختم کردیا گیا اور وہاں نماز پڑھی جانے لگی جہاں پہلے نماز ہوتی تھی وہ جگہ پچھلے حصہ میں آگئی اور وہاں نئے سرے سے صُفّہ بنا دیا گیا" (ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، 1985ء صُفّہ 303) نئے شہر معاشرہ اور وقت کی ضروریات اور مدینہ منورہ میں رسول اللہ ﷺ کی اصلاحات کو دیکھا جائے تو ڈاکٹر صاحب کا یہ خیال درست معلوم ہوتاہے کہ "صُفّہ" مسجد نبوی کی تعمیر کے ساتھ ہی قائم کردیا گیاتھا مورخ مفسر اور سیرت نگار کہتے ہیں کہ اکثر بے خانماں اور مسکین مہاجر تو رسول اللہ ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے بھی پہلے وہاں پہنچ چکے تھے رسول اللہ ﷺ نے خاندان اور بال بچوں والے مہاجرین کو تو ہجرت کے پانچویں ماہ (مولانا محمد ادریس کاندھلوی، سیرت المصطفیٰؐ جلد اول، لاہور 1983ء صفحہ 437) ہی انصار کے ساتھ اخوت کے رشتوں میں منسلک کردیا اور جن مہاجرین کانہ خاندان تھا نہ ان کے پاس کوئی مال و دولت تھے اور نہ ہی انہیں کسی انصاری کے ساتھ بھائی چارے کے رشتے میں منسلک کیا گیا تھا جس سے ان کی طعام و قیام کی مشکلات حل ہوسکیں اور وہ فقیر اور مسکین مہاجرین جن کے پاس نہ کوئی مال تھا نہ ان کے بال بچے تھے ان کے لئے پورے سولہ ماہ کوئی انتظام کیوں نہ کیا گیا؟ ایسا کرنا تو رسول اللہ ﷺ کی طبیعت عادت اور روایت کے خلاف تھا اس لئے لازماً رسول اللہ ﷺ نے ایسے مہاجرین کے لئے صُفّہ کا دارالاقامہ مسجد کی تعمیر کے ساتھ ہی قائم کروا دیا ہو گا۔

2- ڈاکٹر محمد حمید اللہ، نقوش رسول نمبر جلد 4' ادارہ فروغ اردو لاہور 1983ء صفحہ 124

3- ڈاکٹر محمد حمید اللہ، خطبات بہاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد، 1985ء صفحہ 241'242

4- انصار مدینہ میں سے جن صحابہ کرام کواصحاب صُفّہ میں شامل بتایا جاتا ہے ان میں حضرت البراءؓ بن مالک، حضرت ثابتؓ بن ودیعہ، حضرت حبیبؓ بن زید، حضرت حارثہؓ بن نعمان، حضرت حنظلہ بن ابی عامر، حضرت ابو ایوبؓ انصاری، حضرت رفاعہؓ بن ابو لبابہ، حضرت سعدؓ بن مالک، حضرت سالمؓ بن عمیر، حضرت عبداللہؓ بن عمرو، حضرت عویم بن ساعدہؓ، حضرت فضالہؓ بن عبید اور حضرت کعبؓ بن مالک شامل ہیں ان میں سے حضرت ابو ایوبؓ انصاری میزبان رسول تھے حضرت البراءؓ بن مالک حضرت انسؓ بن مالک کے بھائی تھے اگر "اصحاب صُفّہ" کی تعریف وہی رکھی جائے جو اکثر مفسرین، سیرت پاک اور تاریخ لکھنے والوں نے کی ہے کہ وہ سب فقراء و مساکین تھے اور ان کا نہ کوئی ٹھکانہ تھا نہ کاروبار تو ان مذکورہ اصحاب کو کسی طرح

بھی صُفّہ والوں میں شامل نہیں کیا جاسکتا انصار مدینہ اور حضرت عبداللہؓ بن عمر جیسے صحابہ کرام کو اصحابِ صُفّہ میں اسی صورت میں شامل کرنا ممکن ہے جب کہ مقیم اور غیر مقیم اس درس گاہ سے فیض حاصل کرنے والے سب اصحاب کو "اصحابِ صُفّہ" کہا جائے

5- اصحابِ صُفّہ کی تعداد میں اختلاف کی بنیادی وجہ یہی ہے کہ اس درس گاہ سے تعلیم حاصل کرنے والوں کی تعداد معین نہیں تھی لوگ آتے تھے تعلیم حاصل کرکے واپس چلے جاتے تھے کبھی زیادہ آگئے تو تعداد بڑھ گئی وہ چلے گئے تو تھوڑے رہ گئے کیونکہ وہاں کوئی ایسی پابندی نہیں تھی کہ کسی کلاس میں صرف معینہ تعداد کو ہی داخلہ مل سکتا ہے باہر سے جتنے بھی لوگ اسلام سیکھنے آتے تھے حضرت ابوہریرہؓ کے محاورہ میں وہ اسلام کے "مہمان" ہوتے تھے اور ان کے قیام و طعام کی ساری ذمہ داری اسلامی ریاست کی ہوتی تھی اس وقت بھی جب رسول اللہ اس ریاست کی بنیادیں رکھ رہے تھے اور مسجد نبوی کے ساتھ ایک چبوترہ بنا کر اسلامی معاشرے کی دینی اور تعلیمی بنیادیں مستحکم کرنے کا کام شروع کیا تھا اور اس وقت بھی جب ریاست وسعت پذیر تھی اور اسلام کے مہمان دور دراز کے علاقوں سے بھی آنے لگے تھے۔

6- ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت سعدؓ بن عبادہ اسی' اسی اہلِ صُفّہ کو کھانا کھلانے کے لئے اپنے گھر لے جایا کرتے تھے لیکن ایسا وہ اسی وقت کرتے ہوں گے جب صُفّہ میں کوئی بیرونی وفد ٹھہرایا گیا ہو یا اسلام کے مہمانوں کی تعداد بہت زیادہ ہو گئی ہو ورنہ بعض دفعہ تو اہلِ صُفّہ کی تعداد ہی اسی سے کم ہوتی تھی۔

7- تفہیم القرآن جلد اول' تفسیر سورہ بقرہ' حاشیہ 314

8- سید قطب شہید' فی ظلال القرآن جلد اول' البدر پبلی کیشنز لاہور' 1988ء صفحہ 740

9- ڈاکٹر محمد حمید اللہ' خطبات بہاولپور' ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد' 1985ء صفحہ 245

10- اصحابِ صُفّہ' نقوش رسول نمبر جلد 8' ادارہ فروغ اُردو لاہور' 1984ء صفحہ 452 تا 517

11- حافظ ابو نعیم احمد اصبہانی کی اہلِ صُفّہ کی فہرست میں حضرت معاذؓ بن جبل کا نام شامل نہیں لیکن ڈاکٹر محمد حمید اللہ کی تحقیق کے مطابق وہ بھی اصحابِ صُفّہ میں سے تھے۔ (دیکھیں خطبات بہاولپور' ادارہ تحقیقات اسلامی ' اسلام آباد' 1985ء صفحہ 304)

12- مقداد بن عمروؓ ابو عبس جبرؓ عمیر بن عوف' عتبہ بن مسعود ہزلی اور معاذ بن حارث ______ اصحاب مولانا ادریس کاندھلوی نے اصحابِ صُفّہ میں شامل کئے ہیں (سیرت مصطفیٰؐ' مکتبہ عثمانیہ صفحہ 470' لاہور 1983ء

13- یعیس بن قیس' کعب بن مالک' ابوفزین اورغرفان الغدوی کو بھی اکرم ضیاء العمری نے اصحابِ صُفّہ میں شامل کیا ہے۔

Madnian Society at the time of the Prophet, P: 88, 89.

14- شاہ معین الدین احمد' تاریخ اسلام حصہ اول' دارالمصنفین اعظم گڑھ 1939ء صفحہ 180

15- ایک روایت یہ ہے کہ حضرت ابو بکرصدیقؓ نے خلافت کے لئے دو صحابہ کرام حضرت عمرؓ اور حضرت ابوعبیدہؓ کا نام پیش کیا تھا اور کہا تھا کہ ان دونوں میں سے جس کے ہاتھ پر چاہو بیعت کرلو لیکن ان دنوں نے حضرت ابو

بکر صدیقؓ کی موجودگی میں اپنے استحقاق سے انکار کر دیا تھا اور آگے بڑھ کر سب سے پہلے خود بیعت کی تھی جس کے بعد انصار و مہاجرین نے بیعت کی تھی۔

مواخات

رسول اللہ ﷺ کی آمد سے یثرب کا نام اور مقدر بدل گئے۔
صدیوں پرانا یثرب مدینۃ النبیؐ ہو گیا۔
نبیؐ کا شہر کہلانے لگا۔
اس نبیؐ کا شہر جسے انسان کو بدلنا تھا' انسانی معاشرے کو بدلنا تھا اور اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کے قیام کا مشن پورا کرنا تھا۔
اس وقت مدینہ منورہ میں تین بڑی جماعتیں تھیں۔ مسلمان' مشرک اور یہودی۔
مسلمانوں میں ایک مہاجرین کا گروہ تھا اور دوسرا انصار کا اوس اور خزرج سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کا گروہ جنہیں انصار (مدد کرنے والے) کا نام دیا گیا تھا۔
مہاجرین کے دلوں پر اللہ کی حاکمیت پختہ ہو چکی تھی انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی خاطر اپنے قبیلوں' گھرانوں' رشتہ داروں اپنے شہر' معاشرے اور آبائی گھروں سے ہر قسم کا تعلق ختم کردیا تھا اللہ کے حکم پر تمام زمینی' آبائی اور خونی رشتے ختم کرکے اپنے گھر اور مال و اسباب چھوڑ کر وہ مدینہ آگئے تھے رسولؐ اللہ کی نگرانی میں ان کی دینی اور دنیاوی تربیت مکمل ہو چکی تھی یہ مہاجرین اللہ کی سپاہ کا تربیت یافتہ ہراول دستہ تھے انصار مدینہ نے اس ہراول دستہ کا بڑی گرم جوشی سے استقبال کیا تھا۔
لیکن انصار مدینہ ابھی تک ترکِ تعلقات کی لذت سے آشنا نہیں ہوئے تھے وہ اپنے اپنے گھرانوں اور قبیلوں کے درمیان رہتے تھے اپنی اپنی قبائلی بستیوں میں مقیم تھے اپنے اپنے خون کے رشتے والوں سے ان کا ہر قسم کا تعلق قائم تھا پرانے دنیاوی سماجی اور معاشرتی رشتے بحال تھے ان کے خاندانوں' گھرانوں اور قبیلوں کے جو افراد ابھی مسلمان نہیں ہوئے تھے ان کے ساتھ بھی مسلمان

انصار کے سب تعلق اور رشتے قائم تھے انصار ابھی تک خون کے رشتوں سے بلند تر رشتے کی حقیقت سے عملی طور پر آگاہ نہیں ہو سکے تھے۔

انصار مدینہ نے مہاجرین کی شاندار مہمان نوازی کی تھی اس چھوٹے سے شہر میں اتنے زیادہ مہاجرین کے آ جانے سے کوئی بھی مسئلہ پیدا نہیں ہوا تھا. یہ انصار کے ایثار اور اپنے دینی بھائیوں کے لئے پیار و محبت کی وجہ سے تھا لیکن دین کی خاطر اپنی املاک گھروں اور جائیدادوں کی قربانی کی لذت اور ایثار سے وہ اس طرح واقف نہیں تھے جس طرح مہاجرین واقف ہو چکے تھے۔

انصار کی تربیت کے کچھ مراحل ابھی باقی تھے۔

اور اللہ کے نبیؐ کے مشن میں کبھی وقفہ نہیں ہوتا۔

مدینہ منورہ پہنچتے ہی رسول اللہ ﷺ نے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونپے گئے مشن کی تکمیل کا دوسرا تربیتی مرحلہ شروع کردیا یہ مرحلہ اسلامی معاشرے اور اسلامی ریاست کے قیام کے لئے عملی اقدامات کا مرحلہ تھا اس کی تکمیل کے لئے اس بستی اور شہر کے مسلمانوں کی عملی تربیت مکمل کرنا ضروری تھا جہاں پر یہ معاشرہ اور ریاست قائم ہونے والی تھی بنی نجار کے محلے میں مسجد کی تعمیر شروع تھی انصار اور مہاجرین سب مل کر مسجد کی تعمیر میں حصہ لے رہے تھے باجماعت پانچ وقت کی نمازیں شروع ہو گئی تھیں۔ مدینہ منورہ کے سب مسلمان اکٹھے نماز پڑھتے تھے رسول اللہ ﷺ سے قرآن سنتے تھے توحید اور اسلام کا درس لیتے تھے ان کے دلوں پر توحید کا نقش گہرا ہوتا جا رہا تھا. اللہ کے نبیؐ بڑی تیزی سے مسلمانوں کی تربیت کر رہے تھے کہ ایک روز(1) رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کو حضرت انسؓ بن مالک کے گھر جمع کیا اور فرمایا "اللہ کے دین میں تم دو دو آدمی بھائی بن جاؤ" پھر آپؐ نے پینتالیس (45) مہاجرین کو پینتالیس (45) انصار کے بھائی بنا دیا رسول اللہ کے حکم پر انصار کے ہر خاندان نے مہاجرین کے ایک خاندان کو اپنے میں شامل کرلیا مگر مفہوم یہ نہیں تھا کہ مہاجرین کوئی مفت خورے ہوں گے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اب تمہارے چھوٹے خاندانوں کی بجائے بڑے خاندان ہوں گے دو آدمیوں کا خاندان چار آدمیوں کا خاندان بن جائے گا سب مل کر کام کریں گے تو آمدنی بھی زیادہ ہوگی سب کی گزر بسر اچھی طرح ہوگی" تربیت یافتہ دستے کا ایک ایک رکن زیر تربیت دستہ کے ایک ایک فرد کے ساتھ لگا دیا گیا بھائیوں کی یہ جوڑیاں اب ایک ساتھ رہنے لگیں دن رات کا ساتھ ہو گیا کام کاج میں تعاون ایک دوسرے کے دکھ اور درد میں شرکت باہمی غم خواری اور ہمدردی' حق میں تعاون' نیکی اور پرہیز گاری میں تعاون کرنے لگے اس طرح وہ ایک دوسرے کے اتنے قریب آ گئے کہ انصار اپنے مہاجر

بھائیوں کو اپنی ذات پر ترجیح دینے لگے اور انہیں اپنے وسائل اور رزق میں شامل کر لیا۔
انصار زراعت پیشہ تھے ان کے کھجوروں کے باغات تھے ایک روز وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ ہمارے باغوں کے درخت ہم میں اور ہمارے مہاجر بھائیوں میں تقسیم فرما دیں"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ایسا نہ کرو بلکہ یوں کرو کہ مہاجرین باغوں کی دیکھ بھال میں تمہارا ساتھ دیا کریں گے تم پیداوار میں سے انہیں حصہ دے دیا کرو"
انصار نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دیا۔
رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف اور حضرت سعدؓ بن ربیع کو بھائی بھائی بنایا تھا حضرت عبدالرحمٰنؓ کے ساتھ ان کی بیوی نہیں تھی حضرت سعدؓ نے کہا "بھائی جان انصار مدینہ میں سب سے زیادہ مال میرے پاس ہے ہم دونوں بھائی یہ مال آپس میں آدھا آدھا بانٹ لیتے ہیں میری دو بیویاں ہیں ان میں سے جسے تم کہو میں طلاق دے دیتا ہوں عدت پوری ہو جائے تو تم اس سے نکاح کر لینا"
حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جواب دیا "اللہ تعالیٰ آپ کے مال اور اہل و عیال میں برکت عطا فرماوے آپ مجھے بازار کا راستہ دکھا دیں"
ایک طرف کمال ایثار و قربانی کا جذبہ تھا عالی ظرفی تھی۔
تو دوسری طرف خود داری اور حسن تعلق تھا۔
حضرت عبدالرحمٰنؓ بازار گئے وہاں سے گھی اور پنیر خرید لائے اور آگے فروخت کر دیا وہ بازار میں مال کی خرید و فروخت کرنے لگے۔ ایک روز رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ ان کے لباس پر زعفران کا زرد نشان تھا۔
رسول اللہ ﷺ نے پوچھا "عبدالرحمٰنؓ یہ کیا ہے؟"
انہوں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ میں نے ایک انصاری عورت سے نکاح کیا ہے"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مہر میں کیا دیا؟"
"ایک گٹھلی کے برابر سونا یا رسولؐ اللہ" انہوں نے عرض کیا۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ولیمہ بھی کرو خواہ ایک ہی بکری ذبح کرو"
انصار مدینہ نے اللہ اور اس کے دین کی خاطر املاک اور وسائل رزق قربان کر دیئے۔
مہاجرین اپنے گھر چھوڑ آئے تھے انصار نے اپنے اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنے گھر رہائش کے لئے

پیش کردیئے اپنے گھروں کے قریب کی خالی زمینیں مہاجرین کو پیش کردیں تاکہ وہ ان پر اپنے لئے گھر بنالیں۔

کچھ مہاجرین نے ان زمینوں پر گھر بنالئے کچھ نے ویران پڑی زمینوں پر اپنے گھر تعمیر کرلئے۔

اس طرح سے مہاجرین کا رہائش اور معاش کا مسئلہ حل ہوگیا۔

مہاجرین اپنے عزیز و اقارب خاندان اور قبیلے مکہ میں چھوڑ آئے تھے انصار کے ساتھ بھائی بندی کے اس رشتے کے ذریعے وہ اپنے اپنے انصاری بھائی کے خاندان اور قبیلے کے رکن بن گئے اس طرح انہیں نئے شہر اور نئے معاشرے میں سماجی، سیاسی، اور معاشی تعاون مل گیا عرب معاشرے میں اگر کوئی فرد کسی دوسرے سے حق جوار قائم کرلیتا تھا تو دوسرا فرد پہلے کے جان ومال عزت و آبرو کے تحفظ کا ذمہ دار ہو جاتا تھا اور اس طریق سے دوسرے فرد کا خاندان اور قبیلہ بھی پہلے کے جان و مال اور عزت و آبرو کے تحفظ کا ذمہ دار ہو جاتا تھا۔ اخوت کا رشتہ تو حق جوار کے رشتے سے بھی بڑھ کر تھا۔ اس کی بنیاد دین کا رشتہ اور رسولؐ اللہ کا حکم تھی اس تعلق کے ذریعے انصار اور مہاجرین ایک دوسرے کے حامی اور دکھ سکھ میں شریک بھائی بن گئے۔ ایک کی طاقت دوسرے کی قوت بن گئی عدنانی اور قحطانی کا تعصب مٹ گیا اور مدینہ منورہ میں ایک نیا معاشرہ تشکیل پانے لگا۔

مہاجرین کی صحبت سے انصار کی تربیت مکمل ہوگئی۔

انصار کے ایثار و قربانی کا حال دیکھ کر ایک روز مہاجرین رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ جس کسی انصاری کے پاس معمولی مال و دولت ہے وہ اس میں سے اپنے مہاجر بھائی کو مساوی حصہ بانٹ دیتا ہے اور مال و دولت والے انصار اپنے مہاجر بھائیوں پر دل کھول کر خرچ کرتے ہیں ہم نے آج تک کسی عام آدمی کو اس طرح مساوات کرتے نہیں دیکھا اور کسی سرمایہ دار کو اس فراخدلی سے دوسرے پر خرچ کرتے نہیں پایا۔ انصار نے تو ہمیں کام کاج سے بے فکر کر دیا ہے ہمیں خدشہ ہے کہ اللہ کے ہاں سارا صلہ و ثواب تو انصار لے جائیں گے"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب تک تم ان کا شکریہ ادا کرتے رہو گے اور اللہ تعالیٰ سے ان کے لئے دعا مانگتے رہو گے ایسا نہیں ہوگا"

رسولؐ اللہ نے بھائی چارے کا یہ سلسلہ مدینہ میں آکر ہی شروع نہیں کیا تھا ہجرت سے پہلے رسولؐ اللہ نے مکہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ کے درمیان ایسا ہی بھائی چارہ

قائم کیا تھا وہ دونوں مالدار تھے مکہ میں رہائش اور روز گار کی کوئی مشکل در پیش نہیں تھی پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے درمیان ایسا رشتہ کیوں قائم کیا تھا؟ کیونکہ اسلام قبول کرنے کی وجہ سے وہ اپنے قبیلوں اور خاندانوں سے کٹ گئے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کے درمیان بھائی چارے کا رشتہ قائم کرکے انہیں ایک دوسرے کا غمگسار اور مدد و معاون بنا دیا تھا اور ٹوٹے ہوئے خونی رشتہ کی جگہ نیا دینی اور پاکیزہ رشتہ فراہم کر دیا تھا رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں ہی حضرت حمزہؓ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ کے درمیان بھی ایسا ہی رشتہ قائم کر دیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں

حضرت ابوبکر صدیقؓ	اور	حضرت عمر فاروقؓ
حضرت حمزہؓ	اور	حضرت زیدؓ بن حارثہ
حضرت عثمانؓ بن عفان	اور	حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف
حضرت زبیرؓ بن العوام	اور	حضرت عبداللہؓ بن مسعود
حضرت عبیدہؓ بن الحارث	اور	حضرت بلالؓ حبشی
حضرت مصعبؓ بن عمیر	اور	حضرت سعدؓ بن ابی وقاص
حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح	اور	حضرت سالمؓ مولیٰ ابو حذیفہ
حضرت سعیدؓ بن زید	اور	حضرت طلحہؓ بن عبداللہ

کے درمیان بھائی چارے کا رشتہ قائم کیا۔

اور حضرت علیؓ ابن ابو طالب کو اپنا بھائی فرمایا تھا۔

لیکن مدینہ منورہ میں تربیت یافتہ مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی بندی قائم کرتے وقت رسول اللہ ﷺ نے

حضرت ابوبکر صدیقؓ	کو	حضرت خارجہؓ بن زہیر
حضرت عمر فاروقؓ	کو	حضرت عتبانؓ بن مالک
حضرت عثمانؓ بن عفان	کو	حضرت اوسؓ بن ثابت
حضرت زبیرؓ بن العوام	کو	حضرت سلامہؓ بن سلامہ بن قیس
حضرت عبیدہؓ بن الحارث	کو	حضرت عمیرؓ بن الحمام
حضرت مصعبؓ بن عمیر	کو	حضرت ابو ایوبؓ
حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح	کو	حضرت سعدؓ بن معاذ

حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کو حضرت سعدؓ بن ربیع
حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ کو حضرت کعبؓ من مالک
حضرت ابو حذیفہؓ کو حضرت عبادؓ بن بشیر
حضرت بلالؓ حبشی کو حضرت ابوؓ رویحہ

کے ساتھ بھائی بندی کے رشتوں میں منسلک کیا اور مکہ والی بھائی بندی ختم کر دی کیونکہ نئے شہر اور نئے حالات کی ضروریات بھی نئی تھیں۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنا حضرت علیؓ سے اور اپنے آزاد کردہ غلام حضرت زیدؓ بن حارثہ کا اپنے چچا حضرت حمزہؓ سے بھائی بندی کا وہی مکہ والا رشتہ ہی برقرار رکھا کیونکہ حضرت علیؓ کی کفالت بچپن سے ہی رسول اللہ ﷺ کے ذمہ تھی۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ بھی حضرت علیؓ کی مانند رسول اللہ ﷺ کے اپنے گھر میں پلے بڑھے تھے۔

اور اللہ کے رسولؐ اپنے زیر کفالت کسی فرد کو کسی اور کے ساتھ منسلک نہیں فرمانا چاہتے ہوں گے حضرت حمزہؓ بھی تو رسول اللہ ﷺ کے اپنے گھر اور خاندان کے فرد تھے۔

مکہ سے آنے والے مہاجرین میں کچھ ایسے تھے جو مکہ کے مالدار اور سیاسی اور سماجی لحاظ سے بااثر افراد تھے انہوں نے اعلانیہ ہجرت کی تھی اور اپنا مال و دولت سب ساتھ لے آئے تھے۔

- بنو جمح میں سے مظعوں کا خاندان
- بنو جحش بنو امیہ کے حلیف
- بنو بکیر، بنوعدی بن کعب کے حلیف خاندان

ایسے ہی مہاجرین میں سے تھے۔

مہاجرین کا دوسرا طبقہ مکہ کے قریش اور دوسرے عرب قبائل کے مختلف خاندانوں کے نوجوانوں کا تھا ان مہاجرین کے خاندان اور والدین با اثر اور مالدار تھے مگر انہوں نے چھپ کر چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں ہجرت کی تھی۔ اس لئے وہ اپنے ساتھ زیادہ مال نہیں لا سکے تھے۔

تیسرا گروہ ان مہاجرین کا تھا جو نادار اور بے آسرا تھے اور انہیں مکہ میں کسی کی پناہ حاصل نہیں تھی وہ چھپ چھپا کر آئے تھے اور تہی دست تھے۔

اس لئے یہ کہنا کسی طرح بھی جائز نہیں کہ بھائی چارے کا مقصد مہاجرین کو معاش اور معیشت فراہم کرنا تھا رسول اللہ ﷺ نے امیر اور غریب سب مہاجرین کو انصار کے ساتھ بھائی چارے کے رشتہ میں منسلک کر دیا تھا۔

مہاجرین نے فوری طور پر چھوٹا موٹا کاروبار شروع کر دیا تھا۔ حضرت عبدالرحمنؓ بن عوف کی مثال اوپر گزر چکی ہے ان کی تجارت میں اللہ نے اتنی برکت دی کہ ان کا تجارتی مال سات سات سو اونٹوں پر لاد کر آتا تھا اور جب ان کا قافلہ تجارت آتا تھا تو مدینہ میں دھوم مچ جاتی تھی۔ حضرت ابو بکر صدیقؓ نے کپڑے کا کاروبار شروع کر دیا ان کا مدینہ میں کپڑے کا کارخانہ تھا حضرت عمرؓ بھی خود تجارت میں مشغول ہو گئے تھے۔ ان کی تجارت بھی بیرون عرب تک پھیل گئی تھی حضرت عثمانؓ نے بنو قینقاع کے بازار میں کھجوروں کی خرید و فروخت سے تجارت شروع کی اور پھر مدینہ کے بہت مالدار لوگوں میں ان کا شمار ہونے لگا تھا انہوں نے پینے کے پانی کے لئے ایک کنواں خرید کر مسلمانوں کے لئے وقف کر دیا تھا۔ جنگ تبوک کے اخراجات کے لئے جب رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کو چندہ دینے کا حکم دیا تھا تو انہوں نے چار لاکھ درہم حضورؐ کی خدمت میں پیش کئے تھے حضرت عمرؓ نے دس ہزار درہم دیئے تھے اکثر مہاجرین نے دکانیں کھول لی تھیں بہت سے چھوٹی موٹی تجارت میں لگ گئے تھے۔ اس کا اندازہ حضرت ابو ہریرہؓ کے اس جواب سے کیا جا سکتا ہے جو انہوں نے ان اعتراض کرنے والوں کو دیا تھا جو کہتے تھے کہ اور صحابہ کرام تو رسول اللہ ﷺ کی اتنی احادیث بیان نہیں کرتے جتنی احادیث ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں۔

"اس میں میرا کیا قصور ہے اور لوگ بازار میں تجارت کرتے تھے اور میں رات دن حضورؐ کی مجلس میں حاضر رہتا تھا" حضرت ابو ہریرہؓ نے جواب دیا تھا۔

اس طرح مہاجرین نے مدینہ منورہ کی معیشت کو نئی جہتوں سے آگاہ کیا اور اس شہر کے معاشی استحکام میں بھرپور کردار ادا کیا۔ مدینہ کے عرب زراعت پیشہ تھے۔ شہر کی تجارت پر یہودیوں کا قبضہ تھا۔ اس وجہ سے عرب اقتصادی طور پر یہود کے دست نگر اور محتاج تھے مہاجرین نے تجارت اور کاروبار پر سے یہودیوں کا قبضہ کمزور کر کے اور دیگر ممالک تک تجارت کو وسعت دے کر مسلم معیشت کو فروغ دیا اور مسلمانوں کی اقتصادی بحالی کا کارنامہ انجام دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین اور انصار کے درمیان بھائی چارہ قائم کرتے وقت اس بات کو سامنے رکھا تھا کہ کون کس کا ہم مزاج ہے کس مہاجر کی طبیعت اور مذاق کس انصاری سے مطابقت رکھتے ہیں تاکہ انصار کی تربیت میں مزاج کے اختلاف سے مشکل پیش نہ آئے۔

حضرت عمرؓ اپنے عزیز حضرت سعیدؓ بن زید کے گھر میں مسلمان ہوئے تھے حضرت سعیدؓ کے والد بھی دین ابراہیمی کے پیروکار تھے۔ ان کی والدہ بھی مکہ کے ابتدائی مسلمانوں میں سے تھیں رسول اللہ ﷺ نے ان سعیدؓ بن زید کو مدینہ میں حضرت ابیؓ بن کعب کا بھائی بنا دیا۔ ان کی صحبت

میں حضرت ابیؓ بن کعب نے فن قرآن میں امامت کا درجہ حاصل کیا رسول اللہ ﷺ نے جس صحابی کو سب سے پہلے انشاء کے منصب پر فائز کیا وہ یہی ابیؓ بن کعب تھے اور حضرت عمرؓ انہیں سید المسلمین کہا کرتے تھے۔

حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح کو رسول اللہ ﷺ نے امین الامت کا خطاب عطا فرمایا تھا۔ وہ ابو عبیدہؓ جو فاتح شام ہوئے اور جنہوں نے جنگ بدر میں اپنے حقیقی باپ کو سامنے پا کر بھی ایمان اور اسلام کو اولیت دی تھی، رسول اللہ ﷺ نے انہیں اور قبیلہ اوس کے سردار سعدؓ بن معاذ کو بھائی بنایا تھا۔ انہی کی صحبت اور تربیت کا اثر تھا کہ جب اوس کے حلیف یہودی قبیلہ بنو قریظہ نے غداری کی تو حضرت معاذؓ نے اپنے حلیفوں کے بارے میں وہی فیصلہ دیا جو حضرت ابو عبیدہؓ کے ایمان سے روشن دل نے اپنے باپ کے بارے میں دیا تھا۔

حضرت ابو حذیفہؓ کے والد عتبہ بن ربیعہ قریش مکہ کے بہت بڑے سردار تھے رسول اللہ ﷺ نے انہیں قبیلہ عبد الاشہل کے سردار عبادؓ بن بشیر کا بھائی بنا دیا۔

اس طریق سے رسول اللہ ﷺ نے ایک طرف نسلی، قبائلی، علاقائی اور گروہی تعصبات سے بالا تر اسلامی اخوت اور مساوات کو پختہ کر دیا تو دوسری طرف اسلامی معاشرے اور ریاست کے لئے اعلیٰ صلاحیتوں کے بے غرض اور ایثار پیشہ افراد تیار کرنے کی بنیاد ڈال دی۔

مکہ سے آنے والے مہاجرین سیاسی تہذیبی سماجی اور اقتصادی لحاظ سے انصار مدینہ سے بالکل مختلف تھے بھائی چارے کے ذریعے یہ سب اختلافات نابود ہوگئے وہ سب آپس میں شیرو شکر ہوگئے اور عملی لحاظ سے بھائی بندی کا یہ رشتہ خون کے رشتے سے بھی مقدم ہوگیا اور زندگی بھر ان دینی بھائیوں نے اس رشتہ کو سب سے زیادہ اہمیت دی۔

رسول اللہ ﷺ نے صلح حدیبیہ اور غزوہ خیبر کے بعد مدینہ آنے والے بعض مہاجرین کو بھی انصار مدینہ کے ساتھ بھائی بندی کے اس رشتہ میں منسلک کیا تھا۔

اسلامی معاشرے کے قیام و استحکام کا یہ دینی عمل عہد نبویؐ کے اواخر تک جاری رہا تھا اور اس کے ذریعے مسلمانوں کی تربیت اور امت مسلمہ کی تشکیل کا کام لیا گیا تھا۔

حضرت سلمان فارسیؓ سے کسی نے ان کے نسب کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے جواب دیا "میں اسلام کا بیٹا ہوں"

بعض مفسدینِ فرنگ اس بے مثل بھائی بندی کے اصل مقصد اور روح کو سمجھ نہیں سکے اور کہتے ہیں کہ مدینہ میں مہاجرین اور انصار کے درمیان دو دو کی ٹولیاں بنانے اور انہیں ایک دوسرے کا

بھائی قرار دینے سے رسول اللہ ﷺ اصل میں جنگی مقاصد حاصل کرنا چاہتے تھے. اس بھائی چارے کا مقصد لڑائی کے میدان میں دو مسلمانوں اور مسلمانوں کے دو طبقوں (انصار اور مہاجرین) کے درمیان فوجی ہم آہنگی پیدا کرنا تھا اور ایک بھائی کو جنگ میں دوسرے کی مدد اور تعاون کا پابند کرنا تھا لیکن جب رسول اللہ ﷺ نے مکہ میں دو دو مسلمانوں کے درمیان بھائی بندی کا رشتہ قائم کیا تھا اس وقت تک تو مسلمانوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لڑائی کے لئے ہتھیار اٹھانے کی اجازت ہی نہیں تھی مکہ میں مشرکین کے ساتھ کسی لڑائی کا سوچا بھی نہیں جا سکتا تھا.
پھر صلح حدیبیہ اور غزوہ خیبر کے بعد تو مسلمانوں کو کسی ایسی جنگی ہم آہنگی بذریعہ بھائی بندی کی کوئی زیادہ ضرورت بھی نہ تھی.

اصل میں وہ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اس وقت مسلمان فوجی اور عسکری تنظیم اور صلاحیت نہیں رکھتے تھے اور اس قابل نہیں تھے کہ اسلام کے دشمنوں سے مسلح یا غیر مسلح مقابلہ کرسکیں اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اس بھائی بندی کے ذریعے عسکری نظم قائم کرنے کی کوشش کی تھی لیکن اس دور کی لڑائیوں میں مسلمانوں کی شاندار کامیابیاں ہی ان مفسدینِ فرنگ کے اس دعوے کی تردید کے لئے کافی ہیں.

اس بھائی بندی کے رشتہ سے وہ عرب جن میں خودداری' انفرادیت اور کبر و نخوت کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی جو اپنے قبیلے کے سردار کے سوا کسی اور کی فرمانبرداری کا تصور بھی نہیں کرسکتے تھے ان کے مختلف گروہوں کے درمیان ایسا تعلق قائم ہوگیا تھا کہ خون کے رشتے اور تعلق بھی پیچھے رہ گئے تھے اور انصارِ مدینہ اپنی ضروریات پر اپنے مہاجر بھائیوں کی ضرورت کو ترجیح دینے لگے تھے.

جب یہودی قبیلہ بنو نضیر کی زمینیں اور باغات مسلمانوں کے قبضہ میں آ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے انصار مدینہ سے فرمایا "اگر تمہاری مرضی ہو تو یہ زمینیں اور باغات مہاجرین کو دے دیئے جائیں اور تمہارے جن باغات سے ان کو حصہ ملتا ہے وہ تمہارے ہو جائیں" تو انصار نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ یہ زمینیں اور باغات ہمارے مہاجر بھائیوں میں بانٹ دیں اور ہمارے نخلستان بھی انہی کے قبضہ میں رہنے دیں"
انصار کے عطیہ کے یہ نخلستان اور زمینیں غزوہ خیبر کے بعد مہاجرین نے انہیں واپس لوٹا دیئے تھے بھائی چارے کے رشتہ میں منسلک انصار و مہاجرین ایک دوسرے کے ترکہ میں بھی حصہ پانے لگے تھے اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے ترکہ خون کے رشتہ والوں تک محدود فرما دیا. جب بحرین

فتح ہوا تو رسول اللہ ﷺ نے انصار کو طلب فرمایا اور کہا میں بحرین کی زمینیں تم میں (انصار میں) تقسیم کرنا چاہتا ہوں۔

انصار نے جواب دیا "یا رسولؐ اللہ پہلے ہمارے مہاجر بھائیوں کو اتنی ہی زمینیں عنایت فرما دیجئے اس کے بعد ہم زمینیں لینا منظور کریں گے"

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں انصار مدینہ کے اسی جذبہ ایثار و قربانی کے بارے میں فرمایا۔

- "گو انہیں خود تنگی ہو پھر بھی وہ اپنے اوپر دوسروں کو ترجیح دیتے ہیں" (11:59)

دستورِ مدینہ

خوف زدہ معاشرہ

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت یثرب کا معاشرہ ایک خوفزدہ قبائلی معاشرہ تھا ایک دوسری سے الگ بیس کے قریب آبادیوں میں رہنے والے درجنوں عرب اور یہودی قبیلے کئی متحارب گروہوں میں بٹے ہوئے تھے. صدیوں پرانے قبائلی تعصب تفاخر رسوم اور روابط کے بندھنوں میں جکڑے ہوئے اس معاشرے کے افراد بھی خوف زدہ رہتے تھے اور گروہ بھی کیونکہ وہاں پر ایسا کوئی نظام نہیں تھا جو انہیں تحفظ فراہم کرسکتا اپنے معروضی اور ترکیبی کوائف کی وجہ سے یہ معاشرہ مکی معاشرے سے بھی مختلف تھا اور ریگستانوں میں گھومنے پھرنے والے خانہ بدوش قبائل سے بھی الگ نوعیت رکھتا تھا مکہ مکرمہ میں اس وقت ایک چھوٹی سی شہری ریاست قائم تھی جس کے اکثر عوام اور حکمران ایک ہی نسل اور قبیلے سے تعلق رکھتے تھے مکہ مکرمہ کے مشرکوں اور تاجروں نے اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے ایک نظم قائم کرلیا تھا یثرب میں یہودی اور کچھ عیسائی بھی رہتے تھے عربوں کی اکثریت اگرچہ اسلام قبول کرچکی تھی لیکن ان میں سے کچھ ابھی تک اپنے آبائی مشرکانہ دین پر قائم تھے اس طرح یثرب کے معاشرے میں مکہ مکرمہ کی مانند نہ تو دینی اتحاد تھا اور نہ ہی نسلی وحدت پائی جاتی تھی ریگستانوں کے خانہ بدوش قبائل میں بھی ایک طرح کی وحدت اور نظم ہوتے تھے سردار قبیلے کا ایک قسم کا حاکم ہوتا تھا اس حاکم کا حکم قبیلے کے اہل رائے کافیصلہ اور روایات قبیلے میں ہم آہنگی وحدت اور نظم قائم رکھتے تھے لیکن یثرب کے حالات ان سے بھی مختلف تھے یہاں لوگ کھیتی باڑی کرتے تھے اور کسی مجبوری کے وقت نقل مکانی کرکے کہیں اور نہیں جاسکتے تھے اس لئے وہ کئی قسم کے سمجھوتے (Compromise) کرنے

پر مجبور تھے یثرب کے درجنوں قبائل کے اپنے اپنے الگ سردار تھے ہر آبادی خود مختار تھی جس کا اپنا نقیب اور عریف (نائب) اور پنچائت تھے اپنے وجود کھیتوں باغوں اور مفادات کے تحفظ کے لئے ہر آبادی کے رہنے والے اپنے سردار کا حکم ماننے پر تیار رہتے تھے اپنے اپنے تعصبات اور مفادات کے تحفظ کے لئے وہ صدیوں سے آپس میں لڑتے آئے تھے ان لڑائیوں کی وجہ سے انہوں نے اندرونی اور بیرونی کئی اتحاد قائم کررکھے تھے اہل کتاب یہودیوں نے اپنے وجود اور مفادات کے تحفظ کے لئے مشرک عربوں سے جو جنگی اتحاد قائم کئے ہوئے تھے عربوں کی اکثریت کے اسلام قبول کرلینے کے باوجود وہ اتحاد مستحکم تھے جنگ بعاث میں جو یہودی اوس کے ساتھ تھے وہ اب بھی اوس کے اتحادی تھے کیونکہ ان کی اکثر آبادیاں اوس کی آبادیوں کے قریب تھیں اس جنگ میں یہودیوں کے دکاندار اور دستکار قبیلے بنو قینقاع نے خزرج کا ساتھ دیا تھا کیونکہ ان کے بازار اور آبادی خزرج کے پڑوس میں تھے اب بھی وہ اپنے کو خزرج سے قریب سمجھتے تھے جو چھوٹے عرب قبیلے کسی بڑی یہودی آبادی کے قریب رہتے تھے وہ ان یہودیوں کے زیر اثر تھے اور اپنے بڑے قبیلے سے ان کا تعلق زیادہ مضبوط نہیں ہوتا تھا۔

یثرب کے رہنے والوں کی اس باہمی تقسیم بلکہ تقسیم در تقسیم اور گروہ بندیوں کے اندر گروہ بندیوں کی وجہ سے وہاں قبائلی اتحاد بھی نہیں تھا۔ اس معاشرے میں کسی قسم کی کوئی اجتماعی تعمیری توانائی باقی نہیں بچی تھی چھوٹے سے محدود خطہ یثرب میں رہنے والوں کی اس الجھی ہوئی تقسیم در تقسیم سے سازش کی منفی قوتوں کو تقویت ملتی تھی اور اس کی تعمیری توانائیوں کی جگہ تخریبی توانائیوں نے لے لی تھی۔

اسلام یثرب کے لئے ہی نہیں پوری انسانیت کے لئے حیات نو کا پیغام تھا رسول اللہ ﷺ کی آمد سے یثرب مدینۃ النبیؐ اور اس مشن کا مرکز بن گیا تھا جو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو سونپا تھا۔ اس مشن کی تکمیل کے لئے مرکز اسلام میں ایک نظم کا قیام ضروری تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے ساری صورتحال کو سامنے رکھتے ہوئے اس مشن کی تکمیل کے مقاصد متعین فرمائے اور ان سب بستیوں اور ان میں رہنے والوں کے لئے ایک دستور العمل تیار کرکے نافذ فرما دیا اس دستور کے نفاذ سے سیاسی نظم اور معاشرے کی بنیاد پڑ گئی اور آگے چل کر اسی بنیاد پر اسلامی سیاسی معاشرے اور ریاست کی تعمیر مکمل ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ کا تیار اور نافذ کردہ دستور العمل یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(1) یہ کتاب (دستور)(1) اللہ کے نبی محمد رسول اللہ ﷺ(2) کی طرف سے ہے قریش کے مومن مسلمانوں یثرب کے مومن مسلمانوں اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی تھی اور ان کے ساتھ شامل ہو کر لڑائی کی تھی(3) ان کے باہمی تعلقات اس دستور العمل کے مطابق ہوں گے۔

(2) یہ سب (جن کے بارے میں یہ کتاب ہے) ایک سیاسی وحدت ہیں اور باقی سب لوگ ان سے الگ ہیں۔

(3) مہاجرین (جو قریش سے تعلق رکھتے ہیں) اپنے رواج کے مطابق دیت دیں گے اور اپنے قیدی فدیہ دے کر چھڑائیں گے اور ایسا کرتے وقت مسلمانوں کے باہمی عدل اور حسن سلوک کے اصولوں پر عمل کریں گے۔

(4) بنی عوف اسی رواج کے مطابق خون بہا ادا کریں گے جس پر وہ اسلام لانے سے پہلے عمل کیا کرتے تھے اور ان میں سے ہر گروہ مروجہ طریقے سے فدیہ دے کر اپنے قیدی چھڑائے گا اور ایسا کرتے وقت وہ مسلمانوں کے باہمی عدل اور حسن سلوک کے اصولوں پر عمل کریں گے۔

(5) بنو ساعدہ اسی رواج کے مطابق خون بہا ادا کریں گے جس پر وہ اسلام لانے سے پہلے عمل کرتے تھے اور ان میں سے ہر گروہ اپنے قیدی مروجہ طریقے سے فدیہ دے کر چھڑائے گا اور ایسا کرتے وقت وہ مسلمانوں کے باہمی انصاف اور حسن سلوک کے اصولوں پر عمل کریں گے۔

(6) بنو حارث بن خزرج اسی رواج کے مطابق خون بہا ادا کریں گے جس پر وہ اسلام لانے سے پہلے عمل کیا کرتے تھے اور ان میں سے ہر گروہ اپنے قیدی مروجہ طریقے سے فدیہ دے کر چھڑائے گا اور ایسا کرتے وقت وہ مسلمانوں کے باہمی انصاف اور حسن سلوک کے اصولوں پر عمل کریں گے۔

(7) بنو جشم اپنے اسی رواج کے مطابق خون بہا ادا کریں گے جس پر وہ اسلام لانے سے پہلے عمل کیا کرتے تھے اور ان میں سے ہر گروہ اپنے قیدی مروجہ طریقے سے فدیہ دے کر چھڑائے گا اور ایسا کرتے وقت وہ مسلمانوں کے باہمی انصاف اور حسن سلوک کے اصولوں پر عمل کریں گے۔

(8) بنو نجار اپنے اسی رواج کے مطابق خون بہا ادا کریں گے جس پر وہ اسلام لانے سے پہلے

عمل کیا کرتے تھے اور ان میں سے ہر گروہ اپنے قیدی مروجہ طریقے سے فدیہ دے کر چھڑائے گا اور ایسا کرتے وقت وہ مسلمانوں کے باہمی انصاف اور حسن سلوک کے اصولوں پر عمل کریں گے۔

(9) بنو عمرو بن عوف اسی رواج کے مطابق خون بہا ادا کریں گے جس پر وہ اسلام لانے سے پہلے عمل کیا کرتے تھے اور ان میں سے ہر گروہ اپنے قیدی مروجہ طریقے سے فدیہ دے کر چھڑائے گا اور ایسا کرتے وقت وہ مسلمانوں کے باہمی انصاف اور حسن سلوک کے اصولوں پر عمل کریں گے۔

(10) بنو النبیت اسی رواج کے مطابق خون بہا ادا کریں گے جن پر وہ اسلام قبول کرنے سے پہلے عمل کیا کرتے تھے اور ان میں سے ہر گروہ اپنے قیدی مروجہ طریقے سے فدیہ دے کر چھڑائے گا اور ایسا کرتے وقت وہ مسلمانوں کے باہمی انصاف اور حسن سلوک کے اصولوں پر عمل کریں گے۔

(11) اور بنو الاوس اسی رواج کے مطابق خون بہا ادا کریں گے جس پر وہ اسلام لانے سے پہلے عمل کیا کرتے تھے اور ان میں سے ہر گروہ اپنے قیدی مروجہ طریقے سے فدیہ دے کر چھڑائے گا اور ایسا کرتے وقت وہ مسلمانوں کے باہمی انصاف اور حسن سلوک کے اصولوں پر عمل کریں گے۔

(12) الف : اہل ایمان اپنے میں سے کسی زیر بار قرضدار کو (خون بہا/فدیہ دینے کے معاملے میں) بے یارو مدد گار نہیں چھوڑیں گے بلکہ قاعدہ کے مطابق خون بہا فدیہ (جو بھی اس کے ذمہ ہو) ادا کرنے میں اس کی مدد کریں گے۔
ب : کوئی مومن کسی دوسرے مومن کے مولیٰ کو اس کے آقا کی اجازت کے بغیر اپنے حلیف کے طور پر قبول نہیں کرے گا۔

(13) تمام متقی اہل ایمان متحد ہو کر اس شخص کے خلاف اٹھ کھڑے ہوں گے جو سر کشی اختیار کرے، ظلم گناہ اور تعدی کے طریقے اپنائے یا ایمان والوں میں فساد پھیلائے ایسا کرنے والے شخص کی مخالفت میں ایمان والوں کے ہاتھ ایک ساتھ اٹھیں گے خواہ وہ ان میں سے کسی کا بیٹا ہی کیوں نہ ہو۔

(14) کوئی مومن، کسی دوسرے مومن کو کافر کے بدلے قتل نہیں کرے گا اور نہ ہی مومن کے خلاف وہ کسی کافر کی مدد کرے گا۔

(15) خدا کا ذمہ (خدا کے لئے کسی کو تحفظ دینا) غیر منقسم ہوگا مسلمانوں میں سے کوئی ادنیٰ فرد بھی ان سب کی طرف سے کسی کو پناہ دے سکے گا مومن باقی سب لوگوں کے مقابلہ میں ایک دوسرے کے بھائی اور محافظ ہیں۔

(16) یہودیوں میں سے جو کوئی ہماری اتباع کرے گا اسے امداد اور مساوات حاصل ہو گی اس پر نہ تو ظلم کیا جائے گا اور نہ ہی اس کے دشمن کی مدد کی جائے گی۔

(17) مومنوں کی صلح غیر منقسم (ایک) ہوگی اللہ کی راہ میں لڑائی کے وقت کوئی مومن دوسرے مومن کو چھوڑ کر (دشمن) کے ساتھ الگ سے صلح نہیں کرے گا جب تک یہ صلح سب کے لئے یکساں اور عدل کے اصولوں پر نہ ہو۔

(18) وہ تمام گروہ جو لڑائی میں ہمارے ساتھ شریک ہوں گے وہ باری باری ایک دوسرے کی جگہ لیں گے(4)

(19) مومن اللہ کی راہ میں اٹھائے نقصان کا (کفار سے) انتقام لینے میں ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

(20) بلا شبہ متقی مومن (مدینہ کے مسلمان) سب سے اچھے اور سب سے سیدھے راستے پر قائم ہیں۔

(21) مدینہ کا کوئی مشرک قریش (مکہ) کے کسی شخص کو جان اور مال کی کسی طرح کی پناہ نہیں دے گا اور نہ ہی مسلمان کے مقابلے میں اس کی (کسی قریشی کی) مدد کرے گا۔

(22) جو شخص کسی مومن کو عمداً قتل کرے گا اگر اس کا ثبوت پیش ہو جائے تو اسے مقتول کے عوض (بطور قصاص) قتل کیا جائے گا الا یہ کہ مقتول کا ولی خون بہا لینے پر راضی ہو جائے اور تمام اہل ایمان اس کی تعمیل کے لئے متحد ہو کر اٹھیں گے اور اس کے سوا ان کے لئے کوئی اور چیز جائز نہیں ہو گی۔

(23) کسی ایمان والے کے لئے جو اس دستور العمل کے مندرجات کی تعمیل کا اقرار کر چکا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لا چکا ہے ہرگز جائز نہ ہوگا کہ وہ کوئی نئی بات نکال کر فتنہ انگیزی کے ذمہ دار کی حمایت کرے یا اسے پناہ دے جو کوئی ایسے کسی (مجرم) کی حمایت اور مدد کرے گا یا اسے پناہ دے گا تو قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کی لعنت اور اس کا غضب اس پر نازل ہوں گے اور اس سے کوئی فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا اور نہ ہی اس کا کوئی اجر قبول ہوگا۔

(24) جب تم میں کسی معاملے کے بارے میں اختلاف رائے ہوجائے تو وہ معاملہ فیصلے کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کے پاس لے جایا جائے گا۔

(25) جب تک یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر لڑائی میں شامل ہوتے رہیں گے وہ مصارف جنگ میں حصہ ڈالتے رہیں گے۔

(26) بنی عوف کے (حلیف) یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک پارٹی ہیں(5) یہودیوں کے لئے ان کا دین ہے اور مسلمانوں کے لئے ان کا دین ہے خواہ موالی ہوں یا اصل البتہ جو کوئی ظلم یا عہد شکنی کرے گا (اسے وہ حقوق حاصل نہیں ہوں گے) اور ایسا کرنے والا اپنی ذات اور اپنے گھرانے کے سوا کسی اور کو ہلاکت و فساد میں نہیں ڈالے گا۔

(27) اور بنی نجار کے (حلیف) یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہیں جو بنی عوف کے (حلیف) یہودیوں کے ہیں۔

(28) بنی الحارث کے (حلیف) یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہیں جو بنی عوف کے (حلیف) یہودیوں کے ہیں۔

(29) بنی ساعدہ کے (حلیف) یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہیں جو بنی عوف کے (حلیف) یہودیوں کے ہیں۔

(30) بنی جشم کے (حلیف) یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہیں جو بنی عوف کے (حلیف) یہودیوں کے ہیں۔

(31) بنی اوس کے (حلیف) یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہیں جو بنی عوف کے (حلیف) یہودیوں کے ہیں۔

(32) بنی ثعلبہ کے (حلیف) یہودیوں کے بھی وہی حقوق ہیں جو بنی عوف کے (حلیف) یہودیوں کے ہیں البتہ جو کوئی ظلم کرے گا یا عہد شکنی کرے گا (اس کو وہ حقوق حاصل نہیں رہیں گے) لیکن ایسا کرنے والا اپنی ذات اور اپنے گھرانے کے علاوہ کسی اور کو ہلاکت اور فساد میں نہیں ڈالے گا۔

(33) جفنہ کو بھی جو (قبیلہ) ثعلبہ کی ایک شاخ ہے وہی حقوق حاصل ہیں جو ان کی اصل کو حاصل ہیں۔

(34) بنی شطیبہ کو بھی وہی حقوق حاصل ہیں جو بنی عوف کے (حلیف) یہودیوں کو حاصل ہیں اور ہر ایک پر اس (دستور العمل) کی خلوص دل سے وفا شعاری لازم ہے جو عہد شکنی سے

روکتی ہے۔

(35) اور ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کے ہیں۔

(36) یہودی (قبائل) کی ذیلی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو (ان کی) اصل کے ہیں۔

(37) الف : اور ان میں سے کوئی بھی(6) محمد ﷺ کی اجازت کے بغیر (فوجی کارروائی) کے لئے نہیں نکلے گا۔

ب : اور کسی ضرب یا زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی۔

ج : اور جو کوئی ناحق قتل اور خونریزی کرے گا تو اس کی ذمہ داری اس کی ذات اور اس کے گھرانے پر ہوگی بجز ایسے شخص کے جس پر ظلم کیا گیا ہو اور خدا اس کے ساتھ ہے جو اس (دستور العمل) کی زیادہ سے زیادہ وفا شعاری سے تعمیل کرے۔

(38) اور جو کوئی اس صحیفہ (دستور العمل) والے لوگوں کے خلاف جنگ کرے گا (مسلمان اور یہودی) مل کر اس کے خلاف لڑیں گے (ایک دوسرے کی مدد کریں گے) ان کا عمل ایک دوسرے کی خیر خواہی کا ہوگا وہ خلوص کے ساتھ ایک دوسرے کی خیر خواہی کریں گے اور ان کا طریقہ وفا داری کا ہوگا عہد شکنی کا نہیں اور یہودیوں پر ان کے جنگ کے خرچ کا بار ہو گا اور مسلمانوں پر ان کے جنگ کے اپنے خرچ کا بار ہوگا۔

(39) کوئی شخص اپنے حلیف کی بدعملی کا ذمہ دار نہیں ہوگا اور مظلوم کی بہرحال مدد کی جائے گی۔

(40) اور یہودی جنگ کا بار اس وقت تک برداشت کرتے رہیں گے جب تک وہ (مسلمانوں کے ساتھ) مل کر جنگ میں شریک رہیں گے۔

(41) یثرب کا جوف (مدینہ منورہ کا میدانی اور پہاڑی علاقہ) اس دستور العمل والوں کے لئے حرم (مقدس اور محترم) ہو گا۔

(42) پناہ حاصل کرنے والے سے ویسا ہی برتاؤ کیا جائے گا جو پناہ دینے والے کے ساتھ کیا جائے نہ اسے (پناہ حاصل کرنے والے کو) ضرر پہنچایا جائے اور نہ ہی وہ کسی جرم کا ارتکاب کرے گا۔

(43) کسی پناہ گاہ میں وہاں کے لوگوں کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہیں دی جائے گی(7)

(44) اس دستور العمل کے ماننے والوں میں اگر کوئی (آپس میں) ایسا تنازعہ یا جھگڑا پیدا ہو

جائے جس سے نقصان اور فساد کا اندیشہ ہو تو اس متنازعہ امر میں فیصلے کے لئے اللہ اور اس کے رسول (ﷺ) کی طرف رجوع کرنا ہوگا اور اللہ کی (تائید) اس شخص کے ساتھ ہے جو اس صحیفہ کے مندرجات کی زیادہ احتیاط اور وفا شعاری کے ساتھ تعمیل کرے گا۔

(45) قریش مکہ اور ان کے حامیوں کو کوئی پناہ نہیں دی جائے گی۔

(46) اگر کوئی یثرب (مدینہ) پر حملہ کرے گا تو اس کے مقابلے میں یہ (سب اہل دستور العمل) ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

(47) اگر انہیں (یہودیوں کو) کسی سے صلح کر لینے اور اس پر قائم رہنے کی (مسلمانوں کی طرف سے) دعوت دی جائے تو وہ اسے قبول کرلیں گے اس طرح جب وہ (یہودی) کسی ایسی ہی صلح کے لئے دعوت دیں تو مومنین اسے قبول کرلیں گے الا یہ کہ کوئی دین کے لئے جنگ کرے۔

(48) تمام فریق اپنی اپنی جانب کے علاقہ کے دفاع کے ذمہ دار ہوں گے۔

(49) قبیلہ اوس کے (حلیف) یہودیوں کو، خواہ وہ اصل ہوں یا موالی، وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اس دستور العمل کے ماننے والوں کو حاصل ہیں اور وہ بھی اس صحیفہ والوں کے ساتھ خالص وفا شعاری کا برتاؤ کریں گے اور اس دستور کی پابندی کریں گے اور عہد شکنی نہیں کریں گے۔

(50) جو کوئی جیسا عمل کرے گا ویسا ہی بھرے گا زیادتی کرنے والا اپنے نفس پر زیادتی کرے گا اور اللہ اس کے ساتھ ہے جو اس صحیفہ کے مندرجات کی زیادہ سے زیادہ صدق دل سے وفاداری سے تعمیل کرے۔

(51) یہ دستور (کتاب) کسی ظالم یا مجرم (کو اس کے کسی جرم کی سزا سے بچانے کے لئے) رکاوٹ نہیں بنے گا جو جنگ کے لئے نکلے وہ بھی اور جو گھر (شہر) میں بیٹھا رہے وہ بھی امن کا حقدار ہوگا (یعنی امن ناقابل تقسیم ہے) البتہ وہ لوگ امن کے حقدار نہیں ہوں گے جو ظلم اور جرم کریں گے۔

(52) خدا اس شخص کا مددگار ہے جو عہد و پیمان کی وفاداری اور تقویٰ سے تعمیل کرے اور محمد رسول اللہ ﷺ بھی اس کے حامی (خیر اندیش) ہیں۔

دستور مدینہ کی متعدد دفعات سے صاف ظاہر ہے کہ یہ اس ریاست کی حدود (جوف مدینہ) میں بسنے والے سب گروہوں اور اہل رائے کی مرضی اور منظوری سے تیار اور نافذ کیا گیا تھا یثرب

کے مسلمانوں اور غیر مسلموں کا وہ اجلاس جس میں یہ دستور منظور اور نافذ کیا گیا حضرت انسؓ بن مالک کے والد کے گھر میں ہوا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی تجویز پر یہ دستور العمل اجلاس میں تیار کیا گیا تھا(8)

رسول اللہ ﷺ نے بنو نجار کے محلے میں اترنے کے بعد سب سے پہلے مسجد کی تعمیر کا حکم دیا مسجد کی تعمیر ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ آپؐ نے اسلامی ریاست اور معاشرے کے سنگ بنیاد کی حیثیت رکھنے والا یہ دستور نافذ کر دیا اس دستور کی نوعیت اور اہمیت کو اچھی طرح سمجھنے کے لئے اس کا مجموعی اور اس کی مختلف دفعات کا الگ الگ تجزیہ ضروری ہے۔

تشریح

دفعہ 1: یہ دفعہ دستور کی تمہید (Preamble) ہے جس میں اس دستور کے بارے میں وضاحت کردی ہے کہ یہ

- دستور اللہ کے نبی ﷺ کی طرف سے ہے
- مکہ مکرمہ سے ہجرت کرکے یثرب آنے والے قریشی مومن مسلمانوں _____ اور
- یثرب کے مومن مسلمانوں اور جن لوگوں نے ان کی پیروی کی اوران کے ساتھ لڑائیوں میں شامل رہ چکے تھے ان سب کے آپس کے تعلقات اور معاملات اس دستور العمل کے مطابق ہوں گے۔

رسول اللہ ﷺ کو یثرب آئے ابھی تھوڑا ہی عرصہ ہوا تھا(9) اور اللہ تعالیٰ کی طرف سے ابھی جہاد کی اجازت نہیں ملی تھی(10) ابھی نہ تو رسول اللہ ﷺ نے کسی سے کوئی لڑائی کی تھی اور نہ ہی مہاجر مسلمانوں نے کسی جنگ میں شمولیت کی تھی. یثرب کا کوئی گروہ اس وقت تک مہاجرین کے ساتھ مل کر کسی لڑائی میں کبھی شامل نہیں ہوا تھا مہاجر مسلمانوں اور یثرب کے مسلمانوں کا الگ الگ ذکر کرنے کے بعد دستور العمل میں اس تیسرے گروہ کا خاص طور پر ذکر کرنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دستور کسی ایسے گروہ کے بارے میں بھی ہے جو مسلمان تو نہیں تھا مگر مسلمانوں کے ایک گروہ کی پیروی کرتا رہا تھا اور ان کے ساتھ شامل ہوکرلڑتا بھی رہا تھا اور یہ گروہ یثرب کے یہودیوں کا ہی ہو سکتا تھا.

یثرب کے مسلمانوں کا دو بڑے قبیلوں سے تعلق تھا بنی اوس سے اور بنی خزرج سے ان دونوں قبیلوں کے درمیان بہت سی لڑائیاں ہو چکی تھیں ہجرت سے پانچ سال پہلے جنگ بعاث ہوئی

تو اس جنگ میں یثرب کے کچھ یہودی قبائل اوس کے ساتھ شامل ہوکر لڑے تھے اور باقی یہودیوں نے اس جنگ میں (اور بعض پہلی جنگوں میں بھی) خزرج کا ساتھ دیا تھا سب مورخ اور اہل علم مانتے ہیں کہ یثرب کے یہودی مالدار تو تھے لیکن اپنے تحفظ کے لئے وہ یثرب کے مقامی اور ارد گرد کے عرب قبائل ۔سے اتحاد کرنے پر مجبور تھے اسی مجبوری اور اتحاد کی وجہ سے وہ اوس اور خزرج کی لڑائیوں میں ہمیشہ شامل رہتے تھے جزیرہ نمائے عرب کے اس دور کے رواج کے مطابق جب کوئی کمزور قبیلہ یا گروہ کسی طاقتور قبیلے یا گروہ سے اتحاد کا معاہدہ کرتا تھا تو اسے طاقتور قبیلے کی سیاسی امور میں پیروی کرنا پڑتی تھی اس حوالے سے جو یہودی قبائل اوس کے اتحادی تھے اور ان کے ساتھ شامل ہوکر لڑائی میں شامل ہوتے رہے تھے وہ اوس کے پیرو کار تھے اور جن یہودی قبائل کا خزرج سے اتحاد تھا اور ان کے ساتھ شامل ہوکر لڑتے رہے تھے وہ ابھی تک خزرج کے ہی پیرو کار تھے اوس اور خزرج کی اکثریت مسلمان ہوچکی تھی دستور العمل میں ان دونوں قبیلوں سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں کا ایک ہی مومن مسلمان جماعت کی حیثیت سے ذکر کیا گیا ہے لہٰذا یہ تیسرا گروہ اوس اور خزرج کے ان حلیف یہودیوں کا ہی ہے جن میں سب سے اہم بنو قینقاع، بنو نضیر اور قریظہ تھے۔

یثرب میں اور یہودی قبائل بھی رہتے تھے مگر اہم قبیلے بنو قینقاع ' بنو نضیر ' اور بنو قریظہ ' ہی تھے. اس لئے پیروی اور جنگ میں شرکت میں بھی وہی اہم ہو سکتے تھے جب یہ دستور تیار اور نافذ کیا گیا تھا اس وقت یثرب میں کچھ مشرک بھی تھے جن کا تعلق اوس اور خزرج کی مختلف شاخوں سے تھا. دستور العمل میں مشرکوں کو ایک گروہ یا جماعت کی حیثیت سے شامل نہیں کیا گیا کیونکہ سیاسی اور روایتی طور پر وہ کوئی الگ حیثیت نہیں رکھتے بلکہ ایسے سارے معاملات میں اس وقت بھی وہ اپنے اپنے قبیلے کے نظم کا حصہ تھے ویسے بھی مشرکین کو اس معاشرے میں اس وقت کوئی مضبوط حیثیت حاصل نہیں رہی تھی. رسول اللہ ﷺ جب مدینہ تشریف لائے تو آپؐ کو اوس اور خزرج کے چند افراد ابو قیس اور ابو عامر وغیرہ کو نکال کر باقی سب اہم افراد کی حمایت حاصل تھی(11) ان دونوں کے اسلام قبول نہ کرنے کی بڑی وجہ یہ تھی کہ ان کے قبیلے جو تعداد کے لحاظ سے چھوٹے تھے' ان کی زمینیں اور آبادیاں دو بڑے یہودی قبائل بنو نضیر اور بنو قریظہ کے درمیان گھری ہوئی تھیں اور وہ ان یہودیوں کے زیر اثر تھے. یہ عرب قبائل اوس منات کہلاتے تھے باقی تقریباً" سب عرب اسلام قبول کر چکے تھے.

دفعہ 2: اس دفعہ میں دو چیزیں اہم ہیں ایک یہ کہ اس دستور کو ماننے والے ایک سیاسی وحدت

(امت) ہیں اور دوسرے یہ کہ باقی سب لوگ ان سے الگ ہیں سیاسی وحدت کے لئے "امت" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے اس لفظ کے مختلف لغوی معانی اور استعمالات کا ہم حواشی میں ذکر کر چکے ہیں اس کی روشنی میں اس سیاسی وحدت سے مراد وہ سب لوگ ہیں جو ریاست کی ان حدود کے اندر بستے ہیں جن کا دستور کی دفعہ 41 میں تعین کر دیا گیا ہے یعنی یثرب کے جوف میں رہنے والے سب لوگ "باقی سب لوگ" سے مراد وہ قبائل اور افراد ہیں جو ان حدود سے باہر بستے تھے اس وقت مدینہ کے جوف سے باہر مسلمانوں کی آبادی زیادہ نہیں تھی تھوڑے سے مسلمان مکہ میں تھے جنہیں جبراً ہجرت سے روک لیا گیا تھا یا وہ کسی اور مجبوری کی وجہ سے ہجرت نہیں کر سکے تھے اوس اور خزرج کے قبائل ان حدود کے اندر آباد تھے جنگ بعاث میں ان حدود سے باہر رہنے والے کچھ عرب قبائل نے بھی شرکت کی تھی لیکن وہ اس ریاست کی حدود سے باہر تھے اس لئے وہ بھی اس سیاسی وحدت میں شامل نہیں تھے جو یہودی خیبر یا دیگر بستیوں میں رہتے تھے وہ بھی "باقی" میں شامل تھے اور الگ پارٹی تھے۔

دفعہ 3: یہ دفعہ ان مہاجر مسلمانوں کے بارے میں ہے جو قریشی تھے اس دفعہ میں کہا گیا ہے کہ یہ مہاجر مسلمان اپنے پرانے رواج کے مطابق دیت دیں گے اگر ان میں سے کسی کو قیدی بنالیا جائے تو وہ اسی پرانے رواج کے مطابق فدیہ ادا کرکے اسے رہا کرائیں گے اور دیت ادا کرنے اور قیدی رہا کرانے میں وہ عدل اور انصاف کے ان اصولوں کو سامنے رکھیں گے جو مسلمانوں میں رائج ہیں اور یہ معاملات طے کرتے وقت عدل اور حسن سلوک کے ان اصولوں پر عمل کریں گے جو مسلمانوں کا باہمی شیوہ ہے۔

اس دفعہ سے اور اس سے اگلی دفعات سے (چار تا گیارہ سے) ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت کے عرب معاشرے میں دیت یکساں نہیں تھی اگرچہ اس کا تفصیلی ذکر نہیں ملتا لیکن کچھ مثالیں موجود ہیں رسول اللہ ﷺ کے والد حضرت عبداللہ کی قربانی کے سلسلہ میں جب قریش کا وفد ایک خاتون عرافہ کے پاس گیا تھا تو اس نے ان سے پوچھا تھا کہ تمہارے ہاں (قریش میں) آدمی کی دیت کیا ہے؟ تو انہوں نے بتایا تھا کہ دس اونٹ رسول اللہ ﷺ کے ہجرت کرکے مدینہ تشریف لانے سے پہلے حضرت ابولبابہؓ کے دادا رفاع بن زنبر کو قبیلہ عمرو بن عوف کے ایک شخص نے قتل کر دیا تھا اور اس کی دیت کے طور پر اس قبیلے کو اپنے دو اطم (Strong Hold) دینا پڑے تھے۔ مدینہ کے یہودیوں میں بنو قریظہ کی دیت باقی یہودی قبائل کی نسبت سے آدھی تھی اگر اس قبیلے کا کوئی آدمی مار دیا جاتا تو اس کی جو دیت دی جاتی تھی وہ باقی یہودیوں کو ملنے والی دیت سے آدھی ہوتی

تھی اس کی بھی بہت سی مثالیں موجود ہیں کہ اگر کسی قبیلے کا کوئی بڑا آدمی یا سردار قتل کر دیا جاتا تھا تو وہ قبیلہ آپس میں مقررہ دیت قبول نہیں کرتا تھا اور کہتا تھا کہ ہمارے بڑے آدمی کے قتل کے بدلے میں ایک آدمی کو قتل کرنے سے بدلہ نہیں چکایا جاسکتا اس طرح طاقتور قبائل کمزور قبائل اور افراد سے مقررہ شرح سے زیادہ دیت وصول کرتے تھے اور انصاف کی بجائے بے انصافی اور ظلم کیا کرتے تھے. اس بے انصافی اور طاقت کے ذریعے زیادتی کرنے کے پرانے رویہ کو ختم کرنے کے لئے اور معاشرے میں انصاف کی جڑیں مضبوط کرنے کے لئے دستور مدینہ میں لکھ دیا گیا کہ قریش دیت اور فدیہ ادا کرنے میں تو اپنے پرانے اصول (مکہ والے) پر ہی عمل کریں گے مگر ایسا کرتے وقت انصاف اور حسن سلوک کے اصولوں پر عمل کریں گے تاکہ کسی قسم کی تلخی اور شکر رنجی پیدا نہ ہو.

دفعہ 4: یہ دفعہ قبیلہ خزرج کی شاخ بنی عوف اور اس میں شامل دیگر گروہوں اور خاندانوں کے بارے میں ہے بنی عوف خزرج کی پانچ بڑی شاخوں میں سے ایک تھی اس کی ذیلی شاخوں میں بالجبلہ (الحبلہ) اور قواقلہ بھی شامل تھے اسی قبیلے کے ایک سردار مالک بن الاجلان نے یثرب کے یہودیوں کو شکست دے کر اوس اور خزرج کو آزادی دلائی تھی عبداللہ بن ابی بن سلول کا بنی عوف کی شاخ بالجبلہ سے تعلق تھا بنی عوف یہودی قبیلے بنو قینقاع کے پڑوس میں رہتے تھے دستور مدینہ میں (وقتی طور پر) بنی عوف کو بھی اس کے پرانے رواج (شرح) سے دیت اور فدیہ ادا کرنے کی اجازت دیدی گئی ہے لیکن اس کے ساتھ ہی مسلمانوں کے آپس کے عدل وانصاف اور حسن سلوک کے اصولوں کی پابندی لازمی قرار دے دی گئی ہے.

اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنی عوف کی دیت اور فدیہ کی شرح دوسرے قبائل سے مختلف تھی.

دفعہ 5: یہ دفعہ بنو ساعدہ سے متعلق ہے بنو ساعدہ بھی بنو خزرج کی ایک شاخ تھی یہ ایک چھوٹا قبیلہ تھا اور جبل سلع کے مغرب میں آباد تھا حضرت سعدؓ بن عبادہ کا تعلق اسی قبیلے سے تھا. عقبہ کی بیعت کے وقت رسول اللہ ﷺ نے جو بارہ نقیب مقرر فرمائے تھے. ان میں حضرت سعدؓ بن عبادہ بھی شامل تھے رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد انصار مدینہ نے انہی سعدؓ بن عبادہ کا نام خلافت کے لئے پیش کیا تھا اس سے ثابت ہے کہ دستور کے نفاذ کے وقت بنو ساعدہ کی الگ حیثیت ہوتی تھی دستور مدینہ میں بنو ساعدہ کے بھی دیت اور فدیہ کے پرانے طریقے بحال رکھے گئے ہیں مگر ان کی ادائیگی میں بھی "مسلمانوں کے آپس کے عدل و انصاف اور حسن سلوک کے اصولوں کے مطابق" کی شرط عائد کر دی گئی ہے.

دفعہ 6: یہ دفعہ قبیلہ خزرج کی شاخ بنو حارث سے متعلق ہے اس قبیلے کا اور اس کی چھوٹی شاخوں کا پرانے رواج کے مطابق دیت اور فدیہ ادا کرنے کا حق برقرار رکھتے ہوئے انہیں بھی اسلام کے عدل و انصاف کے اور حسن سلوک کے اصولوں کا پابند کردیا گیا ہے رسول اللہ ﷺ نے عقبہ میں اس قبیلے کے لئے حضرت سعدؓ بن الربیع اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو نقیب مقرر فرمایا تھا حضرت ابو امامہؓ اسعدؓ بن زرارہ جنہیں حضورؐ نے نقیبوں پر نقیب مقرر فرمایا تھا وہ اور عبدالاشہل کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ آپس میں خالہ زاد بھائی تھے اور ان دونوں کی مائیں اس قبیلے سے تعلق رکھتی تھیں مشہور محدث حضرت ابو سعیدؓ خدری بھی بنو حارث سے تعلق رکھتے تھے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنو حارث کی اپنی الگ حیثیت تھی۔

دفعہ 7: اس دفعہ میں قبیلہ خزرج کی شاخ بنو جشم اور اس کی ذیلی شاخوں کو (وقتی طور پر) اپنے پرانے رواج کے مطابق دیت اور فدیہ ادا کرنے کی اجازت دی گئی ہے اور انہیں بھی ایسا کرتے ہوئے مسلمانوں کے آپس کے عدل و انصاف اور حسن سلوک کے اصولوں پر عمل کرنے کا پابند کردیا گیا ہے بنو جشم کی ذیلی شاخوں میں بنی سلمہ' بنی زریق اور بنی بیاضہ وغیرہ شامل تھے بنی زریق اور بنی بیاضہ خزرج کے سب سے جان توڑ کر لڑنے والے قبیلے تھے (اوس میں ان کی مانند لڑنے والے بنی ظفر تھے) اپنی قوت اور ذیلی قبیلوں کی جان توڑ کر لڑنے کی صلاحیت کی وجہ سے بنو جشم بہت اہم تھے ان میں سے صرف بنی بیاضہ کے اپنے نواظم تھے اسلام کی تبلیغ اور فروغ کی کوششوں میں بھی وہ بہت پرجوش تھے دوسری بیعت عقبہ میں بنو جشم کی شاخ بنو سلمہ کے افراد کی تعداد سب سے زیادہ تھی بنو سلمہ کے 29 افراد نے عقبہ میں رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس قبیلے میں سے تین نقیب مقرر فرمائے تھے۔ بنی زریق میں سے حضرت رافعؓ بن مالک کو اور بنی سلمہ میں سے حضرت براءؓ بن معرور اور عبداللہ بن عمرو کو بنو جشم اور عبداللہؓ بن ابی بن سلول کے درمیان آپس میں سخت دشمنی تھی کیونکہ بنو جشم کی شاخ بنو بیاضہ کے عمرو بن نعمان نے عبداللہ بن ابی سے خزرج قبیلے کی قیادت چھین لی تھی۔ عمرو بن نعمان سے اسی ذاتی دشمنی کی وجہ سے عبداللہ بن ابی بن سلول نے جنگ بعاث میں شرکت نہیں کی تھی جنگ بعاث میں خزرج کی قیادت عمرو بن نعمان نے کی تھی اوس کی قیادت حضرت اسیدؓ کے والد حضیر بن سماک نے کی تھی اور دونوں قبیلوں کے یہ کماندار اس جنگ میں مارے گئے تھے۔ عمرو بن نعمان بھی اور حضیر بن سماک بھی اسی وجہ سے بنو جشم کی اوس کے دو قبائل بنو ظفر اور بنو عبدالاشہل کے ساتھ سخت دشمنی تھی۔

دفعہ 8: یہ دفعہ خزرج کی شاخ بنو نجار کے بارے میں ہے اس دفعہ کے ذریعے بنو نجار اور اس کی دیگر شاخوں کو بھی اس کے پرانے رواج کے مطابق دیت اور فدیہ دینے کی اجازت دیدی گئی تھی اور انہیں بھی مسلمانوں کے باہمی عدل وانصاف اور حسن سلوک کے اصولوں کا پابند کر دیا گیا تھا۔ نجار قبیلہ خزرج کے جد امجد خزرج کے بیٹے عمرو کا پوتا تھا۔ خزرج کی اس شاخ کے سارے قبیلے اسی نجار کی اولاد تھے۔ بنو نجار مدینہ کے عربوں کا سب سے بڑا قبیلہ تھا افرادی تعداد کے لحاظ سے بنو خزرج اور بنو اوس کا کوئی قبیلہ اتنا بڑا نہیں تھا۔ یہ رسول اللہ ﷺ کے داوا کے ننھیال کا قبیلہ تھا۔ حضرت ابو امامہ اسعدؓ بن زرارہ جنہیں رسول اللہ نے جملہ نقیبوں پر نقیب مقرر فرمایا تھا' انہی بنو نجار سے تعلق رکھتے تھے۔ حضرت ابو ایوب انصاری ؓ بھی بنو نجار سے تعلق رکھتے تھے۔ ایک خیال یہ بھی ہے کہ عبداللہ بن ابی سلول کا تعلق بھی بنو نجار سے تھا لیکن یہ رائے کمزور ہے۔ زیادہ محکم یہ ہے کہ ان کی بیوی بنو نجار سے تھی اور ان کا اپنا تعلق بنی عوف کی شاخ الحبلہ (بالحلبہ) سے تھا۔

خزرج کے پانچ بیٹے تھے قبیلہ بنو خزرج کی سب شاخیں اور قبیلے ان پانچ بیٹوں کی اولاد تھے اسی وجہ سے وہ پانچ شاخوں یا قبیلوں کے حوالے سے آگے منقسم تھے۔ دستور مدینہ کی چار سے لے کر آٹھ تک پانچ دفعات ان ہی پانچ شاخوں یا قبیلوں کے بارے میں ہیں۔ ہر شاخ (قبیلے) کے بارے میں ایک دفعہ ہے۔

دفعہ 9: اس دفعہ میں قبیلہ اوس کی شاخ عمروؓ بن عوف اور اس کی ذیلی شاخوں (قبیلوں) کے اپنے پرانے رواج کے مطابق دیت اور فدیہ دینے کے حق کو برقرار رکھا گیا ہے اور انہیں بھی دیگر قبائل کی مانند ایسا کرتے وقت مسلمانوں کے باہمی عدل و انصاف اور حسن سلوک کے اصولوں پر عمل کرنے کا پابند بنا دیا گیا عمرو اوس کے بیٹے مالک کا بیٹا تھا اور عمرو بن عوف بنو اوس کا ایک اہم قبیلہ تھا رسول اللہ ﷺ نے بیعت عقبہ کے وقت اس قبیلے کے دو افراد حضرت سعدؓ بن خثیمہ اور حضرت رفاعہ بن عبدالمنذر کو نقیب مقرر فرمایا تھا۔ عمرو بن عوف کی آگے متعدد شاخیں تھیں ابو عامر (راہیب) جس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا اور اپنے قبیلے کے کچھ نوجوانوں کے ساتھ مکہ چلے گیا تھا اور قریش کے ساتھ مل کر جنگ احد میں شریک ہوا تھا۔ اس کا تعلق بھی اسی قبیلے کی ایک شاخ سے تھا۔

دفعہ 10: مالک کے دوسرے بیٹے کا نام عمرو تھا اس کی اولاد کو بنو النبیت کہا جاتا تھا۔ بنو النبیت میں بنو ظفر' بنو جشم' بنو عبدالاشہل' بنو حارثہ اور متعدد دیگر چھوٹے قبیلے شامل تھے۔ یہ دفعہ ان

سب قبائل سے متعلق ہے اور انہیں ایک وحدت قرار دے کر ان سب کو بھی ان کے پرانے رواج کے مطابق دیت اور فدیہ کا حق دے دیا گیا ہے اور دیگر قبائل کی مانند ایسا کرتے وقت انہیں بھی مسلمانوں کے باہمی عدل و انصاف اور حسن سلوک کے اصولوں پر عمل کرنے کا پابند کر دیا گیا ہے۔

بنو النبیت کا سردار حضیر بن سماک جنگ بعاث میں اوس کا کماندار تھا۔ اس کا تعلق بنو عبدالاشہل سے تھا رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت بنو عبدالاشہل کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ تھے جن کے کہنے پر ان کے سارے قبیلے نے ایک ہی دن میں اسلام قبول کر لیا تھا۔ حضرت سعد بن معاذ النبیت میں سب سے اہم فرد تھے۔ حضرت اسیدؓ بن حضیر جنہیں رسول اللہ ﷺ نے عقبہ کی بیعت کے وقت نقیب مقرر فرمایا تھا۔ وہ بھی النبیت میں اتنے ہی اہم سمجھے جاتے تھے۔ وہ حضیر بن سماک کے فرزند تھے اور سعدؓ بن معاذ رشتہ میں ان کے پھوپھا تھے۔ النبیت میں آپس میں بھی لڑائی جھگڑوں کی روایت ملتی ہے کسی باہمی اختلاف کی وجہ سے ثالث کے فیصلے پر بنو حارثہ ایک بار اپنی بستی چھوڑ کر خیبر چلے گئے تھے لیکن کچھ عرصہ بعد واپس آکر احد پہاڑ کے قریب آباد ہو گئے تھے اسی وجہ سے بنو حارثہ بھی جنگ بعاث سے الگ رہے تھے جنگ احد کے وقت اسلامی فوج کے ان کی زمینوں میں سے گزرنے پر حضرت اسید بن حضیر کا بنو حارثہ کے ایک فرد سے جھگڑا ہو گیا تھا بعد میں جنگ کے دوران حضرت اسیدؓ زخمی ہو گئے تھے جس شخص نے انہیں زخمی کیا تھا وہ بنو حارثہ کا حلیف تھا بعض کے نزدیک اس کی وجہ وہی پرانا اختلاف تھا کیونکہ حضرت اسیدؓ کے والد حضیر بن سماک نے ہی بنو حارثہ کو خیبر جانے پر مجبور کیا تھا بنو النبیت میں سب سے بہادر اور جان توڑ کر لڑنے والا قبیلہ بنو ظفر تھا۔

زراعت پیشہ دو بڑے یہودی قبائل بنو نضیر اور بنو قریظہ' النبیت کے پرانے اتحادی تھے اور جنگ بعاث میں ان کے ساتھ شامل ہو کر خزرج کے خلاف لڑے تھے اسی اتحاد کی وجہ سے خزرج کے سردار عمرو بن نعمان نے ان یہودیوں کے تین یرغمالی افراد کو قتل کر دیا تھا۔

دفعہ 11: مالک کے ایک بیٹے کا نام مرہ تھا بنو وائل' بنو اُمیہ اور بنو عطیہ اس مرہ کی اولاد تھے اور اوس منات میں یہ تینوں قبیلے بھی شامل تھے یہ دفعہ قبیلہ اوس کی اسی شاخ "الاوس" سے متعلق ہے اور انہیں بھی اسی طرح اپنے پرانے رواج کے مطابق دیت اور فدیہ دینے کا حق دے کر مسلمانوں کے باہمی عدل و انصاف اور حسن سلوک کے اصولوں پر عمل کرنے کا پابند کر دیا گیا ہے الاوس (اوس منات) ہجرت کے وقت کے مدنی معاشرے میں زیادہ اہم نہیں تھے اپنی تعداد قوت

اور مالی ہر حالت میں کمزور تھے اور دو بڑے یہودی قبائل بنو قریظہ اور بنو نضیر کی آبادیوں کے درمیان میں بکھرے ہوئے تھے شاعر ابو قیس بن الاسلات جس کے بارے میں مورخین اور سیرت نگاروں میں اختلاف ہے کہ وہ مسلمان ہوا تھا یا نہیں الاوس ہی سے تعلق رکھتا تھا اور ان کا سردار تھا. قبیلہ ویل کی خزرج کے قبیلہ مزین سے لڑائی میں ابو قیس ہی الاوس کا کماندار تھا ایک دفعہ اس کی عبداللہ بن ابی بن سلول سے بھی لڑائی ہوئی تھی مگر جنگ بعاث کے بعد اس کی قیادت اور قبیلہ زوال پذیر ہو گئے تھے. اپنے سردار اور یہودیوں کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے الاوس نے ہجرت کے کئی سال بعد اسلام قبول کیا تھا جس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اس کا نام اوس منات کی بجائے اوس اسلام رکھ دیا تھا اس وقت ابو قیس وفات پا چکا تھا "الاوس" کے کچھ گھرانے بنو عبدالاشہل کے اتحادی تھے.

مالک کے دو بیٹے تھے ایک کا نام جشم تھا جس کی اولاد بنو خطمہ کے نام سے جانی جاتی تھی اور ایک کا نام امراء القیس تھا بنو واقف بنو غنم اور بنو سلیم امراء القیس کی اولاد تھے ہجرت کے وقت بنو خطمہ اور بنو واقف "الاوس" کے ساتھ شامل تھے جبکہ بنو سلیم بنی عمرو بن عوف کے اتحادی تھے حضرت سعد بن خیثمہ کا اصل تعلق بنو سلیم سے تھا لیکن چونکہ ان کا قبیلہ بنی عمرو بن عوف کا اتحادی تھا اس لئے انہیں بھی بنی عمرو بن عوف سے خیال کیا جاتا ہے اس لحاظ سے اوس کے سارے قبیلے تین گروہوں میں تقسیم تھے لہٰذا دستور مدینہ میں ان تین گروہوں کی الگ الگ حیثیت تسلیم کرتے ہوئے ان کے حقوق کا تعین کیا گیا ہے اور دستور کی دفعہ نو سے گیارہ تک اوس قبیلے سے متعلق ہیں.

دفعہ 12: اس دفعہ کے دو حصے ہیں. "الف" اور "ب"

دفعہ الف میں کہا گیا ہے کہ اہل ایمان (مسلمانوں) میں اگر کوئی فرد اس قابل نہ ہو کہ وہ دیت اور فدیہ ادا کر سکے تو باقی مسلمان اسے بے یارو مدد گار نہیں چھوڑیں گے بلکہ وہ اس کے ذمہ دیت یا فدیہ جو بھی ہو اسے ادا کرنے میں تعاون کریں گے اس جگہ "قاعدہ کے مطابق" کا یہ مطلب ہے کہ ایسا مسلمان، چونکہ کسی بھی مذکورہ دس گروہوں میں سے ہو سکتا ہے اور کیونکہ دستور مدینہ میں ان دس گروہوں کو اپنے اپنے رواج کے مطابق دیت اور فدیہ ادا کرنے کی اجازت دے دی گئی ہے اس لئے متعلقہ مسلمان کو اپنے گروہ کے مروجہ دستور کے مطابق دیت یا فدیہ ادا کرنے میں تعاون کیا جائے گا تاکہ اس کے اپنے گروہ کا رواج قائم رہے اور اس پر عمل نہ کرنے سے کوئی خرابی پیدا نہ ہو.

دستور مدینہ کے نفاذ سے پہلے دیت اور فدیہ کی ادائیگی متعلقہ فرد کا ذمہ ہوتا تھا اگر وہ یہ ذمہ ادا کرنے کے قابل نہ ہوتا تو اس کا خاندان اور قبیلہ مل کر اس کی دیت یا فدیہ ادا کرتے تھے اس صورت میں یہ ذمہ خون کے رشتہ والوں کا ہوتا تھا لیکن چونکہ اسلام کی بنیاد خونی اور قبائل رشتوں پر نہیں بلکہ ایک نظریہ پر ہے لہٰذا اس دفعہ کے ذریعے پرانے خونی رشتوں کی اس بنیاد کو مسمار کرکے مسلمانوں کی نظریاتی وحدت کو بنیاد قرار دیا گیا ہے. مسلمانوں کے مختلف گروہوں کے دیت اور فدیہ کے الگ الگ رواج کو تو برقرار رکھا گیا ہے یہ ایک وقتی ضرورت تھی لیکن ان کی قبائلی اور خونی بنیادوں کو تسلیم نہیں کیا گیا اس طرح فرد کو محدود دائرے سے نکال کر وسیع تر نظریاتی دائرے میں شامل کردیا گیا ہے اس لحاظ سے یہ دفعہ اصلاحی قانون سازی کے ذریعے نظریاتی وحدت مستحکم کرنے کی بہترین مثال بھی ہے اور بنیاد بھی اسی سلسلے میں ایک قابل غور بات یہ ہے کہ دستور کی دفعہ 2 میں مدینہ کے جن گروہوں کو ایک سیاسی وحدت قرار دیا گیا ہے' دفعہ ایک (PREAMBLE) کی روشنی میں ان میں یہودی بھی شامل ہیں لیکن کسی زیر بار مسلمان کی دیت اور فدیہ ادا کرنے کی ذمہ داری صرف مسلمانوں کی ہے اس میں یہودیوں کو شامل نہیں کیا گیا اس طرح سیاسی وحدت کے اندر بھی مسلمان اور غیر مسلم کی تمیز برقرار رکھی گئی ہے.

ب: حضرت عبدالرحمٰن بن ابو عقبہ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا ہے کہ آپؐ نے فرمایا "جس قوم کا بھانجا ہو وہ اسی قوم میں شمار کیا جاتا ہے اور جس قوم کا مولیٰ (آزاد کردہ غلام) ہو وہ اسی میں شمار کیا جاتا ہے"(12) اس حدیث سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ اس معاشرے میں مولیٰ کا کیا مقام تھا. ایک غلام کو جب آزاد کر دیا جاتا تھا تو وہ اسی خاندان اور قبیلے کے فرد کی حیثیت سے جانا جاتا تھا جس نے اسے آزاد کیا ہوتا تھا اور معاشرے میں آزاد کردہ غلام کی پہچان اور حیثیت فرد' اس کے خاندان اور قبیلے کے حوالے سے متعین کی جاتی تھی جس نے اسے آزاد کیا ہوتا تھا اور وہ فرد خاندان اور قبیلہ بھی اسے اپنے میں سے ہی سمجھتے تھے. بعض تو ایسے غلاموں کو اپنا متبنی بھی بنا لیتے تھے. دوسری طرف حلیف بنانے کا مطلب ایک دوسرے فرد' خاندان یا قبیلے کا سیاسی اور جنگ میں اتحادی بن جانے کا حلف ہوتا تھا لہٰذا اگر ایک فرد کا مولیٰ کسی دوسرے کا حلیف بن جائے تو اس سے شر اور فساد پیدا ہوسکتے تھے. اس دفعہ کے ذریعے ایسے شر اور فساد کا راستہ روک دیا گیا ہے. اس وقت کے عرب اور مدنی معاشرے میں مختلف خاندانوں کے آزاد کردہ غلام موجود تھے. ان میں سے کئی نام اور مقام بھی پیدا کر لیتے تھے لڑائیوں میں شریک ہوتے تھے. اگر ایسے آزاد غلام' آزاد کرنے والے فرد' خاندان اور قبیلے کے کسی مخالف فرد خاندان یا قبیلے سے اتحاد کرتے تو

اسے ایک معاشرتی اور سیاسی جرم سمجھا جاتا تھا.

دفعہ 13: اس دفعہ میں چار جرائم کا ذکر ہے اول سرکشی دوئم ظلم سوئم گناہ اور چہارم تعدی دستور العمل میں ریاست کی حدود میں بسنے والے سب مسلمانوں نے اس پر اتفاق کیا ہے کہ اگر کوئی شہری (ریاست کی حدود میں رہنے والا کوئی فرد) ان جرائم میں سے کسی ایک کا ارتکاب کرے گا تو ریاست کے سب اہل ایمان (مسلمان) اس کے خلاف متحد ہوکر کارروائی کریں گے خواہ ایسا کرنے والا (مجرم) ان میں سے کسی کا اپنا بیٹا ہی کیوں نہ ہو اس دفعہ کے ذریعے ان جرائم کی روک تھام کرنا مسلم معاشرے کی اجتماعی ذمہ داری قرار دے دی گئی ہے اور معاشرے اور ریاست کے لئے ان جرائم کو سنگین ترین قرار دیا گیا ہے اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ عرب معاشرے میں سرکشی ظلم، گناہ اور تعدی کس قدر عام ہوں گے کہ ان کی روک تھام کو دستور کے بنیادی اصولوں میں شامل کرنا پڑا اس سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اسلامی معاشرے میں ایسے جرائم کو کتنا گھناؤنا خیال کیا گیا ہے اس وقت کے عرب معاشرے میں سرکشی خاندان کے خلاف نہیں ہوتی تھی قبیلے اور اتحادی گروہوں کے سرکش اور باغی بھی نہیں ہوتے تھے ایسی بہت ہی کم مثالیں ملتی ہیں کہ کسی فرد نے ایسی سرکشی کامظاہرہ کیا ہو لہٰذا اس دفعہ میں سرکشی سے مراد معاشرے اور ریاست کے خلاف سرکشی ہی ہو سکتی ہے.

دستور ریاست مدینہ کی حدود میں بسنے والے سب فریقوں اور افراد کے لئے ہے سب کی مرضی اور اتفاق سے تیار اور نافذ کیا گیا تھا لیکن معاشرے (ریاست) میں ظلم گناہ اور سرکشی کو روکنا صرف مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری قرار دیا گیا ہے مدینہ کے یہودیوں اور مشرکوں کو ان جرائم کی روک تھام کی ذمہ داری میں شامل نہیں کیا گیا کیونکہ اس ریاست کے حاکم اعلیٰ اللہ تعالیٰ اور کے ناظم اعلیٰ اس کے رسول اور نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تھے اور اللہ اور رسولؐ پر ایمان لانے والے مسلمان اس ریاست کے اصل مالک تھے. لہٰذا ریاست میں اصلاح احوال اور ظلم، گناہ، تعدی، اور سرکشی کو روکنا مسلمانوں کا فرض تھا کیونکہ وہی غالب اور حاکم قوت تھے.

دفعہ 14: عرب کے قبائلی معاشرے میں قتل کا بدلا لینا پورے قبیلے کی ذمہ داری ہوتی تھی. مدینہ کے عرب قبائل میں کچھ افراد ابھی مشرک تھے اور مختلف عرب قبائل کے مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ معاہدے بھی تھے قتل کا بدلا لینے میں ایسے حلیفوں کی بھی مدد کی جاتی تھی اسلام قبول کرلینے کے باوجود ان کے پرانے معاہدے اور اتحاد قائم تھے اس چیز کا بہت زیادہ امکان تھا کہ کسی مسلمان کا کوئی مشرک یا کافر اتحادی قتل کر دیا جائے اور اس کا بدلا لینے کے لئے وہ مسلمان یا اس کے قبیلے

والے اٹھ کھڑے ہوں خواہ قاتل کوئی مسلمان ہی ہو یا پھر مقتول کا کوئی مسلمان عزیز بدلے میں کسی مسلمان کو قتل کر دے۔ اس صورت کے تدارک کے لئے مسلمانوں پر لازم قرار دے دیا گیا کہ وہ کسی مسلمان کو کسی کافر کے بدلے میں قتل نہیں کریں گے خواہ مقتول ان کا خون اور اتحاد کے رشتے والا ہی کیوں نہ ہو اور نہ ہی ایسا بدلا چکانے میں کوئی مسلمان کسی مشرک یا کافر کی مدد کرے گا۔ اس دفعہ کے ذریعے خونی رشتے کی جگہ توحیدی رشتے کی بنیاد اور مسلمانوں کی جماعت کو مستحکم اور مضبوط بنا دیا گیا ہے اور اس استحکام کو اصلاح احوال کے لئے کام میں لایا گیا ہے۔

دفعہ 15: اس دفعہ کی روح اہل اسلام کی وحدت ہے اور دفعہ کا دوسرا حصہ پہلے حصے کی تشریح کرتا ہے اور اسلامی وحدت کو مضبوط کرتا ہے اس حصہ میں کہا گیا ہے کہ "مومن (مسلمان) باقی سب لوگوں کے مقابلے میں ایک دوسرے کے بھائی اور محافظ ہیں" اس جگہ "باقی سب لوگوں" سے مراد خاص طور پر ریاست مدینہ کی حدود کے اندر رہنے والے غیر مسلم ہیں مگر اس کا یہ ہرگز مطلب نہیں کہ ریاست کے باہر رہنے والے غیر مسلموں کے مقابلے میں مومن ایک دوسرے کے بھائی اور محافظ نہیں دستور میں موقعہ محل کے مطابق چونکہ مدینہ میں رہنے والے مسلمانوں کی بات ہو رہی ہے اس لئے یہاں یہ کہا گیا ہے کہ مدینہ میں رہنے والے سب مسلمان خواہ ان کا تعلق کسی بھی قبیلے اور خاندان سے ہو وہ سب ایک دوسرے کے بھائی اور محافظ ہیں اور ان میں سے اگر کوئی ایک بھی مقام و مرتبہ کے امتیاز کے بغیر کسی کو پناہ دے گا تو وہ مدینہ کے سب مسلمانوں کی طرف سے ہوگی کسی ایک مسلمان سے پناہ حاصل کرنے والا سب مسلمانوں کی پناہ میں آ جائے گا اور مسلمان جسے پناہ دیتے ہیں وہ اللہ کے لئے ہوتی ہے لہٰذا وہ بندہ اللہ کی پناہ میں آ جائے گا۔ عرب معاشرے میں کسی کمزور کو پناہ دینا بڑے فخر اور اعزاز کی بات ہوتی تھی پناہ دینے والا اپنے اس فخر اور اعزاز کے تحفظ کی خاطر جان تک قربان کر دیتا تھا اہل مدینہ میں سے قوافلہ اگر کسی کو پناہ دیتے تھے تو اس کے ہاتھ میں تیر دے کر کہتے کہ جاؤ سب آبادیوں میں گھوم آؤ یہ ایک قسم کا اپنے مرتبہ کا اعلان ہوتا تھا اس دفعہ کے ذریعے پناہ دینے کو کسی فرد اور قبیلے کی بجائے سارے مسلمانوں کا اجتماعی اعزاز قرار دے دیا گیا اس کا ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ کوئی بھی مسلمان آئندہ اسی فرد کو پناہ یا تحفظ دے گا جو اللہ تعالیٰ کی پناہ اور تحفظ میں آنے کے اہل ہوگا۔

دفعہ 16: اس دفعہ کو دستور کی تمہیدی دفعہ نمبر ایک (Preamble) کے ساتھ ملا کر دیکھا جائے گا وہاں کہا گیا ہے کہ "جن لوگوں نے ان کی (مسلمانوں کی) پیروی کی اور ان کے ساتھ شامل ہو کر لڑائی کی تھی" ہم دیکھ چکے ہیں کہ "جن لوگوں" سے مراد مدینے کی یہودی ہیں مسلمانوں کے باہمی

حقوق و فرائض سے متعلق دفعات کے درمیان میں اس مقام پر یہودیوں کے حقوق اور فرائض سے متعلق دفعہ شامل کرنے کا مقصد "ان لوگوں" پر واضح کرنا ہے کہ تشکیل و ترتیب معاشرے کے مذکورہ اصولوں پر عمل کرنا ان پر بھی لازم ہے ان میں سے جو کوئی دفعہ دو سے پندرہ تک کی پابندی کرے گا اوران پر عمل درآمد میں ریاست کے احکام کی پابندی کرے گا ریاست اور معاشرے میں اسے مساوی حقوق حاصل ہوں گے اور ریاست اس کا بھی اسی طرح تحفظ (مدد) کرے گی جس طرح مسلمان شہریوں کا تحفظ کیا جائے گا اس پر کسی قسم کی زیادتی نہیں ہونے دی جائے گی اور نہ ہی حکمران جماعت (مسلمان) اس کے کسی دشمن کی مدد کریں گے مگر ایسی مساوات اور تحفظ کو معاشرے میں پائی جانے والی خرابیوں کو دور کرنے اور ریاست کی تعمیر میں پیروی سے مشروط کردیا گیا ہے۔

دفعہ 17: اللہ کی راہ میں لڑائی چونکہ غیر منقسم ہے اس میں سب مسلمان شریک ہوتے ہیں لہٰذا ایسی لڑائی میں صلح کا غیر منقسم ہونا بھی ضروری تھا خاص طور پر شروع کے مدنی معاشرے میں جہاں پرانے تعصبات' اختلافات اور باہمی اتحادوں کے اثرات ابھی باقی تھے اسی لئے ان سب مسلمانوں پر یہ لازم کردیا گیا ہے کہ ان سب کی صلح بھی غیر منقسم (ایک) ہو گی ایسا نہیں ہوگا کہ کوئی ایک مسلمان قبیلہ یا گروہ تو صلح کرلے اور دوسرا لڑتا رہے اور اللہ کی راہ میں لڑنے والے اسی صورت میں صلح کریں گے جب وہ سب مسلمانوں کے لئے یکساں انصاف کے اصولوں کے مطابق ہوگی۔

دفعہ 18: یہ دفعہ لڑائی سے متعلق ہے بعض مغربی سکالروں نے اس کا ترجمہ کیا ہے کہ "جو لوگ لڑائی میں ہمارے ساتھ شریک ہوں گے ان میں سے ہر سوار ایک اور آدمی کو اپنی سواری پر بٹھائے گا" اس ترجمے کا کوئی مفہوم نہیں بنتا اس دفعہ کو سمجھنے کے لئے عربوں کے طریق جنگ کے بارے میں کچھ جاننا شاید مفید رہے عربوں کے طریق لڑائی اہل عجم سے مختلف تھے عرب کے ایک طریقہ لڑائی میں جنگ میں شامل افراد اور گروہ اپنے "کروفر" کا اظہار کیا کرتے تھے اس طریقے میں وہ اپنے لشکر کی پشت پر جانوروں اور اونٹ گھوڑوں کی صف کو رکھتے تھے اس سے ایک تو آگے لڑنے والوں کی پشت محفوظ رہتی تھی اور پیچھے سے حملہ کا خدشہ کم ہوتا تھا دوسرے جو دستے یا سوار لڑتے ہوئے تھک جاتے تھے وہ پیچھے آکر اس محفوظ حصہ میں تھوڑا آرام کرلیتے تھے اور ان کی جگہ تازہ دم دستے لڑائی میں شامل ہوجاتے تھے اگر لڑائی کے لئے آنے والوں کی خواتین بھی ساتھ آئی ہوں تو وہ لڑنے والوں کے پیچھے اونٹوں کی اس صف میں سوار ہوتی تھیں عرب اس صف پناہ کو اپنی اصطلاح میں "مجبوذہ" کہتے تھے (13) اس دفعہ میں اس طریق لڑائی کو سامنے رکھتے

ہوئے کہا گیا ہے کہ جو لوگ بھی مسلمانوں کے ساتھ کسی لڑائی میں شامل ہوں گے وہ آ کے لڑنے والوں کو آرام کا وقفہ دینے کے لئے باری باری سے لڑیں گے اور ان کے ساتھ سواریوں کی بھی شرکت کریں گے۔

دفعہ 19: اس دفعہ کے ذریعے کفار سے انتقام لینا بھی مسلمانوں کی اجتماعی ذمہ داری قرار دے دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ مسلمانوں میں سے کسی کو اگر کوئی کافر کسی بھی قسم کا نقصان پہنچائے گا تو اس کا بدلا لینے میں باقی مسلمان اس کی مدد کریں گے اس سے پہلے کسی فرد کو پہنچنے والے نقصان کا انتقام لینا اس کے قبیلے کی ذمہ داری ہوتی تھی اب مسلمانوں کو قبائلی بندھنوں سے نکال کر اسلامی برادری کے رکن بنا دیا گیا ہے اس لئے ان کا تحفظ بھی اسلامی برادری کی ذمہ داری قرار دی گئی ہے۔

دفعہ 20: دستور کوئی بھی ہو انفرادی اور اجتماعی زندگی گزارنے کا ایک طریقہ اور راستہ ہوتا ہے دستور مدینہ ریاست مدینہ کی حدود میں بسنے والے افراد کے انفرادی اور اجتماعی حقوق و فرائض کی دستاویز ہے۔ اس دستاویز میں حاکم اعلیٰ خدا تعالیٰ کو تسلیم کیا گیا ہے اور اللہ کے نبی اور رسولؐ اس ریاست کے ناظم اعلیٰ تسلیم کئے گئے رسول اللہ ﷺ سب مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی امور میں امام اور پیشوا ہیں مسلمان ریاست مدینہ کی حکمران جماعت ہے۔ لہٰذا یہ دستور وہ راستہ ہے جو مسلمانوں نے اپنے اور اپنی ریاست کی حدود میں بسنے والوں کے لئے متعین کیا ہے۔ یہ دستور اور راستہ اللہ کے نبیؐ نے خدا تعالیٰ کی رہنمائی میں مسلمانوں کے مشورہ سے تیار کیا ہے یہ دفعہ اس امر کی وضاحت کرتی ہے کہ یہی راستہ (دستور) سب سے اچھا اور سیدھا ہے۔

دفعہ 21: یثرب کے عربوں اور مکہ مکرمہ کے قریش کے باہمی تعلقات بہت پرانے تھے۔ یہ تعلقات لین دین تجارت اور "جوار" کے بھی تھے اور رشتہ داریوں کے بھی۔ ابو قیس جس نے اسلام قبول نہیں کیا تھا' کی بیوی قریش مکہ میں سے تھی۔ وہ کافی عرصہ مکہ میں اپنے سسرال میں رہا تھا۔ اس کا بھائی فتح مکہ کے بعد بھی مسلمان نہیں ہوا تھا وہ مکہ میں رہا کرتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ ابھی مدینہ پہنچے ہی تھے کہ قریش مکہ نے عبداللہ بن ابی بن سلول کو خط لکھا۔

"تم نے ہمارے جس آدمی کو اپنے ہاں ٹھہرایا ہے اس سے لڑو اسے نکال دو یا ہم سب یکبارگی تم پر حملہ کر دیں گے اور تمہارے جوانوں کو قتل کر دیں گے اور عورتوں کو اپنے قبضہ میں لے آئیں گے" خط ملنے پر عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھیوں نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ کا پروگرام بھی بنا لیا تھا مگر رسول اللہ ﷺ کو علم ہو گیا اور حضور اکرمؐ ان لوگوں کے

پاس تشریف لے گئے اور انہیں سمجھا کر اس ارادے سے باز رکھا تھا(16) ان حالات میں ضروری تھا کہ ریاست کے شہریوں کو ریاست کے دشمنوں کے بارے میں صاف طور پر بتا دیا جائے اور ان کے ساتھ ایسے تعاون سے منع کر دیا جائے جس سے ریاست کے امن اور اتحاد میں خلل کا خدشہ ہو۔ اس دفعہ کے ذریعے مدینہ کے مشرکین اور یہودیوں کو مکہ کے قریش کے کسی بھی فرد کو جان اور مال کی کسی بھی قسم کی پناہ دینے سے منع کر دیا گیا ہے اور انہیں پابند کر دیا گیا ہے کہ وہ مسلمانوں کے مقابلے میں مکہ کے کسی مشرک قریشی کی مدد نہیں کریں گے۔ یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ مشرکین مدینہ کے یہودیوں اور صرف قریش مکہ کو جان و مال کا تحفظ نہ دینے کا پابند کیوں کیا گیا ہے؟ جزیرہ نمائے عرب کے کسی اور مشرک کو ایسا تحفظ دینے سے منع نہیں کیا گیا اس کی وجہ یہ ہو سکتی ہیں کہ جب یہ دستور نافذ اور تیار کیا گیا تھا اس وقت تک ریاست مدینہ کے خلاف کھلی دشمنی کا اظہار اور اس پر حملے کی دھمکی صرف قریش مکہ نے دی تھی کسی اور مشرک قبیلے نے اس طرح کا کوئی اعلان کیا تھا نہ دھمکی دی تھی اور رسول اللہ ﷺ اس وقت تک کسی کے خلاف کوئی سخت اقدام نہیں کرتے تھے جب تک اس کی اصلاح کی تھوڑی سی بھی امید باقی ہوتی تھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونپے گئے مشن کی تکمیل کے لئے آپؐ کو جزیرہ نماء کے سب مشرکوں کو توحید کی دعوت دینا تھی لیکن قریش اور ان کے اسلام اور مسلمانوں کو ختم کرنے کے عزم اور منصوبوں میں کسی شک و شبہ کی گنجائش نہیں رہی تھی۔

دفعہ 22: یہ دفعہ جرم و سزا کے ایک بنیادی اصول کے بارے میں ہے کہ جو قتل کرے گا اسے قتل کیا جائے گا اور انصاف کے نفاذ میں تمام مسلمان اکٹھے ہوں گے ایسا نہیں ہوگا کہ کوئی مسلمان اپنے قبیلے یا رشتہ والے کسی مجرم کے لئے کسی قسم کی نرمی یا رعایت چاہے قانون قانون ہے اور اس پر پورا پورا عمل سب مسلمانوں کا اجتماعی فرض ہے۔

دفعہ 23: اس دفعہ کے پہلے حصے سے اندازہ ہوتا ہے کہ ریاست مدینہ کی حدود میں بسنے والے مختلف گروہوں نے ہی اس کی تعمیل کا عہد نہیں کیا تھا بلکہ مدینہ کے مسلمانوں نے انفرادی طور پر بھی اس کی تعمیل کا عہد کیا تھا اگر ایسا نہ ہوتا تو دستور میں "کسی ایمان والے کے لئے جو اس دستور کے مندرجات کا اقرار کرچکا ہے اور اللہ اور یوم آخرت پر ایمان لا چکا ہے ہرگز ہرگز جائز نہ ہوگا کہ وہ کوئی نئی بات نکال کر فتنہ انگیزی کے ذمہ دار کی حمایت کرے یا اسے پناہ دے" کے الفاظ دستور کا حصہ نہیں بن سکتے تھے اگر ایسا تھا اور مدینہ کے سارے مسلمانوں نے اس دستور کے مندرجات کی تعمیل کا فرداً فرداً عہد کیا تھا تو پھر یہ کسی مجمع عام میں پڑھ کر سنایا بھی گیا ہوگا اور

سب مسلمانوں نے انفرادی اور اجتماعی طور پر اس کی پابندی کا عہد کیا ہو گا. رہا اللہ اور یوم آخرت پر ایمان تو یہ دونوں چیزیں تو مسلمانوں کے ایمان کا حصہ تھیں اس دفعہ کے پورے مفہوم کو سامنے رکھا جائے تو دستور مدینہ کے مندرجات ریاست مدینہ کے مسلمانوں کے لئے اعتقادات کی حیثیت رکھتے تھے. ورنہ کسی دنیاوی دستاویز کے مندرجات سے اختلاف کرنے والے کی حمایت پر روز قیامت اللہ تعالیٰ کی لعنت اور غضب کے نزول کا کوئی جواز نہیں بنتا "کوئی نئی بات نکال کر فتنہ انگیزی کے ذمہ دار" کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ اس دستور کی بنیادوں کو نہ ماننا فتنہ انگیزی ہے وہ بنیادیں کیا ہیں ان کا یہاں دہرانا ضروری نہیں کیونکہ ان سب کا اچھی طرح ذکر ہوچکا ہے اور دستور کی بنیادوں (اساسیات) سے انکار اتنا بڑا جرم قرار دیا گیا ہے کہ ایسے مجرم کی حمایت اور مدد کرنے والے کا نہ تو فدیہ قبول کیا جائے گا اور نہ ہی اس کا کسی قسم کا اُجر قبول کیا جائے گا کہ اس نے ایسا کیوں کیا تھا.

دفعہ 24: یہ دفعہ اوپر کی دفعہ 23 کی وضاحت کرتی ہے. اس میں کہا گیا ہے کہ اگر اس دستور کی کسی دفعہ یا چیز کے بارے میں کسی تشریح اور اطلاق سے متعلق کسی قسم کا کوئی اختلاف پیدا ہوجائے تو وہ اختلافی معاملہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پاس لایا جائے گا تاکہ وہ اس میں فیصلہ دیں کہ اس کا اصل مطلب کیا ہے یا اس کے نفاذ اور اطلاق کا طریقہ کیا ہوگا اس دستاویز کے مندرجات سے متعلق اختلافی امور میں فیصلے کے لئے اللہ اور اس کے رسول سے رجوع کرنے کی دفعہ کو شامل دستور کرنے کا مفہوم یہ بھی ہے کہ یہ دستور اپنی نفاذی صورت میں اللہ تعالیٰ کے احکامات کے مطابق ہے اور رسول اللہ نے یہ خدائی دستور احکام الٰہی اور اسلامی اصولوں کے مطابق تیار فرمایا ہے.

دفعہ 25: یہ دفعہ ریاست مدینہ کی حدود کے اندر بسنے والے یہودیوں سے متعلق ہے. اب تک تین دفعات میں یہودیوں کا ذکر ہوچکا ہے دفعہ ایک میں جو دستور کا افتتاحیہ (Preamble) ہے' مدینہ کے مسلمان عربوں کے اتحادیوں کی حیثیت میں یہودیوں کا ذکر ہے. دفعہ 2 میں انہیں اس ریاست کی حدود میں رہنے والے دیگر فریقوں کے ساتھ ایک سیاسی وحدت قرار دیا گیا ہے اور دفعہ 16 میں کہا گیا ہے کہ ان میں سے جو کوئی اس دستور کی پابندی میں حکمران جماعت مسلمانوں کے ساتھ تعاون کرے گا اسے مسلمانوں کے ساتھ مساوی حقوق (مساوات) اور تعاون (امداد) حاصل ہوں گے اور ان پر کسی قسم کی زیادتی کی اجازت نہیں دی جائے گی اور نہ ہی ان کے کسی دشمن کی مدد کی جائے گی.

ان دفعات کی روشنی میں دیکھا جائے تو یہ دفعہ دستور کا تسلسل ہے مسلمان چونکہ اکثریت میں ہیں اور انہیں حکمران فریق کی حیثیت حاصل ہے اس لئے پہلے حصہ میں ان کے حقوق اور فرائض کا تعین کیا گیا ہے اور اس کے بعد محکوم فریق کے حقوق و فرائض کی تفصیلات آئی ہیں۔

اس دفعہ میں کہا گیا ہے کہ جب تک یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر کے لڑائیوں میں شامل ہوتے رہیں گے ان لڑائیوں کے اخراجات میں حصہ بھی ڈالتے رہیں گے چونکہ یہ دستور ریاست کی حدود میں بسنے والے سب فریقوں کے اتفاق اور مرضی سے تیار اور نافذ کیا گیا ہے اس لئے اس دفعہ سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں نے اپنی رضا مندی سے اخراجات جنگ میں حصہ ڈالنا قبول کیا ہے اور ایسی لڑائیاں جن میں مدینہ کے مسلمان اور یہودی مل کر دشمن کے خلاف لڑیں اور مصارف جنگ میں شریک ہوں ریاست کے دفاع کی لڑائیاں ہی ہوسکتی ہیں جس کی دفعہ اڑتیس میں مزید وضاحت کردی گئی ہے جنگ میں شریک ہونے والوں کے مل کر جنگی اخراجات برداشت کرنے کی دفعہ دستور میں شامل کرنے سے اندازہ ہوتا ہے کہ یثرب میں ایسی لڑائیاں بھی ہوتی رہی تھیں جن میں اصل فریق اپنی مدد کرنے والوں کے لڑائی کے اخراجات ادا کرتے تھے دستور میں یہودیوں کو مسلمانوں کے ساتھ سیاسی وحدت قرار دے دینے کے بعد ریاست کے دشمنوں کے خلاف لڑائیوں میں چونکہ ان کی حیثیت امداد کرنے والے فریقوں جیسی نہیں رہی تھی بلکہ وہ ریاست کے شہری تھے اس لئے ان دفاعی لڑائیوں کے اخراجات میں حصہ ڈالنا ان کا بھی اتنا ہی فرض ہے جتنا دیگر فریقوں کا فرض ہوگا۔

اس دفعہ میں یہ فقرہ کہ "جب تک یہودی مسلمانوں کے ساتھ مل کر لڑائی میں شامل ہوتے رہیں گے" قابل غور ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ بعض حالتوں میں یہودیوں پر مسلمانوں کے ساتھ مل کر لڑائی میں شامل ہونا ضروری نہیں تھا اس کی وضاحت دستور کی دفعہ 47 میں کردی گئی کہ جب دین کے لئے کوئی لڑائی لڑی جائے گی تو اس وقت مسلمانوں اور یہودیوں پر فرض نہیں ہوگا کہ وہ دوسرے کی طرف سے صلح کی دعوت میں شریک ہوں اس سے یہ اصول متعین ہوتا ہے کہ ریاست کے دفاع کی جنگ میں ریاست کے سب شہری بلا امتیاز مذہب شریک ہوں گے اور لڑائی کے اخراجات ادا کریں گے لیکن اگر کوئی لڑائی کسی فریق کی مذہبی لڑائی ہوگی تو دوسرے فریق پر اس میں شریک ہونا اور اس کے اخراجات میں حصہ ڈالنا فرض نہیں رسول اللہ ﷺ کے عمل سے بھی اس کا ثبوت ملتا ہے کہ غزوہ احد کے موقعہ پر جب حضورؐ جنگ کے لئے تشریف لے جارہے تھے تو شیخین کے قریب بہت سے ہتھیار بند افراد کو دیکھ کر آپ نے استفسار فرمایا کہ یہ

کون لوگ ہیں؟ آپ کو بتایا گیا کہ یہ یہودی ہیں اور مسلمانوں کے ساتھ مل کر لڑنے آئے ہیں تو حضورؐ نے فرمایا کہ ہم مشرکوں کے خلاف لڑائی میں کسی مشرک سے مدد نہیں لیں گے اور انہیں واپس بھیج دیا(15) تھا۔

دفعہ 26 : دستور میں انصار مدینہ کے مختلف گروہوں کو ان کے پرانے رواج کے مطابق دیت اور فدیہ دینے کی سہولت دی گئی ہے۔ ان گروہوں کا ذکر دستور کی دفعہ چار سے شروع ہوتا ہے اور پہلی دفعہ قبیلہ خزرج کی شاخ بنی عوف سے متعلق ہے۔ دستور مدینہ میں مختلف یہودی قبائل کے حقوق و فرائض کی ترتیب بھی وہی ہے جو مسلمان قبائل کی تھی کیونکہ یہودی قبائل کا ذکر ان عرب قبائل کے حوالے سے ہی کیا گیا ہے جن کے وہ حلیف تھے۔ منٹگمری وارٹ نے لکھا ہے کہ " مدینہ کے یہودی قبائل کے لئے زندہ رہنے کا واحد طریقہ مختلف عرب قبائل کے ساتھ اتحاد کا طریقہ تھا اور اس اتحاد میں یہودیوں کی حیثیت اتحاد کے ادنیٰ (Inferior Partner) فریق کی ہوتی تھی(16) اسی لئے ان کا تشخص اور حیثیت ان عرب قبائل کے حوالے سے متعین کی گئی ہے جن کے ساتھ ان کا اتحاد تھا۔ دستور کی دفعہ 4 میں بنی عوف کا پرانے رواج کے مطابق دیت اور فدیہ دینے کا حق برقرار رکھا گیا ہے اور دفعہ 26 میں ان کے اتحادی یہودیوں کو بنی عوف کے حلیف کی حیثیت میں مسلمانوں کے ساتھ ایک پارٹی تسلیم کیا گیا ہے ان یہودیوں کی اپنی الگ حیثیت میں انہیں مسلمانوں کے ساتھ پارٹی قرار نہیں دیا گیا اور بنی عوف کے حلیف کی حیثیت میں انہیں مسلمانوں کے ساتھ ایک پارٹی تسلیم کرنے کے بعد وضاحت کر دی گئی ہے کہ مسلمانوں کا دین اپنا ہے اور یہودیوں کا دین اپنا ہے یعنی اس اتحاد کی بنیاد دین کا اتحاد نہیں بلکہ باہمی حلیف ہونے کا اتحاد ہے اور بنی عوف کے حلیف یہودیوں کو جو حقوق دیئے جارہے ہیں ان کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے لیکن اگر ان یہودیوں یا ان کے موالیوں میں سے کوئی اس دستور (عہد) کی خلاف ورزی کرے گا یا ظلم کرے گا تو اس کے یہ حقوق (تحفظ) ختم ہو جائیں گے اس سے آگے اس کی مزید وضاحت کی گئی ہے کہ دستور کی خلاف ورزی یا ظلم کی سزا مجرم کو ذاتی طور پر یا زیادہ سے زیادہ اس کے گھرانے کو دی جائے گی اس کے اقارب اور قبیلے والوں کو اس کے جرم کی سزا نہیں دی جائے گی دستور میں مختلف یہودی قبائل کی شرکت اجتماعی ہے لیکن اس کی خلاف ورزی کی سزا انفرادی رکھی گئی ہے ہاں اگر کوئی قبیلہ اجتماعی طور پر دستور کی خلاف ورزی یا ظلم کرے تو وہ دوسری بات ہے جب وہ اجتماعی جرم کرتا ہے تو بحیثیت قبیلہ سزاوار بن جاتا ہے۔ اصل میں جس طرح دستور میں مختلف عرب قبیلوں اور گروہوں کے دیت اور فدیہ کے پرانے طریقے بحال رکھے

گئے ہیں اسی طرح ان کے مختلف یہودی قبائل کے ساتھ پرانے معاہدوں کو بھی برقرار رکھتے ہوئے ان کے حلیف یہودیوں کے حقوق و فرائض کا تعین کیا گیا ہے۔

دفعہ 27 تا 36: ان دفعات میں دیگر انصاری قبائل کے حلیف یہودی قبائل کا اصل انصاری قبائل کے حوالے سے الگ الگ ذکر کیا گیاہے اور کہا گیا ہے کہ انہیں بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنی عوف کے حلیف یہودیوں کو حاصل ہوں گے۔ ان انصاری قبائل میں بنی نجار' بنی حارث' بنی ساعدہ' بنی جشم شامل ہیں جو سب خزرج کے وہی گروہ ہیں جن کا الگ الگ ذکر مسلمانوں سے متعلق دفعات میں آیا ہے(17) صرف دفعہ 31 میں بنی اوس کے یہودیوں کا ذکر ہے۔ بنی اوس سے یہاں مراد اوس منات ہے کیونکہ اس سے اگلی دفعہ 32 میں بنی ثعلبہ کے حلیف یہودیوں کا ذکر ہے جو اوس کے قبیلہ عمرو بن عوف کی ایک ذیلی شاخ تھی۔ دفعہ 33 میں جفنہ کا ذکر ہے۔ بنی ثعلبہ کی یہ چھوٹی شاخ اوس منات میں شمار ہوتی تھی۔ اس طرح دفعہ 26 سے دفعہ تیس تک خزرج قبائل کے حلیف یہودیوں سے متعلق ہیں اور دفعہ 31 سے 33 تک اوس منات کے گروپ میں شامل چھوٹے عرب قبائل کے حلیف یہودی سے متعلق ہیں دستور مدینہ میں قبیلہ اوس کی ان شاخوں کا الگ سے ذکر کرنے کی وجہ یہ ہو سکتی ہے کہ انہوں نے دستور کی تیاری اور نفاذ کے وقت تک اسلام قبول نہیں کیا تھا جبکہ اوس کی دیگر شاخیں جو اصل قبیلہ اوس سمجھی جاتی تھیں اسلام قبول کرچکی تھیں اور ان کے حلیف یہودیوں کے حقوق کا تعین دفعہ 49 میں الگ سے کیا گیا ہے۔ دفعہ 34 میں بنی شطیبہ کے یہودیوں کے حقوق کا تعین کیا گیا ہے اور اس جگہ ترکیب " بنو شطیبہ کو بھی وہی حقوق حاصل ہیں" استعمال کی گئی ہے جبکہ اوپر "بنو فلاں کے یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہیں" کی ترکیب آتی رہی ہے اس سے شبہ ہوتا ہے کہ یہ کوئی یہودی قبیلہ ہے دفعہ 35 میں کہا گیا ہے کہ "ثعلبہ کے موالی کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو اصل کو ہیں" دفعہ 32 میں صرف بنی ثعلبہ کے حلیف کے حقوق کا تعین ہے۔ ان کے موالی کا ذکر نہیں اس دفعہ کے ذریعہ بنو ثعلبہ کے حلیف اور موالی دونوں قسم کے یہودیوں کو دستور میں شامل کر لیا گیا ہے۔ دفعہ 36 ان چھوٹی یہودی شاخوں سے متعلق ہے جن کا الگ الگ ذکر طوالت کا باعث ہوتا اس لئے لکھ دیا گیا کہ "یہودی قبائل کی چھوٹی شاخوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو ان کی اصل کو حاصل ہیں" اس طرح ریاست مدینہ کی حدود میں بسنے والے مسلمانوں یہودیوں اور مشرکین سب کو ایک ترتیب سے دستور میں شامل کر لیا گیا ہے۔

دفعہ 37: اس دفعہ کے تین حصے ہیں۔ حصہ اول میں جسے ہم نے 37 الف لکھا ہے ریاست مدینہ

کی حدود میں بسنے والے سب مسلمان' یہودی اور مشرک گروہوں نے اس بات سے اتفاق کیا ہے کہ کسی سے جنگ کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ صرف رسول اللہ ﷺ کریں گے۔ حضورؐ کی مرضی اور اجازت کے بغیر ریاست کا کوئی گروہ کسی سے جنگ نہیں کرے گا۔

کسی بھی ریاست کی سالمیت (Unity) کا ثبوت یہ امر ہوتا ہے کہ اس کے جنگ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار ناظم اعلیٰ (Chief Excetive) کے پاس ہے یا آبادی کے کسی اور گروہ کے پاس ہے۔ ریاست مدینہ کے دستور میں یہ اختیار رسول اللہ ﷺ کے پاس ہے اور یہ ریاست کی سالمیت (Unity) کا ثبوت بھی ہے اور اس بات کا بھی کہ رسول اللہ ﷺ اس ریاست کے ناظم اعلیٰ ہیں اور حضورؐ کو یہ اختیار سب فریقوں نے اپنی مرضی اور اتفاق سے دیا ہے۔

اس دفعہ کے دوسرے حصہ میں کہا گیا ہے کہ "کسی ضرب یا زخم کا بدلہ لینے میں کوئی رکاوٹ نہیں ڈالی جائے گی" پہلے حصہ کے فوراً بعد یہ حصہ آنے کا یہ بھی مطلب ہے کہ "جنگ کے لئے نکلنے" سے مراد ریاست کی حدود سے باہر رہنے والوں سے جنگ کرنا ہی نہیں اس کا مطلب ریاست کی حدود کے اندر بسنے والے مختلف قبائل اور گروہوں کی آپس میں لڑائیاں بھی ہیں مدینہ کے مختلف قبائل طویل عرصہ سے آپس میں لڑتے آئے تھے دستور کی اس دفعہ کے ذریعے ان لڑائیوں کی بھی روک تھام کردی گئی ہے مگر ریاست کے اندر رہنے والوں کو معمولی ضرب یا زخم کا بدلہ لینے کی اجازت دے دی گئی ہے یعنی اگر کوئی فرد دوسرے کو تھپڑ مار دے یا زخمی کردے تو اس کا فوری بدلہ لینا انسانی فطرت ہے ایسے معمولی جھگڑوں میں یہ پابندی نہیں لگائی گئی کہ زخمی ہونے والا پہلے رسول اللہ ﷺ سے اجازت لے اور پھر تھپڑ مارے البتہ ان معمولی جھگڑوں کے گروہی اور قبائلی لڑائیوں میں تبدیل ہونے کا راستہ روک دیا گیا ہے۔

اس دفعہ کا تیسرا حصہ بڑے جرائم سے متعلق ہے جن میں قتل اور خونریزی جیسے جرائم شامل ہیں پہلے یہ ہوتا تھا کہ اگر کسی فرد کو قتل کر دیا جاتا تھا یا کوئی خونریزی کرتا تھا تو مقتول کا قبیلہ قاتل کے سارے قبیلے کو مجرم قرار دے کر بدلہ لینے کی کوشش کرتا تھا جس سے لڑائیوں کا سلسلہ چل نکلتا تھا۔ اس دفعہ کے ذریعے اس رجحان کی پیش بندی کر دی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر کوئی قتل کرے گا یا خونریزی کرے گا تو اس جرم کا مجرم وہی ہوگا یا اگر اس کے گھرانے نے اس جرم میں تعاون کیا ہے تو وہ اس کے ساتھ شریک جرم سمجھا جائے گا پہلے کی مانند اس کے سارے قبیلے کو مجرم سمجھ کر ان سے بدلہ نہیں لیا جائے گا لیکن اگر کسی پر ظلم کیا گیا ہے اور اس ظلم کے رد عمل میں اس نے قتل یا خونریزی کی ہے تو اس صورت میں مجرم کا تعین کرتے وقت دیکھا جائے گا کہ

دستور کی پابندی کس نے کی تھی اور خلاف ورزی کس کی طرف سے ہوئی تھی "اور خدا اس کے ساتھ ہے جو اس دستور کی زیادہ سے زیادہ وفا شعاری سے تعمیل کرے" کا اضافہ کر کے واضح کر دیا گیا ہے کہ خدا اور خدا تعالیٰ کا اصول انصاف مجرم اور قانون ہاتھ میں لینے والوں کے خلاف ہے۔

دفعہ 38: دفعہ 35 میں ریاست کے دفاع کا ایک اصول بیان کیا گیا تھا کہ ریاست کی طرف سے کسی کے خلاف لڑنے کا فیصلہ ریاست کا ناظم اعلیٰ ہی کرے گا اس دفعہ میں دوسرا اصول بیان کیا گیا ہے کہ اگر کوئی ریاست پر حملہ کرے گا تو ریاست کی حدود میں بسنے والے سب فریق اس کے خلاف متحد ہو کر لڑیں گے اور اس لڑائی میں وہ ایک دوسرے کے ساتھ خلوص دل سے تعاون کریں گے اور ریاست کے دفاع کی مشترکہ لڑائی میں سب فریق (مسلمان اور یہودی) اپنے اپنے خرچ پر لڑیں گے یہ نہیں ہوگا کہ کوئی فریق کہے کہ میں تو اسی صورت میں لڑائی میں شامل ہوں گا کہ دوسرا فریق میرا خرچ ادا کرے۔

دفعہ 39: یہ دفعہ بھی جنگ کی صورتحال سے متعلق ہے اس میں کہا گیا ہے کہ اگر جنگ کے دوران کوئی فرد یا گروہ بدعملی (غداری) کرتا ہے اور خلوص دل سے جنگ میں تعاون نہیں کرتا تو اس بدعہدی کا ذمہ دار اس کا حلیف فرد یا گروہ نہیں ہوگا بلکہ اس کی ذمہ داری اسی غداری کرنے والے فرد یا گروہ پر ہوگی اور اس بدعملی (غداری) کے نتیجے میں کسی پر ظلم ہوتا ہے تو مظلوم کی لازماً مدد کی جائے گی۔

دفعہ 40: دستور کی دفعہ 38 میں کہا گیا تھا کہ ریاست پر حملہ کی صورت میں مسلمان اور یہودی مل کر ریاست کا دفاع کریں گے اور اس دفاعی جنگ کا اپنا اپنا خرچہ خود برداشت کریں گے اس دفعہ میں اس کی مزید وضاحت کر دی گئی ہے کہ یہودی جنگ کے خرچ کا بار اس وقت تک برداشت کرتے رہیں گے جب تک جنگ جاری رہے گی یہ نہیں ہوگا کہ جنگ کے درمیان ہی کسی مرحلے پر وہ کہیں کہ اب تو ہم جنگ کا بار نہیں اٹھائیں گے۔

دفعہ 41: دستور مدینہ ان بستیوں اور آبادیوں کے رہنے والوں کے لئے تھا جو ریاست مدینہ کی حدود کے اندر (یثرب کے جوف) میں آباد تھیں ان میں اوس اور خزرج کی ساری بستیاں بھی شامل تھیں اور یہودی قبائل کی آبادیاں بھی دستور کی دفعہ 41 کے ذریعے اس سارے جوف کو جس کا رقبہ بیس مربع میل کے قریب تھا حرم (مقدس اور محترم) قرار دے دیا گیا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ ریاست مدینہ کی حدود کے اندر رہنے والوں پر لازم ہے کہ وہ ریاست کے تقدس کا تحفظ کریں اور کوئی ایسی حرکت نہ کریں جس سے ریاست کی حدود کے اندر فتنہ اور فساد پیدا

ہونے کا خدشہ ہو۔ ان پر لازم ہے کہ وہ آپس میں امن و سکون سے رہیں۔
دفعہ 42: دستور کی دفعہ 15 میں کہا گیا ہے کہ مسلمانوں میں سے کوئی عام آدمی بھی کسی کو پناہ دے گا تو وہ پناہ سب مسلمانوں کی طرف سے سمجھی جائے گی یہ دفعہ ریاست کی حدود میں بسنے والے شہریوں سے متعلق ہے اس میں کہا گیا ہے کہ پناہ حاصل کرنے والا جب تک پناہ دینے والی کی حدود میں رہے گا اسے کسی قسم کا ضرر نہیں پہنچایا جائے گا اور اس کے ساتھ اسی قسم کا سلوک کیا جائے گا جیسا پناہ دینے والے کے ساتھ کیا جائے گا لیکن اس کے ساتھ اس شرط کا اضافہ کردیا گیا ہے کہ پناہ حاصل کرنے والا کسی قسم کا جرم نہیں کرے گا ظاہر ہے اس شرط کا تعلق پناہ کی مدت کے دوران ریاست مدینہ کی حدود کے اندر جرم سے ہے اور یہ بات صاف ہے کہ اگر پناہ حاصل کرنے والا اس مدت میں کوئی جرم کرے گا تو اسے ریاست کے دستور کے مطابق سزا دی جائے گی۔
دفعہ 43: مدینہ کے لوگ مختلف آبادیوں میں رہتے تھے اس دفعہ کے ذریعے واضح کر دیا گیا ہے کہ اگر کسی آبادی یا محلہ کے لوگ چاہیں کہ کسی خاص آدمی کو ان کی آبادی یا محلہ میں پناہ نہ دی جائے تو ان کی مرضی ماننا پڑے گی۔ کسی محلہ یا آبادی میں کسی کو پناہ وہاں کے باسیوں کی مرضی اور اجازت سے ہی دی جائے گی۔ اس دفعہ کے ذریعے پناہ دینے کے مسئلے میں مقامی لوگوں میں اختلاف اور فساد کا سد باب کر دیا گیا ہے۔
دفعہ 44: دستور کی دفعہ 24 میں کہا گیا ہے کہ "جب تم میں کسی معاملے کے بارے میں اختلاف ہوجائے تو وہ معاملہ فیصلے کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے پاس لے جایا جائے گا" اس دفعہ میں "اختلاف" سے مراد دستور کی کسی دفعہ کی تشریح یا اطلاق کے بارے میں اختلاف رائے ہے دفعہ چوالیس ریاست مدینہ کی حدود میں بسنے والوں کے درمیان آپس کے جھگڑوں اور تنازعات کے بارے میں ہے اس میں کہا گیاہے کہ اگر ان کے درمیان ایسے جھگڑے اور تنازعات اٹھ کھڑے ہوں جن سے فساد اور نقصان کا اندیشہ ہو تو اس متنازعہ امر کو بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جانا لازم ہوگا۔ اس سلسلے میں واضح کردیا گیا ہے کہ اللہ کی تائید یعنی دستور کے مطابق اس شخص کا موقف وزنی ہوگا جس نے اس دستور کی خلوص نیت سے پابندی کی ہوگی۔
دفعہ 45: دستور کی دفعہ 21 میں کہا گیا ہے کہ "مدینہ کا کوئی مشرک مکہ کے قریش کے کسی شخص کو جان اور مال کی پناہ نہیں دے گا" اس دفعہ میں کہا گیا ہے کہ "کوئی بھی قریش مکہ اور ان کے حامیوں کو پناہ نہیں دے گا" دفعہ اکیس مدینہ کے مسلمانوں سے متعلق حصہ دستور میں آتی ہے۔

مشرکین مدینہ کے اوس اور خزرج میں سے تھے اس لئے ان عرب مشرکوں کو قریش مکہ کے کسی فرد یا اس کے مال کو پناہ نہ دینے کا پابند کرنا دستور کے اسی حصہ میں آیا ہے دفعہ پینتالیس ریاست مدینہ کی حدود میں بسنے والے سب گروہوں اور قبیلوں سے متعلق ہے جن لوگوں پر دفعہ اکیس کا اطلاق نہیں ہوتا تھا ان کے لئے الگ دفعہ شامل دستور کردی گئی ہے اور ریاست کے یہودیوں کو بھی پابند کردیا گیا ہے کہ وہ بھی مکہ کے قریش کو اوران کے کسی حامی کو اپنے ہاں پناہ نہیں دیں گے۔

دفعہ 21 میں قریش کے مال کو بھی پناہ نہ دینے کی پابندی عائد کی گئی ہے مگر اس میں قریش کے حامیوں کو پناہ نہ دینے کا ذکر نہیں۔ دفعہ 45 میں قریش کے حامیوں کو بھی پناہ نہ دینے کی پابندی لگائی گئی ہے۔

دفعہ 46 : بظاہر یہ دفعہ دستور کی دفعہ 38 جیسی ہی ہے لیکن اگر ان دونوں کے مندرجات اور الفاظ کو دیکھا جائے تو دونوں میں کافی فرق ہے۔ دفعہ 38 میں کہا گیا ہے کہ اگر کوئی اس دستور والے لوگوں کے خلاف جنگ کرے گا تو مسلمان اور یہودی مل کر اس کے خلاف لڑیں گے۔ اس میں "جنگ" آیا ہے جبکہ دفعہ 46 میں "یثرب پر حملہ" آیا ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر کوئی یثرب پر حملہ کرے گا تو ریاست کے سب باسی ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔ کسی گروہ کی طرف سے اس دستور والوں سے جنگ کرنے کا اطلاق ایسی لڑائیوں پر بھی ہوتا ہے جو ریاست پر باقاعدہ حملہ نہ ہوں اور ریاست کے ارد گرد بسنے والے لوگوں کے ساتھ لڑنا پڑیں۔ عرب میں پڑوسی قبائل کے ساتھ ایسی لڑائیاں اکثر ہوتی رہتی تھیں۔ دفعہ 35 میں کہا گیا ہے کہ کوئی رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر جنگ کے لئے نہیں نکلے گا۔ اس کا خاص طور پر اطلاق ایسی لڑائیوں پر ہی ہوتا ہے جو ارد گرد کے پڑوسی قبائل سے ہوتی تھیں۔ اس میں کہا گیا ہے کہ پڑوسیوں سے کسی قسم کی لڑائی کے لئے کوئی فریق رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر نہیں نکلے گا جبکہ اس دفعہ میں ریاست پر حملہ کا ذکر ہے اور کہا گیا ہے کہ اگر کوئی ریاست پر حملہ کرے گا تو ریاست کی حدود میں رہنے والے ایک دوسرے کی مدد کریں گے اس لئے دفعہ 48 میں کہا گیا ہے کہ "تمام فریق اپنی اپنی جانب کے علاقہ کا دفاع کریں گے" یعنی اگر کوئی باہر سے حملہ کرے گا تو ریاست کی حدود میں آباد فریق اپنی اپنی بستیوں کا دشمن کے مقابلے میں دفاع کریں گے اور ایک دوسرے کی مدد بھی کریں گے۔

دفعہ 47 : اس دفعہ میں ریاست کی حدود میں بسنے والوں کے دو ہی بڑے گروہوں کا ذکر ہے مسلمانوں کا اور یہود کا جنگ کے بارے میں دستور میں جتنی بھی دفعات ہیں ان میں مسلمانوں اور

یہودیوں کا ہی ذکر ہے اس سے ایک چیز ثابت ہوتی ہے کہ مشرکین مکہ اپنی الگ حیثیت میں کوئی اہم نہیں رہے تھے اس دفعہ میں دونوں بڑے فریقوں نے اتفاق کیا ہے کہ اگر کسی مشترکہ جنگ میں یا مدینے پر حملہ کی صورت میں مسلمان یہودیوں کو صلح کرنے کی دعوت دیں گے تو وہ اس صلح میں شامل ہوجائیں گے اور اس پر قائم رہیں گے اسی طرح اگر یہودی کسی مشترکہ دشمن سے صلح کے مذاکرات میں شامل ہونے کو کہیں گے تو مسلمان اس میں شامل ہوں گے اور اس پر قائم رہیں گے ریاست کا دفاع تمام فریقوں کی مشترکہ ذمہ داری قرار دینے کے بعد اس دفعہ کا ہونا ضروری تھا تاکہ کوئی ایک گروہ الگ سے صلح کرکے یا صلح کا بہانہ کرکے اس سے الگ نہ ہو جائے. مسلمانوں کی طرف سے جو ریاست کا اکثریتی اور حکمران گروہ تھا. اس قسم کا کوئی خدشہ نہیں تھا ایسا خدشہ صرف یہودیوں سے ہو سکتا تھا لہٰذا اس دفعہ کے ذریعے اس خدشے کا تدارک کر دیا گیا ہے اور صلح میں شامل ہونے اور صلح کی دعوت قبول کرنے سے صاف ظاہر ہے کہ ایسی صلح دونوں فریقوں (مسلمانوں اور یہودیوں) کے مشترکہ مذاکرات کے ذریعے ہی ہو سکتی تھی.

اس دفعہ میں یہ بھی واضح کر دیا گیا ہے کہ ایسی صلح کی دعوت کا اطلاق دین کے لئے لڑی جانے والی لڑائیوں پر نہیں ہوگا مدینہ کی حدود میں بسنے والے یہودیوں نے اپنے دین کے لئے کبھی کسی سے جنگ نہیں کی تھی اور جب یہ دستور تیار اور نافذ کیا گیا تھا اس وقت تو وہ کسی صورت میں بھی اس پوزیشن میں نہیں تھے کہ یہودیت کے لئے کوئی جنگ لڑسکیں ایسی لڑائیوں کا خدشہ صرف مسلمانوں کو تھا اس دفعہ کے ذریعے یہودیوں کو پابند کردیا گیا ہے کہ اگر مسلمان کوئی دینی جنگ لڑیں گے تو دشمن سے صلح کرنا یا نہ کرنا ان کا اپنا معاملہ ہوگا. یہودی ایسی جنگ میں مسلمانوں کی طرف سے نہ تو صلح کی بات چیت کرسکیں گے اور نہ ہی انہیں صلح کرنے پر مجبور کر سکیں گے.

دفعہ 48: یہ دفعہ جیسا کہ اوپر ذکر کیا گیا ہے مدینہ پر حملہ سے متعلق ہے اس میں اپنی اپنی آبادی اور محاذ کا دفاع ہر فریق پر لازم قرار دیا گیا ہے.

دفعہ 49: اس دفعہ میں کہا گیا ہے کہ جو یہودی قبائل انصار کے قبیلہ اوس کے حلیف ہیں ان سب کو اور ان کے موالی کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو دستور کو ماننے والے ریاست کے دیگر گروہوں اور شہریوں کو حاصل ہیں دستور کی دفعہ 26 تا 35 میں قبیلہ خزرج کے مختلف قبائل کے حلیف یہودیوں اور اوس منات کے مشرک گروہوں کے حلیف یہودیوں کے حقوق و فرائض کا تعین کیا گیا ہے. عبداللہ بن ابی بن سلول کا تعلق قبیلہ خزرج کی شاخ بنی عوف سے تھا. انصار مدینہ کے حقوق و فرائض سے متعلق دفعات میں پہلی دفعہ بنی عوف سے متعلق ہے. یہودیوں کے

حقوق و فرائض کے سلسلے کی پہلی دفعہ بھی بنی عوف کے حلیف یہودیوں کے بارے میں ہے اس سے اگلی دفعات خزرج کے دیگر قبیلوں کے حلیف یہودیوں کے بارے میں ہیں یا قبیلہ اوس کی ان چھوٹی چھوٹی شاخوں کے بارے میں ہیں جواس وقت تک مسلمان نہیں ہوئی تھیں اور ابو قیس صیفی کے زیر اثر تھیں یہودیوں کا سب سے طاقتور اور بااثر قبیلہ بنو قینقاع انصار کے قبیلہ خزرج کی مختلف شاخوں کا پڑوسی تھا اور خزرج کاحلیف تھا دستور میں سب سے پہلے بنی عوف کے حلیف یہودیوں کو دستور کاپابند کیا گیا ہے اور خزرج کی مختلف شاخوں کے حلیفوں کا الگ الگ ذکر کے عبداللہ بن ابی بن سلول کے یہودیوں سے خصوصی تعلقات کا اثر کم کردیا گیا ہے اوس منات کے گروہ کے الگ الگ قبیلوں کے حوالے سے ان کے حلیف یہودیوں کو حقوق دیئے گئے ہیں اور ابو قیس صیفی کی ان سب کے سردار ہونے کی حیثیت تسلیم نہیں کی گئی ہے. اسی طرح بنو قینقاع کو خزرج کے حلیف سب یہودیوں کا نمائندہ تسلیم نہیں کیا گیااور بنو قینقاع بنی عوف کے یہودیوں کے ضمن میں آتے ہیں.

یہودیوں کے دیگر دو بڑے قبیلے بنو نضیر اور بنو قریظہ تھے اور یہ قبیلہ اوس کے حلیف تھے قبیلہ اوس کی مدینہ میں اپنی الگ حیثیت تھی اس دفعہ کے ذریعے ان کی اس الگ حیثیت کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے حلیف یہودیوں کو وہی حقوق دے دیئے گئے ہیں جو باقی الگ الگ قبیلوں کے حلیفوں کو دیئے گئے تھے اوس کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ تھے ان کے دوسرے قائد حضرت اسیدؓ بن حضیر تھے اوس کی بیشتر شاخوں میں ان کی قیادت مسلمہ تھی اوس میں عبداللہ بن ابی بن سلول جیسا کوئی بااثر اور عیار منافق بھی نہیں تھا. ان کے چھوٹے قبائل کی سرداری ابو قیس صیفی کے پاس تھی ان کے بارے میں الگ الگ دفعات شامل کردی گئی ہیں اور اصل قبیلہ اوس کے حلیف یہودیوں کے حقوق و فرائض کا اس ایک ہی دفعہ میں تعین کر دیا گیا ہے اور کہا گیا ہے کہ انہیں اور ان کے موالی کو وہی حقوق حاصل ہوں گے جو دستور سے اتفاق کرنے والے دیگر گروہوں کو حاصل ہیں انہیں بھی دیگر گروہوں کی مانند دستور کی پابندی اور وفا شعاری کا پابند کردیا گیا ہے.

دفعہ 50 : ریاست مدینہ کی حدود میں بسنے والے سب گروہوں کے حقوق و فرائض کا تعین کردینے ریاست کے دفاع کی پالیسی واضح کر دینے اور ہر قسم کے اختلافات اور جھگڑوں کے فیصلوں کے طریقوں کے بارے میں سب کچھ صاف اور واضح کر دینے کے بعد اس دفعہ کے ذریعے بتا دیا گیا ہے کہ اب اس دستور کے نفاذ کے بعد جو کوئی جیسا عمل کرے گا اسے اس دستور کے مطابق

ویسا ہی پھل ملے گا اگر کوئی زیادتی (دستور کی خلاف ورزی) کرے گا تو وہ اپنی ذات پر زیادتی کرے گا اس کے جرم کی اسے جو سزا ملے گی اس کا سبب وہ خود ہو گا اور اللہ تعالیٰ کی تائید اور حمایت اس شخص کے ساتھ ہوگی جو اس دستور کی زیادہ سے زیادہ خلوص نیت اور وفاداری سے پابندی کرے گا۔

دفعہ 51 : اس دفعہ میں واضح کر دیا گیا ہے کہ دستور ظلم اور جرم کرنے والوں کو سزا دینے میں رکاوٹ نہیں بنے گا۔ جو بھی ظلم کرے گا یا کسی قسم کے جرم کا ارتکاب کرے گا اسے ضرور سزا دی جائے گی اور جب کبھی ریاست مدینہ کے باسیوں کو کسی لڑائی کے لئے جانا پڑے گا تو جو کوئی لڑائی کے لئے جائے گا اسے بھی اور جو پیچھے اپنے گھر میں رہے گا(کسی بھی وجہ سے) اسے بھی دستور کے تحت امن اور سلامتی حاصل ہوں گے لیکن جو افراد اور گروہ (لوگ) ظلم اور جرم کریں گے وہ امن اور سلامتی کے حقدار نہیں ہوں گے۔

دفعہ 52 : اس دفعہ میں کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس شخص کے محافظ اور مددگار ہیں جو اس دستور کی خلوص نیت اور احتیاط کے ساتھ پابندی کرے گا اور اللہ کے رسول ﷺ بھی دستور کی خلوص کے ساتھ پابندی کرنے والے کے ہی مددگار ہیں۔

تخلیقی دستاویز

- دستور مدینہ کی روح اس کے تجزیہ اور تشریح کے مطابق ریاست مدینہ کے حاکم اللہ تعالیٰ ہیں اور ناظم اعلیٰ اللہ کے رسولؐ ہیں۔
- ریاست کے دفاع سے متعلق امور ریاست کے ناظم اعلیٰ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں آپؐ کی اجازت کے بغیر ریاست کی حدود میں بسنے والا کوئی گروہ کسی سے لڑائی نہیں کر سکتا۔
- دستور کی کسی دفعہ کے نفاذ اور تشریح کے بارے میں ریاست کے لوگوں میں اگر کسی قسم کا کوئی اختلاف رائے پیدا ہوجائے تو اس کا فیصلہ کرنے کا اختیار رسول اللہ ﷺ کے پاس ہے۔ اسی طرح اگر ریاست کی حدود میں بسنے والے لوگوں میں آپس میں کوئی ایسا تنازعہ پیدا ہو جائے جس سے ریاست میں فساد اور جھگڑے کا خدشہ ہو تو وہ تنازعہ بھی فیصلے کے لئے رسول اللہ ﷺ کے پاس لے جانے پر اتفاق کیا گیا ہے۔ گویا ریاست مدینہ کے سب سے بڑے منصف (چیف جسٹس) کے اختیارات بھی رسول اللہ ﷺ کے پاس ہیں لیکن متنازعہ امور میں

اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف رجوع کرنے کی پابندی سے ثابت ہوتا ہے کہ دستور سے اتفاق کرنے والوں میں اس بات پر بھی اتفاق تھا کہ رسول اللہ ﷺ متنازعہ امور کا فیصلہ صرف ریاست کے ناظم اور چیف جسٹس کی حیثیت میں ہی نہیں کریں گے بلکہ اللہ کے رسولؐ کی حیثیت میں اللہ کے احکامات اور دستور کی روشنی میں فیصلہ فرمائیں گے (اللہ اور اس کے رسولؐ کی طرف رجوع کرنے کا اس کے سوا اور کیا مطلب ہو سکتا ہے) اور سب کو حضور کے اس فیصلے کو ماننا ہو گا۔

دنیا میں جب شاہی نظام ہوتا تھا تو کسی سے جنگ کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ صرف بادشاہ کیا کرتا تھا زنجیر عدل بھی بادشاہ کے ایوان عدل کے دروازے پر ہی لٹکی ہوتی تھی ان دونوں امور میں بادشاہ کا فیصلہ حتمی ہوتا تھا یہ الگ بات ہے کہ بادشاہ ایسے فیصلے اپنی سمجھ بوجھ اور رسم و رواج کے مطابق کیا کرتے تھے پارلیمانی یا نیم پارلیمانی نظام میں بھی جنگ کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ پارلیمنٹ کے قائد ایوان کرتے ہیں اور ملک کے دستور کی تشریح کا فریضہ ملک کی سب سے بڑی عدالت انجام دیتی ہے جس دستور کے مطابق رسول اللہ ﷺ ریاست کے ناظم اعلیٰ ہیں۔ اسی کے تحت جنگ کرنے یا نہ کرنے کا اختیار بھی آپؐ کے پاس ہے دستور کی تشریح اور متنازعہ امور میں آپؐ کے سوا کوئی اور فیصلہ کرنے کا مجاز نہیں اور آپؐ کا فیصلہ حتمی ہے اور اسے ماننا سب پر لازم ہے اس دستور، ریاست اور معاشرے میں آپؐ کو جو مقام و مرتبہ حاصل ہے اس کا اندازہ کرنا مشکل نہیں۔

- دستور میں ریاست کی حدود ۔ بھی متعین کر دی گئی ہیں جو یثرب کے جوف تک پھیلی ہیں کسی ریاست کے وجود میں آنے کے لئے کچھ چیزیں بنیادی حیثیت رکھتی ہیں۔
  - حاکم
  - رعایا
  - ایک خطہ زمین
  - ایک دستور

ان چار چیزوں میں سے کوئی ایک بھی وجود نہ رکھتی ہو تو ریاست اور منظم معاشرہ وجود میں نہیں آ سکتا۔

حاکم ہو اس کے پاس ایک خطہ زمین بھی ہو اور ایک تیار شدہ دستور بھی ہو مگر رعایا نہ ہو تو بھی ریاست قائم نہیں ہو سکتی وہ حاکم کس کا ہوگا؟ دستور کس پر نافذ کرے گا؟ افراد کا ایک گروہ ہو

وہ ایک خطہ زمین پر آباد بھی ہو ان کے پاس کوئی ضابطہ اور دستور بھی ہو مگر اس دستور کو نافذ کرنے والی کوئی قوت حاکمہ نہ ہو تو بھی ریاست نہیں بنتی جس کی مثال مدینہ کے یہودیوں کی ہی موجود تھی وہ ایک نسلی اور مذہبی گروہ تھے ان کی زمینیں قلعے اور فوجیں بھی تھیں دستور موسوی بھی ان کے پاس تھا مگر قوت نافذہ نہ تھی اس لئے ان کی کوئی ریاست نہیں تھی.

ایک حاکم بھی ہو اس کے احکامات پر عمل کرنے والوں کا ایک گروہ بھی موجود ہو اس کے پاس ایک دستور اور ضابطہ بھی موجود ہو جس پر وہ گروہ عمل بھی کررہا ہو لیکن ان کا کوئی اپنا خطہ زمین نہ ہو تو بھی ریاست وجود میں نہیں آتی ہجرت سے پہلے مکہ مکرمہ میں مسلمانوں کے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے عطاء کردہ دستور حیات موجود تھا اس دستور پر عمل کرنے پر مسلمان سختیاں اور تکالیف بھی برداشت کرتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت بھی مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی امور میں رہنماء تھے وہاں پر بھی مسلمان اللہ تعالیٰ کو حاکم اعلیٰ اور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ کا سچا رسول اور زمین پر خلیفہ مانتے تھے مسلمانوں کے دینی اور دنیاوی امور میں مکہ میں بھی فیصلے رسول اللہ ﷺ ہی فرمایا کرتے تھے جو کوئی اسلام قبول کرلیتا تھا وہ کسی امر میں فیصلہ کے لئے مکہ کی شہری ریاست کے کسی عمال کے پاس نہیں جایا کرتا تھا اس کے باوجود مکہ مکرمہ میں اسلامی معاشرہ اور ریاست قائم نہ ہوسکی کیونکہ وہاں پر مسلمانوں کا کوئی اپنا خطہ زمین نہیں تھا ان کے اپنے گھر تو تھے اپنے کاروبار اور دکانیں بھی تھیں. ان سب کے ہوتے ہوئے بھی وہاں پر ان کی اپنی ریاست قائم نہ ہوسکی کیونکہ وہاں پر کوئی ان کا اپنا خطہ زمین نہیں تھا.

لوگوں کا ایک گروہ بھی ہو' ان کا ایک حکم چلانے والا سردار بھی اور وہ کسی خطہ زمین کے مالک بھی ہوں لیکن کوئی ایسی تحریری دستوری دستاویز نہ ہو جس میں حاکم اور رعایا کے حقوق و فرائض کا تعین کیا گیا ہو جس میں ان کے باہمی تنازعات کا فیصلہ کرنے اور ان فیصلوں کو نافذ کرنے کے ادارے اور طریقوں کا تعین نہ کیا گیا ہو تو بھی وہ گروہ منظم معاشرہ نہیں کہلا سکتا اور ان کا خطہ زمین ایک منظم ریاست نہیں بن سکتا جزیرہ نمائے عرب کے ریگزاروں میں گھومنے پھرنے والے قبائل کے گھومنے پھرنے کے علاقے متعین تھے ان کے اپنے سردار بھی ہوتے تھے جن کے احکامات وہ خلوص دل سے مانتے تھے ان قبائل کے رسم و رواج ان کے لئے ایک ضابطہ کی حیثیت رکھتے تھے لیکن اس قبائلی ضابطہ اور سرداری کی بنیاد نسلی گروہی اور خونی ہوتی تھی. اسی جوف یثرب میں ایسے درجنوں قبائل آباد تھے ان کے اپنے اپنے سردار تھے اپنے اپنے رسم و رواج بھی تھے لیکن کوئی ایسا حاکم اور دستور نہیں تھا جو ان سب قبائل کو ایک نظم اور ضابطہ کے

تحت لاکر وہاں امن قائم کرسکے اور ایک تخلیقی معاشرہ قائم کرکے افراد کو آزادی مساوات اور تحفظ دے سکے۔

رسول اللہ ﷺ نے جو دستور تیار اور نافذ فرمایا اس نے ریاست کے ان چاروں اہم اجزاء کاتعین کردیا اس دستور کے نفاذ سے جزیرہ نمائے عرب میں ایک چھوٹا سا منظم معاشرہ اور ریاست قائم ہوگئی جس ریاست کا کل رقبہ بیس مربع میل کے برابر تھا اور جس کی کل آبادی بیس پچیس ہزار افراد سے زیادہ نہیں ہوگی۔

دستور مدینہ کی تیاری اور نفاذ کے وقت مدینہ کے عرب قبائل کی چھوٹی سی اقلیت کو چھوڑ کر باقی سب افراد اسلام قبول کرچکے تھے بقول منٹگمری واٹ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پہلے ان قبائل کے تمام افراد مسلمان ہو چکے تھے اور انہوں نے اجتماعی طور پر حضور ﷺ کو اللہ کا رسولؐ تسلیم کرلیا تھا(18) جنگی قوت کے لحاظ سے اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی عرب یہودیوں پر غالب تھے اور یہودی ان کے حلیف کے طور پر ہی اپنا وجود برقرار رکھ سکتے تھے۔ ان میں اتنی قوت نہیں تھی کہ وہ اپنی الگ حیثیت میں اپنے وجود کا تحفظ کرسکیں(19) افرادی تعداد کے لحاظ سے بھی عرب مسلمان یہودیوں سے زیادہ تھے اسلام قبول کرنے کے بعد وہ ایک بہت مضبوط اور متحد قوت بن گئے تھے اور رسول اللہ ﷺ مدینہ میں بہت ہی طاقتور (Most Powerful) حیثیت رکھتے تھے' اس لئے مدینہ کے یہودیوں کو سیاسی مجبوری کے تحت یہ دستور قبول کرنا پڑا تھا(20) اس لحاظ سے مسلمان ریاست کا اکثریتی حکمران گروہ تھا اور یہودی لسانی اور مذہبی حیثیت میں ریاست میں اقلیت کی حیثیت رکھتے تھے۔ ریاست کی حدود میں ایک چھوٹی سی مشرک اقلیت بھی آباد تھی رسول اللہ ﷺ نے دستور میں ریاست کی اکثریت اور اقلیتوں سب کے حقوق اور فرائض کا بڑی تفصیل سے الگ الگ حصوں میں تعین فرما دیا۔ دستور کے پہلے حصے میں اکثریت کے حقوق اور فرائض کا ذکر ہے ہم ان حقوق اور فرائض کو الگ الگ درج کر رہے ہیں تاکہ انہیں سمجھنے میں آسانی رہے۔

مسلمان اکثریت کے حقوق

- ریاست کی حدود میں رہنے والے سب مسلمان اپنے اپنے پرانے رواج کے مطابق دیت اور فدیہ ادا کریں گے۔
- دستور کے نفاذ سے پہلے کے ان سب کے اتحاد (حلیف) برقرار رہیں گے۔
- وہ اسی طرح کسی دوسرے کو پناہ دے سکیں گے جس طرح پہلے دیا کرتے تھے۔

- ان میں سے جنگ کے لئے مدینہ سے باہر جانے والوں کو بھی اور پیچھے گھر میں رہنے والوں کو بھی امن حاصل ہو گا۔
- ضرب اور زخم کا بدلہ لینے کا حق حاصل ہو گا۔
- ان کا کوئی حلیف بد عملی (خلاف ورزی) کرے تو ان پر اس کی ذمہ داری نہیں ڈالی جائے گی۔

مسلمان اکثریت کے فرائض

- دیت اور فدیہ کی ادائیگی کے معاملات میں انصاف اور حسن سلوک کے اصولوں پر عمل کریں گے۔
- اگر کوئی مسلمان اس قابل نہ ہو کہ وہ اپنا فدیہ یا دیت ادا کر سکے تو سب مسلمان اس کی مالی مدد کریں گے۔
- کوئی مسلمان کسی دوسرے مسلمان کے مولیٰ (آزاد کردہ غلام) کو اس کے مالک کی اجازت کے بغیر اپنا حلیف نہیں بنائے گا۔
- ریاست کے سب مسلمان سرکشی، ظلم، گنا اور تعدی کے طریقے اپنانے والے اور فساد پھیلانے والے کے خلاف متحد ہو کر کارروائی کریں گے خواہ ایسا مجرم مسلمانوں میں سے کسی کا اپنا بیٹا ہی ہو وہ بھی مجرم کو سزا دینے میں سب مسلمانوں کا ساتھ دے گا۔
- اگر کوئی مسلمان کسی کافر کو قتل کر دے تو مقتول کافر کا (عزیز یا حلیف) مسلمان اس کافر کے بدلے میں مسلمان کو قتل نہیں کرے گا اور نہ ہی مسلمان کے مقابلے میں کوئی مسلمان کسی کافر کی مدد کرے گا۔
- اگر کوئی ادنیٰ (کم حیثیت والا) مسلمان بھی کسی کو پناہ دے گا تو سب مسلمان مل کر اس کی حفاظت کریں گے۔
- یہودیوں میں سے جو کوئی مسلمانوں کی پیروی کرے گا کوئی بھی مسلمان نہ اس پر ظلم کرے گا نہ اس یہودی کے دشمن کی مدد کرے گا اور ایسے یہودیوں کو برابری کی حیثیت دے گا۔
- کوئی مسلمان باقی مسلمانوں سے الگ ہو کر کسی دشمن سے صلح نہیں کرے گا۔
- اگر کوئی کافر کسی مسلمان کو اس کے مسلمان ہونے کی وجہ سے کسی قسم کا نقصان پہنچائے

گا تو سب مسلمان مل کر اس کافر سے بدلہ لینے میں اس مسلمان کی مدد کریں گے۔

- اگر کوئی قتل کے جرم کا ارتکاب کرے گا تو سب مسلمان متحد ہو کر اسے سزا دیں گے۔
- اگر کوئی شخص کوئی نئی بات نکال کر فتنہ پھیلانے کی کوشش کرے گا تو کوئی مسلمان ایسے شخص کو نہ پناہ دے گا اور نہ ہی اس کی حمایت کرے گا۔
- اگر مسلمانوں میں کسی بات پر اختلاف پیدا ہوجائے تو وہ اس اختلافی معاملہ کو فیصلہ کے لئے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس لے جائیں گے۔
- اہل دستور (ریاست کے باسیوں) سے کوئی لڑائی کرے تو سب مسلمان متحد ہو کر اس کے خلاف لڑیں گے۔
- مسلمان جنگ کے اخراجات میں حصہ دیں گے۔
- مظلوم کی ہر صورت میں مدد کریں گے۔
- ریاست کی حدود (جوف یثرب) کے اندر نہ تو کسی قسم کا لڑائی جھگڑا کریں گے نہ فساد پھیلائیں گے اور سب اس کے تقدس کا احترام کریں گے۔
- اگر کسی بستی کے باقی لوگ اپنی بستی میں کسی فرد کو پناہ دینے کے خلاف ہوں تو ان کی اجازت کے بغیر اس بستی میں کسی کو کوئی مسلمان پناہ نہیں دے گا۔
- اگر ان میں کوئی ایسا تنازعہ پیدا ہوجائے جس کی وجہ سے فساد اور نقصان کا خدشہ ہو تو وہ تنازعہ کے فیصلے کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ سے رجوع کریں گے۔
- قریش مکہ اور ان کے کسی حلیف کو کوئی مسلمان پناہ نہیں دے گا۔
- سب مسلمان ریاست پر حملہ کرنے والے کا مل کر مقابلہ کریں گے۔
- اگر مسلمان اور یہودی مل کر کوئی لڑائی لڑ رہے ہوں اور یہودی مشترکہ دشمن کے ساتھ صلح کی کوئی تجویز لے کر آئیں تو مسلمان اس تجویز پر غور کرنا قبول کرلیں گے اور اگر باہمی اتفاق سے صلح ہوجائے تو اس پر قائم رہیں گے۔
- اس دستور کی خلوص دل اور وفا شعاری سے پابندی کریں گے۔

یہودی اقلیت کے حقوق

- ریاست مدینہ میں انہیں مسلمانوں کے ساتھ برابری اور مدد حاصل ہوگی۔
- ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

- جن مسلمان قبائل کے ساتھ ان کے اتحاد کے معاہدے ہیں وہ قائم رہیں گے۔
- وہ اپنے حلیفوں (مسلمانوں) کے ساتھ ایک پارٹی تصور کئے جائیں گے۔
- انہیں مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔
- ان کے موالی (یہودی حلیفوں) کو بھی یہ آزادی حاصل ہوگی۔
- انہیں ضرب اور زخم کا بدلہ لینے کا حق حاصل ہوگا۔
- ان کے کسی حلیف کی بدعملی (خلاف ورزی) کا انہیں ذمہ دار نہیں ٹھرایا جائے گا۔
- کسی جرم کی سزا جرم کی نوعیت کے مطابق دی جائے گی۔
- ان میں سے جو کوئی مشترکہ جنگ میں شریک ہوگا اسے بھی اور جو شریک نہیں ہوگا بلکہ اپنے گھر میں رہے گا اسے بھی امن حاصل ہوگا۔

یہودی اقلیت کے فرائض

- مسلمانوں (حکمران گروہ) کی اتباع کریں گے۔
- دستور کی تشریح اور نفاذ کے بارے میں کوئی اختلاف رائے پیدا ہوجائے تو وہ معاملہ فیصلے کے لئے اللہ اور اس کے رسولؐ کے پاس لے جائیں گے۔
- جب مسلمانوں کے ساتھ مل کر کسی لڑائی میں شریک ہوں تو مصارف جنگ میں حصہ ڈالیں گے۔
- ظلم اور عہد شکنی (غداری) نہیں کریں گے۔
- رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر کسی سے لڑائی نہیں کریں گے۔
- اہل دستور کے خلاف کوئی لڑائی کرے تو مسلمانوں کے ساتھ مل کر اس کے خلاف لڑیں گے اور مسلمانوں کی مدد کریں گے۔
- ایسی جنگ میں وہ لڑائی کے خاتمے تک اپنے لڑائی کے اخراجات خود برداشت کریں گے۔
- خلوص دل سے مسلمانوں کی خیر خواہی کریں گے۔
- اس دستور کی خلاف ورزی نہیں کریں گے بلکہ وفاداری سے پابندی کریں گے۔
- ریاست کی حدود کے اندر کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جس سے اس کے تقدس کو نقصان پہنچے۔
- پناہ حاصل کرنے والے کے حقوق و فرائض کی پابندی کریں گے۔

* آبادی کے دیگر لوگوں کی اجازت کے بغیر کسی کو پناہ نہیں دیں گے۔
* جب کوئی ایسا تنازعہ یا جھگڑا پیدا ہوجائے جس سے فساد اور نقصان کا خدشہ ہو تو اس تنازعہ میں فیصلے کے لئے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے رجوع کریں گے۔
* مکہ کے قریش اوران کے کسی حامی کو پناہ نہیں دیں گے۔
* ریاست کے دفاع میں مدد کریں گے۔
* مشترکہ لڑائی کی صورت میں اگر مسلمانوں کی طرف سے دشمن سے صلح کی تجویز آئے تو اسے قبول کریں گے اور اگر صلح ہوجائے تو اس پر قائم رہیں گے۔
* حملہ کی صورت میں اپنے علاقہ (محاذ) کا دفاع کریں گے۔
* خلوص دل سے دستور کی پابندی کریں گے۔

پیغمبرانہ معجزہ

دستور مدینہ کو حرف اول سے آخری لفظ تک دیکھیں' رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آمد سے پہلے کے مدینہ کے حالات کو سامنے رکھیں اور جن معروضی حالات میں یہ دستور تیار اور نافذ کیا گیا تھا۔ وہ ذہن میں ہوں تو کسی بھی ذی شعور انسان کے لئے یہ تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کہ یہ دستور رسول اللہ ﷺ کی پیغمبرانہ فراست' تدبر' تدبیر' تحمل اور توازن کی بے مثل دستاویز ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے آپس میں بٹے ہوئے ایک دوسرے کے دشمن نسلی اوز مذہبی گروہوں کو اس دستاویز کے مندرجات پر متفق کرکے اور ان سب سے اس کی پابندی کا عہد لے کر پیغمبرانہ معجزہ فراہم کردیا۔

مدینہ کی سب سے بڑی ضرورت امن اور اتحاد تھی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دستاویز کے ذریعے ریاست مدینہ کی حدود میں امن اور ان حدود کے اندر رہنے والے گروہوں میں اتحاد کے اصول و ضوابط فراہم کردیئے اور انہیں ایک دوسرے کے وجود اور حقوق کا احترام کرنے کا پابند کردیا۔ ریاست کے سب شہریوں کو قانونی اور سماجی تحفظ فراہم کرکے اور انہیں قبیلے کے سردار کی آمریت سے نجات دلا کر معاشرے میں انسانی برابری قائم کردی اور انہیں حیوانی سطح سے اٹھا کر انسانی سطح پر پہنچا دیا۔

توازن اور وحدت

ایک ریاست ایک حاکم اور ایک دستور پر اتفاق صرف تدبیر کے ذریعے حاصل کیا گیا نہ کوئی

طاقت استعمال کی گئی اور نہ کسی کو مجبور کیا گیا۔ دستور میں ریاست کی اکثریت اور اقلیت کے حقوق و فرائض میں توازن قائم کیا گیا چھوٹے سے چھوٹے مشرک عرب قبیلے کو بھی وہی حقوق دیئے گئے جو بڑے اور طاقتور مسلمان قبیلوں کو دیئے گئے۔ یہودی اقلیت کو بھی وہی سیاسی سماجی اور مذہبی حقوق حاصل رہے جو مسلمان اکثریت کو حاصل تھے۔ ریاست کی حدود میں رہنے والے سب افراد کو سوچ اور فکر کی آزادی دی گئی۔ اس طرح دستور مدینہ اسلامی ریاست معاشرے اور تہذیب کی بنیاد ہے اور اس کی روح بندے کے اپنے خالق سے تعلق کا قیام اور استحکام ہے اس ریاست کا اصل حاکم اللہ ہے بندے کو روز قیامت اس کے حضور اپنے دنیاوی اعمال کا حساب دینا ہے اگر وہ ریاست کے دستور کی خلوص اور وفاداری سے پابندی نہیں کرے گا تو اس خلاف ورزی کا بھی اسے وہاں حساب دینا ہوگا دستور مدینہ اس حوالے سے بھی ایک منفرد دستاویز ہے۔

اس دستاویز پر ایک تو اللہ کا نام ہے اور ایک اللہ کے نبی اور رسول محمد ﷺ کا نام ہے۔ اللہ تو خالق اور مالک ہے اس کی مخلوق میں سے صرف ایک نام اس میں درج ہے۔ وہ نام جس کی طرف سے یہ دستاویز تیار اور نافذ کی گئی ہے اور دستاویز کے مطابق جو ریاست مدینہ کے حاکم ہیں، اس کے سب سے بڑے جج اور سپریم کمانڈر ہیں جس وقت یہ دستاویز تیار اور نافذ کی گئی اس وقت مدینہ کی ریاست کی حدود میں بہت سے چھوٹے بڑے قبائل رہتے تھے انصار مدینہ کے دو بڑے قبیلے تو اوس اور خزرج تھے یہ دونوں قبائل آگے بہت سی شاخوں میں تقسیم تھے ان شاخوں کے آگے اپنے اپنے اتحادی گروہ تھے ان کے اپنے اپنے سردار تھے مگر دستاویز میں ان کے کسی چھوٹے بڑے سردار کا نام نہیں آیا۔

مہاجرین کا تعلق بھی قریش کے کئی قبیلوں سے تھا ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ بھی تھے جو مکہ کی شہری ریاست کی کابینہ میں وزیر ہوتے تھے ان میں حضرت حمزہؓ بھی تھے حضرت معصبؓ بن عمیر بھی تھے جو طویل عرصہ تک مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے سفیر کی حیثیت سے رہے تھے انصار مدینہ کی اکثریت نے ان کی تعلیم و تبلیغ کے عرصہ میں اسلام قبول کیا تھا لیکن دستاویز میں ان میں سے بھی کسی ایک کا بھی نام درج نہیں۔

مدینہ کی ریاست کی حدود میں یہودیوں کے بھی کئی قبیلے رہتے تھے بنو قینقاع، بنو نضیر اور بنو قریظہ تو بہت بڑے بڑے قبیلے تھے۔ دستاویز میں ان کے کسی سردار کا ذکر نہیں مشرکین کی چھوٹی سی جماعت کے کسی سردار کا نام بھی اس میں کسی جگہ درج نہیں۔

اگر یہ معاہدہ تھا تو اس پر ان گروہوں اور قبیلوں کے سرداروں اور نمائندوں کے نام آنا

چاہیئے تھے جن کے درمیان یہ معاہدہ طے پایا تھا اس معاہدے پر گواہوں کے نام ہونا چاہیئے تھے مگر اس پر صرف اور صرف ایک نام ہے اور وہ ہے اللہ کے نبی اور رسول محمد ﷺ کا کیونکہ یہ معاہدہ نہیں۔ ایک دستور العمل (کتاب) ہے جو اللہ کے نبی اور رسول محمد ﷺ کی طرف سے تیار اور نافذ کیا گیا تھا۔

دستاویز کی 4 سے 11 تک آٹھ دفعات میں اوس اور خزرج کی مختلف شاخوں (گروہوں) کے دیت اور فدیہ کے پرانے رواج اور طریقے بحال رکھنے کا ذکر ہے دستور کی دفعہ تین میں مہاجرین کے پرانے رواج کے مطابق دیت اور فدیہ دینے کا حق بحال رکھا گیا ہے۔

قبیلہ خزرج کا بحیثیت مجموعی دیت اور فدیہ دینے کا رواج بحال نہیں رکھا گیا نہ ہی قبیلہ اوس کا بحیثیت مجموعی یہ حق بحال رکھا گیا کیونکہ جن گروہوں اور قبیلوں کا ان دفعات میں ذکر کیا گیا ہے وہ الگ الگ اتحاد اور رواج رکھتے تھے اسی طرح مہاجرین کا پرانا رواج ان سب سے الگ تھا ان دفعات میں ان گروہوں کے اصل رواج کو بحال رکھا گیا اور پھر دستاویز کی دفعہ چھبیس سے چونتیس تک میں اوس اور خزرج کے انہی گروہوں کے پرانے معاہدے اور اتحاد بھی اسی طرح برقرار رکھے گئے جس طرح وہ دستور کے نفاذ سے پہلے تھے دفعہ چار میں خزرج کی شاخ بنی عوف کے دیت اور فدیہ کے پرانے طریقے کو بحال رکھا گیا ہے تو دفعہ چھبیس میں اسی بنی عوف کے یہودیوں کے ساتھ پرانے اتحاد کے معاہدے کو بھی برقرار رکھا گیا ہے اور شرط یہ لگا دی ہے کہ مسلمان بنی عوف کا یہودیوں کے ساتھ اتحاد تو برقرار رہے گا مگردین مسلمانوں کا اپنا ہے اور یہودیوں کا اپنا یہ اتحاد دینی معاملات میں نہیں اور پھر یہ بھی واضح کردیا ہے کہ اگر بنی عوف کے اتحادی یہودیوں میں سے کوئی ظلم کرے گا یا اس دستور کی خلاف ورزی کرے گا تو اسے وہ حقوق حاصل نہیں رہیں گے جو دستور کی دفعہ سولہ کے تحت مدینہ کی ریاست کی حدود میں بسنے والے سب یہودیوں کو دیئے گئے ہیں یعنی امداد' مساوات اور ان پر ظلم نہ کرنے اور ان کے دشمن کی مدد نہ کرنے کے حقوق۔

دستور کی دفعہ 5 میں قبیلہ خزرج کے گروہ بنو ساعدہ کا ان کے پرانے رواج کے مطابق دیت اور فدیہ دینے کا حق برقرار رکھا گیا ہے تو دفعہ 29 میں انہی بنو ساعدہ کا یہودیوں کے ساتھ اتحاد کا معاہدہ برقرار تسلیم کر لیا گیا ہے اور کہہ دیا ہے کہ بنو ساعدہ کے اتحادی یہودیوں کو بھی وہی حقوق حاصل ہوں گے جو بنو عوف کے اتحادی یہودیوں کو حاصل ہوں گے اور ان پر بھی وہ شرط لاگو ہوگی جو بنو عوف کے یہودیوں پر لاگو ہوتی ہے یعنی مسلمانوں (بنو ساعدہ) کا دین اپنا ہے اور ان کے

اتحادی یہودیوں کا دین اپنا ہے اور اگر بنو ساعدہ کے اتحادی یہودیوں میں سے کوئی بھی ظلم کرے گا یا دستور کی خلاف ورزی کرے گا تو اس کے ساتھ بھی وہی سلوک کیا جائے گا جو بنو عوف کے اتحادی یہودیوں میں سے ایسا کرنے والوں کے ساتھ کیا جائے گا۔

دستور کی دفعہ 6 میں قبیلہ خزرج کے گروہ بنو حارث کے پرانے رواج کے مطابق دیت اور فدیہ دینے کے حق کو برقرار رکھا گیا ہے تو دفعہ اٹھائیس میں اسی بنو حارث کے یہودیوں کے ساتھ پرانے اتحاد کو تسلیم کرتے ہوئے ان کے اتحادی یہودیوں کو بھی وہی حقوق دیئے گئے ہیں جو پہلے گروہوں کے اتحادی یہودیوں کو دیئے گئے ہیں۔

دفعہ 7 میں قبیلہ خزرج کی شاخ بنو جشم کے دیت اور فدیہ کے پرانے رواج کو برقرار رکھا گیا ہے اور دفعہ 30 میں اسی بنو جشم کے یہودیوں کے ساتھ پرانے اتحاد کو برقرار رکھا گیا ہے اور انہیں بھی وہی حقوق دیئے گئے ہیں ان پر بھی وہی شرائط لگائی گئی ہیں۔

دفعہ 8 میں قبیلہ خزرج کی شاخ بنو نجار کے پرانے رواج کے مطابق دیت اور فدیہ کے حق کو برقرار رکھا گیا ہے تو دفعہ ستائیس میں اسی بنو نجار کے یہودیوں کے ساتھ اتحاد کو برقرار رکھتے ہوئے ان کے اتحادی یہودیوں کو بھی دیگر قبیلوں کے اتحادی یہودیوں کے برابر حق دیئے ہیں او ران پر بھی وہی شرائط لاگو کی گئی ہیں

دفعہ 11 میں قبیلہ اوس کے گروہ الاوس کا پرانے رواج کے مطابق دیت اور فدیہ کا حق برقرار رکھا گیا ہے اور دفعہ 31 میں یہودیوں کے ساتھ ان کے پرانے اتحاد کو برقرار رکھ کر انہیں بھی وہی حقوق دیئے ہیں ان پر بھی وہی شرائط لگائی گئی ہیں جو باقی انصار قبیلوں کے اتحادی یہودیوں پر لگائی گئی ہیں۔

دفعہ 9 اور 10 میں قبیلہ اوس کے گروہوں بنو عمرو بن عوف اور النبیتؑ (بنو عبدالاشہل) کے پرانے دیت اور فدیہ کے رواج کو برقرار رکھا گیا ہے تو دفعہ 49 میں ان دونوں کے یہودیوں کے ساتھ پرانے اتحاد کو برقرار رکھتے ہوئے ان کے اتحادی یہودیوں کو بھی دیگر قبائل کے یہودی اتحادیوں کے برابر حقوق دے کر ان پر بھی وہی شرائط لاگو کر دی گئی ہیں۔

اس طرح دستور مدینہ کی دفعہ 4 تا 11، 26 تا 36 اور 49 میں گہرا ربط ہے اور دفعہ 26 تا 36 اور 49 دفعہ 4 تا 11 کا تسلسل ہیں۔ انصارِ مدینہ کے مختلف گروہوں کے کچھ پرانے طور طریقے پہلی دفعات میں تسلیم کر لئے گئے ہیں اور ان کے پرانے اتحاد ان دفعات میں برقرار رکھے گئے ہیں۔ دفعہ 32 میں بنو ثعلبہ کے اتحادی یہودیوں کا ذکر ہے۔ دفعہ 33 ان کی شاخ جفنہ کے اتحادی یہودیوں

سے متعلق ہے۔ 34 بنی شطیبہ' 35 ثعلبہ کے موالی اور 36 باقی سب یہودی شاخوں سے متعلق جو چھوٹی چھوٹی تھیں اور اتحاد میں کوئی زیادہ اہم نہیں سمجھی جاتی تھیں۔ دفعہ 16 ایک اصولی دفعہ ہے جو مسلمانوں کی اتباع کرنے والے سب یہودیوں سے متعلق ہے۔ اس میں کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کی طرف سے مدد اور مساوات کا درجہ ان ہی یہودیوں کو حاصل ہوگا جو دستور کی پابندی اور مسلمانوں کی اتباع کریں گے اور اس میں مزید وضاحت کردی گئی ہے کہ یہ پابندی کرنے والوں پر زیادتی نہیں کی جائے گی اور ان کے دشمن کے مدد نہیں کی جائے گی یہ دفعہ انصار کے مختلف قبیلوں اور گروہوں کے اتحادی سب یہودیوں پر لاگو ہوتی ہے اور اس مقام پر آئی ہے جہاں بنیادی اصولوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس طرح جملہ یہودیوں کے بارے میں ایک یہ اصولی دفعہ ہے کہ وہ لڑائی میں حصہ ڈالتے رہیں گے۔

دستور مدینہ کی باقی دفعات ریاست مدینہ کی حدود میں رہنے والے سب افراد اور گروہوں سے متعلق ہیں اس لحاظ سے یہ ایک مربوط دستاویز ہے جس کی ایک تمہید (PREAMBLE) ہے ایک حصہ مسلمانوں کے باہمی تعلقات اور حقوق و فرائض کے بارے میں ہے ایک حصہ ان کے اتحادی یہودیوں کے حقوق و فرائض کے بارے میں ہے اور ایک حصہ ریاست مدینہ کی حدود میں بسنے والے سب گروہوں کے بارے میں ہے۔

اگر ریاست ایک اکائی (وحدت) ہے تو اس کی حدود میں رہنے والے سب لوگ بلا امتیاز مذہب اور نسل کے ایک سیاسی وحدت ہیں ان سب کا حاکم اعلیٰ اور حاکم اعلیٰ کا نائب ایک ہے سپریم کمانڈر اور چیف جسٹس ایک ہے تو جو دستاویز اس ریاست کا نظم چلانے کا ضابطہ اور دستور ہے وہ مختلف گروہوں کے بارے میں مختلف اوقات میں کیسے تیار کی جا سکتی ہے؟ جس دستور کے ذریعے ریاست وجود میں آئی تھی وہ بھی ایک ہی وقت میں تیار اور نافذ کیا گیا تھا اس کے مختلف جزو مختلف موضوعات کی وجہ سے ہیں اس لئے نہیں کہ وہ مختلف اوقات میں تیار کئے گئے اور مختلف مواقع پر نافذ کئے گئے تھے۔

جس طرح دستاویز میں رسول اللہ ﷺ کے نام مبارک کے علاوہ اور کسی فرد بشر کا نام نہیں آیا اسی طرح اس میں مدینہ کے عربوں کی دو بڑی اکائیوں بنو اوس اور بنو خزرج کا بھی ایک اکائی اور متحد قبیلے کے حوالے سے ذکر نہیں آیا تو پھر یہودیوں کے تین قبیلوں کا بحیثیت اکائی اور قبیلے کے ذکر کیسے آ سکتا تھا؟ ویسے بھی یہودیوں کو تو عرب قبائل کے اتحادیوں کی حیثیت سے دستور میں شامل کیا گیا ہے لہٰذا بنو قینقاع' بنو نضیر' اور بنو قریظہ کے نام دستاویز میں نہ آنے سے اس کی

وحدت پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اس میں دو الگ الگ دستاویزوں کو اکٹھا کر دیا گیا ہے۔

دستور مدینہ کی دستاویز کا آغاز بسم اللہ الرحمٰن الرحیم سے ہوتا ہے۔ اگر یہ دستاویز تو دو ہوتیں اور انہیں بعد میں ایک بنا دیا گیا ہوتا تو کوئی بھی مسلمان یہ جرات نہیں کر سکتا تھا کہ ایک دستاویز کو دوسری میں شامل کرنے کے لئے اس کا سر آغاز ختم کر دے ،ایسی صورت میں ان دونوں دستاویزوں کے (PREAMBLE) بھی دو ہونا چاہیے تھے ویسے بھی یہ دستاویز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی لکھوائی دیگر دستاویزات سے بہت مشابہت رکھتی ہے۔ اس کا متن' زبان و بیان' طریق و تحریر' اور اسلوب اس کے ایک ہونے کی اندرونی شہادتیں ہیں ابن اسحاق' ابو عبیدالقاسم' ابن خیثمہ' اور الزہری جیسے مستند اور معتبر راویوں کے حوالے سے یہ دستاویز اسی صورت میں محفوظ چلی آئی ہے۔ رسول اللہ ﷺ کی سیرت مبارکہ کے بارے میں کتب میں ایسی کوئی مثال نہیں کہ کوئی دستاویز دو مختلف زمانوں میں لکھی گئی ہو اور بعد میں کسی نے اسے یکجا کر دیا گیا ہو۔ پھر اس دستاویز کے بارے میں یہ کیسے تسلیم کر لیا جائے کہ اس میں اس اصول کی پابندی نہیں کی گئی تھی۔

دستور مدینہ کب نافذ ہوا

دستور مدینہ ایک مربوط اور مکمل دستاویز ہے مگر یہ تیار اور نافذ کب کی گئی تھی؟ ریاست مدینہ اس دستور کے نفاذ سے وجود میں آئی تھی لہٰذا دستور پہلے تیار ہوا اور اس کے نفاذ کے ساتھ ہی ریاست وجود میں آ گئی اس کی حدود متعین ہو گئیں حاکم کا فیصلہ ہو گیا شہریوں کے حقوق و فرائض متعین کر دیئے گئے نظام عدل قائم ہو گیا ریاست کے دفاع کی پالیسی بن گئی اور ریاست مدینہ کی حدود میں سب رہنے والوں کا رشتہ خدا تعالیٰ سے قائم کر دیا گیا مہاجرین پہلے ہی خون خاندان اور قبیلہ کے سب رشتے ناطے ختم کر آئے تھے مگر مدینہ میں رہنے والے مسلمان اپنے اپنے قبیلوں کے ساتھ الگ الگ بستیوں میں رہتے تھے ان کے اپنے سردار تھے ان میں ابھی تک پرانے تعصبات اور اختلاف کی جڑیں موجود تھیں ان جڑوں کو نابود کرنا ضروری تھا۔ رسول اللہ ﷺ کسی ایک شہر یا ملک کے لئے نبی بنا کر نہیں بھیجے گئے تھے آپؐ کے ذمہ ساری بنی نوع انسان کی وحدت قائم کرنے کا فرض تھا۔ مدینہ میں تشریف لانے کے فوراً بعد آپ ﷺ نے مسجد کی تعمیر شروع کرائی تاکہ بندوں کا ان کے خالق سے رشتہ استوار کیا جائے بندے اور خدا کے درمیان کسی اور رشتے کا پردہ حائل نہ رہے اس کے ساتھ ہی آپؐ نے انصار اور مہاجرین کے درمیان

بھائی چارہ قائم کرکے خونی رشتہ کی جگہ دینی رشتہ کی بنیاد رکھ دی اور پھر دستور نافذ کرکے زمین پر عملاً" خدا تعالیٰ کی حاکمیت قائم کر دی۔ رسول اللہ ﷺ کے مشن کی نوعیت اور اہمیت کو دیکھا جائے تو آپؐ اس کی تکمیل کے لئے زمین پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے نفاذ میں تاخیر نہیں کر سکتے تھے۔ ایسا کرنا آپؐ کے منصب اور مشن کے خلاف تھا۔ ہم نے حواشی میں معتبر اور مقتدر سیرت نگاروں اور مورخین کے جو حوالے دیئے ہیں ان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپؐ نے مسجد کی تعمیر کے فوراً" بعد دو کام کئے تھے۔ مواخات (بھائی چارہ) کا قیام اور دستور کی تیاری اور نفاذ۔

رسول اللہ ﷺ کے دینی مشن کے علاوہ مدینہ اور جزیرہ نمائے عرب کے اس وقت کے معروضی حالات کا بھی تقاضہ تھا کہ مدینہ کے متحارب گروہوں میں جلد نظم اور اتحاد قائم کیا جائے قریش مکہ آپؐ کی ذات اور مسلمانوں کے وجود کے دشمن تھے انہیں آپؐ کے سلامتی کے ساتھ مکہ سے نکل کر مدینہ پہنچ جانے کا شدید دکھ تھا وہ مدینہ کے عربوں اور یہودیوں کو دھمکیاں رہے تھے کہ اگر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مدینہ سے نہ نکالا تو وہ ان پر حملہ کر دیں گے جزیرہ نمائے عرب کے بدو قبائل ابھی تک قریش کی برتری اور سرداری کو مانتے تھے اگر وہ کوئی ایسا اقدام کرتے ہیں تو اکثر قبائل عرب قریش کی حمایت کریں گے مدینہ کے یہودیوں کے قریش سے روابط تھے ان کے علماء اور سرداروں نے رسول اللہ ﷺ کے مدینہ پہنچنے کے ساتھ ہی آپؐ کی مخالفت اور دشمنی کا عزم کرلیا تھا اگر قریش حملہ کرتے ہیں تو یہودی ان کا ساتھ دیں گے مدینہ کے وہ عرب جو اس وقت تک مشرک تھے وہ بھی قریش کی مدد کرتے ان حالات میں ضروری تھا کہ فوری طور پر مدینہ میں ایسا بندوبست کیا جائے کہ وہاں کا کوئی گروہ اور فرد رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے دشمنوں کی کسی قسم کی مدد نہ کرے دستور مدینہ کی مختلف دفعات جن میں قریش اور ان کے مال کو پناہ نہ دینے مدینہ پر حملہ کی صورت میں مل کر دشمن کا مقابلہ کرنے جیسی پابندیاں لگائی گئی ہیں اسی خدشہ کی پیش بندی کے لئے ہیں اور ایسی پیش بندی اور دستاویز کی تیاری اور نفاذ سب سے اہم تھا(21) اس سے صرف اسلامی ریاست اور معاشرے کی بنیاد ہی نہیں رکھی گئی تھی یہ دستور اسلام اور توحید کے پھیلاؤ اور کامیابی و کامرانی کی بھی بنیاد تھا جس کی شہادت اس کے بعد کے واقعات نے دی اللہ کے نبی کی آنکھوں کے سامنے مستقبل کے حالات کا نقشہ صاف اور واضح تھا اس نقشے کو دیکھتے اور حالات کو سمجھتے ہوئے آپؐ ایسے انتظام اور اہتمام میں تاخیر نہیں کر سکتے تھے۔

حواشی / حوالہ جات

1- مولانا ابو الفضل عبد الحفیظ بلیاوی نے "کتاب" کے معنی خط، صحیفہ، حکم اور اندازہ کئے ہیں (مصباح اللغات) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے مدینہ کے مختلف گروہوں کے باہمی تعلقات کے تعین کے لئے لکھی اس دستاویز کا سر عنوان بھی "کتاب" ہے اکثر سیرت نگاروں اور مورخوں نے "کتاب" کا ترجمہ صحیفہ کیا ہے مگر اس کے مفہوم اور مدینہ کے اس وقت کے حالات اور رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے مقام و مرتبہ کو سامنے رکھا جائے تو "کتاب" کے معنی صحیفہ نہیں ہو سکتے بلکہ اس کے معنی "حکم" یا دستور العمل ہی ہوسکتے ہیں. ڈاکٹر محمد حمید اللہ کہتے ہیں کہ جب بھی اور جہاں بھی حکمرانی اور عدل گستری کے لئے معینہ قاعدے تحریری صورت میں مرتب ہوئے تو انہیں کتاب کا نام دیا گیا Bible اور Scripture کے معنی بھی کتاب کے ہیں. کنفوشش کی قانونی تالیف بھی شوکنگ یعنی کتاب ہے چنگیز خان کی "ساسہ" کے معنی بھی کتاب ہیں. (عہد نبویؐ کا نظام حکمرانی، کراچی 1987ء صفحہ 75) منٹگمری واٹ نے اس دستاویز کو CONSTITUTION OF MADINA "دستور مدینہ" لکھا ہے اور کسی قسم کے اعتراض یا بحث کے بغیر پوری کتاب میں جہاں بھی اس دستاویز کا ذکر آیا دستور مدینہ ہی لکھا اور تسلیم کیا ہے.

2- ابن اسحاق کے متن میں یہ "کتاب محمد النبی ﷺ کی طرف سے ہے" پایا جاتا ہے لیکن ابو عبید القاسم بن سلام نے اس کے ساتھ "رسولؐ اللہ" کا اضافہ کیا ہے. (ڈاکٹر نثار احمد، عہد نبوی میں ریاست کا نشو و ارتقاء، نقوش رسول نمبر جلد 5 لاہور 1983ء صفحہ 91)

3- اکثر سیرت نگاروں نے دستور مدینہ کے افتتاحیہ (PREAMBLE) کا ترجمہ اردو درست نہیں کیا۔ عربی زبان کے مفہوم کے مطابق ترجمہ اس طرح ہوتا ہے " یہ دستاویز اللہ کے رسول محمد ﷺ کی طرف سے قریش یثرب (مسلمانوں) کے اہل ایمان اور ان لوگوں کے بارے میں ہے جنہوں نے ان کی اتباع کی تھی اور ان کے ساتھ مل کر لڑتے رہے تھے"۔

- ڈاکٹر نثار احمد نے اس دستور العمل کے افتتاحیہ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے "یہ تحریری دستاویز ہے اللہ کے نبی محمد(صلی اللہ علیہ وسلم) کی قریش اور یثرب کے اہل ایمان اور ان لوگوں کے باب میں جو ان کے اتباع میں ان کے ساتھ شامل ہوں اوران کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں" (نقوش رسول نمبر جلد 5 صفحہ 39)
- ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی کا ترجمہ یہ کیا ہے "یہ دستاویز معاہدہ محمد النبی رسول اللہ ﷺ کی طرف سے مہاجرین اور اہل یثرب کے مومنوں اور مسلمانوں کے درمیان ہے اور ان لوگوں سے بھی جو ان کے ساتھ آملیں اتحاد کریں اوران کے ساتھ شامل ہو کر جہاد کریں (عہد نبوی کا مدنی معاشرہ، لاہور 1996ء صفحہ 91)
- مولانا عبدالجلیل صدیقی نے سیرت ابن ہشام کا ترجمہ کرتے ہوئے اس افتتاحیہ کا اس طرح ترجمہ کیا ہے"یہ نوشتہ یا دستاویز" محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف سے جو نبی ہیں قریش اور اہل یثرب میں سے ایمانداروں اور اطاعت گزاروں نیز ان لوگوں کے درمیان جو ان کے طابع ہوں ان کے ساتھ شامل ہوجائیں اور ان کے ہمراہ جہاد میں حصہ لیں" کیا ہے. (سیرت النبی، جلد اول، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی،

1982ء صفحہ 554)

● پیر کرم شاہ الازہری نے ڈاکٹر نثار احمد صاحب کے ترجمہ کو پسند فرمایا ہے اور اپنی کتاب میں کسی تبدیلی کے بغیر نقل کر لیا ہے۔ (ضیاء النبی ﷺ' جلد سوم' لاہور 1992ء صفحہ 190)

● ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے "یہ ایک حکم نامہ ہے نبی اور اللہ کے رسول محمد ﷺ کا قریش اور اہل یثرب میں سے ایمان اور اسلام لانے والوں اور ان لوگوں کے مابین جو ان کے طابع ہوں اور ان کے ساتھ شامل ہو جائیں اور ان کے ہمراہ جنگ میں حصہ لیں" ترجمہ کیا ہے۔ (عہد نبوی کا نظام حکمرانی' کراچی 1987ء صفحہ 99)

● یہ چند اہل علم و فضل کے دستور مدینہ کے عربی سے اردو میں ترجمہ کے نمونے ہیں اب ہم دیکھتے ہیں کہ اس دستور العمل کے افتتاحیہ کا انگریزی میں کیا ترجمہ کیا گیا ہے۔

● Akram Diya-al-Umari کی مادری زبان عربی ہے۔ ان کی کتاب Madnian Society at the time of the Prophet میں یہ شق اس طرح ہے:

This is a document from Muhammad. the Prophet (governing the relations) between the believers and Muslims of Quraysh and Yathrib and those who followed them and struggled with them. (P: 107)

● A. Guillaume نے دستور مدینہ کی پہلی شق کا ترجمہ اس طرح کیا ہے:

This is a doucument from Muhammad, the Prophet (governing the relations) between the believers and Muslims of Quraysh and Yathrib and those who followed them and joined them and laboured with them. (The Life of Muhammad, Oxford University Press, Karachi 1995, P: 231)

مصنف نے لکھا ہے کہ سیرت ابن اسحاق کا انگریزی میں ترجمہ کرتے وقت وہ اسکندریہ (مصر) کے پروفیسر اے اے عفیفی' دمشق کے پروفیسر اے کنانی خرطوم کے پروفیسر ڈاکٹر عبداللہ الطیب اور قاہرہ کے پروفیسر ڈاکٹر ایم اے اعظم سے مشورہ کرتے رہے ہیں اور ڈاکٹر ڈبلیو عرافات نے ان کا مسودہ (ترجمہ) مکمل طور پر پڑھا ہے۔ یہ ترجمہ عربی سے انگریزی میں کیا گیا ہے۔ ترجمہ میں مشورہ دینے والوں کی زبان عربی ہے اور وہ سب عالم فاضل حضرات ہیں۔

ڈاکٹر عمری اور گلوم کے ترجمہ میں صرف ایک لفظ کا فرق ہے ۔ ڈاکٹر عمری نے جہاں STRUGGLED ترجمہ کیا ہے ۔گلوم نے LABOURED ترجمہ کیا ہے ۔

قابل غور بات یہ ہے کہ اردو میں ترجمہ کرنے والے سب فاضل حضرات نے فعل حال اور مستقبل کا صیغہ استعمال کیاہے یعنی "جو لوگ ان کے تابع ہیں' ان کے ساتھ آ ملیں' ان کے ہمراہ جنگ میں شامل ہو" وغیرہ لیکن انگریزی ترجموں میں ماضی کا صیغہ استعمال کیا گیا ہے۔

Those who followed them and joined them and laboured or struggled with them.

(وہ جنہوں نے ان کی پیروی کی تھی ان کے ساتھ شامل رہے تھے اوران کے ساتھ مل کر جدوجہد یا کوشش کی) یہی افتتاحیہ کا درست مفہوم اور ترجمہ ہے۔

4- (الف) یعنی لڑنے والے افراد کو آرام کا وقفہ دلانے کے لئے دوسرے افراد ان کی جگہ لیں گے۔

(ب) ڈاکٹر عمری اور مسٹر گلوم نے اس شق کا انگریزی میں ایک ہی ترجمہ کیا ہے۔

In every foray a rider must take an other behind him.

5- دستور مدینہ میں عربی متن اس طرح ہے "وَاِنَّ اَیہُودَ بنی عَوفٍ اُمَّةٌ مَعَ المُومنِین" یعنی بنو عوف کے حلیف یہودی مسلمانوں کے ساتھ ایک امت ہیں۔ "امت" ایک مخصوص قرآنی اصطلاح بھی ہے اور عربی زبان کا ایک لفظ بھی عربی زبان میں "امت" کا لفظ سنت' طریقہ' دین' حالات و کیفیت' وقت یا زمانہ' جماعت' گروہ (یہ گروہ انسانوں کا بھی ہو سکتا ہے' حیوانوں اور جانوروں کا بھی) مقتدا اور پیشوا کے معنوں میں بھی استعمال ہوتا ہے۔ (ڈاکٹر نثار احمد بحوالہ ابن منظور الا فریقی ' نقوش جلد 5 صفحہ 277) کسی بھی لفظ کے معنی کا تعین اس کے استعمال کے موقع محل کے مطابق کیا جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ کا نافذ کردہ دستور ایک عمرانی دستاویز ہے لہٰذا اس میں "امت" کے معنی وہ نہیں ہوسکتے جو قرآنی اور اسلامی موضوعات اور مضامین میں متعین ہیں۔ لہٰذا اس جگہ "امت" کے معنی ایک جماعت' ایک فریق یا ایک پارٹی کے ہیں۔

دستور مدینہ میں "وَاِنَّ اَیہُودَ بنی عَوفٍ اُمَّةٌ مَعَ المُومنِین" سے اگلا فقرہ ہے "ان کے لئے (یہودیوں کے لئے) ان کا دین ہے اور مسلمانوں کے لئے مسلمانوں کا دین ہے اس طرح اس پارٹی یا گروہ بندی کی بنیاد کی وضاحت کردی گئی ہے اور وہ بنیاد اشتراک دین نہیں" (جو مسلمانوں کے ایک پارٹی یا جماعت ہونے کی بنیاد تھی) وہ بنیاد اتحاد یا سمجھوتہ ہے جو قبل از اسلام بنی عوف اور یہودیوں کے درمیان تھا کیونکہ مختلف یہودی قبائل مدینہ کے مختلف عرب قبائل اور گروہوں کے حلیف یا اتحادی تھے مگر ان عرب قبائل کے اتحادی (حلیف) یہودی قبائل کا دستور میں نام درج نہیں کیا گیا صرف اتنا درج ہے کہ بنی فلاں کے حلیف یہودیوں کو یہ حقوق حاصل ہوں گے اور ان کا رویہ اس طرح کا ہوگا۔

6- اکثریتی رائے یہ ہے کہ "ان میں سے کوئی بھی" سے مراد وہ سب فریق ہیں جن کے لئے یہ دستور تیار اور نافذ کیا گیا ہے۔

7- مولانا عبدالجلیل صدیقی نے اس شق کا ترجمہ کیا ہے "کسی عورت کو اس کے کنبے والوں کی اجازت کے بغیر پناہ نہیں دی جائے گی" مسٹر اے گلوم اور ڈاکٹر عمری نے بھی یہی ترجمہ کیا ہے لیکن اوپر کی شق کی روشنی میں دیکھا جائے تو وہی ترجمہ درست معلوم ہوتا ہے جو ڈاکٹر حمید اللہ اور ڈاکٹر نثار احمد نے کیا ہے ہم نے وہی ترجمہ لکھا ہے۔

8- ڈاکٹر محمد حمید اللہ' نقوش رسول نمبر جلد نمبر2 لاہور' 1982ء صفحہ 573

9- مدنی ریاست کے لئے رسول اللہ ﷺ نے یہ دستور کب تیار اور نافذ فرمایا تھا اس بارے میں بعض نقادوں نے اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کی ہے اس میں سب سے آگے مغربی محقق اور نقاد ہیں بعض مسلمان سیرت نگاروں اور مورخوں نے بھی اہل مغرب کے زیر اثر اس دستور کی تیاری اور نفاذ کے بارے میں کچھ سوالات اٹھائے ہیں ہم ذیل میں اس دستور کی تیاری اور نفاذ کے وقت کے بارے میں مختلف

سیرت نگاروں اور مورخوں کی آراء درج کر رہے ہیں (جن کتب سے آراء لی گئی ہیں۔ یہاں ہم ان کے نام اور صفحہ نمبر ہی درج کر رہے ہیں۔ ان کتب کی پوری تفصیلات کتاب میں شامل "ماخذ" کی فہرست میں دیکھی جا سکتی ہیں)

ابن ہشام: مسجد کی تعمیر کے بعد (تعمیر شروع کرنے کے بعد) دوسرا بڑا کام معاہدے (دستور) کی دستاویز تیار کرنا تھا۔ (سیرت نبویؐ جلد اول، صفحہ 554)

امام ابن کثیر: رسول اللہ ﷺ نے سب سے پہلے مسجد کی تعمیر شروع کرائی۔ پھر دستور العمل تیار کیا اور اس کے بعد انصار اور مہاجرین میں بھائی چارہ (مواخات) قائم کیا۔ (سیرت النبی جلد اول، صفحہ 499)

ڈاکٹر محمد حمید اللہ: رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے چند ہی ماہ بعد ایک نوشتہ (دستور) تحریر فرمایا۔ (عہد نبویؐ میں نظام حکومت، صفحہ 81) ڈاکٹر صاحب دستور مدینہ کے یہودیوں کے بارے میں حصہ کو جنگ بدر کے بعد لکھا گیا قرار دیتے ہیں۔ جنگ بدر رمضان 2ھ میں ہوئی تھی۔ ڈاکٹر نثار احمد نے وزنی دلائل سے ڈاکٹر محمد حمید اللہ کے اس نظریہ کو مسترد کر دیا ہے اور ثابت کیا ہے کہ دستور مدینہ جنگ بدر سے پہلے تیار اور نافذ کیا گیا تھا۔ (دیکھیں، نقوش رسول نمبر، جلد 5 صفحہ 101 تا 103)

سید امیر علی: (1) مسجد نبوی کی تعمیر کے بعد ایک ہجری میں رسولؐ اللہ نے جو اولین کام کئے ان میں دستور کی تیاری اور نفاذ تھا۔ (The Spirit of Islam, P: 58)

(2) آنحضرتؐ نے امن وامان کے قیام کے لئے سب سے پہلے ایک فرمان جاری کیا۔ (تاریخ اسلام، صفحہ 18)

شبلی نعمانی / سید سلیمان ندوی: مدینہ آنے کے بعد رسولؐ اللہ نے سب سے پہلے معاہدہ دستور لکھوایا۔ (سیرت النبی، جلد اول صفحہ 184)

مارٹن لنگز: مسجد کی تعمیر شروع کرنے کے بعد ایک معاہدہ (دستور) تیار کیا۔

(MUHAMMAD, His life based on the earlist sources, P: 125)

ایم اے صلاحی: رسول اللہ ﷺ نے مسجد کی تعمیر شروع کرانے کے بعد بھائی چارہ قائم فرمایا اور دستور جاری کرنے میں جلدی کی۔

MUHAMMAD, Man and Prophet, P: 220)

صفی الرحمٰن مبارکپوری: مسجد کی تعمیر شروع کرانے کے بعد بھائی چارہ (مواخات) قائم کیا اور پھر عہد و پیمان کی دستاویز (دستور) تیار فرمائی۔ (الرحیق المختوم، صفحہ 311)

قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری: رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے پہلے ہی سال یہودیوں سے معاہدہ کیا۔ (رحمت العالمین، جلد اول صفحہ 95)

محمد حسین ہیکل: رسول اللہ ﷺ نے مسجد کی تعمیر شروع کرانے کے بعد بھائی چارہ قائم کیا اور یہودیوں سے معاہدہ کا چارٹر تیار کیا۔ مسجد نبوی میں اذان اس کے بعد آتی ہے۔ (حیات محمدؐ صفحات 345 تا 355)

گلب پاشا: مسجد کی تعمیر شروع کرانے کے بعد بھائی چارہ قائم کیا اور دستور جاری فرمایا۔ (محمد رسول اللہ ﷺ صفحہ 195)

ڈاکٹر محمد نعمان اعظمی ندوی: رسول اللہ ﷺ نے مدینہ منورہ میں دوسرا کام یہ کیا کہ معاہدے کی ایک دستاویز (دستور) جاری کی۔ (عہد نبوی کا مدنی معاشرہ' صفحہ 91)

مولانا محمد ادریس کاندھلوی: ہجرت کے پانچ ماہ بعد معاہدہ کیا گیا۔ (سیرت مصطفی ﷺ جلد اول 455 بحوالہ تاریخ الخمیس

شاہ معین الدین احمد: پہلے سن ہجری کے دوران معاہدہ کیا گیا۔ (تاریخ اسلام' حصہ اول صفحہ 32)

محمد جعفر شاہ پھلواری: انصار اور مہاجرین کے درمیان مواخات قائم کی مسجد کی تعمیر شروع کروائی اور معاہدہ کیا۔ (محمدؐ پیغمبر انسانیت' صفحہ 178)

عبدالحمید صدیقی: مسجد کی تعمیر شروع کرانے کے بعد مواخات اور پھر معاہدہ کیا۔

(LIFE OF MUHAMMAD, P: 177)

ڈاکٹر نثار احمد: ہجرت کے پہلے ہی سال دستور العمل نافذ کیا۔ (نقوش رسول نمبر' جلد 5 صفحہ 90)

ڈاکٹر خالد علوی: مسجد کی تعمیر شروع کرائی' مواخات اور معاہدے کئے۔ (انسان کامل' صفحہ 23)

ڈاکٹر محمد یوسف گورائیہ: ہجرت کے فوراً بعد دستور کا معاہدہ تیار کیا۔ (اسلام آئین اور صوابدید' صفحہ 122)

مولفین اردو دائرہ معارف اسلامیہ شعبہ اردو جامعہ پنجاب (انسائیکلو پیڈیا): میثاق مدینہ ۱ھ میں لکھا گیا۔ (جلد 21 صفحہ 913)

پیر کرم شاہ الازہری: دستور مدینہ جنگ بدر کے بعد تیار کیا گیا۔ (ضیاء النبیؐ جلد سوئم صفحہ 197) یعنی ہجرت سے تقریباً سترہ ماہ بعد۔

اکرم ضیاء العمری: دستور کا یہودیوں سے متعلق حصہ جنگ بدر سے پہلے اور انصار و مہاجرین سے متعلق حصہ جنگ بدر کے بعد لکھا گیا۔

(Madnian Society at the time of the Prophet, P: 103)

ڈبلیو منٹگمری واٹ / W. Montgomery Watt: منٹگمری واٹ نے دستور مدینہ کے پہلے حصہ کے بارے میں لکھا ہے کہ ممکن ہے وہ بیعت عقبہ ثانیہ کے وقت لکھا گیا ہو یا رسول اللہ ﷺ نے جو بارہ نقیب مقرر فرمائے تھے۔ ہجرت کے بعد انہوں نے اس پر اتفاق رائے حاصل کیا ہو بہرحال وہ اس حصہ کو تو جنگ بدر سے پہلے کا قرار دیتا ہے لیکن دوسرے حصہ کو جنگ بدر کے بعد بلکہ بنو قریظہ کے اخراج کے بھی بعد کا قرار دیتا ہے۔ (MUMAMMAD AT MADINA' صفحات 225 تا 228) لیکن وہ یہ بھی کہتا ہے کہ دستاویز کی تیاری کے وقت یہودیوں کے تینوں بڑے قبیلے' بنو قینقاع' بنو نضیر اور بنو قریظہ کے نام بھی اس میں شامل ہوں گے اور جب انہیں مدینہ سے نکال دیا گیا تو ان کے نام خارج کر دیئے گئے ہوں گے اور موجودہ دستاویز میں ان یہودیوں کے نام ہیں جو ان کے جانے کے بعد مدینہ میں رہ گئے تھے واٹ کی یہ رائے بہت کمزور ہے۔

WELL MAUSEN اور CAETANI نے بھی دستور مدینہ کی تیاری اور نفاذ جنگ بدر سے پہلے کا واقعہ قرار دیا ہے۔

ڈاکٹر محمد مظہر لیین صدیقی: دستور مدینہ کا اصل مسودہ جنگ بدر سے پہلے ترتیب و نفاذ پا چکا تھا' چاہے بعد میں اس میں کمی بیشی ہوتی رہی۔ (نقوش رسول نمبر' جلد 5 صفحہ 353)

10- جہاد کی اجازت والی آیت ذوالحجہ سہ 1ھ میں نازل ہوئی اور جنگ کے حکم والی آیات رجب یا شعبان سہ 2ھ میں نازل ہوئی تھیں۔ (مولانا مودودی' تفہیم القرآن' جلد سوم صفحہ 232)

11- M. WATT, MUHAMMAD AT MADINA, P: 179

12- صحاح ستہ' جلد دوم' لاہور' صفحہ 25

13- محمود شکری آلوسی' بلوغ الارب جلد دوم' لاہور 1967' صفحہ 386' 387

14- ابوالکلام آزاد' رسول رحمت' لاہور' صفحہ 269

15- ابن سعد' طبقات حصہ اول' کراچی 1971' صفحہ 339' ابن ہشام' سیرت النبی جلد دوم' دہلی 1982ء' 45

16- WATT / MUHAMMAD PROPHET AND STATESMAN OXFORD UNIVERSITY PRESS/ 1964 / P: 85

17- بعض اہل تحقیق کی تحریروں سے تاثر ملتا ہے کہ دفعہ 27 سے 36 کے تحت جن قبائل کا ذکر آیا ہے وہ یہودی قبائل تھے حالانکہ بنی عوف' بنی نجار' بنی حارث' بنی ساعدہ' بنی جشم' بنی اوس اور بنی ثعلبہ وغیرہ جن کا دستور میں ذکر آیا ہے' سب خزرج کی معروف شاخیں تھیں لیکن ان اہل تحقیق نے انہیں یہودی قرار دے دیا ہے جس سے بہت سی غلط فہمیاں پیدا ہوئی ہیں۔ مدینہ میں بسنے والے یہودی قبائل کے نام مختلف تھے اگرچہ ایک آدھ یہودی شاخ کا نام عرب مذکورہ قبائل والا بھی ہے۔ دستور کے پہلے حصہ میں جن خزرج قبائل کا ذکر ہے (دفعہ چار سے آٹھ تک) انہی کا ذکر دفعہ چھبیس سے تیس تک میں تقریباً اسی ترتیب میں دہرایا گیا ہے۔ حیران کن بات یہ ہے کہ سید ابوالحسن علی ندوی نے بھی۔ (نبی رحمت' 1988ء کراچی' صفحہ 222) میں ان عرب قبیلوں کو یہودی قرار دے دیا ہے اور لکھا ہے کہ "یہ وہ یہودی قبائل ہیں جو عرب تھے اور انہوں نے یہودی مذہب اختیار کرلیا تھا اس لئے ان کے نام ان کے عرب قبیلوں والے ہی تھے" اگر اس دلیل کو مان لیا جائے تو پھر مدینہ میں عربی النسل یہودیوں کی تعداد بہت زیادہ ہونا چاہیے تھی حالانکہ کتب میں یہ تعداد بہت کم بتائی گئی ہے دوسرے اگر یہ دلیل درست ہے تو پھر اصل یہودی قبائل پر تو یہ دستور لاگو ہی نہیں ہوتا کیونکہ ان میں سے کسی کا بھی دستور کی کسی دفعہ میں ذکر نہیں آیا اور یہ بڑی عجیب بات ہوگی کہ بنو قینقاع' بنو نضیر اور بنو قریظہ جیسے بڑے قبائل کا تو ذکر ہی نہ آئے اور چھوٹے چھوٹے قبیلوں کا اتنی تفصیل سے ذکر کیا جائے اور ان میں سے ایک ایک کا نام لے کر ان کے حقوق کا تعین کر دیا ہے۔

ان دفعات میں ذکر تو عرب (انصاری) قبائل کا ہی ہے اور یہودیوں کے حقوق کا تعین ان انصاری قبائل کے حلیف ہونے کے حوالے سے کیا گیا ہے مثلاً "بنی عوف کے یہود" سے مراد خزرج کی شاخ بنی عوف کے حلیف یہودیوں سے ہے نہ کہ بنی عوف سے مراد کوئی یہودی قبیلہ ہے جس کا نام بنی عوف تھا۔ دفعہ 32 میں کہا گیا ہے کہ قبیلہ جفنہ کو بھی جو بنی ثعلبہ کی ایک شاخ ہے وہی حقوق حاصل ہیں جو ان کی اصل کو حاصل ہیں۔ منٹگمری واٹ نے جفنہ کو اوس منات کے گروپ میں سے ایک چھوٹا عرب قبیلہ

بتایا ہے جو یہودیوں کے زیر اثر تھا۔

(MUHMAMMAD AT MADINA, P: 160)

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ دفعہ 31 میں جس بنی اوس کا ذکر ہے وہ اوس منات ہے اور جفنہ قبیلہ عمرو بن عوف کی شاخ ثعلبہ میں سے ہے جو اوس منات کے درمیان آباد تھے۔ دفعہ 32 میں بنو عمرو بن عوف کی اسی شاخ بنی ثعلبہ کا ذکر ہے اور یہ سب (دفعہ 26 سے 32 تک) انصاری قبائلی ہیں جن کے حوالے سے ان کے حلیف یہودیوں اور ان یہودیوں کے ماتحت یہودیوں کا ذکر ہے۔ ابن ہشام نے جہاں ان یہودیوں کا ذکر کیا ہے جو رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کرتے تھے۔ وہاں دو طرح کی ترکیبیں استعمال کی ہیں بنی نضیر، بنی قریظہ، بنی قینقاع اور یہودی قبیلہ بنی ثعلبہ سے تعلق رکھنے والے مخالفین کے لئے لکھا ہے "بنی نضیر میں سے فلاں فلاں" بنی قریظہ، میں سے فلاں فلاں" لیکن جن کا تعلق ان یہودی قبیلوں سے نہیں ان کے لئے لکھا ہے "بنی رزیق کے یہود میں سے۔ بنی عمرو بن عوف کے یہود میں سے" یہ وہی ترکیب ہے جو دستور میں استعمال کی گئی ہے بنی رزیق قبیلہ خزرج کی شاخ بنو جشم کا ایک ذیلی قبیلہ تھا یہاں ان مخالفین کا ذکر بھی ان کے حلیف انصاری قبائل کے حوالے سے کہا گیا ہے۔ (سیرت النبیؐ جلد اول صفحہ 574) اور مطلب صاف ہے کہ بنی رزیق کے حلیف یہودیوں میں سے فلاں نے رسول اللہ ﷺ کی مخالفت کی تھی اور بنی عمرو بن عوف کے حلیف یہودیوں میں سے فلاں فلاں یہودی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مخالف تھا۔ ایم اے صلاحی کی مادری زبان عربی ہے۔ وہ مشہور اخبار ARAB NEWS میں Islam in Perspective عنوان سے قرآن اور اسلام سے متعلق موضوعات پر کئی سال سے باقاعدہ لکھ رہے ہیں انہوں نے اپنی کتاب Muhammad - Man and Prophet میں دستور مدینہ کا انگریزی میں ترجمہ کرتے ہوئے لکھا ہے: The Jewish allies of the Auf clan shall support the believers.

اور اس سے آگے کی دفعات میں بھی یہودیوں کو ان عرب قبائل کے حلیف لکھا ہے اور دستور کی دفعہ 26 سے 35 تک جن قبائل کا ذکر آیا ہے انہیں عرب قبائل ہی بتایا ہے۔

(MUHAMAMMAD - MAN AND PROPHET P 222)

18- W. M. Watt, Muhammad Prophet and statesman, Oxford University Press, P: 96

19- "The jewish clans only maintained themselves by entering into alliances with Arab calns and in these alliances the jews were the inferior parteners."

(W. M. Watt, Muhammad - Prophet and Statesman, P: 85)

20- The jewes accepted this document for political reasons. The Prophet was already by far the most powerful man in madina.

(Martin Lungs, Muhammad - His Life based on the earliest sources, P: 126)

21- ایک روایت ہے کہ کعب بن اشرف کے قتل کے بعد یہودی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور کہا کہ رات کو ہمارا صاحب مارا گیا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو کعب بن اشرف کے جرائم سے آگاہ فرمایا اور پھر ان کے ساتھ ایک عہد نامہ مرتب کیا اور کہا کہ مسلمان اور یہودی دونوں اس

کے پابند ہوں گے (مجموعہ صحاح ستہ، جلد دوم، کتاب الجہاد، صفحہ 41) بعض مورخ اور سیرت نگار یہودیوں کے ساتھ اسی معاہدے کو اصل معاہدہ سمجھ کر کہتے ہیں کہ اسی کو بعد میں اس دستاویز کا حصہ بنا دیا گیا تھا اور اسے ہی دستور مدینہ کہا جاتا ہے اور یہ معاہدہ رسول اللہ ﷺ کی تلوار کے ساتھ بندھا رہتا تھا اور آپؐ کی وفات کے بعد وہ تلوار حضرت علی کے پاس آئی تو بھی وہ معاہدہ تلوار کے ساتھ بندھا ہی رہا۔ ایسے سیرت نگار اور مورخ چند بنیادی حقائق سامنے نہیں رکھتے۔ کعب بن اشرف کو 14 ربیع الاول 3ھ کو قتل کیا گیا تھا یعنی ہجرت کے پچیسویں مہینے اور بیشتر سیرت نگار اور مورخ جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کہ دستور مدینہ کی تیاری اور نفاذ سنہ 1ھ کا واقعہ قرار دیتے ہیں کعب بن اشرف کے قتل سے پہلے نصف شوال ہجرت کے بیسویں مہینے رسول اللہ ﷺ نے یہودی قبیلے بنی قینقاع کو مدینہ سے نکال دیا تھا۔ ابن سعد بنی قینقاع کو مدینہ سے نکالنے کے بارے میں لکھتے ہیں "نبی ﷺ سے انہوں نے صلح کر لی تھی، جنگ بدر ہوئی تو ان لوگوں نے نافرمانی اور حسد کا اظہار کیا اور عہد و میثاق کو توڑ دیا" ابن سعد نے اس واقعہ کا عنوان ہی "بنی قینقاع کی بدعہدی" لکھا ہے۔ (ابن سعد، طبقات حصہ اول کراچی 1983ء صفحہ 329) سوال پیدا ہوتا ہے کہ اگر رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں سے معاہدہ 14 ربیع الاول ہجرت کے پچیسویں ماہ کیا تھا تو بنی قینقاع نے کس معاہدے کی خلاف ورزی کی تھی؟ اور کونسا عہد و پیان توڑا تھا؟ ممکن ہے کعب بن اشرف کے قتل کے بعد کچھ خوفزدہ یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ سے نئے سرے سے امان کا فرمان حاصل کیا ہو اور وعدہ کیا ہو کہ آئندہ وہ ایسی کوئی گستاخی نہیں کریں گے جس کی سزا کعب بن اشرف کو دی گئی تھی۔ جنگ احد کے بعد بنو نضیر کے اخراج کے وقت بنو قریظہ کی طرف سے بھی تو ایک "عہد" کا ذکر ملتا ہے لیکن کیا الگ الگ یہودی قبیلوں سے تحریری "عہد" ریاست مدینہ کا اساسی دستور بن سکتا تھا؟ دستور حاکم اور رعایا کے درمیان معاہدوں کی حیثیت رکھتا ہے اگر دستور مدینہ ہجرت کے فوراً بعد نافذ کردیا گیا تھا تو کیا بنو قریظہ اور بنو نضیر جیسے بڑے گروہوں کو اس میں سے نکال دیا گیا تھا؟ اور اگر وہ باہر تھے تو یہ دستور کیسے کہلا سکتا ہے؟ اصل صورت یہ تھی کہ یہودی بار بار دستور مدینہ کی خلاف ورزی کرتے تھے اور جب خلاف ورزی کرنے والے کسی فرد یا گروہ کو سزا دی جاتی تھی تو باقی یہودی نئے سرے سے دستور مدینہ کی پابندی کا تحریری عہد کیا کرتے تھے کعب بن اشرف کے قتل کے بعد والا عہد نامہ بھی اسی قسم کا عہد تھا اور اصل دستور مدینہ نہیں تھا۔

یہودی فتنہ گر

عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ

قباء کو جانے والے سب راستے آباد ہو گئے تھے۔
وادیوں اور ٹھنڈے لاوے کے سیاہ پتھریلے میدانوں میں پھیلی یثرب کی بستیوں کے رہنے والے جوق در جوق رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے لگے تھے۔ مسلمان بھی اور غیر مسلم بھی، عرب بھی اور یہودی بھی، وہ سب ہی رسول اللہ ﷺ کی محفل میں شامل ہوتے تھے۔ آپؐ کا وعظ اور پیغامِ اسلام سنتے تھے۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"سلام کہا کرو
کھانا کھلایا کرو
صلہ رحمی کرو
اور جب رات کو لوگ محو خواب ہوں تو نماز پڑھا کرو۔
اگر تم ایسا کرو گے تو سلامتی کے ساتھ جنت میں داخل ہو جاؤ گے"

محفل میں موجود ایک شخص نے سوال کیا۔

- "یا رسول اللہ ﷺ!
- قیامت کی پہلی نشانی کیا ہے؟
- جو لوگ جنت میں جائیں گے وہاں انہیں سب سے پہلے کیا چیز کھانے کو دی جائے گی؟
- اور اس کی کیا وجہ ہے کہ بچے کی شکل کبھی باپ پر ہوتی ہے اور کبھی ماں پر؟"

رسول اللہ ﷺ نے پوچھنے والے کے تینوں سوالات غور سے سنے اور فرمایا: "جبریلؑ نے ابھی مجھے ان سوالات کے جواب بتائے ہیں"

"کیا میرے سوالات کے جوابات جبریلؑ نے آپؐ کو بتائے ہیں؟" پوچھنے والے نے حیرانی ظاہر کی۔

"ہاں یہ جوابات جبریلؑ نے مجھے بتائے ہیں؟" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"یہ فرشتہ تو یہودیوں کا دشمن ہے" پوچھنے والا یہودی تھا۔ اس کا نام حصین تھا اور وہ حضرت یوسفؑ کی نسل سے تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس کے سوالات کے جواب دیتے ہوئے فرمایا:

- قیامت کی پہلی نشانی آگ ہے۔
- اہل جنت کو سب سے پہلے مچھلی کا کلیجہ کھانے کو دیا جائے گا۔
- جب مرد کی منی عورت کی منی پر غالب آ جائے تو بچے کی صورت مرد پر ہوتی ہے اور جب عورت کی منی مرد کی منی پر غالب آ جائے تو بچے کی شکل عورت پر ہوتی ہے"

حصین یہودیوں کا عالم تھا اس کا باپ سلام بھی یہودی عالم تھا اپنے خاندانی علم کی بدولت اس نے بڑے غور و فکر کے بعد رسول اللہ ﷺ سے یہ سوال پوچھے تھے کیونکہ وہ جانتا تھا کہ عام آدمی کو ان سوالات کے جواب معلوم نہیں رسول اللہ ﷺ کے جوابات سے وہ مطمئن ہو گیا۔

اور سوچتا رہا اور غور کرتا رہا۔

جب رسول اللہ ﷺ بنی نجار کی بستی میں حضرت ابو ایوبؓ کے ہاں منتقل ہو گئے تو وہ آپؐ کی خدمت میں حاضر ہو گیا "میں شاہد ہوں کہ آپ اللہ کے رسول ہیں اور آپ دین حق لے کر آئے ہیں" اس نے اقرار کیا اور مسلمان ہو گیا۔

اس نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ مدینہ کے یہودیوں کو بھی آپؐ کے اللہ کے سچے رسول ہونے کا پتہ تو چل گیا ہے مگر وہ اس کا اقرار نہیں کر رہے اور عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ میں یہودیوں کا عالم اور سردار ہوں میرا باپ بھی ان کا عالم اور سردار تھا جب انہیں معلوم ہو گا کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں تو وہ مجھ پر الزامات لگائیں گے میرے خلاف بہتان تراشی کریں گے مناسب ہو گا کہ آپؐ یہودیوں کو طلب فرمائیں اور یہ بتائے بغیر کہ میں مسلمان ہو گیا ہوں ان سے آپؐ خود میرے بارے میں دریافت فرمائیں کہ میں کیسا ہوں"

رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے یہودیوں کو طلب فرمایا اور حصین کو پردے کے پیچھے چھپا دیا پھر آپؐ نے ان یہودیوں سے کہا "اے گروہ یہود تم پر افسوس ہے اللہ سے ڈرو اس اللہ کی قسم جس

کے سوا کوئی معبود نہیں تم جانتے ہو کہ میں اللہ کا سچا رسول ہوں اور تمہیں جس دین کا پیغام دیتا ہوں وہ سچا دین ہے"
"ہم تو نہیں جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں" یہودیوں نے جواب دیا۔
"رسول اللہ ﷺ نے تین بار اپنی بات اور پیغام دہرائے"
یہودیوں نے تینوں بار کہا "ہم تو نہیں جانتے کہ آپ اللہ کے رسول ہیں"
رسول اللہ ﷺ نے پوچھا "حصین بن سلام کیسا آدمی ہے؟"
"وہ ہمارا سردار اور عالم ہے اور ہمارے سردار اور عالم کا بیٹا ہے" یہودیوں نے جواب دیا۔
"اگر حصین بن سلام مسلمان ہو جائے تو تم بھی مسلمان ہو جاؤ گے؟" رسول اللہ صلی علیہ وسلم نے پوچھا۔
"واللہ خدا کی پناہ حصین بن سلام کبھی مسلمان نہیں ہو گا" یہودیوں نے کہا
رسول اللہ ﷺ نے ابن سلام کو آواز دی وہ پردے کے پیچھے سے نکل آیا اور یہودیوں کے سامنے کلمہ پڑھا اور کہا "اے معشر یہود اللہ سے ڈرو! واللہ تم خوب جانتے ہو کہ محمدؐ اللہ کے رسول ہیں اور جس دین کی وہ دعوت دیتے ہیں وہ سچا دین ہے"
"یہ تو ہم یہودیوں میں سب سے بڑا کذاب اور بدترین انسان ہے اور اس کا باپ بھی ایسا ہی تھا" یہودیوں نے ابن سلام کے بارے میں کہا۔
"یارسول اللہ ﷺ مجھے اسی بات کا خطرہ تھا" ابن سلام نے عرض کیا۔
"رسول اللہ ﷺ نے حصین کا نام بدل کر عبداللہ رکھ دیا اور حصین بن سلام عبداللہ بن سلام کے نام سے مشہور ہوا۔

حضرت قیسؓ بن عبادہ فرماتے ہیں کہ ایک روز میں مسجد نبوی میں بیٹھا تھا ایک آدمی باہر سے آیا اس کے چہرے پر خشوع و خضوع کے گہرے سائے تھے مسجد میں موجود لوگوں نے ایک دوسرے سے کہا "یہ شخص اہل جنت میں سے ہے"

اس شخص نے جواب دیا "خدا کی قسم ہمارے لئے یہ مناسب نہیں کہ کسی کے بارے میں ایسی بات کہیں جس کی اصلیت ہمیں معلوم نہ ہو واقعہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں ایک رات خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ ایک وسیع و عریض سرسبز و شاداب باغ ہے میں اس باغ میں ہوں باغ میں لوہے کا ایک ایسا ستون ہے جس کا نچلا سرا زمین میں گڑھا ہے اور اوپر والا سرا آسمان میں چلا گیا ہے جس کے ساتھ کنڈی سی بنی ہے کوئی مجھ سے کہتا ہے کہ اس ستون

بعد بابل کے بادشاہ بخت نصر نے فلسطین پر قبضہ کر لیا اور یروشلم میں حضرت سلیمانؑ کے بنوائے محلات اور ہیکل سلیمانی سب پیوند خاک کر دیئے اس نے شہر کی فصیل بنیادوں تک اکھڑوا دی اور سارے یہودیوں کو قیدی بنا کر بخت نصر اپنے ساتھ بابل لے گیا جو تھوڑے یہودی بچ گئے وہ مصر کی طرف بھاگ گئے ایرانیوں کے ہاتھوں بخت نصر کی شکست کے بعد ایرانیوں نے اس کی سلطنت پر قبضہ کر لیا تو بھی یہودی جلا وطن قیدی ہی رہے انہیں واپس فلسطین جانے کی اجازت نہ مل سکی ایرانی شہنشاہ سائرس نے اپنے حرم کے لئے حسیناؤں کے انتخاب کا مقابلہ کرایا تو ایک یہودی اپنی بھتیجی آستر کو جسے اس نے اپنے بھائی کی وفات کے بعد بیٹی بنالیا تھا منتظمین کے ساتھ مل کر مقابلہ حسن میں شریک کرانے میں کامیاب ہوگیا اس طرح ایک یہودی حسینہ مقابلہ حسن جیت کر ایران کے شہنشاہی محل میں پہنچ گئی اور شہنشاہ ایران سے یہودیوں کی رہائی اور ان کی فلسطین واپسی کی اجازت حاصل کرنے میں کامیاب ہوگئی یہودیوں کی اس غلامی کی عمر ستر سال ہے بابل میں جلاوطنی کی زندگی کے اسی زمانہ میں یہودیوں میں نسلی قومیت کا نظریہ پیدا ہوا اسی زمانے میں ان کے مذہبی پیشواؤں نے انہیں نجات دہندہ (مسیح) کی آمد کی خوشخبری دی اور کہا کہ مسیح آکر انہیں ذلت اور رسوائی سے نجات دلائے گا اور ان کی عظمت رفتہ بحال کردے گا جلا وطنی کے اسی زمانہ میں حضرت عزیرؑ نے یہودیوں کے عالموں اور بزرگوں سے پوچھ کر تورات نئے سرے سے مرتب کی کیونکہ اصل تورات اس بربادی کی نذر ہوگئی تھی ایرانی شہنشاہ سائرس نے حضرت عزیرؑ کو بھی واپس یروشلم جانے کی اجازت دے دی اور انہیں یہودیوں پر اپنا نائب مقرر کردیا اس طرح ایک بار پھر یروشلم یہودیوں کا مرکز بن گیا طویل عرصہ تک ایرانیوں اور پھر یونانیوں کے زیر حکومت رہنے کے بعد یہودی ایک بار پھر اپنی قومی حکومت قائم کرنے میں کامیاب ہوگئے جو تقریباً ستر سال رہی یونانیوں کے بعد رومی آئے تو انہوں نے فلسطین پر غلبہ حاصل کرلیا یونانیوں نے یہودیوں کے نو تعمیر شدہ ہیکل میں اپنے بت رکھ دیئے تھے اور تورات اپنے پاس رکھنا جرم قرار دے دیا تھا یہودیوں کی سازشوں سے تنگ آکر رومیوں نے 70ء میں ایک بار پھر ان کا نو تعمیر شدہ ہیکل سلیمانی پیوند خاک کردیا اور یہودیوں کو یروشلم سے نکال دیا(1) رومیوں کے بعد فلسطین مسلمانوں نے فتح کرلیا تھا(2) اس طرح 1885 قبل از مسیح سے رسول اللہ کی مدینہ ہجرت تک تقریباً اڑھائی ہزار سال کی اپنی قومی زندگی میں سے مختلف اوقات میں یہودی مجموعی طور پر تقریباً چار سو تیس سال فلسطین پر حکمران رہے اور باقی دو ہزار ستتر (2,077) سال انہوں نے غلامی، قید جلاوطنی اور دیگر قوموں کی حکومتوں کے تحت گزارے تھے۔

جب فلسطین میں یہودیوں کی آزاد اور طاقتور قومی حکومت قائم تھی اس وقت بھی تورات کے مطابق ان میں بت پرستی قتل و غارت، زنا کاری، دھوکہ دہی فریب سازش جیسی خصوصیات عام تھیں عام لوگ اورامرائے سلطنت تو ایک طرف تورات کے مطابق ان کے داؤدؑ اور سلیمانؑ جیسے بادشاہ بھی ان خصوصیات سے خالی نہیں تھے یہودی جب کسی شہر پر قبضہ کرتے تھے تو عورتوں اور بچوں تک کا قتل عام کیا کرتے تھے ان کے اپنے امراء کے اللہ کی طرف بھیجے گئے نبیوں اور قاضیوں کو قتل کرنے کے بے شمار واقعات بھی تورات میں موجود ہیں ان کے ایک بڑے بادشاہ طالوت سے تورات کے مطابق اللہ میاں صرف اس وجہ سے ناراض ہوگئے تھے کہ وہ فلسطینیوں پر اتنازیادہ ظلم اور تشدد نہیں کرسکا تھا جتنا ظلم اور تشدد کرنے کا اسے اللہ میاں کی طرف سے حکم دیا گیا تھا مفتوحین کی عورتوں اور بچوں کا قتل عام اور ان پر شدید مظالم ڈھانا تورات کے مطابق یہودیوں کے حکمرانوں کا دینی فرض تھا اگر اس فرض کی ادائیگی میں وہ کوئی نرمی برتتے تھے تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے انہیں سزا دی جاتی تھی پرانے عہد نامہ کی پانچ کتابیں بنی اسرائیل کی قومی بداعمالیوں کی تفصیلات سے بھری پڑی ہیں تورات سے اندازہ ہوتا ہے کہ دینی ضابطہ اخلاق تو ایک طرف یہودیوں میں اخلاقی ضابطہ حیات قسم کی بھی کوئی چیز موجود نہیں تھی نہ بادشاہوں میں نہ حکمران طبقوں میں نہ دینی طبقوں میں اور نہ ہی عام لوگوں میں تورات کے مطابق حضرت داؤدؑ جیسے پیغمبر بھی دھوکے باز زنا کار تھے اور حضرت سلیمانؑ آخری عمر میں بت پوجنے لگے تھے اور خدا نے خود حضرت سلیمانؑ کو دکھائی دے کر حکم دیا تھا کہ وہ بتوں کی پوجا نہ کرے مگراس نے "خدا وند کا حکم نہ مانا" اس پر خداوند نے اس سے کہا کہ "تیرے بعد تیری حکومت ختم کردوں گا"

قید، غلامی اور محکومی کے ان ادوار میں یہودی جہاں بھی رہے انہوں نے ہرجگہ اور ہر زمانے میں وہاں کے حکمرانوں اور حکمران طبقوں تک رسائی اور ان سے تعلق استوار کرنے کی منظم کوشش کی اس رسائی اور اثر ورسوخ کے حصول کے لئے وہ کئی طریقے استعمال کرتے تھے یہودی اپنے طب فلسفہ اور دیگر علوم کے ماہرین کے ذریعے امراء کے حلقوں اور شاہی درباروں میں جگہ حاصل کرکے جم جاتے تھے وہ بااثر امراء کو مال لگاتے رہتے تھے اور بوقت ضرورت وہاں کے حکمرانوں کو افرادی قوت فراہم کیا کرتے تھے چنانچہ سکندر اعظم کی فوج میں بھی یہودی دستے شامل تھے یونانی شہنشاہوں کی لڑائیوں میں بھی یہودی دستوں نے ہمیشہ ان کی مدد کی رومیوں نے ہیکل سلیمانی میں اپنے بت نصب کئے اور یہودیوں کو ان کی پوجا پر مجبور کیا پھر ہیکل کو پیوند خاک کرکے یہودیوں کو یروشلم اور فلسطین سے نکال دیا اس کے باوجود ان کی فوجوں میں یہودی خدمات انجام دیا

کرتے تھے وہ ان خدمات کے عوض اپنی قوم کے لئے رعایتیں حاصل کرتے تھے اوراپنے قومی وجود کا تحفظ کرتے تھے زمانہ قدیم سے ہی یہودی سازش اور پراپیگنڈہ کے ماہر رہے ہیں یہودیوں کے اس "جوہر" سے حکمران بھی پریشان رہتے تھے یورپ کے قدیم لٹریچر میں لفظ "یہودی" گالی کے طور پر استعمال کیا جاتا تھا ایسے مخالفانہ ماحول میں زندہ رہنے کے لئے یہودی علماء کے ایک گروہ نے باقاعدہ مہم چلائی تھی اور حکم دیا تھا کہ رومی سلطنت کی حدود میں رہنے والے یہودی حکمران طبقوں کی تہذیب رسم و رواج لباس اور زبان سیکھیں تاکہ ان طبقوں سے ملاپ اور اثرو رسوخ میں آسانی رہے اور اس کے ذریعے انتقامی کارروائیوں سے بچا جا سکے

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پہلے اور آپؐ کی ہجرت کے بعد بھی مدینہ کے یہودیوں کا اجتماعی کردار دیکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ جزیرہ نمائے عرب کے مخالفانہ اور عربوں کی افرادی اورسیاسی برتری کے ماحول میں زندہ رہنے کے لئے یہودیوں نے وہی طریقے استعمال کئے جو وہ ہر جگہ ایسے ماحول میں اختیار کرتے تھے اور اس زمانے میں بھی دیگر ممالک میں استعمال کررہے تھے مدینہ' خیبر اور جزیرہ نمائے عرب کے دیگر حصوں میں آباد یہودیوں نے اپنی اجتماعی قومی پالیسی "Do at Rome as the Romans do" کے تحت عرب معاشرے میں گھل مل جانے کے لئے عربی زبان لباس رہن سہن کے طریقے اور رسم و رواج تک اپنا لئے تھے(3) انہوں نے نام بھی عربوں جیسے رکھ لئے تھے(4) جزیرہ نمائے عرب میں کوئی بادشاہ نہیں تھا کوئی شاہی دربار نہیں تھا جس میں رسائی پیدا کرکے وہ سارے ملک میں بسنے والے یہودیوں کا تحفظ کرسکیں وہاں مختلف علاقوں میں مختلف قبائلی سردار تھے یہودی ان قبائلی سرداروں سے تعلق استوار کرکے اپنے وجود اور مفادات کا تحفظ کرتے تھے مدینہ میں دو بڑے عرب قبیلے تھے ایک اوس اور دوسرا خزرج یہودی قبائل نے ان دونوں قبیلوں کے بااثر سرداروں سے تعلقات استوار کررکھے تھے وہ ان سرداروں کی مالی ضروریات بھی پوری کرتے تھے اور لڑائی جھگڑے کی صورت میں انہیں افرادی قوت بھی فراہم کرتے تھے جنگ بعاث اوس اور خزرج کے درمیان لڑی گئی تھی یہودی قبائل کا براہ راست اس لڑائی سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن جس طرح سلطنت روم میں رہنے والے یہودی وقت کے حکمران کو اپنے خلوص اور وفاداری کا ثبوت دینے کے لئے اس کی کسی دوسرے ملک سے لڑائی کی صورت میں افرادی قوت سے مدد کیا کرتے تھے اسی طرح مدینہ کے یہودی قبائلی عرب سرداروں سے تعلقات مضبوط بنانے کے لئے ان کی اپنے دستوں سے مدد کیا کرتے تھے جو یہودی قبائل اوس کے پڑوسی تھے یا دوسرے لفظوں میں اوس قبیلے کی سیاسی حدود کے اندر رہتے تھے وہ اوس کو فوجی

مدد دیتے تھے جو خزرج کی سیاسی حدود کے اندر آباد تھے وہ خزرج کو فوجی مدد فراہم کیا کرتے تھے متحارب عرب قبائل کی باہمی لڑائیوں میں مختلف یہودی قبائل ایک دوسرے کے خلاف لڑائی تو کرتے تھے لیکن ان لڑائیوں میں اگر کوئی یہودی قیدی بنالئے جاتے تھے تو ان کی رہائی اور فدیہ کی ادائیگی کے لئے سب یہودی اکٹھے ہوجاتے تھے اور اسے وہ اپنا دینی فریضہ قرار دیا کرتے تے بنی قینقاع خزرج کے اتحادی تھے بنی نضیر اور بنی قریظہ اوس کے حلیف تھے مگر اپنے دینی معاملات میں وہ سب ایک ہوتے تھے جبکہ اوس اور خزرج اسلام قبول کرنے سے پہلے دینی معاملات میں بھی کبھی اکٹھے نہیں ہوسکتے تھے اور اسلام قبول کرلینے کے بعد کے ابتدائی دور میں بھی ان میں ایسی تلخیاں موجود تھیں۔

یہودیوں کی یہ قومی پالیسی اور سیاسی مجبوری تھی اپنے وجود اور مفادات کے تحفظ کے لئے انہیں ایسا کرنا پڑتا تھا مدینہ کے یہودی بھی پڑھے لکھے تھے ان میں دینی اور دنیاوی علوم کے ماہر تھے یہودی مختلف فنون اور تجارت میں مہارت رکھتے تھے سودی کاروبار کرتے تھے وہ بھی ان سب چیزوں کو بالادست عرب سیاسی قبائل کے سرداروں سے تعلق قائم اور استوار کرنے کے لئے استعمال کیا کرتے تھے اور پراپیگنڈہ اور سازشوں کے ذریعے ان قبائل کو آپس میں لڑاتے رہتے تھے تاکہ وہ ان سے بے نیاز نہ ہوجائیں۔

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت مدینہ کے دونوں عرب قبیلوں اوس اور خزرج کی بہت بڑی اکثریت اسلام قبول کرچکی تھی ان کے منتخب سرداروں نے خود مکہ جاکر رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اور آپؐ کو مدینہ آنے کی دعوت دی تھی انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اپنا دینی اور دنیاوی قائد اعلیٰ تسلیم کرلیا تھا جب رسول اللہ ﷺ مدینہ تشریف لے آئے تو سب قبائل نے (اوس منات کے علاوہ) اپنی روایات کے مطابق ہتھیار لگا کر آپؐ کا استقبال کیا تھا ان سب نے رسول اللہ ﷺ کی اس طرح حفاظت کرنے کا عہد کر رکھا تھا جس طرح وہ اپنے خاندانوں کی حفاظت کیا کرتے تھے مدینہ کے یہودیوں کو یہ سب کچھ معلوم تھا اس لئے وہ فوری طور پر رسول اللہ ﷺ کی مخالفت اور کسی قسم کی مزاحمت نہیں کرسکتے تھے کیونکہ جن بالادست عرب قبائل کے وہ اتحادی تھی وہ سب دل وجان سے رسول اللہ ﷺ کو اپنا رہبر تسلیم کرچکے تھے رسول اللہ ﷺ کی مزاحمت کا مطلب ان سب عرب قبائل سے لڑائی ہوتا جن کی سرپرستی یہودیوں کو خود اپنی حفاظت کے لئے ضروری تھی یہی وجہ تھی کہ جب رسول اللہ ﷺ نے ریاست مدینہ کے لئے ایک دستور تیار کیا تو اسے بھی یہودیوں نے قبول کرلیا اور اس کی پابندی کا عہد کیا اس

دستور کے ذریعے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو اس ریاست کا حاکم چیف جسٹس اور اس کی افواج کا کمانڈر انچیف بھی تسلیم کرلیا کیونکہ جس چیز کو مدینہ کے سارے عرب یا ان کی بڑی اکثریت اور ان کے سردار تسلیم کرلیں اس کی مخالفت یا مزاحمت کرنے کے لئے یہودیوں کے پاس نہ سیاسی قوت تھی نہ افرادی قوت لیکن دل سے وہ روز اول سے ہی رسول اللہ ﷺ کی ذات اور اسلام کے خلاف تھے اس کی سب سے بڑی وجہ تو یہ تھی کہ رسول اللہ ﷺ آل اسماعیلؑ سے تھے اور یہودی مذہب میں آل یعقوبؑ سے باہر کے کسی فرد کو اللہ کا رسول اور پیغمبر ماننے کی اجازت نہیں تھی یہ صرف ان کے نسلی تفاخر کا معاملہ نہیں تھا جیسا کہ بعض کا خیال ہے یہ ان کے لئے بنیادی دینی مسئلہ تھا اور یہودی جیسے بھی تھے دیندار تو تھے اس کے علاوہ یہودیوں کی طرف سے رسولؐ اللہ کی مخالفت کی کچھ دنیاوی اور سیاسی وجوہ بھی تھیں اسلام قبول کرنے کے بعد اوس اور خزرج کے قبائل جو آپس میں ایک دوسرے کے جانی دشمن تھے ایک امت اور بھائی بھائی بن گئے تھے ان کی متصادم قوتیں ایک واحد قوت میں تبدیل ہوگئی تھیں جس سے یہودیوں کا انہیں آپس میں لڑانے اور ان کے باہمی انتشار اور لڑائی جھگڑوں سے فوائد حاصل کرنے کا سازشی کاروبار ختم ہوگیا تھا اس سے انہیں مالی اور سیاسی دونوں میدانوں میں نقصان پہنچا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ریاست مدینہ کے ناظم اعلیٰ چیف جسٹس اور کمانڈر انچیف ہونے سے ان عرب قبائلی سرداروں کی اپنی حیثیت ختم ہوگئی تھی جن کے ساتھ الحاق کرکے یہودی مفادات حاصل کیا کرتے تھے اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کے نبی ہونے کی بجائے عام دنیاوی حکمران ہوتے تو ان کی حاکمیت کو دل سے تسلیم کرنا اور ان کے ساتھ تعاون کرنا یہودیوں کے لئے آسان ہوتا آخر دیگر ممالک میں رہنے والے یہودی بھی تو ایسا کررہے تھے اور ایسا کرتے آئے تھے جبکہ مختلف سرداروں سے تعلقات استوار کرنے کی بجائے ایک حاکم ریاست سے معاملات کرنا ان کے لئے آسان بھی ہوتا لیکن چونکہ انہیں معلوم تھا کہ محمد رسول اللہ ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں کوئی دنیاوی حاکم نہیں اس لئے ایسے حاکمِ ریاست سے تعاون کرنا اور اس کی فرمانبرداری کرنا جو اللہ کا رسول بھی ہو اور آل یعقوبؑ سے نہ ہو ان کی مذہبی تعلیمات اور عقائد کے خلاف تھا۔

مدینہ کا یہودی قبیلہ بنو نضیر عربوں کے قبیلہ اوس کا حلیف تھا جنگ بعاث میں بنو نضیر نے اوس کی حمایت میں خزرج کے خلاف لڑائی میں شرکت کی تھی بنو نضیر میں تین بھائی حُیَیّ بن اخطب، ابو یاسر بن اخطب اور جُدَی بن اخطب بڑے ممتاز تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قباء پہنچنے کی خبر سن کر ان میں سے دو بھائی حیی بن اخطب اور ابویاسر بن اخطب ایک

روز صبح سویرے قباء پہنچ گئے دن بھر رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں رہے شام کو گھر پہنچے تو بڑے تھکے ہوئے، غم زدہ اور افسردہ تھے۔

"کیا یہ وہی ہے؟" ابو یاسر نے حُیَیّ سے پوچھا جو دین کا علم رکھتا تھا

"ہاں خدا کی قسم وہی ہے" حُیَیّ نے جواب دیا

"کیا تم اسے پہچانتے ہوئے اور جو کچھ کہہ رہے ہو اس پر یقین بھی رکھتے ہو" ابو یاسر نے پوچھا

"ہاں" حُیَیّ نے جواب دیا

"تو پھر تمہارا کیا ارادہ ہے؟"

"واللہ جب تک زندہ ہوں اس کے ساتھ دشمنی رکھوں گا" حُیَیّ نے جواب دیا

یہ روایت ام المومنین حضرت صفیہؓ نے بیان کی ہے جو حُیَیّ کی بیٹی تھیں اور جب ان کا چچا ابو یاسر ان کے والد سے رسول اللہ ﷺ کے اللہ کے رسولؐ ہونے کے بارے میں پوچھ رہا تھا تو حضرت صفیہؓ ان کے پاس بیٹھی سن رہی تھیں

چنانچہ حُیَیّ بن اخطب جب تک زندہ رہا رسول اللہ ﷺ اور اسلام کی دشمنی پر کمربستہ رہا جن لوگوں نے جنگ خندق کے وقت قریش کو مدینہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دی تھی ان میں بھی حُیَیّ بن اخطب شامل تھا جب قریش کی فوج مدینہ پر حملہ آور ہوئی تو اسی حُیَیّ بن اخطب نے مدینہ کے یہودی قبیلہ بنو قریظہ کو رسول اللہ ﷺ سے غداری کر کے قریش کے ساتھ مل جانے پر آمادہ کیا تھا جس کی تفصیل اس کے مقام پر آئے گی۔

یہودیوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے نافذ کردہ دستور کو تسلیم تو کر لیا تھا یہ ان کی سیاسی مجبوری تھی لیکن اس کے ساتھ ہی انہوں نے اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف سازشوں اور پراپیگنڈہ کی مہم شروع کردی اور منافقوں اور سازشیوں کی سرپرستی کرنے لگے وہ ان کی ہر طرح سے مدد کرتے تھے یہودیوں نے اسلام کے بنیادی عقائد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منصب نبوت اور مسلمانوں کی قیادت کے خلاف شکوک و شبہات پیدا کرنے کی مہم شروع کردی یہودیوں نے اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف صرف تلوار نہیں اٹھائی اس کی ان میں ہمت اور طاقت ہی نہیں تھی اس کے علاوہ جو کچھ بھی مخالفت وہ کر سکتے تھے، کی۔ وہ دوسروں کو سرکشی کے لئے تیار کرتے رہتے تھے اپنے رویہ اور رسول اللہ ﷺ سے بات چیت کے انداز سے انہیں ترغیب دیتے رہتے تھے کہ وہ بھی معاندانہ رویہ اختیار کریں۔

رسول اللہ ﷺ ریاست مدینہ کے ناظم اعلیٰ تھے مدینہ کی ریاست کی حدود میں بسنے والے

سب قبائل مسلمانوں مشرکوں' اور یہودیوں نے آپ کے نافذ کردہ دستور کو تسلیم کیا تھا اس عہد کے تحت آپ اس ریاست کے چیف جسٹس اور کمانڈر انچیف بھی تھے اس کے باوجود ان یہودیوں سے آپ کا رویہ کبھی حاکمانہ نہیں ہوا ان کے ساتھ آپ کا سلوک ہمیشہ پیغمبرانہ اور مشفقانہ رہا وہ بحث مباحثے کرتے گستاخانہ رویہ اختیار کرتے آپ اسے برداشت فرماتے ان کے تیز سے تیز اور تلخ سے تلخ سوال کا جواب تحمل اور دلیل سے دیتے رسول اللہ ﷺ کے ساتھ یہودی جو رویہ اختیار کرتے تھے ایسا انداز اور رویہ تو وہ کسی عرب قبیلہ کے سردار کے سامنے بھی اختیار نہیں کرسکتے تھے آپ تو ریاست کے ناظم اعلیٰ تھے اکثر صحابہ کرام کو یہودیوں کے گستاخانہ اور معاندانہ رویے پر غصہ آتا تھا وہ آپ سے درخواست کرتے کہ انہیں ان یہودیوں کا مزاج درست کرنے کی اجازت دی جائے مگر آپ انہیں منع فرمادیا کرتے تھے آپ جس قدر نرمی برتتے تھے اتنے ہی یہودی زیادہ گستاخ اور بدتمیز ہوتے گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی ہجرت سے پہلے مدینہ کے انصار نے مکہ سے آنے والے مہاجرین کا استقبال کیا انہیں اپنے گھروں میں ٹھہرایا۔ ان کی مہمان نوازی رسول اللہ ﷺ نے مدینہ آنے کے بعد انصار اور مہاجرین کے درمیان بھائی بندی کا رشتہ قائم کردیا انصار نے اپنے مہاجر بھائیوں کو اپنی املاک میں بھی حصہ دار بنالیا مدینہ کے انصار اسلام اور مسلمانوں پر دل کھول کر خرچ کرتے تھے یہودیوں کو یہ بات پسند نہیں تھی اس طرح انصار اور مہاجرین کے درمیان ایک نیا رشتہ استوار ہورہا تھا مسلمانوں کا ایک دین کی بنیاد پر ایک امت بن جانا یہودیوں کے مقاصد کے لئے نقصان دہ تھا یہودیوں کے سرکردہ افراد کردم بن قیس، اسامہ بن حبیب' نافع بن ابی نافع' بحری بن عمرو' حُیَیّ بن اخطب اور رفاعہ بن زید وغیرہ انصار مدینہ میں سے اپنے اپنے پرانے میل جول والوں کو اس طرح مال ضائع' کرنے سے روکنے کی پوری کوشش کرتے رہے" اسی طرح مال جاتا رہا تو تم خود محتاج ہوجاؤ گے اس جلدی میں اپنا مال خرچ نہ کرو کیا معلوم کل کو حالات کیسے ہوں گے" وہ انہیں مشورہ دیا کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اگر انصار مالی قربانی سے باز آجائیں تو اسلامی ریاست کے لئے اقتصادی مشکلات پیدا ہوجائیں گی ایک طرف قریش نے مہاجرین کا مال و اسباب چھین لیا تھا اور مدینہ کی اسلامی ریاست کے خلاف تجارتی ناکہ بندی اور بائیکاٹ کی پالیسی پر عمل کررہے تھے اور دوسری طرف ریاست کے اندر رہنے والے یہودی پرانے تعلقات اور ہمدردی کے نام پر انصار کو مالی قربانیوں سے منع کرنے میں مصروف ہوگئے ان کے ہمدردانہ مشوروں کا انصار مدینہ پر کوئی اثر تو نہ ہوا مگر انہوں نے جو کچھ بھی کرسکتے تھے' کیا۔

ایک محفل میں اوس اور خزرج دونوں قبیلوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان جمع تھے۔ ابوشاس بن قیس یہودی ادھر سے گزرا تو انہیں ایک محفل میں دیکھ کر اسے دکھ ہوا۔

"اگر یہ دونوں قبیلے آپس میں متحد ا۔ متفق ہوگئے تو ہمارے لئے یہاں رہنا مشکل ہوجائے گا جاؤ ان کی محفل میں جاکر شامل ہوجاؤ اور انہیں جنگ بعاث سے پہلے کے واقعات سناؤ اور ان کی محفل میں وہ اشعار پڑھو جو اوس اور خزرج اسلام لانے سے پہلے ایک دوسرے پر اپنی برتری اور فخر جتانے کے لئے پڑھا کرتے تھے" اس نے ایک ہوشیار یہودی نوجوان سے کہا۔

وہ نوجوان اس محفل میں شامل ہوگیا اس نے گفتگو کا رخ جنگ بعاث اور اس سے پہلے کے اوس اور خزرج کی باہمی دشمنی اور لڑائی جھگڑوں کی طرف موڑ دیا اور پھر ابو شاس کی ہدایت کے مطابق وہ اشعار پڑھنے لگا دونوں قبیلوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان بھی اپنے اپنے قبیلے کی برتری کی باتیں کرنے لگے اوس سے تعلق رکھنے والے مسلمانوں نے کہا ہم بڑے ہیں خزرج سے تعلق رکھنے والوں نے کہا کہ ہمارا قبیلہ ہمیشہ بڑا رہا ہے۔

اوس بن قیظی اور جبار بن صخراء سینہ تان کر کھڑے ہو گئے اور ایک دوسرے کو چیلنج کردیا کہ آؤ ابھی دو دو ہاتھ کرکے دیکھ لیتے ہیں۔

قبیلہ اوس والے اوس بن قیظی کی حمایت میں کھڑے ہو گئے۔ قبیلہ خزرج سے تعلق رکھنے والے مسلمان جبار بن صخراء کے ساتھ ہوگئے دو افراد کا چیلنج دو قبیلوں میں لڑائی کی بنیاد بن گیا۔

"ہم تیار ہیں" دونوں نے کہا۔

لڑائی کا وقت اور جگہ متعین ہو گئے "کل حرہ کے میدان میں مقابلہ ہوگا"

دونوں قبیلے لڑائی کی تیاریوں میں لگ گئے مدینہ میں ہتھیار! ہتھیار! کے نعرے بلند ہونا شروع ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ کو خبر پہنچی تو آپؐ مہاجرین کی جماعت کے ساتھ ان کے پاس گئے اور فرمایا "اے مسلمانوں خدا سے ڈرو! خدا سے ڈرو! میں اللہ کا رسول تمہارے درمیان موجود ہوں اور تم جاہلیت کے زمانہ کے نعرے بلند کررہے ہو اللہ تعالیٰ نے تمہیں اسلام کی توفیق دی تمہیں اسلام کے ذریعے لوگوں میں عزت دی اور جاہلیت کے زمانے کی تمہاری باہمی دشمنیاں اور رنجشیں دور کردیں تمہیں کفر اور شرک سے نکال کر اللہ نے تمہارے دلوں میں ایک دوسرے کے لئے محبت اور الفت پیدا کی"

مسلمانوں کو احساس ہوا کہ انہیں تو مکاری اور ہوشیاری کے ساتھ لڑائی کے راستے پر ڈال دیا گیا تھا

وہ اپنی اس حرکت پر نادم ہوئے اوس اور خزرج سے تعلق رکھنے والے مسلمان ایک دوسرے سے بغلگیر ہوگئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے آئندہ ایسی حرکت سے باز رہنے کا عہد کیا۔
ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے یہودیوں کو اسلام کی دعوت دی انہیں قیامت کے روز کا انکار کرنے والوں کے لئے اللہ کے عذاب سے ڈرایا۔
"اے محمد ﷺ ہم تو اپنے باپ دادا کے دین کی ہی پیروی کریں گے کیونکہ وہ دین کے معاملات سے ہم زیادہ واقف تھے اور ہم سے زیادہ اور بہتر دین کو سمجھتے تھے" رافع بن خارجہ اور مالک بن عوف نے یہودیوں کی طرف سے جواب دیا۔
رافع بن حریملہ اور وہب بن زید نے کہا "اے محمد (ﷺ) آسمان سے کوئی ایسی تحریر لاؤ جس کو ہم پڑھ کر آپؐ کو پہچان سکیں اور نہر کے پانی کو دو ٹکڑے کرکے دکھاؤ تاکہ اس سے تمہارے نبی ہونے کی تصدیق ہو اور ہم آپؐ کی پیروی کرسکیں"
آسمانوں سے تحریر لانے سے ان کا مطلب تھا کہ موسیٰؑ جس کی ہم یہودی امت ہیں وہ تو ایک تحریر لائے تھے اللہ کی طرف سے اور انہوں نے دریائے نیل (نہر) کے پانی کو دو ٹکڑے کردیا تھا جسے دیکھ کر ہم نے ان کی تصدیق اور پیروی کی تھی آپؐ بھی ویسے ہی معجزے دکھائیں۔
ابن صلوبا نے کہا "اے محمد (ﷺ) آپ ایسی کوئی چیز تو لائے نہیں جس کو ہم پہچان جاتے اور نہ ہی آپؐ پر کوئی ایسی ظاہری نشانی اتری ہے جسے دیکھ کر ہم آپؐ کو اللہ کا رسول ماننے اور آپؐ کی پیروی کرنے پر مجبور ہو جاتے"
پھر ایک بار مدینہ کے یہودیوں کے علماء اکٹھے ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے "اے محمد (ﷺ) ہم آپؐ سے چار سوال پوچھنا چاہتے ہیں اگر آپؐ نے ان چاروں سوالوں کے درست جواب دیئے تو ہم آپؐ کی پیروی کرلیں گے اور آپؐ کو سچا تسلیم کرلیں گے"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تمہارا یہ اللہ کے ساتھ عہد اور معاہدہ ہوگیا اگر میں نے تمہارے سوالات کے ٹھیک جواب دے دیئے تو پھر تم میرے اللہ کا رسول ہونے پر ایمان لے آؤ گے؟"
"ہاں ہم آپؐ پر ایمان لے آئیں گے" یہود کے علماء نے وعدہ کیا۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تو پھر پوچھو کیا پوچھنا چاہتے ہو"
"اس کا سبب کیا ہے کہ کبھی لڑکا پیدا ہوتا ہے اور کبھی لڑکی اور کبھی بچہ اپنی ماں سے مشابہ ہوتا ہے حالانکہ نطفہ تو باپ کا ہوتا ہے؟" انہوں نے پہلا سوال کیا۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں تمہیں اللہ کی اور اللہ کی ان نعمتوں کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جو

اس نے بنی اسرائیل پر کی تھیں کیا تم جانتے ہو کہ مرد کا نطفہ سفید اور گاڑھا ہوتا ہے اور عورت کا مادہ زرد اور پتلا ہوتا ہے اور ان دونوں میں سے جس کا نطفہ دوسرے کے نطفہ پر غالب آ جائے اولاد اسی کے مشابہ ہوتی ہے اور اس کی جنس بھی وہی ہوتی ہے"

"اے خدا یہ درست ہے" یہود کے علماء نے کہا۔

"آپؐ کی نیند کیسی ہوتی ہے؟" پھر انہوں نے دوسرا سوال کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں تمہیں اللہ کی قسم اور ان کی نعمتوں کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جو اللہ نے بنی اسرائیل پر کی تھیں کیا تم اس حقیقت کو جانتے ہو کہ اس شخص کی نیند جو تم خیال کرتے ہو کہ میں نہیں ہوں ایسی ہوتی ہے کہ اس کی آنکھیں سو رہی ہوتی ہیں اور دل بیدار رہتا ہے"

یہود کے علماء نے کہا "اے خدا یہ درست ہے"

اور پھر سوال کیا "وہ کون کونسی سے چیزیں ہیں جو اسرائیل (حضرت یعقوبؑ) نے اپنی ذات پر حرام ٹھہرائی تھیں؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں تمہیں اللہ کی قسم اوران نعمتوں کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جو اللہ نے بنی اسرائیل پر کی تھیں کیا تمہیں معلوم ہے کہ انہیں کھانے پینے کی اشیاء میں سے اونٹ کا دودھ اور گوشت سب سے زیادہ پسند تھے اور پھر وہ ایک بیماری میں مبتلا ہوگئے تھے جب اللہ تعالیٰ نے انہیں صحت دی تو انہوں نے اللہ کے شکرانے کے طور پر اپنی کھانے پینے کی سب سے پسندیدہ اشیاء اپنی ذات پر حرام ٹھہرا لی تھیں اور اس وقت سے اونٹ کا دودھ اور گوشت ترک کردیا تھا"

یہود کے علماء نے کہا "اے اللہ یہ درست ہے"

اور پوچھا "ہمیں بتائیں آپؐ پر وحی کون لے کر آتا ہے؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں تمہیں اللہ کی قسم اور ان نعمتوں کی قسم دے کر پوچھتا ہوں جو اللہ نے بنی اسرائیل پر کی تھیں، کیا تمہیں معلوم ہے کہ وہ جبریلؑ ہیں اور وہی ہیں جو میرے پاس آتے ہیں"

یہودیوں کے علماء نے کہا "اے اللہ یہ درست ہے"

پھر انہوں نے کہا "اے محمد ﷺ جبرئیلؑ ہمارا دشمن ہے کیونکہ وہ (ہم پر) مصائب اور خونریزیاں لاتا ہے اگر ایسا نہ ہوتا تو ہم ضرور آپؐ پر ایمان لے آتے"

مگر ایمان لانے کی نیت سے تو وہ آئے ہی نہیں تھے وہ تو یہ سوچ کر آئے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے سوالات کے جواب نہیں دے سکیں گے اور انہیں آپؐ کے خلاف پراپیگنڈہ کا جواز مل جائے گا اور وہ عربوں سے کہہ سکیں گے کہ دیکھو جس شخص کو تم اللہ کا رسولؐ مانتے ہو وہ تو کچھ جانتا ہی نہیں۔

اور "اے اللہ یہ درست ہے" انہیں اس لئے کہنا پڑتا تھا کہ رسول اللہ ﷺ ہر جواب سے پہلے انہیں اللہ کی قسم دیتے تھے اور ان نعمتوں کی انہیں قسم دیتے تھے جو اللہ تعالیٰ نے ان کی قوم پر کی تھیں اور ان قسموں کے بعد وہ سچ سے انکار نہیں کرسکتے تھے لیکن چونکہ ایمان لانے کی غرض سے تو وہ آئے ہی نہیں تھے لہٰذا اپنے عہد سے فرار کا یہ کہہ کر جواز پیدا کرلیا کہ آپؐ کے پاس جو فرشتہ آتا ہے وہ تو ہماری قوم کا دشمن ہے اور اس پر سختیاں اور خونریزیاں لاتا ہے۔

یہودیوں کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس وفد میں ابو یاسر بن اخطب' نافع بن ابی نافع' عازر بن ابی عازر' رشیع' خالد' زید' اور ازار بن ابی ازار جیسے یہودی شامل تھے۔

"اے محمد(ﷺ) آپ کس کس نبی پر ایمان رکھتے ہیں" انہوں نے سوال کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے ان کے سوال کے جواب میں قرآن کریم کی ان آیات کی تلاوت فرمائی۔

❁ "اے نبی کہہ دیجئے کہ ہم ایمان رکھتے ہیں اللہ پر
اور جو کچھ ہم پر نازل کیا گیا ہے
اور جو کچھ نازل کیا گیا
ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ اور اسحاقؑ اور یعقوبؑ
اور ان کے آل کی طرف
اور جو کچھ عطاء کیا گیا
موسیٰؑ کو اور عیسیٰؑ کو
اور جو کچھ عطاء کیا گیا دوسرے نبیوں کو
ان کے رب کی طرف سے
ہم ان میں سے کسی ایک میں فرق نہیں کرتے
اور ہم تو اللہ کے فرمانبردار ہیں"

یہودیوں نے بیک زبان کہا "ہم تو مریمؑ کے بیٹے عیسیٰ! پر ایمان نہیں رکھتے اور نہ ہی اس پر ایمان لاسکتے ہیں جو عیسیٰ کو نبی مانتا ہو"

یہود کے ایک اور وفد کے ارکان نے رسول اللہ ﷺ سے کہا "جو قرآن آپؐ ہمیں پڑھ کر سناتے ہیں کیا واقعی یہ آپؐ پر اللہ کی طرف سے نازل ہوا ہے؟ تورات میں جو حسن ترتیب اور ربط و ضبط ہے وہ تو اس میں نہیں ملتے پھر ایسا کلام خدا کی طرف سے کیسے ہو سکتا ہے؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے گروہ یہود! واللہ تم خوب جانتے ہو کہ قرآن اللہ تعالیٰ کی طرف سے نازل کی گئی کتاب ہے اور تمہاری تورات اس کی تصدیق کرتی ہے رہی حسن ترتیب والی بات تو سارے انسان اور جن مل کر بھی کوشش کریں تو قرآن کریم جیسا کلام پیش نہیں کر سکتے"

یہود کے جن لوگوں کے دلوں پر نسلی تعصب کا قبضہ نہیں تھا انہوں نے دین حق قبول کرلیا تھا ان میں حضرت عبداللہ بن سلام' حضرت ثعلبہ بن سعیتہ ان کا بھائی اسیدؓ بن سعیتہ اور حضرت اسیدؓ بن عبید وغیرہ شامل تھے یہود کے علماء نے ان کے خلاف بھی پراپیگنڈہ شروع کردیا "ہم میں سے جو لوگ محمد ﷺ پر ایمان لائے ہیں وہ تو ہم میں سے بد ترین لوگ تھے اگر وہ ہمارے اچھے لوگوں میں سے ہوتے تو باپ دادا کا دین چھوڑ کر دوسرا کوئی دین کبھی قبول نہ کرتے"

گویا ان کے لئے بھی قریش مکہ کی مانند اچھا ہونے کے لئے باپ دادا کے دین پر جمے رہنا لازم تھا.

اسلام کے بارے میں مدینہ کے عربوں کے دلوں میں شکوک و شبہات پیدا کرنے کے لئے یہودی مختلف طریقے استعمال کرتے تھے اس منصوبے کو مؤثر بنانے کے لئے ایک روز کچھ یہودی جمع ہوئے جن میں عبداللہ بن صیف' عدی بن زید اور الحارث بن عوف بھی شامل تھے انہوں نے کہا کہ ہمیں صبح کو اسلام پر ایمان لانے اور شام کو اس سے منحرف ہوجانے کی پالیسی پر عمل کرنا چاہئے ہمارے ایسا کرنے سے اسلام کے بارے میں لوگوں میں شبہات پیدا ہونے لگیں گے اور آخر وہ بھی ہماری مانند اسلام سے منحرف ہوجائیں گے اور اپنے اپنے آبائی دین کی طرف لوٹ آئیں گے"

صبح ایمان لانے اور شام کو منحرف ہوجانے سے ان کا مطلب ایک ہی دن کی صبح اور شام کے درمیان قبول اسلام اور انحراف کے ذریعے یہ پراپیگنڈہ کرنا تھا کہ ہم تو سچے دل سے مسلمان ہوئے تھے لیکن جب قریب اور اندر جاکر مسلمانوں اور ان کے دین کو دیکھا تو وہ ایسا نہیں تھا جیسا سمجھ کر ہم نے قبول کیا تھا اس لئے ہمیں آبائی دین پر واپس آنا پڑا.

ایک روز رسول اللہ ﷺ یہودیوں کی ایک مذہبی درسگاہ میں تشریف لے گئے اس درس گاہ میں یہودی اپنے بچوں کو تورات کی تعلیم دیتے تھے درس گاہ میں ان کے تعلیم دینے والے علماء بھی موجود تھے رسول اللہ ﷺ نے انہیں اسلام کے بنیادی عقائد کے بارے میں بتایا اور قرآن کی

تلاوت فرمائی اور انہیں دین حق کی طرف دعوت دی
"آپؐ کس دین پر ہیں؟" یہود نے وضاحت چاہی
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میرا دین وہی ہے جو حضرت ابراہیمؑ کا اور ان کی ملت کا تھا"
"مگر ابراہیمؑ تو یہودی تھے؟" یہودیوں نے کہا
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تو اپنی کتاب تورات لے آؤ اس کو سامنے رکھ کر اس کے مطابق فیصلہ کرلیتے ہیں کہ حق پر کون ہے"
مگر یہودیوں نے اس سے اتفاق نہ کیا
وہ تو تورات کی بھی وہی تعبیر کرتے تھے جس کے مطابق دین اور پیغمبری نسلی وراثت ہوں.

رسول اللہ ﷺ کی خدمت کچھ یہودی حاضر ہوئے "اے محمد (ﷺ) آپؐ دعویٰ کرتے ہیں کہ آپؐ ابراہیمؑ کے دین پر ہیں اور ہماری تورات کو بھی مانتے ہیں کہ وہ اللہ کی طرف سے بھیجی گئی ہے کیا ایسا ہے؟"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کیوں نہیں (میرا دعویٰ یہی ہے) مگر تم نے اس میں نئی باتیں پیدا کرلی ہیں اور جس عہد کا تم سے اقرار لیا گیا تھا تم اس سے منکر ہوچکے ہو اور جس بات کے بارے میں تمہیں حکم دیا گیا تھا کہ وہ لوگوں کو صاف صاف بتادو وہ تم نے چھپادی ہے اس لئے میں نے تمہاری نئی باتوں سے (جو تم نے تورات میں اپنی طرف سے ڈالدی ہیں) علیحدگی اختیار کرلی ہے"
یہودیوں نے کہا "پھر تو ہم نہ آپؐ پر ایمان لائیں گے اور نہ آپؐ کی پیروی کریں گے بلکہ انہی باتوں پر قائم رہیں گے جو (پہلے سے) ہمارے پاس ہیں اور اس طرح ہم سیدھی راہ اور حق پر ہوں گے"
ان یہودیوں میں رافعہ بن حارثہ' سلام بن مشکم' مالک بن صیف اور رافع بن حریملہ شامل تھے.

ایک روز یہودیوں کا ایک گروہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہا "اے محمد (ﷺ) یہ ساری مخلوق تو اللہ نے پیدا کی ہے آپؐ بتائیں اللہ کو کس نے پیدا کیا ہے؟"
رسول اللہ ﷺ نے اس کے جواب میں سورۃ اخلاص پڑھی:

❁ "اے نبیؐ کہہ دیجئے
اللہ ایک ہے
اللہ سب کا مرجع ہے
نہ اس نے کسی کو جنا

نہ کسی نے اس کو جنا،
اور اس کا کوئی ہمسر نہیں"۔ (112: 1 تا 4)

یہود نے کہا "یہ بتائیں اللہ کیسا ہے؟ اس کا ہاتھ کیسا ہے؟ اس کے بازو کیسے ہیں"
رسول اللہ ﷺ نے قرآن کریم کی یہ آیات تلاوت فرما دیں۔

"اور اللہ کا جو مقام و مرتبہ ہے
اس کا ان لوگوں نے اندازہ نہیں کیا
اور (اس کی شان تو یہ ہے) کہ قیامت کے دن،
ساری دھرتی اس کی مٹھی میں ہوگی
سارے آسمان لپٹے ہوئے
اس کے دائیں ہاتھ میں ہوں گے۔
اور وہ (ان لوگوں کے ہر قسم کے گمانوں سے) پاک ہے
اور یہ لوگ جو شرک (کی باتیں) کرتے ہیں
اللہ ان سب سے برتر ہے" - (67:39)

ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی گم ہو گئی تو یہودیوں کے قبیلہ بنی قینقاع کے زید بن اللصیت نے کہا "محمد (ﷺ) تو دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کے پاس آسمانوں سے خبریں آتی ہیں مگر اسے تو یہ بھی معلوم نہیں کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے"
رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپؐ نے فرمایا۔

"ایک کہنے والے نے کہا
کہ محمد (ﷺ) دعویٰ کرتا ہے
کہ اس کے پاس آسمان سے خبر آتی ہے
اور وہ نہیں جانتا کہ اس کی اونٹنی کہاں ہے
اور خدا کی قسم بے شک میں نہیں جانتا مگر
وہی چیز جس کا اللہ نے مجھے علم دیا ہے
اب اللہ نے اس کی جانب میری رہنمائی کر دی ہے
اور وہ اس گھاٹی میں ہے
ایک درخت نے اس کی نکیل روک رکھی ہے"

اس نشانی پر ڈھونڈنے والے گئے تو رسول اللہ ﷺ کی اونٹنی اسی گھاٹی میں تھی اور اس کی نکیل ایک درخت سے الجھی ہوئی تھی۔

اس طریق سے یہودی ایک منصوبے کے تحت رسول اللہ کے خلاف مہم چلا رہے تھے وہ دینی موضوعات پر بحث و مباحثہ کرتے تھے لیکن مقصد دین اسلام سمجھنا نہیں ہوتا تھا وہ پہلے سے سوال سوچ کر آتے تھے اور یہ گمان لے کر آتے تھے کہ رسول اللہ ﷺ ان کے سوالات کے جواب نہیں دے سکیں گے لیکن جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے راہنمائی اور پیغمبرانہ علم و فراست کے ذریعے آپؐ ان کے ہر قسم کے سوالات کے جواب دے دیتے تو وہ اپنی نسلی برتری کے دعوے دہرانا شروع کردیتے تھے رسول اللہ ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے پہلے یثرب میں یہودی سب سے زیادہ پڑھے لکھے تھے وہاں کے عرب قبیلے یہودیوں کے مذہبی کلچر اور سیاسی برتری کو تو نہیں مانتے تھے مگر ذہنی طور پر وہ یہودیوں سے خاص طور پر ان کے علم و آگہی سے مرعوب تھے اور ان کی باتوں اور مباحثوں سے جلد متاثر ہوجاتے تھے مدینہ کے عربوں کی اکثریت اب اسلام قبول کرچکی تھی اور دل و جان سے توحید اور رسالت پر فدا تھے وہ بے مثل جانی اور مالی قربانیوں سے اس کا عملی ثبوت بھی فراہم کررہے تھے لیکن ان میں عبداللہ بن ابی جیسے کچھ منافق بھی تھے جنھوں نے اسلام کی قوت اور ترقی کو دیکھ کر اپنے مسلمانوں ہونے کا اعلان تو کر دیا تھا لیکن دل سے رسول اللہ ﷺ کی ریاست مدینہ کی سربراہی انہیں پسند نہیں تھی یہودیوں کا اصل نشانہ اور ساتھی تو منافقین تھے لیکن ان کا خیال تھا کہ اگر کوئی اور گروہ پیدا ہوجائے تو وہ ریاست مدینہ میں انتشار پیدا کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے' اس لئے وہ رسول اللہ ﷺ سے بحث و مباحثہ کرتے آپؐ کی مسجد اور محفل میں بیٹھ کر باتیں سنتے اور باہر جاکر منافقین کی محفلوں میں مذاق اڑایا کرتے تھے ان کے بعض افراد ان مباحثوں میں جان بوجھ کر گستاخانہ رویہ اختیار کرتے تھے تاکہ دوسروں پر بھی اس کا اثر ہو۔

رسول اللہ ﷺ کو یہود کے ان منصوبے اور ارادوں کا سب علم تھا لیکن آپؐ پیغمبرانہ فراست اور نرمی سے ان کے ساتھ برتاؤ کرتے تھے۔

یہودیوں میں ایک شخص کا نام نبتل تھا اس کے باپ کا نام الحارث تھا وہ بڑا لمبا اور جسیم تھا رنگ سیاہ ہونٹ لٹکے ہوئے گال پچکے ہوئے بال بکھرے ہوئے اور آنکھیں ایسی سرخ جیسے پیتل کی ہانڈیاں ہوں وہ اکثر رسول اللہ ﷺ کی محفل میں حاضر ہوتا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی گفتگو سنتا رہتا تھا کبھی کبھار وہ خود بھی کوئی بات پوچھ لیتا اس کے بعد جب وہ یہودیوں اور

منافقوں کی محفل میں جاتا تو کہتا "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) تو جو کوئی بھی بات سنتے ہیں اسے سچ مان لیتے ہیں جو کوئی بھی کچھ کہتا ہے وہ اس پر یقین کر لیتے ہیں"

رسول اللہ ﷺ کو نبتل بن الحارث کی ان حرکتوں اور پراپیگنڈہ کے بارے میں سب کچھ معلوم تھا اس کے باوجود آپؐ نے نہ کبھی اسے اپنی محفل میں بیٹھنے سے روکا اور نہ ہی اس کی کبھی سرزنش کی حالانکہ آپؐ نے فرمایا "جس کسی کو شیطان دیکھنے کی خواہش ہو وہ نبتل بن الحارث کو دیکھ لے"

مدینہ کے یہودیوں اور منافقوں میں صرف ایک ہی شیطان نہیں تھا ان میں بہت سے ایسے لوگ تھے جو رسول اللہ ﷺ کی محفل میں صرف اس لئے آتے تھے کہ جو کچھ سنیں اپنے ساتھیوں کی محفلوں میں بیان کر کے اس کا مذاق اڑائیں۔

صحابہ کرامؓ مسجد نبویؐ میں آتے تو رسول اللہ ﷺ کی محفل میں مودب بیٹھ جاتے۔ آپؐ کی باتیں سنتے' دین سمجھنے کے لئے آپؐ سے سوال پوچھتے۔ آپ کے جوابات اور ارشادات کو بڑے غور سے سنتے۔ رسول اللہ ﷺ کی مجلس تعلیم اور تربیت کی مجلس ہوتی تھی اور مسلمان اس میں زیادہ دینی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے تھے۔ مسلمان رسول اللہ ﷺ سے اپنے دنیاوی اور معاشرتی مسائل میں بھی رہنمائی حاصل کرتے تھے۔ آپؐ ان کی کھیتی باڑی' کاروبار کے معاملات میں بھی رہنمائی فرماتے تھے لیکن منافق رسول اللہ ﷺ کی مجلس میں بھی ایک دوسرے سے سرگوشیاں کرتے رہتے اور آداب مجلس کا لحاظ نہیں کرتے تھے صحابہ کرام کو ان کی یہ حرکتیں پسند نہیں تھیں لیکن رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر وہ منافقین کو کچھ کہہ بھی نہیں سکتے تھے۔ آخر ایک روز صحابہ کو اس کا موقع مل گیا۔ منافقین کو رسول اللہ ﷺ کے بیان کے دوران ایک دوسرے کے سر سے سر جوڑ کر بیٹھے آپس میں سرگوشیاں کرتے دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ انہیں مسجد نبوی سے نکال دیا جائے۔

حضرت ابو ایوبؓ انصاری اٹھے اور عمرو بن قیس کو پاؤں سے پکڑ کر گھسیٹتے ہوئے مسجد سے باہر لے گئے۔ عمرو بن قیس زمانہ جاہلیت میں خزرج کے قبیلہ بنو غنم کے بتوں کا محافظ اور پجاری ہوتا تھا۔

"اے ابو ایوبؓ تو مجھے بنو ثعلبہ کی اونٹ اور بکریاں باندھنے کی جگہ سے نکال رہا ہے" وہ کہتا جا رہا تھا۔

بظاہر رسول اللہ ﷺ کی دعوت قبول کر لینے کے باوجود اس کے دل میں نہ آپؐ کا احترام تھا اور نہ

ہی آپؐ کی مسجد کا۔
اسے مسجد سے باہر پہنچا کر حضرت ابو ایوبؓ نے بنو نجار کے رافع بن ودیعہ کو گریبان سے پکڑ کر زور سے جھنجھوڑا اور تھپڑ مارتے ہوئے مسجد سے باہر لے گئے۔ "خبیث منافق! اللہ کے رسولؐ کی مسجد سے دور ہو جا اور اپنی راہ لے۔"
حضرت عمارہؓ بن حزم نے زید بن عمرو نامی منافق کو داڑھی سے پکڑ لیا اور کھینچتے ہوئے مسجد سے باہر لے گئے۔ حضرت عمارہ نے اس کے سینے پر اتنا زور سے دوہتڑ مارا کہ وہ گر گیا۔
"اے عمارہؓ تم نے مجھے بہت رگڑا دیا ہے" اس نے کہا۔
"اے منافق! اللہ نے تیرے لئے جو عذاب متعین کر رکھا ہے وہ تو اس سے بھی سخت ہے دور ہو جا اور خبردار آئندہ کبھی رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے پاس بھی نہ آنا" حضرت عمارہ نے جواب دیا۔
بدری صحابی حضرت مسعودؓ بن اوس بن زید نے نوجوان قیس بن عمرو بن سہیل کو گردن سے پکڑ لیا اور دھکے دے کر مسجد نبوی سے باہر نکال دیا۔
ایک اور صحابی نے الحارث بن عمرو نامی منافق کو اس کے سر کے لمبے بالوں سے پکڑ لیا اور گھسیٹتا ہوا مسجد سے باہر لے گیا۔
"تو نے مجھ پر سختی کی ہے" منافق نے شکایت کی۔
"اللہ کے دشمن تو اسی لائق ہے تو پلید ہے اس لئے پھر کبھی رسول اللہ ﷺ کی مسجد کے قریب نہ آنا" اس صحابی نے جواب دیا۔
بنی عمرو بن عوف سے تعلق رکھنے والے ایک صحابی نے اپنے حقیقی بھائی زدی بن الحارث کو پکڑ کر مسجد سے نکال دیا۔ "تجھ پر شیطان اور شیطانی باتوں کا غلبہ ہے" اس نے اپنے منافق بھائی سے بیزاری کا اظہار کرتے ہوئے کہا۔
یہ واقعہ مدینہ کے منافقوں کی چالوں اور ڈھٹائی کا ثبوت ہے۔
تو اس سے صحابہ کرام کی قوت ایمانی کا بھی اندازہ کیا جا سکتا ہے۔
اور یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اسلام اور مسلمان اس وقت بھی مدینہ میں بالاتر قوت تھے۔
حضرت حسانؓ بن ثابت نے ضحاک نامی منافق کو مخاطب کر کے کہا:

❁ "کون ہے جو ضحاک کو یہ پیغام پہنچائے کہ
اسلام کی مخالفت کے ذریعے
عزت حاصل کرنے کی کوشش میں

اس کی رگیں تھک چکی ہیں
اے گدھے کا کلیجہ رکھنے والے ضحاک کیا تو
حجاز کے یہودیوں اور ان کے دین سے محبت رکھتا ہے؟
اور محمد (ﷺ) سے محبت نہیں کرتا؟
قسم اپنی جان کی
جب تک انسان کے لئے صحراؤں کی وسعت باقی ہے
یہودیوں کا مذہب کبھی ہمارے مذہب کا مقابلہ نہیں کر سکتا"

اگرچہ حضرت حسانؓ بن ثابت نے خطاب تو ایک یہودی سے کیا ہے مگر حال جملہ یہودیوں کا ایسا ہی تھا اس لئے یہ نظم مدینہ کے یہودیوں' منافقین اور ان کے کردار کی آئینہ دار ہے۔

مدینہ کے یہودیوں اور منافقوں کی اللہ اور اس کے رسول ﷺ اور اسلام سے دشمنی اور ان چالوں کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں فرمایا ہے:

❁ "کچھ لوگ ایسے بھی ہیں
جو کہتے ہیں ہم اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان لے آئے ہیں
حالانکہ وہ مومن نہیں
وہ اللہ اور اہل ایمان سے دھوکہ بازی کر رہے ہیں
اور وہ دھوکہ نہیں دے رہے مگر
صرف اپنے آپ کو
مگر انہیں اس کی سمجھ نہیں
ان کے دلوں میں روگ ہے
تو اللہ نے ان کے روگ کو اور بڑھا دیا ہے
ان کے لئے دردناک عذاب ہے
اس وجہ سے کہ وہ جھوٹ بولتے رہے ہیں
جب ان سے کہا جاتا ہے کہ زمین پر فساد نہ پھیلاؤ
تو وہ کہتے ہیں کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں
جان لو کہ حقیقت میں یہی لوگ مفسد ہیں
مگر شعور نہیں رکھتے

جب ان سے کہا جاتا ہے کہ ایمان لاؤ
جس طرح لوگ ایمان لائے ہیں
تو وہ کہتے ہیں
کیا ہم ایمان لائیں جیسے کہ بے وقوف ایمان لائے ہیں
سنو حقیقت میں یہی لوگ بے وقوف ہیں
مگر جانتے نہیں
جب اہل ایمان سے ملتے ہیں تو کہتے ہیں
ہم ایمان لے آئے ہیں
اور جب اپنے شیاطین سے اکیلے میں ملتے ہیں
تو کہتے ہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں
(مسلمانوں سے تو) ہم مذاق کر رہے ہیں" (2: 8 تا 14)

❁ "اگر تمہارے دل میں
اس (کتاب) کے بارے میں کوئی شک ہے
جو ہم نے اپنے بندے پر اتاری ہے
تو اس جیسی ایک ہی سورت بنا لاؤ
اور اللہ کے سوا جو تمہارے حمایتی ہیں
ان سب کو (بھی) بلا لو
اگر تم سچے ہو
لیکن اگر تم نے ایسا نہ کیا
اور کبھی نہ کر سکو گے
تو بچو اس آگ سے
جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں
جو کفار کے لئے تیار کی گئی ہے" (2: 23، 24)

❁ "یہ لوگ جب اہل ایمان سے ملتے ہیں
تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں
جب تنہائی میں

ایک دوسرے سے ملتے ہیں
تو کہتے ہیں
کیا تم مسلمانوں کو وہ باتیں بتاتے ہو
جو اللہ نے تم پر (تورات میں) ظاہر کی ہیں
تاکہ انہیں پیش کر کے
وہ تمہیں تمہارے رب کے سامنے جھٹلا دیں
کیا تم عقل سے کام نہیں لیتے
کیا انہیں اتنی سی بات بھی معلوم نہیں
کہ جو کچھ وہ چھپاتے ہیں
اللہ وہ کچھ بھی جانتا ہے
اور جو کچھ وہ ظاہر کرتے ہیں
اسے بھی (جانتا ہے)" (2: 76، 77)

❁ "جب ان کے پاس اللہ کی طرف سے ایک کتاب آئی
جو اس کتاب کی تصدیق کرتی ہے(5)
جو ان کے پاس پہلے سے موجود تھی
اور اس کے (آنے سے) قبل
وہ (اس واسطے سے) کفار پر فتح حاصل کرنے کی دعائیں کیا کرتے تھے
اور جب ان کے پاس وہ کتاب (قرآن) آ گئی
جسے وہ خوب جانتے تھے
تو انہوں نے اس کا انکار کر دیا
خدا کی لعنت انکار کرنے والوں پر" (2 :88)

❁ "جب ان سے کہا جاتا ہے
کہ ایمان لاؤ' اس کتاب پر جو اللہ نے نازل فرمائی ہے
تو وہ کہتے ہیں
جو کچھ ہم پر نازل ہوا ہے
ہم اس پر ایمان رکھتے ہیں

اور اس کے سوا جو کچھ ہے اس کے وہ منکر ہیں
حالانکہ وہ (قرآن) سر تا سر حق ہے
اور ان کی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے
جو ان کے (یہودی و نصاریٰ کے) پاس ہیں
کہو اگر تم صاحب ایمان ہو تو
اب سے قبل تم اللہ کے نبیوں کو قتل کیوں کرتے رہے ہو؟" (2 : 91)

✿ "اور جب ان سے کہا جاتا ہے
کہ پیروی کرو اس (دین) کی
جو اللہ کی طرف سے بھیجا گیا ہے
تو وہ کہتے ہیں
نہیں ہم تو اسی کی پیروی کریں گے
جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے
کیا تب بھی وہ باپ دادا ہی کی پیروی کرتے رہیں گے
جب ان کے باپ دادا نے سمجھ سے کام نہ لیا ہو
اور وہ راہ راست نہ پا سکے ہوں" (2 : 17)

✿ "اور یہودیوں میں کچھ ایسے بھی ہیں
جو الفاظ کو ان کے اصل مقام سے ہٹا دیتے ہیں
اور کہتے ہیں
ہم نے سنا اور انکار کیا
اور (کہتے ہیں)
سنئے! اللہ کرے آپؐ نہ سن سکیں
اور "راعنا" (ہماری طرف توجہ دیں)
لیکن اپنی زبان کو پیچ دے کر
دین پر طعنہ زنی کرتے ہیں
اگر وہ کہتے ہم نے سنا اور فرمانبرداری کی
اور "آپ سنئے اور ہم پر توجہ دیجئے"

تو یہ ان کے لئے بہت بہتر اور مناسب ہوتا
لیکن اللہ نے ان پر لعنت کر دی ہے
ان کے کفر کی وجہ سے
اور ان میں سے بہت ہی کم ایمان لائیں گے (46 : 4)

یہودی جب رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپؐ سے بات چیت کرتے تو آپؐ کی باتیں سن کر کہتے "ہم نے سنا" اور پھر منہ پھیر کر کہتے "اور نافرمانی کی" یعنی آپؐ کی بات ہم سن رہے ہیں مگر اس کو مانتے نہیں اس کی نافرمانی کرتے ہیں وہ یہ "نافرمانی کی" اس انداز میں کہتے تھے کہ محفل میں کوئی اور سمجھ نہ سکے اور اس پر وہ آپس میں خوش ہوتے تھے جب وہ رسول اللہ ﷺ سے کچھ عرض کرنا چاہتے تو کہتے "سنئے!" اور پھر آہستہ سے کہتے "خدا کرے کہ آپ سن نہ سکیں" اور جب کہتے ہماری طرف توجہ دیں "راعنا" تو اس لفظ کو بگاڑ کر عبرانی انداز میں ادا کرتے جس کے معنی توہین آمیز ہوتےایسے یہودی جب اپنی محفلوں میں واپس جاتے تھے تو اپنی اس چالاکی پر فخر کیا کرتے تھے کہ ہم نے مذاق اڑایا ہے۔

❁ "(مسلمانو!) تمہیں مالی اور جانی
آزمائشوں سے دو چار ہونا ہو گا
اور تم ایسی باتیں سنو گے
جن سے تمہیں تکلیف ہو گی
ان لوگوں کی طرف سے
جنہیں تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی
اور ان کی طرف سے جنہوں نے شرک کیا
لیکن اگر تم صبر اور تقویٰ کی روش اختیار کرو
(تو) وہ یقیناً عظمت کی راہ ہے۔" (186 : 3)

یہودیوں کی ان چالوں اور سازشوں کا رسول اللہ ﷺ نے پیغمبرانہ فراست اور صبر کے ساتھ مقابلہ کیا اور اللہ تعالیٰ کی رہنمائی میں مدینہ کی ریاست کے استحکام میں مصروف رہے آپؐ نے امت مسلمہ کی تشکیل اور تربیت کا اہتمام بھی کیا اور ریاست کو بیرونی خطرات سے محفوظ کرنے کی منصوبہ بندی بھی کی۔

حواشی / حوالہ جات

1- تفصیل کے لئے الامینؑ کی جلد اول میں باب "فلسطین کا مرکز توحید۔ دین حنیف سے یہودیت تک" دیکھیں۔

2- دوسری جنگ عظیم میں یہودیوں نے جان اور مال سے ہر طرح اتحادیوں کی مدد کی اتحادیوں کو افرادی قوت کی شدید ضرورت تھی یہودیوں کے سیاسی اور مذہبی رہنماؤں نے ایک منظم مہم کے ذریعے یہودی نوجوان اتحادی فوجوں میں شامل کئے ان کی اسی خدمت کے صلہ میں جنگ کے بعد عیسائی دنیا نے فلسطین میں یہودی ریاست کے قیام کے نظریہ اور منصوبہ کی حمایت کی اور ایک بار پھر ارض فلسطین میں یہودی ریاست وجود میں آ گئی۔

3- جزیرہ نمائے عرب کے مختلف حصوں اور مدینہ میں رہنے والے یہودیوں کے اپنی قومی پالیسی کے تحت عرب معاشرے میں گھل مل جانے کی وجہ سے ہمارے بہت سے علماء اور سکالروں نے ان یہودیوں کو عرب قرار دے دیا ہے اور لکھا ہے کہ انہوں نے یہودی مذہب اختیار کرلیا تھا حالانکہ یہودیت ایک نسلی مذہب ہے ان سکالروں اور علماء کے اس نظریہ کی بنیاد یہودیوں کی تاریخ اور جزیرہ نمائے عرب سے باہر کے یہودیوں کے حالات سے عدم آگاہی پر ہے۔

4- رومی سلطنت کی حدود میں بسنے والے بہت سے یہودیوں نے بھی اپنے نام رومیوں سے ملتے جلتے رکھ لئے تھے آج بھی امریکہ اور یورپ کے دیگر ممالک میں رہنے والے اکثر و بیشتر یہودیوں کے ناموں سے کچھ اندازہ نہیں کیا جا سکتا کہ وہ یہودی ہیں یا عیسائی۔

5- تصدیق کرنے سے یہاں ہرگز یہ مراد نہیں کہ قرآن کریم موجودہ صورت میں تورات (یا انجیل) کو مکمل طور پر سچا اور اللہ کی طرف سے نازل کردہ قرار دیتا ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن اس بات کی تصدیق کرتا ہے کہ تورات اور انجیل اصل صورت میں آسمانی کتابیں تھیں ورنہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود یہودیوں کو جواب دیا تھا کہ ان کے پاس جو تورات ہے وہ اصل تورات نہیں تم نے اس میں نئی باتیں پیدا کر لی ہیں۔

زکوٰۃ

❁ "نیکی یہ نہیں کہ تم نے اپنے چہرے مشرق کی طرف کر لئے یا مغرب کی طرف
نیکی اور حق شناسی یہ ہے کہ آدمی اللہ پر، فرشتوں پر، (اللہ کی) کتاب پر اور نبیوں پر ایمان لائے۔
اپنا مال جس سے وہ محبت کرتا ہے۔
رشتے داروں، یتیموں، غریبوں، مسافروں، سائلوں کو دے۔
اور غلاموں کی رہائی پر خرچ کرے۔
نماز قائم کرے۔
زکوٰۃ دے۔
اور نیک وہ لوگ ہیں۔
جو عہد کریں تو اسے پورا کرتے ہیں۔
اور (جو) تنگی، مصیبت اور جنگ میں ثابت قدم رہتے ہیں۔
یہی وہ لوگ ہیں جو سچے ہیں۔
اور یہی لوگ متقی ہیں" _______ (177 : 2)

اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے ساتھ ہی ریاست مدینہ میں زکوٰۃ کا نظام بھی نافذ ہوگیا(1) اس سے پہلے بھی مسلمان زکوٰۃ تو دیا کرتے تھے مگر وہ رضا کارانہ عمل تھا کیونکہ ابھی تک اسلامی ریاست قائم نہیں ہوئی تھی اور ریاست کے قیام اور اس کا نظم مکمل ہوئے بغیر مسلم امت پر زکوٰۃ کا باقاعدہ نفاذ ممکن نہیں تھا کیونکہ اجتماعی سطح پر زکوٰۃ کی وصولی اور تقسیم کے لئے باقاعدہ نظم کا ہونا لازمی تھا۔

حبشہ کے شہنشاہ کے دربار میں تقریر کرتے ہوئے حضرت جعفرؓ نے بتایا تھا"اللہ نے ہماری طرف ہم میں سے ایک رسولؐ بھیجا جس نے ہمیں اللہ کی طرف بلایا کہ ہم اس کی توحید کے قائل ہوں اور اسی کی عبادت کریں اور ان پتھر کے بتوں کو چھوڑ دیں جن کی ہم اور ہمارے باپ دادا عبادت کیا کرتے تھے اس نے ہمیں امانت داری' راست گوئی' صلہ رحمی' ہمسائیگی اور عہد و پیمان کی پاسداری کا اور حرام افعال اور خونریزی سے باز رہنے کا حکم دیا ہم کو فواحش سے' جھوٹ سے' یتیم کا مال کھانے سے اور پاک دامن عورتوں پر تہمت لگانے سے روکا ہمیں صرف اللہ کی عبادت کرنے اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنے کی تلقین کی۔

اور

ہمیں نماز پڑھنے ' زکوٰۃ دینے اور روزہ رکھنے کی تلقین کی۔"

یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین حنیف کی تجدید اور تکمیل کا مشن سونپنے کے چھٹے سال کے شروع (615ء) کا واقعہ ہے اللہ تعالیٰ نے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم اس سے آٹھ سال بعد دیا جب مدینہ میں اسلامی ریاست وجود میں آچکی تھی اور امت کی تشکیل کے بنیادی تقاضے پورے ہوگئے تھے ماہ رمضان کے روزے رکھنے کا باقاعدہ حکم بھی مدینہ میں آیا حضرت جعفرؓ طیار کی تقریر کے مطابق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسلمانوں کو روزے رکھنے کا حکم بھی مکہ میں ہی دیا تھا اس طرح مدینہ میں زکوٰۃ کے باقاعدہ نظام کے نفاذ سے پہلے بھی مسلمان زکوٰۃ دیا کرتے تھے مکہ میں بھیؔ اور مدینہ میں بھی مگر وہ انفرادی عمل تھا مسلمان اپنے مالی طور پر کمزور بھائیوں کی زکوٰۃ اور صدقہ سے مدد کیا کرتے تھے مکہ میں بھی اور ہجرت کے بعد بھی مگر وہ ایک رضا کارانہ انفرادی عمل تھا اور کسی پر زکوٰۃ ادا کرنے یا صدقہ دینے کے بارے میں کوئی جبر نہیں تھا(2) حضرت ابوبکر صدیقؓ مکہ میں اسلام قبول کرنے والے غلاموں اور لونڈیوں کی رہائی کے لئے مال خرچ کیا کرتے تھے کمزور طبقوں سے تعلق رکھنے والے دست کار اور مزدوری پیشہ لوگ اسلام قبول کرتے تو ابو جہل اور دوسرے انتہا پسند قریشی سرداران کا معاشی بائیکاٹ کرادیتے تھے قریش کے بہت سے امیر اور با اختیار خاندانوں کے افراد اسلام قبول کرتے تو ان کے والدین اور گھر والے ان کی ضروریات کی کفالت روک دیتے تھے تاکہ وہ تنگ آکر اسلام چھوڑ دیں اور آبائی دین پر واپس آجائیں اگرچہ قریش کے بڑے گھرانوں اور خاندانوں سے تعلق رکھنے والے مسلمان زکوٰۃ اور صدقہ وغیرہ کی مد سے کسی سے کچھ لینا پسند نہیں کرتے تھے پھر بھی مکہ کے مجبور محروم اور مسکین مسلمانوں کی مدد اور پرورش کے لئے کسی اہتمام کی ضرورت تھی

اور یہ اہتمام کمیونٹی کی سطح پر ہوا ہوگا اور یہ اخراجات مالدار اور کھاتے پیتے مسلمان رضا کارانہ مالی امداد سے پورے کرتے ہوں گے۔

جب مسلمان ہجرت کرکے مدینہ آگئے تو مقامی مسلمانوں نے ان کی میزبانی کی ان مہاجرین میں کچھ ایسے بھی تھے جو اپنا سارا مال اور نقد زر ساتھ لے آئے تھے مگر بہت سے ایسے بھی تھے جو کچھ بھی ساتھ نہیں لا سکے تھے ان مہاجرین کی میزبانی اور کفالت مقامی انصار نے مل جل کر رضا کارانہ طور پر کی تھی جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہجرت کرکے مدینہ آگئے تو آپ نے انصار اور مہاجرین کے درمیان مواخات قائم کرکے مسلمانوں میں معاشی ہم آہنگی پیدا کر دی مہاجرین تجارت دکانداری کھیتی باڑی اور مزدوری وغیرہ کرکے روزی کمانے لگے اس وقت بھی صُفَّہ کی درس گاہ اور مہمان خانہ کی مالی ضروریات پورا کرنے کا واحد ذریعہ مسلمانوں کی طرف سے رضا کارانہ مالی امداد تھی کیونکہ ریاست اور امت مسلمہ کی اجتماعی ضروریات پوری کرنے کا کوئی انتظام نہیں تھا۔ قریش مکہ نے مدینہ کی معاشی ناکہ بندی کر دی تھی وہ مدینہ پر حملہ کی دھمکیاں دے رہے تھے اور یہودیوں اور منافقوں کو ساتھ ملا کر اسلامی ریاست کے خاتمہ کی تیاریوں میں مصروف تھے مدینہ کے باہر سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں وفود آتے تھے ان کے قیام و طعام اور تحائف کے لئے ریاست کو مالی وسائل کی ضرورت تھی اگرچہ انصار مدینہ اپنی ہمت سے بڑھ کر رضاکارانہ طور پر یہ ضروریات پوری کرتے تھے اور انہوں نے اپنے اپنے باغات میں کچھ درخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے وقف کردیئے تھے اور ان کی پیداوار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردیا کرتے تھے جس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اجتماعی ضروریات پوری کیا کرتے تھے ممکن ہے جس طرح باغوں کے مالکوں نے کچھ درخت وقف کردیئے تھے اسی طرح کھیتوں کے مالک بھی اپنی پیداوار سے کچھ حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش کردیتے ہوں مگر یہ انتظام ہمیشہ نہیں چل سکتا تھا اس کے لئے ریاست کے کسی مستقل ذریعہ آمدنی کی ضرورت تھی اللہ تعالیٰ نے صدقہ زکوٰۃ اور امداد کے اس رضا کارانہ طریقہ کو ایک نظام کے تحت کردیا اور زکوٰۃ کی ادائیگی کو دین کا پانچواں رکن قرار دے دیا اور یہ بھی بتادیا کہ اس مد سے حاصل ہونے والی رقم کن کن کاموں پر خرچ کی جائے گی۔

- "صدقات صرف فقراء کے لئے ہیں۔
  اور مساکین کے لئے
  اور ان کارکنوں کے لئے جو ان کے انتظام پر متعین ہیں

نیز ان لوگوں کے لئے ہیں
جن کے دلوں میں (اسلام کی) کی الفت پیدا کرنا مقصود ہو
اور (ان کو آزاد کرانے کے لئے) ہیں
جن کی گردنیں بندھی ہوئی ہیں
اور قرضداروں کے (قرضے دور کرنے) کے لئے ہیں
اور اللہ کی راہ میں
اور راہ رو مسافروں کے لئے
یہ اللہ کی طرف سے مقرر کیا گیا ہے
اور اللہ علم و حکمت والا ہے" ___________ (60:9)

اللہ تعالیٰ کی طرف سے فرض کئے جانے سے پہلے زکوٰۃ بھی چونکہ رضا کارانہ صدقہ کے طور پر دی جاتی تھی لہٰذا اللہ نے شمار تو اس کا صدقات میں ہی کیا مگر حکم دیا کہ اسے میرے مقرر کردہ شعبوں پر ہی خرچ کیا جائے اگر زکوٰۃ کسی دوسرے کام کے لئے استعمال کی گئی تو میں تو جاننے والا ہوں اس کے لئے قیامت کے روز جواب دینا ہوگا پھر فرمایا کہ میں نے زکوٰۃ کے خرچ کے جو شعبے مقرر کردیئے ہیں ان کے پیچھے خدائی حکمت ہے۔

اللہ نے حکم دیا زکوٰۃ غریبوں اور مسکینوں کی ضروریات پوری کرنے کے علاوہ ان کارکنوں اور منتظمین کے اخراجات اور تنخواہیں وغیرہ ادا کرنے پر خرچ کی جائے جو اس کی وصولی اور تقسیم پر لگائے جائیں۔

جن لوگوں کے دل اسلام کی طرف راغب تو ہیں لیکن وہ خاندان اور معاشرے کی طرف سے پابندیوں یا کسی قسم کی مخالفت سے خوفزدہ ہیں اور اسلام کا اعلان نہیں کررہے یا جن لوگوں نے اسلام قبول کرلیا ہے اور وہ اسلام لانے کی وجہ سے اسلام کے دشمنوں کے ظلم اور زیادتیوں کا نشانہ بنے ہوئے ہیں' زکوٰۃ سے ان کی بھی مالی امداد کی جائے تاکہ وہ اسلامی معاشرے میں شامل ہو سکیں اور زکوٰۃ کی رقم دین کی تبلیغ کے لئے خرچ کی جائے اور جن لوگوں کی گردنیں غلامی سے بندھی ہوئی ہیں یا جس کسی مسلمان کو دشمن نے قیدی بنالیا ہے انہیں آزاد کرانے کے لئے زکوٰۃ کی رقم خرچ کی جائے۔ اس سے یہ بھی مراد ہے کہ جو لوگ جہالت' توہمات اور مخالفانہ ماحول کے اسیر ہیں ان کی رہائی پر زکوٰۃ خرچ کی جائے اور جو قرض کے بندھنوں میں بندھے ہوئے ہیں ان کی اقتصادی آزادی کے لئے بھی خرچ کی جائے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا زکوۃ سے حاصل ہونے والی رقم میری راہ میں خرچ کرو جس ریاست پر میری حاکمیت قائم ہوگئی ہو اس کی حفاظت اور دفاع کے اخراجات بھی اس سے پورے کرو(3) اس سے ریاست کی توسیع استحکام اور اسلام کے فروغ کے لئے خرچ کرو جو مسافر دوران سفر ریاست کی حدود میں رات گزارنے کے لئے رک جائیں یا جو مسافر کسی وجہ سے اپنے مال و اسباب سے محروم ہو جائیں ان کے قیام و طعام اور زاد سفر پر خرچ کرو۔

اجتماعی اخراجات پورے کرنے کے لئے قبیلے قوم اور معاشرے کے افراد سے اور ریاست کے شہریوں سے ٹیکس وصول کرنے کا طریقہ اسی وقت سے چلا آتا ہے جب انسانوں نے اجتماعیت اختیار کی تھی جنگل میں رہنے والے قبیلے اپنے تحفظ اور اجتماعی معاملات نپٹانے کے لئے ایک نظم قائم کرکے اپنے میں سے طاقتور اور سمجھدار آدمی کو اپنا سردار چن لیا کرتے تھے جزیرہ نمائے عرب کے صحراؤں اور ریگزاروں میں رہنے والے عرب قبائل بھی اسی طریقہ سے اپنے سردار چن لیتے تھے اور پھر اس سردار کو اپنی اپنی آمدنی میں سے حصہ دیا کرتے تھے جب لوگ جنگلوں اور صحراؤں کو چھوڑ کر آبادیوں کی طرف آتے تھے اور وہاں رہائش اختیار کرتے تھے تو وہاں کسی کو اپنا سردار چن لیتے تھے اور اجتماعی اخراجات کے لئے اسے کچھ نہ کچھ ادا کرتے رہتے تھے ریاستیں قائم ہوئیں تو ان کے اخراجات پورے کرنے کے لئے حاکموں نے رعایا پر ٹیکس لگائے مگر ان میں سے کسی پر یہ پابندی نہیں ہوتی تھی کہ وہ اس رقم کو کس کام پر خرچ کرے گا یا اگر ان معینہ شعبوں سے ہٹ کر خرچ کرے گا تو اس کا جواب دینا پڑے گا بادشاہ حاکم اور سردار ٹیکسوں کی رقم اپنی مرضی کے مطابق خرچ کیا کرتے تھے زکوۃ کے خرچ کرنے کے شعبوں کا تعین کرکے اللہ تعالیٰ نے ان شعبوں کا تعین بھی کردیا جو اسلامی ریاست اور معاشرے کے تحفظ توسیع اور استحکام میں بنیادی اہمیت رکھتے ہیں جب تک مسلمان اپنی مرضی سے زکوۃ اور صدقات دیتے تھے تو اس کا مقصد حاجت مندوں کی امداد کرنا ہوتا تھا لیکن اللہ تعالیٰ نے زکوۃ فرض کرکے اور اس سے حاصل ہونے والی رقم کے خرچ کرنے کی مدیں مقرر فرما کر اس کے مقاصد کی نوعیت بھی اجتماعی تحفظ قرار دے دی اب ریاست کی ذمہ داری ہوگئی کہ وہ اپنے شہریوں کو ہر قسم کے خوف سے اور بندھن سے آزاد کرائے مدینہ اور جزیرہ نمائے عرب کے لوگ یہودیوں کے قرض کے بندھنوں میں بندھے ہوئے تھے حالت یہاں تک پہنچ گئی تھی کہ قرض کے عوض وہ اپنی اولاد تک یہودیوں کے سپرد کردیتے تھے اور جب تک پورا قرض ادا نہیں کرتے تھے ان کے بال بچے یہودیوں کے ہاں غلاموں کی سی زندگیاں بسر کیا کرتے تھے قرض کے انہی بندھنوں کی مجبوریوں کی وجہ سے یہودی مقروض عربوں

کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے انسانوں اور مسلمانوں کو اقتصادی غلامی کے ان بندھنوں سے آزاد کرانے کی ذمہ داری ریاست پر ڈال دی تاکہ اس کے شہری ذہنی جسمانی اور اقتصادی غلامی کے بندھنوں سے آزاد ہو کر باعزت اور باوقار زندگی گزار سکیں اور کوئی طاقت یا گروہ انہیں اپنے مقاصد کے لئے EXPLOIT نہ کرسکے دستور مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فدیہ اور خوں بہا کی ادائیگی مسلمانوں کا اجتماعی فرض قرار دیا تھا اور اس چیز کو آئینی حیثیت دے دی تھی کہ اگر کوئی مسلمان مالی طور پر کمزور ہو اور خوں بہا کی رقم ادا کرنے کی رقم استطاعت نہ رکھتا ہو تو سارے مسلمان مل کر اس کا فدیہ ادا کریں گے اب اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی ادائیگی مسلمانوں کا دینی فرض قرار دے دی اور ایسے کمزور مسلمانوں کی مالی مدد اسلامی ریاست کی ذمہ داری قرار دے کر قرض اور اقتصادی غلامی کے روایتی بندھنوں سے آزادی کے لئے مالی وسائل بھی فراہم کردیئے اور ساتھ ہی اللہ تعالیٰ نے سود لینا اور دینا حرام قرار دے دیا تاکہ فرد اور معاشرہ اپنے پاؤں پر کھڑا ہوسکے اور اقتصادی غلامی کے بارے میں کوئی سوچ بچار تک نہ کرسکے۔

دنیاوی زندگی میں انسان کو خوف رہتا ہے کہ اگر اس کے پاس زندگی گزارنے کے مالی وسائل نہ رہے تو وہ کیا کرے گا؟ اس کا اور اس کے خاندان کا گزارہ کیسے ہو گا؟

سفر انسان کی ضرورت ہے اس کے اسباب مختلف اور متعدد ہو سکتے ہیں مگر یہ انسان کی زندگی کے ضروریات میں شامل ہوتا ہے دوران سفر طعام و قیام کی فکر ہوتی ہے۔

یہ غم رہتا ہے کہ زاد راہ ختم ہو گیا تو کیا ہوگا؟

ہر انسان کو یہ فکر ہوتی تھی کہ اگر کسی مجبوری کے تحت وہ یا اس کا کوئی عزیز فدیہ اور خوں بہا کے بوجھ تلے آگیا تو کیا ہوگا؟ کسی لڑائی میں دشمن کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا تو اس کی رہائی کے لئے رقم کہاں سے آئے گی؟

اللہ تعالیٰ نے یہ سب ذمہ داریاں ریاست پر ڈال کر انسان کو ان سارے امور کے خوف اور غم سے آزاد کر دیا۔

اجتماعی خوف کا ایک سبب دشمن سے تحفظ کے اسباب کی کمی بھی ہوتا ہے دستور مدینہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاست کی حدود میں رہنے والے یہودیوں کے ساتھ یہ طے کیا تھا کہ ریاست پر حملہ کی صورت میں اپنے لڑائی کے اخراجات وہ خود برداشت کریں گے اور دیگر مصارف میں بھی حصہ ڈالیں گے مگر مسلمانوں کے پاس اجتماعی دفاعی ضرورتوں کے لئے کوئی وسائل

نہیں تھے سب لوگ اپنے اپنے طور پر لڑائی کے لئے ہتھیار اور دیگر ضروریات کے اخراجات برداشت کرتے تھے بہت سے مسلمان ایسے تھے جن کہ پاس ہتھیار خریدنے کے لئے بھی وسائل نہیں ہوتے تھے وہ دفاع اور جہاد میں حصہ تو لینا چاہتے تھے مگر وسائل کی کمی کی فکر میں ہوتے تھے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ سے دفاعی اور جہاد کی ضروریات پوری کرنے کا بھی بندوبست کر دیا۔

کسی بھی فرد گھرانے قبیلے معاشرے یا ریاست کا فکری اور ذہنی مرض اقتصادی اور سلامتی کی محتاجی کا غم ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے زکوٰۃ کی ادائیگی فرض قرار دے کر اور اس سے حاصل ہونے والی رقم خرچ کرنے کے شعبے مقرر فرما کر فرد اور اسلامی ریاست کی صحت مند آزادانہ خطوط پر ترقی کا بندوبست کر دیا اس سے پہلے فرد کی اقتصادی اور فکری آزادی کا دنیا میں کبھی کہیں بھی ایسا اجتماعی نظام نافذ نہیں ہو سکا تھا۔

اللہ تعالیٰ کے حکم کی روشنی اور راہنمائی میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ کا نصاب مقرر فرما کر اس کی وصولی اور خرچ کا نظم قائم فرما دیا۔

مگر نیکی اور حق شناسی تو

رشتے داروں، یتیموں، غریبوں، مسکینوں، مسافروں، سائلوں، اور غلاموں کی رہائی پر مال خرچ کرنے اور زکوٰۃ دینے میں ہے۔

اور کسی مسلمان کے لئے زکوٰۃ اور صدقات پر گزارا کرنا مجبوری کی صورت میں ہے۔

مسلمانوں کو حکم تو نیکی میں مسابقت کا ہے۔

زکوٰۃ ٹیکس نہیں، ٹیکس وہ ہوتا ہے جو ریاست اپنے شہریوں پر لگاتی ہے اور یہ ٹیکس ریاست کی حدود میں بسنے ولے سب لوگوں پر لگایا جاتا ہے۔

زکوٰۃ کے بارے میں خود اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"یہ ایک فریضہ ہے اللہ کی طرف سے

اور اللہ علم واا اور حکمت والا ہے۔" (60:9)

اور یہ فرض مسلمانوں پر ہے غیر مسلموں پر نہیں ریاست مدینہ کی حدود میں یہودی بھی رہتے تھے مشرک بھی تھے مگر زکوٰۃ صرف مسلمانوں پر فرض کی گئی تھی۔ اللہ کی طرف سے عائد کردہ فرض ٹیکس نہیں ہو سکتا یہ ایک دینی فریضہ ہے۔

قبائل اپنے اپنے سرداروں کو اپنی آمدنیوں میں سے جو حصہ دیا کرتے تھے حکمران اپنی رعایا پر جو ٹیکس لگاتے تھے ریاست اپنے شہریوں سے جو ٹیکس وصول کرتی ہے اس رقم سے اپنی آمدنی کا

کچھ حصہ دینے والوں کو جو کچھ ملتا ہے اسی دنیا میں مل جاتا ہے اگر کسی قبیلے کا کوئی فرد اپنے سردار کو اپنی آمدنی میں سے کچھ حصہ دیتا تھا تو وہ قبیلے اور اس کے سردار کے نام و نمود شہرت اور تحفظ پر خرچ ہوتا تھا بادشاہ اور حاکم جو ٹیکس وصول کرتے ہیں وہ بادشاہ، حاکم اور ریاست کے امور اور تحفظ پر خرچ ہوجاتے ہیں یا ان کا کچھ حصہ ٹیکس دینے والی رعایا کو دنیاوی سہولتیں فراہم کرنے پر خرچ کیا جاتا ہے جبکہ زکوٰۃ کے فوائد اور برکتیں اس دنیا میں بھی حاصل ہوتی ہیں اور اللہ تعالیٰ نے روز قیامت بھی اس کا صلہ دینے کا وعدہ فرمایا ہے۔

- "جو لوگ نماز قائم کرتے ہیں
زکوٰۃ دیتے ہیں
اور یوم آخرت پر یقین رکھتے ہیں۔
وہ اپنے رب کی طرف سے دی گئی
ہدایت کی راہ پر ہیں
وہی فلاح پائیں گے" (31: 4، 5)

- "جو لوگ اپنے مال
محض اللہ کی رضا جوئی کے لئے
دل کے پورے ثبات اور قرار کے ساتھ خرچ کرتے ہیں
ان کے اس خرچ کی مثال ایسی ہے
جیسے کسی سطح مرتفع پر ایک باغ ہو
اگر زور کی بارش ہوجائے تو دگنا پھل لائے
اور اگر زور کی بارش نہ بھی ہو
تو ایک ہلکی پھلکی پھوار ہی اس کے لئے کافی ہوجائے
اور تم جو کچھ کرتے ہو سب اللہ کی نظر میں ہے" (265:2)

- "جو لوگ دن میں اور رات کے وقت
اپنے مال کھلے طور پر اور چھپا کر
خرچ کرتے ہیں
ان کا اجر ان کے رب کے پاس ہے
اور ان کے لئے کسی خوف اور غم کا مقام نہیں" _______ (274:2)

* "خاص طور پر ایسے لوگ
جو نماز قائم کرتے ہیں
زکوٰۃ ادا کرتے ہیں
اللہ اور قیامت کے دن پر یقین رکھتے ہیں
انہیں ہم ضرور اجر عظیم دیں گے" (162:4)

ایک دفعہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی ایسا عمل بتایئے جس کے ذریعے مجھے جہنم سے نجات مل جائے اور میں جنت میں داخل ہو جاؤں"
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اللہ کی عبادت کرو' اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ' نماز قائم کرو' زکوٰۃ ادا کرو اور صلہ رحمی کرو"

سردار اپنے قبیلے کے افراد سے اور حاکم اپنی رعایا سے وصول ہونے والی رقم کو اپنی مرضی سے استعمال کرسکتا ہے اپنی ذات اور خاندان کی ضروریات پوری کرنے پر استعمال کرتا ہے لیکن ریاست مدینہ کے دنیاوی حاکم پر جو اللہ کے سچے رسول بھی تھے اللہ تعالیٰ نے پابندی لگادی کہ وہ نہ تو زکوٰۃ کی رقم اپنی مرضی سے استعمال کرسکتے ہیں اور نہ ہی اپنی ذات ' خاندان اور قبیلے کے افراد کی ضروریات اس سے پوری کرسکتے ہیں۔

روزہ

خدا ایک کتاب ایک رسول ایک اور قبلہ بھی ایک امت کی وحدت قائم ہو چکی تو اللہ تعالیٰ نے وحی بھیجی۔

* "اے ایمان والو
تم پر روزہ فرض کردیا گیا ہے
جس طرح تم سے پہلے والوں پر فرض تھا
تاکہ تم اپنی ذات پر کنٹرول کرنا سیکھ جاؤ۔ (183:2)

قبلہ کی تبدیلی کے بعد شعبان میں شہر رمضان کے روزے فرض کئے گئے ہجرت کے اٹھارہویں ماہ اور اس فرض کے ساتھ امت کی جسمانی اور روحانی تربیت کاایک اور پروگرام شروع ہوگیا جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ تم پر ہی پہلی بار روزے فرض نہیں کئے گئے بلکہ

تم سے پہلے جو مسلمان امتیں گزری ہیں اُن پر بھی روزے فرض ہوتے تھے اور اس تربیتی پروگرام کا مقصد بتا دیا "تاکہ تم اس کے ذریعے اپنی ذات پر کنٹرول کرنا (ضبط نفس) سیکھ جاؤ اور پرہیز گار اور متقی بن جاؤ" رسول اللہ ﷺ شروع میں ہر ماہ تین روزے رکھتے تھے پھر آپؐ عاشورہ کا روزہ بھی رکھنے لگے تھے باقی مسلمان بھی رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرتے تھے مگر اس حکم کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی اجتماعی تربیت کے لئے روزے سب پر فرض کر دیئے اور ان کی تعداد بھی مقرر فرما دی۔

❁ "رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن نازل ہوا
انسانوں کے لئے سرا سر ہدایت!
اور (جو) ایسی واضح تعلیمات پر مشتمل ہے
جو راہ راست دکھانے والی
اور حق وباطل کا فرق کھول کر رکھ دینے والی ہے
لہٰذا اب جو شخص اس مہینے کو پائے
اس پر لازم ہے کہ وہ اس پورے مہینے کے روزے رکھے
اور جو کوئی مریض ہو یا سفر پر ہو
وہ دوسرے دنوں میں روزے رکھ کر تعداد پوری کرے
اللہ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے
سختی کرنا نہیں چاہتا
اس لئے تمہیں یہ طریقہ بتایا جارہا ہے
تاکہ تم روزوں کی تعداد پوری کرسکو
اور اللہ نے تمہیں جس ہدایت سے سرفراز کیا ہے
اس پر تم اللہ کی عظمت و کبریائی کا اعتراف کرو
امید ہے کہ تم (اس کے لئے اللہ کا) شکر ادا کرو گے" --- (185:2)

نئے تربیتی پروگرام کے لئے شہر رمضان اس لئے منتخب کیا گیا کہ اس میں قرآن نازل ہوا تھا جو سراسر ہدایت ہے اور راہ راست دکھانے والی کتاب ہے اللہ تعالیٰ نے فرمایا امت مسلمہ کو قرآن کے ذریعے راہ راست دکھا کر دوسرے لوگوں سے سرفراز کردیا گیا ہے اس ہدایت اور سرفرازی کے لئے مسلمانوں کو اللہ کی عظمت و کبریائی کا اعتراف اور اس کا شکر ادا کرنا چاہئے اس

سے روزوں کا ایک اور مقصد بھی متعین ہوگیا اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا۔
روزے اپنی ذات پر کنٹرول حاصل کرنے کا ذریعہ بھی ہیں اور اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کا طریقہ بھی۔

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو زمین پر اللہ تعالیٰ کی حاکیت قائم کرنے کا فرض سونپا تھا جن لوگوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے رشتہ قائم کرلیا تھا وہ دنیا کے باقی سب انسانوں سے ممتاز اور سرفراز ہوگئے تھے اب چونکہ انہیں دنیا میں ایک بلند رول ادا کرنا تھا لہٰذا اس رول کی ادائیگی کے لئے ضروری تھا کہ وہ رات اور دن کے ہر لمحہ میں پورے شعور کے ساتھ محسوس کریں اور پختہ یقین رکھیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کی نگرانی میں ہیں نماز خدائے واحد کے اقرار و اعتراف امام کی اطاعت و نظم و ضبط اور صف بندی کی تربیت کا پروگرام تھا۔ روزہ صبر اللہ کی خوشنودی کے لئے مشکلات برداشت کرنے اور عزم و ارادہ کی پختگی کا تربیتی پروگرام تھا۔ اس وحی کے بعد ماہ رمضان کا چاند نظر آیا تو ریاست مدینہ کا اجتماعی ماحول یکسر تبدیل ہوگیا مسلمان مرد اور خواتین سب اس پروگرام میں شامل ہوگئے۔ سحری سے افطاری تک دن کی روشنی میں نہ کوئی کھانا کھاتا تھا نہ پانی پیتا تھا نہ بیوی کے پاس جاتا تھا۔ یہ تینوں انسانی جسم کی بنیادی ضروریات ہیں۔ اللہ نے کہا کہ ان بنیادی ضروریات سے الگ رہو۔ مسلمانوں نے ان ضروریات سے مقررہ وقت کے لئے علیحدگی اختیار کرلی۔ ریاست مدینہ کی حدود میں یہودی بھی آباد تھے' مشرک بھی رہتے تھے' انصاری مسلمان صدیوں سے ان کے ساتھ رہتے آئے تھے' ان کی کھانے پینے کی عادات اور روایات ایک جیسی تھیں۔ یہودی اور مشرک ان عادات اور اوقات پر قائم رہے اور مسلمان ان سے الگ ہوگئے۔

مسلمان اور غیر مسلموں کے درمیان صاف صاف فرق قائم ہوگیا۔

جو مسلمان سفر پر تھے یا بیماری کی وجہ سے اس پروگرام میں شامل نہیں ہوسکتے تھے انہیں وقتی طور پر چھوٹ تو دیدی گئی لیکن شرط یہ لگا دی کہ انہیں آئندہ سال ماہ رمضان کا چاند نظر آنے سے پہلے پہلے یہ پروگرام مکمل کرنا ہوگا۔

جو مسلمان بہت ضعیف اور کمزور تھے اور اس پروگرام میں شامل ہونے کی جسمانی طاقت نہیں رکھتے تھے انہیں حکم دیا ایک روزے کے بدلے ایک غریب کو کھانا کھلاؤ۔

مسلمان دن کو روزے رکھتے تھے رات کو قرآن سنتے تھے اور سجدوں کے ذریعے اللہ تعالیٰ کی طرف سے سرفرازی کا شکر ادا کرتے تھےانہیں روزہ کی حالت میں بھوک اور پیاس کی شدت میں

اللہ کی ان نعمتوں کی قدر و قیمت کا احساس ہوتا تھا غریب اور نادار افراد کی بھوک کی تکلیف کا اندازہ ہونے لگا اس طرح ماہ صیام معاشرتی ذمہ داریوں کا احساس بیدار کرنے کا بھی ذریعہ بن گیا اس سے غریبوں، اور ناداروں کی مالی کفالت کی بھی صورت پیدا ہوگئی اور ''فلاح عامہ کے تصور کو تقویت ملی، کرہ ارض پر اس وقت صرف ریاست مدینہ کی حدود میں ہی اللہ کی حاکمیت قائم تھی ان حدود کے اندر ماہ رمضان میں ریاست کے ایک سرے سے دوسرے سرے تک روحانی فضاء قائم ہو گئی، اس فضاء کا مسلمانوں کی انفرادی اور اجتماعی سوچ فکر اور زندگیوں پر نہایت خوشگوار اثر مرتب ہوا۔

جب کوئی انسان اپنے کو ہمہ وقت اللہ کی نگرانی میں سمجھتا ہے تو اس کے دل و ماغ اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کو اور بھی زیادہ محسوس کرنے لگتے ہیں اس کے جسم پر دل اور دماغ کی گرفت اور بھی مضبوط ہو جاتی ہے اور جو جسم پورا ایک مہینہ دل و دماغ کی اتنی مضبوط گرفت میں رہتا ہے سال کے باقی گیارہ مہینوں کے دوران اس کی خود سری کے امکانات بہت کمزور ہو جاتے ہیں ایسی تربیت کے مرحلوں میں انسان کھانے پینے اور جنسی لذت کی محدود دنیاوی زندگی کی سطح سے بلند تر ایک زندگی کی لذتیں محسوس کرنا شروع کر دیتا ہے اس کی سوچ فکر اور عمل کے ذرائع نئے دائروں میں داخل ہو جاتے ہیں اور جب کسی بستی یا شہر کی ساری آبادی یا بیشتر آبادی کی اجتماعی زندگی مادی سطح سے بلند ہوجائے تو اس بستی اور شہر کی باقی آبادی شعوری اور غیر شعوری طور پر اپنے کو کمتر سمجھنا شروع کردیتی ہے مدینہ اور ریاست مدینہ کے یہودیوں اور مشرکوں کی بھی کچھ ایسی ہی حالت ہوئی اور مسلمان اپنے آپ کو ایک پاکیزہ اور سرفراز امت سمجھنے لگے۔

یہ ایک بہت بڑی تبدیلی تھی

آج بھی ماہ رمضان میں کسی ایسی بستی شہر یا ملک میں جہاں مسلمان اور غیر مسلم مقیم ہوں یہ فضاء اور تبدیلی محسوس کی جاسکتی ہے۔

حضرت عبداللہ بن عمرؓ کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سنا۔

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔

اول گواہی دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الہ نہیں اور محمد اس کے بندے اور رسولؐ ہیں

دوئم نماز قائم کرنا

سوئم زکوٰۃ ادا کرنا

چہارم بیت اللہ کا حج کرنا

پنجم ماہ رمضان کے روزے رکھنا"

پہلے دو ستون قائم اور مستحکم ہو چکے تھے بقول امام ابن کثیر زکوٰۃ کا نصاب بھی دو ہجری میں مقرر ہوگیا تھا قبلہ کی تبدیلی کا حکم اس امر کی بشارت تھی کہ حرم کعبہ کے دروازے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے ساتھیوں پر کھلنے والے ہیں ماہ صیام کے روزے فرض ہوجانے سے دین کے پانچوں ستون قائم اور مستحکم ہوگئے اللہ تعالیٰ نے اسلام کی پانچوں بنیادیں مضبوط کردیں۔

پہلے اسلامی ریاست وجود میں آئی

پھر امت کی وحدت کے تقاضے پورے ہوگئے

اس کے بعد دین اسلام کی پانچوں بنیادیں مضبوط ہو گئیں

اور اس کے ساتھ اسلام کے فروغ اور اسلامی ریاست کی توسیع کی ضروریات پوری ہو گئیں۔

اور پھر اسی ماہ رمضان میں ہی اللہ تعالیٰ نے اہل اسلام کو بدر کے میدان میں مکہ کے قریش پر فتح عطاء فرمائی اور اسلام کے فروغ اور اسلامی ریاست کی توسیع کا راستہ ہموار کردیا۔

پہلی عید

ایک خوشی بدر میں مشرکین پر فتح مبین کی اور دوسری خوشی تربیتی کورس کی تکمیل کی ریاست مدینہ کی حدود میں بسنے والے مسلمانوں نے یکم شوال کو پہلی عیدالفطر منائی مگر اللہ تعالیٰ نے خوشی کو بھی ایثار کے ساتھ مشروط کردیا عید سے دو روز پہلے فطرانہ کی ادائیگی لازمی قرار دے دی گئی گھر میں جتنے فرد ہوں عید کی نماز سے پہلے پہلے ان سب کا صدقہ فطر ادا کیا جائے عورت مرد بچے بوڑھے لونڈی اور غلام سب کا پہلے صدقہ ادا کرو تاکہ کمزور اور محتاج مسلمان بھی اس خوشی میں شریک ہوسکیں اور اس کے بعد عید کی اجتماعی نماز کی ادائیگی کے لئے نکلو اور اللہ تعالیٰ کی عظمت اور کبریائی کا ورد کرتے ہوئے جاؤ اور اسی طرح ورد کرتے ہوئے واپس گھروں کو آؤ اللہ تعالیٰ نے پہلے زکوٰۃ ادا کرنے کا حکم دیا پھر صدقہ فطر ادا کرنے کو عید اور نماز کے ساتھ مشروط کردیا یہ سب احکامات امیر اور غریب کے درمیان ہم آہنگی قائم کرنے کے لئے تھے اور دینی اور دنیاوی کامرانیوں کا اجتماعی شکر ادا کرنے کا طریقہ یہ مقرر کیا کہ پہلے صدقہ ادا کرو پھر اللہ کی عظمت و کبریائی اور تکبیر و توحید کا بلند آواز میں گلیوں اور بازاروں میں اعلان کرتے ہوئے عید گاہ تک جاؤ اور پھر سب مل کر اللہ کے حضور جھک جاؤ اور سجدہ کرو۔

سب قوموں کے ہاں خوشی کے تہوار ہوتے ہیں اور قومیں خوشی کے تہواروں پر مختلف طریقوں سے خوشی کا اظہار کیا کرتی تھیں مسلمانوں کے لئے اللہ تعالیٰ نے عید منانے کا جو طریقہ پسند فرمایا اس کی بنیاد ایثار تشکر اور پاکیزگی پر رکھی گئی۔

مدینہ میں پہلے کبھی اس انداز میں خوشی کا کوئی تہوار نہیں منایا گیا تھا جس میں عورتیں مرد بچے بوڑھے اور لونڈی غلام سب شریک ہوں سب مل کر اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ شکر ادا کریں شہر کی گلیوں اور بازاروں میں سے اس کی عظمت اور بڑھائی کا اعلان اور اقرار کرتے ہوئے گزریں۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

- "اور یاد کرو (اس وقت کو) جب تم تھوڑے تھے
  زمین پر کمزور بنا کر رکھے گئے تھے۔
  ڈرتے تھے کہ لوگ تمہیں اچک نہ لے جائیں
  پھر اللہ نے تمہیں ٹھکانہ مرحمت فرمایا
  اور اپنی مدد کے ذریعے تمہاری تائید کی
  اور تمہیں پاکیزہ چیزوں سے روزی دی
  تاکہ تم لوگ اس کا شکر ادا کرو" (26:8)

حواشی / حوالہ جات

اکثر فقہا نے زکوٰۃ فرض ہونے کا حکم فتح مکہ کے بعد 8ھ میں آنے پر اتفاق کیا ہے لیکن اس بارے میں چند باتیں قابل غور ہیں۔

- مدینہ میں اسلامی ریاست رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری کے فوراً بعد قائم ہوگئی تھی ریاست کے قیام کے ساتھ ہی اس کا نظم قائم ہوگیا تھا زکوٰۃ اسلامی ریاست کی مالیات اور آمدنی کا سب سے اہم اور بڑا ذریعہ تھی باقی سب احکام اور امور ریاست کے قیام کے ساتھ ہی نازل اور نافذ ہو گئے تھے۔ کیا یہ ممکن تھا کہ زکوٰۃ جیسا اہم رکن اسلام آٹھ/نو سال بعد نافذ ہو جبکہ شروع شروع میں ریاست مدینہ کی مالی حالت بھی کمزور تھی اور شہر اور مدینہ میں غرباء اور حاجت مندوں کی تعداد بھی زیادہ تھی فتح مکہ تک تو ریاست مدینہ کی مالی حالت کافی بہتر ہو چکی تھی زکوٰۃ ادا کرنے کا مقصد دینے والے کے مال کی پاکیزگی ہی تو نہیں اس کا اصل مقصد تو اسلامی ریاست اور معاشرے کی مالی حالت بہتر بنانا ہے اور اقتصادی استحکام ہے۔
- رسول اللہ ﷺ نے (بقول حضرت عبداللہؓ بن عمر) فرمایا کہ اسلام کی بنیاد چار چیزوں پر ہے ان چار چیزوں میں ترتیب وار زکوٰۃ تیسرے نمبر پر ہے۔ کیا اس بنیاد کو اتنے سال موخر کیا گیا؟ ایسا ممکن تھا؟
- زکوٰۃ ارکان اسلام میں سے ہے تو اتنے بنیادی رکن دین کے باقاعدہ نفاذ میں اتنی تاخیر ہو سکتی تھی؟ حج کے بارے میں کہا جاسکتا ہے کہ عقیدہ میں تو یہ شامل تھا لیکن مکہ پر مشرکین کے قبضہ کی وجہ سے اس پر عمل جلد ممکن نہیں تھا زکوٰۃ کے نفاذ میں تو ایسی کوئی رکاوٹ حائل نہیں تھی پھر یہ بڑی عجیب بات معلوم ہوتی ہے کہ جس رکن کے بغیر دین اسلام مکمل ہی نہیں ہوتا اسے اتنے سال موخر کیا گیا ہو۔
- علامہ ابن کثیر نے 2ھ ہجری کے واقعات کی فہرست "ماہ رمضان کے روزے فرض ہوئے" کے بعد لکھا ہے "زکوٰۃ کا نصاب مقرر ہوا. (سیرت النبیؐ جلد اول' مکتبہ قدوسیہ لاہور' 1996ء صفحہ 647)
- بعض دیگر فقہا نے بھی یہی کہا ہے کہ زکوٰۃ 2 ہجری میں فرض ہو گئی تھی' (تفصیل کے لئے دیکھیں' ڈاکٹر نور محمد غفاری' نبی کریمؐ کی معاشی زندگی' مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور' صفحہ 234)
- سید ابو الاعلیٰ مودودی نے بھی اس سورت اور آیت کو مدینہ میں نازل ہونے والی ابتدائی آیات میں سے بتایا ہے۔
- علامہ ابن کثیر نے ابن عباسؓ کی ہی روایت کے حوالے سے لکھا ہے کہ مما رزقنا هم ينفقون کے معنی زکوٰۃ ادا کرنے کے ہیں. ابن کثیر فرماتے ہیں "تمام واجب خرچ اخراجات اور فرض زکوٰۃ اس میں داخل ہیں" (تفسیر ابن کثیر' جلد اول' مکتبہ قدوسیہ لاہور' 1994ء' صفحہ 72)
- سورہ بقرہ کی آیت نمبر 177 کے بارے میں سید قطب نے لکھا ہے "راجح یہ ہے کہ اس بیان کا جو آیت (177) میں ہے تحویل قبلہ اور اس کے ذیل میں برپا ہونے والے بحث و نزرع کے ساتھ ربطہ و تعلق ہے" (فی ظلال القرآن' جلد اول / البدر پبلی کیشنز لاہور' صفحہ 402)
- سورہ البقرہ کی آیت نمبر 43 بھی مدنی آیات قرانی کی اولیں آیات میں سے ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے واضح حکم دیا ہے "نماز قائم کرو' زکوٰۃ ادا کرو اور نماز میں میرے حضور جھکنے والوں کے ساتھ نماز کے لئے

جھک جاؤ"

• مدنی آیات قرآنی میں سے ابتدائی آیات میں ہی اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو زکوٰۃ ادا کرنے کا کھلا اور واضح حکم دیا ہے تو کیا اس خدائی حکم پر عمل در آمد آٹھ سال تک ملتوی کرنا قابل یقین ہے؟ کیا اللہ کے رسولؐ نے کسی اور حکم کے نفاذ میں بھی کبھی اتنی تاخیر کی ہے؟ جبکہ وہ حکم ہو بھی اسلام کے پانچ بنیادی ارکان میں سے ایک کے بارے میں۔

• فقہاء نے جس کسی سن میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زکوٰۃ ادا کرنے کا کسی فرد کے لئے حکم دیکھا اسی سن کو زکوٰۃ کے نظام کا سن قرار دے دیا حالانکہ زکوٰۃ کے نظام کا نفاذ تو قرآنی احکام کے تحت ہوا تھا یہ کہ رسول اللہ ﷺ کے کسی فرمان کے ذریعے 9ھ ہجری میں زکوٰۃ وصول کرنے والوں کا تقرر کیا گیا تو اکثر فقہاء نے اس 9ھ کو ہی نصاب زکوٰۃ کے نفاذ کا سن قرار دے دیا ہو سکتا ہے کہ اس سے پہلے بھی زکوٰۃ کی وصول کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ وصول کرنے والے مقرر فرمائے ہوں مگر کسی وجہ سے ان کے نام احادیث بیان کرنے والوں تک نہ پہنچے ہوں یا احادیث لکھنے والوں کی رسائی سے باہر رہ گئے ہوں یہ بھی ممکن ہے کہ یہ تقرر پہلی بار ہوا ہو کیونکہ اس وقت اسلامی ریاست کی حدود پھیل گئی تھیں جس وجہ سے زکوٰۃ وصول کرنے والوں کا تقرر ضروری ہو گیا ہوگا جب ریاست کی حدود محدود تھیں تو ایسے ناظموں کے تقرر کی ضرورت ہی محسوس نہ کی گئی ہو۔

2- ڈاکٹر محمد حمید اللہ ' خطبات بہاولپور ' ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد 1985ء صفحہ 360

3- (الف) ڈاکٹر محمد حمید اللہ ' خطبات بہاولپور ' ادارہ تحقیقات اسلامی ' اسلام آباد 1985ء صفحہ 370

(ب) شاہ ولیؒ اللہ نے قرآن کریم کے فارسی ترجمہ میں "و فی سبیل اللہ" کا ترجمہ "خرچ کردن در راہ اللہ" یعنی جہاد کیا ہے کیونکہ جہاد پر کئے جانے والے اخراجات اسلامی ریاست کے دفاعی اخراجات ہوتے ہیں۔ ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے "اللہ کی راہ میں خرچ میں" ریاست کے دفاع کے علاوہ مسجدیں وغیرہ تعمیر کرنے کو بھی شامل کیا ہے مگر شاہ ولی اللہ نے صرف جہاد کے لئے خرچ کرنا ترجمہ کیا ہے۔

رسول اللہ کی منصوبہ بندی

دشمن اور انداز دشمنی

رسول اللہ ﷺ کو مدینہ پہنچے ابھی چند ہی روز ہوئے تھے کہ خزرج کے سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کو قریش مکہ کا ایک خط موصول ہوا۔

* "تم نے ہمارے صاحب کو اپنے ہاں پناہ دی ہے تم انہیں قتل کردو یا اپنے شہر سے نکال دو ہم خدا کی قسم کھاتے ہیں کہ اگر تم نے ایسا نہ کیا تو ہم سب مل کر تم پر حملہ کر دیں گے اور تمہیں بری طرح موت کے گھاٹ اتار دیں گے اور تمہاری عورتوں کو اپنے لئے مباح سمجھیں گے"

عبداللہ بن ابی بن سلول تو مدینہ کی حاکمیت کے خواب دیکھا کرتا تھا مگر خزرج اور اوس کی اکثریت کے اسلام قبول کر لینے سے اس کے یہ خواب پریشان ہو گئے تھے عبداللہ بن ابی بن سلول کے انہی خوابوں کے بارے میں عقبہ کی دوسری بیعت کے بعد حضرت کعبؓ بن مالک نے کہا تھا۔

* "ابی کو آگاہ کردو کہ اس کا منصوبہ ناکام ہو گیا۔
اور شعب کی صبح وہ ہلاک ہو گیا ہے
اور اس کی موت واقع ہونے والی ہے
اللہ نے اس کی آرزو کی تکمیل کی خواہش پوری نہیں کی
اللہ لوگوں کے معاملات کی گھات میں ہے"

رسول اللہ ﷺ کے مدینہ تشریف لانے سے عبداللہ بن ابی بن سلول واقعی سیاسی طور پر

ہلاک ہو گیا تھا قریش کے اس خط سے اسے سازش کی ترغیب مل گئی اس نے مشرکین اور اپنے ساتھیوں کو جمع کیا انہیں قریش کے خط اور دھمکی سے آگاہ کیا اور پھر عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے مشرک ساتھی مسلمانوں سے لڑائی کی تیاری کرنے لگے رسول اللہ ﷺ کو خبر موصول ہوئی تو آپؐ اس کے ہاں تشریف لے گئے اور فرمایا "قریش نے تم سے ایک زبردست چال چلی ہے اگر تم ان کی دھمکی میں آ گئے تو تمہارا نقصان بہت زیادہ ہو گا بہ نسبت اس کے کہ تم ان کی بات کو رد کر دو کیا تم اپنے ہی بیٹوں اور بھائیوں سے لڑنا چاہتے ہو؟"

عبداللہ بن ابی بن سلول کو رسول اللہ ﷺ کی بات سمجھ آ گئی خزرج کے اکثر افراد تو مسلمان ہو چکے تھے وہ رسول اللہ ﷺ کی اس طرح حفاظت کی بیعت کر چکے تھے جیسے وہ اپنے بچوں کی حفاظت کیا کرتے تھے عبداللہ بن ابی بن سلول کو احساس ہو گیا کہ قریش کے مشورہ پر عمل سے وہ اور اس کے ساتھی کتنے بڑے فتنہ و فساد میں مبتلا ہو جائیں گے عبداللہ بن ابی نے اپنا ارادہ ترک کر دیا۔

مگر ان کے اندر حسد اور بغض کی آگ کے شعلے تو بھڑکتے رہتے تھے۔

حضرت سعدؓ بن عبادہ بیمار تھے رسول اللہ ﷺ ایک روز ان کی بیمار پرسی کے لئے گئے آپؐ ایک گدھے پر سوار تھے عبداللہ بن ابی بن سلول کے محلے سے گزرے تو اسے اپنے محل "مزاحم" کے سایہ میں بیٹھے دیکھا اس کی مجلس میں بہت سے لوگ تھے مسلمان، یہودی اور مشرک بیٹھے اس کی باتیں سن رہے تھے رسول اللہ ﷺ قریب پہنچے تو ابی نے اپنی ناک چادر سے ڈھانپ لی اور کہا "ہم پر گرد و غبار نہ اڑاؤ"

آپؐ سواری سے اتر آئے اہل مجلس کو سلام کیا اور مجلس میں بیٹھ گئے آپؐ نے قرآن کی تلاوت فرمائی اور اہل مجلس کو اسلام کی دعوت دی اللہ کی رحمتوں کی خوشخبری دی اور اللہ کے عذاب سے ڈرایا عبداللہ بن ابی بن سلول تکبر سے گردن اکڑائے خاموش سنتا رہا آپؐ بات ختم کر چکے تو ابی نے کہا "جناب جو بات آپؐ پیش کرتے ہیں اگر وہ حق ہے تو بہت خوب ہے مگر اپنے گھر میں بیٹھئے جو آپؐ کے پاس آئے اسے سنائیں جو نہ آئے اس کے گھر اور مجلس میں آکر اسے پریشان نہ کریں"

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اور دوسرے مسلمان جو وہاں بیٹھے تھے بولے "یا رسول اللہ ﷺ آپؐ ہمارے گھروں اور مجلسوں میں ضرور تشریف لائیں بخدا ہم اسلام کی باتیں سننا پسند کرتے ہیں اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے ہمیں عزت بخشی ہے اور ہدایت دی ہے"

مسلمان یہودی اور مشرک آپس میں لڑنے پر آمادہ ہوگئے رسول اللہ ﷺ نے بڑی مشکل سے انہیں سمجھا بجھا کر ایک دوسرے سے الگ کیا عبداللہ بن ابی بن سلول نے اپنے قبیلہ کے مسلمانوں کی باتیں سنیں تو انتہائی یاس اور حسرت سے یہ شعر پڑھنے لگا۔

✿ ”جب تیرا چچا زاد بھائی ہی تیرا دشمن ہو جائے تو تو ذلیل ہو جائے گا
اور تجھے لوگ پچھاڑ دیں گے۔
جنہیں تو پچھاڑا کرتا تھا۔
کیا کوئی باز پروں کے بغیر اڑ سکتا ہے؟
اگر باز کے پر کاٹ دیئے جائیں تو وہ لازماً“ زمین پر گر پڑے گا“

حضرت سعدؓ بن عبادہ کو معلوم ہوا تو اس نے عرض کیا ”یا رسول اللہ ﷺ اسے معاف کر دیں اور اس سے در گزر فرمائیں اس خدا کی قسم جس نے آپؐ پر کتاب نازل فرمائی ہے اللہ تعالیٰ وہ حق لے آیا جو اس نے آپؐ پر اتارا ہے جس کی وجہ سے ساری دنیا آپؐ کی طرف پلٹ گئی ورنہ اس کے علاقہ کے لوگوں نے تو فیصلہ کیا تھا کہ اسے تاج پہنائیں اور سیادت کی پگڑی اس کے سر پر باندھ دیں اللہ تعالیٰ نے حق کی وجہ سے اس کا خواب پریشان کر دیا تو اس کا دم گھٹ گیا اسی وجہ سے اس نے یہ گھٹیا باتیں کی ہیں“

دستور مدینہ کے نفاذ سے ریاست مدینہ کی حاکمیت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو مل گئی تو عبداللہ بن ابی بن سلول زمین پر گر پڑا اس کے پر کٹ گئے اور اس کی سیاسی موت واقع ہوگئی اس کے چچا زاد بھائی (قبیلے والے) اس کا ساتھ چھوڑ گئے اس کے ساتھی مشرک اور یہودی بھی اب کھل کر قریش مکہ کا ساتھ نہیں دے سکتے تھے انہوں نے قریش اور ان کے مال کو پناہ نہ دینے کا حلف اٹھالیا تھا قریش مکہ کے لئے یہ اور بھی دکھ اور غم کی خبر تھی انہوں نے اپنی منصوبہ سازی تیز کردی ان کو اپنے مذہبی اور دنیاوی مفادات اور بھی زیادہ خطرے میں نظر آنے لگے تھے اور عبداللہ بن ابی بن سلول حسد کی آگ میں جل رہا تھا۔

انہی دنوں حضرت سعدؓ بن معاذ عمرہ کرنے مکہ مکرمہ گئے دوپہر کا وقت تھا حضرت سعدؓ بیت اللہ کا طواف کررہے تھے کہ ابوجہل بھی ادھر آ گیا۔

”اے ابو صفوان یہ کون ہے تمہارے ساتھ“ ابوجہل نے امیہ بن خلف سے پوچھا

”یہ سعدؓ بن معاذ ہے اوس کا سردار“ امیہ بن خلف نے جواب دیا۔

حضرت سعدؓ بن معاذ کا امیہ بن خلف سے پرانا تعلق تھا وہ جب مدینہ آیا کرتا تھا تو حضرت

سعدؓ بن معاذ کے ہاں ٹھہرا کرتا تھا اسی حوالے سے حضرت سعدؓ بن معاذ امیہ بن خلف کے ہاں ٹھہرے ہوئے تھے اور طواف کے وقت بھی وہ ان کے ساتھ تھا۔

"تم لوگوں نے دین سے پھر جانے والوں کو اپنے ہاں پناہ دے رکھی ہے اور ان کی مدد اور تعاون کررہے ہو اس کے باوجود تم مکہ میں بڑے اطمینان سے طواف کررہے ہو؟ خدا کی قسم اگر ابو صفوان تمہارے ساتھ نہ ہوتا تو تم صحیح سالم یہاں سے واپس نہیں جاسکتے تھے" ابو جہل نے حضرت سعدؓ بن معاذ کو دھمکی دی

"خدا کی قسم اگر تو مجھے بیت اللہ کے طواف سے روکے گا تو میں تجھے ایسی چیز سے روک دوں گا جو تجھے اس سے بھی گراں گزرے گی" حضرت سعدؓ بن معاذ نے بلند آواز سے جواب دیا۔

ان کی مراد شام کی طرف جانے والے قریش کے قافلوں کا راستہ روکنے سے تھی۔

"اے سعد ابوالحکم کے سامنے آواز بلند نہ کرو یہ وادی کے سردار ہیں" امیہ بن خلف نے کہا۔

"اے امیہ اس کی زیادہ حمایت نہ کرو میں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا ہے کہ وہ تمہیں قتل کریں گے" حضرت سعدؓ بن معاذ نے کہا۔

"کیا مکہ مکرمہ میں؟" امیہ نے سوال کیا۔

"میں زیادہ کچھ نہیں جانتا" حضرت سعدؓ بن معاذ نے جواب دیا۔

ایک روز حضرت سلمہؓ بن اکوع کہیں جارہے تھے غابہ کی پہاڑی پر پہنچے تو آگے سے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا ایک ملازم بھاگتا ہوا آرہا تھا۔

"کیا معاملہ ہے" حضرت سلمہؓ نے پوچھا۔

"رسول اللہ ﷺ کی دودھ دینے والی اونٹنی پکڑ لے گئے ہیں"

"کون پکڑ لے گئے ہیں؟"

"قبیلہ غطفان اور فزارہ کے آدمی" ملازم نے جواب دیا۔

حضرت سلمہؓ بن اکوع نے وہیں سے "یا صباحاہ" کی دہائی دی۔

اہل مدینہ نے ان کی آواز سن لی۔

وہ خود اونٹنی پکڑ لے جانے والوں کے تعاقب میں دوڑے۔

قریب پہنچ کر انہوں نے تیر چلائے اونٹنی چھیننے والے بھاگ گئے حضرت سلمہؓ بن اکوع اونٹنی لے کر مدینہ آئے تو آگے سے رسول اللہ ﷺ بھی مل گئے۔

"حضور! میں اونٹنی چھین لایا ہوں اور انہیں اس کا دودھ پینے کا بھی موقع نہیں ملا آپؐ مناسب

سمجھیں تو ان کے پیچھے آدمی بھیج دیں" حضرت سلمہؓ بن اکوع نے عرض کیا۔
"اے ابن اکوع تو ان پر غالب آگیا اب درگزر کر ان کی مہمانی ان کی قوم میں ہو رہی ہو گی"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

مدینہ کی ایک خاتون کو اغواء کر لیا گیا اغواء کرنے والے انہیں رات کو رسے سے باندھ دیتے تھے ایک رات وہ خاتون رسے کی گانٹھیں کھول کر آزاد ہوگئی قبائلیوں کے مویشی اور اونٹ ان کے گھر کے سامنے بندھے ہوئے تھے خاتون اونٹوں کے باڑے میں گئی تاکہ کوئی اونٹ کھول کر اس پر سوار ہوجائے اور دن چڑھنے سے پہلے پہلے مدینہ پہنچ جائے وہ جس اونٹ کے پاس جاتی تو وہ بلبلانا شروع کردیتا ایک اونٹنی کے پاس گئی تو وہ خاموش رہی خاتون نے اونٹنی کھولی اور سوار ہو کر مدینہ پہنچ گئی اس نے منت مانی تھی کہ اگر وہ مدینہ پہنچ گئی تو جس اونٹنی پر وہ سوار ہے اسے اللہ کی راہ میں قربان کردے گی لیکن مدینہ پہنچ کر جب اس نے اونٹنی کی قربانی کا ارادہ ظاہر کیا تو اسے معلوم ہوا کہ وہ اونٹنی تو اللہ کے رسول ﷺ کی ملکیت تھی اور مشرک اسے بھی چرا لے گئے تھے۔

ایک شب مدینہ کے ایک محلے سے شور بلند ہوا لوگ سمجھے کسی نے محلے پر حملہ کر دیا ہے سب ہتھیار لگا کر سوار ہوئے اور اس محلے کی طرف دوڑے تھوڑا راستہ ہی گئے تھے کہ سامنے سے رسول اللہ ﷺ اس محلے کی طرف سے آتے ملے۔ آپؐ گھوڑے کی ننگی پیٹھ پر سوار تھے اور گلے میں تلوار لٹکا رکھی تھی آپؐ نے لوگوں کو بتایا کہ خطرہ کی کوئی بات نہیں تھی شور سنتے ہی سب سے پہلے آپؐ احوال معلوم کرنے وہاں پہنچ گئے تھے اور لوگوں کے تیار ہونے تک واپس آ گئے تھے آپؐ جس گھوڑے پر سوار تھے وہ حضرت ابو طلحہؓ کی ملکیت تھا آپؐ نے اس کی تعریف کی اور فرمایا کہ یہ تو دریا کی لہروں کی مانند تیز ہے۔

رسول اللہ ﷺ کی منصوبہ بندی

ریاست مدینہ کی حدود سے باہر کے قبائل ابھی تک قریش مکہ کے زیر اثر تھے قریش حرم کعبہ کے مجاور تھے بہت بڑی منظم سیاسی اور تجارتی قوت تھے مشرک قبائل ان کا احترام کرتے تھے اور ان سے خوفزدہ بھی رہتے تھے ہر طرف کے قبائل سے قریش کے تجارتی معاہدے تھے جن قبائل کے علاقوں سے قریش مکہ کے تجارتی قافلے گزرتے تھے ان کے قریش کے ساتھ مالی مفادات وابستہ تھے اور مکہ سے ریاست مدینہ کی حدود تک پھیلے مشرک قبائل قریش مکہ کے زیر اثر تھے(۱) قریش مکہ ان قبائل کو مسلمانوں کے خلاف متحد کر رہے تھے۔ قریش اور ان کے اتحادی

قبائل کی اسلام دشمنی کا اندازہ قبیلہ عبدالقیس کے وفد کی رسول اللہ ﷺ سے گفتگو سے کیا جا سکتا ہے جو 2ھ میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا وفد والوں نے رسول اللہ ﷺ سے کہا ''مضر قبائل کے لوگ ہمیں آپؐ کے پاس نہیں آنے دیتے اس لئے ہم صرف حج کے دنوں میں ہی آپؐ کے پاس آ سکتے ہیں کیونکہ ان دنوں میں لڑائی جھگڑا عموماً بند ہوتا ہے'' عبدالقیس کے وفد کے رکن جارود نے اسلام قبول کرنے کے بعد رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا ''یا رسول اللہ ﷺ ہمارے اور مدینہ کے درمیان گمراہ لوگ رہتے ہیں کیا ہم ان لوگوں کے درمیان سے ہو کر اپنے علاقہ میں واپس چلے جائیں؟''

رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا تھا ''نہیں تمہیں ان سے بچنا چاہئے یہ تو آگ میں جلنا ہے''(2) یعنی ان مشرک قبائل کے علاقہ میں سے مسلمانوں کا گزرنا آگ میں سے گزرنے کے برابر ہے قریش مکہ نے مدینہ کے گردونواح میں بسنے والے مشرک قبائل میں اس قدر اسلام دشمنی کا جذبہ بھڑکا دیا تھا کہ مدینہ میں راتوں کو مسلمان ہتھیار پہن کر سوتے تھے اور پہرہ دیا کرتے تھے انہیں ہر وقت کسی ناگہانی حملے کا خطرہ ہوتا تھا رسول اللہ ﷺ ایک رات دیر تک جاگتے رہے باہر سے ہتھیاروں کی جھنکار سنائی دی تو آپؐ نے پوچھا کون ہے؟'' حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے عرض کیا کہ وہ آپؐ کے گھر پر پہرہ دینے آئے ہیں اصحابہ کرام کو اپنے گھروں کے لئے ہی خطرہ نہیں تھا بلکہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں بھی فکر مند رہتے تھے اور آپؐ کے طلب کئے بغیر پہرہ دینا ضروری خیال کرتے تھے عرب کے ریگزاروں میں بسنے والے قبائل کو مسلمانوں کے خلاف متحد کرنے کے علاوہ قریش مکہ نے مدینہ کی اقتصادی ناکہ بندی بھی کر دی تھی اور جو اشیائے ضرورت باہر سے آتی تھیں ان کی فراہمی میں رکاوٹیں پیدا کرنے لگے تھے(3) اگرچہ مدینہ ایک زرعی خطہ تھا اجناس اور خوراک کے معاملے میں کافی حد تک خود کفیل تھا اور اس ناکہ بندی کا اہل مدینہ پر فوری طور پر زیادہ اثر نہیں پڑ سکتا تھا لیکن تجارتی راستوں پر قریش مکہ کے قبضہ اور ان راستوں کے ساتھ ساتھ آباد عرب قبائل سے ان کے معاہدوں کی وجہ سے مستقبل میں ریاست مدینہ کے لئے معاشی مشکلات پیدا ہو سکتی تھیں قریش کی طرف سے یہ کھلا اعلان جنگ تھا رسول اللہ ﷺ اس ساری صورت حال سے آگاہ تھے' آپؐ دیکھ رہے تھے کہ قریش کے ان اقدامات سے مستقبل میں کیا کیا مشکلات پیش آئیں گی اگر ریاست مدینہ کی حدود کے ساتھ بسنے والے مشرک قبائل کی معاندانہ سرگرمیوں کی روک تھام نہیں کی جاتی اور قریش مکہ کی اس منصوبہ بندی کا توڑ نہیں کیا جاتا تو کسی بھی وقت مدینہ کے مشرک اور یہودی ان کے

ساتھ مل سکتے ہیں اس لئے دستور مدینہ کے نفاذ کے ساتھ ہی آپؐ نے مشرکوں اور قریش مکہ کی جارحیت کے مقابلے کی تیاریاں شروع کردیں مسلمانوں کی روحانی تربیت کے ساتھ ساتھ آپؐ نے ان کی فوجی تربیت کا پروگرام بھی شروع کردیا آپؐ تیر اندازی کے مقابلے کرواتے تھے اور خود بھی ان مقابلوں میں شرکت فرماتے تھے گھوڑوں اور شہسواروں کی تربیت کے لئے آپؐ مدینہ میں گھوڑ سواری کے مقابلے منعقد کروانے لگے آپؐ جیتنے والوں کی حوصلہ افزائی کے لئے انہیں انعامات سے نوازتے تھے۔

انصار اور مہاجرین کے درمیان بھائی چارے کے رشتہ کے قیام سے سب مسلمان ایک عقیدے کے رشتہ میں منسلک ہوگئے تھے نہ کوئی اوس رہا تھا نہ خزرج خونی رشتے معدوم ہوگئے تھے سب کا ایک خدا تھاایک رسولؐ تھا اور ان سب کی زندگیوں کا ایک ہی مقصد تھا زمین پر خدا تعالیٰ کی حاکمیت کا قیام و استحکام مسلم معاشرہ کے افراد کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کی سمت اور منزل متعین ہوگئی تھی۔

دستور مدینہ کے نفاذ سے ریاست مدینہ کی حدود تک اللہ کی حاکمیت بھی قائم ہوگئی تھی مگر رسول اللہ ﷺ کا پیغام اور مشن بیس پچیس مربع میل میں پھیلے ان لوگوں کے لئے ہی تو نہیں تھا آپؐ کا پیغام اور مشن تو ساری انسانیت کے لئے تھا اور ابھی تک اللہ کے اپنے گھر پر بھی اللہ کی حاکمیت قائم نہیں ہوسکی تھی اللہ کے گھر پر قابض مشرک مدینہ کی اس چھوٹی سی ریاست کو بھی ختم کرناچاہتے تھے اور جملہ مشرکین کے ساتھ مسلمانوں کے تصادم کا مرحلہ قریب تر آگیا تھا اس لئے تدبیر اور تیاری لازم ہوگئے تھے لہٰذا رسول اللہ ﷺ جہاد کے لئے تیار اور قرب و جوار میں آباد مشرکوں اور دشمنوں کی عداوت اور شرارت سے دفاع کے لئے مستعد ہوگئے(4) رسول اللہ ﷺ نے مسلمانوں کی افرادی قوت کا اندازہ کرنے کے لئے حکم دیا کہ سب مسلمانوں کے نام لکھ کر پیش کئے جائیں۔ ریاست مدینہ کی حدود میں آباد لڑائی کے قابل مسلمانوں کی فہرست تیار کی گئی تو وہ تعداد پندرہ سو تھی(5) اس طرح رسول اللہ ﷺ نے جہاد اور دفاع کا ایک منظم منصوبہ تیار کیا اور اس کے مطابق عمل شروع کردیا۔

تربیتی گشت

اس زمانے میں مواصلات اور خبروں کی فراہمی کے وہ وسائل نہیں ہوتے تھے جو آج میسر ہیں نہ ٹیلی فون تھا نہ وائرلیس کا نظام تھا اور نہ ہی فضا میں ایسے سیارے موجود ہوتے تھے جن کے

ذریعے مخالف قوتوں اور فوجوں کے اکٹھا ہونے یا تیاریوں کے بارے میں معلومات حاصل کی جاسکیں دشمنوں کے اجتماع اور نقل و حرکت کے بارے میں خبروں کی فراہمی کا ایک وسیلہ مدینہ کے ارد گرد بسنے والے قبائل ہوسکتے تھے لیکن اس وقت تک ان قبائل کی ہمدردیاں بھی قریش مکہ کے ساتھ تھیں ان حالات میں ایک ہی طریقہ تھا کہ مدینہ کے گردونواح میں مسلمانوں کے مسلح دستے گشت کرتے رہیں تاکہ اگر کہیں کوئی مخالفانہ اجتماع یا سرگرمی نظر آئے تو فوراً مدینہ میں اس کی خبر کر دیں اس طرح کے گشتی دستے بھیجنے سے مدینہ کے ارد گرد کے بدو اور مشرک قبائل کو یہ بتانا بھی مقصود تھا کہ مسلمان اتنے کمزور نہیں جتنے وہ انہیں سمجھ رہے ہیں اس کا ایک اور مقصد قریش مکہ کو اپنے وجود اور عزم سے آگاہ کرنا بھی تھا مہاجرین کی مدینہ کے ارد گرد کے حالات زمینی کوائف راستوں، پہاڑوں، چشموں، اور قبیلوں کے بارے میں معلومات کم تھیں دفاعی اور جنگی نقطہ نظر سے ان کا بھی ان کوائف سے آگاہ ہونا ضروری تھا ان سارے پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے ہجرت کے چھ ماہ بعد رمضان کے مہینے میں رسول اللہ ﷺ نے پہلا گشتی دستہ ترتیب دیا۔

سریہ حمزہؓ

حضرت حمزہؓ کو دستہ کا سربراہ مقرر فرمایا حضور ﷺ نے ان کے لئے ایک جھنڈا بھی تیار کروایا یہ جھنڈا سفید رنگ کا تھا اس دستے میں تیس مہاجرین شامل تھے(6) حضرت حمزہؓ کے حلیف ابو مرثد کناز بن الحصین جھنڈا اٹھا کر دستے کے ساتھ چلتے تھے(7) یہ وفد مدینہ کے شمال میں قبیلہ جہینہ کی طرف گیا جو مدینہ کے قبیلہ خزرج کا پرانا اتحادی تھا اور جنگ بعاث میں ان کی طرف سے اوس کے خلاف لڑا تھا رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد اس قبیلے کا ایک وفد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تھا اور ایک دوسرے کے علاقے میں سے گزرنے اور آمدورفت کے معاہدہ کی درخواست کی تھی رسول اللہ ﷺ نے ان کی درخواست قبول فرماتے ہوئے ان سے معاہدہ کر لیا تھا اور جہینہ کے لوگ مسلمان ہو گئے تھے(8) جب مسلمانوں کا دستہ بحیرہ احمر کے کنارے کنارے چلتا ہوا سلسلہ کوہ کے ایک مقام العیص پہنچا تو وہاں پر اس کا قریش کے ایک لشکر سے آمنا سامنا ہوگیا۔ قریش کے لشکر میں تین سو افراد تھے اس کا قائد ابوجہل تھا ہجرت کے بعد حضرت حمزہؓ کا مشرکین مکہ اور ان کے کسی سردار سے پہلی بار آمنا سامنا ہوا تھا ابوجہل بھی اپنے تجارتی راستے میں مہاجرین کے دستہ کو دیکھ کر طیش میں آگیا(9) دونوں طرف سے لڑائی کی تیاری ہونے لگی تو قبیلہ جہینہ کے سردار مجدی بن عمرو درمیان میں آ گئے وہ ریاست مدینہ سے معاہدے تو کر

چکے تھے مگر قریش مکہ کے تجارتی قافلوں کو اپنے علاقے سے پر امن طور پر گزارنے کا قریش سے بھی ان کا پرانا معاہدہ تھا انہوں نے بھاگ دوڑ کرکے دونوں فریقوں کو لڑائی سے باز رکھا(10) کچھ عرصہ ان قبائل کے ساتھ قیام اور میل ملاپ کے بعد یہ دستہ مدینہ واپس آگیا ابوجہل نے اپنے اشعار میں افسوس کا اظہار کیا کہ اسے مسلمانوں سے لڑنے کا موقع نہ ملا اور امید ظاہر کی کہ وہ جلد مسلمانوں پر یلغار کرے گا سیرت اور تاریخ کی کتابوں میں ایسے گشتی دستوں کو (سریہ) کہا گیا ہے اور ان کے نام گشتی دستے کے سربراہ کے نام پر رکھے گئے ہیں اس دستے کے سربراہ حضرت حمزہؓ تھے اس لئے اسے سریہ حمزہؓ کہا جاتا ہے۔

سریہ عبیدہؓ بن الحارث

شوال 1ھ کے شروع میں رسول اللہ ﷺ نے ایک اور گشتی دستہ بھیجا اس دستے کے سربراہ حضرت عبیدہؓ بن الحارث تھے ان کا سفید جھنڈا حضرت مسطح بن اثاثہ کے پاس تھا اس دستے میں ساٹھ مہاجرین شامل تھے رسول اللہ ﷺ نے اس دستے کو حکم دیا کہ وہ بحیرہ احمر کے کنارے پر واقع وادی رابغ کی طرف جائیں اور اس علاقہ کے حالات معلوم کریں اس وادی میں راستے سے ہٹ کر کچھ دور احیاء کے مقام پر پانی کا ایک چشمہ تھا۔ حضرت عبیدہؓ اس کی طرف مڑ گئے تاکہ اپنے اونٹوں کو چشمہ سے پانی پلائیں اور اونٹ چرنے کے لئے چھوڑ کر خود آرام کرلیں وہاں پہنچے تو چشمہ پر قریش مکہ کا ایک قافلہ اترا ہوا تھا۔ اس قافلہ کا سردار ابو سفیان تھا(11) اس کے ساتھ دو سو شمشیر زن تھے۔ قریش مکہ نے یہ لشکر اس علاقے میں اپنی برتری ثابت کرنے کے لئے بھیجا تھا ایک مقصد یہ بھی ہوسکتا ہے کہ وہ مدینہ والوں کو مرعوب کرکے اپنے خط پر عمل کروانا چاہتے ہوں(12) رسول اللہ ﷺ کے اس بروقت اقدام سے قریش کا منصوبہ ناکام ہوگیا ایک دوسرے کو دیکھتے ہی دونوں فریق لڑائی کے لئے تیار ہو گئے ابو سفیان اپنے آدمیوں کی صفیں درست کرنے لگا مسلمانوں نے بھی تلواریں نکال لیں مسلمانوں کے دستے میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص بھی شامل تھے انہوں نے کمان میں تیر چڑھا کر مشرکین پر چلا دیا کسی مسلمان کی طرف سے کفار پر چلایا جانے والا یہ پہلا تیر تھا۔ دوسری طرف سے بھی تیر چلائے گئے مگر دونوں طرف سے کوئی زخمی نہیں ہوا۔ تلواروں اور نیزوں کی لڑائی کی نوبت نہیں آئی دونوں فریق بقول ابن سعدؒ "اپنی اپنی جائے پناہ میں واپس ہوگئے"

قریش کے قافلہ کے ساتھ دو مسلمان بھی سفر کررہے تھے حضرت مقدادؓ بن عمرو البہرانی اور

حضرت عتبہؓ بن غزوان وہ دونوں مسلمانوں کے ساتھ آملے مسلمانوں کا دستہ گشتی اور تربیتی تھا اسے دشمنوں کا پتہ چلانے کے علاوہ اس علاقہ کے بدو قبائل کے ساتھ دوستی کے تعلقات استوار کرنے کے لئے بھی بھیجا گیا تھا(13) چنانچہ وادی رابغ اور گردونواح کے چکر لگا کر دستہ واپس مدینہ آگیا اگر قریش کا قافلہ مال تجارت کے ساتھ ہوتا تو حضرت مقدادؓ اور عمروؓ کے پاس بھی مال ہونا چاہیے تھا مگر وہ خالی ہاتھ تھے اور ایک لشکر سے نکل کر دوسرے میں آگئے تھے۔

سریہ سعدؓ بن ابی وقاص

ہجرت کے نویں مہینے ذی قعد 1ھ میں رسول اللہ ﷺ نے تیسرا گشتی دستہ بھیجا۔ اس کے امیر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص تھے اور ان کا سفید جھنڈا حضرت مقداد بن عمرو البہرانی کے پاس تھا (14) اس دستہ میں بیس مہاجرین شامل تھے(15) رسول اللہ ﷺ نے ان سے عہد لیا کہ وہ الخرار سے آگے نہیں جائیں گے۔ جحفہ سے مکہ مکرمہ کو جانے والے راستے پر محجہ کے بائیں جانب کچھ کنویں تھے انہیں الخرار کہا جاتا تھا اس دستہ والوں کے پاس کوئی سواری نہیں تھی وہ رات کو سفر کرتے تھے اور دن کو چھپ جاتے تھے پانچویں روز دستہ الخرار پہنچ گیا انہیں بتایا گیا کہ شب رفتہ قریش مکہ کا ایک قافلہ ادھر سے گزرا تھا(16) دستہ کچھ عرصہ قیام کرکے واپس مدینہ آگیا۔

غزوہ ابواء

ہجرت کے بارہویں مہینے صفر 2ھ کو رسول اللہ ﷺ خود ساٹھ مہاجرین کے ایک دستہ کے ساتھ مدینہ سے نکلے آپؐ کا سفید جھنڈا حضرت حمزہؓ کے پاس تھا مدینہ میں آپؐ نے حضرت سعدؓ بن عبادہ کو اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔ سب سے پہلے آپؐ ابواء تشریف لے گئے جہاں آپؐ کی والدہ ماجدہ کی قبر ہے۔ وہاں سے آپؐ ودان تشریف لے گئے ان دونوں جگہوں کے درمیان چھ میل کا فاصلہ ہے اس لئے اس غزوہ کو غزوۂ ودان بھی کہتے ہیں غزوہ اس مہم کو کہتے ہیں جس کی قیادت رسول اللہ ﷺ نے خود فرمائی ہو اس علاقے کا اہم قصبہ فرع ہے وہاں مزینہ قبیلہ رہتا تھا یہ مقام مدینہ منورہ سے اسی میل کے فاصلہ پر ہے اسے مدینہ کے زیر اثر قبائل کی آخری سرحد کہا جا سکتا تھا۔ مزینہ پہلے ہی مسلمان ہو چکے تھے ان کے اطراف میں قبیلہ بنی کنانہ کی شاخ بنی ضمرہ آباد تھی بنی کنانہ کے خلاف حضورؐ نے ایک دستہ بھیجا تھا جس کے سربراہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص تھے(17) حضورؐ نے چند روز وہاں قیام فرمایا اور قبیلہ بنو ضمرہ کے ساتھ ایک معاہدہ کیا اس قبیلے کے سردار کا

نام مخشی بن عمرو ضمری تھا معاہدہ یہ تھا:

❁ "یہ تحریر محمد رسول ﷺ کی طرف سے بنو ضمرہ کے لئے ہے ان لوگوں کا (بنو ضمرہ کا) مال اور جان محفوظ رہے گا اور اگر کوئی ان پر حملہ کرے گا تو ان کی مدد کی جائے گی لیکن اگر یہ اپنے مذہب کے لئے کوئی لڑائی کریں گے تو ان کی مدد نہیں کی جائے گی جب پیغمبر (رسول اللہ) ﷺ انہیں مدد کے لئے بلائیں تو یہ مدد کو آئیں گے"

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ مدینہ واپس تشریف لے آئے(18) اس سفر میں حضورؐ پندرہ روز مدینہ سے باہر رہے بقول ابن جریر رسول اللہ ﷺ کے اس سفر کا مقصد قریش اور بنو ضمرہ کے حالات سے آگاہی اور جستجو تھا(19) اس قیام اور معاہدے سے حضورؐ نے ان کے تعلقات کا رخ پلٹ دیا۔

غزوہ بواط

ہجرت کے تیرھویں ماہ ربیع الاول میں رسول اللہ ﷺ ایک بار پھر مدینہ سے نکلے آپؐ کے دستہ میں دو صد سوار شامل تھے آپؐ کا سفید جھنڈا حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے ہاتھ میں تھا۔ اس دفعہ آپؐ نے مدینہ میں اوس کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ کو اپنا خلیفہ بنایا آپؐ مسلمان قبیلہ جہینہ کے علاقہ میں بواط تک گئے۔ یہ مقام مدینہ سے اڑتالیس میل کے فاصلہ پر ہے(20) ایک ماہ کے قریب وہاں قیام فرمانے کے بعد حضورؐ مدینہ تشریف لے آئے۔

غزوہ تلاش کرز بن جابر

مدینہ سے تین میل دور ایک پہاڑی چراگاہ تھی۔ مدینہ کے لوگ اپنے مال مویشی چرنے کے لئے وہاں چھوڑ دیا کرتے تھے۔ ہجرت کے تیرھویں ماہ ربیع الاول میں مکہ کا ایک سردار کرز بن جابر الفہری ایک چھاپہ مار دستے کے ساتھ آیا اور رات کے وقت مسلمانوں کے اونٹ چراگاہ سے ہنکا لے گیا۔ مدینہ میں اطلاع پہنچی تو رسول اللہ ﷺ نے فوری طور پر ایک دستہ تیار کیا مدینہ میں زیدؓ بن حارثہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور کرز کے تعاقب میں چل نکلے آپ کا جھنڈا حضرت علیؓ نے اٹھایا ہوا تھا۔ آپؐ بدر کے نواح میں وادی سفوان تک اس کے پیچھے گئے مگر وہ ہاتھ نہ آیا وہ بھاگ کر آگے نکل گیا تھا۔ وہاں سے رسول اللہ ﷺ واپس آ گئے۔

غزوہ العشیرہ

ہجرت کے سولھویں مہینے رسول اللہ علیہ وسلم ایک بار پھر مدینہ سے نکلے آپ کے ہمراہ ڈیڑھ سو اور ایک روایت کے مطابق دو سو مہاجرین تھے جن کے پاس تیں اونٹ تھے ان پر وہ باری باری سواری کرتے تھے۔ آپؐ کا سفید جھنڈا حضرت حمزہؓ کے ہاتھ میں تھا۔ مدینہ میں آپؐ نے حضرت ابو سلمہؓ بن عبدالاسدی مخزومی کو اپنا جانشین مقرر فرمایا منزل منزل چلتے ہوئے آپؐ العشیرہ پہنچ گئے۔ یہ مقام بحیرہ احمر کی بندر گاہ ینبوع کے نواح میں مدینہ سے ایک سو نو میل دور تھا۔ آپؐ ایک ماہ تک وہاں مقیم رہے اور بنو ضمرہ کے حلیف قبیلہ بنو مدلج سے اسی طرح کا معاہدہ کیا جس طرح کا معاہدہ آپؐ نے بنو ضمرہ سے کر رکھا تھا(21)۔ بنو مدلج بنو ضمرہ کے حلیف تھے اس لئے وہ بھی انہی شرائط پر معاہدے پر تیار ہو گئے۔

مزید دو غزوات

سیرت نگار اور مورخ جنگ بدر سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے صرف چار غزوات کا ہی ذکر کرتے ہیں لیکن محمدؒ بن حبیب بغدادی نے جنگ بدر سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے مزید دو غزوات کا ذکر کیا ہے۔ اس کے مطابق رسول اللہ ﷺ جمعرات دو شعبان 2ھ کو مدینہ منورہ سے چلے اور ینبوع تک تشریف لے گئے تھے۔ اس کے بعد بروز منگل 14 شعبان 2 ہجری کو رسول اللہ ﷺ ایک بار پھر مدینہ سے نکلے اور سفوان تک تشریف لے گئے تھے۔ اس سفر میں حضورؐ نے پہلے قبیلہ غفار سے اور پھر قبیلہ اسلم سے دوستی اور باہمی تعاون کے معاہدے کئے تھے(22) محمد بن حبیب بغدادی نے ان غزوات کی زیادہ تفصیل نہیں دی سفوان ایک وادی تھی جو بدر کے ضلع میں واقع تھی جب رسول اللہ ﷺ کرز بن جابر الفہری کے تعاقب میں نکلے تھے تو آپؐ اسی مقام سفوان سے واپس مدینہ لوٹ گئے تھے اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ سفوان سے آگے حضور نے کرز کا اس لئے تعاقب نہ کیا کہ وہ ایسے قبائل کے علاقہ میں داخل ہو گیا تھا جو قریش مکہ کے حلیف تھے اور مسلمانوں کے دشمنوں کے ساتھ تھے اسی تجربہ اور خطرہ کے پیش نظر رسول اللہ ﷺ نے ان کے علاقے تک سفر کیا اور ان سے دوستی اور باہمی تعاون کے معاہدے کرکے انہیں قریش مکہ کے اتحاد سے نکالنے میں کامیاب ہو گئے۔

سریہ عبداللہ بن جحش

ہجرت کے سترھویں ماہ رجب میں رسول اللہ ﷺ نے ایک اور گشتی دستہ ترتیب دیا اس میں نو مہاجرین شامل تھے(23) رسول اللہ ﷺ نے اس دستہ کا امیر حضرت عبداللہ بن جحش اسدی کو مقرر فرمایا جنہیں رسول اللہ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی روایت کے مطابق اوروں کی نسبت سے زیادہ بھوک اور پیاس برداشت کرنے والا اور زیادہ صبر کرنے والا (مشکلات میں) بتایا تھا دستہ کے دیگر ارکان میں حضرت عکاشہؓ بن محصن' حضرت ابو حذیفہؓ بن عتبہ' حضرت سعدؓ بن ابی وقاص' حضرت عتبہؓ بن غزوان' حضرت عامرؓ بن ربیعہ حضرت واقدؓ بن عبداللہ' حضرت خالدؓ بن بکیر' اور حضرت سہیلؓ بن بیضاء شامل تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے امیر دستہ حضرت عبداللہؓ بن جحش کو ایک تحریر دی اور ہدایت فرمائی کہ دو روز سفر کرنے کے بعد اس تحریر کو پڑھا جائے اور اس کے مطابق عمل کیا جائے دستہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بتائے راستے پر دو روز تک سفر کرتا رہا' پھر حضرت عبداللہؓ بن جحش نے حضورؐ کی ہدایت کے مطابق تحریر نکال کر پڑھی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا تھا۔

❁ ”تم میری یہ تحریر پڑھ کر مکہ اور طائف کے درمیان نخلہ کے مقام تک جاؤ اور وہاں قیام کرکے قریش کی نقل و حرکت کی نگرانی کرتے رہو اور ان کے بارے میں ہمیں خبریں پہنچاتے رہو“

نخلہ وہی مقام ہے جہاں طائف سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ نے قیام فرمایا تھا اور یہ مختلف اطراف سے آنے والے' قافلوں اور مسافروں کے ٹھہرنے کا اہم مقام تھا اس وجہ سے یہ مختلف اطراف سے آنے والوں سے خبریں حاصل کرنے کے لئے بہت مناسب جگہ تھی اس زمانے میں خبریں مسافروں اور قافلوں کے ذریعے ہی سفر کیا کرتی تھیں اور جب مختلف اطراف اور شہروں سے آنے والے مسافر اور قافلے کسی جگہ اکٹھے ہوتے تھے تو وہ تازہ خبروں اور معلومات کا تبادلہ بھی کیا کرتے تھے کہ کس قبیلے کی کس سے صلح ہو گئی ہے کون کس کے خلاف لڑائی کی تیاریاں کر رہا ہے اور کس شہر میں کس کا تجارتی قافلہ اترا ہے۔ ایسی سب خبریں قافلوں اور مسافروں کے قیام کرنے کی جگہوں سے آسانی سے مل جاتی تھیں چونکہ نخلہ مدینہ سے بہت دور تھا دو اڑھائی سو میل کے فاصلے پر تھا لہٰذا یہ مہم خطرناک بھی تھی اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے امیر دستہ کو ہدایت کی تھی کہ وہ دستہ کے سب ارکان کو معینہ منزل اور مشن کے بارے میں بتا دیں اور کسی کو آگے ساتھ چلنے پر مجبور نہ کریں اگر ان میں سے کوئی سفر اور مشن کے خطرات کی وجہ سے دستہ سے الگ ہونا

چاہے یا واپس آنا چاہے تو اسے اجازت دے دی جائے۔ حضرت عبداللہؓ بن جحش نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت کے مطابق اپنے ساتھیوں سے کہا "تم میں سے جو شہید ہونا چاہتا ہے اور جسے شہادت سے محبت ہے وہ میرے ساتھ چلے اور جو کوئی اسے ناپسند کرتا ہے وہ واپس لوٹ جائے میں تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر عمل کروں گا" حضرت عبداللہؓ بن جحش رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی امیمہ کے فرزند اور ام المومنین حضرت زینبؓ کے بھائی تھے۔ مکہ میں ان کا بہت عالی شان گھر تھا جب وہ ہجرت کرکے مدینہ آ گئے تو ابوجہل نے ان کے مکان پر قبضہ کر لیا تھا اپنے ساتھیوں کو رسولؐ اللہ کا حکم سنا کر وہ آگے چل دیئے۔ دستہ کے کسی بھی رکن نے دستہ سے الگ ہونا پسند نہیں کیا۔ وہ سب نخلہ کی طرف ان کے ساتھ چلنے لگے۔ وہ کئی روز تک چلتے رہے۔ دستہ کے دو دو افراد کے پاس ایک ایک اونٹ تھا۔ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت عتبہؓ بن غزوان دونوں کے پاس ایک اونٹ تھا۔ جب دستہ نے فرع نامی مقام پر قیام کیا تو ان کا اونٹ کھو گیا۔ قیام کے دوران اونٹ چرنے کے لئے چھوڑا تھا وہ کہیں دور نکل گیا۔ جب دستہ اگلی منزل کے لئے چلا تو وہ ڈھونڈتے رہے کہ مل جائے تو دستہ سے جا ملیں۔ باقی سات صحابہؓ کرام نے دیر کرنا مناسب نہ سمجھا۔ وہ جلد از جلد نخلہ پہنچنا چاہتے تھے نخلہ پہنچ کر انہوں نے ایک باغ کے قریب قیام کیا۔

حضرت عبداللہؓ بن جحش کے دستہ کے قریب ہی قریش مکہ کا ایک تجارتی قافلہ آکر اترا! اس قافلہ کا امیر عمرو بن حضرمی تھا اس کے ساتھ دو بھائی عثمان بن عبداللہ مخزومی، نوفل بن عبداللہ مخزومی، اور ہشام بن مغیرہ کا آزاد کردہ غلام الحکم بن کیسان بھی تھے قریش طائف سے منقی چمڑہ اور دیگر تجارتی اشیاء لے کر آرہے تھے پہلے تو وہ مسلمانوں کے دستہ کو دیکھ کر کچھ گھبرائے لیکن پھر عکاشہ بن محصن اسدی کو دیکھ کر مطمئن ہو گئے جنہوں نے سر منڈوا رکھا تھا قریش کے قافلہ والوں نے سمجھا کہ وہ عمرہ کے سفر سے لوٹ رہے ہیں چنانچہ انہوں نے اپنا سامان اتار دیا اونٹ چھوڑ دیئے اور کھانا تیار کیا۔

یہ ماہ رجب کا آخری دن تھا۔ رجب کے مہینے میں عرب کے مشرکین کے قریب کسی سے لڑائی کرنا منع تھا نخلہ مکہ مکرمہ کے قریب تھا اگلے روز قریش کے قافلہ کو صبح ہی روانہ ہو جانا تھا اور جلد حدود حرم میں داخل ہو جانا تھا حدود حرم میں کسی پر حملہ کرنا اور لڑائی کرنا منع ہے مسلمان قریش کو دیکھ کر طیش میں آجاتے تھے وہ مسلمان تو اور بھی زیادہ غصہ میں آجاتے تھے جنہیں قریش مکہ نے ان کے گھروں سے نکالا تھا اور مدینہ میں بھی انہیں آرام کی زندگی بسر نہیں کرنے دیتے

تھے مسلمانوں کے دستہ میں سب ایسے ہی مہاجرین تھے انہوں نے قریش سے بدلہ لینے کا فیصلہ کرلیا مگر مشکل یہ آن پڑی کہ رجب کا آخری دن تھا اگرچہ سورج غروب ہوچکا تھا اور اگلے روز ماہ شعبان شروع ہونے والا تھا وہ کوئی فیصلہ نہ کرپارہے تھے اگر اسی رات قافلہ پر وار نہیں کرتے تو اگلے روز وہ حدود حرم میں داخل ہوجائے گا وہ اسی کشمکش میں تھے کہ قریش کے قافلہ کا امیر عمرو بن حضرمی مسلمانوں کے حالات معلوم کرنے کے لئے اپنے کیمپ سے نکلا تو حضرت واقدؓ بن عبداللہ نے تیر چلا کر اسے موت کے گھاٹ اتار دیا نوفل بن عبداللہ اندھیرے کا فائدہ اٹھا کر بھاگ گیا مسلمانوں نے عثمان بن عبداللہ اور الحکم بن کیسان کو قیدی بنالیا اوران کے سامان سمیت مدینہ واپس پہنچ گئے۔ مدینہ پہنچ کر حضرت عبداللہ بن جحش نے مال غنیمت کا پانچواں حصہ رسول اللہ ﷺ کے لئے نکال کر باقی مال دستہ کے ارکان میں تقسیم کر دیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں نے تو تمیں ماہ حرام میں لڑائی کا حکم نہیں دیا تھا"

آپؐ نے وہ مال غنیمت بھی قبول نہ فرمایا

صحابہ کرام بھی حضرت عبداللہ بن جحش پر برہم ہوئے کہ تم نے وہ کام کیا (قافلہ لوٹا) جس کا تمہیں حکم نہیں دیا گیا تھا اور تم نے ماہ حرام میں لڑائی کی حالانکہ تمہیں اس کا بھی حکم نہیں تھا"

رسول اللہ ﷺ کی ناراضگی سے حضرت عبداللہ اور ان کے ساتھی بہت پچھتائے اور غمزدہ ہوئے وہ سوچتے تھے کہ ہم تو برباد ہوگئے چنانچہ نہ قیدیوں کے بارے میں کوئی فیصلہ ہو سکا اور نہ ہی قافلہ کے اونٹ اور سامان تقسیم کئے گئے۔

نوفل نے مکہ پہنچ کر اطلاع دی تو قریش کو بہت غصہ آیا مسلمانوں نے ان کے گھر کے دروازے پر ان کا قافلہ لوٹ لیا تھا عثمان مکہ کے بہت بڑے رئیس اور سردار مغیرہ کا پوتا تھا مسلمان اسے قیدی بناکر لے گئے تھے مقتول عمرو بن الحضرمی حرب بن امیہ کے حلیف عبداللہ حضرمی کا بیٹا تھا حرب قریش کا رئیس اعظم تھا۔ عبدالمطلب کی وفات کے بعد مکہ کی شہری ریاست کا حکمران حرب ہی کو چنا گیا تھا۔ یہ قریش کی توہین بھی تھی اور ان کے لئے ایک چیلنج بھی مسلمان اڑھائی تین سو میل دور آکر ان کی قوت اور جبریت کو چیلنج کرنے لگے تھے انہوں نے اس معاملے پر غور کیا اور مسلمانوں کی قوت کچلنے کے منصوبے بنانے لگے فوری طور پر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے خلاف پراپیگنڈہ مہم شروع کر دی کہ دیکھو محمدؐ کے ساتھیوں نے ماہ حرام کی حرمت کو پامال کیا ہے اور حرام کے مہینے میں خون بہایا ہے قافلہ لوٹ لیا ہے اور قافلہ والوں کو قیدی بنا کر لے گئے ہیں جزیرۃ العرب کے طول و عرض میں حرام مہینوں کا احترام مشرک قبائل کے لئے مذہبی

عقیدے کی حیثیت رکھتا تھا۔

مدینہ کے مشرک اور یہودی بھی اس پراپیگنڈہ میں شامل ہوگئے اسلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مہم چلانے کے لئے انہیں ایک اور ہتھیار مل گیا تھا یہ مہم بڑی موثر تھی مسلمان بھی رسول اللہ ﷺ سے پوچھنے لگے کہ یہ کیا ہو گیا اور کیوں ہو گیا؟ پراپیگنڈہ کرنے والے کہتے تھے ''مسلمان اہل عرب کی مقدس اور محترم اقدار کو پامال کرنے والے ہیں یہ حدود کو توڑنے والے ہیں جب انہیں ضرورت محسوس ہو تو یہ عربوں کی مقدس روایات کو ماننے سے بھی انکار کر دیتے ہیں'' آخر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

❁ ''اور وہ تم سے ماہ حرام میں جنگ کے بارے میں پوچھتے ہیں
کہو! ماہ حرام میں جنگ بڑا (گناہ) ہے
لیکن اللہ کے راستے سے روکنا
اس کا انکار کرنا
مسجد حرام سے (لوگوں) کو روکنا
اور حرم کے رہنے والوں کو وہاں سے نکال دینا
اس سے بھی بڑا گناہ ہیں
اور فتنہ انگیزی قتل سے بھی بڑھ کر ہے
اور یہ لوگ تم سے مسلسل جنگ کرتے رہیں گے
یہاں تک کہ تمہیں تمہارے دین سے پھیر دیں
اگر ان کا بس چلے
اور تم میں سے جو لوگ اپنے دین سے پھر جائیں
اور کفر کی حالت میں ان کی موت واقع ہو جائے
تو ان لوگوں کے اعمال دنیا اور آخرت دونوں میں اکارت جائیں گے
ایسے لوگ جہنمی ہیں
اور ہمیشہ جہنم میں رہیں گے''-- (2:217)

اللہ تعالیٰ نے مشرکین کے پراپیگنڈہ کی بنیاد ہی منہدم کردی اور فرمایا کہ وہ تو خود حدود حرم میں مسلمانوں پر ظلم کرتے رہتے ہیں اور انہیں حق کے راستے میں روکتے رہے ہیں مسلمانوں کو مسجد حرام میں داخل ہونے سے روکنے والے ہیں اور انہیں حرم کی حدود میں واقع ان کے گھروں

سے نکال چکے ہیں اس طرح انہوں نے تو خود حرم کی حرمت کو پامال کیا ہے اور اس کے تقدس کو نقصان پہنچایا ہے وہ کس منہ سے دوسروں پر ایسا الزام لگا سکتے ہیں جب وہ خود حرم کی حرمت پامال کرتے ہیں تو اس وقت اسے اپنے لئے جائز سمجھتے ہیں اور ایسا کرنے والوں کو کوئی برا نہیں کہتا اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ حرام مہینے میں قتل کرنا گناہ ہے لیکن مسلمانوں پر حرم کی حدود میں ظلم کرنا اور ان کے گھروں سے نکال دینا اس سے بھی بڑا گناہ ہے اور جو فتنہ انگیزی قریش مکہ پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں وہ تو قتل سے بھی بڑا گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آ جانے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قیدیوں کو اپنے قبضہ میں لے لیا اور مال غنیمت تقسیم فرمادیا قریش مکہ نے اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے فدیہ بھیجا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جب تک سعدؓ بن ابی وقاص اور عتبہؓ واپس مدینہ نہیں پہنچ جاتے قریش کے قیدیوں کا فدیہ قبول نہیں کیا جائے گا کیونکہ ہمیں خطرہ ہے کہ اسلام کے دشمن انہیں پکڑ کر قتل نہ کردیں آپؐ نے فرمایا اگر تم نے انہیں قتل کردیا تو بدلے میں ہم تمہارے قیدیوں کو قتل کردیں گے جب حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور عتبہؓ واپس مدینہ پہنچ گئے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عثمان بن عبداللہ اور الحکم بن کیسان کو رہا کرنے کا حکم فرما دیا۔ الحکم بن کیسان نے مکہ جانے سے انکار کر دیا وہ رسول اللہ ﷺ کی صحبت اور مسلمانوں کے اخلاق و عقائد کو قریب سے دیکھ چکا تھا اس نے اسلام قبول کر لیا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں ہی حاضر رہا۔ الحکم بن کیسان بعد میں بیر معونہ میں شہید ہوئے۔

سفارتی کامیابیاں

مدینہ تشریف لانے کے بعد چھ ماہ تک رسول اللہ ﷺ مسلمانوں اور ریاست مدینہ کے معاملات درست کرنے میں مصروف رہے۔ ان چھ مہینوں میں قریش مکہ کی طرف سے مدینہ پر حملے کی دھمکیاں موصول ہوتی رہیں وہ مدینہ کے مشرکوں اور یہودیوں کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف اٹھ کھڑا ہونے اور آپؐ کو مدینہ سے نکال دینے کی ترغیب دیتے رہے قریش مکہ مدینہ کے اردگرد کے مشرک قبائل کو مسلمانوں کے خلاف متحد کرنے میں کامیاب ہوگئے تھے اور قریش کی ترغیب اور ان سے اتحاد کی وجہ سے وہ قبائل ریاست مدینہ کی حدود کے اندر چوری ڈاکہ اور تخریبی سرگرمیوں میں مصروف ہو گئے تھے وہ خواتین کو اغواء کر لیتے تھے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی اونٹنیاں تک گھیر کر لے گئے تھے قریش مکہ نے ان مشرک قبائل کے ساتھ اتحاد قائم

کرنے کے ساتھ ساتھ ریاست مدینہ کی اقتصادی اور تجارتی ناکہ بندی بھی شروع کر دی تھی قریش مکہ کی طرف سے مسلمانوں کے خلاف یہ کھلا کھلا اعلان جنگ تھا اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اسلامی ریاست اور معاشرے کی بنیادیں مستحکم کرنے کے بعد ریاست کے دفاع اور توسیع کی طرف توجہ فرمائی اور اگلے گیارہ مہینوں میں تین گشتی دستے ان قبائل اور علاقوں کی طرف بھیجے جو مدینہ اور مکہ کے درمیان واقع تھے۔ ایسی چھ سفارتی اور سیاسی مہموں کی رسول ﷺ نے خود قیادت فرمائی ایک گشتی دستہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن جحش کی قیادت میں مدینہ سے تین سو میل دور نخلہ کی طرف بھیجا اس طرح گیارہ ماہ میں مدینہ سے روانہ ہونے والے گشتی دستوں اور سفارتی مہموں کی تعداد دس ہو جاتی ہے۔

چار گشتی دستوں میں سے دو کا قریش کے لشکروں اور ایک کا تجارتی قافلے سے آمنا سامنا ہوا اور تینوں دفعہ اتفاقیہ ایسا ہوا۔ حضرت حمزہؓ اپنے دستے کے ساتھ العیص پہنچے تو وہاں پر قریش کا لشکر پہلے سے موجود تھا۔ دونوں طرف سے نہ کوئی تیر چلا نہ تلوار نکلی مگر ابوجہل کو احساس ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کنار بحر تک بھی آنے لگے ہیں دوسرا گشتی دستہ اپنے اونٹوں کو پانی پلانے اور آرام دینے کے لئے معینہ راستے سے دور ایک چشمہ پر پہنچا تو وہاں پہلے سے قریش کا لشکر موجود تھا دونوں طرف سے لڑائی کے لئے صفیں درست کی گئیں مگر لڑائی نہیں ہوئی کیوں لڑائی نہیں ہوئی؟ مورخ اور سیرت نگار اس بارے میں کچھ نہیں بتاتے اس قافلے کا امیر قریش کا دوسرا بڑا سردار ابو سفیان تھا۔ اس واقعہ سے اسے بھی مسلمانوں کے عزم اور جذبہ کا علم ہو گیا تیسرا دستہ ایک دشمن قبیلے پر حملے کے لئے بھیجا گیا تھا اور حملہ میں ناکامی کے بعد اس کے آٹھ ارکان بحیرہ احمر کے کنارے کی طرف نکل گئے تھے جہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ شب گزشتہ ادھر سے گزرا تھا اس گروہ کے آٹھ آدمی قافلہ لوٹ سکتے تھے یا نہیں اہل شعور کے لئے یہ فیصلہ کرنا مشکل نہیں پہلے دو دستوں میں ایک میں تیس اور ایک میں ساٹھ مسلمان شامل تھے مگر انہوں نے قافلہ لوٹنے کی کوشش نہیں کی تھی بنی کنانہ پر حملہ کے لئے بھیجے گئے دستہ میں باہمی اختلاف اور اس کے کچھ ارکان کے بحر احمر کے تجارتی راستے کی طرف چلے جانے پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ناراضگی کا اظہار فرمایا تھا۔ نخلہ کی طرف بھیجے گئے چوتھے دستہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے واضح ہدایت تھی کہ وہ نخلہ میں قیام کریں اور قریش کے بارے میں خبریں معلوم کرکے مدینہ بھیجیں وہ دستہ وہاں مقیم تھا کہ قریش کا ایک تجارتی قافلہ وہاں آگیا مسلمانوں نے اس پر حملہ کر دیا ایک مشرک مارا گیا۔ دو کو قیدی بنا کر وہ

مدینہ لے آئے تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس اقدام کو پسند نہیں فرمایا اور کہا کہ تمہیں اس کام کے لئے تو نہیں بھیجا گیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے خود چھ مہموں کی قیادت فرمائی ان میں سے ایک مسلمانوں کے اونٹ چرا کر لے جانے والوں کے تعاقب میں تھی۔ ایک مہم کے دوران حضورؐ مسلمان قبیلہ جہینہ کے علاقہ تک گئے اور ایک ماہ ان کے ہاں قیام کرکے واپس مدینہ تشریف لے آئے۔ باقی چار مہموں کے دوران حضورؐ نے چار قبائل سے دوستی اور تعاون کے معاہدے کئے یہ چاروں قبیلے قریش مکہ کے اتحادی تھے اور مدینہ اور مکہ کے درمیان آباد تھے۔ ان چار مہموں کے دوران رسول اللہ ﷺ کا قریش مکہ کے کسی قافلے یا گروہ سے آمنا سامنا نہیں ہوا(24)

ایک کے سوا باقی سب مہمات ان علاقوں میں بھیجی گئی تھیں جو مدینہ منورہ اور مکہ مکرمہ کے درمیان واقع تھے قریش مکہ کی مدینہ پر حملہ کرنے والی افواج کوانہی علاقوں سے گزرنا تھا اگر ان علاقوں میں آباد قبائل ریاست مدینہ سے معاہدے نہ کرتے تو قریش کی قوت اور حملہ کی صلاحیت بہت بڑھ جاتی ان قبائل سے معاہدے کرکے رسول اللہ ﷺ نے قریش مکہ کی یہ جنگی برتری کمزور کردی اور ریاست مدینہ کی دفاعی قوت میں اضافہ کیا قریش کے علم بردار لشکروں کا حضرت حمزہؓ اور حضرت عبیدہؓ سے انہی علاقوں میں ٹاکرا ہوا تھا قریش مکہ کے شام کی طرف جانے والے قافلے بھی انہی راستوں اور علاقوں سے ہوکر جاتے تھے۔ ان راستوں کی طرف گشتی دستے بھیج کر اور ان قبائل سے معاہدے کرکے رسول اللہ ﷺ نے قریش مکہ پر واضح کر دیا کہ مسلمان ان کی جارحیت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہیں اوران کی تجارتی اجارہ داری ختم کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں قریش مکہ کی ساری خوشحالی مال و دولت اور پورے جزیرۃ العرب میں تجارتی اجارہ داری کی بنیاد ان کی شام اور یمن سے تجارت پر تھی وہ یمن کی طرف سے آنے والا مال تجارت شام کی طرف لے جاتے تھے اور شام سے تجارتی سامان لا کر یمن کی طرف بھیجا کرتے تھے ان دونوں تجارتی راستوں میں سے اگر کوئی ایک غیر محفوظ ہوجائے تو اس سے ان کی ساری تجارت متاثر ہو سکتی تھی مسلمانوں نے قریش مکہ کا کوئی تجارتی قافلہ نہیں لوٹا تھا انہوں نے شام کے تجارتی راستے پر ان کے کسی تجارتی قافلہ پر حملہ بھی نہیں کیا تھا لیکن یہ ثابت کردیا تھا کہ اگر وہ چاہیں تو ایسا کرسکتے ہیں اور اب اس راستے کے اردگرد بسنے والے قبائل پہلے کی مانند قریش کے قافلوں کی حفاظت نہیں کرسکتے۔

رسول اللہ ﷺ نے سفارتی اور دفاعی منصوبہ بندی کے ذریعے ریاست مدینہ کے اتحادیوں اور

حامیوں کی تعداد میں اضافہ کرکے قریش مکہ کے جارحانہ منصوبوں میں شگاف پیدا کر دیئے ان مہموں کے نتیجے میں بنو مدلج، بنو ضمرہ، غفار، اسلم، مزینہ، جہینہ اور متعدد دیگر قبائل سے دوستی اور تعاون یا غیر جانبداری کے معاہدے عمل میں آئے. ان معاہدوں کی وجہ سے ریاست مدینہ کے دائرہ اثر اور سیاسی حلقہ میں بھی وسعت پیدا ہو گئی. رسول اللہ ﷺ کی یہ مہمیں سفارتی اور دفاعی کے علاوہ تبلیغی بھی تھیں اور لڑاکا گشت (Fighting Patrol) بھی ان کے ذریعے رسول اللہ ﷺ نے ان علاقوں کی زمینی حالت راستوں، پہاڑوں اور چشموں کے بارے میں معلومات جمع کرنے کے علاوہ وہاں رہنے والے قبائل کی فوجی صلاحیتوں باہمی تعلقات اور مسلمانوں کے بارے میں ان کی سوچ اور رویوں کا بھی اندازہ کر لیا اور ان سب چیزوں کو دفاعی سیاسی سفارتی اور تبلیغی منصوبہ بندی کے لئے استعمال کیا۔

حواشی / حوالہ جات

1- شبلی نعمانی، سیرت النبیؐ جلد اول، الفیصل لاہور، 1991ء، صفحہ 190
2- ابن ہشام، سیرت النبیؐ جلد دوم، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی 1982ء، صفحہ 709
3- (الف) کونسٹن ورجیل جورجیو، سیارہ ڈائجسٹ لاہور عکس سیرت نمبر فروری 1993ء، صفحہ 245
(ب) سید قطب، فی ظلال القرآن جلد سوم، اسلامی اکادمی لاہور 1989ء صفحہ 662
4- ابن کثیر، سیرت النبی جلد اول، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی 1982ء، صفحہ 524
5- (الف) بخاری شریف، جلد دوم کتاب الجہاد، لاہور 1991ء، صفحہ 157
(ب) اعمش کی روایت کے مطابق یہ تعداد پانچ سو اور ابو معاویہ کے قول کے مطابق سات سو تک تھی لیکن اس وقت مدینہ میں یہودیوں کے لڑائی کے قابل افراد کی تعداد اڑھائی ہزار کے قریب تھی اس حوالے سے پندرہ سو تعداد ہی درست معلوم ہوتی ہے کیونکہ اگر مسلمانوں اور یہودیوں کی تعداد میں اتنا زیادہ فرق ہوتا تو مدینہ میں غالب مسلمان نہ ہوتے بلکہ یہودیوں اور مشرکوں کا غلبہ ہوتا۔
6- (الف) محمد حسین ہیکل نے ایک جگہ یہ تعداد 35 دی ہے۔ (حیات محمد الفیصل پبلشرز لاہور، صفحہ 377) لیکن ان کی حیات محمدؐ کے انگریزی ترجمہ میں یہ تعداد چالیس دی گئی ہے۔

(Life of Muhammad, Centre of Islamic Studies Qum, Iran. P:201)

(ب) ایک قول یہ بھی ہے کہ نصف مہاجر اور نصف انصار تھے۔ (ابن سعد، طبقات جلد اول، کراچی 1983ء، صفحہ 307)
7- امن کے دنوں میں کسی قبیلے کے علاقے میں کسی وفد کے پرچم لہراتے ہوئے داخل ہونے کا مطلب کیا ہوسکتا ہے؟ میدان جنگ میں تو مختلف گروہوں اور قبیلوں کے الگ الگ پرچم ہوتے تھے امن کی حالت میں کسی قبیلے کے علاقے میں سے پرچم اٹھائے ہوئے گزرنے کا مطلب یہ ہوسکتا ہے کہ وفد کسی مقتدر ہستی کا نمائندہ ہے اور وہ کسی قسم کی لوٹ مار یا غارت گری کی مہم پر نہیں جارہا جیسا کہ عربوں میں گھات لگا کر لوٹنے والوں کا وطیرہ ہوتا تھا۔
8- ابن کثیر، سیرت النبی ﷺ، جلد اول، لاہور 1996ء، صفحہ 530
9- (الف) ایک روایت یہ ہے کہ ابوجہل نے مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہا تھا۔ (محمد حسین ہیکل، حیات محمد فیصل پبلشرز لاہور، صفحہ 377)
(ب) دائرہ معارف اسلامیہ جامع پنجاب لاہور کی طرف سے شائع کردہ "محمد رسول اللہ ﷺ" کے مولفین نے لکھا ہے کہ قریش مکہ نے ابوجہل کی قیادت میں مسلمانوں کے خلاف ایک لشکر بھیجا تھا اور اس لشکر کا حضرت حمزہؓ کے گشتی دستہ سے آمنا سامنا ہوگیا تھا اور یہ قریش کا وہی لشکر تھا یہ کوئی تجارتی قافلہ نہیں تھا۔ (محمد رسول ﷺ، 177)
10- اسلام کے مغربی نقاد اور ان کے زیر اثر مسلمان کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت حمزہؓ کی قیادت میں ان تیس مہاجرین کو قریش مکہ کا قافلہ لوٹنے کے لئے بھیجا تھا لیکن کیا کوئی باہوش آدمی سوچ سکتا ہے کہ تیس آدمی تین سو آدمیوں کو شکست دے کر قافلہ لوٹ سکتے ہیں؟ مغربی نقاد یہ بھی کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ قریش کے قافلوں کی آمدورفت کے بارے میں معلومات حاصل کرتے رہتے تھے

اور ان معلومات کے مطابق اندازہ کر لیتے تھے کہ کب قریش کا قافلہ کہاں سے گزرے گا اگر رسول اللہ ﷺ نے واقعی ایسا کوئی نظام قائم کر رکھا تھا اور آپؐ کو قریش کے قافلوں کی آمد و رفت کے دنوں کا پتہ چل جاتا تھا تو آپؐ کو ان قافلوں کے ساتھ جانے والے افراد اور محافظوں کی تعداد کا بھی لازماً" علم ہو جانا چاہیے تھا اگر ایسا تھا اور حضور ﷺ کو علم تھا کہ قریش کے قافلہ کے ساتھ تین سو آدمی ہیں اور ان کی قیادت خود ابوجہل کر رہا ہے تو آپؐ قافلہ "لوٹنے" کے لئے صرف تیس آدمی ہی کیوں فراہم کر سکے؟ کیا آپؐ کے پاس اور مسلمان نہیں تھے؟ تین سو مشرکین مکہ کے مقابلے میں صرف تیس مسلمان بھیجنے سے لڑائی کے نتیجے کا آپؐ کو علم نہیں تھا؟

11- ابن اسحاق کے مطابق قریش کے قافلے کا سربراہ عکرمہ بن ابوجہل تھا ایک روایت یہ بھی ہے کہ ان کا سردار مکرز بن حفص تھا لیکن عام اتفاق یہی ہے کہ قریش مکہ کا امیر قافلہ ابوسفیان بن حرب تھا۔

12- محمد رسول ﷺ' اردو دائرہ معارف اسلامیہ لاہور' صفحہ 177

13- ڈاکٹر محمد یلیسین مظہر صدیقی' نقوش رسول نمبر جلد 5' 1983ء' صفحہ 366

14- ابن کثیر کے مطابق جھنڈا مقدادؓ بن اسود نے اٹھایا تھا۔ (سیرت النبی جلد اول صفحہ 516)

15- ایک روایت کے مطابق اس دستہ کے ارکان کی تعداد آٹھ تھی۔

16- امام احمد نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے ایک روایت بیان کی ہے جس میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے رجب کے مہینے میں ہمیں روانہ فرمایا اور حکم دیا کہ قبیلہ جہینہ کے پڑوس میں آباد بنی کنانہ کے قبیلے پر حملہ کرو ہم ایک سو سے کم افراد تھے ہم نے حملہ کیا ان کی تعداد زیادہ تھی ہم نے ڈر کر قبیلہ جہینہ میں پناہ لی (جہینہ مسلمان ہو چکے تھے) جہینہ والوں نے ہمیں پناہ دینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ تم رجب کے حرام مہینے میں جنگ کیوں کرتے ہو ہم نے آپس میں مشورہ کیا کہ اب کیا کرنا چاہیے کچھ نے کہا کہ واپس چلیں اور رسول اللہ ﷺ کو صورت حال سے آگاہ کر دیں۔ بعض نے کہا کہ نہیں ہمیں واپس نہیں جانا چاہئے چنانچہ دو گروہ بن گئے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ میں نے اپنے ہمراہیوں سے کہا کہ یہاں ٹھہرے رہنے کی بجائے ہمیں قریش کے تجارتی قافلے پر حملہ کرنا چاہئے اور ان کا مال چھین لینا چاہیے' چنانچہ ہم تو قافلے کی طرف روانہ ہو گئے اور ہمارے باقی ساتھی مدینہ چلے گئے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صورتحال بتائی ان کی بات ختم ہوتے ہی حضورؐ کھڑے ہو گئے آپؐ کا چہرہ مبارک غصہ سے سرخ ہوگیا آپؐ نے فرمایا "تم سب میرے پاس سے اکٹھے گئے تھے اور گروہ بن کر واپس لوٹے ہو اسی طرح کی تفرقہ بازی نے سابقہ قوموں کو تباہ کیا تھا اب میں تمہارا امیر ایسا آدمی مقرر کروں گا کہ جو تم سے بہتر تو نہیں مگر بھوک اور پیاس برداشت کرنے میں وہ تم سے زیادہ صبر کرنے والا ہو" چنانچہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہؓ بن جحش اسدی کو روانہ فرمایا اور مدینہ کے اسلامی دور میں یہ پہلا امیر تھا۔

امام بیہقی نے اس روایت میں اضافہ کیا ہے کہ جب قبیلہ جہینہ والوں نے کہا کہ تم رجب کے حرام مہینے میں کیوں جنگ کرتے ہو؟ تو حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے جواب میں کہا کہ ہم ان لوگوں سے ماہ حرام میں جنگ کرتے ہیں جنہوں نے ہمیں بلد حرام مکہ سے نکالا ہے۔ (بحوالہ ابن کثیر' سیرت النبی' جلد اول' لاہور 1996ء صفحہ 530' 531)

اس سلسلے میں بعض حقائق قابل غور ہیں:

حضرت سعدؓ بن ابی وقاصؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں جہینہ کے پڑوسی قبیلہ بنی کنانہ پر

حملہ کرنے بھیجا تھا رسول اللہ ﷺ ہجرت کے گیارہویں مہینے غزوہ الابواء یا ودان کے لئے تشریف لے گئے تھے اور بنی کنانہ کی شاخ بنی ضمرہ کے سردار مخشی بن عمرو سے ایک معاہدہ کیا تھا جس کی شرائط یہ تھیں کہ فریقین ایک دوسرے سے جنگ نہیں کریں گے بنی ضمرہ مسلمانوں کے خلاف لشکر جمع نہیں کریں گے اور نہ ہی مسلمانوں کے دشمن کی مدد کریں گے۔

الابواء اور ودان میں چھ میل کا فاصلہ ہے اور یہ مدینہ سے مکہ مکرمہ جانے والے راستے پر واقع ہیں یعنی اس راستے پر جس سے قریش مکہ مدینہ پر چڑھائی کرسکتے تھے یہ مقام مکہ مکرمہ سے شام کی طرف جانے والے تجارتی راستہ کے بھی قریب ہے اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنو ضمرہ (بنی کنانہ) اس اہم مقام پر آباد تھے اور اس معاہدے سے پہلے مسلمانوں کے حلیف نہیں تھے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی جو روایت ابھی بیان کی گئی ہے اگر اس میں رجب کی جگہ ذیقعد کا مہینہ لکھ دیا جائے تو وہ سریہ سعدؓ بن ابی وقاص کی تاریخ بن جاتی ہے اس طرح رسول اللہ ﷺ نے دو ماہ پہلے بنی کنانہ کے خلاف ایک دستہ ارسال فرمایا اور جب وہ دستہ ناکام واپس آگیا تو خود ایک دستہ کے ساتھ اس قبیلے کی طرف تشریف لے گئے اور اس سے غیر جانبداری اور امن کا معاہدہ کیا گویا اس وقت تک بنی کنانہ جانبدار تھے اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے ان کی طرف ایک دستہ ارسال فرمایا تھا تاکہ انہیں احساس دلایا جائے کہ مسلمان اتنے کمزور نہیں کہ وہ اتنی دور آکر بھی ان پر حملہ کرسکتے ہیں اسی احساس اور حملہ کی وجہ سے بنی ضمرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے معاہدہ امن کیا۔

لیکن اس کا ایک اور پہلو بھی ہے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کہتے ہیں کہ وہ رجب کے مہینے میں بنی کنانہ پر حملہ کرنے گئے تھے اور اس حملے میں ان کی ناکامی اور مشکلات کے مقابلہ میں بے صبری کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن جحش کو امیر بنایا تھا حضرت عبداللہ بن جحش کو رسول اللہ ﷺ نے رجب کے مہینے میں ہی ایک دستہ کے ساتھ نخلہ کی طرف بھیجا تھا اس لئے کہا جا سکتا ہے کہ بنی کنانہ پر حملہ کے فوراً بعد نخلہ کی طرف دستہ روانہ کیا گیا تھا مگر اس میں ایک مشکل ہے حضرت عبداللہ بن جحش ہجرت کے سترھویں مہینے نخلہ کی طرف دستہ لے کر گئے تھے جبکہ رسول اللہ ﷺ نے ہجرت کے گیارہویں مہینے بنی ضمرہ سے معاہدہ کیا تھا اس لحاظ سے بنی کنانہ پر حملہ کا حکم گیارہویں مہینے سے پہلے دیا جانا چاہیے تھا اور گیارہویں مہینے سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے نویں مہینے میں ایک دستہ بھیجا تھا جس کے امیر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص ہی تھے اسی کو سریہ سعدؓ بن ابی وقاص کہا جاتا ہے سیرت نگاروں اور مورخین نے سرایا کی جو فہرست درج کی ہے اس میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی امارت میں ایک سو سے کم مہاجرین کا دستہ لے کر کسی سریہ پر جانے کا ذکر نہیں ملتا اور اس علاقہ کی طرف ان کا ایک ہی سریہ ملتا ہے جس کے شرکاء کی تعداد بیس یا دس بتائی جاتی ہے اور جس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ جب وہ الخرار کے مقام پر پہنچے تو قریش کا قافلہ ایک رات پہلے گزر چکا تھا لیکن اس میں یہ بھی ہے کہ حضورؐ نے ان سے الخرار سے آگے نہ جانے کا عہد لیا تھا مگر ایسا کوئی ذکر نہیں کہ حضورؐ نے انہیں قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے کا حکم دیا ہو۔

تو کیا یہ ممکن نہیں کہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے جو روایت بیان کی گئی ہے اس کی تاریخ غلط درج ہوگئی ہو اور اصل تاریخ وہی ہجرت کے نویں مہینے ذیقعد والی ہو اور اس ماہ وہ ایک سو سے کم افراد کے ساتھ بنی کنانہ پر حملہ کرنے گئے ہوں اور حملہ کی ناکامی کے بعد جیسا کہ وہ خود کہتے ہیں ان کے کچھ ساتھی مدینہ روانہ ہوگئے ہوں اور وہ خود کچھ ساتھیوں کے ہمراہ اپنے طور پر قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے

چلے گئے ہوں تاکہ مال غنیمت ہاتھ آجائے' ہجرت کے نویں ماہ ذیقعد میں جب وہ سریہ لے کر گئے تھے تو اس وقت بھی قریش کا قافلہ پہلے گزر گیا تھا ماہ رجب میں اپنے ساتھیوں سے الگ ہو کر جب وہ قریش کے قافلہ پر حملہ کرنے جاتے ہیں تو بھی قافلہ گزر چکا ہوتا ہے اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ صورت وہی ممکن ہے جس کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے جسے سریہ سعدؓ بن ابی وقاص کہا جاتا ہے اصل میں وہ اسی دس بیس مہاجرین کے گروہ کا قریش کے قافلہ پر اپنے طور پر حملہ کرنے کے پروگرام کا نام ہے۔

بنی کنانہ پر حملہ کے حکم کے وقت امیر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص تھے لیکن حملہ کی ناکامی اور ان کے اپنے ساتھیوں کو متحد نہ رکھ سکنے کی وجہ سے نخلہ کی طرف بھیجے جانے والے دستہ کی کمان انہیں نہیں دی گئی بلکہ انہیں ایک رکن کی حیثیت سے اس میں شامل کیا گیا۔

17- تفصیل کے لئے دیکھیں حاشیہ نمبر 16

18- جنگ کے شوقین ہمارے مورخ اور سیرت نگار جوش جہاد میں ہر سریہ اور غزوہ کا مقصد قریش کے کسی نہ کسی قافلہ کو روکنا قرار دے دیتے ہیں اور پھر نہایت سادگی میں لکھ دیتے ہیں "مگر جنگ کی نوبت نہ آئی" غزوہ ابواء کا مقصد بھی وہ یہی قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ حضورؐ قریش کے ایک قافلہ کو روکنے گئے تھے اور پھر وہی ٹیپ کا بند کہ "مگر جنگ کی نوبت نہ آئی" وہ اس بارے میں کچھ نہیں بتاتے کہ قریش کے اس قافلہ کا امیر کون تھا اور اس کے ساتھیوں کی تعداد کیا تھی کیونکہ نہ تو ایسا کوئی قافلہ تھا اور نہ ہی رسول اللہ ﷺ اس مقصد کے لئے مدینہ سے نکلے تھے آپؐ پہلے اسی طرف گشتی دستے بھیجتے رہے تھے ان میں سے ایک دستہ نے بنی ضمرہ کے اصل قبیلے بنی کنانہ پر حملہ کیا تھا (حاشیہ 16) بنی کنانہ کوئی قافلے لے کر نہیں جا رہے تھے یہ ان کا علاقہ تھا وہاں سے قریش کے تجارتی قافلہ گزرتے تھے اس لئے ظاہر ہے کہ وہ قریش کے پرانے حلیف تھے رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد قریش نے مدینہ کے اردگرد کے ان کے قبائل سے بھی معاہدے کر لئے تھے جن سے پہلے ان کے معاہدے نہیں تھے۔ ریاست مدینہ کے دفاع کے لئے ان قبائل کے دلوں سے قریش کا رعب و دبدبہ دور کرنا اور قریش اور مسلمانوں کے معاملے میں انہیں حلیف بنانا اور اگر ایسا ممکن نہ ہوسکے تو غیر جانبدار رہنے پر آمادہ کرنا ضروری تھا قریش مکہ مدینہ کی اقتصادی ناکہ بندی کا جو منصوبہ بنا رہے تھے اس کے تدارک کے لئے بھی ضروری تھا کہ ان کے دل میں احساس پیدا کیا جائے کہ اگر انہوں نے ایسا کیا تو ان کے قافلے بھی محفوظ نہیں رہیں گے ان مقاصد کے حصول کے لئے پہلے تو رسول اللہ ﷺ گشتی دستے بھیجتے رہے اور جب ان مہموں کے نتیجے میں معاہدے کی راہ ہموار ہوگئی تو حضورؐ خود ایک دستہ کے ساتھ معاہدہ کرنے ان کے پاس گئے اور ان سے معاہدہ کیا اس سے اردگرد کے قبائل کو بھی احساس ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ خود بھی مدینہ سے دور دراز کے علاقوں میں جاکر دشمنوں یا دشمن کے حلیف قبائل کے خلاف کارروائی کرسکتے ہیں اور انہیں پیچھے مدینہ میں اب کسی قسم کی گڑ بڑ کا خدشہ نہیں انصار مدینہ خود حضورؐ کی عدم موجودگی میں ریاست کا انتظام چلانے کے قابل ہیں اور خزرج کے سردار کو خلیفہ بنایا جائے تو بھی مسلمان اسی طرح اس کا حکم مانتے ہیں جس طرح اوس کے کسی سردار کو خلیفہ بنایا جائے تو وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں چنانچہ ہجرت کے تیرھویں مہینے جب رسول اللہ ﷺ غزوہ بواط کے لئے مدینہ سے باہر گئے تو آپؐ نے اوس کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ کو مدینہ میں خلیفہ بنایا تھا۔

19- بحوالہ ابن کثیر' سیرت النبی جلد اول' لاہور 1996ء' صفحہ 524

20- قدیم مورخوں اور سیرت نگاروں نے اس سفر کا مقصد بھی قریش کے قافلہ کو روکنا بتایا ہے وہ کہتے ہیں

کہ اس قافلہ میں اڑھائی ہزار اونٹ تھے اور اس کا امیر امیہ بن خلف تھا پھر وہی کچھ ہوا "جنگ نہ ہوئی اور آپ مدینہ واپس آ گئے"

21- مورخین اور سیرت نگاروں نے حضورؐ کے اس سفر کا مقصد بھی قریش مکہ کے تجارتی قافلہ پر حملہ بتایا ہے وہ لکھتے ہیں کہ "رسول اللہ ﷺ قریش کے تجارتی قافلہ کی جستجو کے لئے روانہ ہوئے جو شام جارہا تھا" مگر حضور کے پہنچنے سے پہلے ہی قافلہ آگے نکل گیا تھا گویا اس بار بھی حضورؐ حملہ کرنے میں ناکام اور معاہدہ کرنے میں کامیاب رہے معلوم نہیں کیوں وہ اس بارے میں غور نہیں کرتے کہ حضورؐ کے لئے قافلہ لوٹنے سے بھی بہت ضروری تجارتی راستہ کے اردگرد بسنے والے قبائل سے معاہدہ کرکے قریش کے خطرہ کو کم کرنا تھا۔

22- ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی، نقوش رسول نمبر جلد 5، لاہور، 1983ء صفحہ 367

23- بعض نے یہ تعداد بارہ بتائی ہے لیکن اکثریت کا اتفاق نو پر ہے۔

24- ہمارے قدیم مورخ جوش جہاد کے زیر اثر اور رسول اللہ ﷺ کے مغربی دشمن تعصب کی مدہوشی میں رسول اللہ ﷺ کے ان غزوات کا ایک ہی سبب بیان کرتے ہیں اور وہ تھا قریش کے تجارتی قافلہ کا لوٹنا وہ کہتے ہیں کہ اس میں کامیابی اس وجہ سے نہ ہوئی کہ ہر بار قافلہ رسول اللہ ﷺ کے وہاں پہنچنے سے پہلے ہی آگے نکل گیا تھا قابل غور بات یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ان سب مہموں کی منزلیں مختلف ہیں جبکہ مکہ سے شام کا عام تجارتی راستہ ایک ہی تھا اور یہ مقامات اس سے کافی دور اور مختلف اطراف میں تھے۔ دوسرے اگر یہ بات مان لی جائے کہ قریش ہر بار بچ کر نکل جاتے تھے تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اتنا عرصہ وہاں مقیم کیوں رہے؟ آپؐ فوراً" مدینہ واپس کیوں نہ آ گئے؟ جیسا غزوہ تلاش کرز بن جابر کے وقت کیا تھا اگر ان مغربی محققین کی اس رائے کو مان لیا جائے کہ حضورؐ وہاں قریش کے قافلوں کی واپسی کے انتظار میں مقیم رہا کرتے تھے تو پہلی بات یہ ہے کہ شام جانے والے قافلے دو ہفتے یا ایک مہینے میں واپس نہیں آ سکتے تھے۔ اس سفر میں تین ساڑھے تین ماہ لگ جایا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کو ان سفروں کی منزلوں اور وقت کا اچھی طرح علم تھا آپؐ کا خاندان تاجروں کا خاندان تھا کئی نسلوں سے آپؐ کے اجداد اس تجارتی راستے پر سفر کرتے رہے تھے آپؐ خود بھی اس تجارتی راستے پر سفر کرچکے تھے لہٰذا ممکن ہی نہیں تھا کہ آپؐ کو علم نہ ہو کہ قافلے تین ساڑھے تین ماہ بعد واپس آئیں گے اگر فرض بھی کر لیا جائے کہ تین ماہ نہیں ایک ڈیڑھ ماہ ہی لگتے تھے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر رسول اللہ ﷺ واپس کیوں آ جاتے تھے؟ ایک ماہ تک تو آپ قافلہ کا انتظار کرتے رہتے تھے کہ وہ واپس آئے اور اسے لوٹ لیں لیکن پھر ہر بار اس کے آنے کے فرضی وقت سے دس پندرہ روز پہلے ہی واپس آ جایا کرتے تھے جہاں ایک مہینہ انتظار کیا جاتا تھا۔ آٹھ دس روز مزید کیوں انتظار نہیں کیا جاسکتا تھا؟ مورخین ایسی کوئی مجبوری بھی نہیں بتاتے جس کی بنا پر انتظار ادھورا چھوڑ کر حضورؐ کو مدینہ واپس آنا پڑ جاتا تھا۔

قریش مکہ صدیوں سے شام کی طرف سال میں ایک ہی قافلہ تجارت بھیجا کرتے تھے سال میں ایک دو سے زیادہ تجارتی قافلے ترتیب دینا اور اتنے لمبے سفر پر بھیجنا عملاً" ممکن نہیں ہوتا تھا پھر یہ کیسے ممکن ہوگیا کہ انہوں نے گیارہ مہینوں میں نو قافلے تیار کرکے شام بھیج دیئے؟ پہلے تو ایسا کبھی نہیں ہوا تھا؟

غزوۂ بدر

وہ بڑا اہم دور تھا مسلمانوں کے لئے بھی اور مکہ کے قریش کے لئے بھی دونوں فریقوں کے درمیان حالت جنگ تو پہلے سے موجود تھی(1) سریہ نخلہ سے پہلے ہی قریش نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف کھلا اعلان جنگ کر رکھا تھا وہ بہت سے معصوم اور مجبور مسلمانوں کو شہید کرچکے تھے اس وقت بھی کئی مسلمان قریش کی قید میں تھے قریش نے رسول اللہ کو قتل کرنے کی اجتماعی سازش تیار کی تھی جب اللہ تعالیٰ نے حضورؐ کو سلامتی کے ساتھ مدینہ پہنچادیا تو قریش مدینہ کے مشرکوں اور یہودیوں کو حضورؐ کو قتل کر دینے یا شہر سے نکال دینے کے لئے دھمکیاں اور تراغیب دے رہے تھے وہ ریاست مدینہ کے خلاف جزیرہ نمائے عرب کے مشرک قبائل کو متحد کرکے اسلام کو ختم کرنے کے منصوبے بنا رہے تھے مکہ میں مسلمان جو اپنی املاک چھوڑ آئے تھے۔ قریش نے ان پر غاصبانہ قبضہ کر رکھا تھا انہوں نے مسلمانوں پر اللہ کے گھر کے دروازے بند کر دیئے تھے ابن حضرمی کے قتل سے ایک فیصلہ کن مرحلہ آگیا اور قریش نے ریاست مدینہ کے خلاف بھرپور کارروائی کا فیصلہ کر لیا(2) ابن حضرمی کا قتل قریش کی صدیوں سے چلی آنے والی سیاسی مذہبی اور اقتصادی اجارہ داری کے لئے بہت بڑا چیلنج تھا مسلمانوں نے ان کی ریاست کی حدود کے پاس ان کو چیلنج کیا تھا اگر وہ خاموش رہتے ہیں تو سارے عرب اور عربوں میں ان کی کمزوری ظاہر ہوجاتی ہے اپنے گرتے ہوئے دنیاوی وقار اور مقام و مرتبہ کو سہارا دینے کے لئے انہوں نے کوششیں تیز کردیں اور ہتھیاروں کی خریداری کے لئے ایک بڑا تجارتی قافلہ شام بھیجا (3) قریش میں سے جس کسی کے پاس ایک اوقیہ سے زیادہ سونا یا چاندی تھی اس نے وہ بھی اس میں لگا دیا تھا۔ وہ مال تجارت ایک ہزار اونٹوں پر لدا ہوا تھا اس قافلہ کا سربراہ ابوسفیان تھا۔

رسول اللہ ﷺ قریش کے منصوبوں اور تیاریوں سے آگاہ تھے اورانہیں ناکام بنانے کے لئے

سارے وسائل اور طریقے استعمال کر رہے تھے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو غیر اللہ کی حاکمیت ختم کرنے کا مشن سونپا تھا ریاست مدینہ کی حدود میں اللہ کی حاکمیت کے قیام کے بعد حضورؐ نے اس ریاست اور حاکمیتِ الٰہی کی توسیع کے لئے اقدامات شروع کر دیئے غیر اللہ کی پوجا اور غیر اللہ سے طلب کی مانند غیر اللہ کا خوف بھی شرک ہے اللہ کی حاکمیت کے قیام اور شرک کے خاتمہ کے لئے لوگوں کے دلوں سے قریش کا خوف ختم کرنا آپؐ کے مشن کا حصہ تھا قریش مکہ کو اپنے منصوبوں پر عمل کی کھلی چھٹی دینا آپؐ کے منصب کے منافی تھا آپؐ نے آگے بڑھ کر چیلنج کرنے اور اہلِ عرب کے دلوں پر سے قریش کا خوف دور کرنے کا فیصلہ کیا اور ہجرت کے انیسویں مہینے بارہ رمضان 2 ہجری کو ایک دستہ کے ساتھ مدینہ سے نکلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بڑی جلدی میں مدینہ سے روانہ ہوئے کچھ لوگوں نے اجازت چاہی کہ وہ مدینہ کی بیرونی آبادیوں سے اپنی سواریاں لے آئیں مگر حضورؐ نے ان کے آنے کا بھی انتظار نہیں فرمایا(4) رسول اللہ ﷺ نے طلحہ بن عبید اللہ تیمی اور حضرت عمرؓ کے چچا زاد سعیدؓ بن زید کو قریش کے تجارتی قافلے کے بارے میں خبریں معلوم کرنے بھیجا تھا مگر آپؐ نے ان کی واپسی کا بھی انتظار نہ کیا مدینہ سے دو کلو میٹر باہر نکل کر آپؐ نے لشکر کا معائنہ فرمایا کم عمر لڑکے بھی شوق جہاد میں لشکر میں شامل ہو گئے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان میں سے اسامہ بن زیدؓ، رافع بن خدیجؓ، براءؓ بن عازب، اسیدؓ بن ظہیر، زیدؓ بن ارقم اور زیدؓ بن ثابت، کو واپس بھیج دیا لیکن عمیرؓ بن ابی وقاص حضورؐ کے حکم پر رونے لگے تو آپؐ نے انہیں لشکر کے ساتھ جانے کی اجازت دیدی، عمیرؓ بن ابی وقاص حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے چھوٹے بھائی تھے ان کی عمر اتنی چھوٹی تھی کہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے خود انہیں تلوار پہنائی تھی حضورؐ نے حضرت ابنِ امِ مکتوم کو مدینہ میں مسلمانوں کو نماز پڑھانے پر مقرر فرمایا تھا۔ حضرت ابو لبابہؓ بن عبد المنذر انصاری کو مدینہ میں اور حضرت عاصمؓ بن عدی کو عالیہ میں اپنا جانشین مقرر فرمایا بنی عمرو بن عوف کی طرف سے کچھ مشکوک اطلاعات موصول ہوئیں تو آپؐ نے حضرت حارثؓ بن حاطب کو ان کی طرف بھیج دیا آپؐ نے علم حضرت مصعبؓ بن عمیر کو سونپا یہ سفید رنگ کا جھنڈا تھا اس کے علاوہ دو جھنڈے سیاہ رنگ کے تھے ان میں سے ایک حضرت عائشہؓ صدیقہ کی چادر سے بنایا گیا تھا اور حضرت علیؓ نے اٹھا رکھا تھا دوسرا سیاہ جھنڈا حضرت سعدؓ بن معاذ کے پاس تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت صعصعہؓ انصاری کو لشکر کے پچھلے حصہ کا نگران مقرر فرمایا ان کے ذمے تھکے ماندے اور کسی وجہ سے لشکر سے بچھڑ جانے والوں کی دیکھ بھال اور انہیں لشکر کے ساتھ لے کر چلنے کا فرض تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے لشکر میں تین سو چالیس افراد شامل تھے (5) ان کے پاس ستر اونٹ اور دو گھوڑے تھے ان میں سے ایک گھوڑا حضرت مقدادؓ بن عمرو کے پاس تھا اور دوسرا گھوڑا حضرت زبیرؓ بن العوام کا تھا(6) اونٹوں پر باری باری سوار ہوتے رسول اللہ ﷺ حضرت علیؓ اور حضرت ابو لبابہؓ کے پاس ایک ہی اونٹ تھا حضرت علیؓ اور حضرت ابو لبابہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ آپؐ سوار ہو کر چلیں ہم پیدل ساتھ چلیں گے"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم دونوں پیدل چلنے میں مجھ سے زیادہ طاقتور نہیں اور نہ ہی میں ثواب سے بے نیاز ہوں میں پیدل چلنے کا زیادہ ثواب کیوں چھوڑ دوں"

الروحاء سے حضرت ابولبابہؓ کو آپؐ نے واپس مدینہ بھیج دیا اور باقی سفر بھی حضورؐ نے دیگر صحابہ کی مانند ہی کبھی پیدل چل کر اور کبھی اونٹ پر طے کیا اور الروحاء سے آگے کے سفر میں آپؐ نے حضرت مرثدؓ بن ابی مرثد غنوی کو اپنے ساتھ شامل کرلیا اور وہ رسولؐ اللہ کے ساتھ اونٹ پر باری باری سواری کرنے لگے چونکہ مدینہ سے آپؐ ابوسفیان کے قافلہ کا راستہ روکنے کی غرض سے نکلے تھے اس لئے لڑائی کی کوئی تیاری نہیں کی تھی اور نہ ہی سب مسلمانوں کو لشکر اسلام میں شامل ہونے کا حکم دیا تھا.

رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ہمراہ بدر کی طرف جا رہے تھے مدینہ سے چار میل ہی دور گئے تھے کہ ایک شخص آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا صحابہ کرامؓ اسے دیکھ کر خوش ہوئے وہ بہادر بھی تھا اور دلاور بھی "یا حضرت میں بھی آپؐ کے لشکر کے ساتھ جانا چاہتا ہوں تاکہ مال غنیمت میں سے کچھ حاصل کرسکوں" اس نے عرض کیا.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کیا تو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہے؟"

اس نے جواب دیا "نہیں"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ہم مشرک سے قطعاً" مدد نہیں لیتے تم واپس چلے جاؤ"

آپ چلتے رہے تھوڑی دور گئے تھے کہ وہی آدمی پھر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوا اور لشکر اسلام کے ساتھ شامل ہونے کی درخواست کی.

رسول اللہ ﷺ نے اس بار بھی پوچھا "کیا تو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہے؟"

اس نے پھر وہی جواب دیا "نہیں"

رسول اللہ ﷺ نے پھر فرمایا "واپس جاؤ ہم کسی مشرک سے قطعاً" مدد نہیں لیتے؟"

تھوڑی دیر بعد وہ شخص تیسری مرتبہ لشکر میں شامل ہونے کی التجا لے کر آپؐ کی خدمت میں حاضر

ہوا۔
رسول اللہ ﷺ نے اس بار بھی پوچھا "کیا تو اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان رکھتا ہے؟"
"ہاں یا رسول اللہ ﷺ" اس نے جواب دیا
آپؐ نے اسے اسلامی لشکر میں شامل ہونے کی اجازت عطا فرمادی
حضرت حذیفہؓ بن یمان اور ان کے والد حضرت حسیلؓ مکہ سے نکلے تو قریش مکہ نے انہیں پکڑ لیا قریش کی تیاریوں کا علم ہوتے ہی وہ باپ بیٹا مدینہ کی طرف چل پڑے تھے قریش نے پوچھا "تم محمدؐ کے لشکر میں شامل ہونے جارہے ہو؟"
"نہیں ہم تو مدینہ میں اپنے گھر جارہے ہیں" انہوں نے جواب دیا
حضرت حسیلؓ کی بیوی اور حضرت حذیفہؓ کی والدہ کا تعلق مدینہ کے قبیلہ بنو عبدالاشہل سے تھا اور وہ کافی عرصہ مدینہ میں بھی رہے تھے مگر قریش کے لشکر کی تیاری کے وقت دونوں مکہ میں تھے۔
"تم مدینہ تو جاسکتے ہو مگر وعدہ کرو کہ محمدؐ کے ساتھ مل کر ہمارے خلاف ہتھیار نہیں اٹھاؤ گے" قریش مکہ نے شرط لگادی انہوں نے مجبوراً" یہ شرط مان لی۔
مدینہ پہنچے تو معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف روانہ ہوچکے ہیں دونوں حضورؐ کی خدمت میں پیش ہو گئے اور مکہ سے روانگی اور قریش کے ہاتھوں گرفتاری کا واقعہ سنایا اور اسلامی لشکر میں شامل ہونے کی خواہش ظاہر کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم واپس چلے جاؤ اور جو وعدہ کرچکے ہو اسے پورا کرو ہم ان پر (قریش کے خلاف) اللہ کی مدد چاہتے ہیں"
رسول اللہ ﷺ کے حکم پر وہ دونوں لشکر میں شامل نہ ہوسکے اور مدینہ لوٹ گئے۔
یہ وہی حضرت ابوعبداللہ حذیفہ بن یمان تھے جنہیں رسول اللہ علیہ وسلم نے قیامت کے روز اپنی معیت کی بشارت دی تھی اور جن کا لقب "صاحب السرِرسولؐ اللہ" (رسول اللہ ﷺ کے محرم راز) تھا اور حضرت عمر فاروقؓ نے جنہیں مدین کا گورنر مقرر فرمایا تھا۔

طریق نبی ﷺ

مدینہ سے چل کر رسول اللہ ﷺ عقیق، ذوالحلیفہ، اولات الجیش، تربان، ملل، عمیس الحمام، صخیرات الیمامہ، سیالہ، الروحا، شنوکہ، عرق الظبیہ، سجسج، منصرف الفازیہ اور وادی رحقان ہوتے ہوئے صفراء پہنچے۔ وہاں سے آپؐ نے بسبس بن عمرو جہنی اور عدی بن ابی الزغبا کو قافلہ کی خبریں معلوم کرنے کے لئے آگے بھیج دیا(7) صفراء سے گزر کر آپؐ روایتی راستہ سے ہٹ کر دائیں

طرف مڑ گئے اور وادی ذفران سے گزر کر قیام فرمایا۔

قافلے کی خبر

بسبس بن عمرو اور عدی بن ابی الزغبا اس علاقہ کے راستوں سے واقف تھے وہ جانتے تھے کہ قافلے کہاں قیام کرتے ہیں اور ان کے بارے میں کہاں سے اطلاعات مل سکتی ہیں بدر کی وادی میں پہنچ کر انہوں نے اپنے اونٹوں کو ایک ٹیلے پر بٹھادیا اور پانی اور خبریں لینے ایک کنویں کی طرف گئے وہاں دو مقامی لڑکیاں پانی بھر رہی تھیں ایک دوسری سے کہہ رہی تھی کہ ایک دو روز میں قریش کا تجارتی قافلہ یہاں پہنچنے والا ہے میں قافلے میں مزدوری کروں گی اور جو رقم ملے گی اس سے تمہارا قرض اتار دوں گی قافلوں کے روایتی راستوں پر رہنے والے قبائل کو پہلے سے قافلے کی آمد کی خبر مل جایا کرتی تھیں کیونکہ ان قبائل کو قافلے کے اپنے علاقہ میں قیام اور نگرانی کا بندوبست کرنا ہوتا تھا ابو سفیان کے قافلۂ تجارت کے پروگرام کی خبر مل گئی تو بسبس بن عمرو اور عدی بن الزغبا جلدی سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف روانہ ہوگئے جب وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس پہنچے تو آپؐ ابھی وادی ذفران میں ہی مقیم تھے۔

ابوسفیان کی ہوشیاری

قریش کے تجارتی قافلہ کے امیر ابو سفیان کو قریش اور مسلمانوں کے درمیان جنگ کی حالت سے پیدا ہونے والے خدشات کا احساس تھا وہ مسلمانوں کی تیاریوں اور شام کی طرف جانے والے تجارتی راستے کے اردگرد ان کے گشتی دستوں کی نقل و حرکت سے واقف تھا اس نے شام کے مقام زرقہ سے قبیلہ غفار کے ایک شخص ضمضم بن عمرو کو بیس مثقال اجرت پر مکہ دوڑادیا تاکہ وہ قریش کو ان کے قافلہ تجارت کے لئے خطرہ سے آگاہ کرے(8) اور انہیں قافلہ کی مدد کے لئے آنے کو کہے اس کے علاوہ ابوسفیان ہر آنے جانے والے سے پوچھتا تھا کہ اس نے کسی گروہ کو تو نہیں دیکھا بدر کے قریب پہنچ کر وہ قافلہ ادھر لانے سے پہلے خود حالات معلوم کرنے بدر کی وادی میں آیا تو وہاں اسے مجدی بن عمرو جہنی مل گیا یہ وہی شخص تھا جس نے سریہ حمزہؓ کے وقت ابوجہل اور مسلمانوں کے درمیان جنگ رکوادی تھی کیونکہ اس کے دونوں سے معاہدے تھے ابوسفیان نے اس سے مسلمانوں کی نقل و حرکت کے بارے میں پوچھا تو اس نے لاعلمی ظاہر کی ابو سفیان نے پوچھا تم نے یہاں کسی اجنبی کو دیکھا ہے؟ اس نے بتایا کہ دو شتر سوار چشمے سے پانی

بھرنے آئے تھے اور پھر واپس چلے گئے تھے ابو سفیان اس ٹیلے تک گیا جہاں بسبس اور عدی نے اپنے اونٹ باندھے تھے ابوسفیان نے بدوی قبائل کے طریقہ کے مطابق یہ جاننے کے لئے یہ اونٹ کس طرف سے آئے ہوں گے. وہاں پڑی اونٹوں کی مینگنیاں اٹھا کر توڑیں تو ان میں کھجور کی گٹھلیاں تھیں اس سے صاف ظاہر تھا کہ سوار کسی ایسی جگہ سے تعلق رکھتے ہیں جہاں کھجوریں عام ہوتی ہیں کیونکہ صحراؤں اور ریگزاروں کے بدوؤں کے گھاس چرنے والے اونٹوں کی مینگنیوں سے کھجور کی گٹھلیاں برآمد نہیں ہوسکتی تھیں وہ سمجھ گیا کہ سواروں کا تعلق رسول اللہ ﷺ کے قافلہ سے ہے وہ جلدی سے مڑا اور قافلہ کو بدر کی طرف آنے سے روک دیا اور تیزی سے راستہ بدل کر ساحل سمندر کے ساتھ ساتھ چلنے لگا.

الغوث ! الغوث !

مکہ کی وادی میں ایک آواز گونجی' "الغوث ! الغوث !(مدد ! مدد !) جس کسی نے سنا وہ آواز کی طرف دوڑا ابوجہل مسجد حرام میں تھا وہ بھی آواز کی طرف دوڑ پڑا بطن وادی میں ایک شخص اونٹ پر کھڑا تھا اس نے اپنے کپڑے پھاڑ لئے تھے اپنے اونٹ کے کان کاٹ دیئے تھے پالان الٹ دی تھی اور پوری قوت سے چلا رہا تھا "اے گروہ قریش لطیمہ ! لطیمہ" (اپنے تجارتی قافلے کی فکر کرو' اپنے قافلہ کا فکر کرو!) تمہارا مال و متاع ابوسفیان کے ساتھ ہے اور محمدؐ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ قافلے کی گھات میں ہے شاید تم قافلہ بچانے میں کامیاب نہ ہو سکو الغوث! الغوث! مدد کو پہنچو! مدد کو پہنچو"

یہ ضمضم غفاری کی آواز تھی جو شدید خطرہ کی خبر پہنچانے کے عربوں کے روایتی طریقے کے مطابق اونٹ پر کھڑا چلا رہا تھا.

لطیمہ اس تجارتی قافلہ کو کہتے تھے جس کے پاس کپڑے' خوشبوئیں اور مشک جیسا قیمتی مال تجارت ہو. خوراک یا کھانے پینے کی عام چیزیں نہ ہوں.

قریش کی تیاریاں

قریش میں غصہ کی لہر دوڑ گئی "محمدؐ اور اس کے ساتھی ابو سفیان کے قافلہ کو بھی ابن حضرمی کا قافلہ سمجھ رہے ہیں ! واللہ انہیں جلد پتہ چل جائے گا کہ اب ایسا نہیں ہوگا"

قریش کے سردار لشکر کی تیاریوں میں لگ گئے سہیل بن عمرو نے کہا "اے آلِ غالب کیا تم محمدؐ اور

یثرب کے صابیوں کو اپنے قافلہ اور مال پر قبضہ کرنے دو گے؟ اگر کسی کو لشکر میں شامل ہونے کے لئے مال کی ضرورت ہے تو مال حاضر ہے کسی کے پاس ہتھیار نہیں تو وہ بھی حاضر ہیں"

امیہ بن ابی الصلت نے سہیل کی اس فراخدلی کے بارے میں قصیدہ لکھا اور مکہ کی محفلوں میں گانے لگا تاکہ دوسروں کو بھی آمادہ جنگ کیا جائے اور ان میں بھی جوش و جذبہ پیدا ہو۔

نوفل بن معاویہ مکہ کے ایک ایک مالدار قریشی کے پاس گیا اور اسے جنگی فنڈ کے لئے مال اور سواریاں فراہم کرنے پر تیار کیا تاکہ زیادہ سے زیادہ لوگ لشکر میں شامل ہو سکیں۔

عبداللہ بن ابی ربیعہ نے پانچ سو دینار جنگی فنڈ میں دیئے دینار اس زمانے میں بہت بڑی رقم ہوتا تھا اس نے ہتھیار اور سواریاں خریدنے کے لئے حویطب بن عبدالعزیٰ سے بھی قریش کے جنگی فنڈ میں تین سو دینار دلائے۔

طعیمہ بن عدی نے بیس اونٹ دیئے اور بیس لڑنے والوں کے گھر کا خرچہ ادا کرنا اپنے ذمہ لے لیا۔

ابو لہب نے عاص بن ہشام کا چار ہزار درہم کا قرض معاف کر دیا اور کہا کہ وہ اس جگہ قریش کے لشکر میں شامل ہو جائے۔

امیہ بن خلف بوڑھا تھا وہ خود قریش کے لشکر میں شامل نہیں ہونا چاہتا تھا ایک روز وہ بیت اللہ کے احاطہ میں مجلس جمائے بیٹھا تھا تو عقبہ بن ابی معیط ایک انگیٹھی لے کر آیا جس میں خوشبو دار لکڑی جل رہی تھی اس نے انگیٹھی امیہ بن خلف کے سامنے رکھ دی "اے ابو علی! لو' نجور کی خوشبو سونگھو کیونکہ تم مرد نہیں عورت ہو"

"اللہ تیری صورت بگاڑ دے اور جو حرکت تم نے کی ہے اسے بھی بد صورت کر دے" امیہ نے جواب دیا اور لشکر میں شامل ہونے پر تیار ہو گیا اس نے تین سو درہم کا اعلیٰ نسل کا اونٹ خریدا اور قریش کے جنگجو سرداروں میں شامل ہو گیا۔

مکہ کے قریش میں جنگی جنون کی سی حالت پیدا ہو گئی تھی ابو جہل اور اس کے ساتھی اس مہم کو اپنی قومی برتری کے تحفظ کی مہم میں تبدیل کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے ارد گرد کے دیگر مشرک قبائل نے بھی اس مہم میں قریش مکہ کے ساتھ تعاون کیا قبیلہ بنی بکر کے قریش مکہ سے تعلقات کافی کشیدہ تھے قریش کو خدشہ تھا کہ اگر وہ مسلمانوں کے خلاف لشکر لے کر نکلتے ہیں تو بنی بکر پیچھے مکہ پر حملہ کردیں گے بنی بکر کے رئیس سراقہ بن مالک نے قریش سے وعدہ کیا کہ بنی بکر ان کے پیچھے کوئی ایسی حرکت نہیں کریں گے جو قریش کو ناگوار گزرے چنانچہ ہر قسم کی تیاریاں مکمل کرکے قریش بڑی شان و شوکت کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوئے۔

قریش کے لشکر میں ایک ہزار افراد شامل تھے(9) قریش کے اس لشکر میں دو سو آہن پوش گھوڑ سوار تھے پیدل لڑنے والوں میں سے بھی سات سو آہن پوش تھے. قریش کے لشکر کے ساتھ سات سو اونٹ تھے. لشکر کے ساتھ گانے والیاں بھی تھیں جو دف اور ڈھول کے ساتھ مسلمانوں کی ہجو گاتی تھیں اور قریش کی غیرت قومی کو بیدار رکھنے کی کوشش کرتی تھیں. ابو لہب کو چھوڑ کر قریش مکہ کے سارے سردار اس لشکر کے ساتھ تھے قریش کے اس رویہ کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

"تم ان لوگوں کی مانند نہ ہونا
جو اپنے گھروں سے اتراتے اکڑتے اور
لوگوں کو اپنی شان دکھاتے ہوئے نکلے تھے
اور وہ اللہ کی راہ روک رہے تھے اور
اللہ ان کے عمل کو گھیرے ہوئے تھا - (8: 47)

ہر منزل پر قریش کا ایک سردار سارے لشکر کی دعوت کرتا تھا مکہ سے روانگی کے بعد پہلی رات ابو جہل نے دعوت کی اس نے دس اونٹ ذبح کئے اگلی منزل میں عسفان کے مقام پر اترے تو امیہ بن خلف نے لشکر کی دعوت کی اس نے نو اونٹ ذبح کئے تیسری شب قدید کے مقام پر سہیل بن عمرو نے دس اونٹ ذبح کئے قدید سے چل کر قریش نے سمندر کا رخ اختیار کیا اور ایک جگہ میٹھے پانی کے چشموں کے پاس اترے اس شب شیبہ بن ربیعہ نے نو اونٹ ذبح کرکے لشکر کو کھانا کھلایا جحفہ کے مقام پر اترے تو عتبہ بن ربیعہ نے دس اونٹ ذبح کئے اور دعوت کی ابواء پہنچے تو حجاج کے بیٹوں منبہ اور نبیہ نے قریش کے لشکر کی دعوت کی انہوں نے بھی دس اونٹ ذبح کئے ابواء اور بدر کے درمیان کی منزل میں عباس بن عبدالمطلب نے دس اونٹ ذبح کرکے قریش کی دعوت کی بدر میں پہلی رات کو ابوالبختری نے لشکر کی دعوت کی اس نے بھی دس اونٹ ذبح کئے اس طرح قریش جدھر سے گزرتے تھے وہاں کے قبائل پر اپنی طاقت اور برتری کا رعب جماتے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے ظاہر ہے جب وہ رعب جماتے اور دعوت اڑاتے تھے تو شب کی محفلوں میں ان کی گانے والیاں بھی اپنے فن کا مظاہرہ کرتی ہوں گی اور مسلمانوں کے خلاف ہجویہ شعر گا گا کر اہل لشکر کا حوصلہ بڑھانے کی کوشش کرتی ہوں گی.

ابو جہل کی جہالت

قریش کا لشکر جحفہ میں تھا جب انہیں ابو سفیان کا پیغام موصول ہوا کہ وہ قافلے کو خطرہ کی زد

سے نکال کر لے گیا ہے اس نے قریش سے کہا کہ وہ واپس آ جائیں کچھ لوگوں نے ابوسفیان کی تجویز پر عمل کرنے کی رائے دی مگر ابوجہل نہ مانا اس نے کہا "خدا کی قسم ہم بدر سے ہوکر ہی واپس لوٹیں گے ہم بدر میں تین دن قیام کریں گے وہاں پر دعوتیں اڑائیں گے لوگوں کو کھانا کھلائیں گے شراب پلائیں گے اور ناچ گانے کی محفلیں منعقد کریں گے جب بدر میں ہمارے قیام اور دعوتوں کی خبر پھیلے گی تو لوگوں پر ہمارا رعب اور دبدبہ قائم ہوگا اور جزیرہ نمائے عرب میں ہماری شہرت پھیل جائے گی"

بدر جزیرہ نمائے عرب کے ان مقامات میں سے تھا جہاں میلے اور بازار لگتے تھے تجارتی قافلے اترتے تھے مسافر آرام کرتے تھے اس لئے وہاں کی خبریں پورے جزیرہ نمائے رب میں پھیل جاتی تھیں۔

قبیلہ بنو زہرہ کے لوگ بھی قریش کے لشکر میں شامل تھے ان کے حلیف اخنس بن شریق نے قریش کو واپسی کا مشورہ دیا وہ نہ مانے تو اس نے بنو زہرہ سے کہا "تم اپنا مال بچانے آئے تھے اب قافلہ بچ کر نکل گیا ہے قافلہ کے ساتھ تمہارا آدمی مخرمہ بن نوفل بھی تھا وہ بھی سلامت ہے اس لئے ہمیں واپس ہو جانا چاہئے" بنو زہرہ نے کہا ہم پر بزدلی کا الزام لگے گا اخنس نے جواب دیا اگر کوئی ایسا الزام دے گا تو وہ میں اپنے اوپر لے لوں گا تمہارا کوئی نقصان تو ہوا نہیں لہٰذا تمہیں ابوجہل کی بات ماننے کی کوئی ضرورت نہیں۔

بنو زہرہ نے اخنس کی بات مان لی اور جحفہ سے واپس چلے گئے قبیلہ بنی عدی کے لوگ بھی واپس مکہ چلے گئے۔

جہیم کا خواب

جہیم بن الصلت نے قریش کو بتایا کہ اس نے رات نیم خوابی کی حالت میں ایک گھوڑ سوار کو دیکھا تھا جو قریش کے کیمپ کے پاس آکر کھڑا ہوا اور کہا "عتبہ بن ربیعہ، شیبہ بن ربیعہ، ابو الحکم بن ہشام، امیہ بن خلف اور فلاں فلاں مارے گئے وہ اپنے ساتھ ایک اونٹ بھی لایا تھا یہ کہہ کر اس نے اپنے اونٹ کے سینے پر زخم لگایا اور اسے قریش کے لشکر کی طرف چھوڑ دیا اونٹ لشکر کے خیموں میں بھاگتا پھرا اور کوئی خیمہ ایسا نہ بچا جو اس اونٹ کے سینے سے بہنے والے خون سے تر نہ ہوگیا ہو۔

ابوجہل نے خواب سن کر کہا "یہ بنی مطلب کا ایک اور نبی ہے جب مقابلہ ہوگا تو پتہ چل جائے گا

کون قتل ہوگا"

مجلس مشاورت

وادی ذفران کے کیمپ میں رسول اللہ ﷺ کو ابوسفیان کے قافلہ اور لشکر کے بارے میں آگاہ کیا گیا تو آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو جمع کیا خطبہ دیا اور انہیں قریش کے لشکر کے بارے میں بتا کر ان کی رائے پوچھی کہ قریش سے لڑنے کے بارے میں تمہارا کیا خیال ہے؟

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کھڑے ہوکر عرض کیا "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم اس زمین کی حالت اور سفر کے حالات سے بہت زیادہ واقف ہیں قریش کے متعلق جو کچھ معلوم ہوا ہے اس کے مطابق ہماری طرح وہ بھی بدر کی طرف آرہے ہیں"

ان کا مطلب تھا کہ قریش جنگ کے ارادے سے آئے ہیں

حضرت عمر فاروقؓ نے کھڑے ہوکر عرض کیا "اے اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم وہ قریش ہیں لشکر کے ساتھ ان کے سردار بھی آئے ہیں وہ آپؐ سے ضرور لڑائی کریں گے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو نبوت کے شرف سے نوازا ہے یہ ممکن نہیں کہ کوئی ایسی بات ہو جس سے آپؐ کی کسی قسم کی بے عزتی ہو۔ آپؐ قریش سے لڑائی کی مکمل تیاری فرمائیں"

ان کے بعد حضرت مقدادؓ بن عمرو کھڑے ہوئے اور عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو جو حکم دیا ہے وہی کریں۔ ہم آپؐ کے ساتھ ہیں خدا کی قسم ہم آپؐ سے وہ بات نہیں کہیں گے جو بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے کہی تھی کہ "اے موسیٰؑ اپنے ساتھ اپنے رب کو لے جاؤ اور دونوں کفار سے لڑو ہم تو یہاں بیٹھے ہیں" بلکہ ہم تو کہتے ہیں کہ "آپؐ اپنے رب کو ساتھ لے کر لڑائی کریں ہم بھی آپؐ کے ساتھ مل کر لڑیں گے اس خدا قسم کی جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے اگر آپؐ برک غماد" (یمن میں ایک مقام) کی طرف چلیں گے تو ہم بھی دشمن کے ساتھ لڑتے ہوئے وہاں تک آپؐ کے ساتھ جائیں گے"

رسول اللہ ﷺ نے حضرت مقدادؓ کے جزبہ کی تعریف کی اور اس کے حق میں دعا فرمائی۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت مقداد بن عمرو رضی اللہ عنہ تینوں مہاجرین میں سے تھے۔(10) حضورؐ انصار کی رائے بھی جاننا چاہتے تھے(11) حضرت مقدار کی عرض ختم ہوئی تو آپؐ نے فرمایا "حاضرین مجھے مشورہ دو"

حضرت سعدؓ بن معاذ نے کھڑے ہوکر عرض کیا "یا رسولؐ اللہ ہم آپؐ پر ایمان لائے ہیں ہم

نے آپؐ کی رسالت کی تصدیق کی ہے اور اس بات پر ایمان لائے ہیں کہ آپؐ جو دین لائے ہیں وہ حق ہے ہم نے آپؐ کی بات کی اطاعت کرنے کی بیعت کی ہے اے اللہ کے رسولؐ آپؐ جو کرنا چاہتے ہیں کریں ہم آپؐ کے ساتھ ہیں اگر آپؐ ہمیں سمندر میں کود جانے کا حکم دیں گے تو ہم آپؐ کے اس حکم پر عمل کریں گے ہم میں سے کوئی ایک بھی آپؐ کے حکم پر پیچھے نہیں رہے گا کل اگر آپؐ ہمیں دشمن سے لڑنے کا حکم دیں گے تو ہمیں یہ حکم ہرگز ناپسند نہیں ہوگا ہم لڑائی میں صبر کرنے والے اور خلوص دل سے دشمن کا مقابلہ کرنے والے ہیں انشاء اللہ خدا ہماری طرف سے آپؐ کو ایسے کارنامے دکھائے گا جس سے آپؐ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچے گی آپؐ اللہ کا نام لے کر آگے چلیں"

رسولؐ اللہ حضرت سعدؓ کی تقریر پر بہت خوش ہوئے آپؐ نے انہیں دعا دی۔ اس کے بعد صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی(12) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ کی برکت کے ساتھ آگے چلو اور خوش ہوجاؤ اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ ان دونوں گروہوں میں سے ایک کا وعدہ فرمایا ہے خدا کی قسم مجھے اس قوم کے قتل ہوکر گرنے کی جگہیں نظر آرہی ہیں" ذفران سے چل کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم الاصافر کی گھاٹیوں کے درمیان سے ہوتے ہوئے الدبہ نام کی بستی میں اترے وہاں سے چل کر حنّان کے ٹیلے کے بائیں جانب سے ہوتے ہوئے بدر کے پانی کے چشموں کے قریب نزول فرمایا۔

عرب شیخ کا اندازہ

رسول اللہ ﷺ نے حضرت صدیق اکبرؓ کو ساتھ لیا اور زمینی حالات کا جائزہ لینے آگے چلدیئے آپؐ چلے جارہے تھے تو ایک عرب شیخ سے ملاقات ہوگئی آپؐ نے اس کے پاس سواری روک لی "اے شیخ تجھے محمد رسول اللہ ﷺ اور قریش مکہ کے قافلوں کے بارے میں کچھ معلوم ہے؟"

"آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟" عرب شیخ نے جواب دینے کی بجائے سوال کیا

"پہلے ہمارے سوال کا جواب دیں پھر ہم بتائیں گے کہ ہم کون ہیں؟" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

"یہ بات ہے؟" اس نے کہا

"ہاں" آپؐ نے فرمایا

"میں نے سنا ہے کہ محمدؐ اپنے ساتھیوں کے ہمراہ فلاں روز مدینہ سے نکلے تھے اگر یہ خبر دینے والے

نے سچ کہا تھا تو آج وہ فلاں مقام پر ہوں گے قریش مکہ کی روانگی فلاں دن ہوئی تھی اگر یہ خبر دینے والے نے سچ کہا تھا تو قریش آج فلاں مقام پر ہوں گے" شیخ نے جواب دیا
"اب آپ بتائیں کہ آپ کہاں سے آئے ہیں" شیخ نے کہا
"ہم کنویں (چشمے) سے آئے ہیں" رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا
بعد میں معلوم ہوا کہ قریش کا لشکر اس شام وہیں پر تھا جہاں اس شیخ نے بتایا تھا رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے صحابہ کے اترنے کے مقام کے بارے میں بھی اس کا اندازہ درست تھا
گویا رسول اللہ ﷺ کی مدینہ سے اور قریش کی مکہ سے روانگی کے بارے میں عرب قبائل اور ان کے سرداروں کو مکمل معلومات حاصل تھیں وہ ان کی منزل سے بھی آگاہ تھے

نبیؐ اور مشورہ

رسول اللہ ﷺ مقام بدر میں مدینہ کی طرف جو پہلا کنواں تھا اس کے پاس اترے تھے
حضرت حبابؓ بن منذر بن عمرو حضور کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ کیا اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس مقام پر اترنے کا حکم دیا ہے؟ اگر یہ اللہ تعالیٰ کا حکم ہے تو ہمیں یہیں رہنا چاہئے اس سے آگے پیچھے نہیں ہونا چاہئے یا آپؐ نے جنگی تدبیر کے لحاظ سے خود اس مقام پر اترنے کا فیصلہ فرمایا ہے؟"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ کے حکم کے مطابق نہیں میں نے جنگی تدبیر کے لحاظ سے اس مقام کا انتخاب کیا ہے"
حضرت حبابؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ لڑائی کے نقطہ نظر سے یہ جگہ مناسب نہیں ہمیں آگے بڑھ کر اس چشمہ کے قریب کیمپ لگانا چاہئے جو قریش کی طرف سب سے قریب ہے اس طرح پانی کے باقی چشمے ہمارے پیچھے ہوں گے اس چشمہ کا پانی میٹھا ہے وہ چشمہ ہے بھی گہرا اس کا پانی ختم نہیں ہوتا ہم اس کے گرد منڈھیر بنا کر پانی محفوظ کرلیں گے اور پانی کے باقی کنویں پاٹ دیں گے اس طرح ہمیں تو پانی کافی میسر رہے گا مگر قریش کو پانی نہیں مل سکے گا اور لڑائی کے وقت ہمیں پانی کی کمی کا سامنا نہیں کرنا پڑے گا"
رسول اللہ ﷺ نے حضرت حبابؓ کے مشورہ کو پسند فرمایا اور کیمپ آخری چشمے کے قریب منتقل کرنے کا حکم دے دیا اور حضرت حبابؓ کی تجویز کے مطابق اس چشمے کے گرد منڈھیر بنا کر پانی محفوظ کرلیا اور باقی چشمے پاٹ دیئے

جس ٹیلے پر حضور ﷺ نے کیمپ قائم کیا اسے "قریب کا ناکہ" (العدوۃ الدنیا) کہا جاتا ہے یہ ٹیلہ میدان بدر کے شمال کی طرف واقع ہے اس کے سامنے جنوب کی طرف کے ٹیلے کو "دور کا ناکہ" (العدوۃ القصویٰ) کہتے ہیں قریش کا لشکر اس ٹیلے کے پیچھے اترا تھا۔

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

- "یہ وہ دن تھا کہ تم قریب کے ناکے پر تھے اور دشمن دور کے ناکے پر تھا اور قافلہ تم سے نچلے حصے میں (سمندر کی طرف) نکل گیا تھا" ----- (42:8)

اللہ کی تدبیر

قریش مکہ لڑائی کی ساری تیاریاں مکمل کر کے آئے تھے پیدل آہن پوش دستے گھوڑ سوار دستے لشکر کے قیام و طعام کے انتظامات گانے اور ناچنے والے طائفے ان کے پاس وہ سب کچھ تھا جس کی میدان جنگ میں فوجوں کو ضرورت ہوتی ہے دوسری طرف رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام کے پاس صرف ذاتی سفر کا سامان تھا ہلکا پھلکا زادِ سفر جس کی عام مہم میں ضرورت ہوتی ہے اس زمانے میں عرب میں لڑائیوں کی پہلے سے تاریخ متعین کر لی جاتی تھی پھر دونوں فریق پوری تیاری کے ساتھ جنگ کے میدان میں اترتے تھے لیکن مسلمانوں کو تو اچانک قریش کے لشکرِ جرار سے جنگ کا مرحلہ پیش آگیا تھا اور یہ اللہ کی تدبیر تھی، اللہ نے مسلمانوں کو کفار کے لشکر کے سامنے لا کھڑا کیا تھا۔

- "اگر تم آپس میں وعدے کرتے تو یقیناً" تم میں اس وعدے کے بارے میں
بہت سے اختلافات پڑتے
لیکن اللہ کو تو ایک کام کر ہی ڈالنا تھا تاکہ
وہ ظاہری طور پر بھی برباد ہو جو دلیل کی رو سے ہلاک ہو چکا ہے
اور وہ جئے جو دلیل سے جیتا ہے
بے شک اللہ بہت سننے والا اور جاننے والا ہے" --- (8: 42)

- "وہ وقت یاد کرو جب اللہ تعالیٰ نے تم سے وعدہ کیا تھا
کہ دو گروہوں میں سے ایک گروہ تمہارے ہاتھ لگے گا
اور تم چاہتے تھے کہ (ان دونوں میں سے)
جو قافلہ بے شان و شوکت (بے ہتھیار) ہے وہ تمہارے ہاتھ لگ جائے

اور اللہ تعالیٰ چاہتا تھا کہ
وہ اپنے فرمان سے دین حق کو سچا ثابت کر دکھائے
اور کافروں کی جڑ بنیاد سے کاٹ دے
تاکہ سچ کو سچ اور جھوٹ کو جھوٹ کر دکھائے چاہے
مشرک ناخوش ہی کیوں نہ ہوں" --- (7:8)

رسول اللہ ﷺ کی امید

شام کو رسول اللہ ﷺ نے قریش کے بارے میں خبریں معلوم کرنے کے لئے وادی کی طرف ایک گشتی دستہ بھیجا اس دستہ میں حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ بن العوام حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور بعض دیگر صحابہ کرام شامل تھے آپؐ نے ایک ٹیلے کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "مجھے امید ہے اس ٹیلے کے پیچھے جو غیر آباد کنویں ہیں ان کے پاس تمہیں کچھ خبر مل جائے گی"

دستہ وہاں پہنچا تو قریش کے کچھ لوگ اونٹوں پر پانی کے مشکیں لاد رہے تھے مسلمانوں کو دیکھ کر وہ اونٹ بھگا لے گئے لیکن مسلمانوں نے ان میں سے تین آدمی پکڑ لئے ان میں عبیدہ بن سعید کا غلام ابویسار' منیہ بن حجاج کا غلام اسلم اور امیہ بن خلف کا غلام ابو رافع شامل تھے وہ انہیں اپنے کیمپ میں لے آئے اور ان سے قریش کے بارے میں معلومات حاصل کرنے لگے انہوں نے بتایا کہ وہ قریش کے لشکر کے لئے پانی لینے آئے تھے صحابہ کرام نے سمجھا کہ وہ دھوکہ دینے کی کوشش کررہے ہیں اور وہ قریش کے لشکر کے لئے نہیں بلکہ ابوسفیان کے تجارتی قافلہ کے لئے پانی لینے آئے تھے اور تجارتی قافلہ کے بارے میں بتانا نہیں چاہتے وہ ان کی پٹائی کرنے لگے مار سے بچنے کے لئے انہوں نے کہدیا کہ ہاں ہم ابو سفیان کے تجارتی قافلہ کے ساتھ ہیں اور اس کے لئے پانی لینے آئے تھے صحابہؓ نے ان کی بات کو سچ مان لیا اور پٹائی بند کردی

رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے سلام پھیر کر حضورؐ نے صحابہ سے فرمایا "جب انہوں نے سچ بولا تو تم نے ان کی پٹائی کی مگر جب انہوں نے جھوٹ بولا تو انہیں چھوڑ دیا"

صحابہ کرامؓ خاموش رہے

رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا قریش کا لشکر کہاں اترا ہوا ہے؟

"وہ جو وادی کے قریبی سرے پر ٹیلہ ہے اس کے پیچھے" انہوں نے جواب دیا

آپؐ نے فرمایا "قریش کے لشکر کی تعداد کیا ہے؟"

"وہ بہت ہیں" انہوں نے کہا

فرمایا "ان کی گنتی کتنی ہے؟"

"ہمیں معلوم نہیں" وہ بولے

حضورؐ نے فرمایا "اچھا یہ بتاؤ وہ لشکر کے لئے روزانہ کتنے اونٹ ذبح کرتے ہیں؟"

"کبھی نو اور کبھی دس اونٹ" انہوں نے جواب دیا

حضورؐ نے صحابہ کرام سے کہا "قریش کی تعداد نو سو اور ایک ہزار کے درمیان ہے"

پھر آپؐ نے ان سے پوچھا "قریش کے سرداروں میں سے کون کون لشکر کے ساتھ آیا ہے؟"

انہوں نے عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ' ابوالبختری بن ہشام' حکیم بن حزام' نوفل بن خویلد' حارث بن عامر' طعیمہ بن عدی' نضر بن حارث' زمعہ بن اسود' ابوجہل بن ہشام' امیہ بن خلف' منبہ بن حجاج' نبیہ بن حجاج' سہیل بن عمرو اور عمرو بن عبدود کے نام بتائے"

"مکہ نے اپنے جگر کے ٹکڑے تمہارے آگے ڈال دیئے ہیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کرام سے فرمایا۔

نبیؐ کا چھپر

مسلمانوں کے پاس خیمے نہیں تھے نہ رسول اللہ ﷺ کے لئے اور نہ ہی صحابہ کرام کے لئے صحابہ نے تو ٹیلے پر درختوں کے نیچے بستر بچھا لئے یہ شمسی سال کے تیسرے ماہ مارچ کی بارہ تاریخ تھی جزیرہ نمائے عرب میں اس موسم میں کافی گرمی ہوجاتی ہے۔

صحابہ کرام سفر کی تھکاوٹ اور گرمی سے پریشان تھے۔

حضرت سعدؓ بن معاذ کی تجویز پر رسول اللہ ﷺ کے آرام کے لئے ٹیلے پر ایک چھپر بنادیا گیا یہ چھپر پتھر چن کر کھجور کی شاخوں سے بنایا گیا تھا اور خیمے کی مانند تھا قریش کی فوج سامنے کے ٹیلے کے پیچھے موجود تھی ان کی طرف سے کسی اچانک حملہ یا شب خون کے امکان کو سامنے رکھتے ہوئے حضرت ابو بکرؓ صدیق اور حضرت سعدؓ بن معاذ نے حضورؐ کے چھپر پر پہرہ کی ڈیوٹی اپنے ذمہ لے لی اور صحابہ کرام کا ایک دستہ نگرانی پر متعین کر دیا گیا۔

باران رحمت

بدر کا میدان بیضوی شکل کا ہے اس کا طول ساڑھے پانچ میل اور عرض چار میل کے قریب

ہے میدان کے چاروں طرف پہاڑی ٹیلے ہیں میدان کے زیادہ حصہ پر نوکیلے پتھر بکھرے ہوئے تھے جن پر چلنا اور فوجی صفیں منظم کرنا ممکن نہیں تھا میدان کے جنوب مغربی حصہ میں زمین صاف تھی مگر وہاں ہواؤں کے زور سے آنے والی ریت جمع ہوجاتی تھی اس روز بھی میدان بدر کے اس حصہ میں کافی ریت جمع ہوگئی تھی جس پر چلنا مشکل تھا مسلمان اس ریتلے میدان پر اترے تھے جس کے پیچھے ٹیلہ تھا اور نیچے کی طرف نشیب تھا

رات اللہ تعالیٰ نے آسمانوں سے پانی کی صورت میں رحمت نازل فرمائی صحابہ کرام بستر لپیٹ کر درختوں اور چٹانوں کے سائے میں چلے گئے بارش سے ان کے جسم دھل گئے موسم خوشگوار ہوگیا اور باقی رات وہ سکون کی نیند سوئے جس سے تھکاوٹ دور ہوگئی اور وہ ترو تازہ ہوگئے انہوں نے اپنے مشکیزے وضو اور پینے کے لئے پانی سے بھر لئے بارش سے میدان کی ریت جم کر سخت ہوگئی اور اس پر چلنا پھرنا آسان ہوگیا۔ ریت کے میدان سے آگے قریش کے کیمپ کی طرف ڈھلوان تھی وہاں ریت بھی نہیں تھی بارش کے پانی سے میدان کے اس حصہ میں کیچڑ بھر گئی۔

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

❁ "جبکہ اس نے اپنی طرف سے تمہیں
راحت اور آرام پہنچانے کے لئے تم پر
اونگھ طاری کردی تھی
پھر اس نے تم پر آسمان سے مینہ برسایا
تاکہ تمہیں اس کے ذریعے پاک صاف کردے
اور تم سے شیطانی نجاست کو دور کردے
تمہارے دلوں کو مضبوط کردے اور
تمہارے قدم اچھی طرح جمادے" --- (11:8)

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمارؓ بن یاسر اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو کفار کے لشکر کی طرف بھیجا تھا تاکہ وہ دیکھیں کہ کفار رات کے وقت کسی حملہ یا شب خون کی تیاری تو نہیں کررہے وہ قریش کے لشکر کے گرد گھوم پھر کر واپس آئے اور رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ وہ لوگ بارش سے پریشان حال ہیں۔

اللہ نے شرک کو بدحال کردیا۔

نبی ﷺ کی شب بیداری

کفار کی لشکر گاہ میں گھبراہٹ اور پریشانی تھی صحابہؓ کرام راحت اور آرام کی نیند سو رہے تھے اور اللہ کے نبی اپنے پروردگار سے دعا مانگ رہے تھے نماز میں کھڑے ہوکر سجدے میں سر رکھ کر رسول اللہ ﷺ وہ ساری رات دعائیں مانگتے رہے اور "یَا حَیُّ یَا قَیُّومُ" کا ورد کرتے رہے۔
نماز کا وقت ہوا تو آپؐ نے صحابہ کرام کو آواز دی "اے اللہ کے بندو"
رسول اللہ ﷺ کی آواز سنتے ہی صحابہ کرام آپؐ کی طرف چلنے لگے جب سب صحابہ کرام اس درخت کے پاس جمع ہوگئے جہاں رسول اللہ ﷺ تشریف رکھتے تھے تو آپؐ نے فجر کی نماز پڑھائی خطبہ دیا اور جہاد کی تیاری کے لئے ارشاد فرمایا۔

قریش کو مشورہ

قریش مکہ کو اپنی قوت پر فخر تھا وہ اکڑتے ہوئے بدر کی منزل تک آئے تھے ان کا خیال تھا کہ مسلمان ان کی اتنی بڑی فوج اور قوت کا مقابلہ نہیں کرسکیں گے جب انہیں مسلمانوں کے عزم اور جہاد کے لئے تیاری کا علم ہوا تو انہوں نے اپنے ایک ہوشیار ساتھی عمیر بن وہب جمحی کو مسلمانوں کی تعداد اور قوت کا اندازہ کرنے بھیجا عمیر اپنے تیز رفتار گھوڑے پر سوار ہوا وادی میں دور تک چکر لگایا میدان جنگ میں مسلمانوں کے تیور دیکھے ان کے جذبہ و عزم کا مشاہدہ کیا اور واپس قریش کی لشکر گاہ کی طرف چلے گیا قریش کے سردار بے چینی سے اس کی واپسی کا انتظار کر رہے تھے عمیر نے واپس آکر رپورٹ دی "اے گروہ قریش میں نے دیکھا ہے کہ بلائیں موت کو اٹھائے ہوئے ہیں آبپاشی کے لئے استعمال ہونے والے اہل یثرب کے اونٹ اپنی پشت پر موت اٹھالائے ہیں وہ اس طرح خاموش ہیں جیسے گونگے ہوں وہ کوئی بات نہیں کرتے جوش و غضب سے وہ اپنی زبانیں اس طرح باہر نکالے ہوئے ہیں جس طرح اژدھے ڈسنے کے لئے زبانیں نکالے ہوئے ہوں انہوں نے عزم کرلیا ہے کہ وہ گھروں کو لوٹ کر نہیں جائیں گے وہ کرنجی آنکھوں والے ہیں انہیں دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ڈھالوں کے نیچے انسان نہیں سخت پتھر ہیں وہ ایسی جماعت ہیں جس کی دفاعی قوت صرف ان کی تلواریں ہیں خدا کی قسم مجھے نظر آرہا ہے تم ان کا کوئی ایک آدمی اس وقت تک قتل نہ کرسکو گے جب تک پہلے وہ تمہارا ایک آدمی قتل نہ کردے گا اس طرح اگر انہوں نے ہمارے بہت سے آدمی قتل کردیئے تو پھر ہمارے لئے زندگی میں کیا مزہ باقی رہے گا؟ اب تم سوچ سمجھ کر فیصلہ کرلو"
قریش کے اہل دانش سوچ میں پڑ گئے انہیں مسلمانوں کے عزم اور قوت ایمانی کے بارے

میں کوئی شبہ نہیں تھا عمیر نے بتایا تھا کہ مسلمانوں کی تعداد تین سو سے کچھ اوپر ہے وہ سوچنے لگے اگر مسلمانوں نے ان میں سے ایک کے بدلے ایک بھی قتل کردیا تو واقعی قریش مکہ کے لئے زندہ رہنا بے لطف ہوجائے گا

حکیم بن حزام نے عمیر کی رپورٹ سنی تو وہ عتبہ بن ربیعہ کے پاس گیا "اے ابوالولید آپ قریش کے بڑے سردار ہیں۔ قریش تمہاری بات مانتے ہیں' کیا تم ایسی بات پسند نہیں کرو گے کہ لوگوں میں زمانہ دراز تک تمہارا ذکر خیر کے ساتھ ہوتا رہے؟"

"وہ کیا بات ہے؟" عتبہ نے پوچھا۔

"تو سب لوگوں کو لے کر مکہ واپس لوٹ چل نخلہ میں تیرا حلیف عمرو بن الحضرمی قتل کیا گیا تھا اس کا بار تو خود اٹھالے" حکیم بن حزام نے عتبہ کو مشورہ دیا

"مجھے تیری بات منظور ہے تو حضرمی کی ذمہ داری مجھ پر چھوڑ دے وہ میرا ہی حلیف تو تھا اس کا خون بہا میں خود دوں گا بلکہ اس کے مال کی ذمہ داری بھی مجھ پر ہوگی تو ابو الحنظلہ (ابوجہل) سے بات کر کیونکہ مجھے اس کے سوا کسی اور سے قوم میں پھوٹ ڈالنے کا خوف نہیں" عتبہ بن ربیعہ نے کہا "تم بھی اپنے قبیلے میں کوشش کرو میں بھی لوگوں کو ترغیب دیتا ہوں"

حکیم بن حزام ابوجہل سے بات کرنے چلے گیا

عتبہ بن ربیعہ نے اپنی قوم سے کہا "اے گروہِ قریش محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور اس کے ساتھیوں سے لڑ کر تم کیا حاصل کرو گے؟ اگر تم نے ان سے جنگ کی انہیں مار ڈالا تو تم میں سے ہر کوئی ہمیشہ ایک دوسرے کی شکل دیکھ کر کراہت کرے گا کیونکہ اس نے اپنے ہی چچا زاد' ماموں زاد' یا اپنے خاندان کے کسی اور فرد کو قتل کیا ہوگا لہٰذا بہتر ہے کہ واپس لوٹ چلو اور محمدؐ اور تمام عرب کو ان کے حال پر چھوڑ دو اگر عربوں نے اسے قتل کردیا تو وہ مقصد حاصل ہوجائے گا جو تم چاہتے ہو اگر اس کے سوا کوئی اور صورت پیش آئی تو محمدؐ کے سامنے یہ حقیقت ہوگی کہ تم اس کے ساتھ جو سلوک کرنا چاہتے تھے وہ تم نے نہیں کیا تھا اے قوم قریش یہ عار مجھ سے منسوب کر دو اور کہہ دو کہ عتبہ نے بزدلی دکھائی حالانکہ تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں تم سب میں ذرا سا بھی بزدل نہیں"

قومِ قریش پر عتبہ کی تقریر کا اثر ہونے لگا

ابوجہل کی چال

حکیم بن حزام ابوجہل کے خیمے میں داخل ہوا تو وہ صندوق سے زرہ نکال کر لڑائی کی تیاری

کر رہا تھا
"ابوالحکم مجھے عتبہ نے ایک پیغام کے ساتھ تیرے پاس بھیجا ہے؟"
"وہ کیا پیغام ہے" ابوجہل نے پوچھا
حکیم بن حزام نے وہ سب کچھ بتا دیا جو عتبہ بن ربیعہ نے کہا تھا
"واللہ اس کا خوف سے پھیپھڑا پھول گیا ہے۔ محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کو دیکھ کر اس کی ہمت جواب دے گئی ہے جب تک اللہ ہمارے اور محمدؐ کے درمیان فیصلہ نہ فرمادے ہم ہرگز واپس نہیں جائیں گے، عتبہ کو کیا ہوگیا ہے اس نے کیسی بہکی بہکی باتیں کی ہیں محمدؐ اور اس کے ساتھیوں کی تعداد تو اتنی ہے کہ ان کے لئے ایک ذبح کیا ہوا اونٹ کافی ہوتا ہے عتبہ تمہیں اس لئے ڈرا رہا ہے کہ محمدؐ کے ساتھیوں میں اس اپنا بیٹا بھی شامل ہے" ابوجہل نے حکیم بن حزام کو جواب دیا پھر اس نے عتبہ بن ربیعہ کی تجویز کو ناکام بنانے کے لئے نخلہ میں مسلمانوں کے ہاتھوں قتل ہونے والے عمرو الحضرمی کے بھائی عامر الحضرمی کو بلایا "تیرا حلیف لوگوں کو واپس لے جانا چاہتا ہے جبکہ تیرے بھائی کے خون کا بدلہ تیری آنکھوں کے سامنے ہے تو اپنے بھائی کے قتل اور عہد شکنی کا واسطے دے"
عامر الحضرمی لشکر گاہ کے درمیان میں آیا اپنے کپڑے پھاڑ دیئے اور ننگا ہوکر "ہائے عمرو! ہائے عمرو!" چلانے لگا
قریش کے لشکر میں آتش انتقام پھیل گئی
حکیم بن حزام واپس آیا تو عتبہ کے پاس ایما بن رحضہ غفاری بیٹھا تھا وہ قریش مکہ کے لئے دس اونٹوں کا تحفہ لے کر آیا تھا عتبہ کو ابوجہل کی باتیں معلوم ہوئیں تو اس نے کہا "اس نامرد بزدل کو معلوم ہوجائے گا کہ نامردی اور بے ہمتی کا داغ کون اٹھاتا ہے وہ یا میں"
پھر وہ جنگ کی تیاری کرنے لگا، (13) اس کا سر بڑا تھا اور کوئی خود پورا نہیں آتا تھا اس نے سر پر کپڑا لپیٹ لیا اس طرح ابوجہل نے عتبہ بن ربیعہ کی کوشش ناکام بنا دی اور قریش مکہ قومی جوش و جذبہ سے ہتھیار پہن پہن میدان میں اترنے لگے ابوجہل کے اشارے پر گانے والیاں بھی دف بجا بجا کر قریش کی قومی غیرت ابھارنے لگی تھیں۔

کفر سے فرار

سہیل بن عمرو کا بیٹا عبداللہ بھی قریش کے لشکر کے ساتھ آیا تھا اس نے اسلام قبول کیا تو

نقشہ جنگِ بدر
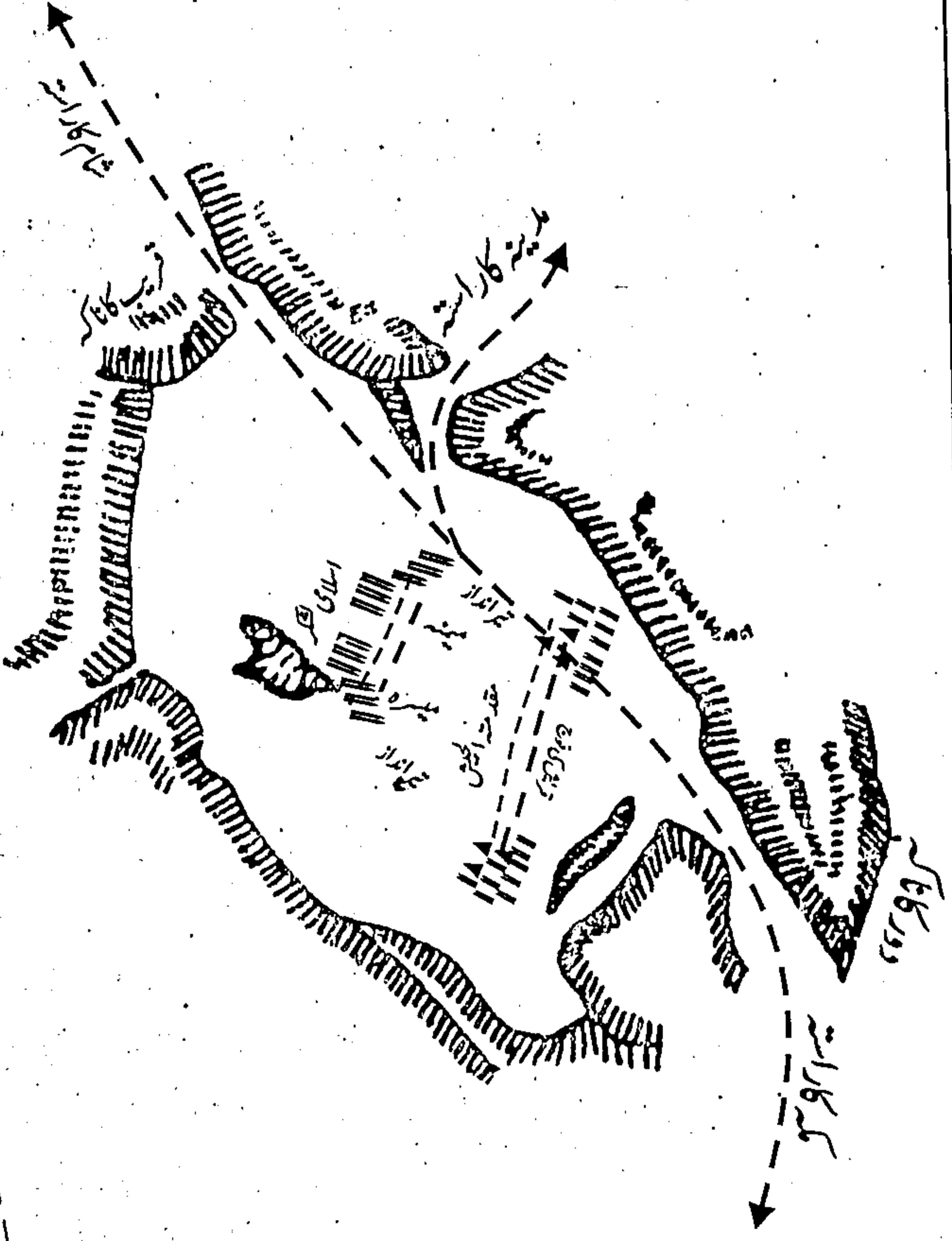
شام کی طرف

شام کا راستہ

مدینہ کا راستہ

مکہ کا راستہ

بحیرہ احمر

مکہ کی طرف

(پیمانہ کے مطابق نہیں)

شمال

مشرق —— مغرب

جنوب

اشارات

تیر انداز

گھوڑ سوار

پیدل
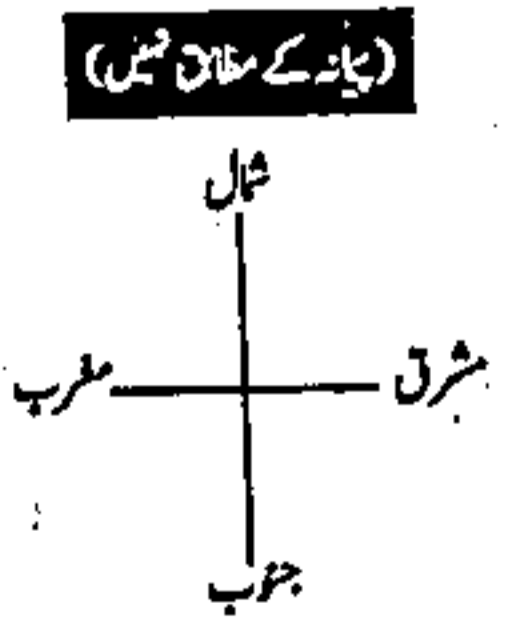
س کے باپ نے اس پر جبر شروع کردیا حضرت عبداللہؓ حبشہ ہجرت کرگئے واپس آئے تو باپ نے
ید کردیا وہ اسے اسلام چھوڑ کر آبائی دین قبول کرنے پر مجبور کرتا تھا اور ان کی سخت نگرانی کرتا تھا
سی وجہ سے وہ اسے اپنے ساتھ لایا تھا لیکن عبداللہ کے دل میں ایمان کی شمع روشن تھی وہ کفر
سے نجات حاصل کرکے قافلہ اسلام میں شامل ہونا چاہتے تھے قریش مکہ کی لشکر گاہ میں لڑائی کی
تیاریوں سے اس نے فائدہ اٹھایا اور چھپ کر نکل جانے میں کامیاب ہوگیا وہ چکر لگا کر رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوگیا رسول اللہ ﷺ نے اس کی آمد پر خوشی کا اظہار کیا
حضرت عبداللہؓ کے دونوں بہنوئی حضرت ابوسبرہؓ اور حضرت ابو حذیفہؓ بھی بہت خوش ہوئے۔

نبیؐ کا طریق جنگ

رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہؓ کی صف بندی کا خاکہ رات ہی تیار کرلیا تھا میدان کی صورت حال اور اپنی افرادی قوت کی کمی کے باوجود آپؐ نے صف بندی کا وہ طریقہ اپنایا جو عربوں نے کبھی اختیار نہیں کیا تھا جزیرہ نمائے عرب کی سرحدوں کے ساتھ رہنے والے ایرانی اور رومی جس طریقے سے لڑائی کے میدان میں اپنی سپاہ کو ترتیب دیتے تھے آپؐ نے مکمل طور پر وہ طریقہ بھی نہیں اپنایا اپنی سپاہ کو میدان جنگ میں ترتیب دینے اور لڑائی میں اس کی راہنمائی کے لئے رسول اللہ ﷺ نے جو طریقہ اپنایا وہ کوئی ایسا کماندار ہی اپنا سکتا تھا جسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے مدد کا پورا یقین ہو اور اس مدد پر بھروسہ بھی ہو ایسا کماندار اللہ کا رسولؐ ہی ہو سکتا تھا۔

جزیرہ نمائے عرب میں بسنے والوں کا اپنا ایک مخصوص طریق جنگ تھا اس طریق جنگ میں وہ اپنا بے ترتیب لشکر لے کر دشمن کے سامنے آتے تھے عام لڑائی سے پہلے ان میں سے کچھ لوگ اپنی قوت اور بہادری کا مظاہرہ کرنے کے لئے لشکر میں سے نکل کر آگے آجاتے تھے اور دشمن کو مقابلے کا چیلنج دیتے تھے ان کے لشکر میں چھوٹے چھوٹے گروہ آگے بڑھ کر دشمن پر حملہ کرتے تھے اور قوت کا مظاہرہ کرکے پھر اپنے بڑے لشکر میں یا اس کے پیچھے محفوظ مقام پر آجاتے تھے اس طریق لڑائی میں اصل مقصد افراد اور گروہوں کی طرف سے اپنی قوت بہادری اور برتری کا مظاہرہ کرنا ہوتا تھا اسے کروفر یا شان و شوکت کے اظہار کا طریقہ کہتے تھے عرب میدان جنگ میں اپنے لشکر کی پشت پر سامان رسد لانے والے اور سواری اور باربرداری کے اونٹوں اور جانوروں کی قطار بنا دیتے تھے تاکہ مخالف فوج پیچھے سے اچانک حملہ نہ کردے عربوں کی اصطلاح میں اسے "مجبوزہ" کہا جاتا تھا اونٹوں اور جانوروں کی اس پشت کی دیوار میں وہ کچھ مسلح افراد بھی متعین کردیتے تھے

تاکہ وہ ان کی حفاظت اور نگرانی کریں میدان جنگ میں لڑنے والے دستے آرام کے لئے بھی وہاں آجاتے تھے (14) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عربوں کے اس صدیوں پرانے طریق جنگ کو بھی نہیں اپنایا

غیر عربوں یا عجمیوں کے طریق جنگ کو صف بندی یا زحف کا طریق لڑائی کہا جاتا تھا یہ زیادہ قابل اعتماد اور زیادہ جرأت مندانہ طریق لڑائی تھا اس طریق لڑائی میں سپاہ کی صفیں آگے پیچھے ترتیب دی جاتی تھیں بالکل سیدھی جیسے نماز میں صفیں سیدھی ہوتی ہیں اس طریق میں سپاہ کو ترتیب دینے سے دشمن کے سامنے ایک مضبوط انسانی دیوار کھڑی ہوجاتی تھی جس میں شگاف ڈالنا دشوار ہوتا ہے لیکن دیوار کی اس مضبوطی اور استحکام کے لئے لازمی ہوتا تھا کہ اس کی ہر اینٹ مضبوط اور مستحکم ہو کیونکہ ایک بھی اینٹ یا سپاہی کے کمزوری دکھانے سے پوری دیوار کمزور ہوجاتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کے میدان میں اپنے صحابہؓ کرام کو صف بندی یا زحف کے طریقے سے ترتیب دیا آپؐ نے مسلمانوں کے عزم جذبہ اور نماز میں صف بندی کی تربیت کو سامنے رکھا۔

زحف یا صف بندی کے طریق لڑائی میں فوج کا کماندار اس کے درمیان میں یعنی "قلب" میں ہوتا تھا کماندار کے مقام یا فوج کے قلب کے آگے مقدمہ ہوتا تھا لڑنے والوں کی پیش رو صفیں کماندار کے دائیں جانب کے دستوں کو میمنہ کہتے تھے اور بائیں جانب کے دستوں کو میسرہ کماندار کے پیچھے ساقہ کے دستے ہوتے تھے اس طریق پر وہ فوج لڑتی ہوئی آگے بھی بڑھتی تھی اور اپنے کماندار کی بھی حفاظت کرتی تھی کیونکہ لڑائی میں فتح و شکست کا دارومدار کماندار کی سلامتی پر ہوتا تھا فوج کے قلب میں کماندار کے اردگرد اس کے خواص موجود رہتے تھے بادشاہ یا کماندار کے خاص محافظ دستے اس کے چاروں طرف رہتے تھے بادشاہ یا کماندار اونچے تخت یا سواری پر بیٹھ کر جنگ کی صورتحال دیکھتا تھا اور ضرورت کے وقت مختلف دستوں اور ان کے کمانداروں کو ضروری پیغامات اور ہدایات بھیجتا رہتا تھا گویا قلب فوج کا کنٹرول روم ہوتا تھا ایرانی فوج کے قلب میں اپنے کماندار کے لئے اونچا تخت یا چبوترہ بنا دیتے تھے جیسا کے قادسیہ کی لڑائی میں انہوں نے اپنے کماندار رستم کے لئے بنایا تھا ہندوستانی اپنے کماندار یا بادشاہ کے لئے ہاتھی کی پشت پر ہودہ رکھ کر اس سے کمان اور کنٹرول روم کا کام لیتے تھے لڑنے والے دستوں کے کمانداروں کو معلوم ہوتا تھا کہ انہیں ضرورت کے وقت مدد کے لئے کہاں پیغام بھیجنا ہے اور ہدایات کہاں سے لینا ہیں یہ تخت یا ہاتھی فوج کی پیش قدمی کے ساتھ ساتھ آگے بڑھتا جاتا تھا دشمن کے لئے صفوں کو چیر کر

کمانداز تک پہنچنا بہت دشوار ہوتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے صحابہ کرام کو ترتیب تو زحف یا صف بندی کے طریقے پر دیا لیکن آپؐ کے پاس تو صرف تین سو تیرہ مجاہد تھے اتنی سپاہ نہیں تھی کہ اس سے مقدمہ، میمنہ، میسرہ اور ساقہ ترتیب دیئے جاسکیں اور قلب میں کماندار کے لئے حفاظتی دستہ بھی مکمل ہوسکے ویسے بھی اگر حضورؐ فوج کے درمیان میں قلب سے کمان کرتے تو صحابہ کرام کی زیادہ توجہ آپؐ کی حفاظت پر رہتی ان سارے پہلوؤں کو سامنے رکھتے ہوئے آپؐ نے اپنا کمان اور کنٹرول روم اپنی سپاہ کے صفوں کے پیچھے ٹیلے کی بلندی پر بنایا جہاں سے سامنے لڑائی کی صورتحال صاف نظر آتی تھی وہ کمان روم وہی چھپر تھا جو کھجور کی شاخوں کو ترتیب دے کر بنایا گیا تھا چھپر کے عقب پر عربوں کے رواج کے مطابق اونٹوں کی قطار بنا دی اور اس کمان اور کنٹرول روم کی حفاظت حضرت ابوبکرؓ صدیق حضرت سعدؓ بن عبادہ اور چند دیگر صحاب کرام نے سنبھال لی اس طرح یہ ایک نیا طریق ترتیب تھا اور اس کی بنیاد اللہ کی مدد بھروسے اور صحابہ کرام کے جذبہ ایمانی پر تھی(15) کوئی عام انسان کماندار یا بادشاہ اپنی تھوڑی سی سپاہ کو اس طرح ترتیب نہیں دے سکتا تھا۔

یہ ماہ رمضان کی سترہ تاریخ تھی اور جمعہ کا دن تھا رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو فجر کی نماز پڑھائی خطبہ دیا اور اپنے کنٹرول روم کے سامنے میدان جنگ میں لے آئے اسی مقام پر جہاں کل شام ریت اڑ رہی تھی جس ریت پر چلنا دشوار تھا اور پاؤں اس میں دھنس دھنس جاتے تھے رات کی بارش سے اللہ تعالیٰ نے ریت جما دی تھی رسول اللہ ﷺ نے سامنے صفیں ترتیب دیں بالکل سیدھی جیسے مسلمان نماز میں سیدھی صفیں باندھ کر کھڑے ہوتے تھے نماز کی تربیت نے صف بندھی آسان بنا دی تھی رسول اللہ ﷺ کے ہاتھ میں تیر تھا جس کے اشارے سے آپؐ صحابہ کرام کی صفوں کو تیر کی مانند سیدھا کر رہے تھے حضورؐ نے پہلی صف میں تلوار چلانے والے اور نیزہ بردار رکھے پچھلی صفیں تیر اندازوں کی تھیں جن کے ساتھ ہی ذرا بلندی پر آپؐ کا کمان اور کنٹرول روم تھا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ تیر اندازوں کی صف تلوار بند اور نیزہ برداروں کی صف سے ذرا بلندی پر ہوگی دشمن کے پاس گھوڑ سوار دستے تھے جو تیزی سے پہلوؤں کی طرف اور عقب کی طرف سے حملہ کرسکتے تھے ان کا راستہ روکنے کے لئے حضورؐ نے ان صفوں کے دونوں پہلوؤں پر بھی تیر اندازوں کے دستے متعین فرمائے اور ان کی ترتیب ایسی رکھی کہ جھکاؤ پیچھے کی طرف ہوتا کہ وہ پہلوؤں سے پیچھے کی طرف جانے والے گھوڑ سواروں کا راستہ بھی روک سکیں جنوب کی طرف سے وادی کے بائیں کنارے کے ساتھ ساتھ مسلمانوں کے کیمپ کے پیچھے کی

طرف ایک راستہ جاتا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے وہاں پر بھی ایک دستہ متعین فرما دیا تاکہ اس طرف سے دشمن عقب کی طرف نہ جا سکے جہاں اونٹوں کی صف کھڑی کی گئی تھی رسول اللہ ﷺ نے ان دستوں کے الگ الگ کماندار مقرر فرمائے اور اپنے کنٹرول روم (چھپر) میں واپس آ گئے حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ مسلمان میدان جنگ میں صفیں باندھے کھڑے تھے لب بستہ اور مستعد لیکن قریش ابھی تک اپنے کیمپ سے باہر نہیں آئے تھے(16) رسول اللہ ﷺ نماز کی نیت باندھ کر اللہ کے حضور کھڑے ہو گئے۔

نبی ﷺ کی دعا

"یا الٰہی اگر یہ مٹھی بھر جماعت آج ختم ہو گئی تو قیامت تک تیری عبادت کرنے والا کوئی نہیں ہو گا۔ یا الٰہی تو نے مجھ سے جو وعدہ کیا ہے' اسے پورا کر" آپؐ دیر تک اللہ کے حضور کھڑے رہے اللہ تعالیٰ سے دعا کے لئے آپؐ نے اپنے ہاتھ اتنے زیادہ اٹھائے ہوئے تھے کہ آپؐ کے کندھوں پر سے چادر گر گئی حضرت ابو بکرؓ صدیق پاس کھڑے تھے انہوں نے آپؐ کی چادر آپؐ کے کندھوں پر ڈالی اور آپؐ کو آغوش میں لیتے ہوئے کہا "یا رسول اللہ ﷺ دعا کافی ہو چکی اپنی جان کو جوکھوں میں نہ ڈالیں اللہ نے آپؐ سے مدد کا جو وعدہ کیا ہے وہ ضرور پورا ہو گا"
رسول اللہ ﷺ نے نماز مکمل کی زرہ پہنی اور چھپر سے باہر آ گئے آپؐ قرآن کریم کی سورہ القمر کی یہ آیات پڑھ رہے تھے"

"یہ جماعت عنقریب پسپاء ہو جائے گی
اور پیٹھ پھیر کر بھاگ جائے گی
بلکہ ان کے وعدے کا وقت قیامت کا دن ہے
اور وہ دن بڑا خوفناک اور تلخ ہے" (54 : 45' 46)

حق اور باطل

آفتاب پہاڑوں کے پیچھے سے نکل آیا تھا العقنقل کے ٹیلے کے پیچھے سے نکل کر قریش کا لشکر میدان جنگ میں داخل ہو رہا تھا بڑی شان اور کروفر کے ساتھ اپنی قوت اور طاقت پر غرور کرتا ہوا آگے بڑھ رہا تھا رسول اللہ ﷺ نے قریش کے لشکر اور کمانداروں کے انداز دیکھ کر دعا کی "اے اللہ طاقت کے نشہ اور غرور میں سرمست قریش تجھ سے مقابلہ کرنے اور تیرے رسولؐ کی تکذیب

کرنے آئے ہیں اے اللہ ان کو ہلاک کر دے"
قریش اپنے لشکر کو ترتیب دینے میں مصروف ہو گئے۔
رسول اللہ ﷺ صحابہ کرامؓ کو آخری ہدایات دینے لگے آپؐ نے صحابہ کرام کو میدان جہاد میں صبر اور استقلال سے کام لینے کو کہا پھر آپؐ نے فرمایا "جب تک دشمن قریب نہ آجائے ہتھیار استعمال نہ کئے جائیں اور اس وقت تک وار نہ کیا جائے جب تک ہدف پوری طرح زد میں نہ آجائے اور جب تک میں حکم نہ دوں کوئی شخص اپنی جگہ سے نہیں ہلے گا"
رسول اللہ ﷺ نے تیر اندازوں کو بھی ہدایت کی کہ جب تک دشمن قریب نہ آ جائے اس وقت تک وہ اس پر تیر نہ چلائیں اور اپنے تیر ضائع نہ کریں
ایک طرف باطل تھا کثرت سیاہ آہن پوش دستے تھے گھوڑ سوار حملہ کرنے والے آہن پوش تھے قومی غرور اور طاقت پر فخر تھا اور اس لشکر کا سپہ سالار عتبہ بن ربیعہ تھا جس کا نائب ابوجہل تھا قریش کے لشکر کی تعداد ایک ہزار کے قریب تھی ان کا قومی جھنڈا ابو عزیز بن عمیر کے پاس تھا ایک جھنڈا نضر بن حارث کے پاس تھا طلحہ بن ابی طلحہ بھی ایک جھنڈا لئے ہوئے تھے دوسری طرف قافلۂ حق تھا بے سروسامانی کی حالت تھی تین سو تیرہ تعداد اور صرف دو گھوڑے تھے مگر ان کے کماندار اللہ کے رسول ﷺ تھے اور ان کی قوت ان کا ایمان تھی رسول اللہ ﷺ کا سب سے بڑا جھنڈا حضرت مصعبؓ بن عمیر کے پاس تھا ایک بھائی رسول اللہ ﷺ کا علمبردار اور دوسرا بھائی ابو عزیز بن عمیر قریش کا علمبردار تھا خزرج کا جھنڈا حضرت حباب بن منذر کے پاس تھا اور اوس کا جھنڈا حضرت سعدؓ بن معاذ اٹھائے ہوئے تھے رسول اللہ ﷺ نے مہاجرین کے لئے "یا بنی عبدالرحمان" کا علامتی کلمہ جنگ مقرر فرمایا خزرج کا کلمہ جنگ "یا بنی عبداللہ" اور اوس کا نعرہ جنگ "یا نبی عبیداللہ" مقرر فرمایا ایک روایت کے مطابق مسلمانوں کا شناختی کلمہ جنگ ایک ہی تھا "یا منصورامت" دونوں لشکر ایک دوسرے کے آمنے سامنے تیار کھڑے تھے
قریش کے لشکر سے کچھ لوگ نکلے اور اس چشمے کی طرف بڑھے جس کے گرد مسلمانوں نے منڈھیر بنا کر اس کا پانی محفوظ کرلیا تھا انہیں پیاس نہیں تھی وہ تو اپنی جرأت کا مظاہرہ کرنا چاہتے تھے کہ وہ کسی سے ڈرتے نہیں ان میں حکیم بن حزام بھی تھا مسلمانوں نے انہیں روکنا چاہا تو رسول اللہ ﷺ نے منع فرما دیا وہ چشمے تک پہنچا پانی پیا اور اپنے لشکر میں واپس چلا گیا۔ اس کے بعد قریش کے لشکر میں سے اسود بن عبدالاسد مخزومی باہر آیا اس نے بلند آواز میں نعرہ لگایا "میں نے اللہ سے وعدہ کیا ہے میں اسے پورا کرنے آ رہا ہوں میں مسلمانوں کے چشمہ سے پانی پیوں گا اس کی

منڈھیر توڑ دوں گا یا اپنی جان دے دوں گا"

اسود بن عبدالاسد کی طرف سے یہ چیلنج تھا وہ چشمے کی طرف بڑھا حضرت حمزہؓ نے آگے بڑھ کر اسے روکا اور پہلے ہی وار میں اس کی پنڈلی کاٹ دی وہ پشت کے بل گرا اور اپنی قسم پوری کرنے کے لئے رینگتا ہوا چشمے کی طرف بڑھنے کی کوشش کرنے لگا وہ حوض کے قریب تھا کہ حضرت حمزہؓ نے آگے بڑھ کر اس کے غرور کا سر قلم کر دیا۔

اب قریش کا کماندار عتبہ خود آگے بڑھا ابوجہل کا طعنہ اسے یاد تھا اور وہ قریش پر اپنی بہادری ثابت کرنا چاہتا تھا اس کا بھائی شیبہ اس کے دائیں طرف تھا اور بیٹا ولید بائیں طرف وہ تینوں چلتے ہوئے دونوں فوجوں کے درمیان پہنچ گئے۔

عربوں کے رواج کے مطابق عتبہ چلایا "کون ہے جو ہمارا مقابلہ کرے گا"

اسلامی لشکر سے تین انصاری نوجوان مقابلے کے لئے نکلے وہ تینوں آپس میں بھائی تھے۔ معاذؓ معوذؓ اور عوفؓ پسران حارث ایک روایت کے مطابق معوذؓ اور عوفؓ کے ساتھ عبداللہؓ بن رواحہ مقابلے کے لئے میدان میں نکلے تھے۔

"تم کون لوگ ہو جو ہمارے مقابلہ کے لئے آئے ہو؟" عتبہ نے پوچھا

انہوں نے اپنا اپنا تعارف کرایا

"ہمیں تمہاری ضرورت نہیں" عتبہ نے چلا کر کہا

پھر اس نے آواز بلند کی "محمد (ﷺ) ہمارے مقابلہ کے لئے ہماری برادری کے اور ہمارے ہم مرتبہ بھیجو"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "عبیدہؓ بن حارث آگے بڑھو! حمزہؓ آگے بڑھو علیؓ آگے بڑھو"(17)

حضرت عبیدہؓ حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ مقابلے کے لئے میدان میں اترے تو عتبہ بن ربیعہ نے پوچھا "تم کون کون ہو؟"

انہوں نے اپنے اپنے سروں پر آہنی خود پہنے ہوئے تھے اس لئے قریش مکہ کے کماندار انہیں پہچان نہیں سکے تھے

حضرت حمزہؓ نے کہا "میں ہوں اللہ اور اس کے رسولؐ کا شیر حمزہؓ بن مطلب"

"اچھے ہمسر ہو" شیبہ نے کہا

حضرت علیؓ نے کہا "میں ہوں اللہ کا بندہ اور اس کے رسول کا بھائی"

حضرت عبیدہؓ نے کہا "میں ان کے حلیفوں میں سے ہوں عبیدہؓ بن حارث"

"بلا شبہ تم معزز مدِ مقابلہ ہو" عتبہ نے سن کر کہا
حضرت عبیدہؓ عمر میں حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ سے بڑے تھے وہ قریش کے سب سے بڑے سردار عتبہ کی طرف بڑھے حضرت حمزہؓ نے شیبہ کا چیلنج قبول کیا اور حضرت علیؓ عتبہ کے بیٹے ولید کی طرف بڑھے۔
عربوں کی روایت کے مطابق تینوں الگ الگ مقابلہ کرنے لگے۔
حضرت حمزہؓ نے شیبہ بن ربیعہ کو سنبھلنے بھی نہ دیا اور اسے قتل کر دیا حضرت علیؓ نے ولید کا خاتمہ کر دیا اور حضرت عبیدہؓ اور عتبہ بن ربیعہ دونوں نے ایک دوسرے کو زخمی کرکے گرا دیا جنگی روایت کے مطابق دونوں فاتح اب اپنے زخمی ساتھی کی مدد کر سکتے تھے۔
حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ حضرت عبیدہؓ کی مدد کو آگے بڑھے عتبہ کا خاتمہ کر دیا اور حضرت عبیدہؓ کو اٹھا کر لشکر اسلام میں واپس لے آئے۔

گھمسان کی جنگ

دونوں فوجیں آمنے سامنے کھڑی دیکھ رہی تھیں قریش کا کماندار اپنے بھائی اور بیٹے سمیت مارا گیا پہلے اسود بن عبدالاسد نے مسلمانوں کو چیلنج کیا اور مارا گیا تھا اس کے بعد ان کے سب سے بڑے سردار نے چیلنج کیا تھا اور بھائی اور بیٹے سمیت ڈھیر ہوگیا تھا قریش کے لئے یہ شرم اور بے عزتی کی بات تھی کھلے چیلنج میں مسلمان کامیاب رہے تھے ابوجہل برداشت نہ کرسکا اور عام حملے کا حکم دے دیا اس نے اپنے لشکر کو مخاطب کرتے ہوئے کہا "اے قوم تم سراقہ بن مالک کی بے وفائی سے مرعوب نہ ہوجانا اس کا محمدؐ سے پہلے سے ایک وعدہ تھا تم عتبہ' شیبہ' اور ولید کے قتل ہو جانے سے بھی خوفزدہ نہ ہو جانا انہوں نے جلد بازی سے کام لیا لات اور عزیٰ کی قسم ہم واپس نہیں لوٹیں گے تاوقتیکہ ان (مسلمانوں) کو پہاڑوں میں بکھیر دیں تم میں سے کوئی کسی مسلمان کو قتل نہ کرے بلکہ انہیں قیدی بنائے یہاں تک تم انہیں ان کے کرتوتوں سے آگاہ کرو اور لات و عزیٰ سے نفرت کا مزہ چکھاؤ"
پھر اس نے شعر پڑھا "مجھے گھمسان کی جنگ ناگوار نہیں میں تو شہ زور اور جوان ہوں میری ماں نے مجھے ایسے ہی مشکل کاموں کے لئے جنم دیا ہے"
اس کے بعد ابوجہل نے دعا کی "اے اللہ جو دین بہتر ہے اس کی مدد کر اے اللہ ہمارا دین قدیم ہے جبکہ محمد (ﷺ) کا دین نیا ہے اے اللہ آج تو ہم میں سے جو زیادہ قطع رحمی کرنے والا اوران

کاموں کا زیادہ کرنے والا ہے جو تیرے ہاں نیکی میں شامل نہیں اسے ہلاک اور برباد کردے۔"

ابوجہل کی طرف سے عام حملہ کا حکم ملتے ہی قریش مسلمانوں پر یلغار کے لئے دوڑے وہ میدان کے نشیب کی طرف تھے جس میں بارش سے کیچڑ بھر گئی تھی جوش میں کچھ آگے نکل آئے کچھ پیچھے رہ گئے۔

قریش کے گھوڑ سوار دستے حملے کے لئے آگے بڑھے تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے لشکر کے دونوں پہلوؤں پر جو تیر انداز متعین کر رکھے تھے ان کی ترچھی ترتیب اور ماہرانہ تیر اندازی کی وجہ سے قریش کے گھوڑ سوار مسلمان فوج کو اپنے گھیرے میں نہ لے سکے قریش کے پیدل دستے بار بار حملہ کرتے تھے لیکن مسلمان سامنے دیوار بنے کھڑے تھے تیر انداز تیر برسا رہے تھے ان کی زبانوں پر احد! احد! تھا قلب قوت ایمانی سے مستحکم اور مضبوط تھے

قریش اس دیوار کی طرف بڑھتے اور زخم اٹھا کر پسپاء ہوجاتے

صحابہ کرامؓ رسول اللہ ﷺ کی ہدایات کے مطابق اپنا دفاع کررہے تھے جو قریب آتا اس پر وار کرتے جو آگے بڑھتا اس پر تیر برساتے

قریش کا ایک دستہ حملہ کرتا اور پسپاء ہوجاتا تو پھر دوسرا دستہ آگے بڑھتا اور پسپائی اختیار کرتا لشکر اسلام ایک مضبوط وحدت کی صورت میں اپنی جگہ جما ہوا تھا

قریش کے تیز رفتار دستے آگے بڑھتے تو مسلمان ان پر تیروں اور پتھروں کی بارش کردیتے وہ اور آگے آتے تو نیزوں اور تلواروں سے انہیں نشانہ بناتے تھے۔

اللہ کی مدد

قریش کی طرف سے عام حملہ کے وقت لشکر اسلام کو ہدایات جاری فرما کر رسول اللہ ﷺ نے اپنے چھپر میں واپس چلے آئے تھے آپؐ نے ہدایت کی تھی کہ جب تک آپؐ حکم نہ دیں مسلمان قریش پر عام یلغاز نہ کریں آپؐ اپنے کمان اور کنٹرول روم سے جنگ دیکھ رہے تھے بلندی پر ہونے کی وجہ سے آپؐ کو سارا میدان جنگ صاف نظر آرہا تھا آپؐ حسب ضرورت وہاں سے ہدایات اور پیغام بھیج رہے تھے اور مسلمانوں کی فتح و نصرت کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعا مانگ رہے تھے۔ صرف حضرت ابو بکر صدیقؓ آپؐ کے ساتھ تھے وہ چھپر کے دروازے پر کھڑے پہرہ دے رہے تھے قریش کے تیر انداز چھپر کی طرف تیر برسا رہے تھے اور اللہ کے نبی اللہ کی مدد کے جلد آنے کی دعا مانگ رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے سرمبارک کو ایک جنبش ہوئی جیسے نیند کے غلبہ سے اونگھ آ جائے اللہ تعالیٰ نے اونگھ میں اپنی مدد کی نشانیاں دکھادیں آپؐ نے حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا "اے ابوبکر خوش ہو جاؤ تمہارے پاس اللہ کی مدد آ گئی جبریلؑ اپنے گھوڑے کی باگیں تھامے اسے کھینچ رہے ہیں اور ان کے اگلے دو دانتوں پر غبار ہے"

میدان میں گھمسان کی جنگ ہو رہی تھی رسول اللہ ﷺ چھپر سے باہر آ گئے صحابہ کرام کی صفوں کے پیچھے کھڑے ہو کر لڑائی کی صورت حال کا جائزہ لینے لگے دشمن کے تیر اندازوں کا نشانہ آپ کا چھپر تھا مگر آپؐ ان کے تیروں سے بے خوف ہر قسم کے خطرے سے بے نیاز ان کے سامنے کھڑے تھے(18) اور حضرت ابو بکر صدیقؓ آپ کے ساتھ تھے آپؐ اپنے سامنے میدان میں جنگ ہوتی دیکھتے رہے پھر آپؐ نے زمین سے مٹھی بھر مٹی اٹھا کر قریش کے لشکر کی طرف پھینکتے ہوئے فرمایا" ان کے چہرے بگڑ جائیں" مشرکین میں سے کوئی ایک بھی اس مٹی سے نہ بچا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

- "انہیں آپؐ نے قتل نہیں کیا تھا
  انہیں تو اللہ نے قتل کیا تھا
  جب آپؐ نے ان پر مٹھی بھر خاک
  پھینکی تو یہ آپؐ کا کام نہیں تھا
  یہ تو اللہ
  کا کام تھا تاکہ وہ
  (اللہ) اہل ایمان پر بہترین
  اور شاندار احسان کرے کیونکہ اللہ
  سننے والا اور (سب چیزوں) کا
  جاننے والا ہے"۔ (8:17)

اس کے ساتھ ہی رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرامؓ کو جوابی حملے کا حکم دیا اور فرمایا "چڑھائی کردو!" مسلمان اپنی صفیں قائم رکھتے ہوئے آگے بڑھے رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابو بکر صدیقؓ بھی میدان قتال میں اتر آئے اور لشکر اسلام میں شامل ہو گئے حضرت علیؓ فرماتے ہیں "بدر کے دن جب جنگ شروع ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہماری قیادت فرما رہے تھے اور ہم حضورؐ کے ساتھ اپنا بچاؤ کرتے تھے اس دن سے سب سے سخت لڑائی کرنے والے اللہ کے رسولؐ تھے

اور وہ کفار سے سب سے زیادہ قریب تھے"(19)
رسول اللہ ﷺ کی طرف سے "چڑھائی کردو" کا حکم ملتے ہی اہل ایمان تیزی سے آگے بڑھے ان کا حملہ اتنا شدید تھا کہ مشرکین سنبھل نہ سکے۔
رسول اللہ ﷺ زرہ پہنے تیز تیز چلتے ہوئے اپنی سپاہ کو ہدایات جاری فرما رہے تھے۔

ابوجہل کا انجام

مشرکین مکہ اپنے کماندار کو گھیرے ہوئے تھے عتبہ بن ربیعہ کے قتل کے بعد ابوجہل مشرکین کے لشکر کی قیادت کررہا تھا وہ اپنے محافظوں میں اس طرح گھرا ہوا تھا"جیسے وہ درخت جس کے ارد گرد اتنے زیادہ درخت ہوں کہ اس تک پہنچنا ممکن نہ ہو" (20) جنگ جاری تھی قریش کے دستے آگے بڑھ بڑھ کر حملے کررہے تھے اور پسپا ہوکر واپس چلے جاتے تھے اور مسلمان صفیں باندھے لڑ رہے تھے۔
حضرت عبدالرحمٰن بن عوف بھی ایک صف میں کھڑے تھے انہوں نے دیکھا کہ ان کے دائیں اور بائیں دونوں طرف انصار مدینہ کے دو نوعمر مجاہد کھڑے ہیں ایک طرف معاذ بن عمرو بن جموح اور دوسری طرف مغاذ بن عفراء
"چچا جان ذرا مجھے بتائیں تو ابوجہل کونسا ہے؟" ایک لڑکے نے حضرت عبدالرحمٰن سے آہستہ آواز میں پوچھا تاکہ ان کے دوسری طرف کھڑا دوسرا لڑکا سن نہ لے
"تم ابوجہل کو دیکھ کر کیا کرو گے؟" حضرت عبدالرحمٰن نے پوچھا
"میں نے سنا ہے وہ رسولِ اللہ ﷺ کو گالیاں دیتا ہے اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے ابوجہل مل گیاتو جب تک ابوجہل یا میں خود ختم نہ ہوجاؤں اس کا پیچھا نہیں چھوڑوں گا"
حضرت عبدالرحمٰن نے حیرانی سے اس نوجوان کی طرف دیکھا
"چچا جان کفار کے لشکر میں ابوجہل کونسا ہے؟" حضرت عبدالرحمٰن بن عوف کے دوسری طرف کھڑے نوعمر لڑکے نے ان کا بازو دباتے ہوئے رازدارانہ انداز میں پوچھا
"وہ ہے ابوجہل" حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے مشرکین کے کماندار کی طرف اشارہ کرتے ہوئے لڑکوں کو بتایا
یہ سنتے ہی دونوں لڑکے تلواریں سونت کر بجلی کی سی تیزی سے ابوجہل کی طرف بڑھے اور آن واحد میں اسے ڈھیر کردیا

پھر وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے "میں نے ابو جہل کو قتل کر دیا ہے" دونوں میں سے ہر ایک نے عرض کیا
"تم نے اپنی تلواروں پر سے خون صاف کر دیا ہے؟" رسول اللہ ﷺ نے پوچھا
"نہیں یا رسول اللہ ﷺ دونوں نے اپنی تلواریں اپنے دعوے کے ثبوت کے طور پر رسول اللہ ﷺ کو پیش کرتے ہوئے عرض کیا
رسول اللہ ﷺ نے دونوں کی تلواروں کا معائنہ فرمایا اور کہا "تم دونوں نے ابو جہل کو قتل کیا ہے"
دونوں لڑکے خوش ہو گئے معاذؓ بن عفراء واپس لوٹے اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

حق کی فتح

مشرکین نے اپنے کماندار کو گرتے دیکھا تو ان کے حوصلے جاتے رہے کفر کی سپاہ کے پاؤں تو کماندار کی موجودگی اور حوصلہ افزائی کے باوجود اکھڑ چکے تھے کماندار گرا تو مشرک پسپا ہو گئے ٹولیوں میں بٹے اور بھاگنے لگے اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان کو کفر اور جبر کے گروہ کثیر پر فتح عظیم عطاء فرما دی تھی۔
صحابہ کرام بھاگتے ہوئے کفار کا تعاقب کر رہے تھے ان کی گردنیں اڑا رہے تھے اور جو ہتھیار ڈال دیتا تھا اسے قیدی بنا رہے تھے۔
رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکر صدیقؓ کے ہمراہ چھپر میں واپس آ گئے۔
حضرت سعدؓ بن معاذ تلوار نکال کر چھپر پر پہرہ دینے لگے انہیں دیکھ کر کچھ اور انصاری بھی پہرے پر کھڑے ہو گئے میدان میں چاروں طرف قریش کے شکست خوردہ پیدل اور سوار دستے دوڑے پھر رہے تھے خدشہ تھا کہ قریش کا کوئی دستہ ادھر آ جائے اور رسول اللہ ﷺ پر حملہ کر دے
سامنے میدان جنگ میں مسلمان مشرکین کو قیدی بنا رہے تھے
رسول اللہ ﷺ کے چھپر کے سامنے پہرے پر کھڑے حضرت سعدؓ بن معاذ کے چہرے پر ناگواری کے اثرات نمودار ہونے لگے
"سعد معلوم ہوتا ہے مشرکین کو قیدی بنانا تمہیں پسند نہیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ بن معاذ کے چہرے کی طرف دیکھتے ہوئے پوچھا
"یا رسول اللہ ﷺ آج اللہ تعالیٰ نے کفر کو پہلی بار شکست سے دو چار کیا ہے مجھے ان کو گرفتار

کرنے سے ان کو قتل کر دینا زیادہ پسند ہے" حضرت سعدؓ بن معاذ نے عرض کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا "بنی ہاشم اپنی خوشی سے لڑنے نہیں آئے مجھے بتایا گیا ہے کہ انہیں کفار کے لشکر کے ساتھ آنے پر مجبور کیا گیا تھا"

آپؐ نے مسلمانوں سے کہا تھا "بنی ہاشم میں سے کسی کو قتل نہ کرنا عباس بن عبدالمطلب کو قتل نہ کرنا"

حضرت ابو حذیفہؓ نے سنا تو کہا "ہم اپنے آباء اور بھائیوں کو تو قتل کریں اور عباس بن عبدالمطلب کو چھوڑ دیں؟ واللہ ایسا نہ ہوگا اگر عباس بن عبدالمطلب میری تلوار کی زد میں آگیا تو میں اسے تہ تیغ کردوں گا"

حضرت ابو حذیفہؓ کی بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی تو آپؐ نے حضرت عمر فاروقؓ کو مخاطب فرمایا "یا ابو حفص کیا رسول اللہ ﷺ کے چچا قتل کر دیئے جائیں گے؟

"یا رسول اللہ ﷺ ابو حذیفہ منافق ہوگیا ہے۔ مجھے اجازت دیں میں اس کا سر قلم کر دوں" حضرت عمرؓ نے عرض کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے اجازت عطا نہیں فرمائی۔

آپؐ تو درگزر فرمانے والے تھے۔

عتبہ، شیبہ اور ولید حضرت ابو حذیفہ کے والد چچا اور بھائی تھے۔

حضرت ابو حذیفہ زندگی بھر اس بات پر پشیمان رہے وہ کہا کرتے تھے کہ اس کا کفارہ صرف شہادت کی موت ہے۔

اور پھر 12ھ میں وہ جنگ یمامہ میں شہید ہو گئے۔

ابو البختری کا قتل

رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی تھی کہ بنو اسد کے ابوالبختری کو قتل نہ کیا جائے۔ ابو البختری مکہ کے ان سرداروں میں سے تھا جنہوں نے کبھی آپؐ کو اذیت نہیں پہنچائی تھی۔ قریش کے لوگ رسول اللہ ﷺ سے زیادتی کرتے تو ابو البختری انہیں بھی منع کیا کرتا تھا۔ وہ ان پانچ سرداروں میں سے تھا جنہوں نے بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کا بائیکاٹ ختم کرایا تھا۔ اس نے ابو جہل سے کہا تھا "بائیکاٹ کی دستاویز میں جو کچھ لکھا ہے ہم اس پر خوش نہیں، ہم اس کی پابندی کا اقرار نہیں کریں گے"

وہ ان پانچ سرداروں میں سے تھا جو ہتھیار لگا کر شعب ابی طالب گئے تھے اور بنی ہاشم اور بنی عبدالمطلب کو بائیکاٹ کے خاتمہ کی اطلاع دی تھی۔
میدان جنگ میں ابو البختری کا اور المجذر کا آمنا سامنا ہوگا۔
"رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تمہارے قتل سے منع فرمایا ہے" المجذرؓ نے اسے بتایا
"میرے ساتھی کو بھی قتل نہیں کیا جائے گا" ابوالبختری نے پوچھا۔
جنادہ بن ملیحہ مکہ سے اس کے ساتھ آیا تھا اور اس وقت بھی اس کے ہمراہ تھا۔
"واللہ ہم تیرے ہمرکاب کو نہیں چھوڑیں گے رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تیرے اکیلے کے لئے ارشاد فرمایا ہے"
"واللہ میں ایسا نہیں کر سکتا میں اور وہ دونوں اکٹھے مریں گے تاکہ مکہ کی عورتیں میرے بارے میں یہ نہ کہیں کہ اپنی جان بچانے کے لئے اپنے ہمرکاب کو چھوڑ دیا"
مقابلے میں المجذر نے اسے قتل کر دیا۔
پھر وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے' میں نے بہت کوشش کی کہ ابوالبختری قیدی بننے پر راضی ہو جائے تو اسے آپؐ کی خدمت میں پیش کروں لیکن اس نے کوئی بات نہ مانی تو میں نے اس سے جنگ کرکے اسے مار ڈالا"

امیہ بن خلف کا قتل

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کچھ زرہیں اٹھائے جارہے تھے یہ زرہیں انہیں لڑائی کے میدان سے ملی تھیں۔
"اے عبد عمرو!" کسی نے آواز دی۔
عبد عمرو ان کا اسلام قبول کرنے سے پہلے کا نام تھا انہوں نے اسلام قبول کیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کا نام عبدالرحمٰنؓ رکھ دیا تھا۔
امیہ بن خلف ان کا دوست تھا وہ جب بھی ملتا انہیں "عبد عمرو" کے نام سے پکارتا مگر حضرت عبدالرحمٰنؓ اس نام پر پکارے جانے پر کوئی جواب نہیں دیتے تھے۔
ایک روز امیہ بن خلف نے کہا "کیا تجھے اس نام سے نفرت ہے جو تیرے باپ نے رکھا تھا"
"ہاں مجھے اس نام سے بلایا جانا پسند نہیں کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میرا نام

عبدالرحمٰنؓ رکھا ہے تم مجھے اس نام سے بلایا کرو" حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جواب دیا تھا۔
"لیکن میں تو رحمان کو نہیں جانتا" امیہ بن خلف نے کہا تھا۔
"تو پھر کوئی ایسا نام مقرر کرلیتے ہیں جو مجھے ناگوار نہ ہو تم اس نام سے مجھے پکار لیا کرو"
"تو آج سے میں تمہیں "عبدالالہ" کہا کروں گا"
حضرت عبدالرحمٰنؓ نے اتفاق کرلیا۔
اس کے بعد سے امیہ بن خلف ہمیشہ انہیں "عبدالالہ" کہہ کر پکارتے تھے۔
"اے عبدالالہ" امیہ بن خلف نے دوسری بار پکارا۔
"جی فرمائیں" حضرت عبدالرحمٰنؓ نے جواب دیا۔
"کیا تمہیں میری ضرورت نہیں میں تیرے لئے ان زرہوں سے بہتر ہوں" امیہ بن خلف نے کہا۔
"واللہ تو ٹھیک کہتا ہے" حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف نے کہا۔ اور زرہیں پھینک کر امیہ بن خلف کو قیدی بنانے کی تجویز مان لی۔ امیہ بن خلف کے ساتھ اس کا بیٹا علی بھی تھا۔ حضرت عبدالرحمٰنؓ نے ایک ہاتھ سے باپ کا بازو پکڑ لیا اور دوسرے ہاتھ میں اس کے بیٹے کا ہاتھ لے لیا۔
"میں نے آج جیسا دن کبھی نہیں دیکھا" امیہ بن خلف نے کہا۔
واقعی ایسا منظر قریش مکہ نے کبھی نہیں دیکھا تھا جو اللہ تعالیٰ نے اس روز انہیں دکھایا تھا۔
"کیا تجھے دودھ دینے والی اونٹنیوں کی ضرورت نہیں" امیہ بن خلف نے اس فدیہ کی طرف اشارہ کیا جو اس کے وارث حضرت عبدالرحمٰنؓ کو ان باپ بیٹوں کی رہائی کے بدلے میں دینے والے تھے۔

حضرت عبدالرحمٰنؓ ان دونوں باپ بیٹے کو لے کر اپنے مقام کی طرف چل پڑے وہ دونوں اب ان کے جنگی قیدی تھے اور ان کا فدیہ حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کا حق تھا۔
"اے عبدالالہ تمہاری فوج میں وہ کون شخص تھا جس نے اپنے سینے پر شتر مرغ کا پر سجا رکھا تھا؟" امیہ بن خلف نے حضرت عبدالرحمٰنؓ کے ساتھ چلتے ہوئے پوچھا
"وہ حمزہؓ بن عبدالمطلب تھے"
"اس نے ہمیں بہت برباد کیا" امیہ بن خلف نے بتایا۔
حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف ان باپ بیٹوں کو ساتھ لئے جارہے تھے کہ حضرت بلالؓ نے دیکھ لیا
"آج یہ زندہ رہے گا یا میں زندہ رہوں گا" حضرت بلالؓ نے بلند آواز سے کہا۔
حضرت بلالؓ نے جب اسلام قبول کیا تو وہ اسی امیہ بن خلف کے غلام ہوتے تھے ان کے

اسلام قبول کرنے پر امیہ انہیں سخت سزائیں دیا کرتا تھا وہ انہیں گرم ریت پر پیٹھ کے بل لٹا کر ان کے سینے پر بھاری پتھر رکھ دیا کرتا تھا اور کہا کرتا تھا "جب تک محمدؐ کا دین نہیں چھوڑو گے تمہارا یہی حال ہوتا رہے گا" حضرت بلالؓ کو انہیں دیکھ کر وہ سب مظالم یاد آگئے تھے وہ دن ان کی آنکھوں کے سامنے آگئے جب گرم ریت پر بھاری پتھر کے بوجھ کے نیچے وہ "اللہ ایک ہے' اللہ ایک ہے" کہا کرتے تھے اور امیہ پاس کھڑا ہو کر انہیں سزائیں دلایا کرتا تھا.

"بلالؓ کیا تم میرے ان دو قیدیوں کے بارے میں یہ کہہ رہے ہو؟" حضرت عبدالرحمٰنؓ نے پوچھا.

ان کا مطلب تھا کہ اب وہ دونوں اس کے قبضہ میں ہیں اور ان کی قید میں آگئے ہیں.

"امیہ بن خلف کفر کا سردار ہے آج اگر یہ زندہ بچ گیا تو میں زندہ نہیں رہوں گا"

پھر حضرت بلالؓ بلند آواز میں انصار کو پکارنے لگے "اے انصار اللہ یہ ہے کفر کا سردار امیہ بن خلف آج یہ زندہ رہا تو پھر میں زندہ نہیں رہوں گا"

حضرت بلالؓ کی آواز سنتے ہی بہت سے انصاری وہاں جمع ہوگئے حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف ان باپ بیٹوں کو پکڑے درمیان میں کھڑے تھے اور ان کو بچانے کی کوشش کر رہے تھے.

پیچھے سے ایک مجاہد نے تلوار کھینچ کر امیہ کے بیٹے کے پاؤں پر ماری وہ زخمی ہو کر گرا تو امیہ نے چیخ ماری.

"واللہ اب میں تمہارے لئے کچھ نہیں کر سکتا بچا سکتے ہو تو اپنی جان بچا لو" حضرت عبدالرحمٰنؓ نے کہا.

انصار نے امیہ بن خلف اور ان کے بیٹے کے ٹکڑے کر دیئے.

امیہ بن خلف کو بچاتے ہوئے خود حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف بھی زخمی ہوگئے ان کے پاؤں پر تلوار کا زخم آیا.

حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف کہا کرتے تھے "اللہ بلالؓ پر رحم کرے ان کی وجہ سے میری زرہیں بھی گئیں اور دونوں قیدی بھی مارے گئے"

روایت یہی ہے لیکن میدان جنگ سے اٹھائی زرہیں کسی اٹھانے والے کی ذاتی ملکیت نہیں ہو سکتی تھیں اگر کوئی مسلمان کسی کافر کو قتل کر دے تو اس کا سامانِ لڑائی ہی اسے مل سکتا تھا ہاں البتہ قیدی جو بنائے اس کا فدیہ اسے ہی ملتا تھا.

امت کا فرعون

قریش مکہ کا لشکر فرار ہو گیا تھا. ٹولیوں میں اور اکیلے اکیلے جس کی جان جیسے بچ سکی وہ بچا کر

لے گیا تھا وہ میدان جنگ میں اپنے پیچھے ستر لاشیں چھوڑ گئے تھے اور قریش کے لشکر میں سے ستر افراد کو قیدی بنالیا گیا تھا صحابہ کرامؓ ان قیدیوں کو اپنے کیمپ میں جمع کر رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ اپنے چھپر میں تشریف فرما تھے معاذؓ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفراء رسول اللہ ﷺ کو ابو جہل کو ڈھیر کردینے کی خبر دے چکے تھے لیکن ابھی تک اس کی لاش نہیں ملی تھی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کون معلوم کرے گا کہ ابو جہل کا انجام کیا ہوا؟ اگر اس کی لاش شناخت نہ ہوسکے تو دیکھنا جس کے گھٹنے پر زخم کا نشان ہو وہ ابو جہل ہوگا"

عبداللہ بن جدعان کے گھر پر ایک دعوت میں ابو جہل رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے الجھ پڑا تھا رسول اللہ ﷺ نے اسے دھکا دیا تو ابو جہل گر پڑا تھا اور اس کے گھٹنے پر زخم آگیا تھا۔

رسول اللہ ﷺ نے اس واقعہ کا ذکر فرمایا اور ابو جہل کا شناختی نشان بتا دیا۔

یہ رسول اللہ ﷺ کی جوانی کا واقعہ تھا۔

صحابہ کرام ابو جہل کی تلاش میں نکل پڑے۔

میدان جنگ میں بکھری لاشوں میں ایک پر حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو ابو جہل کا شبہ ہوا۔ وہ سر سے پاؤں تک آہن پوش تھا اور اس کا چہرہ صاف نظر نہیں آتا تھا حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے اس کے گرد چکر لگا کر اچھی طرح دیکھا وہ ابو جہل ہی تھا' زخموں سے چور لوہے میں جکڑا ہوا پڑا تھا اور جان کنی کے عذاب میں مبتلا تھا۔ معاذؓ بن عمرو اور معاذؓ بن عفراء اسے زخمی کرکے خوشی میں رسول اللہ ﷺ کو خبر دینے چلے گئے تھے اس وقت سے ابو جہل وہیں پڑا تھا۔

جنگ کے عروج کے لمحوں میں معاذ بن عفراء کا بھائی معوذؓ بن عفراء ادھر سے گزرا تو دیکھا کہ ابو جہل ابھی سانس لے رہا ہے اس نے بھی اسے زخم لگائے اور خیال کیا کہ مرگیا ہے لیکن اللہ تعالیٰ کو اسے زخموں اور جان کنی کے طویل عذاب سے گزارنا تھا اور جب حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے اس کے سر پر تلوار سے ٹھوکریں مار کر اس کا خود اتارا تو وہ ابھی ہوش میں تھا اور اس کی تلوار گھٹنوں پر پڑی تھی حضرت عبداللہؓ بن مسعود کی تلوار پرانی تھی انہوں نے ابو جہل کی تلوار اٹھالی اور کہا "اللہ کے دشمن آج اللہ نے تجھے ذلیل کر دیا ہے"

ابو جہل نے ایک دفعہ مکہ میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو تھپڑ مارے تھے اور ان کی بہت پٹائی کی تھی۔

"مجھے کیسے ذلیل کیا؟ جس آدمی کو تم لوگوں نے زخمی کیا ہے کیا اس سے بھی بلند مرتبہ کوئی اور ہے؟" ابو جہل میں وہی اکڑ زندہ تھی "مجھے تو صرف یہ افسوس ہے کہ مجھے کسانوں (انصار) نے

قتل کیا ہے"
حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے اس کی گردن پر پاؤں رکھ دیا
"او بکریاں چرانے والے تو نے بڑی بلند جگہ پاؤں رکھ دیا ہے" ابو جہل نے کہا
حضرت عبداللہؓ بن مسعود مکہ میں بکریاں چرایا کرتے تھے۔
"آج فتح کس کی ہوئی؟" ابو جہل نے پوچھا
"اللہ اور اس کے رسولؐ کی" حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے ابو جہل کو بتایا۔
"تو میری گردن ذرا نیچے سے کاٹنا" ابو جہل نے کہا
جانکنی کے عذاب میں بھی وہ اپنی برتری کی آگ میں جل رہا تھا اس کا مطلب تھا کہ اس کی کٹی ہوئی لمبی گردن دیکھنے والے اسے دوسروں سے بلند اور اونچی گردن والا سمجھیں۔
حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے ابو جہل کی تیز دھار تلوار کے ایک ہی وار سے اس کا سر تن سے جدا کر دیا اسی تلوار سے جس سے وہ مسلمانوں کو شہید کرنے کا عزم لے کر آیا تھا۔
حضرت عبداللہؓ بن مسعود ابو جہل کا سر لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ سب سے بڑا ہے سب تعریفیں اسی خدا کے لئے ہیں جس نے اپنا وعدہ سچ کر دکھایا اور اپنے بندے کی مدد کی اور اس نے تنہا سارے لشکروں کو شکست دی"
حضرت عبداللہؓ بن مسعود نے ابو جہل کا کٹا ہوا سر رسول اللہ ﷺ کے قدموں میں رکھ دیا۔
رسول اللہ ﷺ نے اللہ کا شکر ادا کیا اور فرمایا "ہر امت کا ایک فرعون ہوتا ہے یہ اس امت کا فرعون ہے"
رسول اللہ ﷺ نے ابو جہل کی تلوار حضرت عبداللہؓ بن مسعود کو عنایت فرمائی اور اس کے زرہ بکتر اور خود حضرت معاذؓ بن عمرو بن جموح کو عطا فرما دیئے حضرت معاذؓ بن عفراء اور معوذ دونوں جنگ میں شہید ہو گئے تھے لہٰذا ان کا حصہ نہ نکالا گیا۔

گڑھے والے

مشرکین مکہ کی لاشیں لڑائی کے میدان میں ادھر ادھر بکھری پڑی تھیں لڑائی کے میدان کے پاس ایک گہرا اندھا گڑھا تھا رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان تمام لاشوں کو اس گڑھے میں جمع کر دیا جائے صحابہ کرام نے آپؐ کے ارشاد کے مطابق سب لاشوں کو اس میں جمع کر دیا امیہ بن خلف کو گڑھے میں ڈالنے لگے تو ان کی لاش پھول گئی تھی اور اس کا مردہ جسم بکھرنے لگا تھا اسے

وہیں دفن کر دیا گیا۔
اس کی لاش پر مٹی اور پتھر ڈال دیئے گئے
مشرکین مکہ کے سردار شہسوار کماندار اور سپاہی موت کے ایک ہی اندھے گڑھے میں جمع ہو گئے
صرف امیہ بن خلف ان کی مشترکہ قبر سے الگ رہا۔

جب ابو حذیفہؓ غمگین ہوئے

مشرکین مکہ کے بڑے سردار اور ان کے کماندار عتبہ بن ربیعہ کو گڑھے کی طرف لے جارہے تھے اور ان کے فرزند حضرت ابو حذیفہؓ ذرا فاصلے پر کھڑے دیکھ رہے تھے ان کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا رسول اللہ ﷺ نے انہیں غمگین دیکھ کر فرمایا "ابو حذیفہؓ غالباً" اپنے باپ کی وجہ سے تمہارے دل میں کچھ وسوسہ پیدا ہونے لگا ہے؟"
"یا رسول اللہ ﷺ اپنے باپ کے قتل سے میرے دل میں ذرا بھی لرزش نہیں آئی میں اپنے باپ کے حسن معاملات دور اندیشی اور فضل و کمال سے واقف تھا اور مجھے امید تھی کہ ان کی یہ خصوصیات انہیں اسلام کی طرف لے آئیں گی اس امید اور خواہش کے بعد انہیں کفر کی حالت میں موت کی آغوش میں جاتے دیکھا تو ان کے ایسے خاتمہ پر مجھے افسوس ہوا" ابو حذیفہؓ نے عرض کیا۔
رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں دعائے خیر فرمائی'
حضرت ابو حذیفہؓ ان اہل ایمان میں سے تھے جنہوں نے بہت شروع میں رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لانے کا اعلان کیا تھا اس وقت جب ابھی دار الرقم کا مرکز اسلام بھی وجود میں نہیں آیا تھا وہ اپنے خاندان کے مقام و مرتبہ اور جبرو کے باوجود اسلام پر قائم رہے تھے اور سب کچھ چھوڑ کر مدینہ آگئے تھے بدر کی لڑائی میں ان کے والد چچا' اور بھائی مارے گئے تھے اپنے باپ کو کفر پر قائم رہتے ہوئے اندھے گڑھے میں اترتے دیکھ کر ان کا افسردہ ہوجانا قابل فہم ہے۔

فرعون کے ساتھی

جب قریش کا لشکر مکہ سے روانہ ہوا تو پہلی منزل پر ابوجہل نے لشکر کی دعوت کی تھی پھر اس کی پیروی کرتے ہوئے قریش کے دیگر سرداروں میں سے کسی ایک نے ہر منزل پر مشرک لشکر کی دعوت کی مکہ سے بدر تک قریش کے نو سرداروں نے اس لشکر کی دعوت کی تھی ان نو میں

سے سات ابوجہل' امیہ بن خلف' عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ' منیہ بن الحجاج' نبیہ بن الحجاج اور ابو البختری اس روز اپنے انجام کو پہنچ گئے وہ جس کی پیری کرتے تھے اسی کے ساتھ جہنم رسید ہو گئے تھے ان میں سے دو سہیل بن عمرو اور عباس بن عبدالمطلب قیدی بنا لئے گئے تھے.
ان نو دریا دل مشرکوں میں سے کوئی ایک بھی بچ کر یا بھاگ کر واپس مکہ نہ جا سکا.

محاصرے والے

رسول اللہ ﷺ کے قتل کے لئے جن بارہ افراد نے مکہ میں ہجرت کی رات آپؐ کے گھر کا محاصرہ کیا تھا ان میں سے آٹھ بدر کی جنگ میں جہنم پہنچ گئے ابوجہل نے ان میں سے امیہ بن خلف ' ابی بن خلف' زمعہ بن الاسود' منیہ بن الحجاج' اور نبیہ بن الحجاج کی بدر کے گڑھے کی طرف قیادت کی تھی' عقبہ بن ابی معیط اور نضر بن حارث بھی قتل کر دیئے گئے.
ابولہب خود قریش کی فوج کے ساتھ نہیں آیا تھا اپنی جگہ اس نے عاص بن ہشام کو چار ہزار درہم معاوضہ پر قریش کے لشکر کے ساتھ بھیجا تھا اور وہ بھی بدر کے میدان میں مارا گیا تھا.
خود ابولہب کی موت کا سبب بھی یہی جنگ بنی جس کا ذکر اس کے مقام پہ آئے گا.
امیہ بن خلف کے ساتھ اس کا بیٹا علی'
ابوجہل کے ساتھ اس کا بھائی عاص'
منیہ بن الحجاج کے ساتھ اس کا بیٹا عاص'
زمعہ بن الاسود کے ساتھ اس کا بیٹا حارث اور بھائی عقیل بدر کے میدان میں مارے گئے تھے.
اللہ تعالیٰ نے اس وقت ان کی چال ناکام بنا دی تھی اور فرمایا تھا:

- "وہ اپنی چالیں چل رہے تھے
اور اللہ اپنی چال چل رہا تھا
اور اللہ سب سے بہتر چال چلنے والا ہے"۔ (30:8)

اللہ تعالیٰ کی تدبیر ایک بار پھر غالب رہی تھی اور قریش کی چالیں ایک بار پھر ناکام ہو گئی تھیں.
اللہ کی تدبیر کے سامنے کس کی تدبیر چل سکتی ہے؟

جنت والے

ابوجہل نے جنگ کے آغاز پر نعرہ لگایا تھا "عزیٰ ہمارا مددگار ہے اور تمہارے پاس مدد کے

لئے کوئی عزیٰ نہیں"

رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر صحابہؓ کرام نے اس کے جواب میں نعرہ لگایا تھا "اللہ تعالیٰ ہمارا مدد گار ہے اور تمہارا کوئی مدد گار نہیں ہمارے شہداء جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول دوزخ کا ایندھن بنیں گے"

مسلمانوں میں سے حضرت مہجعؓ سب سے پہلے جنت میں پہنچے تھے. مشرکین کے لشکر کی طرف سے ایک تیر آیا انہیں لگا اور وہ شہید ہو گئے تھے. مہجعؓ حضرت عمر فاروق اعظمؓ کے آزاد کردہ غلام تھے. قبیلہ بنو عدی بن نجار کے حضرت حارثہؓ بن سراقہ تالاب پر پانی پی رہے تھے کہ مشرکین کے لشکر میں سے کسی نے تیر مارا تیر ان کے گلے میں پیوست ہوگیا اور وہ جنت میں پہنچ گئے یہ دو شہید جنگ شروع ہونے سے پہلے ہی جنت میں جا پہنچے تھے.

اسی لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا:

"ہمارے شہداء جنت میں ہیں

اور تمہارے مقتول دوزخ کا ایندھن بنیں گے"

قریش کی طرف سے اس وقت تک کوئی دوزخ رسید نہیں ہوا تھا.

باقاعدہ مقابلے میں حضرت عبیدہؓ بن حارث سب سے پہلے زخمی تھے حضرت حمزہؓ انہیں اٹھا لائے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے قریب لا ڈالا تھا ان کا پاؤں کٹ گیا تھا وہ مدینہ واپسی کے سفر میں صفراء کے مقام پر سوئے جنت روانہ ہو گئے.

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جنت کے سفر کے لئے اٹھو اس جنت کے لئے جس کی وسعت آسمانوں اور زمین کے برابر ہے"

حضرت عمیرؓ بن حمام نے بلند آواز میں کہا "بہت خوب! بہت خوب!"

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا "بہت خوب! بہت خوب! سے تمہارا کیا مطلب ہے؟"

"اے اللہ کے رسولؐ خدا کی قسم اس کے سوا کچھ مطلب نہیں کہ میں امید کرتا ہوں کہ میں بھی اس جنت والوں سے جا ملوں گا"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم اسی جنت کے مقیموں میں سے ہو"

عمیرؓ بن حمام تھیلے سے کھجوریں نکال کر کھانے لگے پھر کچھ خیال آیا ہاتھ میں جو کھجوریں تھیں دور پھینک دیں "یہ کھجوریں ختم کرنے کے لئے زندہ رہا تو دیر ہو جائے گی"

وہ تیزی سے میدان جنگ کی طرف بڑھے اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے

حضرت عفراءؓ کے بیٹے عوفؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے کس کام پر خوش ہو کر مسکراتے ہیں"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جب اس کا بندہ زرہ بکتر سے بے نیاز ہو کر دشمن سے بھڑ جاتا ہے"

حضرت عوفؓ نے زرہ پہن رکھی تھی رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سنتے ہی اس نے زرہ اتار کر پھینک دی اور تلوار لہراتے ہوئے میدان کار زار میں کود گئے اور جنت پہنچ گئے۔

جنگ بدر میں جن مسلمانوں کو شہادت نصیب ہوئی ان میں سے تین حقیقی بھائی تھے حضرت عفراءؓ کے بیٹے ان میں ایک تو حضرت عوفؓ تھے جنہوں نے زرہ پھینک دی تھی دوسرے حضرت معاذؓ تھے جنہوں نے معاذؓ بن عمرو بن جموح کے ساتھ مل کر ابوجہل کو ڈھیر کیا تھا اور تیسرے معوذؓ تھے جنہوں نے نیم مردہ ابوجہل کو جانکنی کے عذاب تک پہنچایا تھا حضرت عفراءؓ یثرب کے ان آٹھ افراد میں شامل تھیں جنہوں نے سب سے پہلے مکہ میں رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اس بیعت کے وقت حضرت عوفؓ بھی اپنی ماں کے ساتھ تھے اور انہوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر وہیں بیعت کی تھی۔

بدر کے روز جن دیگر مجاہدین نے جام شہادت نوش فرمایا ان میں ــــــ

حضرت عمیرؓ بن عبد عمرو بن نضلہ خزاعی (مہاجر)

حضرت صفوانؓ بن بیضاء (مہاجر)

حضرت عاقلؓ بن الکبیرا اللیثی (مہاجر)

حضرت عمیرؓ بن ابی وقاص (مہاجر)

حضرت سعدؓ بن خثیمہ (اوسی انصاری)

حضرت مبشرؓ بن عبدالمنذر (اوسی انصاری)

حضرت یزیدؓ بن حارث (خزرجی انصاری)

حضرت رافعؓ بن المعلّٰی (خزرجی انصاری) شامل تھے۔

اس فہرست کو سامنے رکھا جائے تو بدر کے شہداء کی تعداد چودہ (14) نہیں پندرہ (15) ہو جاتی ہے چھ مہاجرین اور نو انصار اکثر سیرت نگاروں نے یہ تعداد چودہ ہی بتائی ہے لیکن وہی سیرت نگار یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت معاذؓ اور معوذؓ دونوں اس روز شہید ہو گئے تھے ابن اسحاق اور ابن حجر نے شہدائے بدر کی جو فہرست لکھی ہے اس میں حضرت معاذؓ کو شامل کیا گیا ہے جبکہ ابن سعد نے حضرت معوذؓ کو شہداء میں شامل کیا ہے اگر قدیم سیرت نگاروں اور مصنفین کی کتب کو سامنے رکھا

جائے تو یہ تعداد پندرہ (15) بنتی ہے(22) اور شہداء میں حضرت معاذ بن عفراءؓ اور معوذؓ بن عفراءؓ دونوں شامل تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے حکم پر تمام شہداء کو بدر میں ہی دفنا دیا گیا۔ آپؐ نے شہداء کی نماز جنازہ نہیں پڑھائی تھی اور نہ ہی کسی شہید کو دفنانے کے لئے مدینہ لے جایا گیا تھا۔

نبی ﷺ کا معجزہ

جنگ بدر اللہ کے نبیؐ کی قیادت میں لڑی گئی اللہ کی مدد سے اللہ کے نبیؐ کو اس جنگ میں کامیابی ہوئی اللہ کے نبیؐ نے اس سے پہلے کبھی کوئی جنگ نہیں لڑی تھی کسی فوج کی کمان نہیں کی تھی اللہ کے نبیؐ نے کسی فوجی اکادمی میں لڑائی کی تربیت حاصل نہیں کی تھی اللہ کے نبیؐ کے پاس بہت تھوڑی فوج تھی دشمن کی فوج کے مقابلے میں ایک تہائی اللہ کے نبی کی فوج کے پاس جنگی وسائل اور ہتھیار بھی بہت کم تھے دشمن جنگ کی پوری تیاری کر کے آیا تھا جبکہ اللہ کے نبیؐ قریش کے قافلہ تجارت کا راستہ روکنے کے لئے مدینہ سے نکلے تھے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی تدبیر سے انہیں دشمن کے سامنے لاکھڑا کیا تھا دشمن کی فوج کے کمانداروں کو اپنے تجربہ اور فوجی قوت پر ناز تھا اللہ کے نبیؐ کو اللہ کی مدد پر بھروسہ تھا مگر اللہ کی طرف سے مدد کے وعدہ کے باوجود اللہ کے نبیؐ نے وہ تمام تدابیر اختیار کیں جو کسی جنگ میں دشمن کو شکست دینے کے لئے ضروری ہوتی ہیں جب قریش مکہ رات کو اپنی لشکر گاہ میں سو رہے تھے تو اللہ کے نبیؐ اپنی فوج کو لڑائی کے لئے عملی تربیت دے رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے رات کے وقت ہی اپنی فوج کو مختلف دستوں میں تقسیم کر دیا تھا اور ان دستوں کو بتا دیا تھا کہ صبح انہیں کہاں کہاں اور کس مقام پر پوزیشن سنبھالنا ہے اللہ کے نبیؐ نے رات ہی کی وقت میدان جنگ میں صف بندی ترتیب دے کر صحابہ کرام کو بتا دیا تھا کہ صبح انہیں کس جگہ کس صف میں جگہ لینا ہے اللہ کے نبیؐ نے رات ہی کسی وقت سب دستوں کے سربراہ مقرر کر دیئے تھے اور اسلامی لشکر کے ہتھیاروں کی جانچ پڑتال کر کے انہیں لگانے اور چلانے کے بارے میں ہدایات جاری فرما دی تھیں(23) اور اس کے بعد اللہ کے حضور دعاؤں میں مصروف ہو گئے تھے۔

اللہ کے نبیؐ نے اپنی چھوٹی سی فوج کو دشمن کی تین گناہ بڑی فوج کے مقابلے میں جس طرح ترتیب دیا جس انداز میں وقتِ جنگ اس کی قیادت فرمائی وہ اللہ کے نبیؐ کے معجزوں میں سے ایک معجزہ ہے عرب میں اور عرب کی سرحدوں کے ساتھ ایرانی اور رومی سلطنتوں کی بڑی بڑی لڑائیوں

میں اس اصول پر کبھی عمل نہیں کیا گیا تھا اللہ کے نبیؐ نے بدر کی لڑائی میں وحدانی کمان کے اصول پر عمل کیا آئندہ لڑائیوں میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی اصول کو ترجیح دی یورپ میں وحدانی کمان کے اصول پر 1918ء میں پہلی بار عمل کیا گیا(24) اور اس کے نتائج کا اعتراف کیا گیا اللہ کے نبیؐ نے محدود انسانی اور جنگی وسائل کو زیادہ سے زیادہ مفید طریقے سے جنگ میں استعمال کیا اور دشمن کی بڑی قوت پر فتح حاصل کی۔

آسمانوں والے

اللہ نے اپنے نبیؐ سے مدد کا جو وعدہ فرمایا تھا اس کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

- "جب تم نے اپنے پروردگار سے فریاد کی تھی کہ ہماری مدد کر
اور اس نے تمہاری فریاد سن لی تھی
اس نے کہا تھا کہ میں ایک ہزار فرشتوں سے (جو) یکے بعد دیگرے آئیں گے
تمہاری مدد کروں گا
اور یہ تو اللہ تعالیٰ نے فقط خوشخبری دی تھی تاکہ
اس سے تمہارے دل تقویت پکڑیں
ورنہ مدد تو ہر حال میں اللہ ہی کی طرف سے ہے
بے شک اللہ غالب اور حکمت والا ہے" - (8: 9، 10)

- "جب تیرے رب نے فرشتوں کو حکم دیا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں
تم مسلمانوں کو ثابت قدم رکھو
میں ابھی کافروں کے دلوں میں رعب ڈال دوں گا
پس تم (ان کی) گردنوں کے اوپر ضرب لگاؤ
اور انگلیوں کی پوروں پر ضرب لگاؤ
اس لئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کی
اور جو بھی اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کرے
تو اللہ بھی بڑی سخت مار دینے والا ہے
اس کو تو تم چکھ لو
بلاشبہ کافروں کے لئے آگ کا عذاب ہے" - (8: 12، 13)

”بدر میں جب تم مقابلے کی طاقت نہیں رکھتے تھے
تو اللہ نے تمہاری مدد کی تھی
پس اللہ سے ڈرتے رہا کرو
تاکہ تمہیں شکر گزاری کی توفیق ہو“ - (123:3)

ایک صحابی ایک بھاگتے ہوئے مشرک کا تعاقب کر رہا تھا اسے محسوس ہوا جیسے کسی سوار نے کوڑا لہرایا ہو پھر اس سوار نے اپنے گھوڑے سے کہا ”ہیزوم آگے بڑھ“

اور اس کے ساتھ ہی بھاگتا ہوا مشرک زمین پر چت گر گیا وہ صحابی حیران تھا کہ وہ خود تو اس تک پہنچا بھی نہیں تھا مشرک ڈھیر کیسے ہو گیا؟ مردہ مشرک کے قریب جا کر اس نے غور سے دیکھا تو اس کی ناک اور چہرہ پھٹ گئے تھے اس کا سارا بدن نیلا پڑ گیا تھا

وہ صحابی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نامعلوم سوار کے کوڑا لہرانے اور مشرک کے چت گر جانے کے بارے میں بتایا

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”تم سچ کہتے ہو وہ سوار تیسرے آسمان سے مدد کو آنے والا فرشتہ تھا“

حضرت عکاشہؓ بن محصن بن جرثان اس روز خوب لڑے اس قدر قتال کیا کہ ان کی تلوار ٹوٹ گئی وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ”یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس کوئی ہتھیار نہیں ایک تلوار تھی جو ٹوٹ گئی“

رسول اللہ ﷺ کے پاس اتنے ہتھیار تو تھے نہیں آپؐ نے ایک لکڑی اٹھا کر اسے دیتے ہوئے فرمایا ”عکاشہ اس سے لڑائی کرو“

حضرت عکاشہؓ نے رسول اللہ ﷺ کی عطا کردہ لکڑی پکڑ کر لہرائی تو کیا دیکھتے ہیں کہ ان کے ہاتھ میں لکڑی نہیں تلوار ہے چمکدار اور مضبوط وہ یہ تلوار لہراتے ہوئے میدان جنگ کی طرف چلے گئے اور فتح تک لڑتے رہے اس تلوار کا نام ”عون“ رکھا گیا حضرت عکاشہؓ رسول اللہ ﷺ کے ساتھ جتنے بھی غزوات میں شامل ہوئے ان کے پاس یہی تلوار ”عون“ رہی۔

یادگار نیزہ

میدان جنگ میں حضرت زبیرؓ کا عبیدہ بن سعید بن عاص سے آمنا سامنا ہو گیا عبیدہ کا تعلق قریش کے قبیلہ بنو عبدالشمس سے تھا اس کا شمار قریش مکہ کے نامی بہادروں میں ہوتا تھا اور اس کا سارا جسم لوہے میں چھپا ہوا تھا جسم پر زرہ بکتر سر پر لوہے کا خود زخم لگانے کے لئے اس کے جسم کا

کوئی بھی حصہ ننگا نہیں تھا لوہے کے خود میں دیکھنے کے لئے جو سوراخ تھے ان میں سے اس کی صرف آنکھیں دکھائی دیتی تھیں اس نے حضرت زبیرؓ کو للکارا "میں ہوں ابو ذات الکرش" اس کی کنیت ابو ذات الکرش تھی۔ حضرت زبیرؓ نے تاک کر اپنا نیزہ خود کے سوراخ میں سے اس کی آنکھ میں پیوست کر دیا نیزہ اس کے دماغ میں سے نکل گیا اور اس نے زمین پر گر کر دم توڑ دیا۔
حضرت زبیرؓ نے نیزہ نکالنا چاہا مگر وہ عبیدہ کے سر میں پھنسا ہوا تھا انہوں نے اس کے جسم پر پاؤں رکھ کر زور لگایا اور نیزہ نکال لیا اس سے ان کے نیزے کا پھل مڑ گیا۔
رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا تو آپؐ نے اپنے پھوپھی زاد حضرت زبیرؓ سے وہ نیزہ مانگ لیا رسول اللہ ﷺ کی وفات تک وہ نیزہ حضورؐ کے پاس ہی رہا
رسول اللہ ﷺ کی رحلت کے بعد حضرت زبیرؓ نے وہ نیزہ واپس لے لیا لیکن حضرت ابوبکرؓ صدیق خلیفہ بنے تو انہوں نے اپنے داماد سے وہ نیزہ لے کر اپنے پاس رکھ لیا۔ حضرت صدیق اکبرؓ کی وفات کے بعد وہ نیزہ خلیفہ حضرت عمر فاروقؓ کے پاس رہا فاروق اعظمؓ کی شہادت کے بعد وہ یادگار نیزہ حضرت زبیرؓ نے واپس لے لیا لیکن جب حضرت عثمانؓ خلیفہ بنے تو انہوں نے بھی وہ نیزہ مانگ لیا ان کی شہادت تک وہ نیزہ ان کے پاس رہا اس کے بعد وہ نیزہ حضرت علیؓ کے پاس آ گیا۔
پھر حضرت زبیرؓ نے وہ نیزہ واپس لے لیا اور زندگی بھر اپنے پاس رکھا۔
جنگ بدر میں حضرت زبیرؓ کی تلوار کی دھار میں دندانے پڑ گئے تھے اس کے دستے پر چاندی کا کام تھا حضرت زبیرؓ کی شہادت کے بعد وہ تلوار ان کے فرزند حضرت عبداللہؓ بن زبیر کے پاس آ گئی۔
حضرت عبداللہ بن زبیرؓ کی شہادت کے بعد وہ تلوار خلیفہ عبدالملک بن مروان کے پاس پہنچ گئی خلیفہ نے حضرت عروہ بن زبیر کو بلایا اور پوچھا "اے عروہ کیا تم زبیر کی تلوار پہنچانتے ہو؟"
"ہاں پہنچانتا ہوں" حضرت عروہؓ نے جواب دیا۔
عبدالملکؒ نے پوچھا "اس کی کوئی نشانی؟"
"بدر کے دن اس کی دھار میں دندانے پڑنے گئے تھے" حضرت عروہؓ نے نشانی بتا دی۔
"تم سچ کہتے ہو جنگ میں اس کی دھار میں دندانے پڑ گئے ہوں گے" عبدالملک نے کہا۔
اور وہ تلوار حضرت عروہ بن زبیر کو دے دی۔
حضرت عروہؓ بن زبیر کی وفات کے بعد اس مقدس تلوار کے بارے میں ان کی اولاد میں اختلاف پیدا ہو گیا ہر کوئی وہ تلوار لینا چاہتا تھا آخر اس کی قیمت لگائی گئی اور ان کی اولاد میں سے کسی نے تین ہزار درہم کے عوض وہ تلوار حاصل کر لی۔

گڑھے والوں سے سوال

رسول اللہ ﷺ نے جنگ کے تیسرے روز سواری تیار کرنے کا حکم دیا جب سواری تیار ہو گئی تو رسول اللہ ﷺ ایک طرف پیدل چل دیئے۔ صحابہ کرامؓ بھی آپؐ کے پیچھے چلنے لگے ان کا خیال تھا کہ رسول اللہ ﷺ کسی ضرورت سے اس طرف جا رہے ہیں چلتے چلتے رسول اللہ ﷺ اس گڑھے کے کنارے جا کھڑے ہوئے جس میں قریش کے چوبیس سرداروں اور دیگر مقتولین کی لاشیں ڈالی گئیں تھیں صحابہ کرامؓ بھی آپؐ کے پاس کھڑے ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

❁ "اے گڑھے والو!

اے عتبہ بن ربیعہ!

اے شیبہ بن ربیعہ!

اے ابوجہل بن ہشام!"

رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح قریش کے سرداروں کے جو گڑھے میں پڑے تھے، سب کے نام لئے اور پوچھا۔

"اے گڑھے والو

کیا تمہارے رب نے تم سے جو وعدے کئے تھے وہ پورے ہوئے؟

دیکھو میرے خدا نے مجھ سے فتح و نصرت اور مدد کا جو وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہو چکا ہے"

حضرت عمرؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ آپؐ ان لاشوں سے کیا باتیں کر رہے ہیں جو روح سے خالی ہیں"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اس ذات کی قسم جس کے ہاتھ میں محمدؐ کی جان ہے جو کچھ میں کہہ رہا ہوں وہ تم لوگوں سے زیادہ سن رہے ہیں"

ایک روایت کے مطابق آپؐ نے فرمایا تھا "تم لوگ ان سے زیادہ سننے والے نہیں لیکن یہ لوگ جواب نہیں دے سکتے"

اور آپؐ کی رائے ہی سچ تھی

حضرت حسانؓ بن ثابت نے کہا:

"جھوٹی کہانیاں چھوڑ دے
اور سچی بات بتا
کہ سچ بتانے میں کوئی شرم نہیں
بتا کہ بدر کے روز اللہ نے مشرکوں پر فتح ہمارے نصیب میں کر دی
وہ دن جب ان کا گروہ کوہ حرا کی مانند تھا
جس کی بنیادیں سورج ڈھلنے پر جھک گئیں
جس جماعت کے بوڑھے اور جوان سب جنگل کے شیروں کی مانند تھے
اس (جماعت) کے ساتھ ہم ان سے لڑے
اس جماعت نے آگ کے شعلوں میں
محمدؐ کی حفاظت کی
اور دشمن کے خلاف آپؐ کی مدد کی
ان کے ہاتھوں میں تیز دھار تلواریں
اور موٹی انیوں والے نیزے تھے
محکم ایمان والے نجار نے
اوس کے سرداروں کی مدد کی تھی
ہم نے ابوجہل کو چت پڑا
اور عتبہ کو سخت زمین پر گرا ہوا چھوڑا
اور شیبہ کو بھی ایسے لوگوں کے ساتھ چھوڑا
جن کے نسب کا ذکر کریں تو وہ بڑے نسب والے نکلیں
اور وہ ایسے پڑے ہیں کہ ان کے نسب کو اب پوچھتا کون ہے؟
جب ہم نے ان کو اکٹھے گڑھے میں پھینک دیا
تو رسول اللہ ﷺ نے ان سے پوچھا
"کیا تمہیں معلوم ہو گیا کہ میں سچ پر تھا"
اور اللہ کا حکم قلوب پر گرفت کر لیتا ہے؟
انہوں نے کوئی جواب نہ دیا
اگر وہ جواب دیتے تو کہتے "آپؐ نے سچ کہا تھا

اور آپؐ کی رائے ہی صحیح تھی"

مالِ غنیمت

مشرکین مکہ فرار ہوئے تو اپنے پیچھے بہت کچھ چھوڑ گئے 70 قیدی، 150 اونٹ، دس گھوڑے، ہتھیار، سونے کے لئے چمڑے کے بستر کپڑے دباغت شدہ کھالیں قیام و آرام اور طعام کی ضروریات سے متعلقہ اشیاء اور ستر لاشیں وہ میدان جنگ سے ایک ایک اور ٹولیوں میں بھاگے تھے مگر اس بدحواسی اور بدنظمی کے باوجود انہوں نے اپنی گانے اور ناچنے والیوں میں سے کوئی پیچھے نہیں چھوڑی تھی ان کی حفاظت اور انہیں حفاظت کے ساتھ واپس لے جانے کا انہوں نے خاص اہتمام کیا۔

صحابہ کرامؓ کے مختلف گروہ مختلف خدمات انجام دے رہے تھے کچھ بھاگتے ہوئے مشرکوں کا تعاقب کررہے تھے کچھ ہتھیار ڈال دینے والوں کو قیدی بنا رہے تھے کچھ رسول اللہ ﷺ کے کمان اور کنٹرول چھپر پر پہرہ اور دیگر خدمات انجام دے رہے تھے کچھ اسلامی لشکر کے ان اونٹوں کی حفاظت کررہے تھے جو ٹیلے کے عقب میں اکٹھے کردیئے گئے تھے رسول اللہ ﷺ نے جس کسی کو جو ڈیوٹی سونپی تھی وہ پوری کررہا تھا جنگ کے خاتمہ تک اس وقت تک جب مشرکین مکہ کے قیدی اور مالِ غنیمت جمع نہ کرلیا گیا جو جس ڈیوٹی پر تھا وہیں اپنا فرض انجام دیتا رہا جزیرہ نمائے عرب میں زمانہ قدیم سے رواج تھا کہ لڑائی کے میدان سے فاتح فوج کے سپاہیوں میں سے جس کے ہاتھ میں جو آتا تھا وہ اسی کی ملکیت ہوجاتا تھا اسی رواج کو سامنے رکھتے ہوئے امیہ بن خلف نے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف سے کہا تھا کہ مجھے گرفتار کرلو اور زرہیں پھینک دو کیونکہ میرے فدیہ میں تجھے دودھ دینے والی اونٹنیاں ملیں گی جو ان زرہوں سے زیادہ مالیت کی ہوں گی اسی رواج سے ہی واقف ہونے کی وجہ سے حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے زرہیں پھینک دی تھیں اور امیہ بن خلف اور ابن ؓ کے بیٹے کو قیدی بنا لیا تھا۔

یہ رواج جزیرہ نمائے عرب تک ہی محدود نہ تھا اس کے ارد گرد کے ممالک میں بھی یہی رواج تھا اور لڑائی کے میدان سے جس کے ہاتھ میں جو کچھ آتا تھا اسی کی ملکیت سمجھا جاتا تھا فاتح فوج کے سپاہیوں کا مالِ غنیمت جمع کرنے اور اس کا لالچ کرنے کا یہ طریقہ ایک طرح سے لوٹ مار ہوتا تھا لیکن جنگ بدر بادشاہوں اور قبائلی جنگوں سے بالکل مختلف تھی یہ تو اللہ اور اس کے رسولؐ کی شرک اور کفر کی فوجوں کے خلاف جنگ تھی یہ حق کی باطل کے خلاف لڑائی تھی اس

میں حصہ لینے والا ہر سپاہی خواہ اس کی کوئی بھی ڈیوٹی تھی اللہ کی فوج کا سپاہی تھا مسلمانوں کی کفار کے خلاف لڑائی ان سب کی مشترکہ لڑائی تھی یہ امت مسلمہ کی کفر اور شرک کے خلاف مشترکہ لڑائی تھی مسلمانوں کی کفار کے خلاف کسی بھی لڑائی کا مقصد مالِ غنیمت کا حصول نہیں ہوتا بلکہ باطل پر حق کا غلبہ ہوتا ہے اس لڑائی میں بھی یہی مقصد تھا مسلمانوں کی فوج کسی بادشاہ کی تنخواہ دار فوج نہیں تھی وہ کرایہ کے سپاہی بھی نہیں تھے وہ تو اللہ کے سپاہی تھے اور حق کے غلبہ کے لئے مشرکین مکہ سے لڑے تھے اور ان پر فتح حاصل کی تھی اور اللہ کے لئے لڑی گئی لڑائی میں فتح کی صورت میں جو کچھ بھی مالِ غنیمت حاصل ہو وہ اللہ کا ہے اور ایسی لڑائیوں کے شہیدوں اور شرکاء کو اللہ نے اپنے ہاں بدلہ دینے کا وعدہ کیا ہے بدر کی لڑائی سے پہلے بھی رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو کسی دنیاوی نفع کی خوشخبری نہیں دی تھی بلکہ جنت کی خوشخبری دی تھی لیکن صحابہ کرام عرب کے پرانے رواج سے ہی واقف تھے اس لئے انہوں نے مالِ غنیمت اپنے پاس رکھا جس کو جو ملا اس نے خیال کیا وہ اسی کا ہوگیا ہے مگر لڑائی میں تو وہ لوگ بھی شریک تھے جو پہرے کی ڈیوٹی پر تھے انہوں نے بھی لڑائی میں حصہ لیا تھا جو لڑائی کے میدان سے دور رسول اللہ ﷺ کی طرف سے سونپا گیا کوئی فرض ادا کرتے رہے تھے بدر کی لڑائی میں مسلمانوں کی فتح ان سب کی مشترکہ کوششوں اور اللہ کی مدد کا نتیجہ تھی لہٰذا اس میں حصہ لینے والے کسی بھی مجاہد کو فتح کے دنیاوی فوائد سے محروم نہیں رکھا جاسکتا تھا لہٰذا جب رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ مجاہدین نے عرب کے رواج کے مطابق غنیمت کا مال اپنے پاس رکھ لیا ہے اور جو مجاہدین دوسری ڈیوٹیوں پر تھے وہ اس سے محروم ہیں تو آپؐ نے حکم دیا کہ سب مالِ غنیمت ایک جگہ اکٹھا کردیا جائے سب صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں جس کسی کے پاس جو کچھ بھی تھا سب جمع کرا دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہؓ بن کعب کو اس مال کا نگران مقرر کر دیا۔

اللہ کے کسی بھی سپاہی نے کوئی خلش محسوس تک نہ کی۔

وہ تو اللہ کی راہ میں جانیں قربان کرنے والے تھے مال غنیمت کی ان کی نگاہوں میں کیا حیثیت ہو سکی تھی؟

ان کا مقصدِ حیات تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی تھا۔

لیکن اللہ کے رسولؐ کو تو احساس تھا آپؐ کی خواہش تھی کہ اس مالِ غنیمت سے سب مجاہدین کو حصہ ملے مگر اللہ کی طرف سے مالِ غنیمت کی تقسیم کے بارے میں کوئی ہدایت نہیں آئی تھیں رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کی طرف سفر جاری رکھا اور مال غنیمت تقسیم نہیں کیا آپؐ

اس بارے میں اللہ تعالیٰ سے راہنمائی کا انتظار کرتے رہے صفراء کے درہ سے نکل کر نازیہ کی طرف سفر کے دوران اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی آ گئی۔

❁ "تجھ سے مالِ غنیمت کا حکم دریافت کرتے ہیں۔
بتا دیجئے کہ غنیمت کے مال اللہ اور اس کے رسولؐ کے ہیں
پس تم اللہ سے ڈرتے رہو اور اپنا باہمی معاملہ ٹھیک ٹھاک رکھو
اور اس کے رسولؐ کے فرمانبردار بنے رہو
اگر تم ایماندار ہو" -- (1:8)

❁ "جان لو کہ تم جو کچھ بھی مال غنیمت حاصل کرو
اس میں سے پانچواں حصہ تو اللہ کا ہے
اور رسولؐ کا اور قرابت داروں کا
اور یتیموں اور مسکینوں کا
اور راہ چلتے مسافروں کا
اگر تم اللہ پر ایمان لائے ہو اور اس پر جو ہم نے اپنے بندے پر
اس دن اتارا ہے جو دن حق اور باطل کی جدائی کا تھا
جس دن دو فوجیں بھڑ گئی تھیں
اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے" --- (41:8)

رسول اللہ ﷺ نے قافلے کو رک جانے کا حکم دیا اور اللہ تعالیٰ کی ہدایات کے مطابق غنیمت کا مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا(25)

آپؐ نے منادی کروائی "جس مجاہد نے کسی مشرک کو قتل کیا تھا اس مشرک کا سامان (ہتھیار زرہ بکتر وغیرہ) اس مجاہد کا ہے جس کسی نے کسی مشرک کو لڑائی کے میدان سے گرفتار کیا تھا وہ قیدی اس کی ملکیت ہے"

اس منادی کے بعد مجاہدین نے مال غنیمت کے ذخیرہ میں سے ہتھیار اور قیدیوں میں سے اپنے اپنے قیدی الگ کر لئے جو کچھ بچ گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے پانچ حصے کئے ان پانچ حصوں میں سے اللہ کے حکم کے مطابق ایک حصہ الگ کر کے باقی چار حصے مجاہدین میں بانٹ دیئے بدر کی لڑائی کے سلسلے میں کسی بھی قسم کی ڈیوٹی دینے والوں کو بھی غنیمت کے مال میں سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے لڑنے والوں کے برابر حصہ دیا۔

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ تیمی اور حضرت سعیدؓ بن زید کو رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کے قافلہ کے بارے میں خبریں معلوم کرنے بھیجا تھا جب وہ مدینہ واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ بدر کی طرف جاچکے تھے وہ جو خبرلائے تھے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی منصوبہ بندی میں کام نہیں آتی تھی وہ دونوں بدر کی لڑائی میں شامل بھی نہیں ہوسکے تھے لیکن دشمن کے بارے میں خبریں معلوم کرنے کی ڈیوٹی تو انہوں نے دی تھی رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی لڑائی میں حصہ لینے والے مجاہدین کے برابر مال غنیمت سے حصہ دیا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو لبابہؓ بن عبدالمنذر کو مدینہ کا ناظم اور حضرت عاصمؓ بن عدی کو عالیہ کا ناظم مقرر فرمایا تھا جب تک آپؐ مدینہ سے باہر رہے وہ دونوں ریاست مدینہ کے امور کی دیکھ بھال کرتے رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو بھی مال غنیمت سے لڑنے والوں کے برابر حصہ دیا گویا وہ بھی جنگی ڈیوٹی پر تھے حضرت حارثؓ بن حاطب رسول اللہ ﷺ کے قافلہ میں شامل تھے بدر کی طرف کچھ فاصلہ طے کرچکے تو رسول اللہ ﷺ کو مدینہ کے ایک قبیلہ کے بارے میں کچھ مشکوک خبریں موصول ہوئیں رسول اللہ ﷺ نے وہیں سے حضرت حارثؓ بن حاطب کو اس کی طرف واپس بھیج دیا تھا آپؐ نے انہیں بھی مال غنیمت سے لڑنے والوں کے برابر حصہ دیا۔

حضرت حارثؓ بن صمہ اور حضرت خورتؓ بن جبیر بھی رسول اللہ ﷺ کے قافلہ کے ساتھ مدینہ سے نکلے تھے لیکن راستہ میں ان دونوں کی طبیعت خراب ہو گئی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو واپس مدینہ بھیج دیا تھا آپؐ نے مال غنیمت میں سے ان دونوں کو بھی لڑائی میں حصہ لینے والوں کے برابر حصہ دیا گویا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی نیت اور خلوص کو دیکھا حضرت ابو امامہ بن ثعلبہ کی والدہ بیمار تھیں رسول اللہ ﷺ نے انہیں اپنی والدہ کی تیمار داری کے لئے مدینہ میں رہ جانے کا حکم دیا تھا آپؐ نے بدر کے مال غنیمت سے انہیں بھی اتنا ہی حصہ دیا جتنا لڑائی میں حصہ لینے والوں کو دیا۔

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ شدید بیمار تھیں۔ ایک طرف بیٹی کا مرض تھا اور دوسری طرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے سونپا گیا فرض رسول اللہ ﷺ فرض کی تکمیل کے لئے روانہ ہوگئے اور حضرت عثمانؓ بن عفان کو اپنی بیوی رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کی تیمار داری کے لئے مدینہ میں چھوڑ دیا۔ حضرت عثمانؓ نے اپنی بیوی کی جو تیمار داری کی وہ بھی ایک حیثیت سے ویسی ہی ڈیوٹی تھی کیونکہ اس کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کو بیمار بیٹی کی دیکھ بھال سے سہولت میسر آ گئی

تھی اور آپؐ پوری یکسوئی سے اللہ کی طرف سے سونپے گئے مشن کی تکمیل کے سفر پر روانہ ہو گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی مدینہ واپسی سے پہلے ہی حضرت رقیہؓ اللہ کو پیاری ہوگئی تھیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمانؓ کو بھی مال غنیمت سے دیگر مجاہدین کے برابر حصہ دیا۔
جو صحابہ لڑائی میں شہید ہوگئے تھے ان کے گھروالوں اور ورثاء کو بھی دیگر مجاہدین کے برابر حصہ دیا گیا۔

مالِ غنیمت کا جو پانچواں حصہ الگ کرلیا گیا تھا اس کے پھر پانچ حصے کئے گئے ان میں سے ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کا جسے وہ جیسے چاہتے تھے خرچ کرتے تھے اپنے گھروالوں پر اور حاجت مندوں پر(26) ایک حصہ رسول اللہ ﷺ کے قرابت داروں کا ایک یتیموں کا ایک مسکینوں کا اور ایک مسافروں کا اللہ تعالیٰ نے جن کے جو حصص مقرر فرمادیئے تھے رسول اللہ ﷺ نے ہمیشہ اسی اصول پر عمل کیا(27) اس طریق سے مالِ غنیمت سے ریاست کے سب ہی طبقوں کو حصہ مل گیا چونکہ اسلام میں لڑائی ایک اجتماعی فریضہ اور عمل ہے اس لئے اس کے مادی فوائد بھی پورے معاشرے تک پہنچ گئے جزیرہ نمائے عرب میں ہی نہیں بلکہ پوری دنیا میں لڑائی کے مالی فوائد کو زیادہ سے زیادہ اور سب غریبوں یتیموں مسکینوں اور مسافروں تک پہنچانے اور اس میں سب گروہوں کا حق کسی نے بھی اس سے پہلے نہ تسلیم کیا تھا نہ مقرر کیا تھا اور نہ ادا کیا تھا۔
مالِ غنیمت میں منیہ بن حجاج کی تلوار بھی تھی۔ اس کا نام ذوالفقار تھا وہ تلوار رسول اللہ ﷺ کے حصہ میں آئی ایک روایت یہ بھی ہے کہ بدر کی لڑائی کے مال غنیمت میں سے رسول اللہ ﷺ کے حصے میں جو اونٹ آیا وہ ابوجہل کا ہوتا تھا اس کی ناک میں چاندی کا حلقہ تھا۔ ذیقعد 6ھ کو جب رسول اللہ صلی اللہ عمرہ کے لئے مدینہ سے نکلے تو قربانی کے جو جانور ساتھ لئے ان میں وہ اونٹ بھی شامل تھا اور حدیبیہ کے معاہدے کے بعد وہیں ذبح کر دیا گیا تھا۔(28)

جنگی مجرم

رسول اللہ ﷺ کا قافلہ منزل منزل چلتا ہوا مدینہ کی طرف رواں تھا مشرکین مکہ کے جنگی قیدی بھی قافلہ کے ساتھ تھے ایک مسلمان شاعر عدی بن الزغباء رجز پڑھتے جا رہے تھے۔

"بسبس اونٹوں کو روانگی کے لئے تیار کرو
ذی الطلح میں قافلے کے اترنے کے لئے کوئی مناسب مقام نہیں
صحرائے عمیر میں بھی ایسی کوئی جگہ نہیں

یہ ایسے لوگ ہیں جن کے اونٹوں کو وہاں نہیں روکا جا سکتا
اس لئے ان کو لے کر چلتے رہنا ہی ہوشیاری ہے
اللہ تعالیٰ نے فتح تو عطا کر ہی دی ہے
اور اخنس بھاگ گیا ہے"

الاثیل کے مقام پر قافلہ اترا تو رسول اللہ ﷺ مشرک قیدیوں کو دیکھنے گئے ان قیدیوں میں نضر بن حارث بھی تھا رسول اللہ ﷺ واپس جا چکے تو نضر بن حارث نے اپنے قریب کھڑے قیدی سے کہا "واللہ محمدؐ مجھے قتل کرا دیں گے جب وہ میری طرف دیکھ رہے تھے تو ان کی نظروں میں موت کا پیغام تھا"

"تم گھبرائے ہوئے ہو مجھے تو ایسی کوئی علامت نظر نہیں آئی" اس کے ساتھی نے جواب دیا۔

نضر بن حارث اپنے جرائم کو خوب جانتا تھا اس کا دل اسے اس کے جرائم سے آگاہ کر رہا تھا وہ کیا کچھ نہیں کرتا رہا تھا؟ وہ کمزور مسلمانوں پر مظالم توڑتا رہا تھا انہیں اپنا دین چھوڑ دینے کو کہا کرتا تھا وہ اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف جھوٹا پراپیگنڈہ کرنے والوں میں سب سے آگے تھا جب رسول اللہ ﷺ لوگوں کو اسلام کی دعوت دیتے انہیں قرآن اور اللہ کا پیغام سناتے تھے تو نضر بن حارث وہاں پہنچ جاتا "محمدؐ جو کچھ تمہیں سنا کر گئے ہیں اور جسے اللہ کی طرف سے وحی اور خدا کا کلام کہتے ہیں وہ تو پرانے زمانے کی قصے کہانیاں ہیں میرے پاس تو اس سے بھی بہتر کتاب ہے" پھر وہ انہیں ایران کی قدیم تاریخ کے قصے کہانیاں سناتا اور کہتا "محمدؐ کی باتیں نہ سنا کرو" نضر ان لوگوں میں بھی شامل تھا جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کا فیصلہ کیا تھا اور ہجرت کی رات آپؐ کو قتل کرنے کے لئے ہتھیار لگا کر آپؐ کے گھر کے باہر ساری رات کھڑے رہے تھے کہ آپؐ گھر سے باہر آئیں تو وہ سب مل کر آپؐ کو قتل کر دیں۔

وہ تو اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور تدبیر سے رسول اللہ ﷺ کو ان کے محاصرے سے صحیح سلامت نکال لیا تھا ورنہ انہوں نے تو اپنی طرف سے کوئی کسر نہیں چھوڑی تھی نضر ان انتہا پسندوں میں ایک تھا جو قریش مکہ کو ہر وقت اور ہمیشہ رسول اللہ اور مسلمانوں کو ختم کر دینے کی ترغیب دیتے رہتے تھے ریاست مدینہ پر حملہ کرنے کے منصوبے بنایا کرتے تھے قریش کو اتنی بڑی فوج کے ساتھ بدر تک لائے تھے اور عتبہ بن ربیعہ کی ترغیب کے باوجود انہیں لڑائی کے میدان تک لے آئے تھے قرآن کریم میں آٹھ کے قریب مقامات پر اللہ تعالیٰ نے خود اس کے جرائم کا ذکر کیا ہے وہ تو اللہ کا مجرم تھا اور جنگی مجرم کی حیثیت سے جنگی قیدیوں میں کھڑا تھا اور اس کے

جرائم اسے پریشان کررہے تھے حالانکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے کوئی ایک لفظ بھی نہیں کہا تھا۔ نضر بن حارث کسی ایسے آدمی کو ڈھونڈ رہا تھا جو اس کے جرائم کی صفائی پیش کرے اور اسے معافی دلا دے حضرت مصعبؓ بن عمیر نظر آئے تو اس نے درخواست کی "اے مصعبؓ خدا کے واسطے اپنے صاحب سے میری سفارش کردیں کہ وہ مجھے اپنے رفقاء میں شامل کرلیں ورنہ وہ مجھے ------"

حضرت مصعبؓ بن عمیر نے اس کی بات مکمل ہونے سے پہلے جواب دیا "تم نے اللہ کے رسول ﷺ اور اللہ کے کلام کی توہین میں کوئی کسر چھوڑ دی تھی؟ تم نے رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں پر مظالم ڈھانے میں بھی تو کوئی کسر اٹھا نہ رکھی"

نضر بن حارث نے کوئی صفائی پیش نہیں کی وہ کیا صفائی پیش کرسکتا تھا اس نے قرابت داری کا سہارا لیا "اے مصعبؓ جس طرح مسلمانوں نے مجھے قیدی بنایا ہے اگر اسی طرح قریش مکہ نے تجھے قیدی بنایا ہوتا تو میرے جیتے جی قریش تمہیں تہ تیغ نہ کرسکتے تھے"

رسول اللہ ﷺ نے ابھی کوئی حکم دیا تھا نہ فیصلہ سنایا تھا اور وہ کہہ رہا تھا کہ مجھے قتل کردیا جائے گا حضرت مصعبؓ بن عمر نے جواب دیا "جو کچھ تم کہہ رہے ہو نہ وہ درست ہے اور نہ ہی میں اور تم یکساں ہیں پھر اسلام نے تو جاہلیت کے سارے تعلقات ختم کردیئے ہیں"

نضر بن حارث حضرت مقدادؓ کے قیدی تھے وہ مکہ کے بڑے سردار تھے حضرت مقدادؓ کو ان کے بدلے میں بھاری رقم فدیہ میں ملنے کی امید تھی نضر بن حارث کی حالت اور اس کا قتل کا خوف دیکھ کر حضرت مقدادؓ نے کہا" "نضر میرا قیدی ہے"

اسی لمحے رسول اللہ ﷺ نے نضر بن حارث کی گردن اڑا دینے کا حکم دے دیا۔

حضرت علیؓ آگے بڑھے اور نضر بن حارث کی گردن اڑا دی۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت مقدادؓ کی خوشحالی کی دعا فرمائی۔

وہ تو اللہ کے رسول ﷺ کے ہر حکم کی تعمیل میں خوشی محسوس کرتے تھے آپؐ کی دعا سے اور بھی زیادہ خوش ہوگئے۔

ایک روز رسول اللہ ﷺ حرم کعبہ میں نماز ادا کر رہے تھے ابوجہل اپنے ساتھیوں سمیت محفل جمائے بیٹھا تھا اس نے کہا کوئی جائے اور فلاں کے گھر سے اس اونٹ کا اوجھ اٹھا لائے جسے گزشتہ رات ذبح کیا گیا تھا ایک شخص فوراً گیا اور اوجھ اٹھا لایا رسول اللہ ﷺ ابھی نماز پڑھ رہے تھے آپؐ سجدہ میں گئے تو اسی شخص نے وہ اوجھ آپؐ کی گردن پر رکھ دیا سب قریش سردار قہقہے

لگانے لگے۔
رسول اللہ ﷺ سجدہ میں پڑے رہے آپؐ کی صاجزادی حضرت فاطمہؓ کو پتہ چلا تو وہ بھاگتی ہوئی آئیں اور رسول اللہ ﷺ کی گردن اور سر کے اوپر سے اونٹ کا اوجھ ہٹایا۔
وہ شخص عقبہ بن ابی معیط تھا۔
ایک بار رسول اللہ ﷺ نماز کے دوران سجدہ میں گئے تھے تو عقبہ بن ابی معیط نے حضورؐ کی گردن پر پاؤں رکھ دیا اور اس زور سے دبایا کہ رسول اللہ ﷺ وسلم نے فرمایا "میری آنکھیں باہر آنے کو تھیں"
ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ مقام ابراہیم پر نماز پڑھ رہے تھے قریش کے مشرک کعبہ کے سائے میں محفل جمائے بیٹھے تھے وہ ایک دوسرے کو رسول اللہ ﷺ کے خلاف بھڑکانے لگے ان میں عقبہ بن ابی معیط بھی تھا وہ اٹھا اپنی چادر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گلے میں ڈال کر اس کو بل دینے لگا رسول اللہ ﷺ گھٹنوں کے بل گر گئے شور سن کر حضرت ابوبکر صدیقؓ بھاگتے ہوئے آگے بڑھے اور پیچھے سے رسول اللہ ﷺ کے بازو پکڑ کر آپؐ کو تھام لیا "تم لوگ ایک شخص کو صرف اس لئے مار ڈالنا چاہتے ہو کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے" انہوں نے قریش کے مشرکوں سے کہا۔
ہجرت کی شب جن لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کے لئے آپؐ کے گھر کا محاصرہ کیا تھا ان میں بھی عقبہ بن ابی معیط شامل تھا وہ ابوجہل کے ان ساتھیوں میں سے تھا جو مسلمانوں کو جڑ سے ختم کردینا چاہتے تھے بدر کی لڑائی میں وہ بھی قیدی بنالیا گیا تھا بنی العجلان کے عبداللہؓ بن سلمہ نے اسے قید کیا تھا۔
عقبہ بھی نضر بن حارث کی مانند جنگی مجرم تھا اس نے بھی کئی بار رسول اللہ ﷺ کو جان سے مار دینے کی کوشش کی تھی مگر ہر بار اللہ نے اپنے رسول ﷺ کو بچا لیا تھا۔ قریش مکہ کو مسلمانوں کے خلاف جنگ پر آمادہ کرنے اور عتبہ بن ربیعہ کے مشورہ پر عمل نہ کرنے کی ترغیب دینے والوں میں وہ ابوجہل کا ساتھی تھا امیہ بن خلف قریش کی فوج کے ساتھ نہیں جانا چاہتا تھا یہی عقبہ بن ابی معیط انگیٹھی میں خوشبودار لکڑی جلا کر لایا تھا اور امیہ بن خلف کے سامنے رکھ کر اسے غیرت دلانے کے لئے اس نے کہا "اے ابو علی لو نجور کی خوشبو سونگھو کیونکہ تم مرد نہیں عورت ہو"
اسی واقعہ کے بعد امیہ بن خلف نے اونٹ خریدا تھا اور قریش کے لشکر میں شامل ہوا تھا یہ جنگ کا

اشتعال دلانے والوں میں سب سے آگے تھا۔

رسول اللہ ﷺ کا قافلہ "عرق الظبیہ" میں اترا تو رسول اللہ ﷺ نے اس جنگی مجرم کو قتل کر دینے کا حکم فرمایا۔

حضرت عاصمؓ بن ثابت اسے قتل کرنے کے لئے قیدیوں سے الگ کرنے لگے تو اس نے کہا "اے معشرِ قریش ان اسیروں میں سے صرف مجھے ہی کیوں قتل کیا جارہا ہے؟"

"اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے دشمنی کی وجہ سے" حضرت عاصمؓ نے جواب دیا(29)

بعض روایتوں میں ہے کہ عقبہ بن ابی معیط کو حضرت علیؓ نے قتل کیا تھا۔

خوشی اور غم

رسول اللہ ﷺ کی بدر کے میدان میں فتح و کامرانی کی خبر سن کر مدینہ کے مسلمان خوش ہوگئے مشرک اور منافق غم میں ڈوب گئے رسول اللہ ﷺ نے اثیل کی منزل سے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اور حضرت زیدؓ بن حارثہ کو مدینہ روانہ کر دیا تھا حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو حکم دیا کہ تم عالیہ اور ملحق آبادیوں کے مسلمانوں کو فتح کی خبر دینا حضرت زیدؓ بن حارثہ کو رسول اللہ ﷺ نے اپنی اونٹنی قصویٰ سواری کے لئے دی اور کہا کہ تم مدینہ کے مسلمانوں تک بدر میں فتح کی خبر پہنچانا وادی عقیق تک وہ دونوں اکٹھے آئے وہاں سے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ عالیہ کی طرف اور حضرت زیدؓ بن حارثہ مدینہ کی طرف چلے گئے۔

آبادی میں داخل ہوتے ہی حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اپنے اونٹ پر سے اعلان کرتے جارہے تھے "یا اہل انصار آپ کو رسول اللہ ﷺ کی خیر و عافیت مبارک ہو اللہ نے اپنے نبیؐ کو فتح دی ہے مشرک قتل اور گرفتار ہو چکے ہیں ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ حجاج کے بیٹے منبہ اور نبیہ، ابوجہل، امیہ بن خلف اور زمعہ موت کے گھاٹ اتار دیئے گئے اور سہیل بن عمرو قیدی بنا لیا گیا ہے"

انصار کے گھروں میں خوشی کی لہر دوڑ گئی لوگ ایک دوسرے کو خوشخبری سنانے دوڑے بچے "ابوجہل فاسق موت کی وادی میں اتر گیا" کے نعرے لگانے لگے۔

رسول اللہ ﷺ حضرت عاصمؓ بن عدی کو عالیہ میں اپنا نائب مقرر کر گئے تھے حضرت عاصمؓ بن عدیؓ حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو الگ لے گئے "جو کچھ تم کہہ رہے ہو وہ سچ ہے؟"

"واللہ سچ ہے کل رسول اللہ ﷺ اسیروں کو لے کر یہاں پہنچ رہے ہیں" حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے جواب دیا حضرت عاصمؓ خوش ہوگئے اور مدینہ میں احوال کا جائزہ لینے چل پڑے۔

حضرت زیدؓ بن حارثہ عید گاہ میں بلند آواز سے کہہ رہے تھے "ربیعہ کے بیٹے عتبہ اور شیبہ، حجاج کے بیٹے منبہ اور ابوجہل، ابو البختری، زمعہ بن اسود، امیہ بن خلف، موت کی وادی میں اتر گئے ہیں، سہیل بن عمرو اسیروں کے ساتھ آ رہے ہیں"

لوگ ان کے گرد جمع تھے مگر ان کی بات پر انہیں یقین نہیں آ رہا تھا۔

جزیرہ نمائے عرب میں قریش کی قوت اور شجاعت کا رعب تھا ان کے اتنے بڑے بڑے اور اتنے زیادہ سردار مارے گئے؟ مٹھی بھر مسلمانوں نے قریش کو شکست دے دی؟ ان کے اتنے بندے قیدی بنالئے گئے؟ لوگوں کے لئے یقین کرنا مشکل ہو رہا تھا۔

یہودیوں اور مشرکوں کے دلوں میں تو ویسے ہی ایسی خبر کے لئے جگہ نہیں تھی

"زیدؓ پر شکست کے اثرات ہیں" ایک منافق نے کہا

"نبیؐ اور اس کے ساتھی قتل ہو چکے ہیں" دوسرے نے اسامہ بن زیدؓ سے کہا

"تمہارے ساتھی منتشر ہو گئے ہیں اب وہ کبھی مدینہ نہیں آئیں گے" ایک اور نے مدینہ کے منتظم حضرت ابو لبابہؓ سے کہا "ہم اس اونٹنی کو پہنچانتے ہیں زید اپنے حواس کھو چکا ہے اور ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہے"

حضرت ابولبابہؓ نے جواب دیا "اللہ تعالیٰ تیری بات کو جھوٹ کر دکھائے گا"

یہودیوں نے حضرت زیدؓ کے بیٹے اسامہؓ سے کہا "تمہارا باپ شکست کھا کر آیا ہے"

"آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں کیا یہ حقیقت ہے؟" اسامہؓ نے اپنے والد سے پوچھا۔

"واللہ میں سچ کہہ رہا ہوں"

یہودیوں اور منافقوں کی پھیلائی افواہوں نے مسلمانوں کو پریشان کر دیا۔

لیکن جب سب کو سب حالات کا پتہ چل گیا تو مسلمان خوش ہو گئے منافق اور مشرک غم میں ڈوب گئے۔

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ اللہ کو پیاری ہو گئی تھیں مسلمان ان کی تدفین سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ دکھ کے ماحول میں فتح عظیم کی خبر پہنچ گئی۔

فتح کی مبارک

مدینہ کے کے مسلمانوں نے بدر کی لڑائی میں اس عظیم کامیابی کی خبر سنی تو وہ رسول اللہ ﷺ کی واپسی تک انتظار نہ کر سکے وفد بنا کر نکل پڑے تاکہ راستے میں ہی جا ملیں رسول اللہ ﷺ کا

قافلہ "روحا" میں پہنچا تو یہ وفود بھی اس منزل میں جا ملے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو مبارکباد پیش کی۔

حضرت سلمہؓ بن سلامہ بھی موجود تھے "آپ کس چیز کی مبارک باد دیتے ہیں اللہ کی قسم ہمارا مقابلہ تو گنجے سروالے بوڑھوں سے ہوا تھا وہ تو بندھے ہوئے اونٹوں کی مانند تھے ہم نے انہیں قتل کردیا"

رسول اللہ ﷺ حضرت سلمہؓ کی بات سن کر مسکرائے اور فرمایا "برادر زادے وہ اشراف اور مکہ کے روساء تھے"

حضرت اسید بن حضیرؓ ان لوگوں میں سے تھے جو رسول اللہ ﷺ کے لشکر میں شامل نہیں ہوسکے تھے فتح کی خوشخبری سن کر وہ بھی مدینہ سے نکل پڑے اور راستہ میں ہی رسول اللہ ﷺ سے جا ملے فتح پر مبارکباد دی "یارسولؐ اللہ قابل حمد ہے وہ ذات جس نے آپ کو فتح عطاء فرمائی اور آپؐ کی آنکھوں کو ٹھنڈک پہنچائی اللہ کی قسم مجھے امید نہ تھی کہ آپؐ کا دشمن سے مقابلہ ہوجائے گا میں تو یہ سمجھ کر پیچھے رک گیا تھا کہ قافلے کا معاملہ ہے اگر میں سمجھتا کہ دشمن سے مقابلہ ہوگا تو میں کبھی پیچھے نہ رہتا"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم سچ کہتے ہو"

عجب منظر

چشم ملک نے ایک عجب منظر دیکھا مکہ کے قریش جنہوں نے مسلمانوں پر مکہ کی زمین تنگ کردی تھی ان کے نامی سردار اور جنگجو جنگی قیدیوں کی حالت میں مدینہ میں داخل ہو رہے تھے۔ مدینہ کے مسلمان خوشی سے اور منافق اور یہودی دکھ سے ان قیدیوں کو دیکھ رہے تھے قریش کے وہ سردار بھی ان قیدیوں میں شامل تھے جن کی شہرت جزیرہ نمائے عرب کے باہر تک پھیلی تھی۔ مدینہ کے باسی جن کے ناموں اور کارناموں سے مرعوب رہتے تھے جنہوں نے صرف انیس ماہ پہلے رسول اللہ ﷺ کے قتل کی سازش کی تھی اور اللہ کی تدبیر کے سامنے ناکام رہے تھے صرف انیس ماہ پہلے جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آئے تھے تو وہاں کے مسلمان آپس میں بٹے ہوئے اور پھٹے ہوئے تھے انہوں نے رسول اللہ ﷺ کی مکہ سے روانگی کی خبر سن لی تھی انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ مشرکین مکہ نے رسول اللہ ﷺ اور ان کے صدیق اکبرؓ کی گرفتاری کے لئے انعام مقرر کررکھا ہے وہ جانتے تھے کہ بدو قبائل کے دستے رسول اللہ ﷺ کو ڈھونڈتے پھر

رہے ہیں آپؐ کو گرفتار کرکے انعام حاصل کرنا چاہتے ہیں اوس اور خزرج اپنے ذاتی اور قبائلی حوالوں سے بہادر اور جنگ جو بھی تھے لیکن وہ اپنے قصبہ کی حدود سے آگے نکل کر رسول اللہ ﷺ کے پیشوائی اور حفاظت کے لئے نہیں گئے تھے وہ ہر روز حرہ تک جاتے تھے اور پھر واپس آجاتے تھے لیکن کوئی دستہ آگے نہیں بھیج سکتے تھے کیونکہ بدوقبائل پر انہیں غلبہ حاصل نہیں تھا اور یثرب کی حدود سے آگے بسنے والے بدوقبائل کے علاقوں میں وہ اس انداز میں داخل نہیں ہوسکتے تھے وہ مجبور تھے اور پھر صرف انیس ماہ میں رسول اللہ ﷺ کی قیادت اور اسلام کی برکت سے وہ ایک مضبوط جماعت بن گئے تھے رسول اللہ ﷺ کی منصوبہ بندی اور سفارت کاری سے مدینہ سے بدر تک اور بدر سے آگے بحیرہ احمر تک کے بدو قبائل سے ان کے دوستی اور تعاون کے معاہدے ہوگئے تھے اور اللہ کی تدبیر اوز رسول اللہ ﷺ کی قیادت کی وجہ سے انہوں نے بدر کے میدان میں جزیرہ نمائے عرب کی سب سے قدیم اور سب سے عظیم طاقت قریش کو شکست فاش دی تھی اور ان کے بہادروں اور سرداروں کو ہانکتے ہوئے لارہے تھے اس عجب منظر پر اہل فلک تو حیران نہ ہوں گے اہل مدینہ سب سے ہی حیران تھے اور بدر کی لڑائی میں قیدی بنائے گئے قریش مکہ سر جھکائے مدینہ کی گلیوں اور بازاروں میں سے گزر رہے تھے اس شہر کی گلیوں میں سے جہاں ان میں سے کبھی کوئی اکیلا بھی آجاتا تھا تو بہت معزز مہمان ہوا کرتا تھا۔

خطیب قریش

اُم المومنین حضرت سودہؓ حضرت عفراءؓ کے گھر سے لوٹ رہی تھیں کہ انہوں نے ایک طویل القامت سرخ و سفید شخص کو دیکھا جس کے بازو رسیوں سے اس کی گردن کے ساتھ بندھے ہوئے تھے اور وہ سر جھکائے کھڑا تھا۔

”اے ابو یزید تم عزت کی موت کیوں نہ مرگئے؟ تم نے اتنی بے غیرتی کے ساتھ خود کو گرفتاری کے لئے پیش کر دیا؟“ حضرت سودہؓ نے اس شخص کو دیکھ کر کہا۔

رسول اللہ ﷺ گھر کے اندر تھے حضرت سودہؓ کی بات سن کر آپؐ نے فرمایا ”اے سودہؓ کیا تم اللہ اور اس کے رسول کے خلاف لوگوں کو شہ دینے میں لگی ہو؟“

”یا رسول اللہ ﷺ اس ذات کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں ابو یزید جیسے شخص کو اس حالت میں دیکھ کر اپنی زبان پر قابو نہ رکھ سکی“

وہ شخص ام المومنین حضرت سودہؓ کا ہم گھرانہ قریش کے قبیلہ بنی عامر بن لوی کا سردار سہیل

بن عمرو تھا وہ حضرت سکرانؓ بن عمرو کا بھائی تھا۔ رسول اللہ ﷺ سے نکاح سے پہلے حضرت سودہؓ اسی سکران بن عمرو کے نکاح میں تھیں ان کی زبان سے ایسے الفاظ نکل جانا ایک فطری امر تھا سہیل بن عمرو قریش مکہ میں سے سحر بیان خطیب اور شاعر تھا اپنے زور بیان سے وہ اپنی قوم کو مسلمانوں کے خلاف تحریک دیتا تھا۔ اس نے اللہ اور اس کے رسولؐ کی مخالفت کو اپنی زندگی کا مقصد بنا رکھا تھا وہ قریش کے ان جنگجو سرداروں میں سے تھا جنہوں نے بدر کے سفر میں قریش کے لشکر کی دعوتیں کی تھیں اور پھر لڑائی کے میدان میں بنی سالم بن عوف کے حضرت مالک بن وحشم نے اسے قیدی بنا لیا تھا اور اب وہ رسول اللہ ﷺ کے گھر کے باہر رسیوں میں بندھا کھڑا تھا۔

سہیل بن عمرو کے دو بیٹے دو بیٹیاں دو داماد ایک بھائی پہلے مسلمان ہو چکے تھے ان کے بیٹے عبداللہؓ نے قبول اسلام کے بعد باپ کے ظلم سے نجات کے لئے حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی حبشہ سے واپس آیا تو سہیل نے اسے قید کردیا بدر کی طرف قریش کا لشکر نکلا تو اس نے عبداللہؓ کو بھی ساتھ لے لیا تاکہ وہ اس کی نگرانی میں رہے لیکن جیسے ہی عبداللہؓ کو موقعہ ملا وہ میدان جنگ سے بھاگ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گیا تھا اپنے ایک مسلمان بیٹے ابو جندل کو سہیل مکہ میں قید کر آیا تھا اس کے دو داماد حضرت ابو حذیفہؓ اور حضرت ابو سبرہؓ بدر کی لڑائی میں رسول اللہ ﷺ کی فوج میں شامل تھے اس کی بیٹی سہلہ حضرت ابو حذیفہؓ کی بیوی تھی اور مسلمان تھی۔ اس کی دوسری بیٹی ام کلثوم حضرت ابوسبرہؓ کی بیوی تھی اور مسلمان تھی۔ اس کے بھائی سکران نے بھی اپنی بیوی سودہ کے ساتھ حبشہ کی طرف ہجرت کی تھی اور اس کی چچا زاد سودہ اب رسول اللہ ﷺ کے نکاح میں تھیں۔

اس کی شعلہ بیانی اور اللہ اور اس کے رسولؐ کے خلاف زبان آوری کی وجہ سے حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا تھا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سہیل بن عمرو کے سامنے کے دو دانت تڑوا دیجئے اس کی زبان لٹک جایا کرے گی اور وہ آپؐ کے خلاف خطاب نہ کر سکے گا"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا "یہ مثلہ ہو گا اور روز قیامت اس پر اللہ کے ہاں گرفت کا خطرہ ہے"

رسول اللہ ﷺ کے مدینہ واپس آنے کے اگلے روز قیدی مدینہ پہنچائے گئے تھے اور حضرت سودہؓ حضرت عفراءؓ کے گھر سے اس کے بدر میں شہید ہونے والے تین بیٹوں کی تعزیت سے واپس آئی تھیں۔

اور قریش کا قیدی خطیب سر جھکائے کھڑا تھا۔

بھائی کون؟

حضرت ابو الیسرؓ نے لڑائی کے میدان سے قریش کے علم بردار ابو عزیز کو گرفتار کرلیا تھا۔
اسلامی سپاہ کے علم بردار حضرت مصعبؓ بن عمیر ادھر سے گزرے تو حضرت ابو الیسرؓ سے کہا "اسے مضبوط باندھنا اس کی ماں بہت مال دار ہے تمہیں اس کے فدیہ میں کافی رقم ملے گی"
"بھائی جان میرے متعلق آپ یہ نصیحت کرتے ہیں؟" ابو عزیز نے کہا۔
"تم میرے بھائی نہیں میرا بھائی تو یہ ہے" حضرت مصعبؓ بن عمیر نے حضرت ابو الیسرؓ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔
ابو عزیز حضرت مصعبؓ بن عمیر کا حقیقی بھائی تھا۔
ابو عزیز کی والدہ نے معلوم کیا کہ قریش مکہ نے کسی آدمی کا زیادہ سے زیادہ فدیہ کتنا دیا ہے اسے بتایا گیا کہ چار ہزار درہم کسی قیدی کا زیادہ سے زیادہ فدیہ ادا کیا گیا ہے تو اس نے چار ہزار درہم فدیہ بھیج کر ابو عزیز کو آزاد کروا لیا۔

اللہ کے نبیؐ کا قیدیوں سے سلوک

رسول اللہ ﷺ نے جنگی قیدیوں کو صحابہ کرام میں تقسیم کر دیا اور حکم دیا کہ ان کے ساتھ اچھا سلوک کیا جائے صحابہ کرامؓ نے آپؐ کے اس حکم پر قیدیوں کو اپنے سے بھی اچھا کھلایا اور پہنایا۔
ابو عزیز کہتے ہیں کہ بدر سے مدینہ کے سفر میں مجھے جس انصاری گروہ کے حوالے کیا گیا تھا وہ کھانے کے لئے بیٹھتے تو روٹیاں میرے آگے رکھ دیتے اور خود کھجوروں پر گزارہ کرتے جس کسی کو کہیں سے روٹی میسر آتی وہ لا کر میرے سامنے رکھ دیتا مجھے شرم آتی کہ وہ خود کھجوروں پر گزارا کر رہے ہیں اور روٹی مجھے دے دی ہے میں روٹیاں ان کو واپس کر دیتا مگر وہ اسے ہاتھ تک نہیں لگاتے تھے اور مجھے واپس کر دیتے تھے۔
اس زمانے میں جزیرہ نمائے عرب میں گندم باہر سے آتی تھی اس لئے روٹی بہت مہنگی ہوتی تھی اور لڑائی کے لئے مسلمان خوراک تو زیادہ ساتھ لے نہیں گئے تھے ویسے بھی کھجور سستی ہوتی تھی اور روٹی مہنگی۔
بدر کے قیدیوں میں رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس بن عبدالمطلب بھی تھے حضرت عمرؓ قیدیوں کی مشکیں باندھنے پر حاکم مقرر ہوئے تو انہوں نے عباسؓ کی خوب کس کر مشکیں بندھوائیں(30) انہوں نے تو میدان جنگ میں اپنے ماموں کو اپنی تلوار سے قتل کیا تھا وہ کسی مشرک کے ساتھ

رعایت کے حق میں نہیں تھے عباسؓ بن عبدالمطلب رات کو سو نہ سکے ان کے کراہنے کی آواز سن کر رسول اللہ ﷺ بے چین ہو گئے حضرت عمرؓ کو رسول اللہ ﷺ کی بے چینی کا پتہ چلا تو انہوں نے عباسؓ بن عبدالمطلب کی مشکیں کھلوا دیں انصار مدینہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ آپؐ کی اجازت ہو تو ہم اپنے بھانجے کا فدیہ معاف کر دیں"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم عباسؓ کے فدیہ کا ایک درہم بھی کم نہیں کر سکتے"

عبدالمطلب انصار مدینہ کے بھانجے تھے اسی رشتہ سے انہوں نے عباسؓ بن عبدالمطلب کو اپنا بھانجا کہا تھا۔

نبی کریم ﷺ کے آنسو

جزیرہ نمائے عرب میں جنگی قیدیوں کو قتل کرنے اور فدیہ لے کر رہا کر دینے کا بھی رواج تھا مگر وہ لڑائیاں قبائلی اور ذاتی وقار کے لئے دوسروں پر غلبہ حاصل کرنے کے لئے یا ان کی املاک پر قبضہ کرنے کے لئے ہوتی تھیں بدر کی لڑائی صرف اللہ کے لئے لڑی گئی تھی۔ مجاہدین کا مقصد کوئی دنیاوی فائدہ حاصل کرنا نہیں تھا بلکہ اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت کے قیام کی راہ ہموار کرنا تھا اس جہاد کا صلہ اللہ نے آخرت میں دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔ اس لئے لڑائی میں بنائے قیدیوں پر عرب قبائل کی لڑائیوں کا اصول لاگو نہیں ہو سکتا تھا اللہ تعالیٰ کی طرف سے بھی کوئی ہدایت نہیں آئی تھی کہ اس لڑائی میں جو مشرک قیدی بنائے گئے ہیں ان کا کیا کیا جائے رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے پوچھا کہ ان قیدیوں کا کیا کرنا چاہیے؟

حضرت ابوبکر صدیقؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ اسیر آپؐ کی قوم اور آپؐ کے رشتہ والے ہیں آپؐ ان کو معاف کردیں اور فدیہ لے کر انہیں آزاد کردیں فدیہ ہماری قوت کا باعث ہوگا ممکن ہے کہ اللہ انہیں ہدایت نصیب فرمائے اور یہ ہمارے دست و بازو بن جائیں"

رسولؐ اللہ نے حضرت عمرؓ سے پوچھا "اے ابن خطاب تیری کیا رائے ہے؟"

حضرت عمرؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ" مجھے ابوبکرؓ سے اتفاق نہیں ان سب کے سر قلم کر دیئے جائیں آپؐ میرا فلاں عزیز میرے حوالے کر دیں تاکہ میں اس کی گردن اڑا دوں علیؓ کا بھائی عقیل اس کے حوالے کر دیں تاکہ وہ اس کی گردن اڑا دے حمزہؓ اپنے بھائی کی گردن اتار دے تاکہ اللہ کو معلوم ہو جائے کہ ہمارے دلوں میں مشرکین کے لئے کوئی نرمی نہیں یہ اسیر

مشرکین کے سردار اور قائد ہیں انہوں نے آپؐ کو جھٹلایا اور پھر گھر سے نکال دیا یہ کسی رو رعایت کے مستحق نہیں"

حضرت عبداللہ بن رواحہ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ کسی ایسی جگہ جہاں لکڑی کثرت سے ہو آگ جلائیں اور بہت سی لکڑیاں جمع کرکے اس پر ڈال دیں پھر ان سب مشرکین کو آگ کے اس الاؤ میں جھونک دیں"

رسول اللہ ﷺ نے کسی کی تجویز کا جواب نہ دیا آپؐ خاموشی سے اٹھے اور اندر چلے گئے۔

صحابہ کرامؓ میں سے کچھ نے کہا رسول اللہ ﷺ حضرت ابوبکر صدیقؓ کا مشورہ قبول فرمائیں گے۔

کچھ کہتے تھے حضورؐ حضرت عمرؓ کی تجویز پر عمل کرنے کا ارشاد فرمائیں گے۔

کسی نے کہا، آپؐ عبداللہ بن رواحہ کی بات پر عمل کرنے کو فرمائیں گے۔

تھوڑی دیر بعد رسول اللہ ﷺ باہر تشریف لائے صحابہ کرام آپؐ کے حکم کے منتظر تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے بعض کے دل دودھ سے زیادہ نرم کر دیتا ہے اور کچھ کے دل پتھر سے بھی زیادہ سخت بناتا ہے اے ابوبکرؓ آپ کی مثال حضرت عیسیٰ جیسی ہے جنہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی تھی الٰہی تو ان کو عذاب دے تو یہ تیرے بندے ہیں اور اگر انہیں معاف فرما دے تو تو غالب حکمت والا ہے"

"اور اے عمرؓ آپ کی مثال حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسی ہے انہوں نے کہا تھا "زمین پر ان میں سے کسی ایک کو بھی زندہ نہ چھوڑ"

پھر رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اسیروں میں سے کسی کو فدیہ لئے بغیر نہ چھوڑنا اور جو فدیہ نہ دے اسے قتل کر دینا۔

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ سہیل بن بیضاء کو اس حکم سے مستثنٰی کر دیں کیونکہ وہ اسلام کا ذکر کرتا تھا"

رسول اللہ ﷺ نے ان کی درخواست کا کوئی جواب نہ دیا۔

حضرت عبداللہؓ بن مسعود کہتے ہیں کہ میں خوفزدہ ہوگیا کہ مجھ پر آسمان سے عذاب نازل نہ ہو جائے۔

پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کی درخواست قبول فرمالی اور سہیل بن بیضا کو فدیہ کے بغیر آزاد کر دینے کا حکم ارشاد فرما دیا۔

حضرت عمر فاروقؓ فرماتے ہیں کہ اگلے روز میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا تو

آپؐ رو رہے تھے حضرت ابوبکرؓ صدیق بھی آپؐ کے پاس بیٹھے تھے اور وہ بھی رو رہے تھے میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ مجھے بھی اس رونے کا سبب بتائیں تاکہ میں بھی رووں اور اگر نہ رو سکا تو رونے والی شکل ہی بنا لوں۔"

رسول اللہ ﷺ نے قریب کے ایک درخت کی طرف اشارہ کرکے فرمایا "قیدیوں کو فدیہ لے کر آزاد کردینے کے فیصلے کی وجہ سے اللہ کی طرف سے عذاب مجھے اس درخت سے بھی قریب سے دکھایا گیا میں اس وجہ سے رو رہا ہوں"

اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ پر وحی بھیجی تھی۔

❁ "جب تک ملک میں اچھی طرح خونریزی کی جنگ نہ ہو جائے
اللہ کے نبی کو دشمن کو قیدی نہیں بنانا چاہیے
تم تو دنیا کا مال چاہتے ہو
اور اللہ کا ارادہ آخرت کا ہے
اور اللہ زور آور اور حکمت والا ہے
اگر پہلے اللہ کی طرف سے بات لکھی ہوئی نہ ہوتی
تو جو کچھ تم نے لیا ہے اس بارے میں تمہیں کوئی بڑی سزا ہوتی" -- (8: 67، 68)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر اللہ کی طرف سے عذاب نازل ہوتا تو عمرؓ اور سعدؓ بن معاذ کے سوا کوئی نجات نہ پاتا"

حضرت سعدؓ بن معاذ نے بھی قریش مکہ کو قیدی بنانے پر کہا تھا "مجھے ان کو قتل کرنا انہیں زندہ رکھنے سے زیادہ پسند ہے"

اللہ تعالیٰ کو اپنے اور اپنے رسول ﷺ کے دشمنوں کو اس طرح زندہ چھوڑ دینا پسند نہیں آیا تھا اللہ چاہتا تھا کہ ان کی قوت کو کچل دیا جائے تاکہ رہا ہو کر وہ پھر سے اسلام کے خلاف تلوار نہ اٹھا سکیں مگر اللہ کے رسول ﷺ کے فدیہ لے کر اسیروں کو آزاد کر دینے کے فیصلے پر اللہ نے عذاب کی بجائے صرف عتاب اس لئے کیا کہ اس بارے میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے واضح ہدایات موجود نہیں تھیں اور اللہ کسی قوم پر اس وقت تک عذاب نازل نہیں فرماتے جب تک پہلے اتمام حجت پوار نہ ہو جائے

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

❁ "اگر پہلے ہی اللہ کی طرف سے

بات لکھی ہوئی نہ ہوتی
تو جو کچھ تم نے لیا ہے
اس بارے میں تمہیں کوئی بڑی سزا ہوتی
پس جو کچھ حلال اور پاکیزہ
غنیمت تم نے حاصل کی ہے
خوب کھاؤ پیئو
اللہ سے ڈرتے رہو
یقیناً" اللہ غفور و رحیم ہے" ---- (8: 68' 69)

رسول اللہ ﷺ فدیہ لے کر اسیروں کو آزاد کرنے کا حکم دے چکے تھے اللہ تعالیٰ نے اسیروں کی رہائی سے حاصل ہونے والے فدیہ کوتو پاکیزہ اور حلال قرار دے دیا مگر یہ واضح کردیا کہ اللہ کی راہ میں جہاد میں دنیاوی مال کے حصول کی خواہش اللہ کی مرضی اور منشاء کے خلاف ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ اس کا صلہ روز قیامت دینے کا ارادہ رکھتے ہیں اور اللہ کی راہ میں جہاد کرنے والوں کے پیش نظر اللہ کی خوشنودی کے سوا اور کچھ نہیں ہونا چاہیے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا " اے اللہ کے رسول ﷺ! جو آدمی اللہ کی راہ میں جہاد کرنا چاہتا ہے اور ساتھ ہی اپنے دل میں مال غنیمت کی طلب بھی رکھتا ہے۔ فرمائیں کہ اس کے بارے میں کیا حکم ہے؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اس کو آخرت میں کوئی اجر نہ ملے گا"

اس نے صحابہ کے کہنے پر تین مرتبہ رسول اللہ ﷺ سے یہی سوال کیا رسول اللہ ﷺ نے تینوں مرتبہ یہی جواب دیا(31)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں پانچ ایسی چیزوں سے نوازا گیا ہوں جو مجھ سے پہلے کسی نبی کو اللہ نے عطا نہیں کی تھیں۔

- ایک ماہ کی مسافت تک میرا رعب قائم ہے
- میرے لئے ساری روئے زمین مسجد بنا دی گئی ہے
- میرے لئے غنیمت کا مال حلال کر دیا گیا ہے جو مجھ سے پہلے کسی کے لئے حلال نہ تھا۔
- مجھے شفاعت کا حق دیا گیا ہے
- مجھ سے پہلے نبی ایک قوم کی طرف آیا کرتے تھے مجھے سارے انسانوں کی طرف نبی بنا کر

بھیجا گیا ہے۔

بدر والوں کی فضیلت

رسول اللہ ﷺ مکہ پر حملہ کی تیاری کر رہے تھے ایک صحابی حاطب بن ابی بلتعہ کے اہل خانہ مکہ میں تھے۔ انہوں نے قریش مکہ کو ایک خط کے ذریعے حضورؐ کے ارادے کی خبر دینا چاہی وہ خط پکڑا گیا یہ بہت بڑا جرم تھا۔ حضرت عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے اجازت چاہی کہ اس جرم میں حاطب کا سر قلم کر دیا جائے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "وہ تو غزوہ بدر میں شامل تھا کیا تم کو علم نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اہل بدر کو کرم کی نظر سے دیکھ کر فرمایا ہے "اب تم جیسے چاہو کام کرو میں نے تمہیں بخش دیا"

زر فدیہ

مکہ کے قریش کے قیدیوں سے ان کی حیثیت کے مطابق فدیہ لیا گیا یہ رقم چار ہزار درہم سے ایک ہزار درہم تک تھی جو قیدی پڑھے لکھے تھے اور فدیہ ادا کرنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا کہ ان میں سے ہر ایک مدینہ کے مسلمانوں کے دس لڑکوں کو پڑھنا لکھنا سکھا دے جب اس کے زیر تعلیم لڑکے پڑھ لکھ کر تیار ہوجائیں گے تو اسے آزادی مل جائے گی ان دنوں مسلمانوں کی مالی حالت اچھی نہیں تھی اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے ایک طالب علم کی تعلیم پر چار ہزار درہم سے ایک ہزار درہم تک کے درمیان خرچ کئے حضرت زیدؓ بن حارثہ نے انہی قیدیوں سے تعلیم حاصل کی تھی انصار کے بچوں کو تعلیم دے کر رہائی حاصل کرنے والوں کی تعداد دس تھی قریش کے قیدی جلد رہائی کے لئے اپنے زیر تعلیم لڑکوں پر سختی بھی کرتے تھے کہ وہ جلد پڑھنا لکھنا سیکھ جائیں ایک روز ایک بچہ روتا ہوا اپنی ماں کے پاس گیا ماں نے پوچھا کیوں رو رہے ہو؟

"مجھے استاد نے مارا ہے" بچے نے روتے ہوئے جواب دیا۔

"وہ بد طینت بدر کا بدلہ لے رہا ہے آئندہ اس کے پاس پڑھنے نہ جانا" اس کی ماں نے کہا۔

جو قیدی پڑھے ہوئے نہ تھے اور فدیہ کی طاقت بھی نہیں رکھتے تھے ان کے زر فدیہ کے مطابق اجرت پر مزدوری کرائی گئی اس طرح رسول اللہ ﷺ نے قیدیوں کے لئے رہائی میں آسانیاں پیدا کیں۔

صیفی بن ابی رفاعہ مخزومی نے وعدہ کیا کہ اسے رہا کردیا جائے تو وہ مکہ جاکر فدیہ کی رقم ارسال کردے گا اس کے وعدے پر اعتبار کرلیا گیا اور اسے آزاد کردیا گیا وہ مکہ چلے گیا مگر فدیہ کی رقم بھیجنے کا وعدہ ایفا نہ کیا۔

شاعر

ابو عزہ عمرو جمحی شاعر بھی قیدیوں میں شامل تھا وہ اپنے اشعار سے قریش کو رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف ابھارتا رہتا تھا اور مسلمانوں کو اذیت پہنچایا کرتا تھا اس نے رسول اللہ ﷺ کی شان میں شعر پڑھے۔

✿ "کون ہے جو میرا یہ پیغام محمد ﷺ تک پہنچائے
کہ آپ برحق نبی ہیں
اور اللہ تعالیٰ محمود اور تعریف کیا گیا ہے
آپ ایسے مرد حق ہیں جو حق اور ہدایت کی طرف دعوت دیتے ہیں
اللہ تعالیٰ خود اس پر گواہ ہے
آپ کو اپنی قوم کے اندر بلند مرتبہ دیا گیا ہے
اس مرتبہ کی راہ میں مشکل اور آسان گھاٹیاں ہیں
جو لوگ آپ سے جنگ کرتے ہیں وہ ذلت کی موت مرتے ہیں
اور جو آپ سے صلح کرلیں وہ خوش و خرم زندگی گزارتے ہیں
جب میں بدر کی لڑائی اور اس میں کام آنے والے لوگوں کو یاد کرتا ہوں
تو افسوس اور نامرادی میرے دل پر چھا جاتی ہے"

اس نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ آپ کو معلوم ہے کہ میں صاحب عیال اور مفلس ہوں میرے پاس مال نہیں مجھ پر احسان فرمائیں"

اس نے وعدہ کیا کہ آئندہ وہ کسی کو رسول اللہ ﷺ کے مقابلہ کے لئے آمادہ کرنے کو شعر نہیں کہے گا۔

رسول اللہ ﷺ نے اسے آزاد کرنے کا حکم فرما دیا۔

مکہ پہنچ کر اس نے قریش سے کہا کہ میں نے تو محمد ﷺ پر جادو کر دیا تھا اس کے اثر سے انہوں نے مجھے رہا کر دیا وہ پھر سے قریش مکہ کو اشتعال دلانے لگا اور رسول اللہ ﷺ کو اذیت پہنچانے کی

روش پر چل پڑا۔
جنگ احد میں بھی وہ قریش کے لشکر میں شامل تھا اور شعر پڑھ پڑھ کر مسلمانوں کے خلاف ان کا حوصلہ بڑھاتا تھا۔
اللہ کی قدرت کہ اس جنگ میں بھی وہ قید کر لیا گیا جب اسے رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش کیا گیا تو اس نے درخواست کی "یا رسول اللہ ﷺ میری خطاء مجھے معاف فرما دیجئے"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اب تیرے رخسار دیوار کعبہ کو کبھی نہیں چھوئیں گے کہ تو جا کر کہے میں نے محمدؐ کو دو دفعہ دھوکہ دیا ہے"
ایک روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مومن کو ایک سوراخ سے دو دفعہ نہیں ڈسا جاسکتا"
رسول اللہ ﷺ کے حکم پر مطلب بن حنطب بن حارث مخزومی کو بھی فدیہ لئے بغیر آزاد کر دیا گیا تھا۔

داماد رسولؐ

قیدیوں میں اللہ کی نبی ﷺ کے اپنے داماد ابو العاصؓ بن ربیع بھی تھے ان کی والدہ ہالہ حضرت خدیجہؓ کی بہن تھیں اور رسول اللہ ﷺ کی سب سے بڑی صاحبزادی حضرت زینبؓ ان سے بیاہی تھیں۔ یہ شادی رسول اللہ ﷺ کے نبوت کے لئے انتخاب سے پہلے ہوئی تھی۔ اس وقت رسول اللہ ﷺ کی دو صاحبزادیوں حضرت رقیہؓ اور ام کلثومؓ کی منگنی حضورؐ کے تایا ابولہب کے بیٹوں سے ہوئی تھی جب آپؐ پر اللہ کی طرف سے وحی آئی اور آپؐ کو اللہ نے اسلام کی تبلیغ کا حکم دیا تو ابولہب کے حکم پر اس کے بیٹوں نے رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادیوں کو طلاق دے دی تھی قریش مکہ نے ابو العاص سے کہا کہ وہ بھی رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کو طلاق دیدے انہوں نے کہا قریش کی جس دوشیزہ سے وہ چاہے گا اس کی شادی کروی جائے گی۔
ابو العاص نے قریش کے دباؤ اور مشورہ کے تحت رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی کو طلاق دینے اور قریش کے کہنے پر رسول اللہ ﷺ کو تکلیف پہنچانے سے انکار کر دیا تھا۔
ابو العاص اپنے آبائی دین پر ہی تھا اور قریش کی فوج میں شامل ہو کر مسلمانوں سے لڑنے آیا تھا رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی نے ان کی آزادی کے لئے کچھ رقم اور ایک ہار بھیجا یہ ہار ان کی والدہ حضرت خدیجہؓ نے انہیں شادی کے موقع پر دیا تھا

وہ ہار دیکھ کر رسول اللہ ﷺ پر رقت طاری ہو گئی آپؐ کو حضرت خدیجہؓ اور بیٹی یاد آ گئیں ماں کا بیٹی سے پیار اور وہ ہار سب یادیں زندہ ہو گئیں۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تمہاری مرضی ہو تو اس اسیر کو آزاد کر دو اور اس کا زر فدیہ واپس کر دو"

رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو حکم نہیں دیا تھا صرف اتنا کہا کہ تم چاہو تو اس اسیر کو رہا کر دو اور اس کا زر فدیہ واپس کر دو صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کی خواہش پر ابو العاص کو آزاد کر دیا اور حضرت زینب کا بھیجا ہوا ہار بھی انہیں واپس کر دیا اور وہ فدیہ ادا کئے بغیر آزاد ہو کر مکہ روانہ ہو گئے۔

عباس بن عبدالمطلب اور فدیہ

رسول اللہ ﷺ نے اپنے چچا عباس سے فرمایا "اے عباس اپنے دو بھتیجوں عقیل بن ابی طالب اور نوفل بن حارث اور اپنے حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ ادا کرو"

عباس نے جواب دیا "میں تو مسلمان ہو چکا تھا"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "آپ جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کا علم اللہ تعالیٰ کو ہے اگر یہ سچ ہے تو اللہ آپ کو اس کا اجر دے گا آپ ہمارے دشمنوں کے ساتھ تھے اور ان کے حامی تھے۔ ہم آپ کی ظاہری حالت پر حکم نافذ کرتے ہیں"

"یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس تو فدیہ دینے کو کچھ بھی نہیں" عباس نے عرض کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "وہ مال کہاں گیا جو آپ نے اور اُمّ فضل نے دفن کیا تھا اور آپ نے اپنی بیوی (اُمّ فضل) سے کہا تھا کہ اگر میں اس سفر میں کام آؤں تو یہ مال فضل، عبداللہ اور قثم کو دے دینا"

"واللہ مجھے یقین آ گیا کہ آپؐ واقعی اللہ کے رسول ہیں اس مال کے بارے میں تو اُمّ فضل اور میرے سوا کسی کو علم ہی نہیں تھا" عباس نے حیرانی سے عرض کیا۔

پھر کہا "یا رسول اللہ ﷺ میرے پاس بیس پونڈ تھے(32) جو لڑائی میں مجھ سے چھن گئے انہیں آپؐ میرے فدیہ میں شمار کر لیں"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "وہ مال تو اللہ نے ہمیں عطاء فرمایا وہ تمہارا فدیہ نہیں ہو سکتا"

چنانچہ عباس نے ایک سو اوقیا سونا فدیہ ادا کر کے رہائی پائی انہوں اپنے نے دونوں بھتیجوں عقیل،

نوفل اور حلیف عتبہ بن عمرو کا فدیہ بھی ادا کیا۔

ولید بن ولید

بنو مخزوم کے قیدیوں میں نوجوان ولید بن ولید بھی تھے۔ وہ قبیلہ کے سردار کے فرزند تھے باپ فوت ہو گیا تھا۔ ان کے دو بھائی خالد بن ولید اور ہشام بن ولید فدیہ طے کرنے مدینہ آئے حضرت عبداللہؓ بن جحش سے فدیہ کی بات چیت ہوئی تو انہوں نے کہا میں فدیہ میں تمہارے باپ کی زرہ بکتر ہی لوں گا اس کے بغیر تمہارے بھائی کو رہا نہیں کروں گا خالد نے یہ شرط ماننے سے انکار کر دیا ہشام نے کہا "اگر ولید تمہارا ماں جایا بھائی ہوتا تو تم ہرگز انکار نہ کرتے" خالد بھائی کا طعنہ سن کر باپ کی زرہ بکتر ولید کے فدیہ میں دینے پر راضی ہو گیا انہوں نے مکہ سے زرہ بکتر منگوائے اور عبداللہؓ بن جحش کو دے کر ولید کو رہا کروا لیا مدینہ سے مکہ کے سفر میں تینوں بھائیوں نے پہلی منزل پر قیام کیا تو نوجوان ولید رات کے اندھیرے میں بھاگ کر واپس مدینہ آگیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر اسلام قبول کر لیا ان کے بھائی تعاقب میں مدینہ آئے ولید کے مسلمان ہونے کی خبر سن کر خالد کو بہت غصہ آیا "اگر تم نے مسلمان ہی ہونا تھا تو ہمارے فدیہ ادا کرنے سے پہلے کیوں نہ ہو گئے؟ ہمارے باپ کے نایاب اور یادگار زرہ بکتر کیوں ضائع کروائے؟"

"اگر میں پہلے مسلمان ہو جاتا تو قریش کہتے فدیہ بچانے کے لئے مسلمان ہو گیا ہے" ولید نے جواب دیا۔

اسلام قبول کرنے کے بعد ولید اپنے بھائیوں کے ہمراہ مکہ گیا تاکہ اپنا مال اسباب لے آئے مکہ پہنچتے ہی بھائیوں نے انہیں حضرت عیاشؓ اور حضرت سلمہؓ کے ساتھ قید میں ڈال دیا عیاشؓ اور سلمہؓ دونوں ابوجہل کی ماں کے دوسرے خاوند سے بیٹے تھے اسلام قبول کرنے کی وجہ سے ابوجہل نے ان دونوں کو قید میں ڈال دیا تھا اور بدر میں ابوجہل کے گڑھے میں پہنچ جانے کے باوجود عکرمہ بن ابوجہل نے انہیں رہا نہیں کیا تھا۔

مکہ میں ذلت کی خبر

اہل مکہ بے چین تھے کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف ان کا جو لشکر جرار گیا تھا اس کی کوئی خبر نہیں مل رہی تھی انہیں اپنی کامیابی پر تو یقین تھا مگر اتنی دیر کیوں ہوئی؟ انہیں کچھ

سمجھ نہیں آ رہا تھا وہ بدر کے راستوں کی طرف سے قاصد کا انتظار کرتے رہتے حیسمان بن عبداللہ خزاعی میدان بدر سے بھاگ کر سب سے پہلے مکہ پہنچا۔
"تم اپنے پیچھے کیا چھوڑ آئے ہو؟" اسے دیکھتے ہی حرم کی محفلوں سے قریش اس کی طرف دوڑے۔
"عتبہ بن ربیعہ' شیبہ بن ربیعہ' ابوالحکم بن ہشام (ابوجہل) امیہ بن خلف' زمعہ بن اسود' منبہ بن حجاج' نبیہ بن حجاج' اور ابو البختری قتل ہو گئے" وہ میدان میں مارے جانے والے مشرک سرداروں کے نام گننے لگا۔
سننے والوں کو یقین نہیں آ رہا تھا کہ ایسا بھی ہو سکتا ہے۔
امیہ بن خلف کا بیٹا صفوان حطیم میں بیٹھا تھا "یہ پاگل ہو گیا ہے اس کی عقل درست نہیں اسے میرے بارے میں پوچھو گے تو بھی اسی طرح کا جواب دے گا" اس نے چلا کر کہا
"صفوان بن امیہ کا کیا بنا؟" لوگوں نے حیسمان سے پوچھا۔
"وہ تو سامنے حطیم میں بیٹھا مجھے پاگل بتا رہا ہے خدا کی قسم میں نے بدر میں اس کے باپ اور بھائی کو قتل ہوتے دیکھا ہے" اس نے جواب دیا
جس نے سنا اس کے ہوش اڑ گئے' جو سنا تھا اس میں شک کی گنجائش نہ تھی' پھر بھی وہ اپنے دلوں کو تسلی دینے کے بہانے ڈھونڈ رہے تھے

ابولہب کی رسوائی

عباس بن عبدالمطلب کے غلام ابو رافع نے تیر تیار کئے اور چاہ زم زم کے حجرے کے ایک کونے میں رکھ کر وہیں بیٹھ گیا عباس کی بیوی اُمّ فضل بھی پاس بیٹھی تھیں ابولہب نے قریش مکہ کی ذلت آمیز شکست کی خبر سنی تو لڑکھڑا گیا جہاں کھڑا تھا وہیں بیٹھ گیا پھر وہ پاؤں گھسیٹتا ہوا چاہ زم زم کے حجرے کی طرف گیا اور سامنے خیمے کی رسی کو تھام کر بیٹھ گیا۔
"وہ ابوسفیان آ رہا ہے" لوگ ابولہب کے بڑے بھائی حارث کے بیٹے کو آتے دیکھ کر چلائے
"ادھر آؤ میرے پاس میری حیاتی کی قسم تمہارے پاس سچی خبر ہے" ابولہب نے اسے آواز دی
ابو سفیان اپنے چچا کے پاس بیٹھ گیا
سب لوگ اس کے گرد جمع ہو گئے
وہ بدر کی خبر جاننے کے لئے بے تاب تھے

"برادر زادے بتاؤ قوم پر کیا بیتی؟"

"واللہ جنگ کا مختصر حال یہ ہے کہ جب مسلمانوں سے ہماری ٹکر ہوئی تو ہم نے اپنے کندھے ان کے سامنے کر دیئے پھر جیسے ان کی مرضی تھی وہ ہمیں قتل کرتے گئے اور جس طرح ان کا دل چاہا بچ جانے والوں کو قیدی بناتے رہے، بخدا اس شکست پر میں لوگوں (قریش) کو ملامت نہیں کرتا ہم آسمان اور زمین کے درمیان ایسے گھوڑ سواروں کو دیکھ رہے تھے جن سے مقابلے کی کسی کو ہمت نہ تھی"(34) ابوسفیان نے جواب دیا۔

"واللہ وہ فرشتے تھے" ابو رافع نے حجرے کے اندر سے جواب دیا

ابو لہب غصہ سے لال پیلا ہوگیا اس نے ایک زور دار تھپڑ ابو رافع کے رسید کیا اسے زمین پر گرا کر گھونسے رسید کرنے لگا۔

قریش مکہ کی ذلت اور رسوائی کا بدلہ وہ کمزور غلام سے لے رہا تھا

اُمّ فضل نے پاس پڑا خیمے کے کیلے گاڑھنے کا لکڑی کا ہتھوڑا اٹھایا اور ابولہب کے سر پر دے مارا" اس کا آقا موجود نہیں اس لئے تم اسے کمزور اور لاوارث سمجھ کر مار رہے ہو"

ابو لہب اور بھی ذلیل و خوار ہو گیا

"میں تمہارا دماغ درست کر دوں گی" اُمّ فضل بہت غصہ میں تھی۔

ابو لہب رسوا ہو گیا۔

ابو رافع کہتا ہے کہ میں اور اُمّ فضل دونوں مسلمان ہو چکے تھے لیکن لوگوں کے خوف سے کسی پر ظاہر نہیں کرتے تھے۔

گلی گلی ماتم

قریش مکہ کے گھر گھر میں صف ماتم بچھ گئی قریش کو تاریخ میں کبھی ایسی ذلت اور رسوائی کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا جیسی اللہ نے بدر میں ان کے مقدر میں کردی تھی جب ان کا لشکر مکہ سے روانہ ہوا تھا تو انہوں نے کعبہ میں رکھے بتوں سے فتح و کامرانی کی دعائیں مانگی تھیں لیکن رسول اللہ ﷺ کے خدائے واحد نے ان کے تین سو ساٹھ بتوں کو ذلت کے گڑھے میں پھینک دیا تھا ان کے سرداروں کی لاشیں بدر کے گڑھے میں پڑی ہبل، عزیٰ اور منات کی موت کی گواہ تھیں شہر مکہ پر غم کے سائے گہرے ہوگئے تھے شکست خوردہ لوگ واپس آ رہے تھے ایک ایک دو دو اور ٹولیوں میں آنے والے اپنے ساتھ موت کی ایک نئی خبر لا رہے تھے ہر نئی خبر کے ساتھ ماتم کی نئی

محفل جم جاتی تھی قریش کی عورتوں نے اپنے سروں کے بال نوچ لئے کسی مقتول کی خبر آتی تو وہ اس کی سواری کا جانور کھلے میدان میں لے آتیں اس کی کونچیں کاٹ دی جاتیں جس کسی مقتول کی سواری واپس نہیں آئی تھی اس کی جگہ کوئی اور گھوڑا یا اونٹ لے کر خواتین اس کے گرد حلقہ باندھ کر کھڑی ہوجاتی تھیں اور نوحہ و ماتم کرتی تھیں وہ ان سواریوں کو مکہ کی گلیوں میں لئے پھرتیں اپنے گریبان پھاڑ پھاڑ کر سینہ کوبی کرتی تھیں اس طرح انہوں نے بہت سے اونٹ اور گھوڑے بھوک پیاس اور زخموں سے مار ڈالے۔

ابو جہل کا بھائی حارث بن ہشام بن المغیرہ بھی بدر سے بھاگ کر مکہ پہنچ گیا وہ مسلمانوں کے خلاف شعر لکھ کر بدلہ لینے کا پرچار کرنے لگا تو حضرت حسانؓ بن ثابت نے جوابدیا کہ بدر کے میدان سے تو تو جان بچا کر اور اپنے عزیزوں کو چھوڑ کر بھاگ گیا تھا اس پر حارث نے میدان جنگ سے اپنے فرار کے بارے میں کہا:

❁ "لوگوں کو معلوم ہے کہ
میں اس وقت تک لڑتا رہا
اور میدان جنگ نہیں چھوڑا
جب تک انہوں نے میرے گھوڑے کا جسم خون خون نہ کردیا
مجھے معلوم تھا کہ اگر تنہا لڑتا رہا تو مارا جاؤں گا
اس لئے میں اپنے احباب کو دشمن کے درمیان بکھرے پڑے چھوڑ کر
لڑائی کے میدان سے نکل آیا
تاکہ کسی آئندہ موقع پر
اپنے احباب کا بدلہ لینے کو زندہ رہوں۔"

امیہ بن ابی الصلت نے بدر میں مارے گئے قریش کے بارے میں ایک طویل مرثیہ لکھا وہ مرنے والوں کی حالت اور ان کے بغیر شہر مکہ کی حالت کے بارے میں کہتا ہے۔

❁ "جو کچھ میں دیکھ رہا ہوں
تمہیں کیوں دکھائی نہیں دیتا؟
حالانکہ ہر دیکھنے والی آنکھ دیکھ رہی ہے کہ
مکہ کی وادی کی حالت ہی بدل گئی ہے
اب یہ ایک ویران وادی بن گئی ہے"

بدر میں مارے جانے والوں کی حالت کے بارے میں دکھ کا اظہار کرتے ہوئے وہ کہتا ہے۔

"ایک گروہ نے انہیں چھوڑ دیا (بھاگ آیا)
جب کہ وہ ان کے مقدر کی چھپی رسوائیوں سے
انہیں (بھاگنے والے قریش کو) بچانے کی کوشش کر رہے تھے
وہ جو اپنی تیز دھار ہندی تلواروں سے
دشمن کی سامنے کی صف پر وار کر رہے تھے
اور وہ اونچی آواز میں پانی! پانی! چلا رہے تھے
ان کی چیخ و پکار سے میرا دل دکھ سے بھر گیا تھا"

فیصلہ

ماتم اور سوگ کا سلسلہ طویل ہونے لگا تو قریش کے لوگوں نے سوچا مسلمانوں کو پتہ چلے گا تو وہ تو خوش ہوں گے "ایسی کوئی حرکت نہ کرو جس سے دشمن خوش ہوں" انہوں نے ایک دوسرے سے کہا

انہوں نے یہ بھی فیصلہ کیا کہ کوئی بھی اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے کارروائی نہیں کرے گا انہوں نے کہا "اسیروں کو بھول جاؤ مسلمان خود ہی تنگ آکر رہا کردیں گے"

ابو سفیان خود تو تجارتی قافلہ کے ساتھ تھا مگر اس کے دو بیٹے حنظلہ اور عمرو قریش کے لشکر کے ساتھ گئے تھے حنظلہ جنگ میں مارا گیا اور عمرو قیدی بنا لیا گیا تھا. ابوسفیان نے کہا "مسلمان میرا خون اور مال دونوں چیزیں لیں؟" میں ایسا نہیں کروں گا مسلمان جب تک چاہیں عمرو کو اپنے پاس رکھیں میں اس کی رہائی کے لئے فدیہ نہیں دوں گا"

حنظلہ اور عمرو دونوں ابوسفیان کی بیوی ہندہ کے بطن سے نہیں تھے.

ابو سفیان کی بیوی ہندہ کا والد عتبہ بن ربیعہ چچا شیبہ بن ربیعہ اور بھائی ولید بدر کی لڑائی میں مارے گئے تھے مگر وہ رونے اور نوحہ کی محفلوں سے الگ رہی.

قریش کی عورتیں مل کر اس کے پاس گئیں "اتنے عزیزوں کا غم اور ماتم سے کنارہ کشی؟ یہ کیا بات ہے؟"

ہندہ نے جواب دیا "میں بھی اپنے عزیزوں کا ماتم کرکے محمد صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے ساتھیوں کو اپنے اوپر ہنسنے کا موقعہ دوں؟" اور خزرج کی عورتوں کی خوشی کا سبب بن جاؤں؟ میں ایسا ہرگز

نہیں کروں گی"
پھر اس نے قسم کھائی کہ جب تک وہ اپنے باپ بھائی اور چچا کے قتل کے بدلہ کی قسم پوری نہ کر لے وہ اپنے بالوں میں تیل نہیں ڈالے گی اور کوئی آرائش نہیں کرے گی۔
ہندہ نے اپنے باپ عتبہ کا مرثیہ بھی لکھا:

❁ "اے میری آنکھو!
بنی خندف کے ان بہترین بیٹوں کے لئے
آنسوؤں کی کھل کر سخاوت کرو
جو لوٹ کر گھر نہیں آئے
ایک صبح اس کے قبیلے کے لوگ اس پر ٹوٹ پڑے
ہاشم اور المطلب کے بیٹوں نے
اسے اپنی تلواروں کی باڑھ سے آشنا کردیا
جب وہ مجبور تھا انہوں نے اس پر حملہ کیا
جب اس کا چہرہ غبار آلود
اور جسم برہنہ تھا
اس کے ہتھیار چھن گئے تھے
اس وقت وہ اسے گھسیٹ رہے تھے
ہمارے لئے وہ ایک مضبوط سر سبز پہاڑ کی مانند تھا
میری آنکھو لمبی گردن والے سردار عتبہ کے لئے آنسو بہاؤ
وہ قحط میں لوگوں کو کھانا کھلاتا تھا
اور غلبہ کے وقت ان کا دفاع کرتا تھا
میں اس کے غم میں مبتلا ہوں
میرا ٹوٹا ہوا دل ماتمی لباس میں ہے
آؤ ہم یثرب پر ایک طوفانی حملہ کردیں
اچھی طرح پالے مضبوط جسموں والے
حملہ کرنے والے گھوڑوں پر سوار ہو کر"

اس کے شوہر ابو سفیان نے نذر مانی کہ جب تک وہ محمد (ﷺ) سے بدر کا بدلہ نہ لے اپنی بیوی

کے قریب نہیں جائے گا۔

ابن مطلب کا غم

اسود بن مطلب کے دو بیٹے اور ایک پوتا بدر کی لڑائی میں مارے گئے تھے اس کے بیٹوں کے نام زمعہ اور عقیل تھے اور پوتے کا نام حارث تھا جو مقتول زمعہ کا بیٹا تھا اسود رو کر اپنا غم ہلکا کرنا چاہتا تھا لیکن قریش کے فیصلے کی وجہ سے رو نہیں سکتا تھا ایک رات اس نے رونے کی آواز سنی تو اپنے غلام کو بلایا "جاؤ معلوم کر کے آؤ کہ قریش نے اپنے اپنے مقتولین کے لئے رونے کی اجازت دے دی ہے تاکہ اگر دیدی ہے تو میں بھی رو پیٹ کر ابو حکیم (زمعہ) کا غم دھوؤں"۔
غلام نے واپس آ کر بتایا کہ قریش نے پابندی تو نہیں اٹھائی رونے کی یہ آواز تو ایک خاتون کی ہے اس کا اونٹ گم ہوگیا ہے اور وہ اس پر رو رہی ہے۔
اسود نے غم میں ایک نظم کہی:

❁ "کیا تو ایک اونٹ گم ہوجانے پر رو رہی ہے
اور غم تجھے سونے نہیں دیتا
تو اونٹ کو نہ رو
بدر پر آنسو بہا
جہاں مقدر اور قسمتیں پھوٹ گئیں
بدر میں بنی ہصیص، بنی مخزوم کے
اور ابو الولید جیسے مقتول روساء کو رو
تجھے رونا ہے تو ابو عقیل پر رو
اور حارث کو رو جو شیروں کا شیر تھا
کسی ایک کا نام لے کر نہ رو
تو بدر کے سب مقتولین کو رو
مگر ابی حکیم جیسا کوئی نہیں
ان کے اٹھ جانے پر ایسے لوگ ہمارے سردار بن گئے ہیں
کہ بدر کا حادثہ پیش نہ آتا تو وہ کبھی سردار نہ بن سکتے تھے"

اللہ نے مشرکین کے سروں میں ذلت کی خاک ڈال دی تھی۔

خلاف ورزیاں

بدر میں قریش کے سرداروں کے قتل ہوجانے کے بعد مکہ کے قریش کی سرداری ابوسفیان کو مل گئی تھی وہ اس فیصلے پر قائم رہا اور اپنے بیٹے عمرو کی رہائی کے لئے فدیہ ادا نہیں کیا لیکن دیگر قیدیوں کے وارث چوری چوری فدیہ کی رقم لے کر مدینہ پہنچنے لگے بدر کی قیدیوں میں ابوو راعہ بن نضیرہ سہمی بھی شامل تھا اس کے بیٹے مطلب نے قریش کے اس فیصلے کی حمایت کی مگر خود فدیہ کی رقم لے کر رات کے اندھیرے میں مکہ سے نکل کر مدینہ پہنچ گیا اور چار ہزار درہم فدیہ ادا کرکے اپنے باپ کو آزاد کروایا سہیل بن عمرو کی رہائی کے لئے اس کا غلام مکرز بن حفص مدینہ پہنچ گیا اسے مالک بن و حشم نے قیدی بنایا تھا مکرز بن حفص نے فدیہ کی رقم کے بارے میں ان سے بات چیت کی جب فدیہ کی رقم طے ہوگئی تو مکرز نے کہا کہ وہ تو رقم لے کر نہیں آیا بات کرنے آیا تھا اس نے کہا میرے مالک کو رہا کردو اور اس کی بجائے مجھے اپنے پاس رکھ لو سہیل بن عمرو مکہ پہنچ کر فدیہ کی رقم بھیج دے گا تو تم مجھے رہا کر دینا حضرت مالک بن و حشم نے اس سے بھی اتفاق کرلیا اور سہیل بن عمرو کو رہا کر دیا۔

فدیہ اور فدائی

صبح کا وقت تھا امیہ بن خلف کا بیٹا صفوان حطیم میں بیٹھا تھا مکہ میں جو کوئی بھی صبح کو حرم میں آتا سب سے پہلے طواف کرتا اور بتوں سے خیر و برکت کی درخواست کرکے محفلوں کی طرف چلے جایا کرتا تھا۔ عمیر بن وہب نے بھی طواف مکمل کیا بتوں سے خیر و برکت طلب کئے اور صفوان کے پاس جا کر بیٹھ گیا۔ مکہ میں جہاں بھی دو آدمی اکٹھے ہوتے بدر کے مقتولوں اور قیدیوں کی باتیں شروع کردیتے تھے صفوان کا باپ اور بھائی مارے گئے تھے عمیر کا بیٹا جس کا نام اس نے اپنے باپ وہب کے نام پر رکھا تھا' قیدیوں میں شامل تھا وہ دونوں اپنے اپنے دکھ کے حوالے سے قریش مکہ پر اللہ کے عذاب کی باتیں کرنے لگے۔

"واللہ اب تو جینے میں کوئی مزہ نہیں رہا" صفوان نے کہا

"واللہ سچ کہتے ہو" عمیر نے جواب دیا "مجھ پر قرض کا بوجھ اور بچوں کا خیال نہ ہوتا تو میں مدینہ جاکر محمد (ﷺ) کو قتل کردیتا میرے پاس جواز بھی ہے مدینہ جانے کا کہ بیٹا وہاں قید ہے"

صفوان نے سنا تو خوش ہوگیا عمیر کو قریش مکہ کا شیطان کہا جاتا تھا وہ شیطانی منصوبوں کا ماہر تھا

"تمہارا قرض میرے ذمہ جب تک زندہ ہوں تمہارے بچوں کا خرچ بھی دوں گا جیسا میرے بچے کھائیں گے ویسا ہی تمہارے بچوں کو ملے گا" صفوان نے اس کے منصوبے کی سرپرستی کی
"یہ راز ہے میرا تمہارے پاس"
"میں تمہارے راز کی حفاظت کروں گا" صفوان نے جواب دیا
عمیر سفر کی تیاری میں لگ گیا تلوار کی دھار تیز کروائی اسے زہر کی پان دی تاکہ کسی وجہ سے زخم کم بھی لگے تو مہلک رہے اور پھر سوار ہو کر مدینہ کے لئے نکل پڑا
رسول اللہ ﷺ مسجد نبوی میں تشریف رکھتے تھے مسجد کے سامنے حضرت عمر فاروقؓ صحابہ کرام کے درمیان بیٹھے باتیں کر رہے تھے عمیر کو سواری سے اترتا دیکھ کر حضرت عمر فاروقؓ اس کا جائزہ لینے لگے اس نے گلے میں تلوار لٹکائی ہوئی تھی۔
"اللہ کے اس دشمن کی آمد فساد سے خالی نہیں یہ مکہ میں مسلمانوں کو اذیت دیتا تھا بدر کے روز اس نے ہماری جاسوسی کی تھی" حضرت عمرؓ نے ساتھیوں سے کہا اور اٹھ کر مسجد کے اندر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے۔
"یا رسول اللہ ﷺ عمیر بن وہب آیا ہے اور اس نے گلے میں تلوار لٹکا رکھی ہے"
"جاؤ اسے لے آؤ" رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا
حضرت عمرؓ باہر آئے انصار سے کہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے گرد گھیرا ڈال کر بیٹھ جائیں اور اس شیطان سے ہوشیار رہیں خود حضرت عمرؓ نے آگے بڑھ کر عمیر بن وہب کو تلوار کا پٹہ گلے میں لپیٹ کر مضبوط پکڑ لیا اور مسجد کے اندر لے گئے۔
رسول اللہ ﷺ نے دیکھا تو فرمایا "اسے چھوڑ دو"
حضرت عمر فاروقؓ نے عمیر کو چھوڑ دیا
"ذرا پیچھے ہٹ جاؤ" رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا
وہ پیچھے ہٹ گئے
"ذرا قریب آ کر بیٹھو" رسول اللہ ﷺ نے عمیر کو حکم دیا
اس نے رسول اللہ ﷺ کے قریب بیٹھتے ہوئے "آپ خدا کی نعمتوں میں صبح کریں" کہہ کر سلام کیا۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اس جاہلی سلام کی بجائے اللہ تعالیٰ نے ہمیں اہل جنت کے بہترین سلام سے نوازا ہے"

"واللہ یا محمد ﷺ میں یہاں نووارد ہوں" عمیر نے جواب دیا
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "عمیر کس غرض سے آئے ہو؟"
"آپ کے پاس جو قیدی ہے اس کے سلسلے میں حاضر ہوا ہوں اس پر احسان فرمائیں"
"تم نے یہ تلوار کیوں لٹکا رکھی ہے؟"
"اللہ ان تلواروں کو برباد کرے بدر میں یہ ہمارے کس کام آئیں"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "سچ سچ بتاؤ کس لئے آئے ہو؟"
"محض اسیر کی رہائی کی غرض سے حاضر ہوا ہوں" عمیر نے جواب دیا۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "نہیں تم اس لئے نہیں آئے تمہیں معلوم ہے کہ تم نے اور صفوان بن امیہ نے حطیم میں کیا باتیں کی تھیں تم نے گڑھے والوں کی باتیں کیں پھر تم نے کہا مجھ پر قرض اور بچوں کا بوجھ نہ ہوتا تو میں محمد (ﷺ) کو قتل کر دیتا اور صفوان نے کہا تھا قرض اور بچوں کی دیکھ بھال میرے ذمے بشرطیکہ تم محمد (ﷺ) کو قتل کر دو لیکن جان لو کہ اللہ تعالیٰ میرے اور تمہاری اس سازش کے درمیان حائل ہے"
"میں گواہی دیتا ہوں کہ آپؐ واقعی اللہ کے سچے رسول ہیں" عمیر نے کہا "یا رسول اللہ ﷺ ہم آپؐ پر نازل ہونے والی وحی اور ان آسمانی خبروں کو جھٹلایا کرتے تھے جو آپؐ فرمایا کرتے تھے لیکن یہ معاملہ تو صرف میرے اور صفوان کے درمیان تھا یقیناً" یہ بات آپؐ کو اللہ تعالیٰ نے بتائی ہے اللہ کا شکر ہے کہ اس نے اسلام کی طرف میری رہنمائی فرمائی اور صراط مستقیم تک پہنچا دیا"
پھر عمیرؓ بن وہب نے کلمہ پڑھا اور مسلمان ہو گیا۔
رسول اللہ ﷺ علیہ وسلم نے صحابہ سے فرمایا "اپنے بھائی کو دین کی تعلیم دو اسے قرآن پڑھاؤ اور اس کا قیدی آزاد کر دو"
صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کی تعمیل کی۔
اس کے بیٹے وہب کو فدیہ لئے بغیر رہا کر دیا۔
صفوان بن امیہ مکہ میں عمیرؓ بن وہب کے بارے میں کسی خبر کا انتظار کرتا رہا وہ ہر آنے والے سے عمیرؓ کے بارے میں پوچھتا رہا اور عمیرؓ بن وہب اصحابِ صُفّہ سے قرآن پڑھتے رہے اور اسلام کی تعلیم حاصل کرتے رہے جب صفوان کو کسی نے حضرت عمیرؓ کے مسلمان ہو جانے کی خبر دی تو اس نے قسم کھائی کہ وہ کبھی عمیرؓ سے بات نہیں کرے گا' اور کبھی اسے کوئی فائدہ نہیں پہنچائے گا۔

ایک روز حضرت عمیرؓ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ میں اللہ کے نور کی شمع کو بجھانے کی پوری کوشش کرتا رہا ہوں میری خواہش ہے کہ آپؐ مجھے مکہ جانے کی اجازت عطاء فرما دیں میں مکہ والوں کو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی طرف دعوت دوں گا شاید اللہ تعالیٰ انہیں ہدایت نصیب فرما دے ورنہ جس طرح میں مسلمانوں کو اذیت پہنچایا کرتا تھا اسی طرح مکہ کے مشرکوں کو اذیت دوں گا"

رسول اللہ ﷺ نے انہیں مکہ واپس جانے کی اجازت عطاء فرمادی حضرت عمیرؓ بن وہب مکہ پہنچ کر اسلام کی تبلیغ میں مصروف ہوگئے جو لوگ قریش کے ظلم کے خوف سے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان نہیں کرتے تھے انہوں نے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردیااور متعدد افراد نے ان کی تبلیغ اور ترغیب سے اسلام قبول کیا۔

رسوائی کا اثر

بدر کی ذلت اور رسوائی میں قریش مکہ اپنی صدیوں سے چلی آنے والی روایات بھی بھول گئے وہ کعبہ کے محافظ کہلاتے تھے حج اور عمرہ کے لئے آنے والوں کی خدمت کرنااپنا دینی اور خاندانی فرض جانتے تھے اسی خدمت اورفرض نے انہیں جزیرہ نمائے عرب میں معزز اور محترم بنایا تھا بدر میں قریش کے بہت سے سرداروں کے مارے جانے کے بعد ان کی سرداری ابوسفیان بن حرب کو مل گئی تھی اسی نے ان روایات کی خلاف ورزی شروع کر دی مدینہ کے قبیلہ بنی عمرو بن عوف کی شاخ بنو معاویہ کا ایک شخص سعد بن نعمان بن اکال اپنی بیوی اور بیٹے کے ہمراہ عمرہ کے لئے مکہ آیا تو ابوسفیان نے اسے اور اس کے بیٹے عمرو کو قید کرلیا جزیرہ نمائے عرب میں پہلے ایسا کبھی ہوا نہ تھا کوئی سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ کعبہ کے محافظ ہونے کا دعویٰ رکھنے والے ہی عمرہ کے لئے آنے والوں کو قید کرلیں گے ابوسفیان نے کہا جب تک مسلمان اس کے جنگی قیدی بیٹے کو رہا نہیں کریں گے وہ ان باپ بیٹے کو نہیں چھوڑے گا۔

پھراس نے سعد بن نعمان کے قبیلے کو غیرت دلانے کے لئے شعر لکھ بھیجے:

"اے گروہ بنو اکال!
اس کی پکار کا جواب دو
وہ تمہارے ہاتھ سے نکل چکا ہے
اپنے بوڑھے سردار کو دشمن کے قبضہ میں نہ چھوڑو

بنی عمرو نے اپنے قیدی کو سخت عذاب سے رہا نہ کرایا
تو انہیں ذلیل اور کمتر خیال کیا جائے گا"
بنی عمرو بن عوف کے لئے سعد بن نعمان کی رہائی کا ایک ہی طریقہ تھا کہ وہ ابو سفیان کی شرط پوری کردیں وہ مل کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور درخواست کی کہ سعد بن نعمان کی رہائی کے لئے ابوسفیان کے قیدی بیٹے کو رہا کرنے کا حکم دیں
رسول اللہ ﷺ نے ان کی درخواست منظور فرمائی
مسلمانوں نے ابو سفیان کے بیٹے کو فدیہ لئے بغیر رہا کردیا تو ابوسفیان نے سعد بن نعمان اور اس کے بیٹے کو آزاد کر دیا۔

مطعم کا بیٹا

بنو نوفل بن عبد مناف کا سردار جبیر بن مطعم رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اس کا چچا زاد عدی بن الخیار مسلمانوں کے پاس جنگی قیدی تھا اس کے دو حلیف ابوثور اور عثمان بن عبدالشمس بھی قیدی تھے وہ اپنے قیدیوں کا فدیہ طے کرنے اور ان کی رہائی کے لئے مکہ سے خود چل کر مدینہ آیا تھا(35) رسول اللہ ﷺ نے جبیر بن مطعم کو بڑی عزت دی حالانکہ قریش مکہ کی پارلیمنٹ کے جس اجلاس میں رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دینے کی متفقہ قرار داد پاس کی گئی تھی اس میں جبیر بھی شامل تھا اس نے بھی اپنے قبیلے کی طرف سے اس قرار داد کی حمایت اور تائید کی تھی۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر مطعم بن عدی زندہ ہوتا اور وہ میرے پاس آتا تو میں قریش مکہ کے سارے جنگی قیدیوں کو فدیہ لئے بغیر رہا کر دیتا"
مطعم بن عدی جبیر کا والد تھا جب رسول اللہ ﷺ طائف سے واپس تشریف لائے تھے تو مطعم بن عدی نے آپؐ سے حق جوار قائم کیا تھا اس وقت حضورؐ کے حقیقی تایا ابولہب اپنے خاندان کے سردار تھے اور انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو قبیلے سے نکال دینے کا اعلان کر دیا تھا رسول اللہ ﷺ طائف سے واپسی پر کوہ حرا کے دامن میں ٹھہرگئے تھے آپؐ نے اخنس بن شریق اور سہیل بن عمرو کو حق جوار کا پیغام بھیجا تو ان دونوں نے انکار کردیا تھا پھر آپؐ نے مطعم بن عدی کی طرف پیغام بھیجا اس نے رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھیجا کہ مکہ کے اندر تشریف لے آئیں مطعم نے اپنے بیٹوں اور قبیلہ والوں کو جمع کیا ہتھیار لگائے اور رسول اللہ ﷺ کو بیت اللہ کے

طواف کے لئے گئے حضور نے طواف کیا مطعم اور اس کے لوگ ہتھیار لگائے چاروں طرف کھڑے رہے ان میں جبیر بھی شامل تھا مطعم کی طرف سے یہ اعلان تھا کہ اب جو محمد ﷺ سے دشمنی کرے گا میں اس کا دشمن ہوں مطعم بن عدی جتنا عرصہ زندہ رہا باہمی تعاون کے اس معاہدے پر قائم رہا۔

رسول اللہ ﷺ نے مطعم کے بیٹے کی طرف سے دشمنی اور اپنے دشمنوں کی سازش میں شریک ہونے کے باوجود اس کے باپ سے اس تعلق کی قدر کی اسے اپنے مہمان خانہ (صفہ) میں ٹھہرایا اصحابہ کرام نے بھی اس کی بہت عزت کی وہ رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام اس سلوک سے بہت متاثر ہوا۔

ایک شام جبیر مسجد نبوی کے سامنے مہمان خانہ میں بیٹھا تھا مسجد کے اندر رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے آپ نے سورہ طور کی تلاوت فرمائی خدا کا کلام اس کے رسول کی زبان اور مسجد نبوی کا ماحول جبیر کے دل پر اسلام اور توحید کا اثر ہونے لگا اگلے روز وہ اپنے قیدیوں کو لے کر جلدی سے مکہ روانہ ہو گیا اس کا چچا طیمہ بن عدی جنگ بدر میں مارا گیا تھا اسے خدشہ محسوس ہوا کہ اگر اس نے مزید قیام کیا تو رسول اللہ ﷺ کے حسن سیرت اور قرآن کے اثر سے وہ مسلمان ہو جائے گا اور اپنے چچا کے قتل کا بدلہ نہیں لے سکے گا جب جبیرؓ بن مطعم نے اللہ کی وحدنیت اور رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان کا اعلان کیا تو بتایا کہ اس کے دل میں اسلام کے لئے رغبت تو اسی قیام مدینہ کے دوران پیدا ہو گئی تھی مگر اپنے قبائلی تعصب اور تفاخر کے تحفظ کے لئے اس نے اسلام قبول کرنے کی بجائے جلد مدینہ سے چلے جانے کا فیصلہ کیا تھا۔

نبی ﷺ کی پیش گوئی

قیدیوں میں امیہ بن خلف کے بھائی ابی بن خلف کا بیٹا عبداللہ بھی تھا ابی اپنے بیٹے کی رہائی کے لئے مدینہ آیا فدیہ ادا کیا بیٹے کو رہا کروا کر مکہ روانگی سے پہلے ابی بن خلف رسول اللہ ﷺ کے پاس آیا اور قسم کھا کر کہا "محمد (رسول اللہ ﷺ) میرے پاس ایک گھوڑا ہے اس کا نام العود ہے میں اسے ہر روز ایک فدق (سوا پانچ سیر) مکئی کا دانہ کھلایا کروں گا پھر میں اس پر سوار ہو کر آؤں گا اور تمہیں قتل کردوں گا"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم مجھے قتل نہیں کرو گے بلکہ میں انشاء اللہ تمہیں قتل کردوں گا"
پھر جنگ احد میں رسول اللہ ﷺ نے ابی بن خلف کو قتل کر دیا(36) جس کی تفصیل اس کے مقام

پر آئے گی.

اور پھر ابو لہب ٹوٹ گیا

اللہ تعالیٰ نے فرمایا تھا:

❁ "ٹوٹ گئے ابولہب کے ہاتھ
اور وہ خود ٹوٹ گیا
اس کا مال اس کے کام آیا
اور نہ اس کی کمائی" -- (111: 1'2)

ابو لہب نے چار ہزار درہم کے عوض العاص بن ہشام بن المغیرہ کو اپنی جگہ رسول اللہ ﷺ کے خلاف لڑنے بھیجا تھا اور وہ بدر کے گڑھے میں پہنچ گیا تھا قریش کی ذلت اور رسوائی کی خبر سنی تو ابولہب کے ہوش اڑ گئے اس کی ٹانگیں لڑکھڑانے لگیں گرتا ہوا بیٹھ گیا اہل قریش کے مجمع میں اُمِّ فضل نے ہتھوڑے سے اس کی ٹھکائی کرڈالی ذلت اور رسوائی کے اسی صدمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پُورا کرنے کے لئے اس کی گرفت کی اسے ایک خاص قسم کا پھوڑا نکل آیا عرب اسے "عدسہ" کہتے تھے اور طاعون کی مانند متعدی اور مہلک پھوڑا خیال کرتے تھے جسے یہ مرض ہو جائے لوگ موت کے خوف سے اس کے قریب نہیں جایا کرتے تھے. ابولہب سات روز اس مرض میں مبتلا رہا اور پھر گڑھے والوں سے جا ملا. تین دن تک وہ مردہ گھر میں پڑا رہا اس کی آل اولاد میں سے کوئی قریب نہیں جاتا تھا کہ اسے بھی پھوڑا نہ نکل آئے. لوگوں نے کہا "شرم کرو تمہارا باپ گل سڑ رہا ہے اسے دفن کیوں نہیں کرتے؟ ایک قریشی نے پہلے لعن طعن کی پھر کہا چلو میں تمہاری مدد کرتا ہوں. بیٹوں نے اس سے مل کر دور سے ہی باپ کی لاش پر پانی پھینکا اور پھر اٹھا کر مکہ کے بالائی حصہ میں لے جا کر پھینک دیا اور اوپر پتھر چن دیئے. ایک اور روایت ہے کہ ابو لہب کے بیٹوں نے گھر میں گڑھا کھود کر لکڑی سے دھکیل کر اسے اس میں ڈال دیا تھا اور گڑھا بند کروا دیا تھا. اللہ نے کہا کہ باقی ساتھی گڑھے میں گئے ہیں تو بھی گڑھے میں ہی جا اس طرح نہ اس کا مال اس کے کام آیا اور نہ اس کی کمائی.

اور اللہ تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کردیا

حضرت زینبؓ کا سفر مدینہ

مکہ میں ابوسفیان کی بیوی ہندہ نے ایک روز حضرت زینبؓ سے کہا "اے بنت محمد (ﷺ) کیا

مجھے اس کی خبر نہیں مل گئی کہ تم اپنے والد سے جا ملنے کا ارادہ رکھتی ہو؟"

"میرا تو یہ ارادہ نہیں"

"بنت محمدؐ مجھ سے نہ چھپاؤ ضرورت سفر یا والد تک پہنچنے کے لئے جس چیز کی ضرورت ہو حاضر ہے ہم خواتین کے آپس کے تعلق میں وہ چیزیں رکاوٹ نہیں بن سکتیں جو مردوں کے درمیان پیدا ہو چکی ہیں" ہندہ نے کہا

حضرت زینبؓ رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ پہنچنے کی تیاری تو کر رہی تھیں لیکن ہندہ کو نہیں بتانا چاہتی تھیں

ابو العاص قید سے رہائی کے بعد مکہ روانہ ہونے لگے تو رسول اللہ ﷺ نے تنہائی میں ان سے کوئی بات کی تھی لیکن کیا بات کی تھی کسی کو کچھ علم نہیں تھا مکہ پہنچتے ہی انہوں نے حضرت زینبؓ کے سفر مدینہ کی تیاریاں شروع کر دیں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی بیٹی، نواسے اور نواسی سے جدا ہوئے بیس ماہ ہو رہے تھے حضرت زینبؓ کے بیٹے علیؓ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت چھ سات سال کے تھے قبیلہ بنی غافرہ میں رضاحت (دودھ پینے) کے دو سال گزار کر مکہ اپنی والدہ اور والد کے پاس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت زینبؓ اور حضرت ابو العاص سے علی کو مانگ لیا تھا اس کے بعد سے ہجرت تک علیؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آغوش محبت میں پرورش پائی تھی سیّدہ زینبؓ کی بیٹی کا نام امامہؓ تھا امامہؓ سے رسول اللہ ﷺ کی محبت کا اندازہ اس بات سے کیا جاسکتا ہے کہ ایک بار آپؐ نماز کے لئے نکلے تو سیدہ امامہؓ لپٹ گئیں آپؐ انہیں ساتھ مسجد لے گئے آپؐ سجدہ میں جاتے تو امامہؓ پیٹھ پر سوار ہو جاتی تشہد میں ہوتے تو گود میں بیٹھ جاتی رسول اللہ ﷺ نے اسی طرح نماز مکمل کی۔

رسول اللہ ﷺ نے ابو العاص کے ساتھ پہلے سے سفر کی تفصیلات طے کر رکھی تھیں اور انہیں بتا دیا تھا کہ حضرت زیدؓ بن حارثہ بطنِ یا جج میں پہنچ کر اطلاع دیں تو تم سیدہ زینبؓ کو وہاں تک پہنچا دینا وہ انہیں مدینہ لے آئیں گے بدر کی جنگ کے ایک ماہ بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت زیدؓ بن حارثہ اور ایک انصاری کو اس مقصد کے لئے مکہ بھیجا آپؐ نے انہیں اپنی انگوٹھی دی اور ہدایت فرمائی کہ نشانی کے طور پر کسی کے ہاتھ میری انگوٹھی سیدہ زینبؓ کو بھیج دینا اور خود بطنِ یا جج میں رک جانا سیدہ زینب وہاں پہنچ جائیں گی انہیں مدینہ لے آنا بطنِ یا جج پہنچ کر حضرت زید بن حارثہؓ نے ایک پیامبر کے ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی انگوٹھی

سیدہ زینبؓ کو بھیج دی ابوالعاص نے سیدہ زینبؓ اور بچوں کو اونٹ پر سوار کیا(37) اور اپنے بھائی کنانہ کو تیغ و تفنگ سے مسلح کر کے ساتھ کر دیا۔

ابو سفیان کو سیدہ زینبؓ کی روانگی کا علم ہوا تو اس نے ایک دستہ کو حکم دیا کہ وہ پیچھے جائیں اور سیدہ زینبؓ کو واپس مکہ لے آئیں اس دستے نے وادی "ذی طویٰ" میں سیدہ زینبؓ اور کنانہ کو جا گھیرا ان میں سے ہبار بن اسود فہری نے دور سے تاک کر نیزہ اونٹ کو مارا اونٹ خوفزدہ ہو کر بھاگا تو کنانہ اسے سنبھال نہ سکا اونٹ سے کجاوہ گر گیا سیدہ زینبؓ حمل سے تھیں چوٹ سے ان کا حمل ضائع ہو گیا اور خون بہنے لگا کنانہ نے اونٹ کو قابو کیا اور کمان میں تیر چڑھا کر کہا کہ جو بھی آگے بڑھا وہ اسے ہلاک کر دے گا سب دور ہٹ گئے دستہ بھیج کر ابوسفیان خود بھی اس کے پیچھے آ رہا تھا اس کے ساتھ قریش کے دیگر سردار بھی تھے انہوں نے کنانہ کو غصہ میں دیکھا تو کہا " جوان تیر نہ چلانا ہم تم سے کچھ بات کرنا چاہتے ہیں"

مکہ کے سرداروں کی طرف سے بات چیت کی تجویز پر کنانہ نے کمان نیچے کر لی

"تو ہماری مصیبت کو خوب جانتا ہے محمد (ﷺ) نے ہمارے ساتھ جو کچھ کیا ہے تجھے وہ بھی معلوم ہے یہ جانتے ہوئے بھی تم دن کی روشنی میں سب کے سامنے اعلانیہ محمد (ﷺ) کی بیٹی کو شہر سے نکال لائے ہو اگر ہم نے تمہیں جانے دیا تو اس سے ہماری ذلت اور رسوائی ہو گی اور اسے ہماری کمزوری سمجھا جائے گا اب واپس چلو لوگ سمجھیں گے ہم تمہیں گھیر لائے ہیں ہم بنت محمد (ﷺ) کو مدینہ جانے سے روکنا نہیں چاہتے ہماری اس سے تو کوئی دشمنی نہیں کسی روز رات کو چپکے سے نکل جانا جب کوئی دیکھ نہ سکے اور اسے اس کے باپ کے پاس بھیج دینا" ابوسفیان نے کہا

کنانہ نے ابوسفیان کی بات مان لی اور سیدہ زینبؓ کو واپس مکہ لے آیا ویسے بھی ان کی حالت خراب تھی

جب سیدہ زینبؓ کی حالت ذرا بہتر ہو گئی تو ایک رات کنانہ چپکے سے انہیں اور ان کے بچوں کو لے کر شہر سے نکلا اور بطن یاجج میں حضرت زیدؓ بن حارثہ اور اس کے ساتھی انصاری تک پہنچا دیا وہ انہیں رسول اللہ ﷺ کے پاس مدینہ لے آئے

رسول اللہ ﷺ کو قریش کی اس حرکت اور ھبار بن اسود کی جرآت کے بارے میں بتایا گیا تو آپؐ بہت رنجیدہ ہوئے بیٹی کی تکلیف سے رسول اللہ ﷺ کو اس قدر تکلیف پہنچی کہ ایک بار قریش کے گروہوں کی تلاش میں ایک گشتی دستہ روانہ کیا تو فرمایا "اگر ان میں ھبار بن اسود ہو اور تم اسے پکڑ لو تو اسے زندہ جلا دینا"

دوسرے روز رسول اللہ ﷺ نے گشتی دستہ کے سربراہ کو پیغام بھیجا "مجھے معلوم ہوا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے لائق نہیں کہ وہ کسی کو آگ میں جلائے اس لئے اگر تم ہبار پر غالب آجاؤ تو اسے قتل کردینا"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میری بیٹی زینبؓ کو میری وجہ سے تکلیف پہنچی ہے میری بیٹیوں میں زینبؓ سب سے افضل ہے"۔ (38)

حواشی / حوالہ جات

1- عروہ بن زبیر، مغازی رسول" لاہور 1990ء، صفحہ 134

-2 "At this time the community at Madina was expecting an attack from the powerful city of Macca" (Karen Armstrong, Muhammad - A Biography of the Prophet, Victor - Collancz, P: 163)

-3 (الف) محمد رسول اللہ ﷺ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جامع پنجاب، صفحہ 180

(ب) The Holy Quran, King Fahd Holy Quran Printing Complex, Commentry, P: 142

-4 سید قطب، فی ظلال القرآن، اسلامی اکادمی لاہور 1989ء، صفحہ 663

-5 بعض روایات کے مطابق یہ تعداد تین سو اور انیس، پانچ یا سولہ تھی لیکن اتفاق اس پر ہے کہ یہ تعداد تین سو تیرہ تھی۔

-6 روایات میں حضرت مصعبؓ بن عمیر اور حضرت مرثدؓ بن ابی مرثد غنوی کے نام بھی آئے ہیں مگر اس پر سب کا اتفاق ہے کہ گھوڑے دو ہی تھے۔

مختلف روایات کو سامنے رکھا جائے تو یہ تاثر ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بسبس اور عدی کو دو دفعہ قافلے کے بارے میں خبریں معلوم کرنے آگے بھیجا تھا ایک دفعہ مدینہ سے اور پھر دوسری بار صفراء سے لیکن ابوسفیان کے قافلہ کے بارے میں خبر وہ ایک ہی بار لے کر آئے تھے۔

ابوسفیان کو رسول اللہ ﷺ کے ارادہ اور مدینہ سے روانگی کی اطلاع کب اور کیسے ملی اس بارے میں مختلف روایات ہیں مارٹن لنگز (MARTIN LINGS) کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے ارادہ کا علم ہوتے ہی مدینہ کے منافقین یا یہودیوں میں سے کسی نے ابوسفیان کو پیغام بھیج دیا تھا جس پر وہ خبردار ہوگیا تھا۔

(Muhammad, His Life based on the earliest sources, P: 138)

لیکن ابو سفیان کو کس مرحلہ سفر میں یہ اطلاع موصول ہوئی اس بارے میں جنرل گلب پاشا نے لکھا ہے کہ "مسلمان اپنے منصوبے کو راز میں نہ رکھ سکے کسی طریقہ سے اس منصوبہ کی اطلاع ابوسفیان کو ہوگئی ابوسفیان اس وقت زرقہ میں تھا زرقہ شام سے جنوب میں تقریباً" سو میل دور رہے اور آج کل اردن کی سلطنت کا حصہ ہے ابوسفیان نے زرقہ سے تیز رفتار اونٹنی سوار کو مکہ بھیج دیا تھا۔ (محمد رسول اللہ ﷺ صفحہ 220) مولانا ابوالکلام آزاد نے لکھا ہے "جب ابوسفیان کو یقین ہوگیا کہ مسلمان راستے کا چکر لگا رہے ہیں تو اس نے بدر پہنچنے سے پیشتر ہی ضمضم غفازی کو مکہ بھیج دیا۔ (رسول رحمت، صفحہ 271)

اکرم ضیاء العمری نے لکھا ہے "ابو سفیان کو معلوم ہوا ہے کہ مسلمان قافلہ روکنے کے لئے نکل چکے ہیں تو اس نے ساحل کا راستہ اختیار کرلیا اور ضمضم غفاری کو مکہ روانہ کر دیا (رسول اللہ ﷺ کے وقت کا

محمد حسین ہیکل لکھتے ہیں "ادھر کنذ جہنی جس کے گھر میں مسلمان (عبید اللہ تمیمی اور سعیدؓ بن زید) گھات لگائے بیٹھے تھے اس سے ابوسفیان نے مسلمانوں کی ارادوں کے خبر حاصل کرنا چاہی تو اس نے مسلمانوں کے ان ارادوں سے تو مطلع نہیں کیا لیکن اس خیال سے کہ قریش کا مال و متاع جس کے ہمراہ 40-30 آدمیوں سے زیادہ نہیں کہیں مسلمان اسے لوٹ نہ لیں ابوسفیان اور مسلمانوں سے چوری ایک شخص جس کا نام ضمضم بن عمرو انغفاری تھا اسے کچھ رقم دے کر قریش مکہ کو خطرہ سے آگاہ کرنے بھیج دیا۔ (حیات محمدؐ 398) ابن سعد نے لکھا ہے "مشرکین کو شام میں خبر پہنچی تھی کہ محمد رسول اللہ ﷺ ان کی واپسی کی گھات میں ہیں وہ لوگ جب شام سے روانہ ہوئے تو ضمضم بن عمرو کو قریش مکہ کے پاس روانہ کرکے انہیں اس بات کی خبر دی اور حکم دیا کہ وہ نکل کر قافلہ کی حفاظت کریں۔" (طبقات حصہ اول، صفحہ 313) ابن ہشام نے لکھا ہے "ابو سفیان حجاز کے قریب ہوا تھا تو خبریں دریافت کرنے لگا جو سوار ملتا اس سے سوال کرتا کیونکہ اس پر خوف طاری تھا۔ بعض سواروں سے اسے اطلاع ملی کہ محمد ﷺ نے تیرے اور تیرے قافلے کے لئے اپنے ساتھیوں کو نکلنے کی دعوت دی ہے یہ سنتے ہی وہ احتیاطی تدبیروں میں لگ گیا اور ضمضم بن عمرو غفاری کو اجرت دے کر مکہ روانہ کیا" (سیرت النبیؐ جلد اول صفحہ 700)

اب ذرا واقعات پر ایک نظر ڈالیں رسول اللہ ﷺ 12 رمضان کو مدینہ سے روانہ ہوئے اور سولہ رمضان کو بدر پہنچ گئے (ایک روایت آٹھ رمضان کی بھی ہے لیکن اگر مدینہ سے بدر کا فاصلہ دیکھیں اور ان مقامات کی تفصیل سامنے رکھیں جہاں آپ نے قیام کیا یا جہاں سے گزرے تو بارہ رمضان کی تاریخ ہی درست معلوم ہوتی ہے) گویا رسول اللہ ﷺ پانچ روز سفر میں رہے

قریش مکہ بھی سولہ رمضان کو بدر پہنچ گئے تھے مگر وہ آٹھ روز اور ایک روایت کے مطابق دس روز سفر میں رہے تھے۔

مکہ مکرمہ سے چل کر پہلی رات ابوجہل نے لشکر کی دعوت کی اور دس اونٹ ذبح کئے

دوسری رات عسفان کے مقام پر امیہ بن خلف نے دعوت کی اور نو اونٹ ذبح کئے

تیسری رات قدید کے مقام پر سہیل بن عمرو نے دعوت اور دس اونٹ ذبح کئے

چوتھی رات قدید سے ساحل سمندر کی طرف قیام کیا وہاں شیبہ بن ربیعہ نے نو اونٹ ذبح کرکے دعوت کی۔

پانچویں رات جحفہ میں عتبہ بن ربیعہ نے دس اونٹ ذبح کرکے دعوت کی

چھٹی رات ابواء میں منبہ بن حجاج اور نبیہ بن حجاج نے دعوت کی انہوں نے دس اونٹ ذبح کئے

ساتویں رات ابواء اور بدر کے درمیان قیام کیا وہاں عباس نے دعوت کی اور دس اونٹ ذبح کئے

آٹھویں رات بدر میں پہنچ گئے وہاں ابو البختری نے دعوت کی اور دس اونٹ ذبح کئے

بقول ابن کثیر اس کے بعد قریش اپنا اپنا کھانا کھانے لگے گویا وہ آٹھ دن سے زیادہ سفر میں رہے تھے

سید قطب کے مطابق قریش نے تین روز میں جنگ کی تیاریاں مکمل کی تھیں (فی ظلال القرآن جلد سوم

اسلامی اکادمی لاہور 1989' صفحہ 663)
محمد رسول اللہ ﷺ شائع کردہ اور دو دائرہ معارف اسلامیہ جامع پنجاب کے مطابق قریش مکہ سے چل کر دس روز میں بدر پہنچے تھے۔ (صفحہ 180) اور تیاریوں اور بنوبکر سے مذاکرات میں انہوں نے چار روز لگائے تھے

اس طرح ایک روایت کے مطابق قریش مکہ کا لشکر آٹھ یا نو رمضان کو مکہ سے روانہ ہوا تھا اور دوسری روایت کے مطابق سات رمضان کو قریش مکہ سے بدر کے لئے روانہ ہوئے تھے

دونوں صورتوں میں وہ رسول اللہ ﷺ کے مدینہ سے روانہ ہونے سے کم از کم تین دن پہلے مکہ سے نکلے تھے۔

اب دوسرے پہلو کو دیکھیں اگر انہوں نے تیاریوں میں تین دن لگائے تو ضمضم غفاری کم از کم پانچ رمضان کو مکہ پہنچا تھا۔

اس حساب سے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ سے روانگی سے کم از کم سات روز پہلے اور زیادہ سے زیادہ دس روز پہلے قریش مکہ کو ابوسفیان کا پیغام موصول ہو گیا تھا۔

قریش کے لشکر نے مکہ سے بدر پہنچنے میں کم از کم آٹھ دن لئے اگر کوئی تیز رفتار شتر سوار ہو تو وہ بدر سے مکہ تک کا سفر کم از کم چار روز میں میں طے کرتا ہوگا لہٰذا اگر ابو سفیان نے بدر کے مقام سے ضمضم غفاری کو پیغام دے کر مکہ بھیجا تھا تو اس نے یہ سفر چار روز میں بھی مکمل کرلیا ہو تو وہ ایک حساب سے یکم رمضان کو اور دوسرے حساب سے تیس شعبان کو بدر سے مکہ کے لئے چلا تھا اگر ابوسفیان نے اسے کشد جہنی کے علاقہ سے بھیجا تھا یا خود کشد جہنی نے اسے بھیجا تھا تو اس سفر میں ایک دن کا اور اضافہ کرلیں اس حساب سے ضمضم ابوسفیان کا پیغام لے کر 30 شعبان کو یا 29 شعبان کو مکہ کے لئے روانہ ہوا تھا گویا رسول اللہ ﷺ کے مدینہ سے نکلنے سے بارہ یا تیرہ دن پہلے ابوسفیان نے ضمضم کو روانہ کیا تھا لیکن اگر ابو سفیان انتیس یا تیس شعبان کو قبیلہ جہنی کے علاقے میں تھا تو 12 رمضان تک تو وہ قافلہ سمیت مکہ پہنچ گیا ہوتا ان حقائق کو سامنے رکھا جائے تو ابن سعد اور جنرل گلب پاشا کی رائے ہی درست معلوم ہوتی ہے کہ ابوسفیان نے شام سے ہی ضمضم غفاری کو پیغام دے کر مکہ بھیج دیا تھا کیونکہ اسے مسلمانوں کے حملہ کا خدشہ تھا۔

قریش مکہ کو جحفہ میں ابوسفیان کا پیغام ملا تھا کہ میں قافلہ نکال لایا ہو واپس آجاؤ اس روز تیرہ رمضان تھی اس حساب سے ابو سفیان دو روز پہلے گیارہ رمضان کو بدر کی وادی کے پاس سے سمندر کی طرف گیا تھا بسبس اور عدی اس سے پہلے بھی بدر کے کنویں پر آئے تھے اگر وہ بھی گیارہ رمضان کو بدر کے کنویں سے واپس ہوئے تھے تو پھر وہ روایت درست ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ سے ہی انہیں آگے خبریں معلوم کرنے بھیج دیا تھا اس سے یہ بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ دونوں رسول اللہ ﷺ کے وادی ذفران میں پہنچنے سے پہلے ہی قافلہ کے بارے میں خبر لے کر حضورؐ کے پاس پہنچ گئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے جلدی سے مدینہ سے روانہ ہونے کا بھی یہی سبب معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ کو ابوسفیان کے قافلہ کے بارے میں تاخیر سے معلوم ہوا تھا کہ وہ بدر کی طرف بڑھ رہا ہے۔

اب ایک اور پہلو پر بھی غور کریں ضمضم نے مکہ پہنچتے ہی قافلہ کے لئے خطرہ کا اعلان کردیا تھا وادی میں پہنچتے ہی اس نے اونٹ کی ناک کاٹ دی اور کجاوا الٹا دیا تھا اور اپنا کرتا پھاڑ لیا تھا اور "اے گروہ قریش تمہارے سامان والے اونٹ! سامان والے اونٹ! محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے ساتھی گھات میں بیٹھے ہیں اپنا مال بچاؤ جو ابوسفیان کے ساتھ ہے میں نہیں سمجھتا کہ تم اسے پا سکو گے فریاد! فریاد!" چلانے لگا یہ شدید خطرہ کا اعلان تھا اس شدید خطرہ کے باوجود قریش مکہ تین چار روز تک تیاریاں کرتے رہے انہوں نے فوری خطرہ سے نپٹنے کا کوئی مسلمہ طریقہ اختیار نہیں کیا فوری طور پر ابوسفیان کی مدد کے لئے کوئی گھوڑ سوار تیز رفتار دستہ روانہ نہیں کیا ان کے پاس گھوڑوں اور سواروں کی کمی نہیں تھی قافلہ کی مدد کے لئے سارے مکہ اور قریش کا جنگی سازو سامان کے ساتھ اکٹھے نکلنا ضروری نہیں تھا وہ سو دو سو گھوڑ سوار فوری طور پر روانہ کرسکتے تھے لیکن انہوں نے ایسا نہیں کیا وہ تیاریوں میں لگے رہے ہتھیار جمع کرتے رہے مکہ کے ایک ایک فرد کو لشکر میں شامل ہونے پر تیار کرتے رہے اپنے حلیفوں کو ساتھ لیا گانے اور ناچنے والیوں کا انتظام کرتے رہے قریش مکہ کی ان تیاریوں کو دیکھا جائے تو کون خیال کرے گا کہ وہ ابوسفیان اور اس کے قافلہ کو بچانے جارہے تھے؟ وہ تو زبردست جنگ کی زبردست تیاریاں کرکے مکہ سے نکلے تھے ماضی قریب میں اہل مکہ اتنی فوج اور اس طرح کے سازوسامان کے ساتھ کبھی کسی لڑائی کے لئے نکلے نہیں تھے جبکہ انہیں اندازہ تھا کہ قافلہ پر حملہ کرنے والے مسلمانوں کی تعداد زیادہ نہیں ہوسکتی اوران سے قافلہ کو بچانے کے لئے اتنی زبردست تیاریاں ضروری نہیں اس کے باوجود وہ اس مہم کو قومی جنگ کی مہم بنانے میں لگے رہے ان کی تیاریوں اور ہنگامی طور پر امدادی دستہ نہ بھیجنے سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ جب انہیں پیغام ملا تو ابوسفیان ابھی بدر سے بہت دور تھا اور انہوں نے قافلہ بچانے کی بجائے مسلمانوں کو مٹانے کی تیاریاں کی تھیں۔

-9 (الف) ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر جلد دوم، مکتبہ قدوسیہ لاہور، صفحہ 264

(ب) The Makan Army well armed and well equipped, numbered over a thousand, (The Holy Quran, King Fahd Holy Quran Printing Complex, Commentry, P: 142)

-10 محمد حسین ہیکل (حیات محمدؐ صفحہ 401) حضرت عروہؓ بن زبیر (مغازی الرسول صفحہ 139) نے حضرت مقدادؓ کو انصاری لکھا ہے لیکن اس کے ساتھ ہی وہ کہتے ہیں کہ حضرت مقدادؓ کے بیان کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دعا دی اور فرمایا "مجھے مشورہ دو" کیونکہ انصار میں سے ابھی کسی نے کوئی مشورہ نہیں دیا تھا رسول اللہ ﷺ کے فرمانے کے بعد انصار میں سے حضرت سعدؓ بن معاذ نے انصار کی طرف سے تقریر کی تھی اس طرح وہ حضرت مقدار کو انصاری بھی لکھتے ہیں اور انصار میں شمار بھی نہیں کرتے بعض سیرت نگار حضرت مقدادؓ بن عمرو کو حضرت مقداد بن اسود لکھتے ہیں اصل میں حضرت مقداد کا پورا نام چار طریقوں سے درج ہے مقداد بن عمرو بہراوی، مقداد بن عمرو کندی، مقداد بن اسود الکندی الحضرمی، اور مقداد بن الاسود قرشی الزہری (تفصیل کے لئے دیکھیں طالب ہاشمی شمع رسالت کے تیس پروانے، مکتبہ چراغ اسلام لاہور) حضرت مقداد کا شمار ابتدائی مسلمانوں میں ہوتا ہے اور وہ سریا عبیدہ بن حارث کے

دوران قریش کے قافلہ سے بھاگ کر مسلمانوں سے آن ملے تھے ان کا نکاح رسول اللہ ﷺ کے تایا زبیر کی بیٹی ضباعہ سے ہوا تھا۔ (تفصیل کے لئے دیکھیں، طالب ہاشمی، شمع رسالت کے تیس پروانے، مکتبہ چراغ اسلام لاہور)

11- اکثر سیرت نگار مورخ اور اہل تفسیر حضرات کہتے ہیں کہ بیعت عقبہ ثانیہ کے وقت انصار مدینہ نے آپؐ کی مدینہ میں حفاظت پر بیعت کی تھی یعنی اس بات پر کہ مدینہ کی حدود میں وہ آپؐ کی حفاظت کے لئے جنگ کریں گے اس بیعت میں مدینہ کی حدود سے باہر مشرکین سے کسی لڑائی میں آپؐ کے ساتھ شامل ہونے کی ان پر کوئی پابندی نہیں تھی اسی لئے بقول ان اہل علم کے حضورؐ انصار کی مرضی معلوم کرنے کے لئے بار بار فرماتے تھے "حاضرین مجھے مشورہ دو"

بیعت عقبہ ثانیہ کے وقت جو طویل بات چیت ہوئی تھی اور جن امور پر انصار نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی اس کی تفصیل کو سامنے رکھا جائے تو یہ مطلب نکالنا بہت دشوار ہوجاتا ہے کہ انصار نے صرف مدینہ کی حدود میں ہی آپؐ کی حفاظت کا عہد کیا تھا انصار نے ان باتوں پر بیعت کی تھی۔

- چستی اور سستی دونوں حالتوں میں بات سنو گے اور اس کے مطابق عمل کرو گے
- تنگی اور خوشحالی ہر حالت میں اللہ کی راہ میں اپنا مال خرچ کرو گے
- دوسروں کو برائی سے روکے گے اور بھلائی کا حکم دو گے
- دین کی تبلیغ میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرو گے
- اور جب میں تمہارے پاس آجاؤں گا تو میری مدد کرو گے اور جس طرح اپنی جان اور اولاد کی حفاظت کرتے ہو اسی طرح میری حفاظت کرو گے۔

ابن اسحاق کہتے ہیں "جب اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کو جنگ کی اجازت دی تو جنگ کے لئے بیعت کی (گئی) یہ بیعت یا شرائط، ان شرطوں سے علیحدہ تھیں جو عقبہ اولیٰ میں رکھی گئی تھیں پہلی بیعت عورتوں کی بیعت کے الفاظ پر تھی اور اس کا سبب یہ تھا کہ اللہ عزو جل نے ابھی تک اپنے رسولؐ کو جنگ کی اجازت عطا نہیں فرمائی تھی جب اللہ نے آپؐ کو جنگ کی اجازت مرحمت فرمائی اور رسول اللہ ﷺ نے عقبہ دوم میں ان لوگوں سے کالے گورے کے ساتھ جنگ کرنے کی بیعت لی تو آپؐ نے اپنی ذات کے لئے بھی عہد لیا اپنے پروردگار کے متعلق بھی ان پر شرطیں لگائیں اور ان شرطوں کو پورا کرنے کے عوض ان کے لئے جنت کا وعدہ کیا "مجھ سے عبادہ بن الولید نے اپنے والد ولید اور اپنے دادا سے جو عقبہ دوم کے منتخب سرداروں میں سے تھے حدیث بیان کہ ہم نے رسول اللہ ﷺ سے جنگ پر بیعت کی تھی۔ (ابن ہشام، سیرت النبی ﷺ جلد اول، صفحہ 504)

ان شرائط کو پڑھیں اور ابن اسحاق کے بیان کی روشنی میں ان پر غور کریں تو ان سے کسی طرح بھی یہ مطلب نہیں نکلتا کہ انصار مدینہ نے صرف مدینہ کی حدود میں رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کا عہد کیا تھا اور مدینہ سے باہر آپؐ کے دشمنوں کے خلاف لڑنے کے وہ پابند نہیں تھے "کالے گورے سے جنگ کرنے کی بیعت" لی گئی تھی اور اس کے ساتھ "اپنی ذات کے لئے بھی عہد لیا تھا" جنگ پر بیعت سے مراد عام

جنگ ہے مطلب کسی خاص قبیلہ سے یا محدود علاقہ میں جنگ نہیں.

12- صحیح بخاری جلد دوم کتاب المغازی، صفحہ 535

13- سیرت نگاروں اور مفسرین کرام میں سے اکثر کی تحریروں سے اندازہ ہوتا ہے بلکہ شیخ محمد رضا (محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم) ابوالکلام آزاد (رسول رحمتؐ) شیخ عبدالحق دہلوی (مدراج النبوت) پیر محمد کرم شاہ الازہری (ضیاء النبی) اور بعض دیگر نے تو صاف طور پر لکھ دیا ہے کہ جب قریش مکہ کا لشکر میدان جنگ میں لڑائی کے لئے اتر چکا تھا تو اس کے بعد عمیر بن وہب کو مسلمانوں کی فوج کی تعداد معلوم کرنے بھیجا گیا تھا محمد حسین ہیکل (حیات محمدؐ) عروہ بن زبیر (مغازی رسول) صفی الرحمٰن مبارکپوری (الرحیق المختوم) کے ہاں تضاد ہے.

ایک جگہ وہ کہتے ہیں کہ جب قریش کا قافلہ جم چکا تو عمیر کو حالات معلوم کرنے بھیجا اور ساتھ ہی یہ بھی کہ جب ان کا لشکر مسلمانوں کے لشکر کے سامنے آ چکا تھا اس وقت عمیر کو بھیجا گیا تھا اکثر سیرت نگاروں کے ہاں یہی صورت پائی جاتی ہے اب سوچنے کی بات یہ ہے کہ کیا ابوجہل میدان جنگ میں جب ان کی فوج مسلمانوں کے سامنے کھڑی تھی تھیلے یا صندوق سے زرہ نکال کر ٹھیک کر رہا تھا اور اسے درست کررہا تھا جیسا کہ ابن ہشام (سیرت النبیؐ) اور ابن کثیر (سیرت النبیؐ) نے صاف طور پر لکھا ہے پھر کیا عتبہ بن ربیعہ ایماء غفاری کے پاس میدان جنگ میں تکیہ سے ٹیک لگا کر بیٹھا تھا اور حکیم بن حزام نے انہیں واپس آکر ابوجہل کے جواب کے بارے میں بتایا تھا اور اس نے کہا تھا کہ ''اس نامرد بزدل کو معلوم ہوجائے گا کہ نامردی اور بے ہمتی کا داغ کون اٹھاتا ہے وہ یا میں'' اور پھر وہ لڑائی کی تیاری اور خود تلاش کرنے لگا تھا؟ اگر واقعات کو احتیاط سے دیکھا جائے تو تصویر صاف بنتی ہوئی دکھائی دیتی ہے قریش مکہ نے میدان جنگ میں اترنے سے پہلے عمیر بن وہب کو مسلمانوں کی تعداد معلوم کرنے بھیجا تھا اور اس کی رپورٹ پر قریش کے کیمپ میں ہی عتبہ بن ربیعہ نے قریش کو واپس جانے کا مشورہ دیا تھا عتبہ قریش کا سب سے بااثر سردار تھا ایک لحاظ سے ان کا کماندار تھا اور دنیا میں آج تک کبھی کسی کماندار نے مقابل کی فوج کے سامنے اپنی فوج کو اتار کر اس سے نہیں کہا کہ آؤ اب واپس چلیں چھوڑو لڑائی کو ایسی باتیں میدان جنگ میں اترنے سے پہلے ہی ہوسکتی ہیں اور یہ سب واقعات قریش کے مسلمانوں کے سامنے اپنی فوج لانے سے پہلے اپنے کیمپ میں کی تھیں اگر واقعات کو ذرا بھی غور سے پڑھا جائے تو اس میں کسی شبہ کی ذرا بھر بھی گنجائش نہیں رہتی لیکن معلوم نہیں کیوں ہمارے علماء کرام نے اس طرف دھیان نہیں دیا اور واقعات کو گڈ مڈ کردیا ہے اس سے ذہنوں میں شکوک پیدا ہوتے ہیں تحریر پر اعتماد کمزور ہوجاتا ہے اور غیر مسلم مصنفین کے بلا جواز اعتراضات قائم کرنے کی بنیاد فراہم ہوجاتی ہے.

14- محمود شکری آلوسی، بلوغ الارب (اردو ترجمہ)، مرکزی اردو بورڈ لاہور 1967ء، صفحہ 83-382

15- ہمارے قدیم علماء شاید عجمیوں کے طریق جنگ اور میدان جنگ میں ان کے اپنی سپاہ کو ترتیب دینے کے انداز سے واقف نہیں تھے وہ صرف عربوں کے کروفر کے طریق جنگ سے ہی واقف تھے اس لئے وہ اللہ کے نبی کے اس نئے طریق جنگ اور سپاہ کو لڑنے کے انداز کو نہ سمجھ سکے اور اس کے بارے میں عجیب و غریب روایات ایجاد کردیں جن میں سے ایک روایت یہ بھی ہے کہ حضرت سعدؓ بن معاذ نے

مشورہ دیا کہ "یا رسول اللہ ﷺ ہم آپؐ کے لئے ایک چھپر بنا دیتے ہیں تاکہ جنگ کے دوران آپؐ اس میں قیام فرمائیں ہم آپؐ کی سواری کے لئے وہاں اونٹ بھی تیار کر کے کھڑے کر دیتے ہیں پھر ہم دشمن سے لڑائی کریں گے اگر اللہ نے ہمیں فتح دی تو ہمارا وہ مقصد پورا ہو جائے گا جو ہم چاہتے ہیں لیکن اگر دوسری صورت پیدا ہو جائے تو حضورؐ اونٹوں پر سوار ہو کر (اونٹ پر نہیں) مدینہ تشریف لے جائیں جہاں آپؐ کے وفا شعاروں کی جماعت ہے جو ہم سے بہت زیادہ حضورؐ پر فریفتہ ہیں اگر دشمنوں سے جنگ کی ضرورت پیش آئے گی تو وہ آپؐ کی حفاظت کے لئے اپنی جانوں کی بازی لگادیں گے اور ان میں سے کوئی بھی اس سے پیچھے نہیں رہے گا خلوص اور جذبہ قربانی میں وہ کسی سے کم نہیں وہ حضورؐ کی خاطر میدان میں داد شجاعت دے کر اپنا حق ادا کریں گے"

یہ روایت بیان کرنے کے بعد وہ لکھتے ہیں کہ حضرت سعدؓ بن معاذ کی یہ تجویز سن کہ رسول اللہ ﷺ نے ان کے لئے دعائے خیر فرمائی اور ان کے مشورہ کے مطابق آپؐ کے لئے ٹیلے پر ایک چھپر بنا دیا گیا اور حضورؐ وہاں سے میدان جنگ کا حال دیکھتے رہے۔

قدیم علماء کرام نے یہ روایت لکھی اور بعد میں جس کسی نے کبھی اس موضوع پر قلم اٹھایا اس نے سوچ کی آنکھیں بند کر کے اسے دہرادیا وہ ان باتوں پر بھی غور نہیں فرماتے جو وہ خود اس روایت سے آگے پیچھے لکھتے ہیں۔

سوال پیدا ہوتا ہے کہ اللہ کے رسولؐ کو اپنی فتح کا یقین نہیں تھا؟ آپؐ کو اللہ کی طرف سے امداد اور نصرت کے وعدے پر بھی یقین نہیں تھا جو آپؐ نے حضرت سعدؓ بن معاذ کے مشورہ کے مطابق شکست کی صورت میں بھاگنے کے لئے چھپر کے پاس اونٹ تیار کروا رکھے تھے؟

کیا آپؐ نعوذ باللہ اللہ کے رسولؐ نہیں تھے؟ کیا کوئی اللہ کا رسولؐ جو مسلمانوں کو تو جہاد کی ترغیب دے شہیدوں کو جنت کی بشارت دے وہ خود میدان جنگ سے بھاگنے کا سوچ بھی سکتا ہے اور لڑائی شروع ہونے سے پہلے ہی بھاگنے کی تیاریاں مکمل کر کے کمان اور کنٹرول روم میں بیٹھ جاتا ہے؟

کیا اس سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام سے یہ نہیں کہا تھا کہ "واللہ مکہ والوں میں سے ہر ایک کے قتل ہو کر گرنے کی جگہ میری آنکھوں کے سامنے ہے"

کیا اس سے پہلے آپؐ صحابہ کرام سے فرما نہیں چکے تھے کہ اللہ تعالیٰ نے دو گروہوں میں سے ایک پر غلبہ کا مجھ سے وعدہ فرمایا ہے اور جس وقت آپؐ بدر میں جنگ کے لئے تیاری فرما رہے تھے اس وقت آپؐ کو معلوم نہیں ہو چکا تھا کہ تجارتی قافلہ تو آگے نکل گیا ہے؟ اب سامنے ایک ہی گروہ تھا اور اللہ کا وعدہ اسی گروہ پر غلبہ سے پورا ہو سکتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کو بھاگنے کے لئے تو ایک اونٹ کی ضرورت ہوتی پھر آپؐ کے چھپر کے پیچھے سارے اونٹ کیوں باندھ دیئے گئے تھے؟ ہمارے علماء کرام کو عربوں کے طریق جنگ کا بھی شاید علم نہیں تھا اگر علم ہوتا تو وہ اس قسم کی روایت گھڑنے اور اسے دہرائے جانے سے "لازما" پرہیز کرتے بعض علماء کرام نے تو رسول اللہ ﷺ کے چھپر کے پاس آپؐ کے میدان جنگ سے فرار کے لئے گھوڑے بھی باندھ دیئے ہیں حالانکہ وہ خود یہ بھی لکھتے ہیں کہ مسلمانوں کے پاس صرف دو ہی گھوڑے تھے یہ دونوں

گھوڑے اپنے سواروں سمیت جنگ میں حصہ لے رہے تھے معلوم نہیں یہ علماء کرام حضورؐ کے فرار کے لئے وہ گھوڑے کہاں سے لے آئے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ کے اس کمان اور کنٹرول روم سے ہدایات جاری کرنے اور میدان میں لڑنے والوں کے آپؐ سے ہدایات کے لئے کیا حضرت علیؓ کی وہ روایت کافی نہیں جس میں وہ فرماتے ہیں کہ میدان میں لڑائی کے دوران وہ تین بار حضورؐ کے چھپر میں آئے تھے اور ہر بار جب وہ آئے تو حضورؐ سجدہ میں سر رکھ کر اللہ تعالیٰ سے دعا کررہے ہوتے تھے۔

دعا فرض ہے بندے پر بھی اور اللہ کے رسول پر بھی اسی لئے فتح کا یقین ہوتے ہوئے بھی آپؐ اللہ کے حضور سربسجود رہے اور اس سے مدد اور نصرت کی دعائیں مانگتے رہے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے صف بندی کا جو طریق جنگ اختیار کیا بعد میں مسلمان اسی پر عمل کرتے رہے پانی پت کی تیسری لڑائی میں احمد شاہ ابدالی کے ساتھ پورے ہندوستان کے مسلمانوں کی افواج تھیں وہ صف بندی کے روایتی طریق لڑائی پر عمل کرسکتے تھے اور اپنے لئے "قلب" میں کمان اور کنٹرول روم قائم کرسکتے تھے لیکن انہوں نے ایسانہیں کیا بلکہ میدان جنگ سے پیچھے ایک اونچے ٹیلے پر بیٹھے وہ اپنی فوجوں کو لڑتا ہوا دیکھتے رہے اوروہاں سے مختلف دستوں کے کمانداروں کو ہدایت بھیجتے رہے تھے یہ وہی طریق تھا جو اللہ کے نبیؐ نے سب سے پہلے بدر کے میدان میں ایجاد فرمایا تھا۔

16- رسول اللہ ﷺ نے فجر کی نماز کے بعد میدان میں صحابہ کرام کی صف بندی کر دی تھی اور ہدایات دے کر اپنے چھپر میں واپس آگئے تھے روایات کے مطابق جب قریش کا لشکر لڑائی کے لئے میدان میں اترا تو سامنے سے سورج کی دھوپ ان کی آنکھوں پر پڑ رہی تھی یعنی سورج طلوع ہوکر کافی بلند ہوچکا تھا عمیر بن وہب نے مسلمانوں کے لشکر کا جائزہ لے کر قریش سے کہاتھاکہ "وہ اس طرح خاموش ہیں جیسے گونگے ہوں وہ کوئی بات نہیں کرتے جوش غضب سے وہ اپنی زبانیں اس طرح باہر نکالے ہوئے ہیں جس طرح اژدھے ڈسنے کے لئے زبانیں نکالے ہوئے ہوں انہوں نے عزم کرلیا ہے کہ وہ گھر لوٹ کر نہیں جائیں گے وہ کرنجی آنکھوں والے ہیں انہیں دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ ڈھالوں کے نیچے انسان نہیں پتھر ہیں" اس کے اس بیان سے اندازہ ہوتاہے کہ جب وہ وادی کا چکر لگانے آیا تھا تو مسلمانوں کی صف بندی مکمل ہوچکی تھی اور اس نے جو کچھ دیکھا تھا وہ قریش کو بتادیاتھا اور اس کے بیان کے بعد حکیم بن حزام نے عتبہ بن ربیعہ سے واپسی کے لئے کہا تھا اور وہ سارے واقعات پیش آئے تھے جن کا ذکر ہو چکا ہے۔

17- حضرت عروہؓ بن زبیر کے مطابق تینوں انصاری مقابلہ کے لئے نکلے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا نہیں تم واپس آ جاؤ کیونکہ آپؐ چاہتے تھے کہ آپؐ کی موجودگی میں اور پہلے معرکہ حق وباطل میں آپؐ کے اعزہ قریش مکہ کا مقابلہ کرکے ان کا غرور توڑیں رسول اللہ ﷺ نے خود ہی انہیں واپس بلا کر حضرت عبیدہؓ بن حارث، حضرت حمزہؓ اور حضرت علیؓ کو مقابلے کے لئے جانے کا حکم دیا تھا (مغازی الرسول، صفحہ 148--147) ابن سعد نے بھی حضرت عروہؓ بن زبیر کی روایت کی تائید کی ہے (طبقات حصہ اول، صفحہ 318)

18- محمد رسول اللہ ﷺ، شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ جامع پنجاب، صفحہ 183

19- پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء النبی جلد سوم، لاہور 1413ھ، صفحہ 343 بحوالہ سبل الھدیٰ

20- ابن ہشام، سیرت النبیؐ جلد اول، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی 1982ء، صفحہ 729

21- طالب ہاشمی، تمیں پروانے شمع رسالتؐ کے، مکتبہ چراغ اسلام لاہور 1978ء، صفحہ 155

22- ابن سعد کی فہرست میں مہاجر شہداء کی تعداد پانچ ہے اور انصار کی آٹھ چودھویں شہید کے نام کے بارے میں وہ کہتے ہیں "نام معلوم نہیں" اس طرح وہ کل تعداد چودہ بتاتے ہیں ابن ہشام نے ابن اسحاق کی فہرست ہی درج کی ہے اور اس میں حضرت معاذؓ کو شہیداء میں شامل کیا ہے جبکہ مولانا ابوالکلام آزاد نے شہدائے بدر کی فہرست میں حضرت معوذؓ کو شامل کیا ہے اور معاذؓ بن عفراء کو شامل نہیں کیا صفی الرحمٰن مبارکپوری نے الرحیق المختوم کے حواشی میں لکھا ہے کہ معاذؓ بن عفراء ابوجہل کو زخمی کرنے کی خبر رسول اللہ ﷺ کو دینے کے بعد دوبارہ لڑائی میں شریک ہو گئے تھے اور لڑتے لڑتے شہید ہوگئے تھے اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ابوجہل کے ہتھیار تلوار کے سوا باقی سب معاذؓ بن عمرو بن جموح کو عنایت فرما دیئے تھے صفی الرحمٰن مبارکپوری نے یہ بھی لکھا ہے کہ معوذؓ بھی بدر کی لڑائی میں شہید ہوگئے تھے اس کے باوجود وہ بھی بدر کے شہیداء کی تعداد چودہ ہی بتاتے ہیں۔ محمد ادریس بھوجیانوی نے (خاندان نبوت) میں بدر کے شہداء کی جو فہرست لکھی ہے اس میں انہوں نے حضرت معوذ کو شامل کیا ہے عبداللہ بن محمد بن عبدلواہاب (سیرت رسول اللہ صفحہ 349) کے مطابق ابوجہل کو ڈھیر تو معاذ بن عفراء اور معاذ بن عمرو بن جموح نے کیا تھا لیکن اس سے صرف تین سطریں بعد وہ لکھتے ہیں "عبداللہ بن مسعود گئے اور دیکھا کہ عفراء کے دونوں بیٹوں نے اسے (ابوجہل کو) قتل کردیا ہے" ابن کثیر (سیرت النبیؐ جلد اول صفحہ 578 پر لکھتے ہیں کہ معوذؓ بن عفراء نے زخمی ابوجہل پر وار کیا اور اسے بے حس چھوڑ کر چلے گئے اور لڑتے ہوئے شہید ہوگئے تھے ابن کثیر اسی کتاب کے اسی صفحہ پر یہ بھی لکھتے ہیں کہ یہ متفق علیہ روایت ہے کہ ابوجہل کو معاذ بن عمرو بن جموح اور معاذ بن عفراء نے ڈھیر کیا تھا اور وہ دونوں اپنی اپنی تلواروں کے ساتھ رسول اللہ ﷺ کے حضور یہ خبر دینے پہنچے تھے تو آپؐ نے دونوں کی خون آلود تلواریں دیکھی تھیں۔ مگر اس سے اگلے صفحہ پر وہ یہ بھی لکھتے ہیں کہ ابوجہل کو قتل کرنے والے دونوں لڑکے عفراء کے بیٹے تھے ابن سعد نے بھی شہدائے بدر کی فہرست میں معاذ بن عفراء کی بجائے معوذ بن عفراء کو شامل کیا ہے ان ساری تحریروں کا تجزیہ اور موازنہ کیا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ عفراء کے بیٹے معاذؓ اور معوذؓ دونوں بدر کے روز شہید ہوگئے تھے اور ان دونوں کی شہادت سے بدر کے شہداء کی تعداد بھی چودہ نہیں رہتی پندرہ ہوجاتی ہے اگر حضرت ہلال ابن معلیٰ ابن لادن کو بھی شہداء بدر میں شامل کیا جائے تو یہ تعداد پندرہ سے بڑھ کر سولہ ہوجاتی ہے ابن حجر نے شہدائے بدر میں ہلال ابن معلیٰ ابن لادن کو بھی شمار کیا ہے۔

23- حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف سے روایت ہے کہ بدر کی لڑائی سے پہلی رات رسول اللہ ﷺ نے ہمیں تیار اور آراستہ فرمادیا (بدنوں پر ہتھیار سجائے) صفیں قائم کیں اور جس کسی کو جہاں کھڑا ہونا تھا وہاں کھڑا کیا تاکہ صبح ہر کوئی اپنے مقام پر پہنچ جائے (ترمذی)

24- بریگیڈیئر گلزار احمد، سنت نبویؐ کی روشنی میں مملکت و ملت کا دفاع، ہلال جلد 18 شمارہ 11 تا 16، 1991، صفحہ 92

25- بیشتر سیرت نگاروں خاص طور پر قدما کی تحقیق ہے کہ آیت نمبر 41 جنگ بدر کے مال غنیمت کی تقسیم کے بعد نازل ہوئی تھی

26- ایک روایت یہ بھی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بدر کی لڑائی کے مال غنیمت میں سے باقی مجاہدین کے برابر حصہ لیا تھا۔

27- ابن کثیر، تفسیر ابن کثیر جلد دوم، مکتبہ قدوسیہ لاہور، صفحہ 294

28- ابوالکلام آزاد، رسولؐ رحمت، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، صفحہ 283

29- جنگ عظیم دوم میں فتح کے بعد اتحادیوں نے جاپان اور جرمنی کے جن جرنیلوں کو جنگی مجرم قرار دے کر موت کی سزا دی تھی ان کے خلاف جنگی جرائم کے کیس سننے والی اعلیٰ عدالتوں کے سامنے ان پر یہی الزام لگایا گیا تھا کہ انہوں نے اپنی قوم اور فوج کو جنگ کی ترغیب دی تھی اور ان کی وجہ سے جنگ میں لوگ مارے گئے تھے یہ فرد جرم ان اعلیٰ عدالتوں نے قبول کرتے ہوئے انہیں موت کی سزا سنائی تھی اقوام متحدہ کی طرف سے مختلف مواقع پر مختلف ممالک میں انسانیت کے خلاف جرائم کا ارتکاب کرنے والوں کے خلاف جو مقدمات چلائے گئے ہیں ان میں ان مجرموں کے خلاف لگائے گئے الزامات کی فہرست اور نوعیت دیکھی جائے تو نضر بن حارث اور عقبہ بن ابی معیط جنگی مجرم ہونے کے ساتھ ساتھ انسانیت کے خلاف جرائم کے سلسلہ میں بھی اسی سزا کے مستحق تھے۔

30- عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب، سیرت رسول ﷺ، جہلم 1990، صفحہ 356

31- سنن ابو داؤد، کتاب الجہاد

32- ایک روایت میں بیس اوقیا چاندی ہے۔

33- ایک سو اوقیا سونا والی روایت ابن اسحاق کی ہے فتح الباری میں ہے کہ انہوں نے چار ہزار درہم سے زیادہ فدیہ ادا کیا تھا ایک اور روایت کے مطابق انہوں نے ایک سو اوقیا چاندی فدیہ دی تھی جو سب قیدیوں میں سے سب سے زیادہ فدیہ تھی ایک بات ثابت ہے کہ عباس بن عبدالمطلب نے اپنی مالی حیثیت کے مطابق اپنا اپنے بھتیجوں اور حلیف کا فدیہ ادا کیا تھا اور یہ کافی زیادہ تھا اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں کوئی رعایت نہیں دی تھی اور نہ ہی ان کا کوئی جواز قبول فرمایا تھا۔

34- بدر کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ اوراس کے فرشتوں کی طرف سے مسلمانوں کی مدد میں کسی شک کا اظہار قرآن اور اسلام پر عدم ایمان ہے لیکن جس انداز میں بعض سیرت نگار اور مفسرین اس جنگ میں فتح کو صرف فرشتوں کی قریش سے لڑائی اور مارکٹائی کا نتیجہ قرار دینے کی دانستہ یا نادانستہ کوشش کرتے ہیں اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی معجزانہ قیادت اور رسالت کی نفی ہونے کا خدشہ پیدا ہوجاتا ہے اس لئے فرشتوں کی مدد کے بارے میں اس طرح کی روایات کو پڑھتے وقت قرآن کریم کی سورہ انفال کی آیات 9، 10، 12، 13 اور 123 کو سامنے رکھنا بہت ضروری ہے، اگر یہ ساری فتح فرشتوں ہی کی مدد سے حاصل ہوئی تھی تو پھر رسول اللہ ﷺ کے اس ارشاد کی کیا حیثیت رہ جاتی ہے کہ "اللہ تعالیٰ نے اہل بدر

کو کرم کی نظر سے دیکھ کر فرمایا اب تم جیسے چاہو کام کرو میں نے تمہیں بخش دیا"

35- امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ بدر کی لڑائی میں مسلمانوں نے قریش کے جو جنگی قیدی بنائے تھے ان میں جبیر (جبیر بن مطعم) بھی شامل تھے (تفسیر ابن کثیر جلد 5' مکتبہ قدوسیہ لاہور' صفحہ 197) لیکن انہوں نے ہی خود سیرت رسول اللہ ﷺ میں قریش کے قیدیوں کی جو فہرست دی ہے اس میں جبیر بن مطعم کا نام شامل نہیں اور بھی کسی سیرت لکھنے والے نے جبیر بن مطعم کو قیدیوں میں شامل نہیں دکھایا۔

مولانا مودودی نے لکھا ہے کہ جبیر بن مطعم قریش مکہ کے قبیلوں کی رہائی کے لئے بات چیت کرنے مدینہ آئے تھے۔ (تفہیم القرآن جلد پنجم' لاہور 1973) یہ بات بھی خلاف واقعہ ہے کیونکہ تقریباً" سارے ہی سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ قریش نے متفقہ فیصلہ تو یہ کیا تھا کہ وہ قیدی رہا کرانے میں جلدی نہیں کریں گے اور پھر ان کے اس متفقہ فیصلے کی خلاف ورزی کرتے ہوئے لوگ الگ الگ اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے مدینہ جانے لگے تھے قریش نے کبھی کوئی وفد اپنے قیدیوں کی رہائی کے لئے نہیں بھیجا تھا مولانا مودودی نے اس سلسلے میں بخاری کی حدیث کا حوالہ بھی دیا ہے بخاری شریف کی حدیث کے الفاظ یہ ہیں "حضرت جبیر بن مطعم کا بیان ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے اسیران بدر کے متعلق فرمایا اگر مطعم بن عدی آج زندہ ہوتے اور وہ ان قیدیوں کی مجھ سے سفارش کرتے تو میں انہیں چھوڑ دیتا" اس حدیث میں کہیں بھی یہ ذکر نہیں کہ جبیر بن مطعم قریش کی طرف سے سفیر بن کر بات چیت کے لئے آئے تھے۔

مارٹن لنگز نے لکھا ہے "جبیر بن مطعم اپنے چچا زاد اور دو حلیفوں کے فدیہ کے سلسلے میں مدینہ آئے تھے"

"JUBAYR THE SON OF MUTAM CAME TO RANSOM HIS COUSIN AND TWO OF THIER CONFEDERATES" MUHAMMAD, HIS LIFE BASED ON THE EARLIEST SOURCES, SERVICES BOOK CLULB 1985, PAGE 156

36- سیرت نگاروں میں سے صرف مارٹن لنگز نے ابی بن خلف کی دھمکی اور رسول اللہ ﷺ کی پیش گوئی کا بدر کے واقعات میں ذکر کیا ہے (صفحہ 157) باقی سب سیرت نگار اس جگہ تو ذکر نہیں کرتے لیکن جنگ احد میں ابی بن خلف کے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں قتل کی تفصیلات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں ابی بن خلف سے کہا تھا کہ میں تمہیں قتل کروں گا لیکن سوچنے کی بات یہ ہے کہ مکہ میں ابی بن خلف کے یہ کہنے کا کیا جواز تھا کہ میں گھوڑے پر چڑھ کر آؤں گا اور تمہیں قتل کروں گا اور یہ کہنے کی کیا ضرورت تھی کہ میں اسے ہر روز سوا پانچ سیر مکئی کا دانہ کھلایا کروں گا مکہ میں سوار ہوکر آنے کی تو ضرورت ہی نہ تھی پھر احد میں جس موقعہ پر رسول اللہ ﷺ نے ابی بن خلف کی گردن پر نیزہ مارا وہ بہت نازک مرحلہ تھا آپؐ پہاڑی پر چڑھ چکے تھے آپؐ کے ساتھ چند صحابہؓ تھے اس وقت ابی بن خلف اپنے چیلنج کو پورا کرنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو للکارتا ہوا آگے آیا تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمان اور پیش گوئی کو پورا کرنے کے لئے

صحابہ کو اس سے لڑائی سے منع فرمادیا اور حارثؓ بن صمہ سے نیزہ لے کر آگے بڑھ کر اس کی گردن میں نیزہ مارا تھا اس لئے اندازہ ہوتا ہے کہ ابی بن خلف نے رسول اللہ ﷺ کو یہ دھمکی مدینہ میں ہی دی تھی اور اس کے جواب میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا "انشاء اللہ میں تمہیں قتل کر دوں گا" اس کے بیٹے عبداللہ کے قیدی ہونے کے بارے میں بھی سب نے ہی لکھا ہے۔

37- سیرت نگار سیدہ زینبؓ کے سفر مدینہ کا ذکر کرتے ہوئے ان کے فرزند علیؓ اور بیٹی امامہؓ کے بارے میں کچھ نہیں بتاتے کہ وہ اس وقت کہاں تھے ابو العاص نے اپنے پاس رکھ لئے تھے یا سیدہ زینبؓ کے ساتھ مدینہ روانہ کر دیئے تھے؟ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے وقت علیؓ بن العاص کی عمر سات سال تھی جیسا کہ حافظ ابن حجر نے بیان فرمایا ہے اسد الغابہ کے مطابق فتح مکہ کے وقت جب رسول اللہ صلی اللہ ﷺ شہر مکہ میں داخل ہوئے تو رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ان کی سواری پر آپؐ کے یہی نواسے علیؓ بن ابو العاص سوار تھے۔ صاحب الاصابہ کے مطابق اس وقت علیؓ بن ابو العاص کی عمر چودہ سال تھی مکہ آٹھ ہجری میں فتح ہوا تھا ان سارے حوالوں کو دیکھا جائے تو بدر کے ایک ماہ بعد جب سیدہ زینبؓ مدینہ کے سفر پر روانہ ہوئیں تو ان کے فرزند کی عمر آٹھ نو سال تھی اتنی عمر کے بیٹے کو باپ اپنے پاس رکھ سکتا تھا لیکن تاریخ سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابو العاص نے اپنے دونوں بچوں کو بھی ان کی ماں کے ہمراہ مدینہ روانہ کردیا تھا تاریخ اسلام میں سیدہ زینبؓ کے فرزند علیؓ زینبیؓ کے نام سے معروف ہوئے یعنی باپ کی بجائے ماں کے نام کے حوالے سے اس کی وجہ یہ ہوئی ہے کہ جب سیدہ زینبؓ مدینہ آئیں تو ان کے فرزند کا باپ ابو العاص مکہ میں رہ گیا تھا مدینہ میں علیؓ بن ابو العاص اپنی والدہ کے نام سے پکارا جانے لگا کیونکہ مدینہ میں باپ کی بجائے لوگوں کے ماں کے حوالے سے پکارے جانے کا پہلے سے رواج تھا اسی وجہ سے ایک روایت کے مطابق دو سال اور دوسری کے مطابق چھ سال بعد جب ابوالعاص مسلمان ہو کر مدینہ میں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ آملے تب بھی ان کا فرزند اپنی والدہ کے نام سے علی زینبیؓ ہی کے حوالے سے پکارے جاتے رہے۔ ابن عساکر کے مطابق علی زینبیؓ نے 15ھ میں جنگ یرموک میں رومیوں کے خلاف لڑتے ہوئے شہادت پائی تھی ان پہلوؤں کو سامنے رکھا جائے تو ثابت ہوتا ہے کہ جب سیدہ زینبؓ مکہ سے مدینہ کے لئے روانہ ہوئیں تو ان کے دونوں بچے بھی ان کے ہمراہ تھے اسی وجہ سے اونٹ پر ہودہ رکھا گیا تھا تاکہ ماں اور بچے آرام سے سفر کر سکیں۔

38- علی بن حسین بن زین العابدین نے رسول اللہ ﷺ کی یہ حدیث سنی تو حضرت عروہؓ کے پاس گئے " مجھے بتایا گیا ہے کہ آپ رسول اللہ ﷺ کی ایک حدیث بیان کرتے ہو وہ حدیث کیا ہے؟"

"واللہ مجھے ساری دنیا کی دولت بھی دی جائے تو پھر بھی میں حضرت فاطمہؓ کی کبھی تنقیص پسند نہیں کرتا میں اب کبھی یہ حدیث بیان نہیں کروں گا" (ابن کثیر، سیرت النبیؐ جلد اول، صفحہ 624)

خوشیاں اور دکھ

ابو امامہؓ کی وفات

مسجد نبوی ابھی مکمل نہیں ہوئی تھی کہ ماہ شوال میں حضرت ابو امامہ اسعدؓ بن زرارہ وفات پا گئے ان کی وفات سینے کے درد اور ایک روایت کے مطابق گلے کے ورم سے واقعہ ہوئی حضرت ابو امامہؓ اسعد بن زراہ انصار مدینہ کے اس گروہ میں شامل تھے جنہوں نے سب سے پہلے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی وہ عقبہ کی پہلی اور دوسری بیعت میں بھی شامل تھے مدینہ میں اسلام کے فروغ میں انہوں نے بہت سرگرم حصہ لیا تھا اور مبلغ اسلام حضرت مصعبؓ بن عمیر نے انہی کے ہاں سے مدینہ میں اسلام کی تحریک شروع کی تھی رسول اللہ ﷺ نے انہیں نقیبوں پر نقیب مقرر فرمایا تھا رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد سے پہلے ہی انہوں نے مدینہ میں جمعہ کی نماز کا آغاز کردیا تھا ان کی وفات پر یہودیوں اور منافقوں نے پراپیگنڈہ شروع کر دیا کہ اگر محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہوتے تو ان کے صحابی ابو امامہ فوت نہ ہوتے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے سنا تو فرمایا " جان لو کہ میں اپنی ذات اور اپنے صحابہ کی ذات سے متعلق اللہ تعالیٰ کے ہاں کسی چیز کا اختیار نہیں رکھتا"

حضرت ابو امامہ قبیلہ بنی نجار کے نقیب بھی تھے ان کی وفات کے بعد بنی نجار کے لوگ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ کسی کو ہمارا نقیب مقرر فرمادیں"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تم میرے ننہال ہو اب میں خود تمہارا نقیب ہوں اور تمہاری ضروریات کا میں خود کفیل ہوں گا"

بنی نجار والوں نے باقی انصار قبیلوں پر اپنی برتری اور فضیلت کے لئے ہمیشہ کہا کہ رسول اللہ ﷺ

ہمارے نقیب تھے.

اس سے پہلے حضرت کلثوم بن ہدم وفات پاچکے تھے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد وفات پانے والے وہ پہلے مسلمان تھے. ہجرت کے بعد قباء میں رسول اللہ ﷺ نے ان کے مکان پر قیام فرمایا تھا ان کا تعلق بنی عمرو بن عوف سے تھا وہ عمر رسیدہ تھے.

عبداللہ بن زبیر رضی اللہ عنہ کی ولادت

مدینہ کے یہودی رسول اللہ ﷺ اور اسلام کے خلاف قسم قسم کی افواہیں پھیلایا کرتے تھے وہ کہا کرتے تھے کہ مدینہ کے مسلمانوں کے ہاں رسول اللہ ﷺ کی آمد کے بعد سے کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا آئندہ بھی نہیں ہوگا کیونکہ ہم نے جادو کر دیا ہے اس لئے جب ہجرت کے سات ماہ بعد شوال میں اللہ تعالیٰ نے حضرت زبیرؓ کو بیٹا عطاء فرمایا تو جس مسلمان نے سنا اس نے "اللہ اکبر!" کا نعرہ لگایا اللہ تعالیٰ نے یہود کے دعووں کو خاک میں ملا دیا اس طرح مہاجرین کے ہاں مدینہ میں پیدا ہونے والے وہ پہلے بچے تھے.

نومولود کو لا کر رسول اللہ ﷺ کی گود میں ڈالا گیا تو آپؐ نے کھجور چبائی اور اپنا لعابِ دہن نومولود کے منہ میں ڈال دیا اور اس کو خیرو برکت کی دعا دی.

حضرت عائشہؓ صدیقہ کی رخصتی

مسجد نبوی سے ملحق رسول اللہ ﷺ کے رہائشی مکان بنے تو آپؐ نے حضرت عائشہؓ صدیقہ کے لئے الگ مکان بنوایا' اسی طرح کا چھوٹا سا مکان جس کی چھت کھجور کی ٹہنیوں کی تھی اور بازو اوپر اٹھائیں تو چھت کو چھوتے تھے سامنے کی چار دیواری کھجور کی چٹائیوں کی تھی جس پر مٹی سے لیپ کر دیا گیا تھا. حضرت صدیقہؓ سے حضورؐ کا نکاح ہجرت سے ایک سال پہلے مکہ میں ہو چکا تھا' رخصتی ہجرت کے آٹھ ماہ بعد شوال کے مہینے میں ہوئی(۱) یہ وہ زمانہ تھا جب مدینہ میں اسلامی معاشرہ اور مدینہ کی اسلامی ریاست تعمیرو ترتیب کے ابتدائی مراحل میں تھے۔

مکہ کی یادیں

اُمّ المومنین حضرت عائشہؓ صدیقہ کو معلوم ہوا کہ ان کے والد حضرت ابو بکر صدیقؓ کی طبیعت ناساز ہے وہ ان کی خیریت معلوم کرنے گئیں حضرت ابوبکرؓ بخار سے پڑے تھے.

"بابا جان آپ کی طبیعت کیسی ہے؟" حضرت عائشہؓ صدیقہ نے پوچھا.
حضرت ابوبکرؓ صدیق نے ایک شعر پڑھا:

- "ہر کوئی اپنے خاندان میں صبح کرتا ہے
(اور ہم وطن سے دور پڑے ہیں)
حالانکہ موت انسان کے جوتے کے تسمہ سے بھی
اس کے قریب تر ہے"

"واللہ بابا جان کو تو ہوش ہی نہیں جو وہ ایسی بات کر رہے ہیں" حضرت عائشہؓ صدیقہ نے کہا.
حضرت ابوبکرؓ صدیق کے آزاد کردہ غلام حضرت بلالؓ اور حضرت عامرؓ بن فہیرہ بھی ان کے گھر میں ہی رہتے تھے وہ دونوں بھی بخار سے پڑے تھے.
"عامر تمہارا کیا حال ہے؟" حضرت عائشہؓ صدیقہ نے پوچھا.

- "میں تو موت کا مزہ چکھنے سے پہلے ہی مرا ہوا ہوں"
بزدل آدمی کی موت بیٹھے بٹھائے اس کے اوپر سے آگرتی ہے
(اس طرح کہ خطروں میں مبتلا ہو کر وہ بہادرانہ موت نہیں مرسکتا)
ہر آدمی اپنی طاقت کے مطابق بچاؤ کی کوشش کرتا ہے
جس طرح بیل اپنے سینگوں سے اپنی حفاظت کرتا ہے"

عامر نے جواب میں شعر پڑھے.
"واللہ عامر کو تو ہوش ہی نہیں کہ وہ کیا کہہ رہا ہے" صدیقہؓ نے سن کر دکھ سے کہا.
حضرت بلالؓ کا بخار اتر گیا تھا مگر وہ بہت کمزور تھے اور صحن میں چارپائی ڈال کر لیٹ جاتے اور بلند آواز میں مکہ کی یاد میں شعر پڑھتے رہتے.

- "کیا کبھی وہ وقت بھی آئے گا
کہ میں فخ کی وادی میں رات بسر کرسکوں گا
اور میرے چاروں طرف اذفر اور جلیل کی (خوشبودار) گھاس ہوگی
کیا میں کبھی مجنہ کے چشمہ سے پانی پی سکوں گا؟
اور شامہ اور طفیل پہاڑیوں کو اپنی آنکھوں سے دیکھ سکوں گا؟"

مدینہ کے لئے دعا

گھر واپس آکر حضرت عائشہؓ صدیقہ نے رسول اللہ ﷺ کو اپنے والد، حضرت بلالؓ اور عامرؓ کی

حالت کے بارے میں بتایا اور کہا کہ بخار کی شدت میں وہ ایسی بہکی بہکی باتیں کرتے ہیں اور انہیں معلوم ہی نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔

رسول اللہ ﷺ نے سن کر اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی۔

❁ ”اے اللہ! تو ہمارے لئے مدینہ کو بھی ایسا ہی محبوب بنا دے
جیسا تو نے مکہ کو ہمارے لئے پسندیدہ بنایا تھا
بلکہ اس سے بھی زیادہ
اور اس کی آب و ہوا کو صحت بخش بنا دے
اور ہمارے لئے اس کے (مدینہ کے) مد اور صاع (ناپ تول کے پیمانوں)
میں برکت عطا فرما
اور اس کی وباء کو مہیعہ (جحفہ کے قریب ایک مقام) کی جانب
منتقل فرما دے“

مدینہ کی وادی سرسبز و شاداب تھی وہاں فصلیں اگتی تھیں باغات تھے پانی کے جوہڑ تھے۔ ہریالی اور پانی کی وجہ سے وہاں بعض موسموں میں مچھر پیدا ہو جاتے تھے۔ جزیرہ نماء عرب کے خشک صحراؤں اور ریگستانوں میں چونکہ مچھر نہیں ہوتے تھے اس لئے وہاں کے لوگ موسمی بخاری سے واقف نہیں ہوتے تھے اور جب وہ مدینہ آتے تھے تو ان کے بخار میں مبتلا ہو جانے کا خطرہ زیادہ ہوتا تھا' اس لئے جزیرہ نمائے عرب میں مدینہ کا موسمی بخار مشہور تھا۔ مکہ میں بھی چونکہ فصلیں اور باغات نہیں تھے اور پانی کے جوہڑ نہیں ہوتے تھے اس لئے مکہ سے آنے والے مہاجرین بھی مچھروں اور موسمی بخار سے واقف نہیں تھے اس لئے پہلے ہی موسم میں ان میں سے بہت سے بخار میں مبتلا ہوگئے تھے اور اکثر صحابہ کا بخار کی کمزوری سے یہ حال ہوگیا تھا کہ وہ کھڑے ہو کر نماز بھی ادا نہیں کرسکتے تھے اور بیٹھ کر نمازیں ادا کرنے لگے تھے رسول اللہ ﷺ اس موسمی بخار سے محفوظ رہے لیکن اپنے صحابہ کرام کی اس حالت اور بیماری میں ان کے مکہ کو اور اپنے خاندانوں کو یاد کرنے پر آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائی کہ وہ ان کے دلوں میں مدینہ کی محبت ڈال دے اور مدینہ کو موسمی وباؤں سے پاک کر دے۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے نبیؐ کی دعا قبول فرمائی۔

مدینہ میں اس کے بعد پھر کبھی اس شدت سے بخار پھیل جانے کا کوئی واقعہ بیان نہیں کیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ مدینہ اور اہل مدینہ کی خوشحالی کے لئے بھی دعا فرمایا کرتے تھے جب مدینہ کے

باغوں میں پہلا پھل آتا اور پک کر تیار ہوجاتا تو باغوں کے مالک وہ پھل رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کرتے رسول اللہ ﷺ دعا فرماتے:

- ”اے اللہ ہمارے پھلوں میں برکت ڈال دے
ہمارے مدینہ کو برکت والا بنا دے
ہمارے ناپ اور تول کے پیمانوں میں برکت دے
اے اللہ بے شک ابراہیمؑ تیرے بندے خلیل اور نبی تھے
اور میں تیرا بندہ اور تیرا پیغمبر ہوں
اور انہوں نے مکہ کے لئے دعا کی تھی
جس طرح انہوں نے مکہ کے لئے دعا کی تھی
میں تجھ سے مدینہ کے لئے دعا کرتا ہوں
اور اس کے مثل اور اضافہ کے ساتھ“

رسول اللہ ﷺ وہ پھل چھوٹے بچوں میں تقسیم کروا دیا کرتے تھے۔

حضرت رقیہؓ کی وفات

رسول اللہ ﷺ ایک قبر کے سرہانے تشریف فرما تھے۔ حضرت فاطمہؓ آپؐ کے پاس بیٹھی تھیں ان کی آنکھوں سے آنسوں رواں تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کے آنسوں پونچھے اور انہیں تسلی دی۔ یہ قبر رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت رقیہؓ کی تھی۔ آپؐ بدر کے لئے روانہ ہوئے تو حضرت رقیہؓ بیمار تھیں۔ آپؐ نے (ان کے شوہر) حضرت عثمانؓ بن عفان کو حکم دیا کہ وہ مدینہ میں رہیں اور حضرت رقیہؓ کی دیکھ بھال کریں۔ حضرت اسامہؓ بن زیدؓ کو بھی آپ نے پیچھے چھوڑ دیا۔ آپؐ لشکر لے کر بدر تشریف لے گئے۔ حضرت عثمانؓ غنی حضرت رقیہؓ کا علاج کرواتے رہے مگر کوئی افاقہ نہ ہوا جب حضرت زیدؓ بن حارثہ بدر میں اہل توحید کی فتح کی خبر لے کر مدینہ پہنچے تو حضرت رقیہؓ کو دفن کیا جارہا تھا ایک طرف اتنی عظیم کامیابی کی خوشی اور دوسری طرف حضرت رقیہؓ کی موت کا دکھ تھا۔

حضرت رقیہؓ رسول اللہ ﷺ کی دوسری صاحبزادی تھیں۔ ان کی شادی مکہ میں ہوئی تھی۔ اسلام کے لئے انہوں نے اپنے خاوند حضرت عثمانؓ بن عفان کے ساتھ پہلے حبشہ ہجرت کی اور پھر مدینہ۔ سیدہ خدیجہؓ کی وفات کے بعد رسول اللہ ﷺ کے گھر میں یہ پہلا دکھ تھا حضرت فاطمہؓ کے

لئے اپنی بہن سے جدائی کا دکھ بہت بڑا دکھ تھا حضرت رقیہؓ نے اپنے پیچھے ایک بیٹا عبداللہ چھوڑا۔ مدینہ کی خواتین بدر میں شہید ہونے والوں کے لئے رو رہی تھیں۔ حضرت عمر فاروقؓ نے اس پر ناراضگی کا اظہار کیا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "عمر انہیں رونے دو"

پھر آپؐ نے فرمایا "رونا جو دل اور آنکھ سے آئے وہ اللہ کی طرف سے اور رحمت ہے اور زبان اور ہاتھ سے جو کچھ آتا ہے وہ شیطان کی طرف سے ہے"

اسلام سے پہلے عرب معاشرے میں خواتین اپنے عزیزو اقارب کی موت پر ماتم کیا کرتی تھیں، وہ بین کرتی تھیں، سینہ کوبی کے ساتھ ساتھ اپنے بال نوچ لیتی تھیں اور چہرے پیٹا کرتی تھیں "زبان اور ہاتھ سے جو کچھ آتا ہے" سے رسول اللہ ﷺ کی مراد اسی قسم کا ماتم تھا۔

سیدہ فاطمہؓ کی شادی

"آپ کو معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے پاس فاطمہؓ کے رشتہ کے پیغام آرہے ہیں" حضرت علی کی کنیز نے ان سے پوچھا۔

"مجھے تو کچھ معلوم نہیں" انہوں نے جواب دیا۔

"رسول اللہ کے پاس پیغام آ رہے ہیں آپؐ بھی رسول اللہ کے پاس درخواست لے کر جائیں وہ فاطمہؓ کی شادی آپ سے کردیں گے" کنیز نے مشورہ دیا۔

"مگر میرے پاس تو شادی کے خرچ کے لئے کچھ بھی نہیں" حضرت علیؓ نے جواب دیا۔

حضرت علیؓ فرماتے ہیں کہ میری کنیز نے بار بار مشورہ دیا تو ایک روز میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش ہو گیا مگر آپؐ کے رعب اور خوف کی وجہ سے خاموش بیٹھ گیا، منہ سے کچھ بھی نہ کہہ سکا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کیسے آئے ہو، کیا کوئی ضرورت ہے؟؟"

میں پھر بھی خاموش رہا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "شاید تم فاطمہؓ کے لئے پیغام لے کر آئے ہو"

میں نے عرض کیا "جی ہاں"

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا "کیا تمہارے پاس مہر ادا کرنے کے لئے کچھ ہے؟؟"

میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ میرے پاس تو کچھ بھی نہیں"

رسول اللہ ﷺ نے پوچھا "وہ جو ایک زرہ میں نے تم کو دی تھی وہ کیا ہوئی؟؟"

میں نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ وہ تو میرے پاس موجود ہے"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "وہی زرہ مہر میں پیش کر دو"(2)
رسول اللہ ﷺ نے اپنی لخت جگر کا نکاح حضرت علیؓ سے کر دیا اور حضرت علیؓ نے وہ زرہ مہر میں حضرت فاطمہؓ کو پیش کردی۔ رخصتی نکاح کے کچھ عرصہ بعد عمل میں آئی رسول اللہ ﷺ نے حضرت فاطمہؓ کو نئے گھر کی ضروریات کے لئے جہیز میں ایک حاشیہ والی چادر پانی کے لئے ایک مشکیزہ اور چمڑے کا ایک تکیہ جس میں اذفر بھری ہوئی تھی دیا رخصتی سے پہلے حضرت عائشہؓ صدیقہ حضرت ام ایمنؓ اور حضرت ام سلمہؓ حضرت علیؓ کے گھر تشریف لے گئیں انہوں نے گھر کی صفائی کی کھردرے فرش پر نرم مٹی منگوا کر بچھا دی اور عروسیؓ کا بستر تیار کیا۔
اگلے روز حضرت علیؓ نے ایک دنبہ ذبح کرکے ولیمہ کی دعوت کی۔ آپ کے پھوپھی زاد حضرت ابو سلمہؓ نے دعوت ولیمہ پر اپنے پلے سے خرچ کیا' انصار نے پھلوں اور کھجوروں کے تحفے دیئے' حضرت عائشہؓ صدیقہ نے مہمانوں کے لئے خوشبو دار شربت تیار کیا اور کھانے کے بعد ان کو کھجوریں پیش کی گئیں۔

اور ابو سائبؓ رخصت ہو گئے

ندا دینے والے نے کہا "مدینہ والو! ابو سائبؓ اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے" اہل توحید نے سنا تو رو دیئے' مدینہ میں کوئی آنکھ نہ تھی جو نمناک نہ ہوئی۔ رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا تو آپؐ افسردہ ہوگئے۔ صحابہ کرام کے ہمراہ اُم العلا کے ہاں تشریف لے گئے ہجرت کے بعد سے ابو سائبؓ ان کے ہاں مقیم تھے اور وہیں فوت ہوئے تھے جنازہ تیار ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کی پیشانی کو بوسہ دیا حضرت عائشہؓ صدیقہ بھی وہاں تھیں وہ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں سے بہنے والے آنسوؤں سے ابو سائبؓ کے رخسار بھیگ گئے تھے آپؐ نے فرمایا "ابو سائبؓ میں تم سے جدا ہو تاہوں تم دنیا سے اس طرح جارہے ہو کہ دامن پر دنیا کا معمولی داغ بھی نہیں"
جو کوئی بھی وہاں موجود تھا سسکیاں لے رہا تھا اور ابو سائبؓ کی مغفرت کے لئے دعا کر رہا تھا۔
حضرت ابو سائب کا نام عثمان بن مظعون تھا وہ ان اہل توحید میں سے تھے جنہوں نے دار ارقم کے زمانے سے بھی بہت پہلے اسلام قبول کیا تھا اور دین کے لئے مصائب برداشت کئے تھے۔
حضرت عثمان بن مظعون نے حبشہ کی طرف دونوں ہجرتوں میں حصہ لیا تھا اور اپنے سارے اہل و عیال کے ہمراہ مدینہ کے لئے سفر ہجرت اختیار کیا تھا۔ وہ اسلام قبول کرنے سے پہلے بھی ہمیشہ شراب

سے الگ رہے انہوں نے کہا "میں کوئی ایسی چیز نہ پیئوں گا جس کے پینے سے میری عقل کام نہ کرے اور اس بنا پر ادنیٰ لوگ مجھ پر ہنسیں اور مجھے ماں بہن کی تمیز نہ رہے" اور نشہ اپنے لئے حرام کر لیا تھا۔ وہ اتنے حیا دار تھے کہ اپنی بیوی کے سامنے بھی اپنا ستر کھولنا پسند نہیں کرتے تھے۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "عثمان اللہ تعالیٰ نے انہیں تمہارا لباس بنایا ہے اور تمہیں تمہاری بیویوں کا لباس بنایا ہے"
"یا رسول اللہ ﷺ آپؐ ایسا کرتے ہیں؟"
"ہاں"
"تو پھر میں بھی ایسا کروں گا" انہوں نے کہا تھا۔
وہ پلٹ گئے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "ابن۔مظعون بڑا حیا دار ہے"
انہوں نے ہمہ وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مصروف رہنے کے لئے گھربار بیوی بچوں کو چھوڑنے کی اجازت چاہی تو آپؐ نے فرمایا "کیا تمہارے لئے میرا عمل عمدہ نمونہ نہیں؟ میں بیویوں کے پاس جاتا ہوں، گوشت کھاتا ہوں، روزہ رکھتا بھی ہوں اور نہیں بھی رکھتا"
رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا کہ عثمان ساری ساری رات عبادت میں مصروف رہتا ہے تو آپؐ نے فرمایا "تمہاری آنکھوں کا بھی تم پر حق ہے تمہارے جسم کا بھی تم پر حق ہے تمہاری بیوی کا بھی تم پر حق ہے نماز بھی پڑھو، سویا بھی کرو، روزہ بھی رکھو"
حضرت عثمانؓ بن مظعون کا جنازہ اٹھایا گیا تو ایک خاتون نے کہا "اے ابو سائبؓ تمہیں جنت مبارک ہو"
رسول اللہ ﷺ نے سنا تو پوچھا "تمہیں کس نے بتایا ہے؟"
"یارسول اللہ آپؐ کے صحابیؓ جو ہیں" اس خاتون نے عرض کیا۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "واللہ ہم ان کے بارے میں خیر کے سوا کچھ نہیں جانتے"
پھر آپ نے فرمایا "اس بارے میں تمہارا یہ کہنا کافی ہے کہ وہ اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتے تھے"
حضرت عثمان بن مظعون کو بقیع میں دفن کیا گیا ان کے بھائیوں عبداللہ بن مظعون، قدامہؓ بن مظعون اور بیٹے سائبؓ نے انہیں قبر میں اتارا، رسول اللہ ﷺ قبر کے پاس کھڑے نگرانی فرماتے رہے قبر پر مٹی درست ہو چکی تو آپؐ کے حکم پر وہاں نشانی مقرر کر دی گئی۔ آپؐ نے فرمایا آئندہ اہل توحید کو اس جگہ کے قریب دفن کیا جائے"

حضرت عثمان بن معفون نے جنگ بدر کے بعد ہجرت کے تیسویں ماہ وفات پائی(3) انہوں نے جنگ بدر میں بھی شرکت کی تھی وہ حضرت عمر فاروقؓ کی بیوی زینبؓ کے بھائی تھے۔

حضرت خنیسؓ کی وفات

حضرت عثمان بن مظعون کی وفات کے تھوڑا ہی عرصہ بعد حضرت عمر فاروقؓ اور مسلمانوں کو ایک اور صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ حضرت عمر فاروقؓ کی صاحبزادی حضرت حفصہؓ کے خاوند حضرت خنیسؓ مدینہ میں وفات پا گئے(4) حضرت خنیسؓ بھی ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے۔ انہوں نے مدینہ کے لئے ہجرت سے پہلے اسلام کی خاطر حبشہ کی طرف بھی ہجرت کی تھی مدینہ میں وہ حضرت رفاعہؓ ابن عبدالمنذر کے ہاں اترے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے اور حضرت ابی عبس بن جبر کے درمیان مواخات کا رشتہ قائم فرمایا تھا۔ حضرت خنیسؓ جنگ بدر میں شریک ہوئے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کا جنازہ پڑھایا اور انہیں حضرت عثمان بن مظعون کی قبر کے کنارے بقیع میں دفن کیا گیا۔

حضرت خنیسؓ کی کوئی اولاد نہیں تھی۔

نسب یہ ہے، خنیس بن حذافہ بن قیس بن عدی بن سعد بن سہم بن عمرو بن لوی

عمرؓ اور عثمانؓ پر التفات

حضرت عمر فاروقؓ ایک دن رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور اللہ کے رسولؐ سے حضرت ابو بکرؓ صدیق اور حضرت عثمانؓ غنی کی شکایت کی اور اللہ کے رسولؐ کو بتایا کہ انہوں نے حضرت ابو بکر صدیقؓ کو حفصہؓ سے شادی کرنے کو کہا تھا مگر انہوں نے اس انداز میں جواب دیا کہ اس کا مطلب انکار تھا۔ اس کے بعد انہوں نے حضرت عثمان غنیؓ سے کہا کہ وہ حفصہؓ سے نکاح کر لیں مگر وہ بھی نہیں مانے داماد کی موت، بیٹی کی بیوگی اور حضرت ابو بکرؓ اور حضرت عثمانؓ کی طرف سے نکاح سے معذرت کی وجہ سے وہ بہت افسردہ تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان کی شکایت سنی اور کچھ جواب نہیں دیا۔ ایسے محسوس ہوتا تھا جیسے اللہ کے رسولؐ پر حضرت عمر فاروقؓ کی شکایت اور دکھ کا بہت زیادہ اثر ہوا تھا کچھ دیر خاموشی کے بعد آپؐ نے حضرت عمرؓ سے فرمایا "دل گرفتہ نہ ہوں اللہ حفصہؓ کو عثمان سے بہتر شوہر دے گا اور عثمان کو حفصہؓ سے بہتر بیوی ملے گی"

حضرت عمرؓ خوش ہو گئے اللہ کے رسولؐ نے خود ان کی بیٹی سے نکاح کرنے کا ارادہ ظاہر کر دیا تھا

اور کسی بھی مسلمان کے لئے یہ بہت بڑا اعزاز تھا جس کسی نے بھی سنا خوش ہو گیا۔ مدینہ کے مسلمانوں نے خاص طور پر اظہار مسرت کیا۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنی صاحبزادی ام کلثومؓ کا نکاح حضرت عثمانؓ سے کردیا اور جب حضرت عائشہؓ اور حضرت سودہؓ کے حجروں کے پاس ایک اور حجرہ تیار ہو گیا تو آپؐ نے حضرت حفصہؓ سے خود نکاح کر لیا۔ حضرت حفصہؓ مدینہ کی ان چند خواتین میں سے تھیں جو لکھنا پڑھنا جانتی تھیں ان کا حافظہ بہت اچھا تھا۔ ام المومنین حضرت حفصہ رضی اللہ عنہا کا شمار اہل دانش میں ہوتا تھا۔ نکاح کے وقت ان کی عمر بائیس سال تھی۔ حضرت سودہؓ اور حضرت عائشہؓ صدیقہ نے ان کا گرم جوشی سے استقبال کیا۔

اسی سال اللہ تعالیٰ نے حضرت علیؓ اور حضرت فاطمہؓ کو ایک فرزند عطا فرمایا جس کا نام حسنؓ رکھا گیا۔

حواشی / حوالہ جات

-1 ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کی عمر کے بارے میں ہمارے سیرت نگاروں اور مفسرین کرام نے روایات کو نقل کرتے وقت کبھی تجسس اور تحقیق سے کام لینے کی زحمت گوارا نہیں کی. امام بخاری ﷫ نے حضرت عائشہ صدیقہؓ کے حوالے سے روایت بیان کی ہے (اور صحاح میں بھی یہی درج ہے) کہ حضورؐ سے نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ کی عمر چھ سات سال تھی. اس روایت کے بیان کے بعد جملہ مفسرین کرام اسی روایت کو آنکھیں بند کرکے دہرانے لگے اگرچہ وہ ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ اس سے پہلے حضرت عائشہ کی منگنی مطعم بن عدی کے بیٹے جبیر سے ہو چکی تھی. رسول اللہ ﷺ کی طرف سے حضرت عائشہؓ کے رشتہ کا پیغام ملنے پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے کہا میں پہلے مطعم سے پوچھ لوں کیونکہ میں رشتہ کرچکا ہوں حضرت ابوبکر صدیقؓ مطعم کے گھر گئے ان سے شادی کے بارے میں پوچھا تو اس کی بیوی نے کہا "اگر اس کی تمہارے ہاں شادی ہو گئی تو تم اسے بھی بے دین بنا لو گے" حضرت ابوبکر صدیقؓ نے مطعم سے پوچھا کیا تمہارا بھی یہی خیال ہے؟ اس نے جواب دیا "ہاں" اس پر حضرت ابوبکر صدیقؓ نے رشتہ ختم کر دیا اور گھر واپس آکر رسول اللہ ﷺ کو پیغام بھیجا اور آپؐ سے حضرت عائشہؓ کا نکاح کر دیا۔

مطعم کے بیٹے جبیر کی عمر اس وقت کتنی تھی؟ قریش مکہ کی پارلیمنٹ (ندوہ) کے اجلاس میں کوئی ایسا شخص شرکت نہیں کر سکتا تھا جس کی عمر چالیس سال سے کم ہو اور قریش کی پارلیمنٹ کے اس اجلاس میں جبیر بن مطعم بھی موجود تھا جس میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قتل کرنے کی متفقہ قرار داد منظور کی گئی تھی یہ اجلاس حضرت عائشہؓ صدیقہ سے رسول اللہ ﷺ کے نکاح کے زیادہ سے زیادہ ایک سال بعد ہوا تھا گویا رسول اللہ ﷺ سے حضرت عائشہؓ صدیقہ کے نکاح کے وقت جبیر کی عمر کسی بھی طرح سے 39 سال سے کم نہ تھی. تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا قریش مکہ چھ سال (روایت کے مطابق) کی عمر میں اپنی بچیوں کی شادیاں کر دیا کرتے تھے؟ اور کیا قریش مکہ کی کابینہ کے معزز رکن ابوبکر صدیقؓ کو کوئی رشتہ نہیں مل سکتا تھا کہ انہوں نے چھ سال کی بیٹی کا رشتہ 39 سال کے جبیر سے کر دیا تھا اور پھر اسی عمر میں شادی بھی کرنے چلے تھے؟ یہ بات کسی طرح بھی عقل اور اصول کے کسی معیار پر پوری نہیں اترتی۔

اسی روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عائشہؓ صدیقہ کی اس وقت بھی عمر اتنی تھی جس عمر میں قریش مکہ اپنی بیٹیوں کی شادیاں کر دیا کرتے تھے اور چھ سال کی بیٹی کی وہ 39 سال کے آدمی سے "یقیناً" شادی نہیں کرتے ہوں گے۔

امام بخاری نے حضرت عائشہؓ صدیقہ سے ہی جو روایت بیان کی ہے اس میں فرماتے ہیں کہ رخصتی کے وقت حضرت عائشہ صدیقہؓ کی عمر نو سال تھی اس حساب سے نکاح کے تین سال بعد رخصتی ہونا چاہئے تھی لیکن امام احمد کی روایت ہے جسے امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے کہ حضرت عائشہؓ صدیقہ کی

رخصتی ہجرت کے سات یا آٹھ ماہ بعد ہوئی تھی تو گویا اگر نکاح کے وقت حضرت عائشہؓ صدیقہ کی عمر چھ سال تھی تو رخصتی کے وقت سات سال آٹھ ماہ بنتی ہے اگر سات سال مان لیں تو آٹھ سال آٹھ ماہ بنتی ہے پورے نو سال پھر بھی کسی حساب سے بھی نہیں بنتی پھر مفسرین کرام اور سیرت نگار رخصتی کے وقت حضرت عائشہؓ صدیقہ کے ہاتھ میں گڑیا بھی پکڑا دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ وہ سہیلیوں کے ساتھ گڑیوں سے کھیل رہی تھیں اور جھولا جھول رہی تھیں اور انہیں جیسے شادی کے بارے میں کچھ پتہ تھا نہ رخصتی وغیرہ کے بارے میں کچھ جانتی تھیں کہ کیا ہوتی ہے اور اس کی ماں نے بال سنوار کر حضورؐ کے ساتھ بھیج دیا تھا. لیکن ان ہی روایات میں جو باقی تفصیلات دی گئی ہیں وہ آٹھ سال آٹھ ماہ کی بچی کو پوری یاد ہیں اور بڑی تفصیل سے یاد ہیں.

معلوم نہیں کیوں ہمارے سیرت نگار اور مفسرین کرام حسن عقیدت میں ناقابل یقین اور ناقابل عمل باتوں کو نہ صرف مان لیتے ہیں بلکہ صدیوں سے دہراتے آ رہے ہیں اور غیر مسلموں کو مذاق اڑانے کا جواز فراہم کرتے جا رہے ہیں اور عقل سے ان روایات کا جائزہ لینے کی کوئی بھی کوشش نہیں کرتا. سب ہی اس روایت کو بھول جاتے ہیں جس میں حضرت عائشہؓ صدیقہ کی عمر رخصتی کے وقت سترہ سال بتائی گئی ہے. (مزید تفصیل کے لئے دیکھیں "الامین" جلد اول)

2- ابن کثیر' سیرۃ النبیؐ جلد اول' مکتبہ قدوسیہ لاہور 1996ء' صفحہ 646

3- ابن سعد نے حضرت عثمان بن مظعون کی وفات کی تاریخ ہجرت کا تیسواں مہینہ لکھی ہے. (طبقات جلد سوم' نفیس اکادمی کراچی' 336) لیکن حضرت خنیسؓ کی وفات کا وہ ہجرت کا پچیسواں مہینہ لکھتے ہیں اور کہتے ہیں کہ انہیں عثمان بن مظعون کی قبر کے کنارے دفن کیا گیا تھا. (طبقات' جلد سوم' نفیس اکادمی کراچی' صفحہ 333) طالب ہاشمی نے حضرت عثمانؓ بن مظعون کی وفات کی تاریخ اواخر 2 ہجری درج کی ہے. (تیس پروانے شمع رسالت کے' مکتبہ چراغ اسلام لاہور' 1978ء' صفحہ 193) اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ طبقات میں کتابت کی غلطی کی وجہ سے 23 ویں ماہ کی بجائے تیسواں لکھا گیا ہے.

4- ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے ام المومنین حضرت حفصہؓ کے ذکر میں لکھا ہے کہ "ان کے شوہر جنگ احد میں شہید ہو گئے تھے" (نقوش رسولؐ نمبر' جلد دوم' دسمبر 1982ء صفحہ 165) مگر جنگ احد کے شہیدوں کی جو فہرستیں قدیم ماخذوں میں دی گئی ہیں ان میں سے کسی میں بھی حضرت خنیسؓ کا نام شامل نہیں.

- سید امیر علی صاحب نے ام المومنین حفصہؓ کے ذکر میں لکھا ہے:

"THE GOOD LADY LOST HER HUSBAND AT BADR"

(The Spirit of Islam, Lahore, P: 234)

"معزز خاتون نے جنگ بدر میں اپنے خاوند کو کھو دیا تھا"

- پیر کرم شاہ الازہری لکھتے ہیں کہ حضرت خنیس جنگ احد میں زخمی ہو گئے تھے انہی زخموں سے بعد میں وفات پا گئے تھے. (ضیاء النبیؐ جلد سوم لاہور 1413 ہجری' 573)

- مولانا محمد ادریس بھوجیانوی لکھتے ہیں "خنیسؓ غزوہ احد میں نہایت بہادری سے لڑے اور زخمی ہو گئے تھے انہی زخموں سے وفات پا گئے" (خاندان نبوتؐ' مکتبہ رحمانیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ' 1993' صفحہ 526)

● علامہ شبلی نعمانی نے لکھا ہے "حضرت حفصہؓ غزوہ بدر میں بیوہ ہو گئی تھیں" (سیرۃ النبیؐ جلد اول' الفیصل لاہور 1991' صفحہ 234)

● قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے لکھا ہے "خنیس نے احد میں زخمی ہو کر مدینہ میں وفات پائی" (رحمت اللعالمین' جلد دوم' الفیصل لاہور 1991' صفحہ 160)

● مارٹن لنگز نے لکھا ہے "بدر سے واپسی پر عمرؓ کے خاندان کو دو صدمے برداشت کرنے پڑے پہلے ان کے داماد خنیسؓ وفات پا گئے۔

(Muhammad (ﷺ) His Life based on the earliest sources, P:164)

وہ مزید لکھتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے جنگ بدر کا ایک سال مکمل ہونے سے تھوڑا عرصہ پہلے حفصہؓ سے نکاح کیا تھا (صفحہ 165) گویا رسول اللہ ﷺ نے جنگ احد سے پہلے ہی ام المومنین حضرت حفصہ سے نکاح کر لیا تھا اور بقول مارٹن لنگز' یہ نکاح خنیسؓ کی موت کے چار ماہ بعد ہوا تھا۔

مارٹن لنگز کے مطابق حضرت خنیسؓ نہ تو بدر میں شہید ہوئے تھے نہ ہی احد میں شہید یا زخمی ہوئے تھے۔ امام ابن کثیر کے مطابق حضرت ام کلثومؓ کا حضرت عثمانؓ سے نکاح ربیع الاول تین ہجری میں ہوا تھا۔ (سیرت النبیؐ جلد دوم' مکتبہ قدوسیہ لاہور صفحہ 94) سارے ہی سیرت نگاروں نے جن میں وہ بھی شامل ہیں جنہوں نے حضرت خنیسؓ کو جنگ احد میں شہید یا زخمی کرایا ہے' لکھا ہے کہ حضرت عمرؓ نے اپنے داماد خنیسؓ کی وفات کے بعد حضرت حفصہؓ کا رشتہ پہلے حضرت عثمانؓ کو پیش کیا تھا مگر انہوں نے کہا تھا کہ میرا ابھی شادی کرنے کا کوئی ارادہ نہیں اس کے بعد حضرت عمرؓ نے رسولؐ اللہ سے ان کے انکار کا ذکر کیا تھا۔ اب جنگ احد شوال 3 ہجری میں ہوئی تھی اور تین ہجری کا ربیع الاول ماہ شوال سے کافی عرصہ پہلے گزر چکا تھا اس طرح ابن سعد نے حضرت خنیسؓ کی وفات کا جو مہینہ (ہجرت کا پچیسواں ماہ) لکھا ہے۔ (طبقات جلد سوم' نفیس اکادمی کراچی' صفحہ 333) وہی تاریخ درست معلوم ہوتی ہے۔ ہمارے علماء کرام کی باریک بینی کی صرف ایک مثال دیکھیں' مولانا محمد ادریس بھوجیانوی نے اپنی تصنیف "خاندان نبوت" کے صفحہ 526 کی دوسری سطر میں لکھا ہے کہ خنیسؓ احد میں بہادری کے جوہر دکھاتے ہوئے زخمی ہو گئے تھے اور انہی زخموں کی وجہ سے مدینہ میں وفات پا گئے تھے اسی صفحہ کی تیرھویں سطر میں وہ لکھتے ہیں کہ "حضرت حفصہؓ کا نکاح ثانی شعبان 3ھ میں رسولؐ اللہ سے ہوا" گویا حضرت خنیس کی وفات سے بھی پہلے؟

تحویلِ قبلہ

دین تو وہی تھا جس کی تبلیغ کے لئے حضرت ابراہیمؑ نے دو مرکز قائم کئے تھے ' ایک فلسطین میں اور دوسرا جزیرہ نمائے عرب کی وادی "غیر ذی زرع" میں اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے اس دین (دین حنیف) کی تکمیل کا مشن سونپا تھا جب اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت ابراہیمؑ اپنے بیٹے اسماعیلؑ کو ساتھ لے کر مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں اللہ تعالیٰ کا پہلا برکت والا گھر تعمیر کر رہے تھے جو سارے جہان والوں کے لئے مرکز ہدایت تھا(۱) تو آپؑ دوران تعمیر دعا کرتے رہتے تھے۔

"پروردگارا! اس شہر (مکہ) کو پر امن شہر بنا دے
اور مجھ کو اور میری اولاد کو بت پرستی سے بچا
اے پروردگار ان بتوں نے بہت سے لوگوں کو گمراہ کیا ہے
سو جو کوئی میرے طریقے کی پیروی کرے وہ میرا ہے
اور جو میرے طریقے سے پھر جائے تو تو یقیناً غفور اور رحیم ہے
پروردگار میں نے اپنی نسل کے ایک حصہ کو
تیرے اس عزت والے گھر کے پاس
اس بے آب و گیاہ وادی میں لا بسایا ہے
تاکہ اے پروردگار یہ نماز قائم کریں
پس تو لوگوں کے دلوں میں ایسا شوق ڈال
کہ وہ اس کی طرف کھینچ کھینچ کر آئیں
اور ان کو پھلوں سے رزق پہنچا

امید ہے کہ یہ شکر گزار بنیں گے" - (14: 35 تا 37)
اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کی دعا قبول فرمائی مکہ جیسا پر امن شہر دنیا میں کبھی بھی کہیں اور موجود نہیں رہا پھر اللہ تعالیٰ نے آپؑ کے فرزند حضرت اسماعیلؑ کو نبوت سے سرفراز فرمایا اور وہ اس مرکز سے دین حنیف کی تبلیغ کرتے رہے وہ بت پرستی سے لوگوں کو روکتے رہے اسماعیلؑ ان کی آل اور دین حنیف کے ماننے والے نمازیں پڑھتے رہے لوگوں کے دلوں میں اس شہر کے لئے اس قدر شوق پیدا ہو گیا کہ وہ پیدل اور دور دراز مقامات سے دبلی اونٹنیوں پر سوار ہو کر مکہ آنے لگے۔
اس طرح مکہ میں تعمیر کیا جانے والا وہ گھر زمین پر سارے جہانوں کے لئے پہلا مرکزِ ہدایت تھا فلسطین میں حضرت ابراہیمؑ نے مرکز توحید تو قائم کیا مگر وہاں پر اس طرح کا کوئی "گھر" یا کعبہ تعمیر نہیں کیا تھا یہودی اور عیسائی جس بیت المقدس کو اپنا مرکز قرار دیتے ہیں وہ مکہ میں بیت اللہ کی تعمیر کے ایک ہزار دو سو بتیس (1,232) سال بعد حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں تعمیر کیا گیا تھا(2) تب تک کرہ ارض پر مسجد حرام ہی واحد قبلہ تھا تو جو کوئی جہاں بھی نماز پڑھتا تھا اسی طرف رخ کرتا ہو گا۔
اس لحاظ سے قرآن مجید کے مطابق دین حنیف کا قبلہ اول مکہ میں بیت اللہ ہی ہے۔
حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ نے بیت اللہ کی تعمیر کے دوران اللہ تعالیٰ سے یہ بھی دعا کی تھی:

- "اے ہمارے رب
تو ان لوگوں میں
خود انہی میں سے ایک ایسا رسول اٹھائیو
جو انہیں تیری آیات سنائے
ان کو کتاب اور حکمت کی تعلیم دے
اور ان کی زندگیاں سنوارے"

اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی یہ دعا بھی قبول فرمائی اور بیت اللہ کی تعمیر کے تقریباً دو ہزار چھ سو سال بعد نبی آخر زماں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو اسی شہر میں اور اس قوم میں معبوث فرمایا۔ حضرت اسماعیلؑ کثیر الاولاد تھے اپنی پوری زندگی میں وہ دین حنیف کی تبلیغ کرتے رہے تھے ان کی وفات کے بعد ان کی آل سارے جزیرہ نمائے عرب میں پھیل گئی تھی اس طرح دین حنیف، اور آل ابراہیمؑ کا وہ حصہ جس کو ابراہیمؑ نے مکہ کی وادی غیر ذی زرع میں بسایا

تھا دور دراز تک پھیل گیا تھا آل حنیف اور دین حنیف کے ماننے والے جہاں کہیں بھی تھے ان سب کا دینی مرکز مکہ اور بیت اللہ رہے اس مرکز سے ان کی وابستگی کا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ جب روزگار کی مجبوریوں کے تحت انہیں مکہ سے کہیں دور جانا پڑتا تھا تو وہ اس کی پہاڑیوں سے ایک پتھر اٹھا کر ساتھ لے جاتے تھے اور اس کا طواف تک کرنے لگے تھے اس طرح مکہ اور بیت اللہ جزیرہ نمائے عرب کے باسیوں کا دینی تہذیبی اور قومی مرکز بن گیا تھا یہ ان کی قومی شناخت کا سب سے بڑا نشان تھا اور سارے عربوں کے دل اس کے ساتھ بندھے ہوئے تھے ابراہیمؑ کی اولاد کا وہ حصہ جسے وہ مکہ میں بسا گئے تھے کبھی کسی بادشاہ یا شہنشاہ کا محکوم نہیں ہوا ارض فلسطین میں آباد ابراہیمؑ کی اولاد محکوم بھی رہی اور صدیوں غلامی اور بے وطنی کی بندھنوں میں بھی جکڑی رہی لیکن آل اسماعیلؑ ہمیشہ آزاد رہی اس کا دینی مرکز ہمیشہ آباد اور آزاد رہا یروشلم اور اس میں موجود ہیکل سلیمانی کئی بار برباد اور آباد ہوا لیکن اللہ تعالیٰ نے مکہ اور بیت اللہ کی ہمیشہ حفاظت کی کبھی کوئی بادشاہ شہنشاہ یا حاکم وہاں تک نہ پہنچ سکا۔

آل اسماعیلؑ اور عربوں کو اس آزادی پر فخر تھا۔ اس وجہ سے بھی بیت اللہ انہیں بہت ہی عزیز تھا جب وہ بت پرست تھے تب بھی بیت اللہ کا حج اور طواف ان کی سب سے بڑی عبادت تھی جزیرہ نمائے عرب کے صحراؤں اور ریگستانوں میں آباد بدو قبائل کسی قانون اور ضابطہ کے پابند نہیں تھے لیکن بیت اللہ کی طرف اور اس سے واپسی کے سفر کے مہینوں کا احترام ان کے سب سے پختہ مذہبی عقائد میں شامل ہوتا تھا بیت اللہ کے مسافروں کا احترام وہ اپنا دینی فرض سمجھتے تھے۔ جزیرہ نمائے عرب میں درجنوں بتوں کی پوجا کی جاتی تھی مگر بتوں کے اختلاف کے باوجود بیت اللہ ان سب کا مشترکہ مذہبی مرکز تھا اس تعلق کو کوئی بھی اور رشتہ، تعلق اور عقیدہ متاثر نہیں کر سکا تھا۔

رسول اللہ ﷺ جب تک مکہ میں رہے کعبہ کی طرف رخ کرکے نماز ادا فرماتے رہے مکہ میں رہنے والے مسلمان بھی نماز فرض ہونے کے بعد سے ہجرت تک کعبہ کی طرف رخ کرکے ہی نماز پڑھا کرتے تھے۔(3) مکہ میں واقع کعبہ کی طرف رخ کرکے نمازیں ادا کرنے کا اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہیں تھا اس کا سبب آل اسماعیلؑ کی صدیوں کی روایت اور اس گھر سے ان کا تعلق تھا(4) لیکن مدینہ ہجرت کے بعد مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نمازیں ادا کرنے لگے یہ تبدیلی اللہ تعالیٰ کی منشاء کے تحت ہوئی(5) اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے:

- "جس قبلہ پر تم پہلے تھے

اسے ہم نے اس لئے قبلہ ٹھہرایا تھا
کہ ہم ان لوگوں کو جو رسول کی پیروی کرتے ہیں
ان لوگوں سے ممتاز کردیں جو
الٹے پاؤں پھر جانے والے ہیں" -- (143:2)

یہ آیت بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کو مسلمانوں کا قبلہ مقرر کرنے سے متعلق آیات میں سے ہے اور "جس قبلہ پر تم پہلے تھے" سے مراد بیت المقدس ہے جس کی طرف مدینہ میں مسلمان رخ کرکے نمازیں ادا کرتے تھے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے حرم کعبہ کو قبلہ قرار دینے سے پہلے)

وہ "گھر" جو حضرت ابراہیمؑ نے مکہ مکرمہ میں تعمیر کیا تھا سارے عربوں کی قومی اور نسلی شناخت تھا ان عربوں کی بھی جو بت پرست تھے اور اس گھر پر قابض تھے اور ان عربوں کی بھی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعوت دل و جان سے قبول کرلی تھی سب کے دل اس گھر سے بندھے ہوئے تھے لیکن اللہ تعالیٰ اسلام قبول کرنے والوں کی پہچان بت پرست عربوں سے الگ کرنا چاہتے تھے اسی امتیاز کی خاطر انہیں حکم دیا گیا کہ اب تم بیت المقدس کی طرف رخ کرکے اپنی نمازیں ادا کیا کرو خاندان، قبیلے اور خون کے رشتوں کو ترک کردینے کی آزمائشوں کے بعد اللہ تعالیٰ انہیں اس قومی شناخت والے گھر سے رخ موڑ لینے کی آزمائش پر بھی پرکھنا چاہتے تھے اور جو کوئی اس آزمائش پر پورا نہیں اتر سکتے تھے (الٹے پاؤں پھر جانے والے) مسلمانوں کو ان سے ممتاز کرنا چاہتے تھے۔

اللہ تعالیٰ نے حکم دیا تو مسلمان اس آزمائش پر بھی پورے اترے وہ بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نمازیں ادا کرنے لگے مگر یہ تبدیلی ایک وقتی تبدیلی تھی آزمائشی مرحلہ تھا چونکہ اللہ تعالیٰ کا "پہلا برکت والا گھر" تو بیت اللہ ہی تھا جو حضرت ابراہیمؑ کی تعمیر سے بھی پہلے سے حضرت آدمؑ کے وقت سے اللہ تعالیٰ کا گھر چلا آتا تھا بیت المقدس تو حضرت سلیمانؑ کے زمانے میں وجود میں آیا تھا' حضرت ابراہیمؑ کی آل کے اس حصہ سے تعلق رکھنے والے انبیاء کرام کس رخ منہ کرکے نمازیں ادا کیا کرتے تھے' اس بارے میں یقین سے کچھ نہیں کہا جا سکتا صرف اتنا پتہ چلتا ہے کہ بابل میں بخت نصر کی قید کے دوران حضرت دانیال دن میں تین بار یروشلم کی طرف رخ کرکے نماز ادا کیا کرتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سفر معراج کی پہلی منزل بیت المقدس تھی وہاں پر آپؐ نے مسجد اقصیٰ میں انبیاء کرام کی امامت کرائی تھی' مگر رخ کس طرف تھا' کچھ معلوم نہیں۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے وقت یروشلم پر رومیوں کا قبضہ تھا اور رومی سلطنت کا ریاستی

ہب عیسائیت تھا۔ عیسائیوں کے لئے یروشلم حضرت عیسیٰؑ کے حوالے سے مقدس شہر تو ہے' بن ان کا قبلہ یہ نہیں' مغرب میں عیسائیوں کی عبادت گاہوں (چرچ) کی تعمیر اس انداز میں کی اتی ہے کہ ان کا رخ مشرق کی طرف ہو اور جب عبادت گزار وہاں جمع ہوتے ہیں تو ان کے رخ ختلف اطراف میں ہوتے ہیں۔ یروشلم یہودیوں کا نسلی مرکز ہے اس شہر اور اس میں تعمیر (اور اب ابود) ہیکل سلیمانی کو صدیوں سے انہوں نے اپنی قومی شناخت قرار دے رکھا ہے اس لئے یہ ان کا عبادت کے قبلہ کی بجائے سیاسی اور نسلی قبلہ کی حیثیت رکھتا تھا (اور رکھتا ہے) مسلمان تو صرف وقتی طور پر اپنی الگ ملی شناخت کے تعین کے لئے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نمازیں ادا کرنے لگے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شدید خواہش تھی کہ اللہ تعالیٰ کعبہ کو ان کا قبلہ مقرر فرما دیں آخر ہجرت کے ساڑھے سولہ ماہ بعد اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ (حرم کعبہ) کو امتِ مسلمہ کا قبلہ مقرر فرما دیا۔

"اے نبی ہم آپ کا چہرہ
بار بار آسمانوں کی طرف اٹھتا ہوا
دیکھ رہے ہیں
اب ہم آپؐ کو اس قبلہ کی طرف موڑ دیں گے
جس سے آپؐ خوش ہو جائیں گے
تو اپنا رخ مسجد حرام کی طرف موڑ لو
اور تم (مسلمانو!) جہاں کہیں بھی ہو
اپنا رخ اسی جانب موڑ لو
اہل کتاب جانتے ہیں کہ
حق وہی ہے
جو ان کے خدا کی طرف سے آیا ہے
اور جو کچھ وہ کر رہے ہیں
اللہ اس سے بھی غافل نہیں" -- (144:2)

حضرت بِشر بن براء بن معرور نے اس روز رسول اللہ ﷺ کی دعوت کی تھی' صحابہ کرام بھی آپؐ کے ساتھ تھے' عصر کی نماز کا وقت ہوا تو رسول اللہ ﷺ نماز کے لئے اس قبیلے کی مسجد میں تشریف لے گئے' دو رکعت مکمل ہو چکی تھیں تیسری رکعت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی

آ گئی، رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کرام نے باقی دو رکعت حرم کعبہ کی طرف رخ کرکے ادا کیں. مدینہ سے بیت المقدس شمال کی جانب ہے اور مکہ مکرمہ جنوب کی سمت میں ہے جب قبلہ کی تبدیلی کا حکم دیا گیا تو سب نے اسی وقت رخ تبدیل کر لیا رسول اللہ ﷺ نماز کے دوران ہی نمازیوں کی صفوں کے پیچھے سے چلتے ہوئے گھوم کر امامت کے لئے آگے آ گئے خواتین جو مردوں کی صفوں کے پیچھے صفیں باندھے نماز ادا کر رہی تھیں ان کی صفیں رسول اللہ ﷺ کے پیچھے ہوگئیں اور مردوں کی صفیں ان کے پیچھے(7) مدینہ کی دیگر مساجد میں جہاں جب قبلہ کی تبدیلی کی خبر پہنچی مسلمانوں نے اسی وقت رخ تبدیل کر لیا. ایک مسجد میں نمازی رکوع کی حالت میں تھے تو کسی نے باہر سے بلند آواز سے خبر دی نمازیوں نے رکوع کی حالت میں ہی اپنا رخ خانہ کعبہ کی طرف کر لیا.
قبیلہ بنی سلمہ کی مسجد میں اگلی صبح کی نماز کے دوران نمازی ایک رکعت پڑھ چکے تھے تو آواز آئی:
"جان لو کہ قبلہ بدل کر کعبہ کی طرف کر دیا گیا ہے"
نمازیوں نے دوران نماز ہی اپنا رخ تبدیل کر لیا.
یہ مسلمانوں کے ایمان اور عقیدہ کی پختگی تھی کہ جس نے بھی سنا اس نے کوئی سوال کئے بغیر اللہ کے حکم اور رسول ﷺ کے عمل کی پابندی کی کسی کے دل میں ایک لمحہ کے لئے بھی ایسا خیال نہ آیا کہ ایسا کیوں ہوا؟

حضرت بشرانہی حضرت براء بن معرور کے فرزند تھے جنہوں نے بیعت عقبہ ثانیہ کے وقت مکہ کے سفر کے دوران اپنے ساتھیوں کو مشورہ دیا تھا کہ انہیں خانہ کعبہ کی طرف رخ کرکے نمازیں پڑھنا چاہئے اور وہ اس سفر کے دوران (اور اپنے گھروالوں کی روایت کے مطابق زندگی بھر) خانہ کعبہ کی طرف رخ کرکے نمازیں پڑھا کرتے تھے حضرت براءؓ بن معرور رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری سے پہلے ہی وفات پا گئے تھے انہوں نے وقت ایثال اپنی جائیداد اور املاک کا تیسرا حصہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کی خدمت میں پیش کرنے کی ہدایت کی تھی جب رسول اللہ ﷺ ہجرت کرکے مدینہ تشریف لے آئے تو حضرت براءؓ بن معرور کے بیٹوں نے اپنے باپ کی وصیت کے مطابق اس کے ترکہ کا ایک تہائی رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کردیا تھا آپؐ نے اسے قبول فرما کر براءؓ کے بیٹوں کو واپس کردیا تھا.
اور پھر حضرت براءؓ بن معرور کی یہ ادا اسلامی قوانین کی بنیاد بن گئی کہ کوئی شخص اپنے ترکہ میں سے کسی کے لئے ایک تہائی تک ہی وصیت کر سکتا ہے.
ہجرت اور قبلہ کی تبدیلی کے درمیان ساڑھے سولہ مہینوں میں مسلمان امت کی تشکیل اور

تربیت کے مراحل مکمل ہوگئے تھے اسلامی ضابطہ حیات کے اصول و ضوابط مرتب اور نافذ ہوچکے تھے اسلامی ریاست قائم ہوگئی تھی زمین پر اللہ کی حکومت کے قیام کے تقاضے پورے ہوگئے تھے ریاست کی حدود میں بسنے والے مسلمانوں اور غیر مسلموں کے حقوق و فرائض کا تعین کردیا گیا تھا ریاست کی خارجہ اور دفاعی پالیسی نظام عدل منظم کردیئے گئے تھے نماز صدقہ زکوۃ بھائی چارہ کے مراحل مکمل ہوگئے تھے غرض اسلامی معاشرہ اور ریاست عملاً" وجود میں آنے کے بعد فروغ اور وسعت کے مراحل میں داخل ہوچکے تھے اور مسلمان امت ہر لحاظ سے ایک الگ امت تھی مشرکوں سے بھی، یہودیوں سے بھی' اور عیسائیوں سے بھی لیکن مسلمان ابھی تک نمازیں بیت المقدس کی طرف رخ کرکے ہی ادا کررہے تھے بیت المقدس یہودیوں کا بھی قبلہ تھا اور عیسائیوں کے لئے بھی مقدس شہر کی حیثیت رکھتا تھا اسلام دین حنیف ہے لیکن اس کے ماننے والے ابھی تک اللہ کے اس گھر سے کٹے ہوئے تھے جو دین حنیف کا اولین قبلہ تھا اور رسول اللہ ﷺ ابھی تک اللہ کی طرف سے راہنمائی کے منتظر تھے آخر اللہ تعالیٰ نے آپؐ پر وحی بھیج کر فیصلہ کردیا کہ مسلمانوں کا قبلہ بیت اللہ ہے اس سے مسلمان خوش ہوگئے امت مسلمہ کا الگ قبلہ متعین ہوگیا جب مسلمان بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نمازیں پڑھتے تھے تو مدینہ کے یہودی پراپیگنڈہ کرتے رہتے تھے کہ محمد (ﷺ) اور ان کی امتی ہمارے قبلہ کی طرف ہی منہ کرکے نمازیں ادا کرتے ہیں تو جب بیت المقدس جو ہم یہودیوں کا قبلہ ہے اتنا محترم اور مقدس ہے تو دین بھی ہمارا ہی حق ہے وہ کہتے تھے کہ آخر محمد (ﷺ) کو ہمارے دین کی طرف ہی آنا ہے اس حوالے سے وہ اپنی برتری کا اظہار کیا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ یہ سب کچھ جانتے تھے یہودیوں کی باتیں آپؐ تک پہنچتی تھیں لیکن آپؐ اپنے طور پر کوئی فیصلہ نہیں کرسکتے تھے آخر اللہ نے اپنا فیصلہ سنا دیا۔

قبلہ کی تبدیلی کی صرف اتنی ہی اہمیت نہیں کہ مسلمان بیت المقدس کی بجائے بیت اللہ کی طرف رخ کرکے نمازیں پڑھنے لگے تھے' اس تبدیلی سے ان کی ملی وحدت کے مبادیات مکمل ہوگئے یہ اس بات کی طرف بھی اشارہ تھا کہ بیت اللہ اور مکہ مکرمہ اصل میں مسلمانوں کے ہیں اور آخر قریش مکہ کا وہاں پر سے قبضہ ختم ہوجائے گا اللہ نے اپنا گھر اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنے دین اسلام کے ماننے والوں کے سپرد کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے۔

رسول اللہ ﷺ کے سپرد دین حنیف کی تکمیل کا مشن کیا گیا تھا وہ دین جو کسی خاص گروہ نسل یا ملک کے باسیوں کے لئے ہی نہیں تھا بلکہ اللہ کی طرف سے نازل کیا وہ دین تھا (اور ہے) جو اللہ کی ساری زمین پر بسنے والے سارے انسانوں کے لئے تھا اس دین کے ماننے والوں کا قبلہ

اور روحانی مرکز وہی ہو سکتا تھا جو ساری نسل انسانی کے باپ حضرت آدمؑ نے قائم کیا تھا اور دین اسلام کی تجدید کرنے والے ابراہیمؑ حنیف نے اس مرکز کی نئے سرے سے تعمیر کی تھی ایسے دین اور امت مسلمہ کا قبلہ اور روحانی مرکز وہ نہیں ہو سکتا تھا جو ایک نسلی گروہ کے تعصب کی علامت بن گیا تھا۔

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسمٰعیلؑ جب بیت اللہ کی تعمیر کر رہے تھے تو حضرت ابراہیمؑ نے دعا کی تھی:

- "اے ہمارے رب ہم دونوں کو مسلمان (اپنا فرمانبردار) بنا
ہماری نسل سے ایک ایسی قوم اٹھا
جو مسلمان (تیری فرمانبردار) ہو
ہمیں اپنی عبادت کے طریقے سکھا
اور ہماری کوتاہیوں سے درگزر فرما
تو بڑا معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے
اور اے رب ان لوگوں میں
خود انہی کی قوم سے ایک ایسا پیغمبر پیدا کرنا
جو انہیں تیری آیات سنائے
اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دے
اور ان کی زندگیاں سنوارے
تو بڑا مقتدر اور حکیم ہے"۔۔۔ (2: 128، 129)

قبلہ کی تبدیلی کے ساتھ حضرت ابراہیمؑ کی دعا کی قبولیت بھی مکمل ہو گئی اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

- "تو جہاں کہیں سے بھی نکلے (نماز کے لئے)
اپنا رخ مسجد حرام کی طرف پھیر لے
اور تم جہاں کہیں بھی ہو اپنا رخ اسی طرف کیا کرو" (2: 150)

یہ حکم دینے کے بعد فرمایا

- "چنانچہ ہم نے تم میں سے ایک رسولؐ
تمہاری طرف بھیجا ہے
جو ہماری آیات تمہیں سناتا ہے

اور تمہیں پاک کرتا ہے
تمہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے
اور تمہیں وہ کچھ سکھاتا ہے جو کچھ تم نہیں جانتے تھے" (151:2)

حضرت ابراہیمؑ اور حضرت اسماعیلؑ کی نسل سے ایک نبی آ گیا تھا. مسلمان قوم وجود میں آگئی تھی اور
اللہ تعالیٰ نے اسے عبادت کے طریقے سکھا دیئے تھے
اللہ نے اسی قوم میں سے ایک پیغمبر پیدا کر دیا تھا
جو اس قوم کو اللہ کی آیات پڑھ کر سناتا تھا
اور انہیں کتاب اور حکمت کی تعلیم دیتا تھا

ان مراحل کی تکمیل کے بعد اس قوم کا اپنے اس قبلہ کی طرف لوٹ جانا ضروری ہوگیا تھا جو حضرت ابراہیمؑ نے تعمیر کیا تھا جو زمین پر اللہ کا پہلا برکت والا "گھر" تھا اور جس کی بنیاد حضرت آدمؑ نے رکھی تھی اور جو اسلامی اور انسانی وحدت کی علامت تھا.

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"اور ہم نے اس گھر کو
لوگوں کے لئے مرکز اور امن کی جگہ قرار دیا تھا
اور لوگوں کو حکم دیا تھا کہ
ابراہیمؑ جہاں عبادت کے لئے کھڑا ہوتا ہے
اس مقام کو مستقل جائے نماز بنالو
اور ابراہیمؑ اور اسماعیلؑ کو تاکید کی تھی
کہ میرے اس گھر کو طواف اور اعتکاف
اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے لئے پاک رکھو" -- (2: 125)

اللہ تعالیٰ کے اس حکم کے مطابق مسلمانوں کے لئے ابراہیمؑ جہاں نماز کے لئے کھڑے ہوتے تھے. اس مقام کو مستقل جائے نماز بنانا لازم تھا اس گھر کا طواف اور وہاں اعتکاف ان پر فرض تھا اور یہ فرائض بیت المقدس کی تعمیر سے بھی پہلے متعین ہو چکے تھے ان کو پورا کرنے کی ایک ہی صورت تھی کہ اللہ کے اسی برکت والے گھر سے مسلمانوں کا تعلق قائم ہو جائے بیت المقدس کا نہ طواف کرنے کا حکم تھا نہ وہاں قیام (اعتکاف) کا حکم تھا نہ وہاں مقام ابراہیم تھا اس لئے وہ کسی

طرح بھی مسلمانوں کا مستقل قبلہ اور دینی مرکز نہیں بن سکتا تھا۔

یہودی پہلے کہا کرتے تھے کہ مسلمان ہمارے قبلہ کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا کرتے ہیں' اس لئے ہم برتر ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بیت اللہ کو مسلمانوں کا قبلہ قرار دے دیا تو کہنے لگے اگر بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا کرنا درست نہیں تھا تو اس طرف رخ کر کے تم نے جو نمازیں پڑھیں وہ تو ضائع ہو گئیں اور اگر وہ نمازیں درست تھیں تو اب تمہارا بیت المقدس کو چھوڑ کر بیت اللہ کی طرف رخ کر کے نمازیں ادا کرنا درست نہیں' تمہاری یہ نمازیں ضائع ہو رہی ہیں۔ اس طرح انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور دین اسلام کے خلاف نیا پراپیگنڈہ شروع کر دیا۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

❁ "جس قبلہ پر تم پہلے تھے
اسے ہم نے اس لئے ٹھہرایا تھا
تاکہ ہم رسول اللہ ﷺ کی پیروی کرنے والوں کو
ان لوگوں سے ممتاز کردیں جو الٹے پھر جانے والے ہیں" - (2:143)

یعنی ان لوگوں سے ممتاز کردیں گے جو نسلی اور قبائلی تعصب کی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے رسول کی پیروی میں بیت المقدس کی طرف رخ کر کے نمازیں پڑھنے کی بجائے مکہ اور بیت اللہ سے ہی تعلق قائم رکھتے ہیں اور اس آزمائشی مرحلہ میں ناکام ہوجاتے ہیں اہل ایمان اور مسلمانوں کا امتیاز تو یہ ہے کہ اللہ اور اس کا رسول جو حکم دیں اس کے سامنے سرجھکا دیں چونکہ وہ مرحلہ اور آزمائش پوری ہوگئی تھی مسلمان اس امتحان میں بھی کامیاب و کامران رہے تھے' اس لئے ہم نے انہیں بیت اللہ کی طرف موڑ دیا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

❁ "کہہ دیجئے
مشرق اور مغرب اللہ ہی کے لئے ہیں
وہ جسے چاہتا ہے سیدھی راہ کی طرف ہدایت دیتا ہے" -- (2:142)

کسی سمت اور مقام کی اہمیت نہیں اصل چیز اللہ کے حکم کی تعمیل ہے اللہ کسی مقام کا انتخاب فرماتا ہے اور اس کی طرف رخ موڑ لینے کا حکم دیتا ہے تو اللہ کے اس فیصلے کی وجہ سے وہ مقام فضیلت والا بن جاتا ہے اور بیت اللہ کو تو اللہ تعالیٰ پہلے ہی "برکت والا گھر" قرار دے چکے تھے۔

ایک خدا' ایک رسول ﷺ' ایک کتاب' ایک ہی قبلہ۔

کوئی مسلمان کہیں بھی ہو کسی بھی قوم اور نسل سے تعلق رکھتا ہو کوئی بھی زبان بولتا ہو اس کا رنگ کوئی بھی ہو امت مسلمہ کی وحدت کی یہی بنیاد ہے.
قبلہ کی تبدیلی سے یہ بنیاد مکمل اور مضبوط ہو گئی.

حواشی / حوالہ جات

-1 "یقیناً پہلا گھر جو لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا وہی تھا جو مکہ میں تعمیر ہوا برکت والا گھر اور سارے جہان والوں کے لئے مرکز ہدایت اس میں (اللہ کی) کھلی نشانیاں ہیں مقام ابراہیم ہے اور جو کوئی اس میں داخل ہو جاتا ہے اس کو امن مل جاتا ہے." (آل عمران 96، 97)

-2 تفصیل کے لئے دیکھیں "الامینؐ" جلد اول، باب فلسطین کا مرکز، دین حنیف سے یہودیت تک

-3 سید قطب، فی ظلال القرآن، جلد اول، البدر پبلی کیشنز لاہور 1988ء صفحہ 332

-4 امام احمدؒ نے ابن عباسؓ سے روایت کیا ہے کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ رکن یمانی اور حجراسود کے درمیان بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے اس طرح کعبہ بھی سامنے ہوتا تھا.

- لیکن کیا رسول اللہ ﷺ جتنا عرصہ مکہ میں رہے سب نمازیں اسی ایک جگہ ادا کیں؟
- سیرت نگار اور مفسرین کرام سب نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمان دار ارقم میں بھی نمازیں پڑھا کرتے تھے دار ارقم کوہ صفا پر تھا وہاں نماز پڑھتے وقت مسجد حرام کعبہ کی طرف رخ کریں تو بیت المقدس سامنے نہیں آتا اور بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھیں تو کعبہ سامنے نہیں رہتا.
- سیرت نگاروں اور مفسرین کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کی گھاٹیوں میں نمازیں پڑھا کرتے تھے یہ گھاٹیاں مسجد حرام کے چاروں طرف پھیلی تھیں ان سب گھاٹیوں میں نماز پڑھتے وقت کیسے ممکن تھا کہ کعبہ بھی سامنے ہو اور بیت المقدس بھی سامنے رہے؟
- رسول اللہ ﷺ مکہ میں اپنے گھر پر بھی نمازیں ادا کیا کرتے تھے. حضرت ابوبکر صدیقؓ نے تو اپنے گھر کے ساتھ ایک مسجد بھی بنالی تھی، دیگر مسلمان بھی اپنے گھروں میں نمازیں ادا کیا کرتے تھے یہ گھر مسجد حرام کی مختلف اطراف میں تھے اور کوئی بھی مسلمان رسول اللہ ﷺ کے عمل کے خلاف نماز ادا نہیں کر سکتا تھا اگر رسول اللہ ﷺ یہ اہتمام فرماتے تھے کہ نماز کے وقت کعبہ اور بیت المقدس دونوں سامنے رہیں تو باقی مسلمانوں پر بھی ایسا کرنا لازم تھا تو مسجد حرام کی مختلف اطراف میں رہنے والے مسلمان یہ اہتمام کیسے کر پاتے تھے؟
- امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ "حاصل کلام یہ ہے کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے اور کعبہ بھی آپ کے سامنے ہوتا تھا" (سیرت النبیؐ جلد اول، صفحہ 536)
- علامہ شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی نے لکھا ہے "آنحضرت ﷺ مقام ابراہیمؑ کے سامنے نماز ادا کرتے تھے جس کا رخ بیت المقدس کی طرف تھا اس طرح دونوں قبلے سامنے آ جاتے تھے" (سیر النبیؐ جلد اول الفیصل لاہور / 1991/ صفحہ 186)
- مولانا امین احسن اصلاحی فرماتے ہیں "یہاں یہ بات ملحوظ رہے کہ آنحضرت ﷺ کو جب نماز کا

حکم ہوا تو آپؐ نے بیت المقدس کو قبلہ قرار دیا۔ شروع شروع میں حضورؐ کا طریقہ یہ تھا کہ جن معاملات میں آپؐ کے سامنے وحی الٰہی کی کوئی واضح رہنمائی نہ ہوتی اس میں آپؐ پچھلے انبیاء کے طریقے پر عمل کرتے چنانچہ قبلہ کے معاملے میں آپؐ نے یہی کیا جب تک مکہ میں رہے۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپؐ نمازوں کے لئے اس طرح کھڑے ہوتے کہ بیت اللہ اور بیت المقدس دونوں سامنے ہوتے۔" (تدبر قرآن جلد اول صفحہ 323)

- بہت سے دیگر سیرت نگاروں اور مفسرین کرام نے بھی ایسا ہی لکھا ہے اور اوپر درج کئے گئے۔ حقائق کی طرف توجہ دینا ضروری نہیں سمجھا سید سلیمان ندوی اور علامہ شبلی نعمانی نے تو مقام ابراہیم کو بھی رکن یمانی اور حجر اسود کے درمیان منتقل کر دیا ہے ورنہ امام احمد کی ابن عباسؓ سے لکھی روایت تو ان کے سامنے موجود ہی رہتی تھی۔
- بیعت عقبہ ثانی کے لئے مدینہ سے جو وفد آیا اس میں حضرت براءؓ بن معرور بھی شامل تھے دوران سفر انہوں نے اپنے مسلمان ساتھیوں سے کہا کہ ہمیں بیت اللہ کی طرف منہ کرکے نمازیں ادا کرنا چاہیے ان کے ساتھیوں نے جواب دیا کہ "ہمیں تو یہ معلوم ہوا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے ہیں ہم تو آپؐ کے عمل کی مخالفت نہیں کرسکتے" چنانچہ مکہ کے سفر میں حضرت براءؓ بن معرور بیت اللہ کی طرف رخ کرکے نمازیں پڑھتے رہے مکہ پہنچ کر حضرت براءؓ بن معرور نے حضرت کعب بن مالک سے کہا "بھتیجے جس مسئلے کے بارے میں دوران سفر ہمارے درمیان اختلاف ہوا تھا چلو اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ سے دریافت کریں میرے دل میں اس بارے میں خلش ہے"

چنانچہ وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور براء نے سلام کے بعد پوچھا: یا نبی اللہ میں اسلام قبول کرکے اس سفر پر روانہ ہوا ہوں۔ میرے دل میں آیا کہ میں بیت اللہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھوں۔ میرے ساتھی بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے آئے ہیں۔ میرے دل میں کچھ وسواس ہے۔ آپ فرمائیں' کیا کروں؟"

یہ تھی براء کی مشکل

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تمہارا ایک قبلہ متعین تھا' تم اس کے پابند رہتے تو بہتر تھا"

یہ روایت حضرت کعب بن مالک کے حوالے سے ان کے بیٹے معد نے بیان کی ہے۔

حضرت کعبؓ کہتے ہیں "چنانچہ براء بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نمازیں پڑھنے لگے"

ابن اسحاق نے معد سے یہ روایت بیان کرکے لکھا ہے "براء کے اہل خانہ کہتے ہیں کہ وہ مرتے دم تک بیت اللہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتا رہا"

اس روایت میں چند چیزیں قابل غور ہیں۔

حضرت براء بن معرور سفر کے دوران نماز تو بیت اللہ کی طرف رخ کرکے پڑھتے رہے' مگر ان کے دل میں وسواس رہا جسے دور کرنے کے لئے وہ خود رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو گئے مگر رسول اللہ کے فرمانے کے باوجود کہ "تمہارا ایک قبلہ متعین تھا' تم اس کے پابند رہتے تو بہتر تھا" وہ زندگی بھر بیت

اللہ کی طرف رخ کرکے نماز پڑھتے رہے۔

کیا ایسا شخص جو تھوڑے سے وسواس سے پریشان رہتا ہے، رسول اللہ ﷺ کے واضح حکم کی خلاف ورزی کی جرات کر سکتا ہے؟

اس روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تمہارا قبلہ متعین تھا" آپؐ نے یہ نہیں فرمایا "ہمارا قبلہ متعین ہے"

آپؐ نے یہ بھی نہیں فرمایا کہ تم نے بیت اللہ کی طرف رخ کرکے اللہ کے حکم کی خلاف ورزی کی ہے صرف یہ فرمایا کہ اس کی پابندی کرتے تو بہتر ہوتا۔

اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے کوئی حکم نہیں آیا تھا کہ مسلمان کس طرف رخ کرکے نماز پڑھیں۔ مدینہ کے مسلمان یہودیوں کے پڑوسی تھے۔ یہودی بیت المقدس کی طرف منہ کرکے نماز پڑھتے تھے۔ اسلام قبول کرنے سے پہلے مدینہ کے بلکہ جزیرہ نمائے عرب کے عربوں میں اجتماعی یا پابندی سے نماز کی کوئی روایت نہیں ملتی جب انہوں نے نماز شروع کی تو یہودیوں کی مانند مدینہ والے بیت المقدس کی طرف رخ کرکے پڑھتے ہوں گے، کیونکہ عملاً" ان کے لئے ممکن نہیں تھا کہ سب نمازیں ایسے پڑھیں کہ بیت اللہ بھی سامنے ہو اور بیت المقدس بھی سامنے رہے۔

ان حالات اور شروع میں بیان کئے گئے کوائف کو دیکھا جائے تو سید قطب کا یہ بیان درست معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں رسول اللہ ﷺ کعبہ کی طرف رخ کرکے نمازیں ادا کیا کرتے تھے۔

5- علامہ ابن کثیر نے لکھا ہے "وہاں مدینہ میں آپؐ کو بیت المقدس کی طرف نماز ادا کرنے کا حکم قرآن میں نازل ہوا تھا" (تفسیر ابن کثیر، جلد اول صفحہ 222) لیکن سید قطب کا کہنا ہے "ہجرت کے بعد رسول اللہ ﷺ کو اللہ کے حکم کی بنا پر، راجح یہ ہے کہ قرآن کا حکم نہیں تھا، مسلمانوں نے بیت المقدس کی طرف رخ کیا" (فی ظلال القرآن، جلد اول، البدر پبلی کیشنز لاہور، 1988ء صفحہ 332)

اور رسول اللہ کا یہ امر اللہ تعالیٰ کی مرضی اور منشاء کے خلاف نہیں ہو سکتا تھا۔

6- روایات میں ہے کہ قبلہ کی تبدیلی کا حکم ہجرت کے سولہویں یا سترہویں ماہ رجب یا شعبان 2 ہجری میں آیا تھا۔

Holy Quran, The Presidency of Islamic Researches 'IFTA' call and guidance, King Fahd Holy Quran Printing Complex.

کے شرح لکھنے والوں کے مطابق قبلہ کی تبدیلی ہجرت کے ساڑھے سولہ ماہ بعد کا واقعہ ہے۔ (صفحہ 56)

7- بعض روایات کے مطابق رسول اللہ ﷺ اس وقت ظہر کی نماز پڑھا رہے تھے۔ لیکن اکثریت کا اتفاق ہے کہ آپؐ عصر کی نماز پڑھا رہے تھے تو قبلہ کی تبدیلی کا حکم آیا تھا۔

عمل اور ردِّ عمل

بدر کی لڑائی میں قریش مکہ کی شکست اور اہل ایمان کی فتح سے اسلام کے سب دشمنوں کو شدید صدمہ ہوا جس کسی نے بھی قریش مکہ کی شکست کے بارے میں سنا پہلے تو اسے سچ ماننے سے انکار کردیا مکہ کے قریش جزیرہ نمائے عرب کی سب سے اہم دینی سیاسی اورفوجی قوت تھے جزیرہ نماء کے اندر اور باہران کا مقام و مرتبہ اور ان کی قوت غیر متنازعہ تھے صدیوں کی تاریخ میں قریش مکہ کو کبھی کسی نے اس انداز میں شکست سے دوچار نہیں کیا تھا جس طرح اللہ تعالیٰ نے بدر کے میدان میں انہیں ذلیل ورسوا کردیا تھا اس کے مقابلے نیں مسلمان ایک چھوٹی سی جماعت تھے اقتصادی طور پر کمزور اور لڑائی کے وسائل کے حوالے سے اور بھی زیادہ کمزور مسلمانوں نے اب تک کوئی لڑائی بھی نہیں لڑی تھی اس لئے جو کوئی بھی قریش کی شکست فاش کے بارے میں سنتا تھا اس کا پہلا رد عمل ویسا ہی ہوتا جیسا مدینہ کے یہودیوں اور منافقوں کا رسول اللہ ﷺ کی قریش مکہ پر فتح کی پہلی خبر سے ہوا تھا لیکن جب تفصیلات معلوم ہوتیں تو ہر کوئی سوچتا تھا ایسا کیوں ہوا؟ ایسا کیسے ہو گیا؟

مدینہ کے یہودیوں مشرکوں اور منافقوں کے علاوہ جزیرہ نمائے عرب کے سارے ہی بت پرست قبائل اور بدوؤں کی دلی ہمدردیاں قریش مکہ کے ساتھ تھیں قریش صدیوں سے ان کے دینی اور سیاسی مرکز کے مجاور چلے آتے تھے قریش مکہ کے ساتھ تقریبا" سارے ہی قبائل کے تجارتی اور سفارتی تعلقات تھے اس لئے قریش مکہ کی مٹھی بھر مسلمانوں کے ہاتھوں ذلت آمیز شکست کی خبر سن کر جزیرہ نمائے عرب کے سارے ہی بت پرست قبائل فکر مند ہو گئے تھے اور اپنے اپنے دکھ اور رد عمل کا مختلف طریقوں سے اظہار کرنے لگے تھے۔

جو گروہ یا قبائل مسلمانوں کی اس فتح سے سب زیادہ پریشان اور فکر مند ہوئے ان میں

ریاست مدینہ کے اندر رہنے والے مشرک' منافق' یہودی اور ریاست مدینہ کے ارد گرد کے بدو قبائل اور مکہ کے قریش شامل تھے اسلام کی فتح سے ان سب کے مفادات کو کسی نہ کسی طرح نقصان پہنچا تھا اور انہیں مزید نقصان کا خوف تھا.

مدینہ کے منافق

مدینہ کے عرب قبائل کی اکثریت تو مسلمان ہوچکی تھی لیکن بعض ایسے بھی تھے جو ابھی تک اپنے آبائی دین پر تھے اور مسلمانوں کے خلاف عداوت اور کینہ رکھتے تھے ان سب کا سردار عبداللہ بن ابی بن سلول تھا بدر کے میدان میں مسلمانوں کی فتح کی تصدیق ہوگئی تو عبداللہ بن ابی بن سلول نے کہا "اب اس دین کا قافلہ چل نکلا ہے اور یہ رواں دواں رہے گا اب کوئی اس کا راستہ نہیں روک سکے گا"

اس نے حالات کے جبر کے تحت اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردیا اور رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرلی

یہ وہی عبداللہ بن ابی تھا جو مدینہ کی حاکیت کے خواب دیکھ رہا تھا اور اس کے قبیلے اور دیگر انصار مدینہ کے اسلام قبول کرلینے کی وجہ سے اس کے خواب چکنا چور ہوگئے تھے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد سے وہ اسلام کی دشمنی پر قائم تھا مگر اب حالات بدل رہے تھے اس نے سماجی اور سیاسی مجبوریوں کے تحت اسلامی معاشرے میں پناہ تو حاصل کرلی مگر اس کا دل بغض، حسد اور کینہ سے معمور تھا. اس کا دل اور دلی ہمدردیاں اسلام اور اسلامی ریاست کے دشمنوں کے ساتھ تھیں بدر میں رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی اس فتح کے بعد مدینہ کے کچھ اور مشرکوں نے بھی اپنے لیڈر عبداللہ ابی بن سلول کی پیروی کرتے ہوئے اپنے اپنے مفادات کے تحفظ کے لئے مسلمان ہونے کا اعلان تو کر دیا تھا مگر دل اور ہمدردیاں ان کی بھی اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے دشمنوں کے ساتھ تھیں.

جب کوئی فرد یا گروہ کسی نظریے اور جماعت کی مخالفت کرتا ہے اور وہ نظریہ اور جماعت غالب آجاتے ہیں جن کی اس فرد یا گروہ نے مخالفت کی ہوتی ہے تو وہ بڑے مشکل حالات میں پھنس جاتا ہے اگر تو وہ فرد یا گروہ مخلص اور باضمیر ہو تو وہ اپنی رائے کی خامی کو تسلیم کرلیتے ہیں اور خلوص دل سے کامیاب جماعت اور نظریئے والے معاشرے میں گھل مل جاتے ہیں اور اس نظریئے کی سچائی دل سے تسلیم کرلیتے ہیں لیکن اگر ان کے ضمیر مردہ ہوں اور انہیں کامیاب

جماعت اور نظریئے کی حمایت ذاتی یا گروہی مفاد اور مجبوریوں کی وجہ سے کرنا پڑ گئی ہو تو احساس شکست انہیں بے چین رکھتا ہے اس نظریئے کے معاشرے میں رہتے ہوئے وہ اس سے اپنی شکست کا بدلہ لینے کی منصوبہ بندی کرتے رہتے ہیں اور چھوٹی موٹی باتوں پر کہنا شروع کردیتے ہیں کہ "ہم نے تو یا ہمارے قائدین نے تو پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ یہ نہیں چلے گا" ایسی باتوں اور چالوں کے ذریعے وہ اہل ایمان میں عدم اعتماد اور تشکیک پیدا کرنے کی کوششوں میں لگے رہتے ہیں تاکہ کسی طرح ان کی شکست خوردہ انا کی تسکین ہوسکے۔

عبداللہ بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھی منافقین کی حالت تو اس سے بھی بدتر تھی ان کے اپنے قبیلوں خاندانوں اور برادری نے صدق دل سے اسلام قبول کرلیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کو اپنا دینی اور دنیاوی امام تسلیم کرلیا تھا اور اسلام کی خاطر جان اور مال کی ہر قسم کی قربانیاں پیش کررہے تھے انہوں نے اپنے خون کے رشتوں کو دین کے رشتہ پر قربان کر دیا تھا جب اسلام اور رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے کامیاب فرمایا تو منافقین دیکھ رہے تھے کہ' اسلام کو اللہ مزید فروغ دے گا وہ سوچتے تھے کہ اگر ایسا ہوجاتا ہے اور وہ اپنے آبائی دین پر ہی قائم رہتے ہیں تو کیا ہوگا؟ وہ تو معاشرے اور اس کے سارے عمل سے کٹ کر رہ جائیں گے اس طرح مدنی ریاست اور معاشرے میں تو ان کی کوئی حیثیت ہی باقی نہیں رہے گی یہ سوچ کر انہوں نے اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لانے کا اعلان کردیا تاکہ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم غالب آجاتے ہیں تو اس غلبہ کے فوائد سے انہیں بھی حصہ مل سکے اور وہ الگ تھلگ ہوکر نہ رہ جائیں یہ ان کی سیاسی پالیسی تھی ورنہ انہوں نے دل سے اسلام قبول نہیں کیا تھا۔

دوسری طرف وہ یہ بھی دیکھ رہے تھے کہ قریش اپنی شکست کابدلہ لینے کی منصوبہ بندی کررہے ہیں وہ جانتے تھے کہ قریش آسانی سے یہ ذلت اور رسوائی برداشت نہیں کریں گے قریش کے ساتھ ان کی ہمدردیاں بھی تھیں ایک وجہ تو وہی مشرکانہ دین کا اتحاد تھا دوسرے دونوں فریق قریش اور منافق " اللہ اور اس کے رسولؐ کے ہاتھوں شکست خوردہ تھے دونوں نے اللہ کے رسولؐ کی مخالفت کی تھی اور ناکام رہے تھے اللہ کے رسولؐ اور آپؐ کی جماعت سے اپنی اپنی شکست کا بدلہ لینا دونوں کا مشترکہ مقصد حیات تھا اس اشتراک مقاصد کے ساتھ ساتھ وہ یہ بھی سوچتے تھے کہ اگر آئندہ لڑائی میں قریش مکہ کامیاب ہوگئے تو کیا ہوگا؟ اس صورت میں تو مسلمانوں کا ساتھ دینے کی وجہ سے وہ خسارے میں رہیں گے مدینہ کے یہودیوں اور مکہ اور جزیرہ نمائے عرب کے دیگر مشرک قبائل سے ان کی دوستی اور تعلقات کو نقصان پہنچے گا اور چونکہ وہ بے ایمان تھے اس

لئے قریش اور مسلمانوں دونوں فریقوں سے تعلق قائم رکھنا چاہتے تھے مسلمانوں سے مقامی سیاسی اور سماجی مجبوریوں کے تحت اور مشرکین سے دین کے اشتراک اور مشترکہ احساس شکست خوردگی کی وجہ سے اور مدینہ کے یہودیوں سے مقامی اور اقتصادی بنیادوں پر۔

ایسے لوگ مسلمانوں کے ساتھ نمازیں بھی پڑھتے تھے اور روزے بھی رکھتے تھے کیونکہ یہ ان کی مجبوری تھی ایسا نہ کرتے تو مسلمانوں میں کیسے شامل ہوتے لیکن دوسری طرف مسلمانوں کے درمیان انتشار اور اختلافات پیدا کرنے کی کوششوں میں بھی مصروف رہتے تھے وہ مسلمانوں کے اندر یہودیوں اور مشرکوں کے لئے جاسوسی بھی کرتے تھے اور ان کی باتیں اور منصوبے ان تک پہنچا کر ان کے ساتھ اپنے تعلق کے خلوص کا ثبوت فراہم کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے اللہ تعالیٰ نے مدینہ کے ان منافقین کے بارے میں فرمایا ہے:

- "جب یہ اہل ایمان سے ملتے ہیں
تو کہتے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے ہیں
اور جب علیحدگی میں اپنے شیطان صفت ساتھیوں سے ملتے ہیں
تو کہتے ہیں کہ اصل میں ہم تو تمہارے ساتھ ہیں
ان لوگوں سے تو ہم محض مذاق کر رہے ہیں"۔۔ (2:14)

ایسے منافقین ریاست مدینہ کے اندر بھی تھے اور اس کی سرحدوں کے ساتھ رہنے والے بدو قبائل میں بھی جنہوں نے بدر میں قریش کی شکست کے بعد مدینہ کی اسلامی ریاست سے تعلق قائم کرنے کے لئے اپنے مسلمان ہونے کا اعلان کردیا تھا اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ان سے آگاہ فرماتے ہوئے کہا:

- "تمہارے آس پاس رہنے والے
بدوؤں میں بھی منافق ہیں
اہل مدینہ میں سے بھی بعض نفاق پر ڈٹے ہوئے ہیں
انہیں تو نہیں جانتا
ہم انہیں بخوبی جانتے ہیں
ہم انہیں اس دنیا میں دہرا عذاب دیں گے
اور قیامت کے روز انہیں خوفناک عذاب دیں گے"۔۔ (9:101)

یہودی

اللہ کے دین اور اس کے رسولؐ اللہ کی کامیابی اور مکہ کے قریش کی شکست سے سب سے زیادہ دکھ اور رد عمل کا اظہار مدینہ کے یہودیوں نے کیا حالانکہ یہودی توحید پرست تھے اور قریش مکہ بت پرست تھے یہودی حضرت ابراہیمؑ کی آل سے تھے اور ان کے دین کے پیرو ہونے کے دعویدار تھے۔ اس حوالے سے ان کے فطری اتحادی تو مسلمان ہونا چاہیے تھے یہودی مسلمانوں کے درمیان رہتے تھے۔ رسولؐ اللہ ﷺ نے ریاست مدینہ کے لئے جو دستور تیار کیا تھا اس پر یہودیوں نے اتفاق کیا تھا وہ سب رسولؐ اللہ ﷺ کو ریاست مدینہ کا ناظم اعلیٰ کمانڈر انچیف اور چیف جسٹس تسلیم کرچکے تھے انہوں نے عہد کر رکھا تھا کہ وہ اس دستور کے تحت ریاست مدینہ کے اندر رہنے والے دیگر فریقوں کے ساتھ باہمی خیرخواہی، خیراندیشی اور مفاد کی بنیاد پر تعلقات قائم رکھیں گے، اس کے باوجود بدر میں مسلمانوں کی فتح پر مدینہ کے یہودی اپنے غم اور دکھ کو چھپا نہ سکے اور کھلے عام اس کا اظہار کرنے لگے۔

مدینہ کے یہودیوں کے اس رد عمل کی وجوہ دینی بھی تھیں سیاسی اور اقتصادی بھی اسلام سے پہلے جزیرہ نمائے عرب میں رہنے والے یہودی سب سے زیادہ پڑھے لکھے تھے وہ اہل کتاب تھے انہوں نے اپنے بچوں کی دینی اور دنیاوی تعلیم کے لئے باقاعدہ ادارے قائم کررکھے تھے دینی اور دنیاوی مسائل اور معاملات میں رہنمائی اور فیصلوں کے لئے ان کے ہاں بڑے بڑے عالم اور قاضی ہوتے تھے جادو ٹونے اور پیش گوئیوں کا سارا کاروبار یہودیوں کے پاس تھا جزیرہ نمائے عرب کے غیر یہودی ان کے دین کو تو نہیں مانتے تھے لیکن ان کی علمی برتری سے مرعوب ہوتے تھے اور بہت سے معاملات میں ان سے رہنمائی حاصل کیا کرتے تھے

قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے یہودیوں کی دینی گمراہیوں اور ہیرا پھیری کاپول کھول دیا تھا پڑھے لکھے اور ان پڑھ سارے عرب عام طور پر اور ریاست مدینہ کی حدود کے اندر رہنے والے مسلمان خاص طو رپر قرآن کی زبان اور تعلیمات کی روح کو سمجھتے تھے اس وجہ سے عربوں پر سے ان کی علمی برتری اور رعب ختم ہونے لگا تھا اس سے مقامی معاشرے میں یہودیوں کے دھوکہ باز اور فریبی ہونے کا امیج مستحکم ہوگیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ آمد کے فوراً بعد مسلمانوں کی دینی اور دنیاوی تعلیم کے لئے صُفَّہ کی درس گاہ قائم کردی تھی اور مسلمان بڑی محنت اور تیزی سے تعلیم حاصل کررہے تھے اس سے یہودیوں کو مقامی معاشرے میں ان کی علمی برتری کی وجہ سے جو رعب حاصل تھا وہ معدوم ہوتا جارہا تھا اور ان کا جادو ٹونے اور پیش گوئیاں کرنے

کا کاروبار بھی متاثر ہونے لگا تھا

یہودی ہمیشہ سے ہر جگہ سودی کاروبار کے ماہر رہے ہیں جس طرح آج کی دنیا میں انہوں نے دنیا کی مجموعی آبادی کا نہایت قلیل حصہ ہونے کے باوجود دنیا بھر کے مالیاتی اداروں پر قبضہ کر رکھا ہے اور اس سے لین دین اور ہیرا پھیری کے ذریعے بڑی بڑی مضبوط حکومتوں اور ممالک کو اپنے مفادات کے حصول اور تحفظ کے لئے استعمال کرتے ہیں اسی طرح وہ ہمیشہ سے ہر جگہ اس پالیسی پر کاربند ہوتے تھے جزیرہ نمائے عرب میں رہنے والے یہودی بھی اپنے اس کاروبار کے ذریعے عرب قبائل پر اپنی گرفت مضبوط رکھتے تھے وہ مضبوط سرداروں کو مالی مدد دیتے تھے اور ان کے ماتحت افراد کو قرض دے کر اپنے جال میں پھنسائے رکھتے تھے مکہ کے قریش جزیرہ نما عرب میں سب سے بڑے تاجر تھے مگر وہ بھی شادی بیاہ کے مواقع پر خیبر اور دیگر مقامات کے یہودیوں سے زیورات وغیرہ قرض لیا کرتے تھے مدینہ کے یہودی مقامی عرب قبائل کو ایک دوسرے سے لڑا کر انہیں مجبور کردیتے تھے کہ وہ لڑائی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے ان سے قرض لیں عرب عام طور پر فضول خرچ اور نمائشی زندگی کے عادی تھے اس لئے روز مرہ کی زندگی کی ضروریات پوری کرنے کے لئے بھی انہیں یہودیوں سے سود در سود پر قرض لینا پڑتا تھا یہ مسلمہ اصول ہے کہ مقروض افرادی قوت اور تعداد کے حوالے سے خواہ کتنا ہی بڑا ہو قرض دینے والے سے وہ ہمیشہ دب کر رہتا ہے یہی حالت مدینہ کے عربوں کی تھی۔

اسلام نے اپنے ماننے والوں کی انفرادی اور اجتماعی زندگی میں جو انقلاب برپا کردیا تھا اس سے یہودیوں کا سودی کاروبار اور اس کے ذریعے مفادات کے حصول اور تحفظ کا دھندا بری طرح متاثر ہو رہا تھا مدینہ کے دونوں عرب قبیلے اوس اور خزرج صدیوں سے ایک دوسرے سے لڑتے آئے تھے۔ اسلام نے انہیں آپس میں جاں نثار بھائی اور محافظ بنا دیا' تو انہیں لڑائی کے لئے قرض لینے کی ضرورت نہ رہی اسلام میں داخل ہو جانے والوں نے پاکیزہ طرز زندگی اختیار کرلیا تو عیش و عشرت نمائش اور فضول خرچی کے لئے قرض لینے کی بھی ضرورت نہ رہی' باہمی لڑائی جھگڑوں میں فدیہ اور قصاص دینے کے لئے اکثر عربوں کو قرض کی ضرورت رہتی تھی اسلام قبول کرنے کی وجہ سے لڑائی جھگڑوں کی بنیادیں معدوم ہو گئیں لیکن اگر کسی بیرونی یا اندرونی جھگڑے میں کسی مسلمان کو قصاص اور فدیہ کی مجبوری درپیش بھی ہوتی تھی اور اس کی مالی حالت اس قابل نہیں ہوتی تھی کہ وہ فدیہ اور خون بہا دے سکے تو رسول اللہ ﷺ نے سارے مسلمانوں پر اس کی مالی مدد کرنا فرض قرار دے دیا تھا اس مقصد کے لئے بھی ریاست مدینہ کی حدود میں رہنے والوں کو یہودیوں سے

قرض لینے کی اب ضرورت نہیں ہوتی تھی۔ زکوٰۃ اور مواخات کے نفاذ کے ذریعے اللہ اور اس کے رسول ﷺ نے نادار اور غریب مسلمانوں کی ضروریات پوری کرنا معاشرے اور ریاست کی ذمہ داری قرار دے دیا تھا اپنے غریب بھائیوں کی ضروریات پوری کرنے کے لئے مسلمان اپنی ہمت سے بڑھ کر ایثار کرنے لگے تھے اس سے ریاست مدینہ میں مسلمانوں میں خود کفالتی اقتصادی نظام قائم ہوگیا تھا جس کی جزیرہ نمائے عرب میں اس سے پہلے کوئی کوئی مثال نہیں ملتی تھی۔
اب مدینہ کے یہودیوں سے قرض کون لے؟ اور قرض دے کر یہودی مدینہ کے عربوں کو اپنے مقاصد کے لئے استعمال کیسے کریں؟ مدینہ کے عربوں کی اقتصادی آزادی وہاں کے یہودیوں کی اقتصادی بربادی کا پیغام تھی افرادی قوت اور تعداد کے لحاظ سے مدینہ کے عرب پہلے ہی یہودیوں سے طاقتور تھے اب مکہ سے ہجرت کرکے آنے والے مسلمان بھی ان کے ساتھ شامل ہو گئے تھے۔
اللہ کے دین اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں ایک امت بنا دیا تھا۔ دستور مدینہ کے نفاذ سے ریاست مدینہ میں اللہ کی حکومت قائم ہو گئی تھی اس طرح مدینہ کے یہودیوں کی اقتصادی اور سیاسی اہمیت کمزور ہو گئی تھی۔
جنگ بدر سے پہلے عبداللہ بن ابی بن سلول اور ان جیسے عرب جنہوں نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت نہیں کی تھی۔ مدینہ کے یہودیوں کی امیدوں کا مرکز تھے ان کا خیال تھا کہ ریاست مدینہ کے بااثر مشرکوں کی مدد اور ریاست کے باہر رہنے والے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے دشمنوں کی قوت سے بالاخر وہ اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کرلیں گے لیکن جب عبداللہ بن ابی بن سلول اور ان کے ساتھیوں نے بھی رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کرلی تو یہودیوں کے لئے Do or Die کا مرحلہ آ گیا۔ دستور مدینہ کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں جان و مال اور عقیدہ کی مکمل آزادی اور تحفظ دیا تھا اپنے دین اور دنیاوی معاملات اپنے عقیدہ اوراصولوں کے مطابق اپنی عدالتوں میں فیصلہ کرنے کی بھی انہیں مکمل آزادی تھی اب تک ان کی جملہ آزادیوں میں مسلمانوں یا ریاست مدینہ کی طرف سے کسی قسم کی مداخلت کا کوئی واقعہ پیش نہیں آیا تھا یہودی اس آزادی سے ناجائز فائدہ اٹھاتے رہے تھے مگر رسول اللہ ﷺ نے ان کی سب حرکتوں اور گستاخیوں کو برداشت کیا تھا اور کسی کو کوئی سزا نہیں دی تھی مگر انہیں اس سے زیادہ کی خواہش تھی وہ EXPLOITATION کے عادی تھے اس EXPLOITATION کے ذریعے مدینہ کے سارے معاملات کو اپنی گرفت میں رکھنے کے عادی ہوچکے تھے اور اب اس کی گنجائش ختم ہوتی جا رہی تھی۔ انہوں نے سوچا کہ اگر اللہ کے دین کی ریاست مدینہ اور اردگرد

کے قبائل اور حالات پر گرفت مزید مضبوط ہوگئی تو ان کا سارا دھندہ بالکل ہی ٹھپ ہوجائے گا اس لئے انہوں نے آخری چانس لینے کا فیصلہ کرلیا۔

مدینہ کے یہودی جانتے تھے کہ مکہ کے قریش بدر کی لڑائی میں اپنی ذلت آمیز شکست کا بدلہ لینے کی ضرور کوشش کریں گے وہ مکہ کے قریش کے جزیرہ نمائے عرب میں مقام و مرتبہ اور ان کی قوت سے بھی واقف تھے اس لئے انہوں نے قریش مکہ کے ساتھ اتحاد قائم کرنے کی کوششیں شروع کردیں یہودی قریش مکہ کے ساتھ مل کر اللہ کے دین اور اس کے رسولؐ کو شکست دینے کی منصوبہ بندی میں شامل ہوگئے اور مسلمانوں کے خلاف اقتصادی دباؤ، سازش، پراپیگنڈہ اور دھمکیوں کے وہ تمام ہتھکنڈے استعمال کرنے لگے جو یہودی قوم کا شروع سے طریق کار چلا آیا ہے۔

کعب بن اشرف کی سازش

جزیرہ نمائے عرب میں آباد یہودیوں میں ایک بڑا نام کعب بن اشرف کا تھا وہ مدینہ میں رہتا تھا جہاں اس کا اپنا قلعہ تھا وہ بہت امیر اور مالدار تھا جسیم حسین اور فصیح اللسان تھا یہ وہ خصوصیات تھیں جو جاہلیت کے عرب معاشرے میں کسی شخص کو اہم اور با مرتبہ بنانے کے لئے ضروری ہوتی تھیں کعب یہودیوں کے علماء اور فقیہوں پر دل کھول کر مال خرچ کرتا تھا انہیں تحائف دیتا تھا اور ان کی بہت آؤ بھگت کیا کرتا تھا اس نے بہت سے علماء اور فقیہوں کے وظائف مقرر کر رکھے تھے اس طرح اس نے یہودیوں میں اہم مقام حاصل کرلیا تھا۔

کعب کے باپ کا نام اشرف تھا وہ یہودی نہیں عرب تھا اس کا تعلق قبیلہ طی کی شاخ بنی نبہان سے تھا۔ اپنے علاقہ میں کسی شخص کو قتل کرنے کے بعد اشرف یثرب بھاگ آیا تھا اور بنو نضیر کا حلیف بن کر رہنے لگا تھا اشرف نے یثرب میں بہت مال بنایا اور بنو نضیر کے سردار ابو الحقیق کی بیٹی عقیلہ سے شادی کرلی تھی جس کے بطن سے کعب پیدا ہوا تھا۔ اس طرح اس کی ماں یہودی النسل تھی اور باپ عربی النسل تھا اس مجبوری کی وجہ سے خود کو یہودی منوانے اور بنانے کے لئے کعب بن اشرف کو یہودی علماء اور فقیہوں پر یہودیوں سے بڑھ کر خرچ کرنا اور اصلی یہودیوں سے بھی زیادہ اسلام دشمنی کا مظاہرہ کرنا پڑتا تھا اپنی ذاتی خصوصیات مال و دولت اور یہودی علماء پر سرمایہ کاری کی وجہ سے اس نے مدینہ اور عرب کے یہودیوں میں بڑا مقام اور نام بنالیا تھا سب یہودی اسے اپنا سردار ماننے لگے تھے یہودیوں کے علاوہ عربوں میں بھی اس کا اہم مقام تھا۔

بدر کی لڑائی میں اہل ایمان کی فتح اور قریش مکہ کی شکست اور جاہلیت کے سرداروں کے قتل

کی خبر مدینہ پہنچی تو کعب نے کہا "کیا ایسا ہو سکتا ہے' کیا تمہیں یقین ہے کہ محمد (ﷺ) نے ان سب لوگوں کو قتل کر دیا ہے جن کے نام یہ دونوں (زید اور عبداللہ) لے رہے ہیں؟ وہ تو عرب کے اہل مرتبہ کے بادشاہ تھے بخدا اگر واقعی محمد (ﷺ) نے انہیں قتل کر دیا ہے تو اب زمین کے سینے پر رہنے کی نسبت اس کے شکم میں چلے جانا زیادہ بہتر ہے"

جب رسول اللہ ﷺ بدر سے مدینہ واپس تشریف لے آئے اور اس کے بعد قریش کے جنگی قیدی بھی پہنچ گئے تو کعب بن اشرف کی قوت برداشت جواب دے گئی وہ فوراً" مکہ روانہ ہوگیا مکہ میں اس نے مطلب بن ابی وداعہ سہمی کے گھر قیام کیا مطلب اور اس کی بیوی عاتکہ نے کعب بن اشرف کی بڑی مہمان نوازی کی کعب نے بدر کے کنویں میں پھینکے جانے والے قریش کے سرداروں کا مرثیہ لکھا:

- "بدر کے کولہو سے اس کے اپنے اقارب کا خون باہر آ رہا ہے
آؤ بدر کے واقعات پر روئیں اور آہ و بکا کریں
وہاں بہترین لوگ اپنے ہی حوض کے گرد قتل کر دیئے گئے
ایسا بھی ہو ہی جایا کرتا ہے بادشاہ بھی کبھی بچھڑ ہی جایا کرتے ہیں
کتنے ہی عالی نصب روشن چہرے نابود ہو گئے
وہ جو غریبوں اور ناداروں کو پناہ دینے والے تھے
وہ جو قحط سالی میں بہت خرچ کرنے والے تھے
اور دوسروں کا بوجھ اٹھا لینے والے تھے
جو حکمران تھے اور رعایا سے چوتھ لینے والے تھے
کچھ لوگ جن کی ناراضگی سے مجھے خوشی ہوتی ہے
کہتے ہیں
کعب بن اشرف حواس باختہ ہوگیا ہے
وہ ٹھیک ہی کہتے ہیں
ہائے! جب انہیں قتل کیا گیا تھا
دھرتی کا سینہ پھٹ گیا ہوتا اور لوگ اس میں غرق ہو جاتے
کاش یہ خبر لانے والا ہلاک ہوگیا ہوتا
یا زندگی بھر کے لئے اندھا اور بہرہ ہو جاتا

مجھے بتایا گیا کہ ابو لحکم کے قتل سے
سارے بنی مغیرہ کی ناک کٹ گئی اور وہ ذلیل و خوار ہوگئے
اور ربیعہ کے دونوں فرزند بھی اس کے پاس چلے گئے
اور منیہ بھی
یہ مقتول وہ ہیں جن کے مرتبہ کو کوئی نہ پہنچ سکا
تبع بھی نہیں
مجھے بتایا گیا ہے کہ ان کے رشتہ والا
الحارث بن ہشام عوام کو جمع کرنے کے نیک کام میں لگا ہوا ہے
تاکہ جتھہ بنا کر یثرب پر چڑھائی کر سکے
آبائی شرافت کی حفاظت کوئی شان و شوکت والا ہی کر سکتا ہے"

کعب قریش کی محفلوں میں مرثیے پڑھتا خود روتا اور قریش کو رلا کر ان کی آتش انتقام کو تیز کرتا وہ انہیں اہل ایمان پر حملہ کرنے کی ترغیب دیتا تھا ایک روایت میں ہے کہ اس کے ہمراہ مدینہ کے چالیس دیگر سرکردہ یہودی بھی تھے انہوں نے ابو سفیان سے ملاقات کی اور مسلمانوں کے خلاف مدد کا وعدہ کیا ابوسفیان انہیں حرم میں لے گیا وہاں سب نے غلاف کعبہ کو تھام کر مدد اور تعاون کے اس عہد کو پختہ کیا ابو سفیان نے ان سے پوچھا "کیا اللہ کو ہمارا دین پسند ہے یا محمد (ﷺ) اور اس کے صحابہؓ کا دین؟ آپ ہم میں سے کسے بہتر جانتے ہیں؟ ہم میں سے کون ہدایت یافتہ اور حق کے زیادہ قریب ہے؟"

یہودیوں نے جواب دیا "تم ان سے زیادہ ہدایت یافتہ ہو"

شاعروں کی پراپیگنڈہ مہم

اللہ کے دین اس کے رسول ﷺ اور اہلِ اسلام کے خلاف پراپیگنڈہ کی سب سے زہریلی مہم شاعروں نے چلائی اس میں یہودی اور مشرک سب شاعر شامل تھے مہم چلانے والے شاعر اور شاعرات ایک دوسرے سے بڑھ چڑھ کر اسلام پر حملے کرنے لگے یہودی' مشرک اور اسلام کے سارے دشمن ایسے شاعروں کی نظمیں محفلوں اور گلیوں میں گاتے اور انہیں داد دیتے شاعر داد کا پیدائشی بھوکا ہوتا ہے داد ملنے لگی تو شاعر اور بھی زیادہ سرگرمیاں دکھانے لگے۔ زمانہ قدیم سے ہی جزیرہ نمائے عرب کے شہروں' صحراؤں اور ریگزاروں میں رہنے والے عرب شعر و شاعری کے

دلدادہ رہے ہیں ان کے مرد بھی شعر کہا کرتے تھے اور عورتیں بھی وہ سخن فہم بھی تھے اور سخن نواز بھی ان کی حساس طبیعتوں پر شاعری کا اس قدر اثر ہوتا تھا کہ ایک شاعر پورے قبیلے کو دوسرے سے لڑادیا کرتا تھا شعراء کا کلام صحراؤں اور وادیوں میں بڑی تیزی سے سفر کیا کرتا تھا قافلے دوران سفر ایک جگہ کے شاعروں کا کلام دوسری جگہ لے جاتے تھے اور چند ہی دنوں میں دور دور تک پتہ چل جاتا تھا کہ کس شاعر نے کس فرد یا قبیلے کے خلاف یا حق میں کیا کچھ کہا ہے مختلف قبیلوں کے افراد جب ایک دوسرے سے ملتے تھے تو دوران گفتگو نئی لڑائیوں کا حال اور انکے بارے میں کہے گئے شعر ایک دوسرے کو سنایا کرتے تھے مہمان نوازی اور میزبانی کی محفلوں میں ایسے شاعروں اور ان کے شعروں کا چرچا رہتا تھا' اس لئے ہر قبیلے کے اپنے اپنے شاعر ہوتے تھے جو دوسروں کے جواب میں شعر کہتے تھے اور ان کے پراپیگنڈہ کا جواب دیا کرتے تھے اور اپنے قبیلے کی تعریف و توصیف کیا کرتے تھے۔

کعب بن اشرف نے مکہ میں اپنے شعروں اور مرثیوں کی خوب داد وصول کی تھی مدینہ واپس آکر اس نے یہ مہم اور بھی تیز کردی وہ رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے خلاف شعر لکھتا اسلام کے دشمنوں کی تعریف میں قصیدے لکھتا اور پاک دامن مسلم خواتین کے نام لے لے کر ان کے بارے میں فحش شعر کہتا تھا اس نے کسی بھی اخلاقی اصول کا خیال نہ کیا نہ معاشرتی آداب کا کعب صحابہ کرام کی بیویوں کے نام لے لے کر ان کے بارے میں عشقیہ شعر کہتا روایتی بدکردار ' بدفطرت اور بدگو شعراء کی مانند وہ اپنی گندی ذہنیت کا خوب مظاہرہ کرنے لگا مشرک اور یہودی اس کے ننگ شرافت کلام کی خوب داد دیتے اس کی حوصلہ افزائی کرتے اور اپنی محفلوں میں اس کے اشعار گاتے اور ایک دوسرے کو سنایا کرتے تھے۔

ابو عفک

اللہ کے دین' رسول اللہ ﷺ اور اہل اسلام کے خلاف اس مہم میں قبیلہ بنی عمرو بن عوف کا بوڑھا شاعر ابو عفک بھی شامل تھا وہ بڑا مجمع باز اور قصہ ساز تھا عوام کی زبان اور بیان میں شعر کہتا تھا اور داد پاتا تھا وہ تھا تو شروع سے ہی اسلام کے خلاف لیکن بدر میں مسلمانوں کی فتح کے بعد اس کی بدکلامی میں کوئی حد نہ رہی اسلام اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف اس کے شعروں نے مسلمانوں کے دل چھلنی کردیئے تھے حضرت سالمؓ بن عمیر کا پیمانہ صبر لبریز ہوگیا تو ایک رات وہ اس کے گھر میں داخل ہوگئے ابو عفک صحن میں سو رہا تھا حضرت سالمؓ نے اتنے زور سے تیر کی نوک

اس کے سینے میں ماری کہ وہ دوسری طرف جانکلی ابو عفک کی گندی زبان ہمیشہ کے لئے خاموش ہو گئی.

عصماء

اسلام کے خلاف مہم میں شامل ایک خاتون کا نام عصماء تھا اسلام اور رسول اللہ کے خلاف لکھے اس کے شعر یہودی محفلوں اور گلیوں میں گایا کرتے تھے مشرک اور یہودی اس کی جتنی زیادہ حوصلہ افزائی کرتے وہ اتنی ہی زیادہ زہریلی نظمیں لکھ کر انہیں خوش کرنے کی کوشش کرتی حضرت عمیرؓ بن عوف سے برداشت نہ ہوسکا ایک رات اسے قتل کرنے کے ارادہ سے وہ اس کے گھر میں داخل ہوگئے وہ صحن میں اپنے خاندان کے افراد کے درمیان سو رہی تھی اس کی چھاتی پر اس کی بچی تھی حضرت عمیرؓ کی بینائی کمزور تھی وہ دبے پاؤں ٹٹولتے ہوئے عصماء کے پلنگ کو تلاش کرنے میں کامیاب ہوگئے بچی کو اس کے سینے سے الگ کیا اور خنجر کے ایک ہی وار سے اسے ختم کر دیا.
صبح وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے اور رات کے واقعہ کا حال سنایا.
جب وہ واپس گھر جارہے تھے تو عصماء کے بیٹے نے کہا "اے عمیرؓ تم نے ہماری والدہ کو قتل کر دیا"
حضرت عمیرؓ نے کہا "ہاں میں نے قتل کیا ہے تمہاری ماں کو' آؤ لے سکتے ہو تو انتقام لے لو مگر یاد رکھو اگر تم نے اپنی ماں کی مانند ہمارے دین اور ہمارے رسولؐ کی توہین کی تو میں تمہیں بھی قتل کردوں گا خواہ اس میں خود میں بھی قتل کر دیا جاؤں"۔

یہودیوں کی قریش مکہ کے ساتھ ساز باز

ایک طرف مدینہ کے یہودیوں نے اللہ کے دین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف پراپیگنڈہ مہم تیز کردی تو دوسری طرف وہ اسلامی ریاست کے خاتمہ کے طریقوں پر غور کرنے لگے انہوں نے خیال کیا کہ اگر اب مسلمانوں پر کاری ضرب نہ لگائی اور خاموش بیٹھے رہے تو وقت کے ساتھ ساتھ ریاست اور مسلمان مزید مضبوط ہوجائیں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں کے پراپیگنڈہ اور زیادتیوں کو جس قدر برداشت کرتے تھے یہود کے حوصلے اتنے ہی بڑھتے جارہے تھے کعب بن اشرف کے علاوہ یہودیوں کے کچھ اور نمائندے بھی مکہ گئے انہوں نے بھی قریش مکہ کو مدینہ پر حملہ کی ترغیب دی اور حملہ کی صورت میں قریش کو اپنی مدد اور تعاون کا بھی یقین دلایا یہود نے یہ سب کچھ دستور مدینہ کو قبول کرنے کے باوجود کیا رسول اللہ ﷺ کو

یہودیوں کی جملہ سرگرمیوں کا علم تھا اس کے باوجود آپؐ نے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہ کی مدینہ کے عربوں کے ساتھ اپنے روابط اور معاہدوں کی وجہ سے یہودی یہاں بھی انتشار اور شکوک و شبہات پھیلا رہے تھے وہ مسلمانوں کی صفوں میں گھس کر ان کے اتحاد میں رکھنے ڈالنے کی کوشش کرتے تھے انہوں نے عربوں کے ساتھ اپنے اقتصادی تعلقات اور سودی کاروبار کو بھی مسلمانوں پر دباؤ ڈالنے کے لئے استعمال کرنا شروع کردیا اور اپنے عمل اور گفتار سے یہ ظاہر کرنے لگے کہ وہ کسی سے نہیں ڈرتے اور مسلمانوں کو اگر امن سے رہنا ہے تو اس کے لئے انہیں یہودیوں سے بنا کر رہنا ہوگا یہودی مدینہ کے مشرکوں اور منافقوں کو یہ تاثر دینا چاہتے تھے کہ مسلمان اور ریاست مدینہ اتنے مضبوط اور طاقتور نہیں جتنا وہ سمجھنے لگے ہیں یہودیوں نے مدینہ سے باہر کے بدو قبائل اور یہودیوں سے بھی ساز باز شروع کر دی۔

بدو قبائل کا ردعمل

صحراؤں اور ریگستانوں کی زندگی نے اونٹوں کی مانند بدوؤں کو بھی سخت جان سخت کوش اور STRONG WILLED بنا دیا تھا انہیں اپنی ذات اور فیصلے پر بہت زیادہ اعتماد ہوتا تھا اور اگر کوئی بات ان کے دل میں اتر جائے تو اس پر پوری قوت سے ڈٹ جاتے تھے یہ ان کے ماحول اور معاشرت کی مجبوری بھی تھی اور تربیت کا نتیجہ بھی بدو اندھیری رات میں آسمانوں پر چمکنے والے ستاروں کی مدد سے راستے کا تعین کرتے تھے اور منزل تک پہنچ جایا کرتے تھے وہ صدیوں سے بتوں کی پرستش کرتے آئے تھے دینی اور دنیاوی فلاح انہوں نے بتوں سے وابستہ کر رکھی تھی یہ راستہ ان کے اجداد نے متعین کیا تھا جس طرح صحراؤں کے سفر میں وہ ستاروں کی رہنمائی کے خلاف نہیں جاسکتے تھے اسی طرح زندگی کے سفر میں وہ اپنے اجداد کے متعین کردہ راستے سے الگ ہوکر منزل تک پہنچنے کے بارے میں نہیں سوچ سکتے تھے بدو بڑے پختہ کار بت پرست تھے اور قریش مکہ ان سارے بت پرستوں کے امام تھے حرم کعبہ میں جزیرہ نمائے عرب کے سارے قبائل کے بت نصب تھے اور قریش ان سب بتوں کے مجاور تھے اس لئے قریش کی بدر میں ذلت اور رسوائی کو سارے بت پرست اپنی اور اپنے بتوں کی رسوائی سمجھتے تھے قریش مکہ نے مسلمانوں کے خلاف چڑھائی کرتے وقت ان قبائل سے مشورہ کیا تھا نہ انہیں اعتماد میں لیا تھا لیکن قریش کی شکست سے سارے بت پرست قبائل خود بخود ان کی صف میں آن کھڑے ہوئے تھے۔

اسلام کا پیغام ہر قسم کے اور ہر کسی کے بتوں کی خدائی کا خاتمہ تھا اور قریش مکہ ہر قسم کے

اور ہر کسی کے بتوں کے محافظ تھے قریش کی مسلمانوں کے ہاتھوں شکست بت پرستوں کے بتوں کے محافظوں کی شکست تھی اس لئے جزیرہ نمائے عرب کے بت پرستوں کا اس شکست پر فکر مند ہونا ایک فطری بات تھی جب سے رسول اللہ ﷺ نے توحید کی تبلیغ شروع کی تھی اسی روز سے مکہ کے قریش حج اور عمرہ کے لئے آنے والوں کو ان کے آبائی دین کے لئے توحید کے خطرہ سے آگاہ کرتے آئے تھے ان کی شکست سے وہ خطرہ عملی صورت اختیار کرگیا تھا اور اس خطرہ کا تدارک اور مقابلہ ان سب بت پرستوں کا مشترکہ مشن بن گیا تھا بدر کی لڑائی میں مکہ کے قریش کی شکست صرف لات اور عزیٰ کی ہی شکست نہیں تھی یہ حرم کعبہ میں نصب سارے بتوں کی شکست تھی لہٰذا ان سارے بتوں کے سارے ماننے والوں کا خود بخود قریش کے ساتھ اور مسلمانوں کے خلاف اتحاد ہو گیا۔

قریش مکہ جزیرہ نمائے عرب کے بت پرستوں کے بتوں کے مجاور اور اس منصب کے حوالے سے صرف ان کے مذہبی رہنماء ہی نہیں تھے جزیرہ نمائے عرب کی سرحدوں کے ساتھ ساتھ واقع سلطنتوں کے شاہوں اور شہنشاہوں کے درباروں تک اپنی رسائی تعلقات اور تجارتی روابط کی وجہ سے قریش جزیرہ نمائے عرب میں ایک طرح سے سیاسی رہنماء بھی تھے صحراؤں اور ریگستانوں میں رہنے والے ان بت پرست قبائل کے قریش مکہ کے ساتھ مختلف نوعیت کے تجارتی اور اقتصادی روابط بھی تھے وہ قریش مکہ کے ہاتھوں اپنا مال فروخت کرتے تھے قریش بیرون ممالک سے ان کی ضروریات کی اشیاء لاکر ان کے ہاتھ فروخت کیا کرتے تھے قریش کے تجارتی قافلے ان قبائل کے علاقوں سے گزرتے تھے تو ان کی حفاظت اور نگرانی سے انہیں آمدنی ہوا کرتی تھی اس طرح قریش ان بدو قبائل کے مذہبی سیاسی اور اقتصادی رہنماء بھی تھے اور اتحادی بھی

قریش مکہ کا رد عمل

قریش مکہ جزیرہ نمائے عرب کے بے تاج بادشاہ تھے وہ صحراؤں اور ریگستانوں میں رہنے والے بدوؤں کے نخلستانوں اور وادیوں کے باسی کاشتکاروں اور باغبانوں سب بت پرستوں کے بتوں کے مجاور تھے اور جزیرہ نمائے عرب کی سب سے بڑی منظم آزاد سیاسی اور اقتصادی قوت تھے اور مٹھی بھر مسلمانوں نے ان کی سیادت اور قوت بدر کے اندھے کنویں میں دفن کردی تھی ان کے سردار جن میں سے ہر ایک اندرون اور بیرون عرب معزز اور مکرم خیال کیا جاتا تھا' بڑے رعب اور دبدبہ والا تھا سب بدر کی لڑائی میں مارے گئے تھے جو ایک دو بچ گئے تھے وہ قیدی بنا لئے تھے

قریش مکہ کو اپنی ساری تاریخ میں کبھی اس قسم کی ذلت اور رسوائی کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا اسی لئے پہلے تو انہیں یقین نہ آیا کہ ایسا بھی ہو سکتا تھا لیکن جب یقین کے بغیر کوئی چارہ نہ رہا تو وہ حواس باختہ ہو گئے۔ ابولہب اپنی بزدلی کی وجہ سے قریش کے لشکر کے ساتھ نہیں گیا تھا اور کنویں کی ذلت سے بچ گیا تھا، مگر وہ اپنی قوم کی شکست فاش کا صدمہ برداشت نہ کرسکا قریش مکہ کو سمجھ نہیں آتا تھا کہ ان کے ساتھ ہو کیا گیا ہے اور اس صورت حال میں وہ کیا کریں اور کیا نہ کریں۔ پہلے تو وہ مکہ کی گلیوں اور بازاروں میں مرنے والوں کا ماتم کرتے رہے۔ مرنے والوں کے اونٹ گھوڑے واپس آتے تو ان کے کان چیر کر ان کا جلوس نکالتے اور خواتین اپنے بال نوچ نوچ کر جلوس کے گرد سینہ کوبی کرتی تھیں، لیکن پھر خیال آیا کہ مسلمانوں نے سنا تو وہ خوش ہوں گے کہ قریش اس شکست سے ہوش و حواس کھو بیٹھے ہیں تب حکم جاری کر دیا کہ کوئی اپنے مرنے والے کو روئے گا نہیں۔ ایک انتہا وہ تھی اور ایک یہ انتہا کہ کوئی آنسو تک نہ نکلے قریش کے سرداروں کے مارے جانے کی وجہ سے ان کی سرداری ابو سفیان کے ہاتھ میں آگئی تھی اور وہ بڑی ہوشیاری سے قیادت کا یہ خلاء پر کرنے کی کوشش کر رہا تھا۔ فدیہ دے کر قیدیوں کو چھڑانے کا مسئلہ پیش ہوا تو اس نے کہا کہ میں اپنے قیدی بیٹے کو فدیہ دے کر نہیں چھڑاؤں گا جب تک بدر میں مرنے والوں کا بدلہ نہ لے لوں میں خوشبو نہیں لگاؤں گا اور بیوی سے الگ رہوں گا اگرچہ یہ سب سیاسی حربے تھے اور بڑے کامیاب ثابت ہو رہے تھے لیکن ان حربوں سے قریش مکہ کی ذہنی اور نفسیاتی حالت کا اندازہ بھی ہوتا ہے۔

کعب بن اشرف مکہ آیا اس نے قریش کے مرنے والوں کے مرثیے پڑھ پڑھ کر ماتمی مجلسوں کا آغاز کردیا وہ گڑھے والوں کے لئے خود بھی روتا تھا اور قریش کے مرد و خواتین کو بھی رلاتا تھا اس نے اپنے شعروں اور خطابوں کے ذریعے قریش کو ان کے نقصان اور مقام کا احساس دلایا انہیں مسلمانوں سے بدلہ لینے کی ترغیب دی تو وہ پھر رونے پیٹنے لگے۔

جزیرہ نمائے عرب کی تاریخ وہاں کے شعراء کے کلام میں محفوظ ہوجاتی تھی تاریخی واقعات کے بارے میں شعراء جو نظمیں لکھتے تھے ان میں واقعات و حادثات کا ذکر ہوتا تھا مختلف افراد اور قبائل کی کارکردگی کا بھی ان اشعار اور نظموں سے اندازہ کیا جاسکتا تھا کوئی واقعہ جھگڑا یا لڑائی کیوں اور کیسے پیش آئی کس کس کے درمیان لڑی گئی اس کا نتیجہ کیا ہوا اور رد عمل کیا پیدا ہوا یہ جاننے کا بہترین اور مستند حوالہ اس کے بارے میں کہی گئی نظمیں اور اشعار ہیں بدر کی لڑائی میں قریش مکہ کی شکست ذلت اور رسوائی سے متعلق قریش اور اس کے حامی شاعروں نے جو نظمیں لکھیں وہ

قریش کے رد عمل کا اندازہ کرنے کا سب سے بہتر اور مستند حوالہ ہیں ابو جہل کا بھائی حارث بدر کے میدان سے جان بچاکر بھاگ جانے والوں میں شامل تھا مکہ پہنچ کر اس نے اپنی قوم کو متحد کرنے اور مسلمانوں سے انتقام لینے پر آمادہ کرنے کے لئے جو نظمیں لکھیں ان سے قریش مکہ کے جوش انتقام' ارادوں اور ذہنی کیفیت کا بھی اندازہ ہوتا ہے حارث کی ایک نظم کا حصہ ہے۔

"اے، میری قوم میرے نقصان اور ارادے میں میری مدد کرو
غم میں ڈوبا ہوا میرا دل جل رہا ہے
میری آنکھوں سے آنسوؤں کی جھڑی لگی ہے
میرا ہر آنسو ایک قیمتی موتی ہے جو مالا پرونے والی کے ہاتھ سے گر گیا ہو
یہ آنسو اس خوش اطوار بہادر کی موت پر بہہ رہے ہیں
جو بدر کے گڑھے میں ہمیشہ کے لئے دفن ہوگیا
دوستوں اور قرابت داروں کے مہربان عمرو
تو ہمارے دلوں سے قریب رہ
اگر کسی گروہ نے تیری بدبختی کے لمحے میں تجھ پر غلبہ حاصل کرلیا ہے
تو زمانہ ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہتا یہ ضرور بدلے گا
اس سے پہلے تو ہی انہیں رسوا کیا کرتا تھا
اے عمرو اگر میں مرنہ گیا تو تیرا بدلہ لے کر چھوڑوں گا
اور کسی قرابت والے اور اپنی بیوی کے بھائی پر بھی رحم نہیں کروں گا
جس طرح انہوں نے میری کمر توڑ دی ہے
میں بھی ان کے عزیز ترین رشتہ والوں کو قتل کرکے
ان کی کمر توڑ دوں گا
وہ ان ایرے غیروں کی وجہ سے غرور میں آگئے ہیں
جنہیں انہوں نے اپنے گرد جمع کرلیا ہے
ہم تو فہر کی نسل کے خالص قبیلوں سے تعلق رکھتے ہیں
اے آل لوی اپنے حرم اور بتوں کی حفاظت کے لئے کمر باندھ لو
اور انہیں فخر کرنے والوں کے لئے نہ چھوڑ دو
یہ حرم اس کی چھت بنیادیں اور پردے

تمہارے اجداد کی ملکیت ہیں جو تمہیں وراثت میں ملی ہے
ایک حلیم شخص تمہاری بربادی کے درپے ہے
اے آلِ غالب اس شخص کو کبھی معاف نہ کرنا
جن لوگوں سے تم نے دشمنی کی ہے
ان کے مقابلے کے لئے سیسہ پلائی دیوار کی مانند بن جاؤ
اور پوری قوت سے ان کے خلاف لڑو
صبر اور جرأت کے ساتھ ایک دوسرے کا دکھ بانٹ لو
تاکہ تم اپنے بھائی کا بدلہ لے سکو
اگر تم عمرو کا بدلہ نہ لے سکے تو
پھر تمہارا اس سے کوئی تعلق نہیں
بجلیوں کی مانند چمکتی تیز دھار تلواریں اپنے ہاتھوں میں لے لو
جو چمکتی ہیں تو کٹے ہوئے سروں کے ڈھیر لگادیتی ہیں"

ابوجہل کا بھائی حارث اس نظم میں قریش مکہ کو ایک دوسرے کا غم بٹانے کا مشورہ بھی دیتا ہے اور بدر میں مرنے والوں کا بدلہ لینے کی ترغیب بھی دیتا ہے وہ کہتا ہے کہ اگر انہوں نے عمرو(ابوجہل) کا بدلہ نہ لیا تو وہ اس سے تعلق والے نہیں ہوں گے وہ قریش کی خاندانی برتری کا بار بار ذکر کرتا ہے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کو "ایرے غیرے" قرار دیتا ہے وہ اپنی قوم کو حرم اور اس میں نصب بتوں کی حفاظت کے لئے کمر باندھ لینے کی دعوت دیتا ہے اور کہتا ہے کہ اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو حرم اور اس میں نصب بت جو انہیں باپ دادا سے وراثت میں ملے ہیں دشمن کے رحم و کرم پر ہوں گے وہ ابوجہل کی موت کا بدلہ لینا اپنی زندگی کا مقصد قرار دیتا ہے ایک اور نظم میں وہ کہتا ہے:

- "اس بات کی خوشی نہ مناؤ کہ تم نے انہیں قتل کردیا
ان کا قتل تمہارے لئے جاوداں مصیبت ثابت ہوگا
اگر کچھ لوگ موت کی گھاٹی اتر گئے تو کیا ہوا؟
میدان جنگ میں آنے والی موت سے کوئی بھی موت بہتر نہیں ہوتی"
- "مکہ کے گرد و نواح کے باسیوں سے کہو لشکر جمع کرلیں
اور کھجوروں والے یثرب کے قلعوں پر چڑھائی کردیں

اے آلِ کعب اپنا دفاع کرتے ہوئے
تیز دھار چمکتی تلواروں سے حملہ کے لئے آگے بڑھو
یا پھر تم اپنی راتیں خوف سے کانپتے ہوئے کاٹو
اور دن جوتوں کے تلوؤں کے نیچے ذلت اور رسوائی کی حالت میں بسر کرو
اے قوم لات کی قسم مجھے یقین ہے
کہ تم بدلہ لئے بغیر چین سے نہیں بیٹھو گے
سب اٹھو
زرہیں پہن لو
نیزے اٹھالو
تلواروں اور تیروں کو پان چڑھالو
اور خود پہن لو"

ضرار بن الخطاب کے اشعار میں سے چند دیکھیں:

- "اگر ہمارے کچھ لوگ مارے گئے تو کیا ہوا؟
ہم ان کے وارث تو زندہ ہیں
اور ہم عنقریب بربادی کرنے والے ہیں
ہوا سے باتیں کرتے تیز گھوڑوں پر سوار
ہم بنی اوس کے قلب پر حملہ کریں گے
اور اپنی انتقام کی آگ ٹھنڈی کریں گے
اس کے بعد ہم بنو نجار کے وسط پر حملہ آور ہوں گے
اور جب ہم واپس لوٹیں گے
تو ان کے مردوں کے ڈھیروں کے گرد گدھ جمع ہوں گے
اور بے بنیاد خواہشوں کے سوا کوئی ان کا ہاتھ پکڑنے والا نہیں ہوگا
اور یثرب کی عورتیں ان پر بین کررہی ہوں گی
اور بین کرنے والی عورتیں رات بھر سو نہیں سکیں گی
ہماری تلواریں ان کے ٹکڑے کردیں گی
اوران تلواروں سے ہمیشہ ان کا خون ٹپکتا رہے گا"

اسی سلسلے کی نظم کے ابو سفیان کے چند اشعار:

- "واپس مڑو اور یثرب پر حملہ کرکے اسے لوٹ لو
یثرب والوں نے جو مال اکٹھا کر رکھا ہے
وہ تمہارے لئے مال غنیمت ہے
بدر کی لڑائی میں انہیں فتح ہوئی تو کیا ہوا
اب فتح تمہاری ہوگی
قسم ہے لات کی
میں اس وقت تک عورت کے قریب نہیں جاؤں گا
اور اپنا بدن اور سر نہیں دھوؤں گا
جب تک تم اوس اور خزرج کو ختم نہ کردو
میرا دل انتقام کی آگ سے جل رہا ہے"

ابو سفیان کی بیوی نے کہا:

- "اس غم اور غصہ کی حالت میں
دکھ سے میری عقل ماری گئی ہے
آؤ برق رفتار مشکی گھوڑوں پر سوار ہوکر
یثرب پر یلغار کردیں"

قریش کی آنکھیں رو رہی تھیں دل جل رہے تھے انہیں اپنا قومی مستقبل تاریک نظر آنے لگا تھا ان کا سب سے اہم تجارتی راستہ مسلمانوں کی زد میں آگیا تھا ان کی آمدنی کا واحد ذریعہ تجارت تھی وہ جنوب سے جو تجارتی مال لاتے تھے وہ شمال میں شام کی منڈیوں تک پہنچایا کرتے تھے وہاں سے اپنی اور بدو قبائل کی خوراک اور دیگر روز مرہ کی ضروریات کی اشیاء خرید کر لایا کرتے تھے جنوب کی طرف جو مال تجارت بھیجتے تھے وہ شمال سے ہی لایا کرتے تھے اگر شمال کے تجارتی راستوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہوگیا تو سارا کاروبار اور تجارت ٹھپ ہوکر رہ جائیں گے پھر کھائیں گے کیا اور کمائیں گے کیسے؟ یہ بہت بڑا سوال تھا۔

ایک اور مشکل یہ بھی تھی کہ اگر انہوں نے اپنی شکست اور اپنے سرداروں کی موت کا بدلہ نہ لیا اور خاموش بیٹھے رہے تو اندرون اور بیرون عرب ان کا رعب و دبدبہ ختم ہوجائے گا اس لئے اپنی قومی عزت وقار اور مفادات کے تحفظ کے لئے مسلمانوں سے انتقام لینا اور ریاست مدینہ کو

ختم کرنا قریش مکہ کی اجتماعی زندگی کا سب سے اہم مقصد قرار پایا اس مقصد کے حصول کے لئے وہ سیاسی' سفارتی اور سازشی محاذوں پر کام کرنے لگے اور اس کام میں انہیں ہر طرف سے تعاون ملنے لگا ریاست مدینہ کے اندر سے بھی یہودیوں کا تعاون مل گیا تاریخی ماخذ قریش مکہ کی ان کوششوں کی تفصیلات نہیں بتاتے لیکن بدر میں مسلمانوں کی فتح کے بعد بدو قبائل کے اجتماعی رویہ اور قریش کے سفارتی ماضی کو سامنے رکھا جائے تو ایسی کوششوں کے وجود سے انکار مشکل ہو جاتا ہے۔

بدر سے اُحد تک

غزوہ الکدر

نخلہ میں ایک بت خانہ تھا. اس کے متولی کا نام افلح تھا اس کا تعلق قبیلہ بنو سلیم سے تھا.
جب افلح بستر مرگ پر تھا تو ابو لہب اس کی بیمار پرسی کے لئے گیا "میری موت کے بعد عزیٰ کی حفاظت کون کرے گا؟ اسے مسلمانوں سے کون بچائے گا؟" افلح نے اپنے اور اپنے قبیلے کے بڑے بت عزیٰ کے مستقبل کے بارے میں تشویش ظاہر کی.

"مسلمانوں سے میں عزیٰ کو بچاؤں گا" ابو لہب نے اسے تسلی دی.

جنگ بدر میں قریش مکہ کو شکست ہوئی تو وہ کعبہ میں نصب اپنے بتوں کے مستقبل کے بارے میں بھی فکر مند ہوگئے ان کے شاعر اور سردار حرم اور اس میں رکھے بتوں کی حفاظت کے لئے مشرک قوم کو متحد کرکے ریاست مدینہ پر حملہ کا پرچار کرنے لگے.

ابولہب اسی صدمہ میں فوت ہو گیا.

نخلہ کے بت خانے میں رکھے بت عزیٰ کی حفاظت اور مستقبل کا خطرہ اور بھی شدید ہو گئے.

عبداللہ بن جحش کی قیادت میں مسلمان نخلہ سے قریش مکہ کے تجارتی قافلہ کے محافظوں کو قیدی بنا کر مدینہ لے گئے تھے اور اب تو قریش کو مسلمانوں نے شکست فاش بھی دے دی تھی "عزیٰ کا کیا بنے گا" بنو سلیم کے لئے اہم مسئلہ پیدا ہوگیا وہ اور بھی غصہ میں آگئے بنو سلیم کا علاقہ ریاست مدینہ سے مشرق میں تھا ریاست مدینہ کے جنوب مشرق میں بنو سلیم کے عم زاد قبیلے بنو ہوازن کا علاقہ تھا شمال مشرق میں بنو غطفان اور بنو فزارہ کے علاقے تھے. یہ سب قبیلے قیس کی اولاد سے تھے اور عزیٰ ان سب کا آبائی بت تھا. اس کی حفاظت اور اس کے لئے مسلمانوں سے

خطرہ ان سب کا مشترکہ دکھ تھا۔

قیس
خصفہ | سعد
عکرمہ، محارب | عامر، غطفان
ہوازن، سلیم | غنی، باھلہ
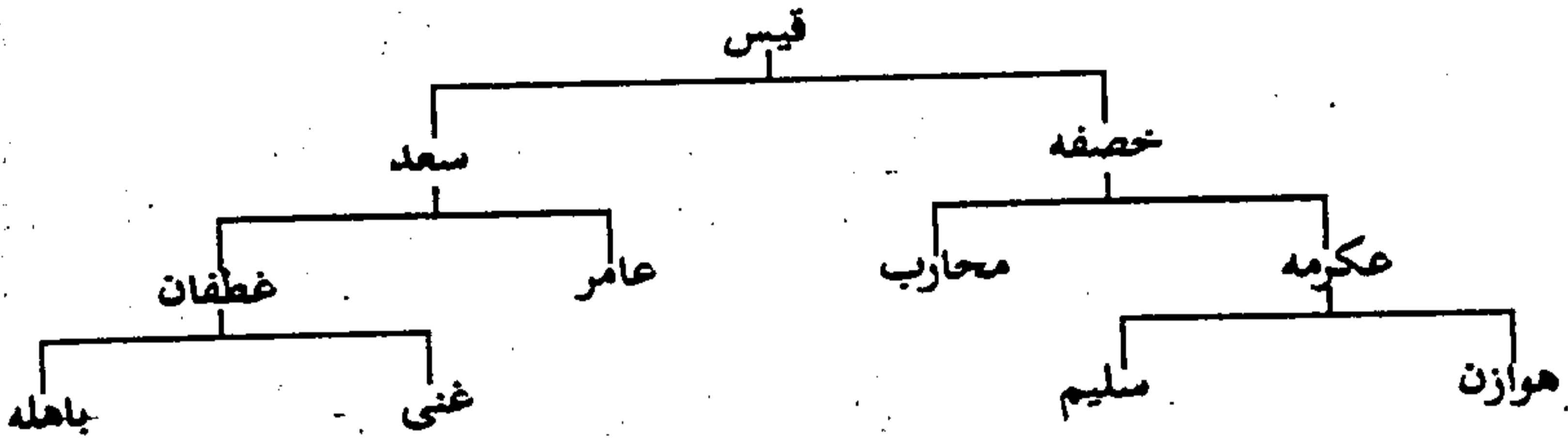
بنو سلیم کے مکہ کے قریش کے ساتھ بھی قدیمی تعلقات اور رشتہ داریاں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے اجداد کی تیسری سے چھٹی پیڑی تک آپؐ کی پڑدادیاں اسی قبیلہ بنو سلیم سے تھیں اور ان سب کے نام عاتکہ تھے(1) ابو لہب اس رشتے کی وجہ سے بھی افلح کی بیمار پرسی کے لئے گیا ہوگا بنو سلیم کے علاقے میں سونے کے ذخائر تھے اور مکہ کے مالدار قریش نے ان ذخائر سے سونا نکالنے میں تعاون کا وعدہ کر رکھا تھا(2) اس حوالے سے قریش مکہ کے ساتھ ان کا اقتصادی تعلق بھی کافی مضبوط تھا بنو سلیم جزیرہ نمائے عرب کا بڑا اہم اور طاقتور قبیلہ تھا اور اسلامی ریاست سے صرف ساٹھ میل سے اس کا علاقہ شروع ہو جاتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ 23 رمضان کو بدر سے واپس مدینہ آئے۔ چند روز بعد خبر ملی کہ بنو سلیم اور غطفان ریاست مدینہ کے خلاف کارروائی اور مدینہ پر حملہ کے لئے اکٹھے ہو رہے ہیں۔ عیدالفطر کے فوراً بعد رسول اللہ ﷺ دو صد صحابہ کے ہمراہ مدینہ سے نکلے آپؐ نے ریاست کے امور انجام دینے کے لئے سباعؓ بن عرفطہ غفاری کو اپنا نائب اور حضرت ابن اُمِّ مکتومؓ کو نمازوں کی امامت کرانے کے لئے مقرر فرمایا۔ اسلامی لشکر کا سفید پرچم حضرت علیؓ کے سپرد کیا(3) بنو سلیم اور ان کے اتحادیوں کو رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر موصول ہوئی تو وہ بلند ریگستانوں کی طرف بھاگ گئے رسول اللہ ﷺ نے کدر کے چشموں کے پاس خیمے نصب کرنے کا حکم دیا اور کچھ صحابہ کو دشمن کی تلاش کے لئے بھیجا مگر انہیں ایک چرواہے کے علاوہ کوئی بھی وہاں نہ ملا بنو سلیم اس افراتفری میں بھاگے تھے کہ جو اونٹ چرنے کے لئے بھیجے ہوئے تھے وہ بھی پیچھے چھوڑ گئے تھے۔ ان اونٹوں کی تعداد پانچ صد تھی۔ ان کے ساتھ چرواہے بھی تھے صحابہ کرام نے چرواہوں سے قبیلہ والوں کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ وہ ٹھیک طور پر کچھ نہیں بتا سکتے۔ رسول اللہ ﷺ نے تین روز تک وہاں قیام فرمایا مگر کوئی بھی مقابلے کے لئے نہ آیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم

مال غنیمت کے پانچ صد اونٹ اور یسار نامی غلام چرواہے کو لے کر مدینہ واپس لوٹ آئے مدینہ تین میل رہ گیا تو آپؐ نے صرار کے کنویں پر قیام کا حکم دیا اور مال غنیمت صحابہ میں تقسیم فرما دیا۔ ہر صحابی کے حصے میں دو اونٹ آئے۔ ایک سو اونٹ خمس نکالا گیا۔ یسار رسول اللہ ﷺ کے حصہ میں آیا۔ آپؐ نے اسے آزاد فرما دیا(6) اس طرح رسول اللہ ﷺ نے پہلے کارروائی کرکے دو طاقتور قبیلوں کا مدینہ پر یلغار کا منصوبہ ناکام بنا دیا۔ حضورؐ کے اس اقدام سے مدینہ کے گرد و نواح کے دیگر قبائل محتاط ہو گئے۔ بنو سلیم کے خلاف رسول اللہ ﷺ کی اس لشکر کشی کو غزوہ قرقرہ اور غزوہ الکدر کہا جاتا ہے۔

غزوہ قینقاع

یہودیوں کا سب سے منظم اور شرارتی گروہ بنو قینقاع تھے۔ مدینہ کی مرکزی آبادی سے متصل ان کی اپنی الگ بستی تھی جس میں مختلف خاندانوں کے چھوٹے چھوٹے قلعے تھے یہودیوں کی آبادیوں کی مانند بنو قینقاع کی ساری بستی بھی قلعہ بند تھی بوقت ضرورت وہ سارے بستی میں بند ہوکر دروازے بند کرسکتے تھے ان کے بازار اور دکانیں اس بستی کے اندر تھے خزرج کے بیشتر قبیلوں سے ان کا میل ملاپ کافی زیادہ تھا ایک تو جنگ بعاث میں وہ خزرج کی طرف سے لڑے تھے دوسرے خزرج کے سب سے بااثر شخص عبداللہ بن ابی بن سلول کے وہ پرانے اتحادی تھے۔ اس میل میلاپ اور قربت کی وجہ سے وہ مسلمانوں کے راز اور منصوبے معلوم کرکے ان کے دشمنوں تک پہنچا دیا کرتے تھے۔ وہ مسجد نبوی کے اندر اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مجلسوں میں بھی آتے تھے اور وہاں جو باتیں سنتے تھے دوسروں تک پہنچا دیتے تھے رسول اللہ ﷺ ان کی ساری حرکتوں کو برداشت کرتے تھے۔ آپؐ ریاست مدینہ کے سربراہ تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو مشرکوں اور اسلام کے دشمنوں کی حرکتوں اور زیادتیوں پر صبر کرنے کو کہا تھا۔ آپؐ پیغمبرانہ صبر کے ساتھ ریاست میں امن بحال رکھنے کی کوشش کرتے تھے لیکن بدر میں قریش کی شکست کے بعد سے بدو قبائل نے جو رویہ اختیار کیا تھا اور مکہ کے قریش جس انداز میں ان قبائل کو متحد کرکے مدینہ پر حملہ کے منصوبے بنا رہے تھے۔ اس کے پیش نظر مدینہ کے یہودیوں کو اپنا رویہ درست کرنے کا مشورہ دینا ضروری ہو گیا تھا۔ الکدر سے واپسی کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے یہودیوں کو بنو قینقاع کی بستی میں جمع کیا(5) اور انہیں شرارتوں اور سرکشی سے باز رہنے کو کہا آپؐ نے انہیں دستور مدینہ کی پابندی کرنے کو کہا اور فرمایا کہ قریش کے انجام سے سبق سیکھو ریاست میں انتشار

نہ پھیلاؤ(6) رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو یہ مشورہ اس انداز میں دیا جیسے ایک ہمسایہ دوسرے ہمسائے سے بات کرتا ہے۔

یہود کی طرف سے جواب دیا گیا "اے محمد! (ﷺ) کیا آپؐ ہمیں اپنی قوم (قریش) جیسا ہی سمجھتے ہیں؟ ہمیں قریش کی مانند سمجھ کر کسی غلط فہمی میں نہ رہنا جس قوم سے آپؐ کا مقابلہ ہوا تھا اسے لڑائی لڑنا نہیں آتی تھی اس لئے آپؐ کو فتح ہوئی واللہ اگر ہم نے آپؐ کے خلاف ہتھیار اٹھائے تو آپؐ کو معلوم ہوجائے گا کہ ہم کس قسم کے لڑنے والے ہیں" یہودیوں کے اس جواب سے یہ اندازہ کرنا مشکل نہیں تھا کہ انہیں کسی اور فریق کی بھی شہ تھی وہ جو کچھ کہہ رہے تھے اس کے پیچھے کسی اور کا بھی ہاتھ تھااور وہ ہاتھ مدینہ کے مشرکین اور منافقین کا تھا انہیں مدینہ سے باہر سے بھی مدد اور حمایت کا یقین تھا دراصل بنو قینقاع کے سرداروں کو قریش مکہ کی تیاریوں کا علم تھا اور وہ ان سے معاہدہ کرچکے تھے کہ جب قریش مدینہ پر حملہ کریں گے تو وہ ریاست کے اندر سے ان کی مدد کریں گے۔(7)

ریاست مدینہ کے دستور کی پابندی کرنے اور انتشار نہ پھیلانے کے مشورہ پر یہودیوں کے اس جواب کا صاف مطلب تھا کہ ہم جو کچھ کرتے ہیں وہی کرتے رہیں گے ریاست کے اندر رہنے والا کوئی گروہ اگر حاکم ریاست کو کھلے عام کہتا ہے کہ ہم تو دستور ریاست کی خلاف ورزی کرتے رہیں گے تو اس کا مطلب دستور کی پابندی کے حلف سے بغاوت ہے ایسی بغاوت کا مطلب ریاست کی اتھارٹی کو تسلیم کرنے سے انکار ہے جسے کوئی ریاست اور حاکم برداشت نہیں کیا کرتا اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے انتہائی تحمل مزاجی اور بردباری کا مظاہرہ کیا۔

بنو قینقاع کا بازار مدینہ میں سب سے بڑا بازار تھا۔ مسلمان اور غیر مسلم مرد اور خواتین سب خریدو فروخت کے لئے وہاں جاتے تھے۔ ایک روز ایک مسلمان خاتون اس بازار سے کوئی زیور خریدنے گئی یہودی سنار کی دکان پر کچھ اور یہودی بھی بیٹھے تھے۔ مسلمان خاتون نے چہرے کا پردہ کیا ہوا تھا یہودیوں نے بد گوئی شروع کردی اور چاہا کے وہ خاتون چہرے سے پردہ ہٹا دے خاتون نے اس کا برا مانا جب وہ سنار سے باتیں کر رہی تھیں تو ایک یہودی نے خاموشی سے اس کے تہ بند کا ایک سرا اس کی پشت پر قمیض سے ٹانک دیا' خاتون کو کچھ پتہ نہ چل سکا۔ جب وہ واپسی کے لئے اٹھی تو اس کا ستر کھل گیا۔

دکان پر موجود سب یہودیوں نے اس پر بلند قہقہہ لگایا۔

خاتون مدد کے لئے چلائی۔

ایک مسلمان ادھر سے گزر رہا تھا خاتون کی فریاد سن کر اس نے تلوار سے شرارت کرنے والے یہودی کی گردن اڑا دی بازار کے یہودیوں نے مل کر حملہ کیا اور اس مسلمان کو شہید کر دیا۔

یہ ایسی حرکت تھی جسے کوئی بھی غیرت مند انسان برداشت نہیں کرسکتا پہلے انہوں نے مسلمان خاتون کے ساتھ ذلیل حرکت کی اور پھر سب نے مل کر مسلمان کو شہید کردیا شہید مسلمان کے گھر والوں کی فریاد پر مسلمان جمع ہوئے تو یہودی مقابلے کے لئے تیار ہوگئے اپنی ذلیل حرکت پر معذرت کرنے اور مقتول کا خون بہا دینے کی بجائے انہوں نے ہتھیار اٹھالئے اور ریاست کے خلاف اعلان بغاوت کے بعد معاشرے کی اخلاقی قدروں اور روایات سے بھی بغاوت کردی ریاست کے حاکم' دستور اور اس کی اخلاقی اور تہذیبی روایات کے باغیوں کو کوئی بھی کھلی چھٹی نہیں دے سکتا پھر ایسے وقت اور ماحول میں جب مکہ کے قریش اور عرب قبائلی ریاست مدینہ اور اسلام کے خلاف ایک اتحاد قائم کرنے کی کوشش کررہے تھے ریاست کے قلب میں ایک مسلح طاقتور گروہ کی بغاوت ریاست کی بقا کے لئے بہت بڑا خطرہ تھی۔

جب کوئی گروہ مقتول کا خون بہا ادا کرنے سے انکار کردے تو اہل عرب کی روایات کے مطابق اس کی طرف سے یہ اعلان جنگ سمجھا جاتا تھا اور مقتول کے قبیلہ کے لئے قاتل کے قبیلے کے اس چیلنج کو قبول کئے بغیر کوئی چارہ نہیں ہوا کرتا تھا مدینہ کے مسلمان ایک امت تھے مقتول مسلمان کا خون بہا لینا اور انکار کرنے پر قاتل کے قبیلے سے جنگ کرنا ان سب کی اجتماعی ذمہ داری تھی لیکن مدینہ میں ایک ریاست قائم ہوچکی تھی اور ریاست کے اندر دو گروہوں کو آپس میں لڑائی کی اجازت نہیں دی جاسکتی تھی قاتل کے خون کا بدلہ دلانا ریاست کا فرض بن گیا تھا ریاست کے سربراہ رسول اللہ ﷺ تھے اس طرح یہودیوں کا یہ اعلان جنگ اصل میں مقتول کے خاندان یا قبیلے کے خلاف نہیں تھا بلکہ ریاست مدینہ کے خلاف اعلان جنگ تھا رسول اللہ ﷺ نے ریاست مدینہ کے اس باغی گروہ کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کرلیا آپؐ نے مدینہ کے امن وامان اور انتظام کے لئے حضرت ابو لبابہؓ بشیر بن منذر کو اپنا نائب مقرر فرمایا اور بنو قینقاع کی آبادی کا محاصرہ کرنے کا حکم دے دیا آپؐ کا سفید علم حضرت حمزہؓ کے پاس تھا یہودی اپنی بستی میں قلعہ بند ہو کر بیٹھ گئے ان کا خیال تھا کہ عبداللہ بن ابی بن سلول اور ان کے دیگر ساتھی منافق ان کی مدد کو آئیں گے شاید انہیں یہ بھی امید ہو کہ قریش مکہ جو مدینہ پر حملہ کی تیاری کررہے تھے اسی دوران مدینہ پہنچ جائیں گے لیکن ان کی کوئی بھی امید پوری نہ ہوئی قریش کی تیاریاں ابھی مکمل نہیں ہوئی تھیں اور عبداللہ بن ابی سلول کے پاس اتنی افرادی قوت نہیں تھی کہ وہ یہود کے ساتھ مل کر مسلمانوں

کا مقابلہ کرسکے اس نے رسول ﷺ سے یہودیوں کی وکالت تو کی مگر ان کی مدد کے لئے کوئی ہتھیار نہیں اٹھائے حضرت عبادہؓ بن صامت کے ساتھ بھی بنو قینقاع کا حلیف ہونے کا ویسا ہی معاہدہ تھا جیسا ان کا عبداللہ بن ابی بن سلول کے ساتھ معاہدہ تھا لیکن حضرت عبادہؓ بن صامت نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ میں اللہ اور اس کے رسولؐ اور ایمان والوں سے محبت رکھتا ہوں اور ان کفار سے دوستی اور ان کا حلیف ہونے سے بیزاری کا اعلان کرتا ہوں"

پندرہ روز تک محاصرہ جاری رہا مگر یہودی مسلمانوں سے لڑائی کے لئے بستی سے باہر نہیں آئے اور نہ ہی باہر سے کوئی ان کی مدد کو پہنچا آخر انہوں نے غیر مشروط طور پر ہتھیار ڈالنے کی پیش کش کردی اور درخواست کی کہ ان کے بیوی بچوں کی جان بخشی کردی جائے اور مال و اسباب فاتح افواج لے لیں جب لڑائی کے قابل سارے یہودی بستی سے باہر آگئے جن کی تعداد سات سو تھی تو رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ ان سب کے بازو پشت پر باندھ دیئے جائیں آپؐ نے منذرؓ بن قدامہ کو ان پر نگران مقرر فرما دیا عبداللہ بن ابی بن سلول نے درخواست کی "اے محمد ﷺ میرے دوستوں سے بہتر سلوک فرمائیں۔"

رسول اللہ ﷺ اس کی درخواست پر خاموش رہے۔

اس نے پھر درخواست دی کہ "اے محمد ﷺ میرے دوستوں سے بہتر سلوک فرمائیں۔"

رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف سے منہ پھیرلیا۔

عبداللہ بن ابی بن سلول نے آگے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی زرہ جیب سے پکڑلی۔

رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک غصہ سے دمک اٹھا آپؐ نے فرمایا "اسے چھوڑ دو" (زیادہ منت نہ کرو)

عبداللہ بن ابی بن سلول نے منت کی "خدا کی قسم جب تک آپؐ میرے دوستوں پر کرم نہیں کریں گے میں آپ کا دامن نہیں چھوڑوں گا' ان تین صد زرہ پوش اور چار صد بے زرہ یہودیوں نے ہمیشہ عرب اور عجم سے میری حفاظت کی ہے کیا آپؐ ان سب کو ایک ہی دن میں کاٹ ڈالیں گے' خدا کی قسم میں زمانے کے ساتھ آنے والی آفات سے ڈرتا ہوں"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "انہیں لے لو! اللہ تعالیٰ تمہیں ان سے برکت نہ دے"

آپؐ کے حکم پر ان کے ہاتھ کھول دیئے گئے۔

رسولؐ اللہ نے حضرت عبادہؓ بن صامت کو بنو قینقاع کے اخراج کا نگران مقرر فرما دیا۔

عبداللہ بن ابی بن سلول نے بنو قینقاع کا مدینہ سے اخراج رکوانے کی بھی بہت کوشش کی وہ یہودیوں کا ایک وفد لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر گیا تاکہ آپؐ سے اخراج کا حکم واپس لینے کی درخواست کی جائے۔ حضرت عویمؓ بن ساعدہ رسول اللہ ﷺ کے گھر دربان کی ڈیوٹی پر تھے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول نے رسول اللہ ﷺ کے گھر میں داخل ہونے کی کوشش کی تو حضرت عویمؓ نے روک دیا اور کہا کہ رسول اللہ ﷺ کی اجازت کے بغیر وہ انہیں اندر نہیں جانے دیں گے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول نے حضرت عویمؓ کی بات نہ مانی اور بلا اجازت رسول اللہ ﷺ کے گھر میں داخل ہونے کی کوشش کی۔ حضرت عویمؓ بن ساعدہ نے اسے پکڑ کر دیوار کے ساتھ دے مارا۔ عبداللہ بن ابی بن سلول کا سر پھٹ گیا اور خون بہنے لگا۔ یہودی شور مچاتے ہوئے واپس لوٹ گئے عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے سر سے بہنے والا خون صاف کر رہا تھا اور یہودیوں کو روک رہا تھا مگر انہیں عبداللہ بن ابی کی حیثیت کا اندازہ ہو گیا تھا۔ وہ واپس اپنی بستی کی طرف چلے گئے(9) اور عبداللہ بن ابی بن سلول کی وہ کوشش بھی ناکام ہو گئی۔

یہودیوں نے سفر کی تیاری کے لئے تین دن کی مہلت مانگی تھی اور رسول اللہ ﷺ نے ان کی یہ درخواست قبول فرمائی تھی۔ تین دن گزر جانے پر یہودیوں نے مزید وقت مانگا تو حضرت عبادہؓ نے فرمایا "ایک ساعت بھی مزید ٹھہرنے کی اجازت نہیں دوں گا" بنو قینقاع اپنے بیوی بچے اور روپیہ پیسہ اور زر و جواہر اپنے ساتھ لے گئے اور املاک اور بھاری ساز و سامان پیچھے چھوڑ گئے۔ حضرت عبادہؓ بن صامت مدینہ کے نواح میں وہاب کی پہاڑی تک ان کے پیچھے گئے اور انہیں حدود مدینہ سے نکال کر واپس آ گئے۔

بنو قینقاع کے یہودی اپنا مال و زر تو ساتھ لے گئے لیکن ہتھیار وغیرہ پیچھے چھوڑ گئے۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر ان کے گھروں اور قلعوں کی تلاشی لی گئی تو وہاں سے ان کے جمع کئے ہتھیاروں کی بڑی تعداد ملی وہ اپنا بھاری سامان اور اوزار وغیرہ بھی پیچھے چھوڑ گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے خمس نکال کر باقی سب مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا۔ اس طرح مدینہ کا قلب دشمن کے طاقتور ایجنٹ سے پاک ہو گیا' عبداللہ بن ابی بن سلول کی قوت کمزور ہو گئی اور منافقین مدینہ کو بھی عبداللہ بن ابی کی حیثیت کا اندازہ ہو گیا۔ ریاست کے مرکزی انتظامی حصہ میں رہنے والے منافقین بھی محتاط ہو گئے۔

بنو قینقاع شام میں اذرعات نامی ایک مقام پر جا آباد ہوئے اور پھر گمنامی کے صحراؤں میں نابود ہو گئے۔

غزوہ سویق

حالات قریش کے خلاف اور ریاست مدینہ کے حق میں تبدیل ہونے کا خطرہ پیدا ہو گیا تو ابوسفیان نے اپنی قوم اس کے حامی بدو قبائل اور مدینہ کے یہودیوں کا مورال بلند کرنے کا منصوبہ بنایا ماہ رمضان میں بدر کے مقام پر قریش کو ذلت آمیز شکست کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ ابوسفیان کی قوم جزیرہ نمائے عرب کی سب سے زبردست قوت تھی مسلمانوں کی فتح سے اس کی قوم کے اپنے افراد اور اس کے اتحادیوں کے حوصلے پست، ہوگئے تھے ان پر ناخوشگوار اثرات مرتب ہونے لگے تھے جب جزیرہ نمائے عرب کے دوسرے بڑے قبیلہ بنو سلیم نے بنو غطفان کے ساتھ مل کر مدینے پر چڑھائی کا منصوبہ بنایا تو رسول اللہ ﷺ نے ان کے جمع ہونے اور لڑائی کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے سے پہلے ہی ان کو جا لیا وہ مقابلہ کرنے کی بجائے رسول اللہ ﷺ کی آمد کی خبر سنتے ہی اپنے اونٹ چھوڑ کر بلند ریگزاروں کی طرف بھاگ گئے اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو یہ دوسری بڑی کامیابی دی تھی بدر میں کامیابی سترہ رمضان کو ہوئی تھی الکدر میں اس سے چند دن بعد دوسری کامیابی ملی تھی بنو سلیم کے خلاف کارروائی کے بیس دن بعد سب سے طاقتور یہودی قبیلہ مدینہ سے نکال دیا گیا تھا بنو سلیم قریش مکہ کے اتحادی تھے مدینہ کے یہودیوں سے بھی قریش مکہ نے ساز باز کر رکھی تھی قریش مکہ کی اپنی شکست کی بعد ایک ہی ماہ کے عرصہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش کے دو بڑے اور طاقتور اتحادیوں کے خلاف کامیابیاں حاصل کی تھیں ان کامیابیوں سے مکہ والوں کا مورال بہت گر گیا تھا ابوسفیان مکہ کی نوجوان نسل اور قریش کے اتحادیوں کے حوصلے بڑھانا چاہتا تھا کیونکہ اب ان کے حوصلوں کو صرف شعر سنا سنا کر بلند نہیں رکھا جا سکتا تھا اس کے لئے کسی عملی اقدام کی ضرورت تھی۔

کسی ایسی کارروائی کی ضرورت تھی جس کے ذریعے ثابت کیا جاسکے کہ قریش مکہ اب بھی مضبوط اور طاقتور ہیں اور مسلمانوں کے خلاف لشکر کشی کرسکتے ہیں ابو سفیان نے اس مقصد کے حصول کے لئے رسول اللہ ﷺ کے اختیار کردہ طریقہ کی پیروی کی بدر کی جنگ سے پہلے رسول اللہ ﷺ ریاست مدینہ اور بحر احمر کے درمیان آباد بدو قبائل کے علاقوں کی طرف گشتی دستے بھیجا کرتے تھے تاکہ ان قبائل کو اپنی طاقت اور وجود کا احساس دلا کر ان سے تعلقات استوار کئے جائیں۔ رسول اللہ ﷺ کی اسی منصوبہ بندی کی وجہ سے ریاست مدینہ کے اثر و رسوخ کا دائرہ وسیع ہو گیا تھا اور وہ قبائل قریش مکہ کی حمایت سے الگ ہو گئے تھے۔

ابوسفیان دو صد سواروں کے چھاپہ مار دستہ کے ساتھ مکہ سے نکلا اور بنو سلیم اور غطفان کے علاقہ کا رخ کیا۔(10) وہ بنو سلیم اور بنو غطفان کا حوصلہ بڑھانے کے علاوہ ان پر ثابت کرنا چاہتا تھا کہ قریش مکہ اب بھی بڑی طاقت ہیں اور مسلمانوں سے دو دو ہاتھ کرنے کا عزم رکھتے ہیں اس نے مکہ سے مدینہ کا روایتی راستہ اختیار نہیں کیا ایک تو اس لئے کہ اس طرف کے قبائل سے ریاست مدینہ کے تعلقات استوار ہو چکے تھے لیکن بڑی وجہ وہی تھی اپنے اتحادی بنو سلیم اور بنو غطفان کا مورال بلند کرنا اوران سے تعلقات مستحکم کرنا ورنہ پچاس ساٹھ میل مدینہ سے جنوب مشرق میں جانے کی ضرورت نہیں تھی۔ متبادل راستہ اس سے کم دوری پر بھی ہو سکتا تھا بنو سلیم کے پاس سے ہو کر ابوسفیان نے مدینہ کا رخ کیا اور وادی قناۃ سے ہوتا ہوا مدینہ سے بارہ میل کے فاصلے پر یتیب پہاڑ کے دامن میں رک گیا۔ جب رات کی سیاہی پھیل گئی تو ایک مختصر دستہ کے ساتھ یہودی قبیلہ بنو نضیر کی بستی میں پہنچ کر ان کے ایک سردار حُیَیِّ بن اخطب کے دروازے پر دستک دی۔ حُیَیِّ بن اخطب سے مل کر(11) وہ یہودیوں کے سردار اور خزانہ دار سلام بن مشکم کے ہاں گیا۔ سلام بن مشکم نے ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں کو خوش آمدید کہا ان کی شاندار دعوت کی اور شراب و کباب سے اس کی اور اس کے ساتھیوں کی تواضع کی۔

یہودیوں کے سردار اور خزانہ دار نے اسلامی ریاست اور اسلام کے دشمنوں کو ریاست کے حالات اور مسلمانوں کے بارے میں مکمل رپورٹ دی ابو سفیان نے مدینہ پر حملے کے بارے میں مشورہ چاہا تو سلام بن مشکم نے بتایا کہ مدینہ کے یہودی مدینہ پر حملہ کی صورت میں قریش مکہ کی مدد کرنے کے اپنے وعدے پر تو قائم ہیں لیکن ابھی اس قسم کے مشترکہ حملہ کے لئے وقت مناسب نہیں کیونکہ یہودیوں نے ابھی پوری طرح تیاری نہیں کی۔(12) باہمی تعاون کے اس معاہدہ کی تجدید اور صلاح و مشورہ کے بعد ابوسفیان سلام کے ہاں سے اپنے کیمپ کی طرف چل پڑا اور اپنے دستہ کے کچھ سواروں کو حرۂ واقم کے کنارے انصار کے ایک نخلستان کی طرف بھیج دیا۔ ان سواروں نے نخلستان کو آگ لگا دی۔ ایک انصاری مسلمان معبدؓ بن عمرو اور ان کا ایک ساتھی وہاں سو رہے تھے قریشی چھاپہ ماروں نے انہیں شہید کر دیا۔

اگلی صبح رسول اللہ ﷺ کو قریش مکہ کے چھاپہ ماروں کی کارروائی کے بارے میں معلوم ہوا تو آپؐ دو سو سواروں کے دستہ کے ساتھ ان کے تعاقب کے لئے نکلے آپؐ نے مدینہ میں حضرت بشیرؓ بن منذر کو اپنا نائب مقرر فرما دیا۔ رسول اللہ ﷺ نے بڑی تیز رفتاری سے ابوسفیان کا پیچھا کیا ابوسفیان اور اس کے ساتھی تعاقب کے خوف سے اپنی سواریوں کو تیز تر دوڑانے لگے چھاپہ مار

مہم میں کھانے پینے کا بھاری انتظام کرنا ممکن نہیں ہوتا اس مقصد کے لئے نکلنے والے دستے اپنے ساتھ خوراک کے لئے ایسی اشیاء لیتے ہیں جو ہلکی بھی ہوں اور خوراک آسانی سے تیار بھی کی جاسکے ابو سفیان کا چھاپہ مار دستہ خوراک کے لئے اپنے ساتھ ستو لایا تھا تاکہ جب ضرورت ہو پانی ملا کر بھوک مٹانے کا اہتمام کیا جاسکے لیکن جب انہیں تعاقب کے خوف سے اپنے گھوڑوں کو تیز دوڑانا پڑا تو وہ ان کی کمر پر بوجھ ہلکا کرنے کے لئے ستوؤں کے تھیلے بھی پھینکنے لگے رسول اللہ ﷺ نے الکدر تک ان کا تعاقب کیا مگر ابوسفیان اور اس کا دستہ جان بچا کر بھاگ گیا۔

عربی زبان میں ستو کو سویق کہا جاتا ہے اس غزوہ میں چونکہ قریش مکہ اپنے ستوؤں کے تھیلے پھینک کر بھاگ گئے تھے اس وجہ سے اس غزوہ کا نام غزوۂ سویق پڑ گیا واپسی پر مجاہدین قریش کے چھوڑے ہوئے ستوؤں سے بھرے بہت سے تھیلے اٹھالائے قریش مکہ سے لڑائی کا مرحلہ پیش نہ آنے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ کے دستہ میں شامل صحابہ کرام نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ کیا ہمارا یہ سفر جہاد میں شمار ہوگا؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بلاشبہ"

رسول اللہ ﷺ 5 ذوالحجہ کو ابو سفیان کے تعاقب میں نکلے اور پانچ روز بعد واپس آ گئے۔

سیرت نگاروں اور مفسرین کرام نے اس روایت کو دہرایا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ ابوسفیان نے یہ کارروائی اپنی قسم پوری کرنے کے لئے کی تھی جس میں کہا تھا کہ جب تک وہ مسلمانوں سے بدر کی شکست کا بدلہ نہ لے گا عورت سے الگ رہے گا اور غسل نہیں کرے گا۔ ابوسفیان نے واپس جاکر سلام بن مشکم کی طرف سے دی گئی دعوت سے متعلق شعر کہے۔

"میں نے مدینہ کے ایک شخص سے عہد و پیمان کیا
اس شخص کے انتخاب پر مجھے پچھتاوا نہیں
اور میں نے کوئی ایسا کام نہیں کیا جس پر میری ملامت کی جائے
اگرچہ مجھے جلدی تھی
پھر بھی سلام بن مشکم نے مجھے
آتشیں شراب سے سیر کرکے تروتازہ کردیا
اس نے لشکر کی سرپرستی قبول کی تو میں نے کہا
جنگ اور مال غنیمت کی خوشخبری سن لو
میں اس پر بار نہیں ڈالنا چاہتا تھا

میں نے کہا اس قوم سے وابستہ رہو
جو لوی کی خالص نسل اور خاص نسب والی ہے
اور جرھم کی طرح خلط ملط گروہ نہیں
میری اس سے ملاقات ایسے ہی تھی
جیسے کوئی مسافر بغیر حاجت کے
کہیں کھانے کے لئے رک جائے"

ابوسفیان نے مدینہ میں یہودیوں کے دوسرے بڑے قبیلے بنو نضیر کے سردار سے ملاقات کی اس سے پہلے بنو قینقاع کا اخراج عمل میں آچکا تھا اس لئے مدینہ کے یہودیوں کا حوصلہ بڑھانا اورانہیں اپنے عہد پر قائم رہنے کی ترغیب دینا بھی ضروری ہو گیا تھا۔ واپسی کے لئے ابوسفیان نے بنو سلیم کے علاقے سے ہو کر جانے والے راستے کا ہی انتخاب کیا کیونکہ وہ جاتی دفعہ ان سے اپنے منصوبے کے بارے میں بات چیت کرکے گیا تھا اگر روایتی راستے سے مکہ واپس جاتا تو ریاست مدینہ کے زیر اثر بدو قبائل کی طرف سے مزاحمت کا خطرہ بھی ہو سکتا تھا۔

غزوہ نجد

ابوسفیان نجد کے راستے پر آباد قبائل آلِ قیس کے علاقہ سے ہوتا ہوا آیا تھا اور چھاپہ مار کارروائی کے بعد اسی راستے مکہ واپس گیا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے الکدر تک اس کا تعاقب کیا گیا تھا یہ وہی جگہ تھی جہاں آلِ قیس کے دو بڑے قبیلے بنو سلیم اور بنو غطفان مدینہ پر چھاپہ مار مہم کے سلسلے میں جمع ہو رہے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے خلاف پیش قدمی کرکے ان کا منصوبہ ناکام بنادیا تھا رسول اللہ ﷺ نے اس سے آگے بنو سلیم کے علاقے کے اندر جاکر ابوسفیان کا پیچھا نہیں کیا تھا کیونکہ آپؐ کسی بڑی لڑائی کی تیاری کرکے نہیں گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کی واپسی کا ایک یہ سبب بھی تھا کہ عید قربان قریب تھی' غزوۂ سویق سے واپس آکر مسلمانوں نے عید قربان ادا کی رسول اللہ ﷺ مختلف واقعات اور ان کے اثرات پر غور فرماتے رہتے تھے۔ ابوسفیان کے ساتھ بنو سلیم اور بنو غطفان کے اتحاد کے نتائج پر غور فرما کر آپؐ نے ان کے علاقے کے اندر جاکر انہیں چیلنج کرنے کا فیصلہ کیا۔

حضرت عثمانؓ بن عفان کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور چار سو پچاس صحابہ کرام کا لشکر لے کر آلِ قیس کے علاقوں کی طرف روانہ ہوگئے (13) آپؐ نصف محرم 3 ھ ہجری میں آلِ قیس

کے علاقے میں تشریف لے گئے اور صفر کا پورا مہینہ بھی وہاں رہے بنو سلیم بنو غطفان اور ان کے ذیلی قبائل نے مسلمانوں کے مقابلے میں آنے کی جرات نہیں کی نہ ہی ان قبائل نے رسول اللہ ﷺ کی طرف دوستی یا تعاون کا ہاتھ بڑھایا وہ بدستور قریش کی حمایت اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی دشمنی پر قائم رہے رسول اللہ ﷺ سارے لشکر کے ساتھ طویل عرصہ تک ان کے علاقوں کے درمیان موجود رہے اور ان پر اسلامی ریاست کا عزم و استحکام ثابت کرکے واپس مدینہ تشریف لے آئے اس مہم کا بنیادی مقصد آلِ قیس کو خبردار کرنا تھا ثانوی مقصد ان سے دوستی اور تعاون کا یا قریش اور مسلمانوں کے درمیان تصادم میں غیر جانبدار رہنے کا معاہدہ کرنا بھی تھا ان کے علاقے میں طویل قیام کے دوران اس سلسلے میں کوئی کوشش یا مذاکرات بھی ہوئے یا نہیں قدیم ماخذ اس بارے میں خاموش ہیں لیکن اس وقت کے حالات اور رسول اللہ ﷺ کی سابقہ مہموں کو سامنے رکھا جائے تو اس مقصد کے حصول کے لئے ایسی کوششوں کے امکان کو مسترد نہیں کیا جا سکتا۔ جزیرہ نمائے عرب کے جنگ بدر کے بعد کے منظر نامے میں رسول اللہ ﷺ کا ایک بڑے طاقتور قبیلے کے علاقہ کے اندر اتنا طویل قیام فرمانا بذات خود بڑا اہم تھا۔

غزوۂ ذی امر

جب تک رسول اللہ ﷺ آلِ قیس کے علاقے میں مقیم رہے وہ سامنے نہیں آئے لیکن رسول اللہ ﷺ کی واپسی کے بعد وہ پھر سے سرگرم ہو گئے رسول اللہ ﷺ کو اطلاع ملی کہ بنو ثعلبہ بن سعید بن ذبیان اور بنو محارب بن حصفہ کے کچھ لوگ جمع ہو رہے ہیں اور اسلامی ریاست کے زیر اثر علاقوں میں چھاپہ مار کارروائیوں کا ارادہ رکھتے ہیں بنو ثعلبہ، بنو غطفان کی ایک شاخ تھے۔ اس طرح جن قبیلوں کے لوگ چھاپہ مار کارروائیوں کا پروگرام بنا رہے تھے وہ سب آلِ قیس سے تھے رسول اللہ ﷺ بارہ ربیع الاول کو ایک بار پھر ان کی سرکوبی کے لئے لشکر لے کر مدینہ سے نکلے اس دفعہ بھی آپؐ نے حضرت عثمانؓ بن عفان کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا۔ آپؐ کے لشکر میں ساڑھے چار سو صحابہؓ شامل تھے جن میں چار سو پیادہ تھے اور پچاس کے پاس گھوڑے تھے۔(14) ذُوالقصہ کے مقام پر پہنچے تو حبار بن ثعلبہ نامی ایک شخص ملا صحابہ کرام نے اس سے پوچھا کہاں جا رہے ہو؟ اس نے جواب دیا میں مدینہ جا رہا ہوں صحابہ کرام نے پوچھا تم نے کسی گروہ کو تو نہیں دیکھا؟ اس نے جواب میں نے کسی جماعت کو تو نہیں دیکھا البتہ مجھے اتنا معلوم ہوا ہے کہ وعثور بن الحارث کچھ لوگوں کے ہمراہ کہیں چھپا ہوا ہے صحابہ کرام نے اسے رسول اللہ ﷺ کے حضور

پیش کیا آپؐ نے اسے اسلام کی دعوت دی تو وہ مسلمان ہوگیا اس نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ وہ لوگ مسلمان لشکر سے مقابلہ کی طاقت نہیں رکھتے اس لئے وہ مسلمانوں کو دیکھتے ہی پہاڑوں کی طرف فرار ہوجائیں گے۔

حبار نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ وہ مسلمانوں کو ان پہاڑوں تک لے جا سکتا ہے جہاں وہ لوگ چھپے ہوئے ہیں، رسول اللہ ﷺ اور اسلامی لشکر کو حبار اپنی قوم کے چشموں تک لے گیا رسول اللہ ﷺ نے وہاں خیمے نصب کرنے کا حکم دیا اور وہیں پڑاؤ کیا ان میں سے بڑے چشمے کا نام ذی امر تھا اس لئے اس غزوہ کا نام غزوہ ذی امر ہوگیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حبار کو حضرت بلالؓ کے حوالے کردیا اور ہدایت کی کہ اسے اسلام کی تعلیم و تربیت دی جائے۔

جو لوگ اسلامی ریاست کے زیر اثر علاقوں پر چھاپہ مار کارروائیوں کے لئے جمع ہو رہے تھے حبار کی پیش گوئی کے مطابق وہ بھاگ گئے کچھ پہاڑوں کی چوٹیوں کی طرف چلے گئے اور کچھ غاروں میں جاچھپے غزوہ ذی امر کو غزوہ غطفان بھی کہا گیا ہے۔

کعب بن اشرف کا قتل

کعب بن اشرف مکہ میں طویل قیام کے بعد مدینہ واپس آگیا مکہ میں وہ قریش کے بدر کے گڑھے والوں کے غم میں ماتمی مجلسیں منعقد کرتا رہا تھا جن میں وہ خود روتا اور قریش کو رلایا کرتا تھا اور انہیں ریاست مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے اشتعال دلایا کرتا تھا وہ ان سے ریاست مدینہ پر حملہ کے بارے میں معاملات طے کرکے اور حملہ کے وقت قریش کی مدد کرنے کا معاہدہ کرکے واپس آیا تھا(15) کعب بن اشرف بڑا مالدار اور بااثر تھا اس کا یہودیوں اور عربوں دونوں پر بہت اثر تھا دستور مدینہ کی دستاویز کی تیاری اور نفاذ کے وقت ریاست مدینہ کی حدود میں رہنے والے سب یہودیوں نے عہد کیا تھا کہ وہ قریش مکہ کی مدد نہیں کریں گے سب یہودیوں نے اس دستور کی پابندی کا عہد کیا تھا اس دستور کے نفاذ سے رسول اللہ ﷺ مدینہ کے حاکم تھے ریاست کے دستور کی پابند کے عہد کے باوجود مدینہ کے یہودی اپنے قول و فعل سے اس عہد کی خلاف ورزی کررہے تھے وہ عملاً" قریش مکہ کے کیمپ میں شامل ہوگئے تھے کعب بن اشرف ان میں سب سے آگے تھا مکہ سے واپسی کے بعد اس کی اشتعال انگیزی اور باغیانہ سرگرمیوں میں ناقابل برداشت حد تک اضافہ ہوگیا رسول اللہ ﷺ اور اسلام کے خلاف اشعار لکھنے کے علاوہ وہ گھٹیا اور ذلیل حرکتوں پر اتر آیا وہ صحابہ کرام کی پاکدامن بیویوں کے نام لے لے کر ان کے بارے میں عشقیہ

نظمیں لکھ لکھ کر محفلوں میں پڑھنے لگا عرب شعر کا بہت زیادہ اثر لیتے تھے وہ ایک شعر اور نظم کی وجہ سے کٹ مرتے تھے۔ اپنی، اپنے خاندان اور قبیلے کی بے عزتی برداشت کرنا ان کی فطرت میں شامل ہی نہیں تھا اور کعب بن اشرف صحابہ کرام کی ذات سے بھی آگے بڑھ کر امتِ مسلمہ کی توہین کرنے لگا تھا اگر مدینہ میں ایک ریاست قائم نہ ہو چکی ہوتی اوس اور خزرج نے اسلام قبول کر کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دین و دنیا میں اپنا رہبر و رہنما و تسلیم نہ کر لیا ہوتا تو کوئی بھی عرب جس کی وہ توہین کرتا اس کی گردن اڑا دیتا لیکن اب وہ ایک ریاستی اور دینی نظم کے ماتحت تھے کوئی مسلمان اپنے طور پر ایسی کارروائی کر کے رسول اللہ ﷺ کو ناراض کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا تھا اس لئے وہ کعب بن اشرف کے توہین آمیز اشعار سنتے رہے اور کوئلوں پر لوٹتے رہے۔

رسول اللہ ﷺ اس صورت احوال سے واقف تھے آپؐ نے یہودیوں اور کعب بن اشرف کو ایسی حرکتوں سے باز رہنے کو کہا مگر ان پر کوئی اثر نہ ہوا شاید انہیں بھی بنو قینقاع کی مانند کوئی غلط فہمی تھی یا کسی طرف سے امداد اور حمایت کا یقین دلایا گیا تھا کعب بن اشرف اپنی حرکتوں سے باز نہ آیا رسول اللہ ﷺ ریاست کے سربراہ تھے ریاست کے اندر امن وامان کا تحفظ آپؐ کے ذمہ تھا اگر کوئی مسلمان طیش میں آ کر کعب بن اشرف کو ہلاک کر دیتا تو یہودیوں اور اس مسلمان کے قبیلے کے درمیان تصادم ہو سکتا تھا ریاست کے اندر دو گروپوں کے اس انداز کے بڑے تصادم کی اجازت نہیں دی جا سکتی تھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاست کی طرف سے ریاست کے باغی اور دشمن کے خلاف کارروائی کا فیصلہ کر لیا اورؓ صحابہ کرام سے فرمایا "کون ہے جو کعب بن اشرف کی خبر لینے کی حامی بھرتا ہے؟"

حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے کہا "یا رسول اللہ ﷺ آپؐ کی خاطر میں اس کام کے لئے تیار ہوں میں اسے قتل کر دوں گا"

"اگر تم ایسا کر سکو تو کر گزرو" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا

حضرت محمدؓ بن مسلمہ کا تعلق قبیلہ اوس کی شاخ بنو عبدالاشہل سے تھا۔

حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے وعدہ تو کر لیا اور کعب بن اشرف کو قتل کرنے کے طریقوں پر غور کرنے لگے۔ کعب بن اشرف کا اپنا ایک قلعہ تھا۔ وہ اس قلعہ کے اندر مقیم تھا۔ دن کے وقت اس کے پاس محفل جمی رہتی تھی۔ اس کے قلعہ کے ارد گرد یہودیوں کی بستیاں آباد تھیں جو سب اس کی قوم تھے اور ایک طرح سے اس کی رعایا تھے۔ قلعہ میں جا کر یہودیوں کی بستی میں کعب بن

اشرف کو قتل کرنا بہت مشکل تھا۔ وہ جتنا غور کرتے اتنا زیادہ پریشان ہو جاتے۔ ایک طرف رسول اللہ ﷺ سے وعدہ کر لیا تھا اور دوسری طرف کعب بن اشرف کے قلعہ کے اندر اسے قتل کرنا دشوار تھا۔

رسول اللہ ﷺ کو معلوم ہوا کہ محمد بن سلمہؓ نے تین دن سے کھانا چھوڑ رکھا ہے' آپؐ نے بلوا کر پوچھا "تم نے کھانا پینا کیوں چھوڑ دیا ہے؟"

"یا رسول اللہ ﷺ مجھے غم ہے کہ آپؐ سے کیا وعدہ پورا بھی کر سکوں گا یا نہیں؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "تمہارے ذمہ تو صرف کوشش کرنا ہے"

آپؐ نے اسے ہدایت فرمائی کہ وہ اپنے قبیلے کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ سے اس سلسلہ میں مشورہ کرے۔ مشورہ کے بعد حضرت محمد بن مسلمہ نے قبیلہ اوس کے حضرت عباد بن بشیر' حضرت ابو نائلہ سلکان بن سلامہ' حضرت حارث بن اوس اور حضرت ابو عبس بن جبیر کو ساتھ لیا اور رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش ہو گئے اور عرض کیا "یا رسول اللہ ہمیں اجازت دیں کہ ہم اس سے کچھ حیلے بہانے کی باتیں کریں۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو مناسب سمجھو کرو"

انہوں نے منصوبہ تیار کیا اور سب سے پہلے حضرت ابو نائلہ سلکان بن سلامہ کو کعب بن اشرف کے پاس بھیجا۔ حضرت ابو نائلہ کعب بن اشرف کے دودھ کے بھائی تھے۔ اس لحاظ سے ان کا کعب سے ایک تعلق اور باہمی اعتماد بھی تھا۔ وہ پہنچے تو کعب بن اشرف اپنی قوم کی مجلس میں بیٹھا تھا۔

"میں ایک کام سے آیا ہوں" حضرت ابو نائلہ نے کہا۔

کعب بن اشرف نے انہیں اپنے پاس بٹھا لیا۔ وہ دونوں باتیں کرنے اور ایک دوسرے کو شعر سنانے لگے۔ کعب بن اشرف جب بھی ان سے پوچھتا کس کام سے آئے ہو؟ وہ جواب ٹال دیتے۔

آخر کعب نے کہا "کیا تو اس لئے کام نہیں بتاتا کہ کچھ لوگ یہاں بیٹھے ہیں؟"

جو لوگ کعب بن اشرف کی محفل میں بیٹھے تھے' وہ اٹھ کر چلے گئے تاکہ وہ دونوں تنہائی میں بات کر سکیں۔

"میں ان لوگوں کے سامنے بات نہیں کر سکتا تھا" حضرت ابو نائلہؓ نے بات شروع کی۔ "یہ شخص جب سے آیا ہے' ہم پر مصیبت نازل ہو گئی ہے۔ سارے عرب ہمارے دشمن ہو گئے ہیں اور سب مل کر ہم سے لڑنے لگے ہیں۔ ہمارے سب راستے مسدود ہو گئے ہیں۔ ہم نے مصائب برداشت

کئے ہیں۔ ہمارے عیال ضائع ہو گئے ہیں اور صدقہ لینے کی حالت کو پہنچ گئے ہیں اور ہمیں پیٹ بھر کر روٹی بھی نہیں ملتی"

"میں ابن اشرف ہوں' ابن سلامہ! بخدا میں پہلے بھی یہی بات تجھے سمجھاتا رہا ہوں۔ اس کا نتیجہ یہی ہونے والا تھا۔ اب تو ریاست اور حکمرانی اسی کو مل رہی ہے" کعب بن اشرف نے کہا۔

"کچھ اور اصحاب بھی میرے ہم خیال ہیں۔ میں چاہتا ہوں انہیں بھی بلا لوں۔ ہم گندم اور کھجور خریدنا چاہتے ہیں اس کے عوض ہم جو تو چاہے' رہن رکھیں گے اور تیری مرضی کے مطابق عمل کریں گے' مگر تو ہم پر احسان کرنا"

"برادر من! میرے پاس کھجور کا وافر ذخیرہ ہے۔ اعلیٰ قسم کی ایسی عجوہ کھجوریں ہیں کہ منہ میں ڈالیں تو دانت گٹھلی تک نہیں جاتے۔ ابو نائلہ میں تجھے اس قسم کی تکلیف میں نہیں دیکھ سکتا تو میرے لئے بہت ہی محترم ہے تو میرا دودھ شریک بھائی ہے تو اور میں ایک ہی پستان سے دودھ پیتے ہوئے چھینا جھپٹی کرتے رہے ہیں"

"میں نے تجھ سے محمد رسول اللہ ﷺ کے بارے میں جو کچھ کہا ہے' کسی کو پتہ نہیں چلنا چاہیے"

"ہرگز نہیں' میں ایک لفظ کسی کو نہیں بتاؤں گا مگر ابو نائلہ! یہ تو بتا کہ محمد (ﷺ) کے بارے میں تیرا کیا ارادہ ہے؟ کعب بن اشرف نے پوچھا۔

"میں تو اس سے کنارہ کشی کرنا چاہتا ہوں" ابو نائلہ نے جواب دیا۔

"تو کیا تم اپنی خواتین اور بیٹے میرے پاس رہن کے طور پر رکھو گے؟" کعب نے موضوع بدل کر پوچھا۔

"کیا تو ہمیں رسوا کرنا چاہتا ہے؟ اس سے تو ہمارے ساتھ تیرا تعلق بھی اوروں پر ظاہر ہو جائے گا۔ ہم رہن میں تیرے پاس اپنے ہتھیار رکھیں گے جتنے تو چاہے" ابو نائلہ نے جواب دیا۔

وہ چاہتا تھا کہ کسی طرح انہیں ہتھیار لے کر اس کے پاس آنے کا بہانہ مل جائے۔

"ہاں ہتھیار رہن رکھنا وفاداری کا ثبوت ہو گا" کعب بن اشرف نے جواب دیا۔

عرب جب کسی کے پاس اپنے ہتھیار جمع کرا دیتے تھے تو یہ دونوں فریقوں کے درمیان دوستانہ معاہدے کی علامت ہوتی تھی۔

ابو نائلہؓ نے کعب بن اشرف کے ساتھ معاملہ طے کر لیا اور پھر آنے کا وعدہ کر کے واپس آ گیا۔ اس نے اپنے ساتھیوں کو منصوبے سے آگاہ کیا۔

عشاء کے وقت وہ سب ہتھیار لگا کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپؐ کو اپنے

منصوبہ سے آگاہ کیا۔

رسول اللہ ﷺ بقیع تک ان کے ساتھ تشریف لے گئے اور انہیں "جاؤ خدا کے توکل پر، اللہ تمہاری مدد کرے اور برکت دے" کی دعا کے ساتھ رخصت کیا۔

وہ چاندنی رات تھی۔ آسمان پر چودہویں کا چاند روشن تھا۔ زمین پر دن کی سی روشنی پھیلی ہوئی تھی۔(16) کعب بن اشرف کے قلعہ کے نیچے پہنچ کر حضرت ابو نائلہ نے اسے آواز دی۔ اس کی نوبیاہتا بیوی نے اسے روکتے ہوئے کہا "اس وقت کہاں جا رہے ہوں تم جنگجو آدمی ہو، جنگجو آدمی کے بہت دشمن ہوتے ہیں اسے رات کے وقت باہر نہیں جانا چاہیے"

"ابو نائلہؓ میرا بھائی ہے اور اس نے مجھ سے آنے کا وعدہ کیا ہوا ہے۔ اگر اسے معلوم ہوتا کہ میں سو رہا ہوں تو ہرگز مجھے بے آرام کرنا پسند نہ کرتا اور بہادر آدمی کو تو برچھیوں کے سامنے بلایا جائے تو اسے وہاں بھی بلا تامل حاضر ہونا چاہیے" کعب بن اشرف نے اپنی بیوی کو جواب دیا اور قلعہ سے باہر آگیا۔

وہ سب قلعہ کی دیواروں کے پاس بیٹھ گئے اور باتیں کرنے لگے جب کعب ان سے گفتگو سے خوش ہو گیا تو انہوں نے کہا "کعب بن اشرف کیا تو ہمارے ساتھ شعب العجوا (آبادی سے باہر ایک جگہ) تک نہیں چلتا کہ وہاں بیٹھ کر باتیں کریں"

"کیوں نہیں، چلو" کعب نے جواب دیا۔

وہ ہنستے ہوئے جا رہے تھے تو حضرت ابو نائلہؓ نے کعب کے سر کو ہاتھ لگا کر پیار سے کہا "کعب تو نے یہ کیسی خوشبو لگا رکھی ہے، رات بھی معطر ہو رہی ہے"

کعب اس تعریف سے خوش ہو گیا۔

تھوڑا چل کر حضرت ابو نائلہ نے پھر کعب کے سر میں ہاتھ ڈال کر خوشبو کی تعریف کی۔

کعب اور بھی خوش ہو گیا۔

تھوڑا اور چل کر حضرت ابو نائلہ نے دونوں ہاتھ ڈال کر اس کے سر کے لمبے بالوں کو گرفت میں لے لیا اور ساتھیوں سے کہا "جلدی کرو اور اس دشمن خدا کا خاتمہ کر دو"

سب صحابہؓ نے بیک وقت اپنی اپنی تلواری اس پر ماریں مگر سب کی تلواریں آپس میں ٹکرا گئیں اور کسی کا وار بھی کارگر نہ ہوا۔ کعب حضرت ابو نائلہؓ سے چمٹ گیا۔ حضرت محمد بن مسلمہ کے پاس چھری تھی۔ انہوں نے چھری اس کے پیٹ میں گھونپ دی۔ کعب نے چیخ ماری۔ اس کی چیخ پر یہودیوں کی بستی میں لوگ بیدار ہو گئے۔ انہوں نے خطرہ کی نشانی کے طور پر اپنی اپنی گڑھی

پر آگ جلا دی۔ صحابہ نے کعب کا سر کاٹ کر ساتھ لیا اور یہودیوں کے علاقہ سے تیزی سے نکلنے کے لئے چل پڑے اور بنو امیہ بن زید کی بستی کے قریب سے ہو کر بنو قریظہ کی بستی اور بعاث کے نشیب سے گزر کر حرہ العریض کے ٹیلے تک پہنچ گئے۔ کعب بن اشرف نے تلوار کا وار کر کے حضرت الحارثؓ بن اوس کو زخمی کر دیا تھا ان کے سر اور پاؤں پر زخم آئے تھے(17) خون زیادہ بہہ جانے کی وجہ سے وہ چلنے کے قابل نہ رہے اور بیٹھ کر خون کی قے کرنے لگے۔

"رسول اللہ ﷺ کو میرا سلام کہہ دینا" انہوں نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔

صحابہ کرام نے انہیں اٹھالیا بقیع کے قریب پہنچ کر سب نے اللہ اکبر کا نعرہ بلند کیا۔

رسول اللہ ﷺ نماز پڑھ رہے تھے آپؐ کو معلوم ہو گیا کہ کعب اپنے انجام کو پہنچ گیا ہے آپ باہر نکل کر مسجد نبوی کے دروازے کے سامنے کھڑے ہو گئے صحابہ کرام کعب کا سر لے کر حاضر ہوئے اور سلام عرض کیا رسول اللہ ﷺ نے انہیں دعا دی اور اللہ کے دشمن کے اپنے انجام کو پہنچ جانے پر اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو الحارثؓ بن اوس کے زخموں پر لعاب مبارک لگایا جس سے ان کی تکلیف دور ہو گئی اگلی صبح یہودی اور ان کے ساتھی مشرکین ایک وفد لے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ ہمارا سردار کعب بن اشرف رات اپنے گھر سے نکلا تو اسے بلا کسی جرم اور اس کی کسی خطاء کے بغیر ناگہانی قتل کر دیا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر وہ بھی اپنے ہم عقیدہ لوگوں کی مانند قائم رہتا (عہد پر) تو اس طرح نہ مارا جاتا اس نے ہمیں اذیت پہنچائی اور ہمارے خلاف اشعار لکھے تھے"

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو جمع کیا اور انہیں ایسی حرکتوں سے باز رہنے کو کہا' تو ان سب نے ایک دستاویز سے اتفاق کیا اور نئے سرے سے وعدہ کیا کہ وہ سب دستور ریاست کی پابندی کریں گے اور اس طرح کی کوئی حرکت نہیں کریں گے رسول اللہ ﷺ نے انہیں لکھدیا کہ جو کوئی بغاوت کے راستے پر نہیں چلے گا اسے امان ہوگی یہ دستاویز دستور مدینہ کی پابندی کے عہد نامہ کی حیثیت رکھتی تھی۔

گویا کعب بن اشرف کی سرگرمیاں ریاست کے خلاف بغاوت تھی اور یہودیوں نے اسے تسلیم کر لیا تھا۔

غزوہ بحران

رسول اللہ ﷺ جب بھی آلِ قیس کی سرکوبی کے لئے مدینہ سے نکلتے تھے تو انہیں پہلے سے خبر ہو

جاتی تھی اور وہ منتشر ہوجاتے تھے اور آپؐ کی واپسی کے بعد پھر سے اسلامی ریاست کے زیر اثر علاقوں میں چھاپہ مار کارروائیوں کے ارادے سے لشکر جمع کرنا شروع کردیتے تھے جمادی الاول 3 ہجری کو خبر موصول ہوئی کہ بنو سلیم پھر سے بحران کے مقام پر لشکر جمع کر رہے ہیں. بحران ایک معدنی علاقہ تھا جہاں کانیں تھیں رسول اللہ ﷺ 6 جمادی الاول کو(18) تین سو صحابہ کے ہمراہ مدینہ سے نکلے مگر اپنی منزل کے بارے میں کسی کو نہیں بتایا آپؐ نے حضرت ابن اُمِّ مکتومؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور منزل منزل چلتے ہوئے ایک مقام پر پہنچے تو بنو سلیم کاایک فرد مل گیا اس جگہ سے بحران ایک دن کے سفر پر تھا صحابہ کرام نے اس سے پوچھا کہ بنو سلیم والے کہاں جمع ہورہے ہیں اس نے بتایا کہ وہ تو کل ہی منتشر ہوگئے تھے رسول اللہ ﷺ نے حکم دیا کہ اس شخص کو حراست میں رکھا جائے آپؐ نے سفر جاری رکھا بحران پہنچے تو واقعی وہاں کوئی لشکر نہیں تھا رسول اللہ ﷺ نے اس شخص کو رہا کردینے کا حکم دیا اس غزوہ کے سلسلہ میں رسول اللہ ﷺ دس روز مدینہ منورہ سے باہر رہے(19) مدینہ کے یہودیوں کا دشمنان اسلام سے رابطہ تھااور جب بھی آپؐ ان کی سرکوبی کے لئے روانہ ہوتے تھے وہ انہیں خبردار کردیتے تھے اور وہ منتشر ہو جاتے تھے.

اس غزوہ کو غزوہ بنو سلیم بھی کہا جاتا ہے.

سریہ زیدؓ بن حارثہ

مکہ کے تاجر اور قریش کے سردار جمع تھے وہ اپنی قوم کی سیاسی اور اقتصادی بحالی کے طریقوں پر غور کرنے کو جمع ہوئے تھے "محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی ہماری تجارت اور تجارتی قافلوں کے لئے خطرہ بن گئے ہیں. ساحل سمندر کے ساتھ سے ہوکر گزرنے والے راستے ان کی زد میں ہیں ساحل کے ساتھ ساتھ آباد قبائل نے مسلمانوں سے مفاہمت کرلی ہے. ان حالات میں کوئی محفوظ راستہ سجھائی نہیں دیتا. اگر ہم ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر بیٹھے رہے تو جو کچھ پاس ہے اس کے ختم ہو جانے کے بعد کیا کریں گے؟ زندہ کیسے رہیں گے؟" صفوان بن امیہ نے قریش کو درپیش صورتحال کا تجزیہ کرتے ہوئے کہا.

"ایک صورت ہو سکتی ہے ہم شام کی بجائے عراق کا تجارتی راستہ اختیار کریں اور ادھر سے ہو کر شام کے تاجروں تک رسائی حاصل کریں" اسود بن مطلب نے تجویز پیش کی.

"میں اس راستہ سے واقف نہیں" صفوان نے کہا.

"میں ایک باریک بین راہبر کو جانتا ہوں جو ان راستوں سے بہت اچھی طرح واقف ہے" ابو ربیعہ نے بتایا۔
"کون ہے وہ راہبر؟"
"وہ فرات بن حیان ہے اس کا تعلق بنو بکر بن وائل سے ہے(20) اور وہ ان راستوں کا ماہر ہے"
"بخدا یہ تجویز بہت مناسب ہے اسے میرے پاس لاؤ" صفوان نے کہا۔
فرات آیا تو صفوان نے اس سے راستے کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔
"عراق کا راستہ ویران میدانوں اور بلند ٹیلوں کے درمیان سے ہو کر گزرتا ہے ادھر محمد (ﷺ) کے ساتھیوں میں سے کبھی کسی کو نہیں دیکھا گیا لیکن اس راستے میں پانی کے چشمے دور دور ہیں اس لئے ہم موسم سرما میں ان راستوں پر سفر کرتے ہیں" فرات بن حیان نے اسے بتایا۔
اس زمانے میں عراق' شام اور فلسطین پر ایرانیوں کی حکومت تھی اس لئے عراق سے ہو کر شام اور فلسطین کی طرف جایا جا سکتا تھا۔ صفوان نے اس سے رہبری کی بات پکی کرلی اور قافلے کی تیاریوں میں لگ گیا۔

مکہ تاجروں اور تجارت پیشہ لوگوں کا شہر تھا ہر کسی نے مال تجارت میں سرمایہ کاری کی۔ اکیلے ابو زمعہ نے تین سو مثقال مالیت کا سونا اور چاندی صفوان کے حوالے کی۔ مجموعی طور پر اس قافلے کے سامان کی مالیت بہت زیادہ تھی چاندی کی اینٹیں اور برتن ہر قسم کی قیمتی اشیاء زر مبادلہ میں شامل تھیں۔

جب مکہ کے قریش نجد کے راستے عراق کی طرف تجارتی قافلہ روانہ کرنے والے تھے تو نعیم بن مسعود کسی کام سے مدینہ گئے وہ اس وقت تک اپنے آبائی دین پر ہی تھے مدینہ میں وہ بنو نضیر کے سردار کنانہ بن الحقیق کے ہاں مہمان ہوئے۔ کنانہ نے اس کی خوب مہمان نوازی کی ایک شب نشہ کی مستی میں نعیم بن مسعود نے کنانہ کو بتایا کہ قریش نجد کے راستے تجارتی قافلہ بھیجنے والے ہیں۔ ایک مسلمان سلیط بن النعمان بھی وہاں موجود تھا' واپس آ کر سلیط نے رسول اللہ ﷺ کو قریش کے ارادے کے بارے میں بتایا تو رسول اللہ ﷺ نے قریش کے قافلہ پر چھاپہ مارنے کی تیاریاں شروع کر دیں قریش مکہ جنگ بدر سے پہلے بھی رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ جنگ کی حالت میں تھے لیکن بدر کی شکست کے بعد ان کی دشمنی اور جنگی کارروائیوں میں اضافہ ہو گیا تھا وہ مدینہ پر حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے جزیرہ نمائے عرب کے بدو قبائل کو مسلمانوں کے خلاف متحد کر رہے تھے ابوسفیان ایک دستہ کے ساتھ مدینہ کی حدود میں چھاپے مار مہم میں دو

مسلمانوں کو شہید کرکے بھاگ گیا تھا ان کے حلیف بنو سلیم اور بنو غطفان ریاست مدینہ کے زیر اثر علاقوں پر چھاپہ مارنے کو ہمیں ترتیب دیتے رہتے تھے قریش مکہ مدینہ کے یہودیوں کے ساتھ تعاون کا معاہدہ کرچکے تھے اور انہیں ریاست مدینہ کے خلاف بغاوت پر آمادہ کر رہے تھے۔

آج کے جدید دور میں بھی جنگ کی حالت میں دشمن کی اقتصادی ناکہ بندی اور اسے اقتصادی طور پر نقصان پہنچانا اور کمزور کرنا جنگی منصوبہ بندی اور کارروائیوں کا اہم حصہ ہوتا ہے رسول اللہ ﷺ نے سب سے بڑے دشمن کی جنگی تیاریوں کو کمزور کرنے کے لئے ایک سو افراد کا چھاپہ مار دستہ تیار کیا اور حضرت زیدؓ بن حارثہ کواس کی قیادت سونپ دی حضرت زید بن حارثہ یکم جمادی الثانی کو مدینہ سے روانہ ہوئے(21) اور تیزی اور ہوشیاری سے مکہ سے عراق کی طرف جانے والے تجارتی راستے کی طرف بڑھے انہوں نے قریش کے قافلہ کو نجد کے ایک چشمے پر جالیا اس چشمے کا نام قُردہ تھا۔ اس حوالے سے اس سریہ کو "سریہ قُردہ" بھی کہا جاتا ہے۔ قافلے کی قیادت صفوان بن امیہ کر رہے تھے(22) وہ سارا تجارتی ساز و سامان چھوڑ کر بھاگ گئے حضرت زیدؓ بن حارثہ سارا سامان اور دو قیدیوں کے ساتھ مدینہ واپس آ گئے رسول اللہ ﷺ نے بیس ہزار درہم خمس نکال کر باقی مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا قیدیوں میں قافلہ کا رہبر فرات بن حیان بھی تھا اس نے اسلام قبول کرلیا اور رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی۔

بدر سے احد تک

بدر کے میدان میں قریش مکہ کی ذلت آمیز شکست اور مدینہ پر ان کے منظم حملے (جنگ احد) کے درمیان 380 دن کا فصل ہے۔ جنگ بدر سترہ رمضان 2 ہجری (15 مارچ 624ء) کو لڑی گئی تھی اور احد کے میدان میں حق و باطل کا معرکہ 15 شوال 3ھ (31 مارچ 625ء) کو پیش آیا تھا(23) ساڑھے بارہ ماہ کے درمیانی عرصے میں دونوں فریق اپنے اپنے مقصد کے حصول کی تیاروں میں لگے رہے۔ قریش مکہ باطل اور شرک کے دفاع' مدینہ کی ریاست نابود کرکے بدر میں شکست کا انتقام لینے اور اپنے تجارتی مفادات کے تحفظ کی منصوبہ بندی کرتے رہے۔ اللہ کے رسول اللہ ﷺ کو ریاست مدینہ کے اندر بھی باطل قوتوں سے مقابلہ درپیش رہا اور ریاست سے باہر کے بدو قبائل اور مکہ کے قریش سے بھی' بدر میں اللہ کے رسول ﷺ کی فتح سے جزیرہ نمائے عرب کی ساری مشرک اور باطل قوتیں اللہ کے دین اور رسولؐ اور ریاست مدینہ کے خلاف ایک وسیع تر اتحاد کی کوششوں میں لگ گئی تھیں۔

ریاست مدینہ کے اندر رہنے والے یہودی نہ صرف اس اتحاد میں شامل ہو گئے تھے' بلکہ اسے مضبوط بنانے کی جدوجہد بھی کر رہے تھے۔ وہ اللہ کے دین اور رسولؐ کے دشمنوں کے ایجنٹ اور مخبر کا رول ادا کرنے لگے تھے۔ اسلامی ریاست کے اندر اسلام اور رسولؐ اللہ کے خلاف زہریلے اور گھٹیا پراپیگنڈہ کا محاذ ان یہودیوں نے سنبھال لیا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ کو سارے دشمنان اسلام کی ایسی چالوں اور منصوبوں کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ آپ نے پیغمبرانہ فراست اور حسن تدبیر سے ان چالوں کو ناکام بنا دیا اور قریش مکہ اور ان کے اتحادیوں کے جارحانہ منصوبوں کی بنیادیں کمزور کر دیں۔

ریاست مدینہ کے اندر سے اس عرصہ میں یہودیوں کے طاقتور باغی قبیلہ بنو قینقاع کا اخراج عمل میں آیا۔ بنو نضیر کے طاقتور سردار کعب بن اشرف اور اسلام دشمن پراپیگنڈہ مہم کے اہم ارکان ابو عفک اور عصماء بنت مروان بھی اسی مدت میں اپنے انجام کو کو پہنچے جس کے نتیجے میں یہودیوں نے دستور مدینہ کی پابندی کرنے کی نئی دستاویز سے اتفاق کیا۔ یہودیوں کے بارے میں ان کارروائیوں میں سب سے آگے ان کے اتحادی اور تعلق دار انصار رہے۔ بنو قینقاع کے اخراج کا نگران ان کے اتحادی حضرت عبادہ بن صامت کو مقرر کیا گیا۔ کعب بن اشرف کو قتل کرنے کی پیشکش حضرت محمد بن مسلمہ نے یہ کہتے ہوئے کی تھی کہ "میں اپنے ماموں کو قتل کروں گا" اور حضرت ابو نائلہ کعب بن اشرف کے دودھ شریک بھائی تھے. عصماء بنت مروان کو حضرت عمیر بن عوف نے قتل کیا جو نابینا تھے. وہ رات کے وقت ان کے گھر کے صحن میں عصماء کی چارپائی تک اسی وجہ سے پہنچ گئے کہ ان کے عصماء کے گھرانے سے گہرے تعلقات تھے اور ایک روایت کے مطابق وہ اس گھرانے کے ہاں مقیم بھی ہوا کرتے تھے اور اس کے گھر کے گوشے گوشے سے آگاہ تھے(24) اسی لئے انہیں عصماء کی چارپائی کی تلاش میں کوئی مشکل پیش نہیں آئی تھی.

مدینہ میں دوسرا گروہ مشرکین کا تھا۔ جنگ بدر میں اہل اسلام کی فتح کے بعد ان کے سب سے شاطر اور مغرور لیڈر عبداللہ بن ابی بن سلول نے اسلام قبول کرنے کا اعلان کر دیا تھا۔ ان کے اور بھی مشرک ساتھی مسلمان ہو گئے ہوں گے' لیکن دل سے وہ اللہ کے دین اور رسول ﷺ کے خلاف تھے اور اہل اسلام کے خلاف اندرونی سازشوں اور پراپیگنڈہ میں شامل رہتے تھے۔ یہودیوں کے ساتھ ان کے پرانے روابط تھے۔ قریش مکہ' مدینہ کے یہودیوں اور منافقین کے مقاصد ایک تھے' مگر مدینہ کے منافقین کھل کر مسلمانوں کے مقابلے میں نہیں آئے کیونکہ ان کے دلوں پر اللہ کے دین اور اس کے رسول ﷺ کا خوف مسلط ہو گیا تھا۔ بنو قینقاع کے اخراج کے وقت عبداللہ

بن ابی بن سلول اور اس کے ساتھیوں نے کھل کر ان کی حمایت بھی نہیں کی تھی۔

عبداللہ بن ابی بن سلول نے رسول اللہ ﷺ کی منت کرکے بندھے ہوئے یہودیوں کو رہا تو کروا لیا تھا، مگر مدینہ سے ان کے اخراج کو رکوا نہیں سکا جب وہ یہودیوں کا وفد لے کر رسول اللہ ﷺ سے ملنے گیا تو آپؐ کے دربان کی ڈیوٹی پر متعین حضرت عویمؓ بن ساعد نے نہ صرف اسے رسول اللہ ﷺ سے ملنے نہ دیا بلکہ اس کا سر بھی پھاڑ دیا تھا۔ عبداللہ بن ابی سلول کو اس سے پہلے کبھی ایسی ذلت کا سامنا نہیں کرنا پڑا تھا۔ وہ ایک بڑے قبیلے کا بڑا سردار تھا۔ حضرت عویم کے اسے زخمی کر دینے پر بھی کوئی گروہ اس کی مدد یا حمایت نہیں اٹھا تھا، لیکن رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن ابی بن سلول کی حرکتوں کو دیکھتے ہوئے بھی اس کے خلاف کوئی اقدام نہیں کیا تھا بلکہ اس کے معاشرتی مقام اور خزرج میں اس کے احترام کو اہمیت دی جب اس نے رسول اللہ ﷺ کی زرہ کی جیب میں ہاتھ ڈال کر بنو قینقاع پر رحم کے لئے درخواست اور منت کی تو آپؐ نے اس کی درخواست قبول فرمالی تھی۔

اس عرصہ میں کسی اور منافق یا مشرک کے خلاف کسی قسم کی کاروائی کا بھی کوئی واقعہ نہیں ملتا۔ رسول اللہ ﷺ کی پالیسی ریاست کے اندر امن برقرار رکھنے اور درگزر کی تھی۔ آپ نے بنو قینقاع اور کعب بن اشرف کو بھی نرمی کے ساتھ سمجھانے کی کوشش کی مگر وہ اپنی حرکتوں سے باز نہ آئے تو آپؐ کو مجبوراً" ان کے ساتھ وہ سلوک کرنا پڑا جو ریاست اور اس کے دستور العمل کے خلاف بغاوت کرنے والوں سے کیا جاتا ہے۔ کعب بن اشرف کے خلاف آپؐ نے ریاست کے اختیار اور اقتدار کو استعمال نہیں کیا۔ آپ نے ریاست کے اندر رہنے والے اسلام اور مسلمانوں کے دشمنوں میں سے ایک کے خلاف سخت اقدام کیا۔ اگرچہ مجبوراً" ہی کرنا پڑا تھا لیکن دوسرے گروہوں کی ایسی حرکتوں کو نظرانداز کرکے آپؐ نے ریاست اور مدنی معاشرے کی داخلی اکائیوں اور قوتوں کے آپس کے رشتوں کو مضبوط بنانے کی کوشش کی۔

ریاست مدینہ کے باہر بسنے والے جن بدو قبائل کے ساتھ جنگ بدر سے پہلے آپؐ نے سفارتی تعلقات قائم کر لئے تھے یا جن بدو قبائل نے آپؐ سے معاہدہ کر لیا تھا کہ وہ قریش اور مسلمانوں کے باہمی لڑائی جھگڑوں میں فریق نہیں بنیں گے، بارہ ماہ کے اس عرصہ میں آپؐ کو ان کی طرف کوئی سریہ بھیجنے کی ضرورت پیش نہیں آئی۔ ان قبائل میں سے کوئی بھی قریش مکہ کی اسلام اور اسلامی ریاست کے خلاف کسی منصوبہ بندی میں شامل نہیں ہوا۔ خاص طور پر بحیرہ احمر کے کناروں اور ریاست مدینہ کے درمیانی علاقوں میں رہنے والے بدو قبائل نے ان معاہدوں کی

پابندی کی۔ اس کا سبب جنگ بدر میں مسلمانوں کی کامرانی اور ریاست مدینہ کی فتح کے نفسیاتی اور سیاسی اثرات بھی تھے' لیکن سب سے بڑی وجہ مسلمانوں کا باہمی اتحاد اور دین کے لئے قربانی کا جذبہ تھا' وہ دیکھ رہے تھے کہ مدینہ کے جن قبائل اور افراد نے اسلام قبول کر لیا ہے' وہ خون' گھرانے اور قبیلہ کے باہمی رشتے اور آپس کی قبائلی دشمنیوں کو بھول کر یک جان ہو گئے ہیں اور یہودیوں جیسی اپنی پرانی دوست قوت اور عبداللہ بن ابی بن سلول جیسے اپنے اہم لیڈر کے خلاف بھی وہ اسی جوش اور جذبہ سے لڑتے ہیں جس جوش و جذبہ سے وہ قریش کے خلاف میدان بدر میں لڑے تھے۔

جن قبائل کے علاقوں سے قریش کے تجارتی قافلے گزرتے تھے' انہیں اس سے کافی آمدنی ہوا کرتی تھی۔ قافلہ والے ان قبائل کے سرداروں کو ان کے علاقہ سے امن اور سلامتی کے ساتھ گزر جانے کا ٹیکس دیا کرتے تھے۔ ان قبیلوں کے افراد اپنے علاقہ میں تجارتی قافلوں کی رہنمائی اور حفاظت کیا کرتے تھے اور اس کا عوضانہ لیا کرتے تھے۔ بحیرہ احمر کے ساتھ سے گزرنے والے تجارتی راستے کے ساتھ ساتھ آباد قبائل کو صدیوں سے قریش کے قافلوں سے آمدنی ہوتی آئی تھی۔ اس اقتصادی اور معاشی مفاد نے انہیں قریش کا حلیف بنا دیا تھا لیکن ریاست مدینہ کے ساتھ معاہدوں کے بعد سے انہوں نے آمدنی سے کنارہ کشی قبول کر لی مگر رسول اللہ اور دین اسلام کے خلاف کسی منصوبے یا چھاپہ مار مہم میں شامل نہیں ہوئے تھے جو ریاست مدینہ کی سفارتی مہارت کی بہت روشن مثال ہے۔

ساڑھے بارہ ماہ کے اس عرصہ میں آٹھ مہمات مدینہ سے باہر گئیں۔ ان میں سے سات کی قیادت رسول اللہ ﷺ نے خود فرمائی جنگ بدر سے پہلے جو سریہ بھیجے جاتے تھے' ان میں چند درجن صحابہ کرام شامل ہوا کرتے تھے اور اکثر وہ سب مہاجرین ہی ہوتے تھے' لیکن اب غزوات کے لئے جانے والے اسلامی لشکر کی تعداد ساڑھے چار سو تک جا پہنچی تھی جن قبائل کی طرف سے اسلامی ریاست کے زیر اثر علاقوں میں چھاپہ مار مہموں کی تیاریوں کا علم ہوتا تھا' رسول اللہ خود فوج لے کر ان کے علاقہ میں داخل ہو جاتے تھے اور ان کے منصوبے ناکام بنا دیتے تھے۔ آپؐ طویل عرصہ تک ان کے علاقے میں قیام فرمایا کرتے تھے جو ایک مہم حضرت زید بن حارثہ کی قیادت میں قریش مکہ کے تجارتی قافلے کے خلاف بھیجی گئی تھی' اس میں بدر کے بعد کی مہمات میں سب سے کم تعداد میں ایک سو صحابہ شامل تھے' حالانکہ اس مہم میں لڑائی کا بھی خدشہ تھا۔ ساڑھے بارہ ماہ کا یہ عرصہ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قوت اور طاقت کے مظاہرے اور دشمن

کے علاقے کے اندر تک مہم لے کر جانے کا عرصہ تھا۔ اسے Defence بذریعہ Offence کا عرصہ بھی قرار دیا جا سکتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے کہ قریش مکہ، مدینے پر حملے کا منصوبہ بنا رہے ہیں، آپ کو اندازہ تھا کہ قریش امن سے نہیں بیٹھیں گے، بلکہ پوری قوت کے ساتھ حملہ کریں گے، لہٰذا آپؐ نے دشمنوں کے خلاف کارروائیوں کے ذریعے اپنی سپاہ کو تربیت بھی دی۔ ان مہموں میں مہاجر بھی شامل ہوتے تھے اور مدینہ کے انصار بھی۔ اس طریق سے آپؐ نے اسلامی فوج میں یکجہتی اور اتحادِ عمل پیدا کر کے اس کی حربی صلاحیت میں اضافہ بھی کیا۔ موجودہ اصطلاح میں یہ مہمات ایک قسم کی فوجی مشقیں بھی کہی جا سکتی ہیں جن میں مختلف یونٹیں شامل ہوتی تھیں ان مہموں سے نظریاتی بنیاد اور عملی جذبہ تعاون مستحکم ہو گئے۔

حواشی / حوالہ جات

1- ڈاکٹر محمد حمید اللہ، نقوش رسول نمبر جلد دوم، صفحہ 597

2- W.M. WATT/ MUHAMMAD AT MADINA, OXFORD UNIVERSITY PRESS, KARACHI, P-96

3- واقدی اور ابن سعد کے مطابق غزوہ بنو سلیم (کدر) محرم 3ھ ہجری میں پیش آیا تھا لیکن ابن اسحاق اور ابن ہشام نے صاف لکھا ہے کہ بدر سے واپسی کے سات روز بعد رسول اللہ ﷺ بنو سلیم کے خلاف روانہ ہوئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ 23 رمضان 2ھ ہجری کو بدر سے واپس مدینہ پہنچے تھے۔ ماخذ میں اس پر اتفاق ہے کہ آپؐ نے پہلی عیدالفطر اسی ماہ رمضان کے بعد کھلے میدان میں پڑھائی تھی اور اسی عید سے پہلے فطرانہ فرض ہوا تھا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضورؐ بدر سے واپس آکر عیدالفطر تک مدینہ میں ہی رہے تھے اور عید الفطر کے فوراً" بعد (سات روز کے حساب سے) غزوہ کدر کے لئے روانہ ہوگئے تھے مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری بھی اس غزوہ کی تاریخ شوال 2ھ ہجری کی ہی بتاتے ہیں اور مدینہ سے بدر سے واپسی کے سات روز بعد روانگی سے اتفاق کرتے ہیں۔ AKRAM DIYA AL UMARI غزوہ کدر کو بدر کے بعد کا سب سے پہلا غزوہ بتاتے ہیں۔ (صفحہ 47)

4- ابن اسحاق اور ابن ہشام نے اس غزوہ میں پانچ سو اونٹ مال غنیمت کے طور پر ملنے کا ذکر نہیں کیا۔ انہوں نے یہ بھی نہیں بتایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کتنے صحابہ تھے۔ ابن سعد نے یہ تعداد کسی سند کے بغیر دی ہے اور اکثر سیرت نگاروں مفسروں اور مورخوں نے واقدی کی روایت پر ہی انحصار کیا ہے۔

5- اس پر تقریباً" اتفاق ہے کہ جنگ بدر کے ایک ماہ بعد 15 شوال کو رسول اللہ ﷺ نے بنو قینقاع کے محاصرے کا حکم فرمایا تھا۔ جنگ بدر سے واپسی کے بعد عیدالفطر تک رسول اللہ ﷺ مدینہ میں رہے۔ عید کے بعد بنو سلیم کے خلاف کارروائی کے لئے روانہ ہوئے تھے اس لئے قینقاع کا محاصرہ الکدر سے واپسی کے فوراً" بعد شروع ہو گیا تھا۔ روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ غزوہ الکدر کے سلسلے میں پندرہ روز مدینہ سے باہر رہے تھے لیکن اگر آپؐ عید الفطر کے بعد غزوہ الکدر کے لئے مدینہ سے روانہ ہوئے تھے تو مدینہ سے باہر رہنے کی مدت پندرہ دن سے لازماً" کم ہوگی کیونکہ 15 شوال کو تو آپؐ نے بنو قینقاع کے محاصرے کا حکم ارشاد فرمایا تھا۔

6- ابن اسحاق کی روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا " اے گروہ یہود اللہ سے ڈرو، کہیں تم بھی ایسی سزا کا نشانہ نہ بن جاؤ جو قریش کو ملی ہے اور اسلام اختیار کرو" ابن ہشام اور بیشتر سیرت نگاروں نے اس روایت کو اسی طرح دہرایا ہے لیکن اس سلسلے میں دو باتیں قابل غور ہیں۔ اول یہ ہے کہ دستور مدینہ کے تحت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ریاست کی حدود میں رہنے والے یہودیوں اور مشرکوں کو دین کی مکمل آزادی عنایت فرمائی تھی ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے آپؐ انہیں اس دستور کے تحت دین کی آزادی سے محروم نہیں کرسکتے تھے آپؐ نے کبھی بھی کسی کو جبر اور اختیارات

کے زور سے اسلام قبول کرنے پر مجبور نہیں کیا آپؐ نے سب غیر مسلموں کو اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے مدینہ میں قیام کی ہمیشہ مکمل آزادی دی اور ان کی اس آزادی کا تحفظ کیا دوسرے ابن اسحاق نے یہ روایت حضرت زیدؓ بن ثابت کے آزاد کردہ غلام محمد ابن محمد کے حوالے سے بیان کی ہے ابن حجر نے اس راوی کو "مجہول" قرار دیا ہے اس لئے بھی اس روایت کا آخری حصہ مشکوک ہو جاتا ہے اسی حصہ کی وجہ سے بعض غیر مسلموں نے لکھا ہے کہ بنی قینقاع کو مدینہ سے اس لئے نکالا گیا ہے کہ انہوں نے آپؐ کے حکم پر اسلام قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا حالانکہ حقیقت تو یہ ہے کہ بنو قینقاع کے اخراج کے بعد بھی یہودیوں کے دو بڑے قبیلے بنو قریظہ اور بنو نضیر مدینہ ہی میں رہے تھے۔

اگر مدینہ میں رہنے کی شرط اسلام قبول کرنا ہی تھی تو پھر یہ دونوں یہودی قبیلے اپنے دین پر قائم رہتے ہوئے مدینہ میں کیسے رہے؟ یہ بھی ثابت ہے کہ بنو قینقاع کے بعد جب بنو نضیر اور بنو قریظہ کا اخراج بھی مکمل ہو گیا تھا تو اس کے بعد بھی کچھ یہودی مدینہ میں باقی رہے تھے اور اپنے دین پر آزادی سے عمل کرتے رہے تھے اگر بنو قینقاع کے آپؐ کو جواب کو دیکھا جائے تو اس میں بھی انہوں نے یہ نہیں کہا کہ ہم آپؐ کا دین قبول نہیں کریں گے انہوں نے بات لڑائی کی ہی کی کہ ہمیں قریش کی مانند نہ سمجھ لینا اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے یہودیوں کو اکٹھا کرکے شرارتوں اور انتشار پیدا کرنے سے باز رہنے کو کہا ہوگا اور خبردار کیا ہوگا کہ اگر تم نے دستور مدینہ کی پابندی نہ کی اور بغاوت کے راستے پر چلتے رہے تو پھر تمہارا انجام بھی قریش والا ہی ہوگا اور جواب میں بنو قینقاع نے کہا کہ ہمیں قریش کی مانند کمزور نہ سمجھیں ہم سے واسطہ پڑا تو پتہ چل جائے گا کہ لڑائی کیسی ہوتی ہے؟

7- کونسٹن ورجیل جورجیو' سیارہ ڈائجسٹ عکس سیرت نمبر' فروری 1993ء صفحہ 311' 313

8- روایات میں یہی ملتا ہے کہ یہودیوں نے درخواست کی کہ ہمارے بیوی بچے چھوڑ دیں اور مال و اسباب آپؐ لے لیں اور اس کے ساتھ ہی وہ غیر مسلح ہو کر بستی سے باہر نکل آئے تھے اور رسول اللہ ﷺ نے ان کے بازو ان کی پشتوں پر باندھنے کا حکم دیا تھا۔ کسی جگہ بھی یہ ذکر نہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں قتل کر دینے کا حکم دیا تھا اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کے قتل کا حکم نہیں دیا تھا تو پھر عبداللہ بن ابی بن سلول نے یہ کیوں کہا کہ آپؐ انہیں ایک ہی دن میں کاٹ کر رکھ دیں گے؟ جب آپ نے ایسا حکم نہیں دیا تھا تو پھر عبداللہ بن ابی بن سلول نے ایسی درخواست کیوں کی تھی؟ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہودیوں اور عبداللہ بن ابی بن سلول کو معلوم تھا کہ جس قسم کے جرم کا ارتکاب یہودیوں نے کیا ہے اس کی سزا یہودیوں کی مذہب اور عربوں کی روایات کے مطابق ان کے لڑنے کے قابل افراد کے قتل کے سوا کچھ اور نہیں ہوسکتی تھی اسی وجہ سے یہودیوں نے بھی صرف اپنے بیوی بچوں کی جان بخشی کی ہی درخواست کی تھی وہ جانتے تھے کہ ان کی اپنی جان بخشی کی گنجائش نہیں اور ان کے بازو پشتوں پر باندھنے کے حکم کے ساتھ ہی عبداللہ بن ابی بن سلول کو یقین ہوگیا تھا کہ یہودی اپنے جرم کی مقررہ سزا پانے والے ہیں تو کیا رسول اللہ ﷺ واقعی ان یہودیوں کو موت کے گھاٹ اتارنے والے تھے؟ آپؐ کے اس قسم کے ارادے کا بھی ان روایات سے کوئی اندازہ نہیں ہوتا۔

9- واقدی، مغازی الرسولؐ (مغازی الصادقہ)، مقبول اکادمی لاہور 1998، صفحہ 127

10-ابن کعب کی روایت کے مطابق ابوسفیان کے ساتھ چالیس سوار تھے لیکن اگر ابو سفیان کی چھاپہ مار کارروائی کی تفصیل کو سامنے رکھا جائے تو اندازہ ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ تھے تو دو صد سوار ہی، لیکن وہ باقیوں کو پیچھے چھوڑ کر بنو نضیر کے خزانہ دار کے پاس صرف چالیس سواروں کے ساتھ آیا ہو گا۔ اس طرح ابن کعب نے اس کے سواروں کی تعداد چالیس بیان کی اور باقیوں نے دو صد۔ ویسے بھی جس قسم کی مورال بلند کرنے اور اپنے اتحادیوں کے حوصلے بلند کرنے کی مہم پر ابو سفیان مکہ سے نکلا تھا، اس کے لئے سواروں کی بڑی تعداد کی ضرورت تھی۔

11- سیرت نگار، تفسیر لکھنے والے اور مورخ سب اسی روایت پر انحصار کرتے ہیں جس میں کہا گیا ہے کہ حُیَیّ بن اخطب نے ابو سفیان کے لئے دروازہ کھولنے سے انکار کر دیا تھا۔ اسی وجہ سے وہ سلام بن مشکم کے ہاں گیا تھا۔ حُیَیّ ابن اخطب کے مجموعی کردار اور رویہ کو سامنے رکھا جائے تو اس کا ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں کے لئے دروازہ کھولنے سے انکار ممکن دکھائی نہیں دیتا۔ وہ اسلام اور رسول اللہ ﷺ کا بدترین دشمن تھا۔ ایک روایت کے مطابق بدر میں قریش کی شکست کے بعد مدینہ سے جو یہودی قریش کا حوصلہ بڑھانے اور انہیں مدینہ پر حملہ کی ترغیب دینے اور حملہ کی صورت میں تعاون کرنے کی پیشکش لے کر مکہ گئے تھے، ان میں حُیَیّ بن اخطب بھی شامل تھا۔ سیرت نگار مفسرین کرام اور مورخ یہ بھی کہتے ہیں کہ سلام بن مشکم نے ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں کی شاندار دعوت کی تھی۔ خود ابو سفیان نے اپنے اشعار میں اس دعوت اور محفل شراب کا ذکر کیا ہے لیکن رات کے مختصر سے حصہ میں اتنے لشکر کے لئے ایسی شاندار دعوت کا اہتمام کرنا مشکل ہوتا ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ ابو سفیان نے پہلے سے سلام بن مشکم اور حُیَیّ بن اخطب وغیرہ کو اپنے پروگرام سے آگاہ کیا ہوا تھا اور چونکہ سلام بن مشکم یہودیوں کا خزانہ دار تھا، اس کے پاس وہ رقم جمع رہتی تھی جو یہودی اپنے مشترکہ مقاصد اور کاموں کے لئے استعمال کیا کرتے تھے۔ اس وجہ سے دعوت کا اہتمام ان کے ہاں رکھا گیا اور ابو سفیان نے حُیَیّ بن اخطب سے ملاقات تو کی مگر انہیں ساتھیوں سمیت اس کے گھر پہنچا دیا گیا جہاں ان کی دعوت کے لوازمات پہلے سے فراہم کئے گئے تھے۔

12- کونسٹن ورجل جورجیو، سیارہ ڈائجسٹ (عکس سیرت نمبر)، فروری 1993ء صفحہ 304، 305

13- واقدی کے مطابق رسول اللہ ﷺ کے لشکر میں چار سو پیادے اور پچاس سوار شامل تھے۔ (مغازی الرسول، صفحہ 141)

14- ماخذ میں غزوات کی ترتیب اور تاریخوں کو خلط ملط کر دیا گیا ہے۔ علامہ ابن کثیر نے "غزوہ نجد یا ذی امر" ایک ہی عنوان کے تحت لئے ہیں اور لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ وہاں ایک ماہ مقیم رہے، لیکن اسی عنوان کے تحت "غورث کا معجزانہ واقعہ" بیان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ 12 ربیع الاول کو مدینہ سے نکلے اور 10 روز مدینہ سے غائب رہے اور اسے "ذی امر" کا غزوہ لکھا ہے۔ ابن سعد اور واقدی نے بھی غزوہ ذی امر کے لئے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ سے روانگی کی تاریخ 12 ربیع الاول 3 ہجری ہی لکھی ہے اور دونوں نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ گیارہ دن مدینہ سے باہر رہے۔ ان دونوں

نے بھی رسول اللہ ﷺ کے لشکر میں شامل صحابہ کرام کی وہی تعداد دی ہے جو علامہ ابن کثیر نے دی ہے یعنی چار صد پیادے اور پچاس سوار۔ اس سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ غزوہ "ذی امر" کے لئے رسول اللہ ﷺ 12 ربیع الاول کو ہی مدینہ سے روانہ ہوئے تھے اور آپؐ کے ساتھ ساڑھے چار سو صحابہ تھے اور محرم میں آپؐ جس غزوہ کے لئے روانہ ہوئے تھے اور جس کے دوران صفر کا پورا مہینہ آپؐ مدینہ سے باہر رہے تھے وہ اس سے الگ غزوہ تھا اور اس سے پہلے واقعہ ہوا تھا اور اگر آپ صفر کا پورا مہینہ مدینہ سے باہر رہے تھے تو لازماً" آپؐ مدینہ سے محرم میں روانہ ہوئے ہوں گے۔ علامہ ابن کثیر نے ان دونوں غزوات کو "ذی امر" کا نام دیا ہے جو درست نہیں ہے۔ پہلے غزوہ کو غزوۂ نجد کہا جا سکتا ہے۔ ہم نے اسی لئے اس کو الگ عنوان "غزوہ نجد" کے تحت بیان کیا ہے۔ "غزوہ ذی امر" اس سے الگ ہے جو ربیع الاول میں پیش آیا تھا۔ اسی طرح ماخذ میں ان دونوں غزوات میں شامل صحابہ کرام کی تعداد بھی خلط ملط کر دی گئی ہے چونکہ دونوں غزوات کو ایک ہی سمجھ لیا گیا ہے' اس لئے دونوں کے لئے لشکر کی تعداد بھی ایک ہی لکھ دی گئی ہے۔ ساڑھے چار صد پیدل اور پچاس سوار۔ دونوں کے لئے روانگی کے وقت آپؐ نے حضرت عثمانؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا تھا۔

-15 M. A. Salahi, Muhammad (ﷺ) Man and Prophet, Element, P: 294

-16 واقدی نے کعب بن اشرف کے قتل کی تاریخ 14 ربیع الاول 3 ہجری لکھی ہے۔ (مغازی الرسول صفحہ 136) واقدی نے ہی غزوہ ذی امر کے لئے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ سے روانگی کی تاریخ 12 ربیع الاول 3 ہجری دی ہے اور لکھا ہے کہ اس غزوہ کے سلسلے میں رسول اللہ ﷺ گیارہ شب مدینہ سے باہر رہے تھے۔ اس حوالے سے تو رسول اللہ ﷺ 14 ربیع الاول کو تو مدینہ میں موجود ہی نہیں تھے پھر آپؐ نے کعب بن اشرف کو قتل کرنے والے صحابہ کو دعا کے ساتھ رخصت کیسے کیا؟ اور پھر مسجد نبوی کے دروازے پر کعب کا سر دیکھ کر انہیں دعا کیسے دی؟

واقدی نے غزوہ ذی امر اور کعب بن اشرف کے قتل کی تاریخوں میں جو خلط ملط کیا ہے' چودہ سو سال بعد بھی کسی نے اس طرف دھیان نہیں دیا اور ابن سعد سے لے کر ابن ہشام اور بعد میں آنے والے جملہ سیرت نگار اور مفسرین کرام آنکھیں بند کر کے وہی تاریخیں دہرائے جا رہے ہیں۔ ان میں W.M.Watt بھی شامل ہے اور Akram Diya Al-Umari بھی۔ علامہ عبدالحق محدث دہلوی بھی اور پیر محمد کرم شاہ الازہری بھی۔ مولانا شبلی نعمانی نے صرف اتنا لکھا ہے کہ کعب بن اشرف کو ربیع الاول 3 ہجری کو قتل کیا گیا۔ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری' مولانا ابوالکلام آزاد اور حسین ہیکل تاریخوں کے جھنجھٹ میں پڑے ہی نہیں۔ شیخ محمد رضا مصری نے بھی صرف اتنا ہی لکھا ہے کہ "یہ واقعہ ربیع الاول 3 ہجری کا ہے" طوالت کی وجہ سے باقی اہل سیرت اور مفسرین کرام کی لکھی تاریخوں کی تفصیل نہیں دی جا رہی۔

-17 واقدی' مغازی الرسول' مقبول اکادمی لاہور' 1988ء صفحہ 137

-18 ابن ہشام کے مطابق رسول اللہ ﷺ ربیع الاول 3 ہجری کے آخر میں غزوہ بحران کے لئے تشریف لے گئے تھے لیکن اگر آپ 12 ربیع الاول کو غزوہ ذی امر کے لئے تشریف لے گئے تھے اور گیارہ روز

بعد وہاں سے واپس آئے تھے تو آپؐ کی واپسی 23 ربیع الاول 3 ہجری کو ہوئی تھی۔ اگر آپؐ ربیع الاول کے آخری دنوں میں دوبارہ بنو سلیم کی طرف روانہ ہو گئے تھے تو ان دونوں غزوات کے درمیانی عرصہ میں مدینہ منورہ آپ کے قیام کی مدت ایک آدھ روز ہی بنتی ہے جبکہ روایات سے اندازہ ہوتا ہے کہ کعب بن اشرف کے قتل کا واقعہ اسی درمیانی مدت کا ہے اور کعب کے قتل کے بعد مدینہ میں آپؐ نے یہودیوں کے وفد کو شرف ملاقات بھی بخشا اور ان کی طرف سے نیک چلنی کی ضمانت کے بعد انہیں ایک دستاویز بھی لکھ کر دی تھی پھر یہ بھی ممکن نہیں ہوتا کہ ایک لشکر منتشر ہو کر دو چار روز میں ہی پھر سے جمع ہو جائے گا۔ آپؐ گیارہ روز بعد واپس تشریف لائے تو کچھ روز تو ذی امر میں قیام فرمایا ہوگا۔ کیونکہ آپؐ چھاپہ مار مہم کے لئے جمع ہونے والے لشکر کے منتشر یا واپس چلے جانے کے بعد بھی وہاں مقیم رہا کرتے تھے اور اس کی فوری واپسی کا امکان ختم ہو جانے کے بعد ہی واپس تشریف لایا کرتے تھے۔

-19 ابن اسحاق نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ ربیع الثانی اور جمادی الاول کے دو ماہ مدینہ سے باہر رہے تھے. ابن اسحاق نے اس غزوہ کو قریش کے خلاف بتایا ہے' لیکن قریش کے کسی قافلے یا لشکر کی کوئی تفصیل نہیں دی' اگر قریش مکہ کوئی لشکر لے کر آئے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی آمد کا سن کر واپس بھاگ گئے تھے تو پھر آپؐ وہاں پر دو ماہ تک قیام کا کوئی جواز نہیں بنتا. اگر یہ غزوہ قریش کے کسی تجاتی قافلہ کے خلاف تھا جیسا کہ بعض سیرت نگاروں نے تاثر دیا ہے تو بھی قافلہ تو نکل گیا ہو گا کیونکہ کوئی مقابلہ تو ہوا نہیں تھا' پھر آپؐ دو ماہ تک کیوں وہاں لشکر سمیت بیٹھے رہے؟ جبکہ مدینہ کے اندر یہودیوں کی سازشوں پر نظر رکھنا ضروری تھا. یہودیوں کے سب سے بڑے قبیلے کے اخراج اور سب سے بڑے سردار کے قتل کے بعد ان پر نظر رکھنا اور بھی ضروری ہو گیا تھا. اگر آپ دو ماہ تک مدینہ سے باہر رہے تھے تو پھر لازما" یہ غزوہ کسی بڑے طاقتور قبیلے کے خلاف تھا اور ریاست مدینہ کے خلاف قریش کے بعد سب سے طاقتور قبیلے بنو سلیم اور بنو غطفان (آل قیس) ہی تھے جو قریش مکہ کے ساتھ رشتہ داری سے تعلق کے علاوہ اقتصادی روابط بھی رکھتے تھے اور سیاسی اتحاد بھی قائم کر چکے تھے پھر بحران کے بارے میں واضح طور پر لکھا ہے کہ وہ ایک "مورن" تھا یعنی وہاں کانیں تھیں اور اس باب کے شروع میں ہم لکھ چکے ہیں کہ بنو سلیم کے علاقے میں سونے کے ذخائر تھے اور قریش مکہ نے ان ذخائر سے سونا نکالنے میں ان کی مدد کرنے کا پروگرام بنایا تھا.

-20 ابن ہشام کے مطابق فرات بن حیان کا تعلق بنی عجل سے تھا اور وہ بنی سہم کا حلیف تھا.

-21 امام ابن کثیر نے لکھا ہے کہ سریہ زید بن حارثہ جنگ بدر سے چھ ماہ بعد ہوا جبکہ ابن سعد' واقدی اور دیگر نے اس مہم کے لئے حضرت زید بن حارثہ کی روانگی جمادی الثانی کے شروع میں بتائی ہے. مولانا عبدالحق محدث دہلوی نے مدارج النبوت میں روانگی کی تاریخ یکم جمادی الثانی لکھی ہے. مولانا ابوالکلام آزاد نے تو بہت دلچسپ تاریخیں دی ہیں. غزوہ بحران کے عنوان کے تحت مولانا لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ربیع الاخر اور جمادی الاول دو ماہ مدینہ سے باہر رہے اور اس سے آٹھ سطریں آگے چل کر "زید بن حارثہ کی مہم" کے سلسلے میں لکھتے ہیں کہ یہ جمادی الاول کا واقعہ ہے. (رسول رحمت' لاہور' صفحہ 295) رسول اللہ ﷺ اگر جمادی الاول میں مدینہ میں موجود ہی نہ تھے تو آپؐ نے زید بن حارثہ کی مہم انہی

دنوں میں روانہ کیسے کر دی؟

22- ابن اسحاق اور ابن ہشام نے لکھا ہے کہ ابو سفیان بن حرب بھی ساتھ تھا.

23- ابن سعد نے جنگ احد کی تاریخ سات شوال 3 ہجری لکھی ہے.

24- کونسٹن ورجیل جورجیو' سیارہ ڈائجسٹ (عکس سیرت نمبر)' فروری 1993ء' صفحہ 309

غزوۂ اُحد

چچا کا خط

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد نبوی سے برآمد ہوئے سامنے خادم سواری لئے کھڑا تھا آپؐ سوار ہونے کو تھے کہ ایک ایلچی نے ایک مہربند خط پیش کیا آپؐ نے حضرت ابیؓ بن کعب کو طلب فرمایا اس نے خط کھول کر پڑھنا شروع کیا "قریش مکہ لشکر جرار کے ساتھ مدینہ پر حملے کے لئے روانہ ہوچکے ہیں آپؐ نے ان کے پہنچنے تک جو تدابیر اختیار کرنا ہوں مکمل کرلیں قریش کے لشکر میں تین ہزار لڑنے والے شامل ہیں ان میں سے دو صد گھوڑ سوار اور سات سو زرہ پوش ہیں قریش کے لشکر کے ساتھ تین ہزار اونٹ ہیں"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خط سن کر حضرت ابیؓ بن کعب کو حکم دیا کہ اس نے جو کچھ پڑھا ہے کسی کو نہ بتائے اور سوار ہو کر حضرت سعدؓ بن ربیع کے ہاں تشریف لے گئے۔

وہ خط مکہ سے آپؐ کے چچا عباس بن مطلب نے بھیجا تھا اور قاصد کو ہدایت کی تھی کہ وہ تین روز میں مدینہ پہنچ جائے تاکہ قریش کے لشکر کی آمد سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خبر مل جائے۔

"اس گھر میں اور کوئی بھی ہے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سعدؓ سے پوچھا:

"نہیں یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میرے سوا گھر میں اور کوئی نہیں" حضرت سعدؓ نے جواب دیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں عباس بن عبدالمطلب کے خط اور قریش کے لشکر کی روانگی کے بارے میں بتایا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ اس مقابلے میں آپ کو خیرو برکت سے نوازیں گے" حضرت سعدؓ بن ربیع نے عرض کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کچھ دیر ان کے ہاں قیام کے بعد واپس آنے لگے تو ہدایت فرمائی "اس خط اور قریش کے لشکر کے بارے میں کسی سے کوئی بات نہ کریں"

"رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تم سے کیا راز کی بات کر رہے تھے؟" حضرت سعدؓ کی بیوی نے آپ کی روانگی کے بعد پوچھا۔

"تیری ماں مرے' تیرا ان باتوں سے کوئی تعلق نہیں" حضرت سعدؓ نے جواب دیا۔

"میں نے تو وہ سب باتیں سن لی ہیں' میں ادھر چھپی ہوئی تھی" ان کی بیوی نے بتایا۔

"تم نے کیا سنا ہے؟" حضرت سعدؓ نے پوچھا۔

ان کی بیوی نے وہ سب باتیں بیان کر دیں جو رسول اللہ ﷺ نے کی تھیں۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون! مجھے نہیں معلوم تھا کہ تم ادھر چھپی باتیں سن رہی ہو' میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ گھر میں میرے سوا کوئی اور نہیں" حضرت سعدؓ نے کہا اور بیوی کو سر کے بالوں سے پکڑ کر کھینچتے ہوئے گھر سے باہر لے چلے۔

"یا رسولؐ اللہ اس عورت نے وہ سب باتیں سن لی ہیں' مجھے علم نہیں تھا کہ یہ ادھر چھپی سن رہی ہے اس نے مجھے بتایا تو میں ڈر گیا کہ ایسا نہ ہو بات ظاہر ہو جائے اور آپ کہیں کہ میں نے راز فاش کر دیا ہے" حضرت سعدؓ نے رسول اللہ ﷺ کے قریب پہنچ کر عرض کیا۔

"اسے چھوڑ دو" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا اور واپس تشریف لے گئے۔

کفر کی راہ

ابو سفیان تجارتی قافلہ بچا کر مکہ پہنچ گیا تھا اس تجارتی قافلہ میں سب اہل مکہ کا سرمایہ تھا یتیموں اور بیواؤں کا بھی اور روساء و غرباء کا بھی ابوسفیان نے قافلے کے اونٹ اور سارا مال تجارت اپنے پاس ہی رکھا کسی کو اس کا اصل زر لوٹایا نہ اس سے حاصل ہونے والا منافع دیا مکہ کے اکثر سردار اور سرمایہ کار تو بدر میں تھے وہ انتظار کرتا رہا کہ بدر والے واپس آئیں تو ان میں مال اور منافع تقسیم کیا جائے مگر ان سب کے آجانے کی بجائے ان میں سے بہت سوں کے مارے جانے کی خبر پہنچ گئی مکہ میں صف ماتم بچھ گئی مرنے والوں کے سیاپے اور ماتمی مجلسوں کا زور کم ہوا تو مال اور منافع تقسیم کرنے کا خیال آیا۔

مگر اس مرحلہ پر بھی قریش مکہ گڑھے والوں اور اپنی ذلت و رسوائی کو نہیں بھولے قریش کے سردار اسود بن مطلب ، جبیر بن مطعم، صفوان بن امیہ، عکرمہ بن ابوجہل، حارث بن ہشام، عبداللہ بن ابی ربیعہ، خویطب بن عبدالعزیٰ اور حجر بن ابی اہاب نے مشورہ کرکے ابوسفیان سے کہا "آپ دیکھ رہے ہیں بدر میں ہمارے کیسے کیسے لوگ مارے گئے ہیں ہمارے باپ فرزند اور عزیز و اقارب اس لڑائی میں کام آئے ہیں اس مال تجارت کو روک لیں تاکہ اس سے ایک لشکر تیار کرکے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے بدلہ لیا جائے."

"کیا سب قریش مکہ اس پر راضی ہیں؟" ابوسفیان نے پوچھا.

"ہاں سب راضی ہیں" انہوں نے جواب دیا.

"اس بات کو سب سے پہلے میں خود قبول کرتا ہوں بنی عبد مناف بھی میرے ساتھ ہوں گے اس لڑائی میں میرا بیٹا حنظلہ قتل کیا گیا ہے میری قوم کے اشراف مارے گئے ہیں خدا کی قسم ہم اپنے مقتولوں کا بدلہ لیں گے" ابوسفیان نے ان کی تجویز سے اتفاق کرتے ہوئے اعلان کیا.

پھر لوگوں کا اصل زر (CAPITAL) واپس کر دیا گیا مگر اس تجارت سے جتنا بھی منافع ہوا تھا وہ سارا جنگی تیاریوں کے لئے ابوسفیان کے پاس جمع رہنے دیا یہ رقم ایک لاکھ دینار تھی.

مگر ابوسفیان نے بنی زہرہ کا تجارت میں لگا ہوا اصل زر بھی ضبط کرلیا

مخرمہ نے کہا جب تک بنو زہرہ کا سرمایہ واپس نہیں کیا جاتا میں بھی اپنا اصل زر واپس نہیں لوں گا.

ابوسفیان اپنی ضد پر اڑا رہا ہے "بنو زہرہ کا سرمایہ واپس نہیں کیا جائے گا"

"تم بنو زہرہ کا مال کیوں واپس نہیں کررہے" اخنس بن شریق نے ابوسفیان سے پوچھا.

"اس لئے کہ وہ بدر کی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے اور واپس لوٹ آئے تھے" ابو سفیان نے جواب دیا.

"یہ پیغام تو تم نے ہی بھیجا تھا کہ میں قافلہ نکال لایا ہوں واپس آ جاؤ" اخنس نے کہا.

ابو سفیان کو بنو زہرہ کا سرمایہ واپس کرنا پڑا.

روایت ہے کہ قرآن کریم کی یہ آیت قریش کے اس رویہ کے بارے میں ہے:

- "جن لوگوں نے کفر کی راہ اختیار کی
  وہ اپنا مال اس لئے خرچ کرتے ہیں
  کہ لوگوں کو اللہ کی راہ سے روکیں

تو یہ لوگ آئندہ بھی اسی طرح خرچ کریں گے
پھر وقت آئے گا کہ (یہ مال خرچ کرنا)
ان کے لئے پچھتاوا ہو جائے گا
بالآخر وہ لوگ مغلوب ہو جائیں گے"

اسلام کا خوف

قریش مکہ نے مدینہ پر حملہ کے لئے تیاریاں شروع کر دیں' مگر انہیں اپنی قوت پر اعتماد نہیں رہا تھا۔ وہ انتقام کے گیت تو گاتے تھے' ماتم کی مجلسوں میں شعر و شاعری سے لوگوں کو انتقام کے لئے تیار کر رہے تھے۔ ایک لاکھ درہم جنگی ٹیکس بھی جمع ہو گیا تھا' مگر بدر میں شکست نے انہیں ذہنی طور پر مفلوج کر دیا تھا۔ انہیں اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ نہیں رہا تھا۔ اہل ایمان کے جوش و جذبہ اور شوق شہادت کے بارے میں بدر سے بچ کر آ جانے والوں نے جو کچھ بتایا تھا وہ انہیں پریشان اور پشیمان رکھتا تھا۔ اس صورت، احوال پر غور کرنے کے لئے انہوں نے اپنے سرداروں کا اجلاس بلایا اور فیصلہ کیا کہ عرب کے سارے قبائل سے مدد طلب کی جائے۔ اس مقصد کے لئے پانچ افراد کا انتخاب کیا گیا۔ عمرو بن عاص کا جو سفارت کاری میں مہارت کے لئے بہت معروف تھا اور قریش مکہ نے شاہ حبشہ کے پاس مہاجرین کی واپسی کے لئے جو سفارتیں بھیجی تھیں' ان کی قیادت بھی انہی عمرو بن عاص نے کی تھی۔ باقی چار ۴ فراد عبداللہ بن الزبعریٰ ہبیرہ بن ابی وہب' ابو عزہ اور مسافع بن عبد مناف تھے۔ ابو عزہ قریش کا آتش بیاں شاعر تھا۔ وہ جنگ بدر کے قیدیوں میں بھی شامل تھا۔ اس نے اپنی غربت اور بیٹیوں کے نام پر رسول اللہ سے درخواست کی تھی کہ اسے فدیہ لئے بغیر رہا کر دیا جائے۔ رسول اللہ نے اس کی رہائی کا حکم دیا تو اسے رہا کر دیا گیا اور وہ مکہ واپس آ گیا تھا۔ جب قریش نے اسے قبائل عرب کے پاس جانے کو کہا تو اس نے انکار کر دیا اور کہا کہ "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھ پر احسان کیا ہے میں نے عہد کیا تھا کہ کبھی آپؐ کے خلاف کسی کو آمادہ جنگ نہیں کروں گا"

"تم جتنا مال مانگو ہم دیں گے" صفوان بن امیہ نے کہا۔

مگر ابو عزہ نہ مانا "محمد (ﷺ) نے مجھ پر بہت بھاری احسان کیا ہے"

صفوان بن امیہ نے قریش کے سرداروں کو ابو عزہ کے جواب سے آگاہ کیا تو انہوں نے جبیر بن مطعم سے کہا کہ تم بھی صفوان کے ہمراہ جاؤ اور ابو عزہ کو مناؤ وہ دونوں مل کر گئے تو ابو عزہ نے

وہی جواب دیا جو صفوان کو دے چکا تھا۔

"میں تو گمان بھی نہیں کر سکتا تھا کہ میں چل کر تیرے پاس آؤں اور تو میری بات نہ مانے' اچھا اب تم اپنے انکار اور اس جواب کو یاد رکھنا جو تم نے مجھے دیا ہے" جبیر بن مطعم بن عدی نے غصہ سے کہا۔

ابو عزہ قریش کے غصہ سے ڈر گیا اور ان کی بات مان لی۔

پھر وہ ایک طائفہ لے کر ایک ایک مشرک قبیلے کے پاس گیا وہ جہاں جاتا افراد قبیلہ کو جمع کر کے انہیں مسلمانوں کے خلاف جنگ میں اپنی اور اپنی قوم کی مدد پر آمادہ کرتا۔

- "اے آل مناۃ مجھے بے سہارا نہ چھوڑو
  تم تو ثابت قدم رہنے والے باپ کی اولاد ہو
  تم تو بہادر اور مدد کرنے والے ہو
  تمہارا باپ بھی بہادر اور مدد کرنے والا تھا
  مجھے سال بعد مدد کے وعدے پر نہ ٹالو
  مجھے اسلام کے حوالے نہ کرو"

قریش مکہ نے قبیلہ بنی مالک بن کنانہ کے پاس مسافع بن عبد منات بن وہب کو بھیجا۔ مسافع بھی ان کا شعلہ بیان عوامی شاعر تھا اس نے بنی مالک کو جمع کیا اور اللہ کے دین اور رسول اللہ ﷺ کے خلاف جنگ میں قریش کے ساتھ شامل ہونے کی التجا کرتے ہوئے کہا:

- اے بنو مالک!
  تمہاری آبائی عظمت اور غیرت کو کیا ہوا؟
  کہ میں کبھی ایک قرابت والے کو
  اور کبھی دوسرے با اختیار کو
  ڈھونڈتا پھر رہا ہوں
  بتاؤ تو وہ دکھ بانٹنے والے ہمدرد کون تھے؟
  جنہوں نے محترم شہر میں کعبہ معظم کے مقام حطیم کے پاس
  دکھ بانٹا تھا
  تو اب تمہیں کیا ہو گیا ہے؟"

قریش مکہ کے سفیروں اور شاعروں کی کوششوں سے بہت سے قبائل ان کا ساتھ دینے اور مل کر

مدینہ پر حملہ کرنے کے لئے تیار ہو گئے۔ بنو کنانہ' خزیمہ' خزاعہ اور بہت سے چھوٹے قبیلوں (احابیش) کے لوگ مکہ سے گیارہ میل باہر جبل حُبیش کے دامن میں جمع ہوئے اور قریش کے نمائندوں کے روبرو حلف اٹھایا کہ وہ سب ہمیشہ متحد اور متفق رہیں گے اور جب تک جبل حُبیش قائم ہے دن ہو یا رات صبح ہو یا شام وہ سب لازماً" ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔

اس دوران قریش ہتھیار بھی جمع کرتے رہے اور مزید جنگی چندہ بھی اکٹھا کرتے رہے۔ قریش نے نجد کے راستے عراق کی طرف جو تجارتی قافلہ بھیجا تھا' اس کا تعلق بھی ان جنگی تیاریوں سے ہو سکتا ہے۔ اقتصادی استحکام تو بہرحال جنگی عمل تھا قریش شام اور عراق سے اعلیٰ قسم کے جنگی ہتھیار اور زرہیں وغیرہ بھی خرید کر لایا کرتے تھے' مگر ان کا یہ مال مسلمانوں کے ہاتھ آ گیا تھا قریش مدینہ پر حملہ کو فیصلہ کن بنانا چاہتے تھے چنانچہ جب انہوں نے روانگی کا وقت متعین کر دیا تو مکہ میں تین ہزار لڑنے والے جمع ہو گئے۔ ان میں قریش کے اپنے لڑنے والوں کے علاوہ قبائل بنو کنانہ' خزیمہ' بنی ثقیف اہل تہامہ اور احابیش (چھوٹے قبائل) کے جنگجو بھی شامل تھے حبشہ اور دیگر افریقی ممالک کے وہ جنگجو اور غلام بھی شامل تھے جو مکہ اور گرد و نواح کے قبائل کے اتحادی یا غلام تھے۔ قریش مکہ نے پہلے کبھی اتنی بڑی فوج کسی جنگ کے لئے بیرون مکہ نہیں بھیجی تھی۔ بتوں کے پجاری پہلے کبھی اپنے معبودوں کے تحفظ کے لئے اتنی بڑی تعداد میں کسی مہم کے لئے نہیں نکلے تھے۔ ان تین ہزار جنگجوؤں میں دو سو گھوڑ سوار اور سات سو آہن پوش شامل تھے۔ ابو عامر راہب بھی اپنے پچاس یا ستر ساتھیوں کے ہمراہ قریش کے لشکر کے ساتھ شامل ہو گیا۔ مدینہ کے قبیلہ اوس کا یہ بااثر سردار عبداللہ بن ابی بن سلول کا خالہ زاد تھا اور رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد اپنے پر جوش پیروکاروں کو ساتھ لے کر مکہ آ گیا تھا۔ وہ بھی قریش مکہ کو مدینہ پر حملہ کرنے کی ترغیب دیا کرتا تھا اور مدینہ میں اپنا کھویا ہوا مقام و مرتبہ حاصل ہو جانے کے خواب دیکھا کرتا تھا اور قریش سے کہا کرتا تھا کہ جب وہ مسلمانوں کے خلاف لڑنے والی فوج میں شامل ہو گا تو بنی اوس اسے دیکھتے ہی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے الگ ہو کر ان کی فوج میں آن شامل ہوں گے۔ قریش کے لشکر کے ساتھ تین ہزار اونٹ تھے۔ قریش مکہ اتنی بڑی فوج اور زبردست تیاریوں کے باوجود کوئی چانس نہیں لینا چاہتے تھے۔ اللہ کے دین اور ریاست مدینہ کو ختم کرنے کے لئے انہوں نے اپنی خواتین کو بھی دف پکڑا دیئے۔

صفوان بن امیہ نے تجویز پیش کی کہ قریش کے سردار اپنے اپنے گھرانوں کی معزز خواتین کو بھی ساتھ لے چلیں۔ عرب شعراء کی ہجو اور خواتین کے طعنوں سے بہت ڈرتے تھے۔ بدر کی لڑائی

میں ابوالبختری نے صرف مکہ کی خواتین کے طعنوں کے خوف سے مسلمانوں کی طرف سے پناہ نہیں لی تھی اور قتل ہو جانا قبول کر لیا تھا۔ صفوان جانتا تھا کہ جب شرفاء اور سرداروں کی بیگمات اور ان کے گھرانوں کی خواتین ان کے لشکر میں شامل ہوں گی تو وہ سب جان توڑ کر لڑیں گے اور بدر کی مانند کوئی میدان جنگ سے فرار نہیں ہوگا اور شکست کی صورت میں خواتین کے قیدی بن جانے کے خوف سے کوئی لڑائی میں بزدلی نہیں دکھائے گا۔

"اپنی اپنی بیویوں کو ساتھ لے چلو تاکہ میدان جنگ میں وہ ہمیں بدر کی لڑائی میں مارے جانے والے عزیزوں کی یاد دلاتی رہیں اور ہمیں ہمارے وہ عہد یاد دلاتی رہیں کہ اگر ہم نے ان مرنے والوں کا بدلہ نہ لیا تو ہم خود بھی زندہ واپس نہیں آئیں گے۔ سب سے پہلے میں اعلان کرتا ہوں کہ میں اپنے بیوی کو ساتھ لے جا رہا ہوں" صفوان بن امیہ نے کہا۔

"میں تیری بات کی تائید کرتا ہوں" عکرمہ بن ابوجہل نے کہا۔

عمرو بن العاص نے بھی کھڑے ہو کر عورتیں ساتھ لے جانے کے مشورہ کی حمایت کی۔

نوفل بن معویہ نے اختلاف کیا "میں عورتوں کو ساتھ لے جانے کی حمایت نہیں کرتا۔ مجھے یہ یقین نہیں کہ مسلمانوں کو ضرور شکست ہی ہو گی۔ اگر مسلمانوں کو فتح ہوئی تو عورتوں کے سلسلہ میں تمہیں ذلت اٹھانا پڑے گی"

"فیصلہ ہو چکا ہے کوئی اس کی مخالفت نہیں کر سکتا" صفوان نے جواب دیا۔

نوفل ابو سفیان کے پاس گیا تاکہ اسے اپنی بات پر قائل کر سکے۔

ابو سفیان کی بیوی ہندہ نے نوفل کی بات سنی تو شور مچانے لگی "بدر میں ہمارے بہترین آدمی مارے گئے مگر تو بھاگ کر اپنی بیوی کے پاس آگیا تھا' ہم تو ضرور ساتھ جائیں گی اور جنگ میں ساتھ رہیں گی"

ابو سفیان نے جواب دیا "قریش نے جو فیصلہ دیا ہے' میں اس کے خلاف نہیں کر سکتا۔"

قریش کے سرداروں کی بیویاں اور معزز خاندانوں کی خواتین بھی قریش کے لشکر میں شامل ہو گئیں۔

ان میں یہ خواتین شامل تھیں:

- ابو سفیان کی بیوی ہندہ' جس کا باپ عتبہ' چچا شیبہ اور بھائی ولید جنگ بدر میں مار گئے تھے۔
- عکرمہ بن ابوجہل کی بیوی اُمِ حکیم بنت حارث بن ہشام جس کا خسر اور تایا ابوجہل اور چچا عاص بدر میں مارے گئے تھے۔
- ابوجہل کے بھائی حارث کی بیوی فاطمہ بنت ولید' شرک کے شاعر حارث کی بیوی کا والد

ولید بدر کے گڑھے والوں میں شامل تھا۔

- صفوان بن امیہ کی بیوی برزہ بنت مسعود ثقفی، صفوان کا باپ امیہ اور بھائی علی بدر میں مارے گئے تھے۔
- عمرو بن عاص کی بیوی ریطہ جس کا باپ منیہ اور چچا نبیہ بدر کے گڑھے میں پڑے تھے۔
- حضرت مصعب بن عمیر کی مشرکہ ماں حناس بنت مالک بن المفرب۔
- قریش کے علمبردار طلحہ بن ابو طلحہ کی بیوی سلافہ بنت سعد۔
- رملہ بنت طارق بن علقمہ، اس کا میاں حارث بن سفیان بن عبدالاسد بھی لشکر کے ساتھ تھا۔
- اُمِ حکیم بنت طارق۔ اس کا خاوند کنانہ بن علی بن ربیعہ بھی لشکر کے ساتھ تھا۔
- قیلہ بنت عمر بن ہلال۔ اس کا میاں سفیان بن عویف بھی لشکر کے ساتھ تھا۔
- عیبہ اس کے دو بیٹے نعمان بن مسک الذیب اور جابر بن مسلک الذیب لشکر کے ساتھ تھے۔
- عمرہ بنت الحارث علقمہ اس کا خاوند غراب بن سفیان لشکر کے ساتھ تھا۔

جنگ میں جب قریش کے گیارہ علمبردار ایک دوسرے کے بعد مارے گئے اور ان کا جھنڈا اگر گیا تو اسی عمرہ نے قریش کا جھنڈا اٹھا کر بلند کر دیا تھا(۱) اور ان کی پسپائی کے بعد بھی جھنڈا اٹھائے میدان جنگ میں موجود رہی تھی۔

- سفیان بن عوف کی بیٹیاں۔

جبیر کا غلام

جبیر بن مطعم کا چچا طعیمہ جنگ بدر میں مارا گیا تھا۔ اسے حضرت حمزہؓ نے قتل کیا تھا۔ جبیر کے پاس ایک حبشی غلام تھا اس کی کنیت ابو دسمہ تھی وہ افریقی حبشیوں کے طریق جنگ کے مطابق چھوٹا نیزہ نشانے پر مارنے کا بڑا ماہر تھا۔ جبیر نے اسے بلا کر کہا کہ "میرے چچا کو حمزہ نے قتل کیا تھا اگر اس جنگ میں تم حمزہ کو موت کے گھاٹ اتار دو تو میں تمہیں آزاد کر دوں گا" حبشی نے شرط قبول کر لی اور لشکر میں شامل ہو گیا۔

ابو سفیان کی بیوی ہندہ جب بھی لشکر میں اسے دیکھتی، "ابو دسمہ! واہ، واہ، ہمیں بھی شفا دو اور خود بھی شفایاب ہو جاؤ" کہہ کر اس کا حوصلہ بڑھاتی اور اس کی تعریف کرتی تھی۔

پراپیگنڈہ

قریش کا لشکر بڑے طمطراق کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوا تو عباس بن عبدالمطلب نے خط لکھ کر ایلچی کو دیا اور ہدایت کی کہ تیزی سے منزلیں طے کرتا ہوا مدینہ پہنچ جائے۔ ایلچی صرف تین دن میں مدینہ پہنچ گیا۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابیؓ بن کعب سے خط پڑھوایا اور ہدایت کی کہ اس بارے میں کسی کو کچھ بتانا نہیں۔ حضرت سعد بن ربیع کو بھی آپ نے یہی ہدایت کی۔ رسول اللہ ﷺ شہر اور ریاست میں خوف و ہراس کی فضا نہیں پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ابھی لشکر قریش کئی منزل دور تھا۔ آپؐ اس کے مدینہ پہنچنے تک کچھ ضروری انتظامات کرنا چاہتے ہوں گے لیکن شہر کے یہودی مشرک اور منافق تو قریش کے ساتھ تھے۔ ان کے ہمدرد اور شریک مشورہ تھے۔ انہیں قریش کی روانگی کا علم تھا۔ انہوں نے مدینہ میں قریش کی قوت اور ارادوں کے بارے میں پراپیگنڈہ اور افواہیں پھیلانا شروع کر دیا۔

قریش کے ارادے

قریش کا لشکر مکہ سے روانہ ہوا تو قبیلہ خزاعہ کا عمرو بن سالم اپنے قبیلہ کے چند افراد کے ہمراہ ذی طویٰ کے مقام پر ان سے آ ملا پھر وہ قریش سے الگ ہو کر مدینہ پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کو قریش کے لشکر کے بارے میں آگاہ کر کے واپس ان سے جا ملے اس روز قریش کا لشکر رابغ کے مقام پر تھا۔ ابو سفیان بہت خبردار تھا۔ "خدا کی قسم عمرو اور اس کے ساتھی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے پاس سے ہو کر آئے ہیں۔ یہ انہیں ہمارے لشکر کی تعداد اور دیگر خبریں پہنچا آئے ہیں۔ مسلمان ہوشیار ہو گئے ہوں گے اور ڈر کے مارے اپنی گڑھیوں میں بند ہو چکے ہوں گے ان کے اس اقدام سے نقصان کا خدشہ ہے۔"

صفوان بن امیہ نے اسے تسلی دی "اگر وہ میدان میں نکل کر ہمارے مقابلے پر نہ آئے اور گڑھیوں میں بند رہے تو ہم اوس اور خزرج کے باغات کاٹ کاٹ کر اس طرح ویران کر دیں گے کہ وہ مفلس و نادار ہو جائیں گے اور اگر وہ میدان میں نکل کر ہمارا مقابلہ کریں گے تو ہمیں ان سے کوئی خدشہ نہیں۔ ہماری تعداد ان سے بہت زیادہ ہے' ہمارے پاس ہتھیار ان سے بہت زیادہ ہیں۔ ہمارے پاس گھوڑے ہیں اور ہم ان پر اپنے خون کا دعویٰ لے کر آئے ہیں اور محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا ہمارے ذمہ خون کا کوئی دعویٰ نہیں۔"

قریش کا لشکر جب کسی منزل پر رکتا تھا تو ان کی خواتین دف بجا بجا کر اہل لشکر کو طیش دلاتی تھیں۔ وہ ساری لشکر گاہ میں گھومتی تھیں اور بدر میں قتل ہونے والوں کے نام لے لے کر نوحہ خوانی کرتی تھیں۔ قریش کے لشکر کے کھانے پینے کے جملہ اخراجات اس فنڈ سے ادا کئے جاتے تھے جو انہوں نے اس مقصد کے لئے جمع کر رکھا تھا۔ قریش کا لشکر ابواء کے مقام پر پہنچا تو ابو عامر نے مشورہ دیا "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کی والدہ کی قبر کھول کر ان کی ہڈیاں نکال لو۔ تم اپنی عورتوں کو ساتھ لائے ہو یہ تمہاری عزت اور غیرت ہیں اگر لڑائی میں تمہاری خواتین میں سے کوئی مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئی تو تم ان سے کہنا کہ تمہاری والدہ کی ہڈیاں ہمارے پاس ہیں۔ اس شرم کی وجہ سے وہ تمہاری خواتین کے ساتھ نیک سلوک کریں گے، لیکن اگر تمہاری خواتین میں سے کوئی گرفتار نہ بھی ہوئی تو مجھے اپنی زندگانی کی قسم ہے تو بھی تمہیں ان ہڈیوں سے فائدہ پہنچے گا۔ وہ بڑی بھاری رقم دے کر اپنی ماں کی ہڈیاں تم سے واپس لینے کے لئے تیار ہو جائیں گے۔"

ابو سفیان نے قریش کے اہل رائے سے مشورہ کیا تو انہوں نے کہا "اس بات کو یہیں ختم کردو، اگر ہم نے ایسا کیا تو بنو بکر اور بنو خزاعہ ہمارے تمام مُردوں کی قبریں کھود ڈالیں گے (1) ایسا نہ کرنا"

رسول اللہ ﷺ نے انس اور مونس دو بھائیوں کو قریش کے لشکر کے بارے میں معلومات جمع کرنے بھیجا تھا۔ وہ عقیق کے مقام پر ان کے لشکر میں شامل ہو گئے اور بالوط تک ان کے ساتھ رہے اور وہاں سے مدینہ واپس آ کر رسول اللہ ﷺ کو رپورٹ دی۔

مشرکین کی لشکر گاہ

قریش کا لشکر ذوالحلیفہ سے وادی عقیق کے راستے سے ہوتا ہوا جبل احد سے متصل میدان میں اتر گیا۔ اس میدان کی لمبائی کم از کم ایک میل اور چوڑائی دو سو گز کے قریب تھی۔ اس کے شمال میں احد پہاڑ تھا اور جنوب میں وادی قناۃ۔ عربی زبان میں وادی پانی کی گزرگاہ کو کہتے ہیں۔ نالے کو بھی اور دریا کو بھی اور خشک گزرگاہ کو بھی وادی ہی کہتے ہیں۔ قناۃ ایک پہاڑی نالہ تھا جو احد پہاڑ کے جنوب کی طرف تھا اور پہاڑ کے متوازی مشرق سے مغرب کو بہتا تھا اور تھوڑا آگے جا کر وادی عقیق میں مل جاتا تھا۔ پہاڑ کے مغربی کنارے کے ساتھ ایک وسیع میدان تھا جو مغرب میں وادی عقیق کے آخری سرے پر واقع جھیل تک پھیلا

ہوا تھا۔ قناۃ اور عقیق کا پانی اسی جھیل میں آ کر گرتا تھا۔ اس طرح یہ ایک محفوظ میدان تھا۔ جھیل کے گرد نشیبی جگہ تھی۔ جہاں گھاس دار جھاڑیاں تھیں۔ بارش کے موسم میں پہاڑوں اور پتھریلے میدانوں کا سارا پانی اس جھیل میں جمع ہو جاتا تھا جو آبپاشی کے لئے اور مال مویشیوں کو پلانے کے کام آتا تھا۔ احد اور نالے کے درمیان کی زرخیز زمین بنو سلمہ' بنو حارثہ' بنو ظفر اور بنو عبدالاشہل کی ملکیت تھی۔ اس زمین پر ان کے باغات اور فصلیں تھیں۔ اس طرح قریش کے لشکر کے لئے وہاں پینے کے پانی اور تین ہزار اونٹوں کے لئے چارے کا کوئی مسئلہ نہیں تھا۔ مدینہ کے نواح میں اور کوئی ایسا کھلا اور ہموار زمینی میدان نہیں تھا جہاں اتنے بڑے لشکر کا کیمپ لگایا جا سکے۔

مدینہ منورہ کے زمینی حالات کو سامنے رکھا جائے تو قریش نے ایک طرح سے شہر کا محاصرہ کر لیا تھا کیونکہ مدینہ میں داخلے کا واحد کشادہ راستہ وہی تھا جس کے سامنے قریش نے تین ہزار فوج لا بٹھائی تھی۔ اس جگہ سے تین میل جنوب میں مدینہ منورہ کی مرکزی آبادی تھی۔ قریش کے کیمپ اور شہر کے درمیان واقع میدان کافی ہموار تھا۔ جس کے مغرب میں وادی بطحان تھا اور آگے جا کر مدینہ کی آبادی تھی۔ قریش کے کمانداروں نے لازماً" خیال کیا ہو گا کہ مسلمانوں سے ان کی لڑائی اسی میدان میں ہو گی۔ اس طرح مسلمانوں کے عقب میں مدینہ اور ان کے اپنے عقب میں احد پہاڑ رہے گا (نقشہ دیکھیں) شمال مغربی گوشے سے مدینہ میں داخلے کے اس راستے کے سامنے پھیلے میدان میں شہر کے قریب کچھ ٹیلے اور جبل سلع تھے۔ مدینہ کی سرسبز وادی کے گرد ایک قدرتی حصار تھا۔ اس کے جنوب میں مکہ کی طرف پہاڑیوں کا سلسلہ تھا۔ یہ پہاڑیاں سیاہ اور سنگلاخ تھیں جن کے اوپر سے گزرنا ممکن نہیں تھا۔ ان کی گھاٹیوں اور تنگ وادیوں سے گزرتا ہوا ایک تنگ راستہ تو تھا مگر اس میں لاوا کے پتھر (Boulders) بھرے پڑے تھے جن کے اوپر سے گزرنا بہت دشوار تھا۔ ان پہاڑوں سے آگے مدینہ کی طرف لاوے کے نوکیلے پتھروں کا ایک بڑا میدان (حرہ) تھا جس کے مغربی سرے پر جبلِ عیر کھڑا تھا۔

اس طرح جنوب کی طرف سے نہ کوئی فوج حملہ کر سکتی تھی نہ ہی اس طرف کسی لشکر کے کیمپ کے لئے کوئی جگہ تھی۔ مدینہ کے مشرق میں اسی طرح کے لاوا کے نوکیلے پتھروں سے اٹا ہوا ایک اور وسیع میدان تھا جسے حرہ واقم کہتے تھے۔ اس حرہ کا جنوبی سرا بڑے حرہ سے ملا ہوا تھا۔ شمال میں یہ حرہ جبل احد تک چلا گیا تھا۔ حرہ کے آخری کنارے اور احد کی ڈھلوان کے

درمیان ایک تنگ میدان تھا جس میں باغات تھے۔ حرہ اور باغات کے درمیان سے وادی قناۃ گزرتا تھا۔ اس طرح یہ شمال مشرق سے مدینہ کی وادی میں داخلے کا ایک تنگ راستہ تھا۔ مدینہ کے مغرب میں لاوے کے نوکیلے پتھروں کا ایک اور میدان تھا جس سے مدینہ کی مغربی سمت بھی محفوظ ہوگئی تھی۔ لاوے کے پتھروں سے آگے شہر کی طرف جو زرخیز زمین تھی' اس پر کھجور کے گھنے باغات تھے جن کے گرد پتھروں کی اونچی دیواریں ہوتی تھیں اور باغ ایک دوسرے سے ملے ہوئے تھے۔ ان کے درمیان جو راستے گزرتے تھے وہ بہت تنگ تھے۔ شمال میں جبل احد تھا جس کی مشرق سے مغرب تک لمبائی تین میل کے قریب تھی۔ اس پہاڑ کے پیچھے شمال میں ایک اور پہاڑ جبل ثور تھا۔ یہ دونوں پہاڑ ایک دوسرے سے ذرا فاصلے پر تھے جبل احد کے سامنے مدینہ کی سمت میں جو پہاڑی ٹیلہ تھا اس کا نام جبل عینین تھا۔ احد کی لڑائی کے بعد سے اس کا نام جبل رماۃ ہو گیا ہے۔ اس ٹیلے اور احد کے درمیان ایک میدان تھا جس میں مشرق کی طرف چھوٹے چھوٹے چشمے تھے۔ وادی قناۃ اس میدان میں سے مشرق سے مغرب کی طرف جاتا تھا کیونکہ مدینہ کی ڈھلوان شمال مغرب کی طرف تھی جہاں ایک جھیل تھی۔ پہاڑوں اور پتھریلے میدان کے درمیان سے گزرنے والے سب نالے اسی جھیل کی طرف بہتے تھے اور جھیل سے پہلے ہی یہ سب نالے عقیق سے مل جاتے تھے۔ ان نالوں میں صرف برسات کے موسم میں پانی ہوتا تھا۔ اصل میں یہ سب نالے پہاڑوں اور اونچے پتھریلے میدانوں میں سے برسات کا پانی جھیل تک پہنچانے کے راستے تھے۔ جب ان میں پانی نہیں ہوتا تھا اور اکثر نہیں ہوتا تھا تو یہ گزر گاہ کا کام دیتے تھے کیونکہ ان کی ریت اور نرم مٹی پر سے انسان اور جانور آسانی سے چل سکتے تھے۔ اونٹوں کے پاؤں کے لئے بھی یہی راستے مناسب تھے۔ اس قدرتی حصار کی وجہ سے مدینہ کی وادی میں داخلے کا واحد کشادہ راستہ وہی تھا جس کے سامنے قریش نے کیمپ کر لیا تھا۔ ان کے کیمپ کے عقب میں پانی کا بڑا ذخیرہ (جھیل) تھا اور قریب ہی گھوڑوں اور اونٹوں کی خوراک کے لئے ہرے بھرے کھیت اور باغات تھے۔ قریش کا کیمپ عقب سے بالکل محفوظ تھا' کیونکہ ادھر جانے کے لئے مشرقی راستہ سے ہو کر جبل احد کے اوپر سے طویل سفر کرنا پڑتا تھا۔

قریش کا لشکر جمعرات کو دامن احد میں اترا۔ سامان جنگ اتار کر انہوں نے اپنے اونٹ اور گھوڑے چرنے کے لئے انصار کے کھیتوں میں چھوڑ دیئے۔ ان کے غلام خیمے لگانے اور اونٹ چرانے میں مصروف ہو گئے۔ رات ہوئی تو اونٹ اور گھوڑے کیمپ میں واپس لا کر باندھ

دیئے اور غلام کھیتوں پر ٹوٹ پڑے۔ وہ رات بھر فصلیں کاٹ کاٹ کر لاتے اور اونٹوں کے لئے ذخیرہ کرتے رہے۔

اظہار وفا

یہ بنو عبدالاشہل' بنو ظفر' بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے کھیت اور باغات تھے اور انہیں اپنے مال مویشی اور آلات زراعت محفوظ کرنے کا موقعہ بھی نہ مل سکا تھا۔ بنو عبدالاشہل کے سردار اسیدؓ بن حضیر کے بیس اونٹ بھی کھیتوں میں ہی رہ گئے تھے مگر انہیں اپنی فصلوں' باغات اور اونٹوں کی کوئی فکر نہیں تھی اور وہ سب رسول اللہ ﷺ کی ذات کی حفاظت کو سب سے مقدم سمجھتے تھے۔ جمعہ کی ساری رات بنو عبدالاشہل کے دونوں سردار حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت اسیدؓ بن حضیر رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر بذات خود پہرہ دیتے رہے۔ خزرج کے سردار حضرت سعدؓ بن عبادہ بھی اس رات رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر پہرہ دینے والوں کے ساتھ رہے۔

اوس اور خزرج کے سردار اس رات بذات خود رسول اللہ ﷺ کے گھر پر پہرہ کیوں دیتے رہے؟ ان کے قبیلوں میں اور بھی نامی اور بہادر مجاہد تھے۔ ان سرداروں نے انہیں رسول اللہ ﷺ کے گھر پر پہرے پر کیوں نہ لگایا؟

مدینہ میں رسول اللہ ﷺ کے چچا حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ' آپ کے چچا زاد حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی تھے' اور بھی بہت سے مہاجرین موجود تھے۔ اگر رسولؐ اللہ ﷺ کی ذات کو کوئی خطرہ درپیش تھا تو ان مہاجرین نے پہرے کی ڈیوٹی کیوں نہ دی؟

اوس اور خزرج کے سردار اس لئے خود پہرے کی ڈیوٹی پر رہے کہ انہوں نے عہد کیا تھا کہ مدینہ میں وہ رسول اللہ ﷺ کی اسی طرح حفاظت کریں گے جس طرح وہ اپنے اہل و عیال کی حفاظت کیا کرتے تھے۔ رسولؐ اللہ کی ہجرت کے بعد مدینہ پر آپؐ کے دشمنوں کا یہ پہلا بڑا حملہ تھا اور مدینہ کے عربوں کے سردار خود پہرہ دے کر ثابت کر رہے تھے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اور آپؐ کے تحفظ کو ہر چیز پر مقدم سمجھتے ہیں اور خطرے کی اس گھڑی میں اور پیش آنے والی لڑائی میں ان کے قبائل اسی جوش و خلوص سے رسول اللہ ﷺ کے لئے جانیں لڑا دیں گے جس خلوص سے ان کے سردار رات بھر خود پہرہ دے رہے ہیں۔ وہ عملاً" ثابت کرنا چاہتے تھے کہ وہ اور ان کے قبائل نہ صرف اپنے اس عہد پر قائم ہیں بلکہ اپنے اہل و عیال کو

خطرے میں چھوڑ کر بھی رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کریں گے. کسی قوم اور قبیلے کا سردار جب خود کسی جگہ پہرے کی ڈیوٹی دیتا ہے تو علامتی طور پر وہ اپنے سارے قبیلے کا اعلیٰ نمائندہ ہوتا ہے.

حضرت سلمہؓ بن سلامہ کی تلوار اور زرہ ان کے کھیتوں میں تھی. اگلی صبح وہ اپنے ہتھیار لینے گئے تو کھیتوں میں ہر طرف قریش کے اونٹ چرتے پھر رہے تھے. قریش کے سوار دستے گھومتے پھر رہے تھے. قریش کے دس گھوڑ سواروں نے حضرت سلامہؓ کو دیکھ لیا اور تعاقب کرنے لگے. حضرت سلامہؓ ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ گئے اور قریش کے سواروں کا تیروں اور نوکیلوں پتھروں سے مقابلہ شروع کر دیا یہاں تک کہ قریش کے سوار پسپا ہو گئے. حضرت سلامہ ٹیلے سے اترے اپنے کھیتوں میں گئے اور زرہ بکتر اور تلوار وہاں سے لے کر واپس آ گئے.

جمعہ کی صبح رسول اللہ ﷺ نے حضرت حباب بن منذر کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور قریش کے لشکر کی تعداد ہتھیاروں اور تیاریوں کے بارے میں ٹھیک ٹھیک اندازہ کریں. رسول اللہ ﷺ نے انہیں ہدایت فرمائی کہ واپس آ کر وہ کسی اور کو کچھ نہ بتائیں. حضرت حبابؓ بن منذر نے گھوم پھر کر قریش کے لشکر کے بارے میں معلومات اکٹھی کیں اور واپس آ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو رپورٹ دی. انہوں نے قریش کے ہتھیاروں اور ان کے لشکر کی تعداد' قریش کی عورتوں اور تیاریوں کے بارے میں بتایا تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"حسبنا اللہ و نعم الوکیل"

"اللہ تعالیٰ ہماری کفایت کرتا ہے اور وہ بہترین کفیل ہے"

پھر آپ نے دعا فرمائی "اے پروردگار! تیری مدد سے ہی میری قوت ہے اور تیری مدد سے ہی میں مقصد حاصل کروں گا"

خواب اور مشورہ

جمعہ کی شب رسول اللہ ﷺ نے خواب دیکھا. صبح آپؐ نے صحابہ کرامؓ کو بتایا: "میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک مضبوط زرہ پہنے ہوئے ہوں اور میری تلوار میں نوک کے قریب دندانے پڑ گئے ہیں اور میرے کچھ گائے بیل ہیں جو ذبح کیے جا رہے ہیں"

صحابہ کرامؓ نے رسولؐ اللہ سے آپؐ کے خواب کی تعبیر پوچھی تو آپؐ نے فرمایا: "مضبوط زرہ سے مراد مدینہ شہر ہے جس میں ہم محفوظ ہیں' میرے گائے اور بیل ذبح ہونے کا مطلب ہے

کہ میرے صحابہ میں سے بعض جنگ میں شہادت پائیں گے اور میری تلوار ذوالفقار کے ٹوٹنے (دندانے پڑنے) کا مطلب ہے کہ میری ذات کو تکلیف پہنچے گی"

پھر رسول اللہ ﷺ نے اہل مجلس سے فرمایا: "اپنی رائے دو"

آپؐ اللہ کے رسول اور حاکم مدینہ تھے' اس کے باوجود آپ نے سب سے رائے مانگی اور مشورہ کیا کہ دشمن کا مقابلہ کیسے کیا جائے؟ مدینہ کی مرکزی آبادی کے مکان ایک دوسرے سے متصل تھے۔ شہر میں آنے اور جانے کے دروازے قلعہ کے دروازوں کی مانند محفوظ تھے اور پوری آبادی کے گرد پہلے سے ہی دیوار بنا دی گئی تھی۔

آپؐ نے اپنا فیصلہ اور رائے نافذ نہیں فرمائی۔

مجلس میں عبداللہ بن ابی بن سلول بھی موجود تھا۔ اس نے کھڑے ہو کر عرض کیا: "یا رسول اللہ! جاہلیت کے زمانے میں اگر کوئی دشمن مدینہ پر حملہ کرتا تھا تو ہم عورتوں اور بچوں کو اس قلعہ میں اکٹھا کر دیا کرتے تھے اور ان کے پاس پتھروں کے ڈھیر لگا دیا کرتے تھے۔ خواتین اور لڑکے مکانوں کی چھتوں پر سے دشمن پر پتھر پھینکتے تھے اور ہم خود گلیوں اور بازاروں کے سامنے تلواروں سے حملہ آور دشمن کا قتل عام کیا کرتے تھے۔ اس طرح سے ہم مہینوں لڑتے رہتے تھے۔ یا رسول اللہ اس طرح لڑنے سے آج تک کبھی کوئی دشمن مدینہ میں داخل نہیں ہو سکا اور نہ ہم نے کبھی شکست اٹھائی ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہم نے جب بھی شہر سے باہر نکل کر دشمن سے جنگ کی' ہمیں پچھتانا پڑا۔ یا رسولؐ اللہ قریش جہاں پڑے ہیں انہیں وہیں پڑا رہنے دیں۔ وہاں ٹھہرے رہنا ان کے لئے بہت برا ثابت ہو گا اور تنگ آ کر وہ واپس لوٹ جائیں گے اور انہیں نامرادی اور ناکامی ہی نصیب ہو گی۔ یا رسول اللہ میری یہ رائے تجربہ کی بنیاد پر ہے۔ میری قوم کے بزرگوں نے مجھے یہی بتایا تھا اور وہ بزرگ لڑائی کا تجربہ رکھنے والے اہل رائے اور جنگجو تھے"

رسول اللہ ﷺ کے خواب اور آپؐ کی طرف سے اپنے خواب کی تعبیر کے بیان کی روشنی میں بعض اکابر صحابہ کرامؓ بھی مدینہ کے اندر رہ کر لڑنے کے حق میں تھے۔

مجلس میں بہت سے نوجوان بھی تھے۔ ان میں کچھ ایسے بھی تھے جنہیں جنگ بدر میں شریک ہونے کی سعادت نصیب نہیں ہوئی تھی۔ شوق شہادت اور جوش جہاد میں انہوں نے عرض کیا: "یا رسولؐ اللہ ہمیں اجازت دیں کہ ہم دشمن پر حملہ کرکے اس سے مقابلہ کریں"

حضرت حمزہؓ حضرت سعدؓ بن عبادہ' حضرت نعمانؓ بن مالک اور بعض دیگر صحابہ نے عرض

کیا "یا رسولؐ اللہ اگر ہم شہر میں بند ہو کر بیٹھ گئے اور باہر نکل کر دشمن کا مقابلہ نہ کیا تو دشمن اسے ہماری کمزوری اور بزدلی سمجھے گا. اس سے ہمارے دشمنوں کو جرات اور حوصلہ ملے گا. جنگ بدر میں ہم 313 تھے' اس کے باوجود اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو فتح و کامرانی سے سرفراز فرمایا تھا. آج تو ہماری تعداد پہلے سے بہت زیادہ ہے. ہم تو اس موقع کی خواہش کیا کرتے تھے اور اللہ تعالیٰ سے اس دن کے لئے دعائیں مانگا کرتے تھے. اللہ تعالیٰ نے ہمیں ایسا موقع عنایت فرما دیا ہے اور ہمارے دشمن کو ہمارے میدان میں ہماری زد میں ہانک لایا ہے."

نوعمر مجاہدین نے ہتھیار پہن رکھے تھے اور وہ اپنی تلواریں لہرا لہرا کر اور آگے بڑھ بڑھ کر رسول اللہ ﷺ سے اجازت طلب کر رہے تھے کہ انہیں دشمن پر حملہ کی اجازت دی جائے.

حضرت مالکؓ بن سنان نے عرض کیا: "یا رسول اللہ ہم دو خوش بختیوں کے درمیان کھڑے ہیں' ایک فتح اور دوسری شہادت. ان دونوں میں سے ایک ضرور ہمیں نصیب ہو گی. اگر حق تعالیٰ نے ہمیں ان پر فتح عطا فرمائی تو ہم اپنی مراد پالیں گے. اللہ تعالیٰ انہیں خوار کرے گا اور جو بھی ہمارے سامنے آئے گا ہم اسے زندہ نہیں چھوڑیں گے. یا رسولؐ اللہ اگر اللہ تعالیٰ نے لڑائی میں ہمیں شہادت نصیب کی تو یہ دوسری خوش بختی ہو گی. فتح اور شہادت میں سے جو بھی نصیب ہو اسی میں خیر اور خوبی ہے."

رسول اللہ ﷺ خاموش رہے آپؐ نے کسی کو ٹوکا یا روکا نہیں.

حضرت حمزہؓ نے کہا: "یا رسولؐ اللہ میں اس خدا کی قسم اٹھا کر عہد کرتا ہوں جس نے آپؐ پر قرآن نازل کیا ہے کہ جب تک مدینہ سے نکل کر دشمن کے ساتھ اپنی تلوار سے مقابلہ نہ کرلوں' میں آج کھانا نہیں کھاؤں گا"

حضرت نعمانؓ بن مالک نے کھڑے ہو کر عرض کیا: "یا رسول اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ اپنے خواب میں گائے ذبح ہونے کی تعبیر کرتے ہوئے آپ نے اپنے جن صحابہ کے لڑائی میں شہید ہونے کے بارے میں فرمایا ہے' میں بھی ان میں شامل ہوں قسم اس اللہ کی جس کے سوا کوئی معبود نہیں وہ ضرور مجھے جنت میں داخل کرے گا. پھر آپؐ کیوں مجھے جنت میں داخل ہونے سے محروم کرتے ہیں؟"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں تمہیں کیسے جنت سے محروم کرتا ہوں؟"

"یا رسولؐ اللہ میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے محبت کرتا ہوں. معرکہ کے روز میں لڑنے

والوں کی پہلی صف میں ہوں گا۔" حضرت نعمانؓ نے عرض کیا۔
"تو سچ کہتا ہے" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔
(چنانچہ حضرت نعمان بن مالک ؓ بھی احد کے روز شہادت حاصل کر کے جنت جانے والوں میں سے تھے)

حضرت یاسؓ بن اوس نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ جو گائے ذبح ہوئیں ہم عبدالاشہل کی اولاد بھی ان میں سے ہیں۔ یا رسولؐ اللہ ہماری خواہش ہے کہ ہم اس قوم کے ہاتھوں ذبح کئے جائیں اور وہ لوگ ہمارے ہاتھوں مارے جائیں۔ پس ہم جنت میں داخل ہوں اور وہ جہنم رسید ہو جائیں۔ یا رسولؐ اللہ مجھے یہ پسند نہیں کہ اپنی قوم میں واپس جا کر وہ لوگ ڈھینگیں ماریں کہ ہم نے محمد ﷺ کو یثرب کے مکانوں اور ٹیلوں میں بند کر دیا تھا۔ اس سے ان کو جرأت ملے گی اور قریش اور بھی زیادہ دلیر ہو جائیں گے۔ انہوں نے ہمارے کھیت ویران کر دیئے ہیں۔ باغات کاٹ ڈالے ہیں۔ اگر ہم شہر سے نکل کر ان سے لڑ کر انہیں بھگائیں گے نہیں تو ہمارے کھیت سرسبز نہیں ہو سکیں گے۔ یا رسول اللہ ایام جاہلیت میں بھی ہمارا یہی طریقہ ہوا کرتا تھا کہ عربوں میں سے کوئی جب کبھی اس طرح ہماری طرف آیا کرتا تھا تو ہم تلواریں سونت کر اس پر حملہ کیا کرتے تھے اور اسے مار بھگا دیا کرتے تھے۔ آج تو ہم ان پر حملہ کرنے کے زیادہ حقدار ہیں۔ آج تو ہم اعلیٰ ترین حق پر ہیں کیونکہ حق تعالیٰ نے آپؐ کے طفیل ہمیں اپنی تائید سے نوازا ہے اور ہمیں اس مقام (جنت) کی طرف بلایا ہے جس کی ہمیں طلب ہے۔ یا رسول اللہ ﷺ ہم اپنے گھروں میں بند ہو کر دشمن کے محاصرے میں نہیں رہیں گے"

ان کے بعد حضرت خثیمہ' ابو سعید بن خثیمہ کھڑے ہو گئے اور عرض کیا "یا رسولؐ اللہ بدر کی لڑائی کے بعد قریش مکہ ایک سال تک جمعیت اکٹھی کرتے رہے ہیں۔ انہوں نے عربوں کو' ان کی رعایا کو' قسم قسم کے قبائل کو مکہ کی وادی میں جمع کیا اور پھر وہ سب اونٹوں پر سامان لاد کر گھوڑوں پر سوار ہو کر ہمارے میدانوں میں آن اترے ہیں اور ہمیں اور ہمارے مکانوں کو محاصرے میں لے لیا ہے وہ تاراج کرنے یہاں سے صحیح سلامت واپس چلے گئے تو ان کی ہمت اور حوصلہ بڑھ جائیں گے اور وہ اسی طریقے سے تاراج کر کے آتے رہیں گے اور ہمارے ہاں بربادی کیا کریں گے اس سے ہمارے اردگرد رہنے والے قبائل کے حوصلے بھی بڑھ جائیں گے اور جب وہ دیکھیں گے کہ ہم تو باہر نکل کر کسی کا مقابلہ نہیں کرتے تو انہیں

بھی طمع پیدا ہو گی اور وہ بھی ہم پر چڑھ آئیں گے' اس لئے ضروری ہے کہ ہم دشمنوں کو یہاں سے نکال کر بھگا دیں۔ اللہ تعالیٰ ہمیں دشمن پر فتح دے گا جس طرح اس نے ہمیں بدر کی لڑائی میں فتح دی تھی یا ہمیں اللہ تعالیٰ شہادت نصیب کریں گے۔ یا رسولؐ اللہ بدر کے وقت میری بڑی خواہش تھی کہ لشکر کے ساتھ جاؤں۔ میرے بیٹے کی بھی یہی خواہش تھی ہم باپ بیٹے نے قرعہ ڈالا کہ کون لشکر کے ساتھ جائے گا اور کون گھر رہے گا۔ یا رسولؐ اللہ قرعہ میرے بیٹے کے نام نکل آیا اور اسے بدر کی لڑائی میں اللہ تعالیٰ نے شہادت عطا کی' حالانکہ اپنے بیٹے کی نسبت مجھے شہادت کی زیادہ خواہش تھی۔ یا رسولؐ اللہ میں نے رات خواب میں اپنے بیٹے کو نہایت پاکیزہ صورت کے ساتھ جنت کی نہروں اور درختوں میں گھومتے دیکھا ہے۔ یا رسول اللہ میرے بیٹے نے مجھ سے کہا "جنت میں ہم سے آ ملو" اس نے کہا اللہ تعالیٰ نے ہم سے جو وعدہ کیا تھا وہ سچا وعدہ تھا یا رسول اللہ خدا کی قسم' میں صبح سے جنت میں اپنے بیٹے سے ملنے کے لئے بے چین ہوں۔ میں عمر رسیدہ ہوں اور اپنے رب کے حضور حاضری مجھے بہت ہی محبوب ہے۔ یا رسول اللہ خدا سے میرے لئے دعا کریں کہ وہ مجھے بھی شہادت نصیب کرے اور جنت سے نوازے۔"

رسول اللہ ﷺ نے اس کے لئے دعا فرمائی اور اللہ تعالیٰ نے اپنے رسولؐ کی دعا قبول فرمالی۔

حضرت انس بن قتادہ نے عرض کیا: "یا رسول اللہ! احد میں ہمارے لئے دو خوبیوں میں سے ایک ضرور ہے شہادت یا کفار کا قتل اور مال غنیمت۔"

حضرت عبداللہ بن جحش نے دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے: "اے میرے خالق! مجھے کل دشمن سے لڑائی کا موقع دے' دشمن کے ہاتھوں شہادت دے۔ دشمن میرا سینہ چاک کر دے اور میری ناک اور کان کاٹ دے تاکہ جب تو مجھ سے پوچھے کہ انہوں نے تیرے ساتھ یہ سلوک کیوں کیا؟ تو میں جواب دوں کیونکہ میں آپ پر ایمان رکھتا تھا"

مجلس مشاورت میں بیشتر صحابہ کرام نے مدینہ سے نکل کر دشمن سے لڑائی کرنے پر زور دیا(2) رسول اللہ ﷺ نے سب کے دلائل سنے مگر اپنی طرف سے کوئی حتمی فیصلہ نہ سنایا کہ قریش کے ساتھ جنگ مدینہ کے اندر رہ کر لڑی جائے یا شہر سے باہر نکل کر مقابلہ کیا جائے۔

عبداللہ بن ابی بن سلول کا مشورہ بیشتر صحابہ نے مسترد کر دیا تھا انہوں نے اس مشورہ پر عمل کے نقصانات بھی بیان کئے تھے اور مدینہ سے نکل کر قریش کا مقابلہ کرنے کی درخواست کی تھی۔ اللہ کے رسولؐ نے سب کی سنی' خود کچھ نہ فرمایا۔

فیصلہ

وہ جمعہ کا دن تھا۔ سارے مسلمان نماز جمعہ کے لئے مسجد نبوی میں جمع ہو گئے۔ رسول اللہ ﷺ نے خطبہ ارشاد فرمایا۔ اللہ اور اس کے دشمنوں کے خلاف جہاد کی ضرورت اور فضیلت بیان کی اور فرمایا کہ اگر تم لڑائی کے میدان میں صبر اور استقامت کا مظاہرہ کرو گے تو اللہ تعالیٰ تمہیں فتح و نصرت عطا فرمائیں گے۔

اہل اسلام اسے فتح کی خوشخبری سمجھ کر خوش ہونے لگے۔

پھر آپؐ نے انہیں شہر سے نکل کر مشرکین کے خلاف جہاد کی اجازت دے دی اور حکم دیا کہ سب لوگ سفر جہاد کی تیاری کریں اور اپنے اپنے ہتھیار لگا کر آ جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے جب عصر کی نماز پڑھائی تو مجاہدین ہتھیار سجائے جوق در جوق آ رہے تھے۔ مدینہ سے باہر کی آبادیوں (موالی) کے لوگ بھی تیار ہو کر آ گئے۔ خواتین اور بچوں کو محفوظ مقامات پر پہنچا دیا گیا تھا۔ بنو عمرو بن عوف اور ان کے ساتھی بھی پہنچ گئے۔ رسول اللہ صلی اللہ اپنے حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے۔ حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر فاروق آپ کے ہمراہ تھے۔

رسول اللہ ﷺ کے دروازے سے لے کر مسجد نبوی میں منبر تک مجاہدین صفیں باندھے کھڑے تھے اور رسول اللہ ﷺ کی تشریف آوری کا انتظار کر رہے تھے۔ حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت اسیدؓ بن حضیر بھی پہنچ گئے۔ انہوں نے صحابہ کرام سے کہا "تمہیں رسول اللہ ﷺ سے مدینہ سے باہر نکل کر لڑائی کرنے کو نہیں کہنا چاہیے تھا اللہ کے رسولؐ پر تو اللہ کی طرف سے وحی آتی ہے تم یہ فیصلہ اللہ کے رسول ﷺ پر چھوڑ دو کہ لڑائی کہاں کرنا ہے تم اپنی رائے واپس لے لو اور رسول اللہ ﷺ کی رائے اور خواہش کی اطاعت کرو۔" ابھی یہ باتیں ہو رہی تھیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنے حجرہ سے برآمد ہوئے۔ آپؐ نے ہتھیار لگا رکھے تھے' زرہ پہنی ہوئی تھی' زرہ کے اوپر چرمی کمربند کسا ہوا تھا' سر پر عمامہ تھا اور تلوار گردن سے لٹکا رکھی تھی۔

رسول اللہ ﷺ کو سفر جہاد پر روانگی کے لئے تیار دیکھا تو جن صحابہ نے مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے پر زور دیا تھا انہوں نے ندامت محسوس کی اور عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ ہم سے کوتاہی ہوئی آپؐ جو حکم دیں اور فیصلہ کریں ہم پابندی کریں گے۔"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کسی نبی کے لئے یہ سزا وار نہیں کہ وہ جہاد کے لئے ہتھیار پہنے اور پھر انہیں اتار دے جب تک اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے دشمنوں کے درمیان اپنا فیصلہ نہ

صادر فرمادیں' سابق انبیاء کرام کا بھی یہی طریق رہا ہے کہ جب وہ زرہ پہن لیتے تھے تو اس وقت تک نہیں اتارا کرتے تھے جب تک اللہ تعالیٰ ان کے اور ان کے دشمنوں کے درمیان مناسب فیصلہ نہیں فرما دیتے تھے میرے حکم پر عمل کرو اور بسم اللہ کے ساتھ آگے بڑھو جب تک تم صبر اور استقامت کا مظاہرہ کرو گے اللہ کی مدد تمہارے ساتھ ہوگی۔"

رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابن ام مکتومؓ کو مدینہ میں اپنا قائمقام مقرر فرمایا۔ پھر تین جھنڈے تیار کروائے۔ قبیلہ اوس کا جھنڈا حضرت اسیدؓ بن حضیر کو عطاء فرمایا قبیلہ خزرج کا جھنڈا حضرت جبابؓ بن منذر کو سونپا اور مہاجرین کا جھنڈا جو اسلامی فوج کا جھنڈا ہوتا تھا حضرت مصعبؓ بن عمیر کے حوالے کیا اس سے فارغ ہو کر رسول اللہ ﷺ نے اپنا گھوڑا طلب فرمایا اور اس پر سوار ہو گئے آپؐ نے کمان کندھے سے لٹکائی ہوئی تھی اور نیزہ ہاتھ میں تھا لشکری ہتھیار لگائے صفیں باندھے کھڑے تھے حضورؐ نے گھوڑے کو چلایا تو حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ آپؐ کے گھوڑے کے آگے دوڑنے لگے ان دونوں نے زرہیں پہن رکھی تھیں اور ہتھیار لگائے ہوئے تھے باقی فوج حضورؐ کے گھوڑے کے دونوں طرف ساتھ چلنے لگی۔ ثنیہ کے مقام پر تھے تو ایک طرف سے شور کی آواز آئی۔

"یہ کیسا شور ہے؟" رسول اللہ ﷺ نے پوچھا۔

"عبداللہ بن ابی بن سلول کے یہودی حلیف گیت گاتے ہوئے آرہے ہیں" رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مشرکوں کے خلاف لڑائی میں ہم کسی مشرک سے مدد طلب نہیں کرتے" آپؐ کے حکم پر یہودیوں کو واپس بھجوا دیا گیا۔

شیخین کے ٹیلوں کے پاس پہنچ کر رسول اللہ ﷺ نے اپنی فوج کا معائنہ فرمایا سترہ کمسن لڑکے بھی ہتھیار لگائے فوج میں شامل تھے ان سب کی عمریں پندرہ سال سے کم تھیں ان میں حضرت عبداللہؓ بن عمر الخطاب' حضرت زیدؓ بن ثابت' حضرت اسامہؓ بن زید' حضرت نعمانؓ بن بشیر' حضرت زیدؓ بن ارقم' حضرت براءؓ بن عازب' حضرت اسیدؓ بن ظہیر' حضرت غرابہؓ بن اوس' حضرت سمرہؓ بن جندب' حضرت رافعؓ بن خدیج' حضرت عمروؓ بن حزب اور حضرت ابو سعیدؓ خدری شامل تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے ان سب کو واپس چلے جانے کو کہا۔

حضرت رافعؓ بن خدیج کا بیان ہے "حضرت ظہیرؓ بن رافع نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے میری سفارش کی اور عرض کیا" یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم رافع تو بہت اچھا تیر انداز ہے"

رسول اللہ ﷺ نے میری طرف دیکھا تو میں نے گردن تان لی تاکہ بڑے قد کا دکھائی دوں اور مجھے اسلامی فوج کے ساتھ جانے کی اجازت مل جائے میں نے موزے پہن رکھے تھے گردن تان کر کھڑا ہونے اور موزوں کی وجہ سے میں دراز قد نظر آتا تھا. رسول اللہ ﷺ نے مجھے لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دے دی.

حضرت سمرہؓ بن جندب نے دیکھا کہ رافع کو اجازت مل گئی ہے تو انہوں نے حضرت مریؓ بن سنان سے کہا "رافع بن خدیج کو تو لشکر میں شامل کرلیا گیا ہے اور مجھے واپس جانے کا حکم ہوا ہے حالانکہ میں کشتی میں رافع کو پچھاڑ دیتا ہوں"

حضرت مریؓ بن سنان نے سمرہؓ کی پرورش کی تھی سمرہ کی ماں نے ان کے والد کے بعد مری بن سنان سے شادی کرلی تھی. مریؓ بن سنان نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ آپؐ نے رافع کو تو فوج میں شامل کرلیا ہے اور میرے بیٹے کو واپس جانے کا حکم دیا ہے حالانکہ میرا بیٹا تو رافع کو کشتی میں پچھاڑ دیتا ہے."

رسول اللہ ﷺ نے ان دونوں کو کشتی لڑنے کو کہا تو سمرہؓ نے رافع کو پچھاڑ دیا.

رسول اللہ ﷺ نے سمرہؓ کو بھی لشکر میں شامل ہونے کی اجازت دیدی.

سورج غروب ہوگیا تو حضرت بلالؓ نے اذان کہی رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو نماز پڑھائی آپؐ نے رات وہیں قیام کا حکم دیا.

عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے ساتھیوں کے ہمراہ لشکر گاہ کے ایک کنارے پر الگ سے مقیم ہوگیا. اس کے ساتھیوں میں کچھ یہودی بھی تھے منافقین اور یہودیوں نے عبداللہ بن ابی بن سلول سے کہا "تم نے تو محمد (ﷺ) سے ہمدردی کی تھی اور مدینہ کے اندر رہ کر لڑنے کا مشورہ دیا تھا لیکن انہوں نے تمہارا مشورہ مسترد کردیا اور اپنے ساتھی چھوکروں کی بات مان لی حالانکہ وہ پہلے خود بھی مدینہ کے اندر رہ کر لڑنے کے حق میں تھے"

یہ کہہ کر اس کے کچھ ساتھی عبداللہ سے روگردانی کرکے واپس چلے گئے(4)

عشاء کے نماز کا وقت ہوا تو حضرت بلالؓ نے اذان کہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے عشاء کی نماز پڑھائی اور حضرت محمدؓ بن مسلمہ کو پچاس جوانوں کے دستہ کے ساتھ رات لشکر گاہ کے گردگشت کرنے پر متعین فرمایا.

رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا "آج رات ہمارا پہریدار کون ہوگا"

حضرت ذکوانؓ بن عبد قیس کھڑے ہوگئے "یا رسول اللہ ﷺ مجھے اجازت دیجئے"

رسول اللہ ﷺ نے اجازت دیدی اور فرمایا "جا حق تعالیٰ تیری نگرانی کرے گا"
حضرت ذکوانؓ نے زرہ پہنی' ہتھیار لگائے اور ساری رات لشکر گاہ کے اندر پہرہ دیتے رہے۔
قریش مکہ کو رسول اللہ ﷺ کی مدینہ سے روانگی اور شیخین میں رات قیام کے بارے میں معلوم ہوا تو انہوں نے عکرمہ بن ابوجہل کی کمان میں ایک گھوڑ سوار دستہ رات کی گشت پر متعین کردیا قریش کے اس گشتی دستہ کے سوار رات کئی بار حرہ شرقی تک آئے اور لوٹ گئے۔
آگے سے حضرت محمدؓ بن مسلمہ اور ان کے ساتھی بھی ہوشیار تھے۔
رسول اللہ ﷺ نے رات کے ابتدائی حصہ میں آرام فرمایا پچھلے پہر بیدار ہوئے اور لشکر کو روانگی کے لئے تیاری کا حکم دیا مجاہدین جھٹ سے تیار ہوگئے آپؐ نے پوچھا "راہ دکھانے والے کہاں ہیں؟ کون ہے جو ہمیں قریب ترین راستہ سے دشمن تک لے جائے گا؟"
حضرت ابوخیثمہؓ ان راہوں اور ٹیلوں سے واقف تھے۔ انہوں نے عرض کیا "یارسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں"
رسول اللہ ﷺ اپنے خیمہ میں گئے اور ہتھیار لگا کر باہر آ گئے۔ خادم نے سواری پیش کی۔ رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہو گئے۔ حضرت ابو خیثمہ آگے آگے چلنے لگے۔ رات کا اندھیرا بھی چھایا ہوا تھا۔ حضرت ابوخیثمہ حرہ شرقی کے مغربی کنارے کے ساتھ ساتھ ہوتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو اور لشکر کو بنی حارثہ کے کھیتوں اور باغوں کے درمیان سے گزرنے والے راستے پر لے چلے مربع بن قیظی کا باغ راستے میں پڑتا تھا نابینا مربع لشکر کی آہٹ سے جاگ گیا اور ہاتھوں سے مٹی اڑانے لگا "اگر تو اللہ کا رسول (ﷺ) ہے تو میں تجھے اپنے باغ میں داخل ہونے کی اجازت نہیں دیتا آگے نہ آنا"
حضرت سعدؓ بن زید اشہلی نے آگے بڑھ کر اس کے سر پر کمان ماری اس کا خون بہنے لگا۔
بنی حارثہ کے کچھ لوگوں نے اس کا برا مانا "اے بنی عبدالاشہل یہ تمہاری ہمارے ساتھ دشمنی کی بات ہے تم ہم سے دشمی کبھی نہیں چھوڑتے"
حضرت اسیدؓ بن حضیر نے کہا "خدا کی قسم یہ دشمنی کی بات نہیں بلکہ یہ تمہارے نفاق کی بات ہے مجھے اس بارے میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی منشا کا علم نہیں ورنہ میں مربع کو اور جو کوئی بھی اس جیسا ہے ان سب کو قتل کر دیتا"
وہ لوگ خاموش ہو گئے
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اسے جانے دو یہ آنکھ اور دل دونوں کا اندھا ہے"

۔قنطر کے مقام پر پہنچے تو صبح کی نماز کا وقت ہوگیا حضرت بلالؓ نے اذان کہی صحابہ کرام صفیں باندھ کر کھڑے ہوگئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز پڑھائی مشرکین مکہ سامنے نظر آتے تھے ان کی فوج کیمپ سے باہر آرہی تھی۔

عبداللہ بن ابی بن سلول نے اپنے گروہ کو ساتھ لیا اور واپس مدینہ کی طرف لوٹ گیا اس کے ساتھ تین سو مسلح افراد تھے وہ لشکر اسلام سے الگ ہو گئے۔

رسول اللہ ﷺ جب مدینہ سے چلے تھے تو آپؐ کے ہمراہ ایک ہزار لڑنے والے تھے ان میں مسلمان اور عبداللہ بن ابی بن سلول کے ساتھی سب شامل تھے ان ایک ہزار میں سے ایک سو زرہ پوش تھے اس ایک ہزار کے لشکر میں دو گھوڑ سوار تھے باقی سب پیدل چل رہے تھے عبداللہ بن ابی بن سلول کے میدان جنگ سے واپس ہو جانے کے بعد اسلامی لشکر کی تعداد سات سو رہ گئی۔ عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے گروہ میں سب سے آگے تھا بقول واقدی وہ شتر مرغ کی مانند گردن تان کر چلا جارہا تھا بعض صحابہ نے کہا مشرکین سے پہلے ہمیں ان منافقین سے نمٹ لینا چاہیے لیکن دوسرے صحابہ کرام نے انہیں روک دیا عبداللہ کے ہم قبیلہ حضرت عبداللہؓ بن عمرو بن حزام اس کے پیچھے گئے "میں تمہیں وہ عہد یاد دلاتا ہوں جو تم نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ سے کیے ہیں تم نے عہد کر رکھا ہے تم ان کی اپنی اولاد اور اپنے مال کی مانند حفاظت کرو گے"

"میرے خیال میں تو جنگ نہیں ہوگی تم بھی میرا کہا مانو اور ہمارے ساتھ مدینہ واپس چلو کیونکہ اہل رائے اور عقل مند سارے واپس آ گئے ہیں ہم محمد (ﷺ) کی مدد تو کریں گے مگر صرف مدینہ کے اندر ہم نے انہیں اپنی رائے سے آگاہ کر دیا تھا مگر انہوں نے ہماری بات نہ مانی اور ان چھوکروں کی بات مان لی جن پر جہاد ابھی فرض بھی نہیں ہوا" عبداللہ بن ابی بن سلول نے جواب دیا(5) اور مدینہ کی طرف چلتا رہا۔ حضرت عبداللہؓ بن عمرو نواح مدینہ تک اسے سمجھاتے رہے مگر وہ نہ مانا۔

"اللہ تجھ پر لعنت کرے اور تمہیں ہم سے دور رکھے۔ عنقریب اللہ تعالیٰ اپنے نبی ﷺ اور سارے مسلمانوں کو تمہاری مدد سے بے نیاز کر دے گا" حضرت عبداللہؓ بن عمرو نے منافقوں کے رئیس پر لعنت بھیجی اور واپس دوڑنے لگے۔

صف بندی

جب احد کے مشرقی چہرے پر سورج کی روشنی پھیلنے لگی تو رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کی

غزوہ احد میں فوجوں کی ترتیب
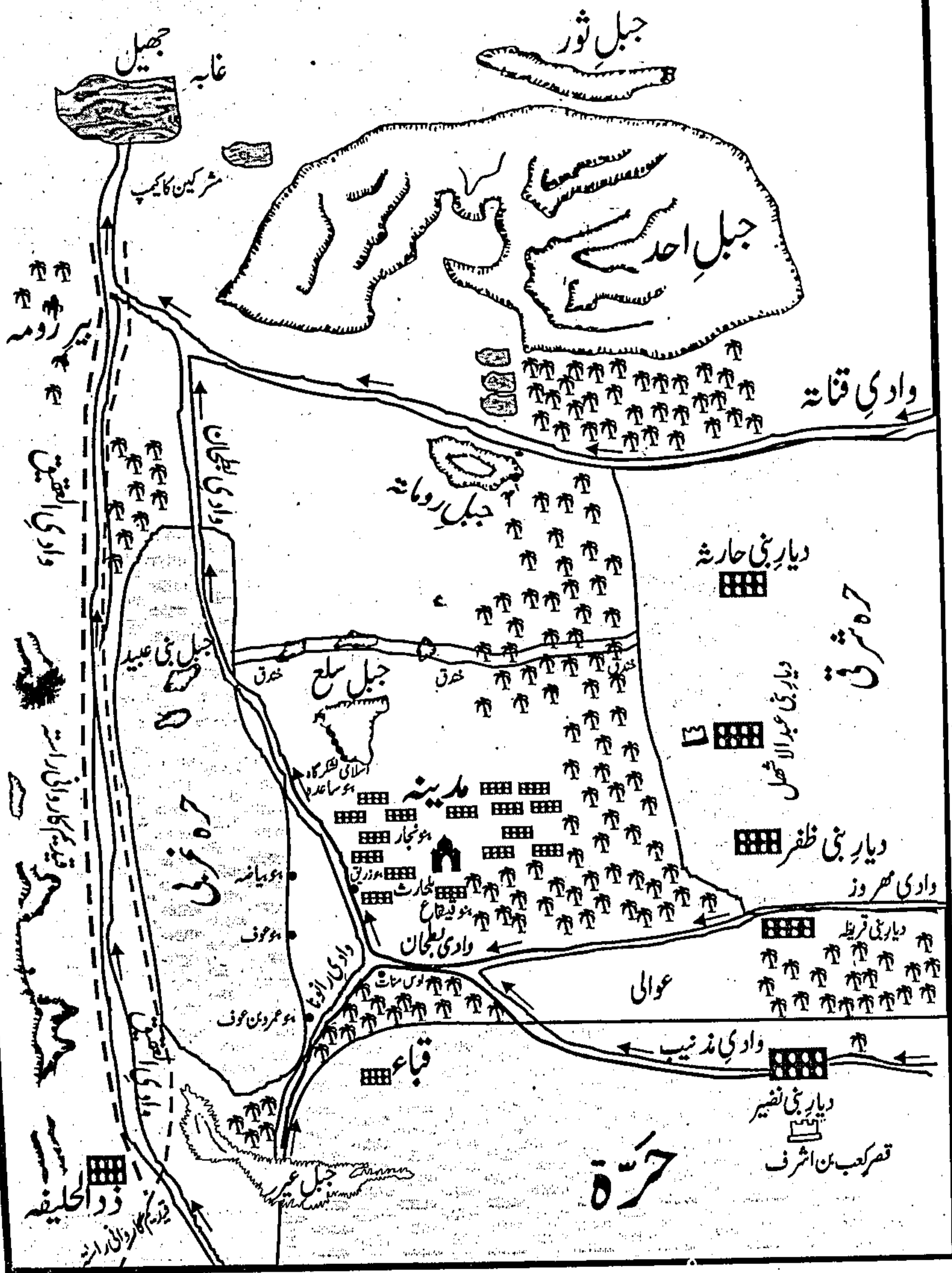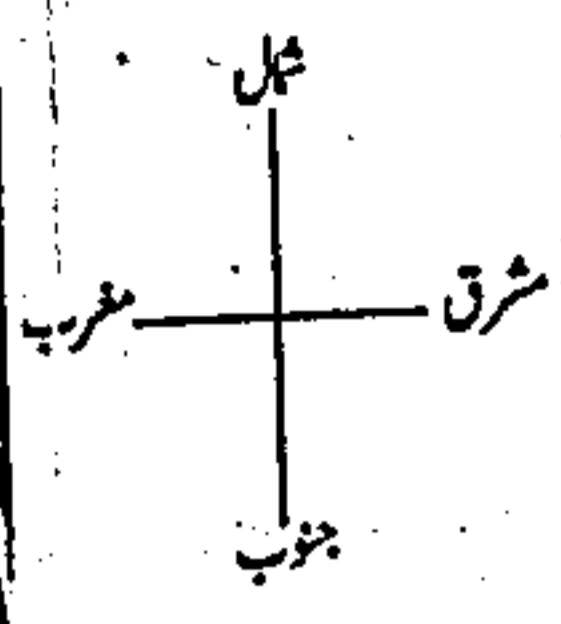
صف بندی شروع کر دی آپؐ کی تمام لڑائیوں میں ایک قدر مشترک ہے۔ آپؐ نے جب بھی اور جہاں بھی اپنی فوج کی صف بندی کی اور لڑائی کا منصوبہ بنایا زمینی حالت کا بے عیب استعمال کیا ارد گرد کی زمینی حالت کو ہر پہلو سے جانچ کر اور اپنی اور دشمن کی فوج کی تعداد اور حربی صلاحیت کو سامنے رکھتے ہوئے میدان جنگ کے جغرافیہ اور حالت کو مددگار عوامل کے طور پر استعمال کیا۔(6)
قریش مکہ کی فوج لشکر اسلام سے چار گنا سے بھی زیادہ تھی۔ ان کے پاس دو صد سواروں کا زبردست دستہ تھا جبکہ اسلامی لشکرگاہ میں صرف ایک اور ایک روایت کے مطابق دو گھوڑے تھے قریش اپنے ساتھ تین ہزار اونٹ لائے تھے جو ان کے پیچھے لشکر میں دیوار کی مانند تھے اور ان کے غلام ان کی نگرانی کر رہے تھے عرب اپنے اونٹ اور فالتو جانور میدان جنگ میں اپنی فوج کے پیچھے جمع کر دیا کرتے تھے تاکہ عقب محفوظ ہو جائے۔ رسول اللہ ﷺ کے پاس نہ اونٹ تھے اور نہ کوئی جانور تھے جن سے عقب میں حیوانی دیوار کھڑی کی جاسکے دشمن کی پیادہ فوج میں سات سو زرہ پوش تھے۔

اسلامی لشکر جب مدینہ سے چلا تھا تو اس میں ایک سو زرہ پوش تھے ان میں سے عبداللہ بن ابی بن سلول کے ساتھ کتنے واپس چلے گئے اور کتنے پیچھے رہ گئے اس بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملتی اگر فرض کرلیا جائے کہ زرہ پوش کوئی بھی اس کے ساتھ واپس نہیں گیا تھا تو بھی زرہ پوشوں کی تعداد ایک سو تھی اس طرح اسلامی لشکر کے زرہ پوشوں میں اور مشرکین کے زرہ پوشوں میں ایک اور سات کی نسبت تھی قریش مکہ ایک سال سے لڑائی کی تیاریاں کررہے تھے ہتھیار اور افرادی قوت جمع کرنے میں مصروف رہے تھے وہ بہت زبردست تیاریاں کر کے آئے تھے ان کے ہتھیار مسلمانوں کی نسبت اعلیٰ قسم کے بھی تھے اور بہت زیادہ بھی تھے رسول اللہ ﷺ نے قریش کی اس افرادی قوت اور ہتھیاروں کی برتری کا مقابلہ پیغمبرانہ فراست سے کیا اور سارے زمینی عوام کو بہترین طریقے سے استعمال کرتے ہوئے اپنے لشکر کو میدان جنگ میں ترتیب دیا

جبل احد مشرق سے مغرب کو تین میل کی طوالت رکھتا ہے اس کی اونچی اور چوڑی پتھریلی دیوار میں بہت سی گھاٹیاں اور درے تھے جو کئی جگہوں پر ایک دوسرے کو کاٹتے تھے جبل احد مشرقی سرے سے کچھ آگے چل کر نصف دائرہ بناتا ہوا جاتا ہے (نقشہ دیکھیں) اس نصف دائرے کا قطر نصف میل کے قریب ہے رسول اللہ ﷺ نے اسلامی لشکر کی صف بندی اس دائرے کے سامنے اس طرح کی کہ اسلامی لشکر کا عقب جبل احد کی دیوار سے محفوظ ہوگیا پہاڑ کی طرف سے یہ پتھریلا میدان اونچا ہے رسول اللہ ﷺ نے اپنا کمان اور کنٹرول روم اسلامی لشکر کے عقب میں

اونچائی پر رکھا جہاں سامنے میدان صاف دکھائی دیتا تھا۔ بدر کی لڑائی میں بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنا کمان روم اسلامی لشکر کے عقب میں اونچائی پر ہی بنایا تھا۔ جبل احد کی ڈھلوان پر مشرق کی طرف کھجور کے باغات تھے۔ ان باغات کی وجہ سے اسلامی فوج کا بایاں پہلو محفوظ ہو گیا۔ کھجور کے باغات جہاں ختم ہوتے تھے وہاں پر وادی قناۃ مشرق سے مغرب کو جاتا تھا اور اس وقت خشک پڑا تھا۔ وادی قناۃ کی گزر گاہ سے آگے حرہ شرقی کا شمالی سرا تھا حرہ کے اوپر سے کوئی سپاہ نہیں گزر سکتی تھی، اسلامی لشکر پر اس طرف سے حملہ کا واحد راستہ وادی قناۃ کی گزر گاہ تھی اس گزر گاہ سے جنوب میں جبل احد کے نصف دائرہ کے سامنے ایک پہاڑی ٹیلہ تھا جسے جبل عینین کہتے تھے (اب جبل رماۃ) رسول اللہ ﷺ نے مشرقی طرف سے وادی قناۃ کی خشک گزر گاہ کی حفاظت کے لئے جبل عینین پر پچاس تیر انداز مقرر کردیئے اور ان کی کمان حضرت عبداللہؓ بن جبیر کو سونپی اور ہدایت فرمائی کہ خواہ کچھ بھی ہو اسلامی لشکر کو فتح ہو یا شکست ہو جائے وہ اپنا مورچہ نہ چھوڑیں اور بائیں بازو سے حملہ کرنے والوں کو روکے رکھیں آپ نے فرمایا "اگر دشمن کے گھوڑ سوار اس طرف سے ہم پر حملہ کریں تو ان پر چوڑے پھل والے تیروں کی بارش کردینا تاکہ وہ اس طرف سے ہوکر ہم پر عقب سے حملہ نہ کرسکیں ہم دشمن پر فتح پالیں تب بھی تم مورچے میں جمے رہنا تاکہ کسی مرحلہ پر بھی اس طرف سے دشمن ہم پر حملہ نہ کرسکے اگر تم دیکھو ہم نے دشمن کو شکست دیدی ہے اور ہم نے دشمن کو پامال کر دیا ہے تب بھی اس جگہ سے الگ نہ ہونا جب تک میں تمہیں پیغام نہ بھیجوں کہ آجاؤ اور اگر تم دیکھو کہ دشمن ہمیں تہہ تیغ کررہا ہے اور پرندے ہماری بوٹیاں نوچ کر لے جارہے ہیں تب بھی تم یہ مورچہ چھوڑ کر ہماری مدد کو نہ آنا جب تک میں تمہاری طرف اپنا پیغام دینے والا نہ بھیجوں جب تک تم اپنے مورچہ میں ڈٹے رہو گے ہم اپنے دشمن پر غالب رہیں گے کیونکہ جدھر سے تیر برس رہے ہوں گے گھوڑے ادھر سے آگے نہیں بڑھ سکتے"

پھر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے اللہ گواہ رہنا میں نے سمجھانے میں اپنا فرض ادا کر دیا"

باقی ساڑھے چھ سو مجاہدین کو رسول اللہ ﷺ نے قریش کے تین ہزار کے لشکر کے سامنے اس طرح ترتیب دیا کہ اسلامی لشکر کا دایاں بازو جبل احد کے کونے کے متوازی تھا اور بایاں بازو وادی قناۃ کے کنارے تک پھیلا دیا گیا تھا۔ اسلامی لشکر کے سب سے آگے کے دستوں (مقدمہ الجیش) کی کمان رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت ابو عبیدہؓ بن جراح کو دی دائیں بازو پر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو اور بائیں بازو پر حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح کو متعین

فرمایا میمنہ کی کمان حضرت عکاشہؓ بن محصن کے سپرد کی اور میسرہ پر حضرت ابو سلمہؓ بن عبدالاسد کو رکھا۔ حضرت علیؓ حضرت حمزہؓ اور حضرت زبیرؓ کو ان کے درمیان میں قلب فوج کے ساتھ متعین فرمایا تیر اندازوں کا ایک دستہ قلب کے دائیں اور دوسرا بائیں طرف مقرر فرمایا حضرت ابو بکر صدیقؓ اور حضرت عمر فاروقؓ حضرت سعدؓ بن معاذ، حضرت سعدؓ بن عبادہ، حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ، حضرت عبدالرحمٰنؓ بن عوف، حضرت حبابؓ بن منذر، حضرت حارثؓ بن صمہ، حضرت سہیلؓ بن حنیف، حضرت عاصمؓ بن ثابت اور بعض دیگر صحابہ نے رسول اللہ ﷺ کے کمان روم کی حفاظت اور نگرانی کی ڈیوٹی سنبھال لی۔(7) کمان اور کنٹرول روم میدان جنگ میں سب سے اہم ہوتا ہے کیونکہ کماندار وہاں سے ساری لڑائی کو کنٹرول کرتا ہے۔ اسی وجہ سے دشمن سب سے زیادہ توجہ اسی جگہ پر مرکوز رکھتا ہے اور کوشش کرتا ہے کہ کسی طرح کماندار کے ذاتی کنٹرول روم اور حفاظتی دستہ تک پہنچا جائے اگر کوئی مخالف فوج ایسی کامیابی حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے تو اس سے کماندار کی موت، گرفتاری، یا میدان جنگ، سے فرار کے علاوہ کوئی اور صورت باقی نہیں رہتی اسی لئے ایرانی اور رومی میدان جنگ میں سب سے زیادہ توجہ اپنے کماندار کی حفاظت پر دیتے تھے اور اس کے چاروں طرف خصوصی لڑاکا دستے متعین رکھتے تھے جن کا ہر سپاہی کماندار سے وفا اور فن حرب میں بے مثال ہوتا تھا۔

رسول اللہ ﷺ کے کمان روم کے ان چند ساتھیوں میں اللہ اور اس کے رسول ﷺ پر قربان ہوجانے کا جذبہ ان کی سب سے بڑی قوت اور اہم ترین ہتھیار تھے۔ حضرت ابوبکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ اور حضرت سعدؓ بن معاذ جنگ بدر کے موقع پر بھی رسول اللہ ﷺ کے کمان روم (چھپر) کی حفاظت اور نگرانی کا فریضہ انجام دے چکے تھے۔ کمان اور کنٹرول روم کے محافظ اور نگران کمان اور کنٹرول روم کی نگرانی کی ڈیوٹی دینے کے ساتھ ساتھ میدان جنگ میں لڑنے والوں تک پیغام اور ضرورت کے وقت کسی جگہ پر فوری مدد پہنچانے کا فریضہ بھی انجام دیا کرتے تھے رسول اللہ ﷺ کے کمان روم کے محافظ دستہ کے ارکان بھی لڑائی کے دوران پیغام رسانی اور فوری مدد اور حملہ کے فرائض انجام دیتے رہے اسی لئے کبھی ان کی تعداد کم ہوجاتی تھی اور کبھی زیادہ رسول اللہ ﷺ کے محافظ دستہ میں سے حضرت عاصمؓ اور حضرت طلحہؓ نے قریش کے علمبرداروں سے مقابلہ بھی کیا تھا۔

اسلامی لشکر کا جھنڈا رسول اللہ ﷺ نے حضرت مصعبؓ بن عمیر کے سپرد کیا کیونکہ قریش کا جھنڈا بھی حضرت مصعبؓ بن عمیر کے خاندان کے افراد ہی اٹھایا کرتے تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے لشکر کی ایک ایک صف کا معائنہ فرمایا اور انہیں تیر کی مانند سیدھا کھڑا کیا کسی ایک بھی مجاہد کا کندھا یا بازو صف سے تھوڑا سے بھی آگے نظر نہیں آتا تھا۔

جبل احد کے بازوؤں میں مفید یہ محدود نصف دائرہ لڑائی کے میدان کے لئے منتخب کرکے آپؐ نے دشمن کی افراد برتری (Numerical Superiority) کو غیر موثر بنا دیا۔ دشمن کے لئے سامنے سے حملہ کرنے کے علاوہ لڑائی کا اور کوئی طریقہ ممکن نہ رہا تھا اس کے گھوڑ سوار دستے اسلامی لشکر کے پہلوؤں سے نکل کر عقب اور کمان روم تک نہیں پہنچ سکتے تھے کیونکہ اسلامی فوج کے دونوں پہلوؤں پر تیر انداز دستے متعین کر دیئے گئے تھے۔(8) دشمن کی جتنی بھی فوج تھی۔ وہ اسلامی لشکر کے سامنے تھی گھوڑ سوار بھی اور پیدل دستے بھی اور تیر انداز بھی وہ صرف Frontal Attack ہی کرسکتے تھے اور اس کے مقابلے کے لئے سامنے مجاہدین صفیں باندھے ہوئے تھے۔ اس طرح قریش کے لئے اپنی بھاری فوج کو وسیع دائرے میں حرکت میں لانا ممکن نہیں رہا تھا۔

لشکر کو ترتیب دینے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین سے خطاب کیا اور فرمایا۔

"اے لوگو! میں تمہیں اس بات کی ہدایت کرتا ہوں
جس کی اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب میں مجھے نصیحت کی ہے
یہ کہ میرا عمل اللہ کی اطاعت میں ہو
اور میں حرام چیزوں سے الگ رہوں
آج کے دن تم خیر کثیر اور اجرِ عظیم کے مقام پر کھڑے ہو
یہ سب کچھ اس شخص کے لئے ہے جو اپنے اوپر واجب کو یاد رکھے
اور اس کو پورا کرنے کے لئے
اپنے نفس کو استقامت اور یقین پر قائم رکھے
اور خوش دلی سے کوشش کرے
کیونکہ دشمن کے خلاف جہاد کرنا سخت دشوار ہے
اور بہت کم لوگ صبر کے ساتھ اس پر قائم رہتے ہیں
وہ وہی لوگ ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ نے ہدایت پر استوار کیا ہے
پس جو کوئی خدا کا فرمانبردار ہے اللہ اس کا مددگار ہے
اور جو کوئی شیطان کے تابع رہے
اس کا یار شیطان ہے

صبر کے ساتھ جہاد سے آج اپنے عمل کا آغاز کرو
اور اس کے ذریعے اپنے اللہ سے وہ چیز طلب کرو
جس کا اس نے تم سے وعدہ فرمایا ہے
اس کے لئے میرے حکم پر سختی سے عمل کرو
بلاشبہ میں تمہاری راست بازی کا بہت حریص ہوں
آپس میں اختلافات ڈالنا تنازعہ اور بے پروائی کرنا
بزدلی اور ایمان کی کمزوری کا سبب ہے
ایسی باتیں اللہ تعالیٰ کو پسند نہیں
اور نہ ہی اللہ تعالیٰ
ایسی باتوں (اعمال) پر فتح و کامرانی عطا کرتے ہیں"

رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کے لئے اللہ تعالیٰ سے سلامتی کی دعا کی اور فرمایا: جب تک میں حکم نہ دوں لڑائی شروع نہ کرنا۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے اپنی تلوار ہاتھ میں لی اور فرمایا "کون ہے جو اس تلوار کو اس کے حق کے ساتھ قبول کرتا ہے؟"

"یا رسول اللہ ﷺ اس تلوار کو لینے کا کیا حق ہے؟" صحابہ نے عرض کیا

"دشمن پر اس قدر چلانا کہ یہ تلوار ٹیڑھی ہو جائے" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"یارسول اللہ ﷺ مجھے عنایت فرمائیں" حضرت عمر فاروقؓ نے عرض کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے تلوار انہیں نہیں دی۔

حضرت زبیرؓ نے عرض کیا مگر رسول اللہ ﷺ نے انہیں بھی تلوار نہ دی

"یا رسول اللہ ﷺ یہ تلوار مجھے عنایت فرمادیں" حضرت ابو دجانہؓ نے درخواست کی۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنی تلوار انہیں عنایت فرما دی۔

حضرت ابو دجانہؓ رسول اللہ ﷺ کی تلوار پاکر بہت خوش ہوئے ان کے پاس سرخ رنگ کا ایک پٹکا تھا اسے لوگ موت کا پٹکا کہتے تھے۔ ابو دجانہؓ لڑائی کے وقت نشانی کے طور پر وہ پٹکا اپنے سر پر باندھ لیتے تو لوگ کہتے کہ اب رقص مرگ شروع ہو جائے گا۔

انہوں نے وہی پٹکا نکالا اسے سر پر باندھا اور بڑے فخر سے اکڑ کر چلنے لگے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ اس طرح اترا اترا کر چلنے کو ناپسند فرماتے ہیں لیکن اس مقام

پر اس طرح چلنا پسندیدہ ہے"

مشرکین مکہ کی صف بندی

قریش مکہ کی فوج اپنے کماندار کی بیوی اور قریش کے دیگر بڑے خاندانوں کی خواتین کے نغموں اور گیتوں کی گونج میں میدان جنگ میں داخل ہوئی قریش کی فوج میں شامل قبائل کے الگ الگ جھنڈے تھے ان کے دستے اپنے اپنے جھنڈے کے پیچھے چل رہے تھے ہر قبیلہ اپنی شجاعت اور بہادری کا علم اٹھائے ہوئے میدان میں اترا کماندار نے میدان جنگ کا جائزہ لیا اور پہلے سے طے کردہ نقشے کے مطابق فوج کو ترتیب دیا اس نے پیدل فوج کے دونوں بازوؤں پر گھوڑ سوار دستے متعین کئے ہر دستے میں سو گھوڑ سوار تھے دائیں باز کے گھوڑ سوار دستہ کے کماندار خالد بن ولید تھے بائیں بازو پر متعین گھوڑ سوار دستے کی کمان عکرمہ بن ابوجہل کے پاس تھی پیدل فوج کا کماندار صفوان بن امیہ اور ایک روایت کے مطابق عمرو بن العاص تھا وہی عمرو بن العاص جو اسلام قبول کرنے کے بعد فاتح مصر ہوا تیر انداز دستوں کی کمان عبداللہ بن ابی ربیعہ کو دی گئی قبیلہ کنانہ کے پیدل دستے میمنہ پر رکھے گئے ان کے ساتھ ان کا اپنا علم بردار مقرر کیا گیا تھا میسرہ میں پشت پر احابیش (بدو قبائل) کے دستے تھے ان کے ساتھ بھی ان کا اپنا علمبردار تھا ان دونوں کے درمیان میں قبیلہ ثقیف کا دستہ تھا۔ اس کا اپنا الگ علم تھا قلب میں ساری فوج کا کماندار ابوسفیان خود رہا۔ صفیں ترتیب دی جا چکیں تو ابوسفیان بنی عبدالدار سے مخاطب ہوا "اے بنی عبدالدار ہم خوب جانتے ہیں کہ میدان جنگ میں قوم کا جھنڈا اٹھانے کا حق تمہارا ہے یہ تمہارے خاندان کا قدیم سے حق رہا ہے لیکن تم جانتے ہو کہ بدر کے میدان میں ہم پر کیسی قیامت ٹوٹی تھی وہاں بھی ہمارا جھنڈا تمہارے پاس ہی تھا کسی بھی فوج کی طرف شکست اس کے جھنڈے کی طرف سے آتی ہے اگر جھنڈا گر جائے تو لڑنے والے حوصلہ چھوڑ دیتے ہیں اور میدان جنگ سے فرار ہوجاتے ہیں آج بھی قوم کا جھنڈا تمہارے پاس ہی ہے خوب سوچ لو اگر تم اس کی حفاظت کرسکتے ہو تو جھنڈا بلند رکھو اور مضبوطی سے تھامے رکھو ورنہ جھنڈا اٹھانا ہم پر چھوڑ دو ہم یہاں اپنے خون کا بدلہ لینے اور موت کی طلب میں آئے ہیں ہم اس جھنڈے کی خود حفاظت کریں گے"

"ایسا کبھی نہیں ہو گا ہم اپنا جھنڈا ہرگز کسی اور کے حوالے نہیں کریں گے" بنی عبدالدار نے غضبناک ہوکر کہا "جہاں تک اس کی حفاظت کا تعلق ہے تو جلد دیکھ لے گا کہ ہم کس طرح جھنڈے کی حفاظت کرتے ہیں"

قریش کے لشکر کے سرداروں نے قوم کا جھنڈا بنی عبدالدار کے سپرد کر دیا مگر جھنڈا مل جانے پر بھی بنی عبدالدار کا غصہ کم نہ ہوا. انہوں نے ابوسفیان کے لئے نازیبا الفاظ استعمال کئے کیونکہ اس نے پوری قوم کے روبرو میدان جنگ میں ان کی غیرت کا مذاق اڑایا تھا.

"ہم قوم قریش کا اور جھنڈا بنالیں گے" ابو سفیان نے کہا تھا.

"قریش کا جو نیا جھنڈا تم بناؤ گے ہم بنی عبدالدار کے سوا وہ جھنڈا بھی کسی اور کو نہیں اٹھانے دیں گے یہ ہمارا حق ہے اور ہم اپنے اس حق سے کبھی دست بردار نہیں ہوں گے" انہوں نے جواب دیا تھا.

ابوسفیان کا مقصد پورا ہوگیا بدر کی لڑائی میں قریش کے دو علمبردار یکے بعد دیگرے مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہو گئے تھے احد میں ابوسفیان انہیں غیرت دلا کر جھنڈے کی حفاظت کے ان کے قومی جذبہ کو بیدار کرنا چاہتا تھا تاکہ وہ بدر کی مانند بزدلی نہ دکھائیں قریش کا قومی جھنڈا بنی عبدالدار کے طلحہ بن ابی طلحہ نے اٹھایا اور اپنے دو بھائیوں اور چار بیٹوں کو ساتھ لے کر اپنے خاندانی وقار کی حفاظت کے لئے میدان میں داخل ہوا.

اسلامی فوج کے علمبردار حضرت مصعبؓ بن عمیر کا تعلق بھی اسی خاندان بنی عبدالدار سے تھا رسول اللہ ﷺ نے انہیں جھنڈا عطاء کرتے وقت فرمایا تھا "ہمارے لوگ وفاداری کے ان سے (قریش) زیادہ حقدار ہیں"

رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کی واپسی سے رئیس المشرکین ابوسفیان نے فائدہ اٹھانا چاہا اس نے اوس اور خزرج کو پیغام بھیجا "ہمارے تم سے دیرینہ تعلقات ہیں دوستانہ اور تجارتی رشتے ہیں ہم تم سے لڑنا نہیں چاہتے تم درمیان سے نکل جاؤ، ہمیں اپنے ان رشتہ والوں سے لڑنے دو جو اپنا وطن چھوڑ کر تمہارے پاس آئے ہیں"

اس کا خیال ہوگا کہ انصار بھی راہ حق سے ہٹ جائیں گے رئیس المنافقین کی پیروی پر آمادہ ہو جائیں گے لیکن ان کے دلوں پر تو نقش توحید ثبت ہوچکا تھا ابوسفیان کا یہ حربہ ناکام ہوگیا.

طلحہ بن ابو طلحہ قریش کا جھنڈا اٹھا کر آگے بڑھا تو قریش کی خواتین دف بجاتی ہوئی لشکر کی صفوں سے آگے نکل آئیں ان میں اسلامی لشکر کے علمبردار حضرت مصعبؓ بن عمیر کی مشرک والدہ حناس بھی شامل تھیں جو اپنے دوسرے بیٹے ابو عزیز کو بھی مسلمانوں کے خلاف لڑنے کے لئے ساتھ لائی تھیں. خواتین بدر میں قتل ہوجانے والے قریش کے سرداروں کے نام لے لے کر اپنی سپاہ کو غیرت دلا رہی تھیں ان کی قیادت ابوسفیان کی بیوی ہندہ کر رہی تھی.

❁ "آگے اور آگے!
عبدالدار کے بیٹو آگے بڑھو
عقب میں آنے والو!
اپنی تیز دھار تلواریں نکال لو
اور کاٹ ڈالو کاٹ ڈالو"

قریش کی خواتین گا رہی تھیں۔

طلحہ بن ابو طلحہ کی بیوی سلافہ بنت سعد بھی دف بجانے اور غیرت دلانے والیوں میں شامل تھی۔ اس کا تعلق مدینہ کے قبیلہ اوس سے تھا۔ خواتین گاتی ہوئی اور دف بجاتی ہوئی اسلامی لشکر کے بہت قریب تک گئیں اور پھر واپس لوٹ کر قریش کی صفوں کے پیچھے سے نغمے گانے لگیں:

❁ "ہم نرم قالینوں پر چلنے والی
طارق (آسمانی ستارہ) کی بیٹیاں ہیں
ہماری مانگوں میں کستوری
اور گلے میں موتیوں کے ہار ہیں
تم آگے بڑھو گے
تو ہم تمہیں سینوں سے لگائیں گی
پیٹھ دکھاؤ گے تو
ہم تمہیں چھوڑ دیں گی
اور اس علیحدگی پر ہمیں کوئی دکھ نہیں ہوگا"

فاسق کی رسوائی

حضرت حنظلہؓ کی شادی ایک ہی روز پہلے ہوئی تھی۔ اس کی بیوی جمیلہ عبداللہ بن ابی سلول کی بیٹی تھی۔ وہ اسی روز اپنی بیوی کو گھر لائے تھے رسول اللہ ﷺ نے انہیں پیچھے رہنے کی اجازت دیدی تھی۔ لشکر اسلام نے جو رات شیخین میں گزاری حضرت حنظلہؓ نے وہ شب اپنی بیوی کے ساتھ گزاری تھی۔ اگلی صبح اٹھتے ہی ہتھیار لگا کر وہ احد کی طرف چل دیئے۔ میدان جنگ میں پہنچے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم صفیں درست فرما رہے تھے۔ حنظلہؓ اگلی صف میں پہنچ گئے۔ قریش مکہ کی طرف سے جو شخص سب سے پہلے مسلمانوں کی صفوں کی طرف آگے نکلا وہ ابو عامر تھا۔

حضرت حنظلہؓ کا باپ جو راہب کہلاتا تھا اور رسول اللہ ﷺ سے حسد اور بغض کی وجہ سے اپنی قوم کے پچاس افراد کو ساتھ لے کر مکہ جا مقیم ہوا تھا اس کے ساتھ اوس کے وہ پچاس نوجوان بھی آئے تھے۔ قریش مکہ اوران کے حامی قبائل کے کچھ غلام بھی اس کے پیچھے پیچھے چل رہے تھے ابو عامر نے لشکر اسلام کے قریب پہنچ کر بلند آواز سے کہا "اے قوم میں ابو عامر ہوں"

"اے فاسق تجھے کبھی فراخی نصیب نہ ہو اور نہ ہی تیرا کوئی ہمدرد اور غم خوار ہو" اس کی قوم کے مسلمانوں نے جواب دیا۔

ابو عامر نے کہا "اے قوم میرے تمہارے درمیان موجود نہ ہونے سے تم مصائب میں مبتلا ہو گئے"

"خدا کبھی تیری آنکھیں ٹھنڈی نہ کرے! فاسق ہم سے دور ہوجا" اس کے قبیلہ والوں نے جواب دیا۔

اس نے ابوسفیان کو یقین دلایا تھا کہ بنی اوس اسے دیکھتے ہی لشکر اسلام سے الگ ہوجائیں گے اوران سے آن ملیں گے ان کے جواب سے شرم اور ندامت میں وہ غلیل سے اسلامی صفوں پر پتھر پھینکنے لگا جہاں اس کا اپنا بیٹا بھی ہتھیار لگائے موجود تھا۔ ابو عامر کے ساتھی اور غلام بھی غلیلوں اور گوپیوں سے اسلامی لشکر پر پتھر برسانے لگے۔ جواب میں مجاہدین نے بھی ان پر سنگ باری کی ابو عامراور اس کے ساتھی پسپا ہو کر بھاگنے لگے تو قریش کا علمبردار طلحہ انہیں آوازیں دیتا رہا "پیچھے مڑو اور حملہ کرو"

مگر وہ بھاگتے رہے

"غلاموں کی فوج کبھی جم کر نہیں لڑی" قریش نے کہا۔

اور بھگوڑے غلاموں کو اپنے اونٹوں اور سامان کی حفاظت کے لئے بھیج دیا۔

اللہ اکبر

غلاموں اور ابو عامر کے فرار کے بعد قریش کے علمبردار طلحہ بن ابو طلحہ نے آگے بڑھ کر چیلنج دیا "اصحاب محمد (ﷺ) تمہارا دعویٰ ہے کہ جسے تم قتل کردو وہ جہنم میں جاتا ہے اور جو ہماری تلوار سے قتل ہو اللہ تعالیٰ اسے جنت دیتے ہیں کون ہے جو اپنی تلوار سے مجھے جہنم میں پہنچائے گا یا میری تلوار سے خود جنت میں پہنچ جائے گا؟"

رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ کو حکم دیا۔(8) وہ مقابلے کے لئے آگے نکلے اور طلحہ کو جہنم پہنچا کر

اپنی جگہ پر واپس آ گئے۔(9)

جبل احد "اللہ اکبر" سے گونج اٹھا۔

طلحہ کا بھائی عثمان

❁ "علمبردار پر لازم ہے کہ اس طرح لڑے کہ
اس کا نیزہ خون سے رنگین ہو جائے
یا ٹوٹ جائے"

گاتا ہوا آگے بڑھا اور اپنی قوم کا گرا ہوا علم اٹھا لیا۔

حضرت حمزہؓ مقابلے کیلئے آگے بڑھے عثمان کا ایک بازو شانے سے صاف ہوا تو اس نے قریش کا جھنڈا دوسرے ہاتھ میں لے لیا۔ حضرت حمزہؓ نے اس کا وہ بازو بھی صاف کر دیا۔ قریش کا علم ایک بار پھر زمین پر گر پڑا جبل احد ایک بار پھر "اللہ اکبر" کے نعرے سے گونج اٹھا۔

طلحہ کے دوسرے بھائی ابو سعید نے آگے بڑھ کر جھنڈا اٹھا لیا۔ حضرت سعد بنؓ ابی وقاص کا ایک تیر اس کے حلق سے پار ہو گیا اس کی زبان لٹک گئی حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے اسے بھی جہنم رسید کر دیا جبل احد ایک بار پھر اہل ایمان کی تکبیر سے گونج اٹھا۔

اب طلحہ کا بیٹا علم اٹھانے کے لئے قریش کی صفوں سے باہر آیا اس کا نام مسافع تھا اسلامی لشکر سے حضرت عاصمؓ بن ثابت اس کے مقابلے کے لئے نکلے اور ایک ہی وار میں اس کا کام تمام کر دیا جھنڈا ایک بار گر گیا۔

طلحہ کا دوسرا بیٹا حارث تیار کھڑا تھا اس نے دوڑ کر جھنڈا اٹھایا تو حضرت عاصمؓ نے اسے بھی جہنم رسید کر دیا۔(10) قریش کا جھنڈا ایک بار پھر گر گیا احد ایک بار پھر "اللہ اکبر" سے گونج اٹھا۔

طلحہ کے تیسرے بیٹے کلاب نے پھر سے اپنی قوم کا علم اٹھا کر بلند کر دیا حضرت زبیرؓ نے اسے بھی اس کے باپ کے پاس پہنچا دیا۔

طلحہ کے چوتھے بیٹے کا نام جلاس تھا اب قوم کا علم اٹھانے اور بلند رکھنے کی اس کی باری تھی اسلامی لشکر سے حضرت طلحہؓ بن عبداللہ نے اسے اس کے باپ کے پاس پہنچانے کا عزم کیا اور کامیاب رہے۔

بنی عبدالدار ایک کے بعد دوسرا کٹ رہے تھے اور اپنی قوم کا علم بلند رکھنے کی کوشش کر رہے تھے ایک طرف قریش کا لشکر جرار حیرانی اور پریشانی سے اپنے علمبرداروں کو کٹتے اور اپنے علم کو بار بار گرتے دیکھ رہا تھا اور دوسری طرف مجاہدین اسلام اللہ کی کبریائی کا اعلان کر کے اپنی

خوشی کا اظہار کر رہے تھے.
طلحہ کے بھائی اور بیٹے ختم ہو چکے تو ارطاۃ شرجیل نے علم اٹھایا حضرت علیؓ نے اسے ختم کر دیا
جھنڈا ایک بار پھر گر گیا شریح بن قارظ نے جھنڈا اٹھایا تو وہ بھی اپنی قوم کے ساتھ جا ملا.
بنی عبدالدار نے قوم سے جو وعدہ کیا تھا اسے پورا کرنے کی کوشش کر رہے تھے اس کوشش میں
ان کے نو افراد ایک ایک کر کے جہنم رسید ہو گئے تھے اور قریش کی عورتیں گا رہی تھیں۔

- اے بنی عبدالدار
دشمنوں کی پشتوں پر
اس طرح تلواریں مارو
جیسے باحمیت مددگار تلوار چلاتے ہیں"

بنی عبدالدار میں کوئی علم اٹھانے والا باقی نہ رہا تو ان کے ایک غلام نے یہ فرض اپنے ذمے لے لیا
اس کا نام صواب تھا. قزماں اس کے مقابلے کے لئے آگے بڑھا.(10) اس نے قریش کے علمبردار
غلام کا دایاں ہاتھ کاٹ دیا تو اس نے علم گرنے نہیں دیا فورا" بائیں ہاتھ میں پکڑ لیا وہ بھی کٹ گیا
تو جھک کر علم سینے اور گردن سے لگا کر کٹے ہوئے بازوؤں کی مدد سے اسے تھام لیا اور بلند آواز
میں چلایا"میرے خدا کیا میں نے لاج رکھ لی ہے؟"
جبل احد ایک بار پھر تکبیر کے نعروں سے گونج اٹھا.

صبر والوں کی فتح

قریش مکہ کے دس علمبردار ان کی آنکھوں کے سامنے کٹ گئے تھے اور اہل ایمان میں سے کسی کو زخم تک نہیں آیا تھا. قریش کی حالت بدر کے میدان سے بھی بدتر دکھائی دیتی تھی جہاں ایک کے مقابلے میں ایک میں انہوں نے تھوڑی بہت تو ہمت دکھائی تھی. بدر میں عتبہ اور شیبہ تو عمر رسیدہ تھے مگر احد میں ان کے نوجوانوں اور نو عمر علمبردار گاجر مولی کی طرح کٹ گئے تھے.
ابوسفیان نے بنی عبدالدار کو غیرت دلاتے ہوئے کہا تھا "کسی بھی فوج کی طرف شکست اس کے جھنڈے کی طرف سے آتی ہے. اگر جھنڈا گر جائے تو لڑنے والے حوصلہ چھوڑ دیتے ہیں اور میدان جنگ سے فرار ہو جاتے ہیں."
قریش کا جھنڈا ایک بار نہیں دس دفعہ گر پڑا تھا اور ان کے سامنے گرا پڑا تھا. ابوسفیان نے اپنے لشکر کو حوصلہ دلایا. دف بجانے والیوں کے نغموں کی آوازیں اور بھی بلند ہو گئیں اور قریش

کی فوج نے آگے بڑھ کر عام حملہ کر دیا۔

دائیں طرف سے خالد بن ولید نے اپنے دستے کے ہمراہ آگے بڑھنے کی کوشش کی مگر تیر اندازوں نے اسے پسپا کردیا کوئی ایک بھی گھوڑ سوار آگے نہ نکل سکا مشرکین نے پوری کوشش کی مگر کسی ایک مقام پر بھی اسلامی لشکر کی صفوں میں خم پیدا نہ کرسکے خالد بن ولید نے تین حملے کیے تینوں بار تیر اندازوں نے انہیں مار بھگایا قریش نے اس دفعہ اپنی فوج کی صف بندی پر بہت توجہ دی تھی لیکن لڑائی شروع ہونے کے ساتھ ہی ان کی صفیں بکھر گئیں یہاں تک کہ قریش کا کماندار ابوسفیان بھی مرتے مرتے بچا حضرت حنظلہؓ نے اس پر وار کیا تو ابوسفیان کا گھوڑ گر گیا ابو سفیان بھی گھوڑے کے ساتھ زمین پر آ رہا اور مدد کے لئے چلانے لگا حضرت حنظلہؓ اس پر لپکے لیکن اس سے پہلے کہ وہ ابوسفیان کا خاتمہ کرتے اسود بن شداد اپنے کماندار کی مدد کو پہنچ گیا اور پہلو سے نیزہ مار کر حضرت حنظلہؓ کو زخمی کر دیا۔ حضرت حنظلہؓ نے مڑ کر وار کرنا چاہا مگر اسود نے حنظلہؓ پر ایک اور وار کردیا اور حضرت حنظلہؓ شہید ہو گئے۔ اس طرح ابوسفیان مرتے مرتے بچ گیا اور پیدل واپس بھاگ گیا مجاہدین استقامت اور صبر کے ساتھ قریش کا مقابلہ کر رہے تھے۔ مشرکین کے پیدل لشکر کے سامنے اہل توحید کی صفیں تھیں تلواریں چل رہی تھیں دست بدست لڑائی ہو رہی تھی لیکن قریش ان کی صفوں کو منتشر نہیں کرسکے تھے ان کے گھوڑ سوار بازوؤں کی طرف بڑھتے تو تیر اندازوں کا سامنا کرنا پڑتا عقب کی طرف جانے کی کوشش کرتے تو جبل عینین پر متعین تیر انداز منہ پھیر دیتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے میدان جنگ میں اپنی فوج کو اس انداز میں ترتیب دیا تھا اور اہل توحید اس قوت ایمانی سے لڑ رہے تھے کہ مشرکین کو نہ ان کی کثرت سپاہ سے کوئی فائدہ پہنچ رہا تھا نہ ان کے گھوڑ سوار کوئی کامیابی حاصل کرسکتے تھے۔ کثرت سپاہ اسی صورت میں فائدہ مند ہوسکتی تھی کہ سامنے کی صفیں بکھر جاتیں گھوڑ سوار اسی صورت کامیاب ہو سکتے تھے کہ کسی بازو کو روند کر عقب میں یا قلب تک پہنچ جائیں مگر کسی کو بھی ایسی کوئی کامیابی نہیں ہو رہی تھی۔ اہل توحید نے اہل شرک کے پیدل دستوں اور گھوڑ سواروں کے چھکے چھڑا دیئے قریش کے پاؤں اکھڑنے لگے۔ اہل توحید نے آگے بڑھ کر حملہ کیا قریش کا لشکر میدان چھوڑ کر منتشر ہو گیا کچھ جبل احد کی گھاٹیوں کی طرف بھاگے کچھ کھلے میدانوں کی طرف دوڑ گئے گانے والی اور غیرت دلانے والی خواتین بھی دوڑی جارہی تھیں ان کا دستہ بھی بکھر گیا تھا وہ ایک دوسری سے جدا ہو گئی تھیں حضرت ابو دجانہؓ نے ایک مشرک پر تلوار اٹھائی تو خوف سے اس کی چیخ نکل گئی۔ حضرت ابودجانہؓ نے ہاتھ روک لیا۔ چیخ عورت کی تھی۔" وہ ابوسفیان کی بیوی ہندہ تھی جو اپنی ساتھیوں سے

الگ ہو گئی تھی وہ چیختی ہوئی بھاگ رہی تھی میں نے رسول اللہ ﷺ کی تلوار سے ایک عورت پر وار کرنا پسند نہ کیا" ابو دجانہؓ نے بتایا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ کو احد میں بھی فتح عطا کردی مشرکین کا لشکر میدان سے بھاگنے لگا مجاہدین نے ان کا تعاقب شروع کردیا مشرک ہر سمت میں بھاگ رہے تھے اور مسلمان ہر طرف ان کا تعاقب کررہے تھے مشرکین کی پیادہ فوج کے کماندار صفوان بن امیہ کا آزاد کردہ غلام نسطاس مشرکین کی پسپائی کا آنکھوں دیکھا حال اس طرح بیان کرتا ہے "میں ان لوگوں میں سے تھا جنہیں قریش اپنی لشکر گاہ میں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے جنگ سے پہلے ابوسفیان نے قریش سے کہا تھا کہ غلاموں کو کیمپ میں چھوڑ دو تاکہ وہ سامان کی حفاظت کریں چنانچہ ہم نے ان کا سامان ایک جگہ جمع کردیا اور اونٹوں کو ایک جگہ اکٹھا کردیا سامان پر ہم نے پوشش ڈال دی اور خورجیاں چھپا دیں قریش کی ریزرو فوج میں سے آگے لڑنے والوں کو مدد بھیجی جارہی تھی کچھ دیر تو لڑائی ہوتی رہی پھر ہمارے لوگ شکست اٹھا کر بھاگنے لگے اور اصحاب محمد (ﷺ) ہماری لشکر گاہ میں داخل ہوگئے ہم (غلام) سامان چھوڑ کر بھاگے نہیں تھے لشکر گاہ میں موجود تھے کہ انہوں نے ہم غلاموں کو گھیر کر قیدی بنا لیا اور لشکر گاہ کو لوٹنا شروع کر دیا۔ ایک شخص نے مجھ سے صفوان بن امیہ کے سامان کے بارے میں پوچھا میں نے کہا اس کا مال تو زیادہ نہیں تھا جو کچھ لایا تھا وہ ادھر خورجیوں میں پڑا ہے وہ مجھے کھینچ کر خورجیوں کے پاس لے گیا اور میں نے گٹھڑی سے مال نکال کر اسے دے دیا اس مال کی مالیت ایک سو مثقال کے برابر تھی ہمارے لوگ بھاگ گئے تھے اور ہم ان کی طرف سے کسی مدد سے مایوس ہوگئے تھے اسی حالت میں ہم نے دیکھا کہ گھوڑ سواروں کا ایک دستہ آرہا تھا وہ دستہ لشکر گاہ میں داخل ہوا تو مسلمان اسے روک نہ سکے کیونکہ انہوں نے اپنی کمانیں اور ترکش اپنے اپنے گلے اور بغلوں میں لٹکائے ہوئے تھے اور مال غنیمت گود میں اٹھائے بڑے سکون سے بلا خوف مال جمع کرتے پھر رہے تھے اور ہمارے سوار آن پہنچے تھے اور انہیں اپنی اپنی تلواروں کا نشانہ بنانے لگے تھے اور کئی ایک کو قتل کر دیا تھا مسلمان پریشان ہو کر بھاگے اور لوٹا ہوا مال بھی پھینک گئے۔ ہم لشکر گاہ میں واپس آگئے سارا مال وہیں پڑا تھا اور جن لوگوں کو انہوں نے قیدی بنالیا تھا انہیں بھی چھوڑ گئے تھے۔ مسلمانوں میں سے ایک نے صفوان بن امیہ کو دبا لیا تھا اور مجھے یقین ہو گیا تھا کہ صفوان مارا گیا پھر میں نے اسے چھڑوالیا تھا بعد میں معلوم ہوا ہے کہ صفوان کو دبانے والا بنی سعدہ میں سے تھا"(12) قریش کے جن قیدیوں کو پھر بھی رہائی نہ مل سکی تھی۔ ان میں سے ایک تو وہی عوامی شاعر تھا جو جنگ بدر میں بھی قیدی بن کر آیا تھا اور رسول اللہ ﷺ نے
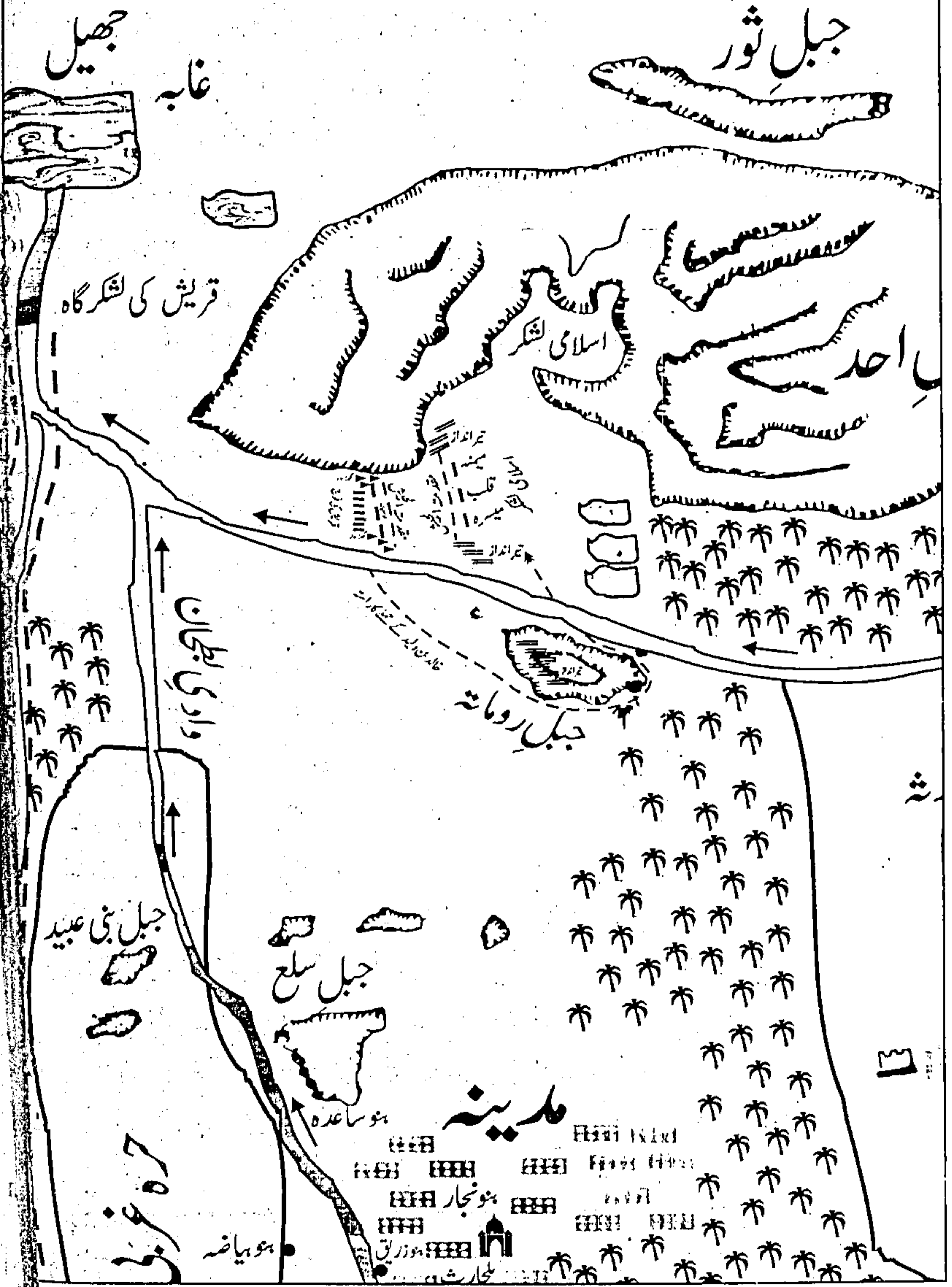
فدیہ کے بغیر اسے رہا کرنے کا حکم دیا تھا اس کا نام ابو عزہ عمرو بن عبداللہ تھا اور جو دوسرے قبائل کو مدینہ پر حملہ کرنے پر آمادہ کرنے والے قریش کے وفد میں شامل ہوا کرتا تھا۔ جنگ کے بعد حضرت عاصمؓ بن ثابت بن الافلح انصاری نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت ایک تھیلی پیش کی جس میں چھ سو درہم تھے حضرت عبادہؓ بن بشر اوسی انصاری نے تیرہ مثقال چاندی پیش کی تھی یہ مال انہیں قریش کی پسپائی کے وقت ان کے کیمپ سے ہاتھ لگا تھا اور وہ بچا لائے تھے رسول اللہ ﷺ نے یہ مال انہیں کو واپس کر دیا۔

قریش مکہ کے کماندار ابوسفیان کی بیوی نغمے گا گا کر مشرکین کو غیرت دلانے والی خواتین کی قیادت کر رہی تھی لیکن جب قریش کی فوج میدان چھوڑ کر بھاگی تو وہ بھی بدحواس ہو گئی تھی ہندہ اور اس کی ساتھی خواتین اس طرح بھاگ رہی تھیں کہ ان کا جو سامان گر جاتا تھا وہ بھی نہیں اٹھا سکتی تھیں۔(13) وہ پائنچے چڑھائے پہاڑ کی طرف (چھپنے کے لئے) اس طرح دوڑی جا رہی تھیں کہ انکی پنڈلیاں اور پاؤں کی پازیبیں تک نظر آتی تھیں۔(14) قریش کا غرور خاک میں مل گیا تھا۔

جب کوئی فوج لڑائی کے میدان سے فرار ہوتی ہے تو وہ ٹولیوں اور گروہوں میں بھاگتی ہے قریش کی فوج میں متعدد قبائل کے دستے شامل تھے۔ لڑائی کے میدان میں الگ الگ قبیلے اپنے اپنے علمبردار کے ساتھ تھے ایک قبیلہ کے سارے لڑنے والے ایک ہی جگہ پر تھے اس لئے فرار کے وقت بھی مختلف قبائل کے لوگ الگ الگ بھاگے ہوں گے اور الگ الگ قبائل کے افراد کی الگ الگ ٹولیاں ہوں گی کچھ لوگ ان ٹولیوں اور گروہوں سے علیحدہ بھی ہو گئے ہوں گے کچھ کیمپ کی طرف مڑے کچھ نے پہاڑی کی طرف رخ کیا۔ بعض مدینہ کی طرف دوڑے ہوں گے سامنے تین ہزار مشرکین بھاگ رہے تھے ان کا تعاقب کرنے والوں کی تعداد چھ سو سے بھی کم تھی پچاس تیر اندازوں کا دستہ ابھی تک جبل عینین پر ہی کھڑا دیکھ رہا تھا رسول ﷺ کے کمان روم کے دستے کے لوگ آپؐ کے ساتھ اسی مقام پر تھے جہاں سے آپؐ لڑنے والوں کی راہنمائی فرماتے رہے تھے اس طرح بھاگنے والے بہت زیادہ تھے اور تعاقب کرنے والے اور قیدی بنانے والے بہت تھوڑے تھے یہ ایک مشکل کام تھا مجاہدین مشرکین کے تعاقب میں میدان جنگ اور رسول اللہ ﷺ سے بہت دور چلے گئے تھے پھر ان میں سے کچھ مشرکین کے کیمپ تک پہنچے تو ان کا سامان قبضہ میں لینے لگے تھے۔ انہوں نے اپنے کمان اور ترکش کندھوں سے لٹکا لئے تھے۔

تیر اندازوں کی غلط فہمی

جبل عینین پر متعین تیر اندازوں نے مشرکین کو دور تک بھاگتے اور مجاہدین کو ان کا تعاقب

کرتے اور مال غنیمت اکٹھا کرتے دیکھا تو ان میں سے بعض نے کہا "اب یہاں تو کچھ بھی نہیں ہے ہم یہاں کیوں کھڑے ہیں؟ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں کو ہزیمت دی ہے او رہمارے بھائی ان کا مال سمیٹ رہے ہیں آؤ ہم بھی چلیں اور اپنے بھائیوں کے ساتھ مل کر مال غنیمت حاصل کریں"

"کیا تمہیں یاد نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے ہمیں یہاں عقب کی طرف سے حملہ روکنے کے لئے متعین فرمایا ہے اور تاکید فرمائی ہے کہ کسی صورت اس جگہ کو نہ چھوڑنا" ایک ساتھی نے جواب دیا۔

"رسول اللہ ﷺ کے فرمان کا یہ مطلب نہیں تھا جو تم سمجھ رہے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے مشرکین کو خوار کر دیا ہے اور شکست دے کر میدان جنگ سے بھگا دیا ہے" مال غنیمت کے لئے مورچہ چھوڑنے کے حامیوں نے کہا۔

تیر اندازوں کے دستہ کے کمانڈر حضرت عبداللہؓ بن جبیر نے انہیں سختی سے منع کیا اور رسول اللہ ﷺ کی ہدایت پر عمل کرنے کا مشورہ دیا مگر ان میں سے اکثر نے ان کا حکم نہ مانا اور مورچہ چھوڑ کر مشرکین کے کیمپ کی طرف بھاگ گئے۔

حضرت عبداللہ کے ساتھ صرف دس تیر انداز پہاڑی پر رہ گئے۔

اب میدان جنگ کی صورت یہ تھی کہ مشرکین ہر طرف بھاگتے پھر رہے تھا کچھ اپنا رخت سفر باندھ رہے تھے مسلمان فتح کے جوش میں تھے اور "بے قابو ہوئے جا رہے تھے"(15) اور مشرکین کاتعاقب کررہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ و سلم ذرا بلندی پر اپنے کمان روم سے جنگ کی بدلتی ہوئی صورت دیکھ رہے تھے مگر آپؐ کے پاس پیغام رسانی کا کوئی ایسا نظام نہیں تھا کہ فوری طور پر سب مجاہدین تک ہدایات پہنچائی جاسکیں جو کئی مربع میل میں پھیلے ہوئے تھے اور آپؐ سے اور کنٹرول روم سے بہت دور چلے گئے تھے مگر اسلامی لشکر کے علمبردار حضرت مصعبؓ بن عمیر اب بھی آپ ﷺ کے پاس موجود تھے۔

حکم عدولی کا انجام

خالد بن ولید کے جوابی حملہ کا حال اس کے ساتھی سوار ضرار بن الخطاب اس طرح بیان کرتے ہیں "ہمارا اور ان (مسلمانوں) کا مقابلہ ہوا واللہ ہم ان کے سامنے نہ ٹھہر سکے یہاں تک کے شکست کھا کر پسپاہ ہوئے اور گریزاں و گرداں ہوئے اس وقت میں نے اپنے دل میں کہا کہ یہ جنگ تو جنگ بدر سے بھی زیادہ سخت ہے میں نے خالد بن ولید سے کہا کہ بڑھ کر حملہ کرو تو اس

نے کہا دیکھو کس طرف سے حملہ کیا جاسکتا ہے۔" میں نے جائزہ لیا تو جس پہاڑی پر تیر انداز تھے وہ خالی تھی میں نے کہا "اے ابوسلیمان اپنے پیچھے دیکھ" پس خالد بن ولید نے اپنے گھوڑے کی باگ پھیر دی ہم بھی اس کے ساتھ اسی طرف ہولئے وہاں پہنچے تو زیادہ قوت مدافعت نہ پائی وہاں چند نفر پائے کہ ان کو گرفتار کرلیا اس کے بعد ہم اپنے لشکر میں پہنچے تو دیکھا مسلمان تاراج کررہے ہیں اور لشکر کو لوٹ رہے ہیں تب ہم نے بڑی شدت سے ان پر زور ڈالا وہ ہر طرف بھاگے ہم نے ان کو تلواروں پر دھر لیا ہم اپنے بزرگوں کے قاتل اوس اور خزرج کے سرداروں کو ڈھونڈتے پھر رہے تھے مگر ان میں سے کوئی بھی نہ ملا وہ لوگ بھاگ گئے تھے پھر اتنا ہی وقت گزرا ہوگا جتنا اونٹنی کا دودھ نکالنے میں لگتا ہے کہ انصار آن پڑے اور بڑھ کر ہم میں خلط ملط ہو گئے اور ہم لوگ گھڑ سوار تھے لیکن وہ ہمارے سامنے ثابت قدم رہے اور بڑی بہادری سے لڑے یہاں تک کہ انہوں نے میرے گھوڑے کو زخمی کرکے گرادیا تب میں پیدل ہوگیا میں نے ان میں سے دس کو قتل کیا"

(16)

جب خالد بن ولید نے مڑ کر جبل عینین پر حملہ کیا تو حضرت عبداللہؓ بن جبیر نے اپنے ساتھیوں کو پھیلا کر مورچہ بندی کی اور حملہ آوروں سے لڑنے لگے جب تیر ختم ہوگئے تو حضرت عبداللہ بن جبیر نیزے سے لڑنے لگے نیزہ ٹوٹ گیا تو انہوں نے اپنی تلوار کا میان توڑ کر پھینک دیا اور تلوار سے قتال کرتے ہوئے شہید ہو گئے حضرت جعالؓ بن سراقہ اور حضرت ابو بردہؓ بھی جبل عینین پر متعین تیر اندازوں میں شامل تھے۔ لیکن مجاہدین کو مال غنیمت سمیٹتے دیکھ کر دونوں ان میں جا شامل ہوئے تھے جب اپنے ساتھیوں کو خالد بن ولید کے دستہ سے لڑتے دیکھا تو بھاگ کر ان کی مدد کو پہنچے اور عبداللہؓ بن جبیر کی شہادت کے بعد وہاں سے ہٹ کر منتشر لڑنے والوں میں شامل ہو گئے ان کے علاوہ کچھ اور تیر انداز بھی واپس مڑ آئے تھے مگر انہوں نے واپسی میں بہت دیر کر دی تھی۔

خالد بن ولید کے گھڑ سوار دستہ کے ہمراہ عکرمہ بن ابوجہل کا گھوڑ سوار دستہ بھی آ شامل ہوا اور سب نے منتشر مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کر دیا مسلمانوں کو اس طرف سے حملہ کی توقع نہیں تھی ان کا خیال تھا کہ مشرکین بھاگ گئے ہیں جس طرح میدان بدر سے بھاگنے کے بعد انہوں نے پیچھے مڑ کر دیکھنے کی ضرورت محسوس نہیں کی تھی۔ احد سے بھاگنے کے بعد بھی وہ لوٹ کر نہیں آئیں گے لیکن بدر اور احد کے میدان جنگ کی ایک تو میدانی اور تکنیکی (Technical) صورتحال مختلف تھی دوسرے قریش کے گھوڑ سوار دستہ کی کمان اس دفعہ خالد بن ولید جیسے ماہر منصوبہ ساز

کے پاس تھی اگر خالد مڑ کر حملہ نہ کرتا تو شاید عکرمہ کو بھی اس کی جرات نہ ہوتی۔
رسول اللہ ﷺ مسلمانوں پر پیچھے سے حملہ کرنے والے قریش کے گھوڑ سوار دستوں سے بھی پیچھے تھے بلندی پر اپنے کنٹرول روم میں آپؐ کے ساتھ آپؐ کے حفاظتی دستہ کے چند افراد ہی تھے۔ قریش کے گھوڑ سوار تیزی سے آئے اور اپنے کیمپ کی طرف نکل گئے قریش کے پیدل لشکریوں میں سے سب نے فوراً" پلٹ کر لڑائی میں حصہ نہیں لیا ان میں سے بہت سے بھاگ گئے تھے کچھ احد کی گھاٹیوں میں جا چھپے تھے اس کے بعد لڑائی کی جتنی تفاصیل ملتی ہیں ان میں زیادہ تر قریش کے گھوڑ سواروں کے حملوں اور مسلمانوں کے ان سے مقابلوں کا ہی ذکر ملتا ہے مشرکین کے پیدل لشکریوں سے مقابلوں کا ذکر کم ہے لڑائی کا میدان اب کئی میل تک پھیل گیا تھا رسولؐ اللہ کے کمان اور کنٹرول روم کے مقام سے قریش کی لشکر گاہ تک اور جبل عینین سے نواح مدینہ تک چند سو مسلمان کئی مربع میل میں بکھرے ہوئے تھے ٹولیوں کی صورت میں بکھر گئے تھے۔
اب وادی قناۃ کی خشک گزر گاہ بھی میدان جنگ کا حصہ بن گئی تھی مشرکین کے گھوڑے اس کی خشک ریت پر بھی بھاگ دوڑ رہے تھے اور مغرب سے مشرق کی طرف تیز ہوا چلنے لگی تھی۔ روایات میں اسے آندھی بھی کہا گیا ہے تیز ہوا کی وجہ سے ریتلے میدان میں جنگ سے اٹھنے والا گرد و غبار فضا میں شامل ہو گیا تھا جس سے لڑنے والے ایک دوسرے کو پہچان نہیں سکتے تھے اور مسلمان اپنے ہی ساتھیوں سے لڑنے لگے تھے حضرت ابوبردہؓ نے "یہ ضرب ایک انصاری کے فرزند کی طرف سے ہے" کہہ کر حضرت اسیدؓ بن حضیر کو دو زخم لگائے۔ حضرت ابو زعنہؓ نے حضرت ابو بردہؓ کو زخمی کر دیا۔ حضرت جبارؓ بن صخر نے حضرت حبابؓ بن المنذر کو شدید زخمی کر دیا کسی کو کچھ پتہ نہیں چل رہا تھا کہ وہ کس پر حملہ کر رہا ہے۔ عربوں میں دستور تھا کہ وہ جب کسی پر وار کرتے تھے تو بلند آواز میں اپنا نام بھی پکارتے تھے کہ میں وار کرنے والا کون ہوں ان کی آوازوں سے معلوم ہو جاتا تھا کہ کس نے کس کو زخمی کیا ہے۔
رسول اللہ ﷺ احد کے لئے چلے تو حضرت یمانؓ اور حضرت رفاعہؓ بن قیس کو عورتوں اور بچوں کے ہمراہ پیچھے چھوڑ دیا وہ دونوں بہت بوڑھے تھے مگر انہوں نے لشکر اسلام سے پیچھے رہنا گوارا نہ کیا اور اپنی اپنی تلواریں پکڑ کر احد کی طرف چل دیئے جب وہاں پہنچے تو لڑائی ہو رہی تھی۔ حضرت یمانؓ مسلمانوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے ان کے فرزند حضرت حذیفہؓ بلند آواز سے پکارتے رہے کہ یہ تو میرا والد یمان ہے مگر کسی نے ان کی آواز نہ سنی بعد میں رسول اللہ ﷺ نے حضرت حذیفہؓ کو ان کے باپ کا خون بہا دینے کا حکم دیا تو حضرت حذیفہؓ نے وہ رقم صدقہ کر

دی حضرت رفاعہؓ مشرکوں کے ہاتھوں شہید ہو گئے یہ صورت احوال دیکھ کر حضرت حبابؓ بن المنذر نے بلند آواز سے کہا "اے آل سلمہ لبیک اجل" کے نعرے لگا کر اپنی گردنیں پیش کرو یہ نعرہ جنگ انہوں نے مسلمانوں کی پہچان کے لئے تجویز کیا تھا لیکن جب دیکھا کہ کوئی کسی کو پہچان نہیں رہا تو مجاہدین "امت! امت" کے نعرے بلند کرنے لگے جس سے مجاہدین اپنے ساتھیوں کو پہچاننے لگے اور اپنے ساتھیوں کو زخمی کرنے اور ان کے ہاتھوں زخمی ہونے کا سلسلہ رک گیا۔

مشرکین بھاگتے وقت اپنا قومی جھنڈا بھی پیچھے چھوڑ گئے تھے وہ واپس لوٹے تو احد کی گھاٹیوں میں چھپی خواتین بھی واپس آگئیں عمرہ بنت الحارث بن علقمہ نے قریش کا جھنڈا اٹھا کر بلند کر دیا اپنا جھنڈا پھر سے بلند دیکھ کر ادھر ادھر بکھرے ہوئے مشرک جمع ہو گئے اور بڑے جوش و جذبہ سے لڑنے لگے اور "اے آل ہبل واپس آؤ" کے نعرے لگانے لگے۔

رسول اللہ ﷺ کی استقامت

رسول اللہ ﷺ اسی جگہ قائم رہے جہاں سے لڑائی کی نگرانی کرتے تھے آپؐ کے حفاظتی دستے کے افراد آپؐ کے پاس تھے آپؐ ادھر ادھر بھاگنے والے صحابہ کرام کو جمع کرنے کے لئے "ادھر آؤ میں اللہ کا رسول یہاں ہوں" کہہ کر پکارتے تھے مگر لڑائی کے شور اور آندھی کے گرد و غبار میں آپؐ کی آواز ان تک نہیں پہنچتی تھی ایسا بھی ہوا کہ صحابہ کرام آپؐ کے پاس سے ہو کر نکل گئے مگر آپؐ کو پہچان نہ سکے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے سر پر آہنی خود پہنا ہوا تھا جس کی جھالر حضورؐ کی گردن کو نیچے تک ڈھانپے ہوئے تھی اس میں سے صرف دیکھنے کے لئے سوراخ تھے آپؐ نے زرہ بکتر بھی لگا رکھی تھی۔ اس لئے بھی صحابہ آپؐ کو پہچان نہیں سکتے تھے کیونکہ اکثر لڑنے والوں نے بھی اسی قسم کے آہنی خود اور زرہ بکتر پہن رکھے تھے۔

حضرت مصعبؓ بن عمیر آپؐ کے پاس پہنچ گئے تھے۔ لشکر اسلام کا علم دیکھ کر صحابہ کرام وہاں جمع ہونے لگے مشرکین نے رسول اللہ ﷺ پر یلغار کر دی مشرکین کا ایک گروہ آتا صحابہ کرام ان سے لڑتے ہوئے انہیں دور بھگا دیتے تو دوسرا گروہ حملہ آور ہو جاتا مشرکین کے شدید حملوں کے درمیان بھی رسول اللہ ﷺ کے پائے ثبات اور عزم و استقلال میں ذرا برابر تزلزل نہ آیا رسول اللہ ﷺ پیغمبرانہ شجاعت سے حملہ آوروں کا مقابلہ کرتے رہے حضرت مقدادؓ سے روایت ہے۔

"اس ذات پاک کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ بھیجا ہے میں نے حضور ﷺ کو ایک بالشت اپنی جگہ سے ہٹتے ہوئے نہیں دیکھا بلکہ وہ اسی طرح دشمنوں کے سامنے قائم رہے صحابہ

کرام کی کوئی جماعت رسول اللہ ﷺ کے پاس جمع ہو جاتی تھی اور کبھی متفرق ہوجاتی تھی مگر میں جب بھی دیکھتا تو رسول اللہ ﷺ کبھی اپنی کمان سے تیر چلا رہے ہوتے تھے اور کبھی مشرکین کو پتھر مار رہے ہوتے تھے یہاں تک کے مشرکین کے حملے رک گئے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اس چھوٹی سی جماعت کے درمیان بدستور ثابت اور قائم رہے۔"

پروانے شمع رسالت کے

واقدی نے حضرت عتبہ بن جبیرؓ کے حوالے سے روایت کیا ہے "اس روز رسول خدا ﷺ کے حضور میں تیس آدمی ثابت قدم رہے وہ سب رسول اللہ ﷺ سے عرض کرتے تھے "سر ہمارا آپؐ کے سر پر اور جان ہماری آپؐ کی جان پر نثار ہے' آپؐ پر ہمارا ایمان ایسا نہیں کہ حالات کے ساتھ متزلزل ہو جائے" جب رسول اللہ ﷺ پر مشرکین ٹوٹ پڑے اور ان کا حملہ بہت شدت اختیار کرگیا تو حضرت مصعبؓ بن عمیراور حضرت ابو دجانہؓ آپؐ کے قریب سے دشمنوں کو دور کرتے ہوئے بہت زخمی ہو گئے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "کون ہے جو اپنی جان بیچتا ہے"

انصار میں سے پانچ صحابہ جن میں حضرت عمارۃؓ بن زیاد بن السکن بھی شامل تھے اچھل کر مشرکین پر جھپٹے اور قتال کرنے لگے وہ بڑی ثابت قدمی سے لڑ رہے تھے مسلمانوں کی ایک اور جماعت پلٹ کر ان کے ساتھ شامل ہوگئی تھی انہوں نے مشرکین کو مار بھگایا حضرت عمارۃؓ لڑائی میں شدید زخمی ہوگئے تھے رسول اللہ ﷺ نے انہیں قریب بلایا اوراپنے قدم مبارک کا تکیہ بنا کر ان کا سراس کے اوپر رکھ دیا انہیں چودہ زخم لگے تھے جن سے وہ شہید ہو گئے۔

مشرکین تیر برسانے لگے وہ مسلمانوں کو آپؐ کے پاس سے منتشر کرنا چاہتے تھے رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص سے فرمایا "میرے ماں باپ تم پر قربان تیر مارو" حبان بن العرقہ کا ایک تیر حضرت ام ایمنؓ کے دامن کو چیرتا ہوا نکل گیا تو حبان نے مذاق کے انداز میں قہقہہ لگایا رسول اللہ ﷺ پر یہ امر بہت شاق گزرا آپؐ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو ایک تیر دیا اور فرمایا یہ تیر مارو حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے تیر مارا تو وہ حبان کی ہنسلی کے حلقہ میں جا کر لگا وہ گھوم کر گرا تو رسول ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا "سعدؓ نے ام ایمنؓ کا خوب بدلہ لیا اللہ تعالیٰ نے اس کی دعا قبول فرمائی اور اس کا تیر نشانے پر لگا"

حبان بن العرقہ اور مالک بن زہیر پتھروں کے پیچھے سے چھپ کر تیر چلاتے رہے تھے حضرت سعد بن ابی وقاص نے مالک بن زہیر کے سر کا نشانہ لے کر تیر مارا جو اس کی آنکھ میں لگا اور گدی

سے دوسری طرف نکل گیا اس روز رسول اللہ ﷺ نے اتنے تیر چلائے کہ آپؐ کی کمان کے پرخچے اڑ گئے۔ وہ کمان حضرت قتادہؓ بن نعمان نے حضور سے مانگ لی تھی اور ہمیشہ ان کے پاس رہی"(17)

حضرت قتادہؓ بن نعمان کی آنکھ میں تیر لگا تو آنکھ کا ڈیلا رخسار پر لٹک گیا رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس کی آنکھ کا ڈیلہ حلقہ میں رکھ دیا تو آنکھ جیسی تھی ویسی ہی ہو گئی۔

مشرکین کے تیر اندازوں کا نشانہ رسول اللہ ﷺ کی ذات مبارک تھی صحابہ کرام آپؐ کے سامنے ڈھال بنے ہوئے تھے ان میں حضرت ابو طلحہؓ انصاری بھی تھے وہ آپؐ کے سامنے کھڑے ہو کر مشرکین پر تیر چلا رہے تھے جب رسول اللہ ﷺ کی کمان ٹوٹ گئی تو حضرت ابو طلحہؓ نے اپنے ترکش کے سارے تیر نکال کر رسول اللہ ﷺ کے سامنے بکھیر دیئے اور بلند آواز سے کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہی تیر بچے ہیں" وہ ایک ایک تیر اٹھاتے اور چلا کر بلند آواز سے دشمنوں کو للکارتے تھے رسول اللہ ﷺ کھڑے دیکھتے رہتے کہ تیر کس نشانے پر لگتا ہے جب تیر ختم ہو گئے تو حضرت ابو طلحہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ ﷺ اب آپؐ اس جگہ سے ہٹ جائیں ایسا نہ ہو کہ کوئی تیر آپؐ کو لگ جائے وہ تیر چلاتے ہوئے ڈھال بنے کھڑے تھے اور یہ شعر پڑھ رہے تھے۔

- "میری جان آپؐ پر فدا ہونے کے لئے ہے
میرا چہرہ آپؐ کے چہرے کی سپر ہے"

حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ نے سولہ سال کی عمر میں اسلام قبول کیا تھا رسول اللہ ﷺ پر پہلی وحی کے نزول کے چند ہی روز بعد وہ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لے آئے تھے۔ وہ مکہ کے ابتدائی مسلمانوں میں سے تھے اب ان کی عمر تیس/اکتیس سال ہوگی جب ابو طلحہؓ انصاری رسول اللہ ﷺ کے سامنے کھڑے تیر چلا رہے تھے تو حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ تلوار چلا رہے تھے۔ جدھر سے بھی کوئی مشرک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنا چاہتا طلحہؓ بن عبیداللہ اس کے سامنے ہوتے تھے وہ چاروں طرف سے مشرکین کے حملے روک رہے تھے حضرت ابو بکرؓ صدیق کہا کرتے تھے کہ احد کی جنگ تو طلحہؓ کی جنگ تھی۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے فرمایا "روز احد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جانثاری میں طلحہؓ ہم سب سے آگے رہا وہ ہمہ وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رہا ہم سب لڑتے ہوئے کبھی دور چلے جاتے کبھی پھر رسول اللہ ﷺ کے پاس واپس آجاتے تھے مگر طلحہؓ ایک لمحے

کے لئے بھی رسول اللہ ﷺ سے الگ نہیں ہوئے تھے۔ وہ رسول اللہ ﷺ کے آگے پیچھے دائیں بائیں چاروں طرف بھاگتے پھرتے تھے اور دشمنوں کو روکنے کے لئے سینہ سپر ہو گئے تھے۔"

مالک بن زہیر نے رسول اللہ ﷺ کے چہرے کا نشانہ لے کر تیر چلایا تو حضرت طلحہؓ نے جلدی سے اپنا ہاتھ تیر کے سامنے کردیا تیر ان کی انگلی کو چیرتا ہوا نکل گیا بنی عامر بن لوی کا ایک آہن پوش سوار نیزہ لہراتا اور "میں ابو ذات الوداع ہوں کہاں ہیں محمد" (ﷺ) چلاتا ہوا حملہ آور ہوا۔

حضرت طلحہؓ نے آگے بڑھ کر اس پر وار کیا تو اس کا گھوڑا گر گیا حضرت طلحہؓ نے اس کا نیزہ چھین کر اس زور سے اس کی آنکھ میں چبھو دیا کہ مشرک وہیں ختم ہو گیا ضرار بن الخطاب ضمری نے تیزی سے حضرت طلحہؓ کے سر پر تلوار مار کر آپ کو شدید زخمی کردیا وہ پیچھے ہٹے تو اس نے دوسرا وار کر کے ایک اور زخم لگا دیا اس روز حضرت طلحہؓ کو انتالیس زخم لگے تھے

اس کے باوجود وہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے دیوار بنے رہے۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق فرماتے ہیں احد کے دن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اپنے ابن عم کی عیادت کرو" میں نے دیکھا کہ طلحہؓ بن عبید اللہ کا بہت زیادہ خون بہہ گیا تھا اور وہ بے ہوش تھا میں نے ان کے چہرے پر پانی چھڑکا ہوش آیا تو انہوں نے جو پہلی بات کی وہ تھی "رسول اللہ ﷺ کیسے ہیں اور کیا کر رہے ہیں" میں نے جواب دیا "بخیریت ہیں اور انہوں نے ہی مجھے بھیجا ہے"

حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے کہا "الحمد للہ ہر مصیبت کے بعد آسانی ہوتی ہے"

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اگر کوئی ایسے شخص کو دیکھنا چاہے جو زندہ ہے حالانکہ اہل جنت میں سے ہے (زندہ شہید ہے) تو وہ طلحہؓ کو دیکھے"

خالد بن الاعلم عقیلی مشرکین کی ایک جماعت کے ساتھ چلاتا ہوا آگے آ رہا تھا "اے گروہ قریش محمد (ﷺ) کو قتل نہ کرو بلکہ اسے اسیر کرلو تاکہ ہم اسے ایک ایک زخم لگا کر ماریں اور اس سے بدلہ لیں"

قزمان نے آگے بڑھ کر خالد پر وار کیا اور کندھے سے سینے تک چیر دیا۔

ولید بن العاص بن ہشام نے قزمان پر وار کرنا چاہا ولید سر سے پاؤں تک آہن پوش تھا صرف خود کے سوراخوں میں سے اس کی آنکھیں نظر آتی تھیں قزمان نے اس کا وار بچا کر ایسی مہارت سے ضرب لگائی کہ وہ وہیں ڈھیر ہو گیا۔

بنی کنانہ سے ایک مشرک "میں ابن عویمر ہوں" کے نعرے لگاتا ہوا آرہا تھا حضرت سعدؓ مولیٰ

حاطب اس کی طرف لپکے آہن پوش ابن عویمر نے حضرت سعدؓ کو شہید کر دیا۔
حضرت رشیدؓ الفارسی نے "یہ ضرب لو میں فارسی غلام ہوں" کہہ کر عویمر پر حملہ کیا اور اس زور سے تلوار ماری کہ ابن عویمر کی زرہ کو کاٹتی ہوئی کندھے کو چیر کر نکل گئی۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "یہ کہو مجھ غلام انصار سے یہ ضرب لو"
ابن عویمر کے بھائی نے دیکھا تو حضرت رشیدؓ کو للکارا "میں ابن عویمر ہوں"
لیکن اس کے وار کرنے سے پہلے ہی حضرت رشیدؓ الفارسی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے "لے یہ ضرب مجھ غلام انصار سے" کہہ کر اس کے سر پر تلوار سے وار کیا۔
ابن عویمر کا خود کٹ گیا اور سر دو لخت ہو گیا۔
رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا "بہت اچھا آفرین اے ابا عبداللہ"
حضرت رشیدؓ الفارسی کا کوئی فرزند نہیں تھا لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عطا کردہ خطاب ہی ان کی کنیت ہو گیا۔
امیہ بن خلف کا بیٹا بدر کے جنگی قیدیوں میں شامل تھا امیہ فدیہ دے کر اپنے بیٹے کی رہائی کے لئے مدینہ آیا تو جاتی دفعہ اس نے رسول اللہ ﷺ سے کہا تھا "میرے پاس ایک گھوڑا ہے میں اس کی بہت اچھی پرورش کرتا ہوں میں اس پر سوار ہو کر آؤں گا اور آپؐ (رسول اللہ ﷺ) کو قتل کروں گا"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا "انشاء اللہ میں تمہیں قتل کروں گا"
امیہ بن خلف گھوڑا دوڑتا ہوا آ رہا تھا "اے محمد (ﷺ) آج تم میرے ہاتھ سے بچ گئے تو میں زندہ نہیں رہوں گا"
صحابہ کرام نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ اجازت دیں ہم اس سے نپٹ لیں"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "نہیں اسے آگے آنے دو"
رسول اللہ ﷺ نے حضرت حارثؓ بن صمہ سے تیز پھل والا چھوٹا نیزہ لیا اور صحابہ کرام کے گھیرے سے نکل کر باہر آ گئے امیہ بن خلف گھوڑے پر سے وار کرنے لگا رسول اللہ ﷺ نے اس کے وار کرنے سے پہلے ہی نشانہ لے کر نیزے کی انی اس کی گردن میں ماری امیہ چکرا کر گھوڑے سے گر گیا اس کے ساتھیوں نے جلدی سے اسے گھیر لیا اور اٹھا کر لے گئے۔
امیہ بن خلف پوری طرح آہن پوش تھا رسول اللہ ﷺ کے نیزہ سے اسے کوئی زخم نہیں آیا تھا

مگر وہ چلا رہا تھا۔
"کیوں چلاتے ہو زخم تو تمہیں لگا نہیں؟" اس کے ساتھیوں نے پوچھا۔
"لات و عزیٰ کی قسم میں نہیں بچوں گا محمد (ﷺ) نے کہا تھا کہ میں تمہیں قتل کردوں گا زخم تو نہیں آیا مگر میں ان کی لگائی ہوئی ضرب سے ہی مر جاؤں گا" وہ مسلسل چلا رہا تھا۔
مشرکین اسے مذاق کرتے تھے مگر وہ ایک ہی بات کہتا تھا "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) نے مجھے مار دیا"
اس ضرب کے بعد وہ لڑائی میں حصہ لینے کے قابل نہ رہا۔
مشرکین کا لشکر واپسی کے سفر میں وادی رابغ پہنچا تو امیہ بن خلف دم توڑ گیا۔
امیہ بن خلف کے ساتھیوں میں عثمان بن عبداللہ بھی تھا رسول اللہ ﷺ نے نیزہ مارا تو امیہ گھوڑے سے گر گیا کچھ مشرک تو اسے بچانے اور اٹھانے لگے عثمان بن عبداللہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر حملہ کرنا چاہا تو اس کے گھوڑے کا پاؤں پھسل گیا اور گھوڑا گر گیا حضرت حارثؓ بن صمہ، عثمان بن عبداللہ کے مقابلے کے لئے آگے بڑھے کچھ دیر دونوں میں مقابلہ ہوتا رہا حضرت حارثؓ کی تلوار کا کوئی بھی وار کارگر نہیں ہو رہا تھا عثمان سر سے پاؤں تک آہن پوش تھا لڑائی میں عثمان کے پاؤں پر بندھا کپڑا اس کی زرہ کے کونے میں الجھ گیا حضرت حارثؓ نے اس کے پاؤں پر تلوار مار کر پاؤں کاٹ دیا عثمان گر گیا حضرت حارثؓ بن صمہ نے اسے قتل کر دیا۔
رسول اللہ صلی اللہ علی وسلم نے فرمایا "تعریف ہے اس خدا کی جس نے اسے ہلاک کیا"
یہ عثمان بن عبداللہ وہی تھا جسے حضرت عبداللہ بن جحش وادی نخلہ سے گرفتار کرکے لائے تھے اور اہلِ مکہ نے فدیہ ادا کرکے اسے رہا کروایا تھا۔ حضرت حارثؓ عثمان بن عبداللہ کے قتل سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ عبید بن حاجز عامری نے ان کے کندھے پر تلوار مار کر انہیں زخمی کر دیا حضرت حارثؓ گر گئے لیکن عبید کے دوسرا وار کرنے سے پہلے ہی حضرت ابو دجانہؓ اس پر جھپٹے تلوار کے مقابلہ کے بعد حضرت ابو دجانہ نے اسے دونوں ہاتھوں سے اوپر اٹھا کر زمین پر دے مارا اور تلوار سے اس کی گردن اڑا دی۔
صحابہ کرام مشرکین کے ایک گروہ کا حملہ پسپا کرتے تو دوسرا گروہ حملہ آور ہو جاتا تھا۔
مشرکین میں سے چار افراد نے قسم اٹھائی اور عہد کیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کو قتل کرکے رہیں گے ان چار میں سے ایک تو حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کا حقیقی بھائی تھا اس کا نام عتبہ تھا عتبہ بن ابی وقاص دوسرے کا نام عبداللہ بن شہاب تھا تیسرا ابن قمیہ تھا اور چوتھا ابی بن خلف تھا

انہوں نے لڑائی شروع ہونے سے پہلے قسمیں اٹھائی تھیں اس لئے مشرکین کے سارے لشکر کو ان کے عہد کا علم تھا یہ چاروں مشرکین کی فوج کے بڑے سردار اور بہادر جنگجو مانے جاتے تھے اور وہ اپنی اپنی قسم پوری کرنے کے لئے بے تاب تھے قریش کو یقین تھا کہ وہ اپنا عہد پورا کرکے رہیں گے۔

اسلامی لشکر کے علمبردار حضرت مصعبؓ بن عمیر بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس پر حملے روکنے والوں میں شامل تھے۔ ابن قمیہ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو تلوار لہراتا اور نعرے لگاتا ہوا آگے بڑھا حضرت مصعبؓ بن عمیر نے اس کا راستہ روک لیا آہن پوش ابن قمیہ گھوڑے پر سوار تھا حضرت مصعبؓ بن عمیر پیدل تھے ابن قمیہ سے لڑتے ہوئے حضرت مصعبؓ بن عمیر کا دایاں بازو کٹ گیا مگر انہوں نے نہ جھنڈا گرنے دیا اور نہ ہی ابن قمیہ کو رسول اللہ ﷺ کی طرف آگے بڑھنے دیا بازو کٹ جانے سے خون بہت زیادہ بہہ رہا تھا مگر وہ بائیں ہاتھ میں جھنڈا پکڑ کر اسے بلند رکھنے کی کوشش کررہے تھے پھر ان کا بایاں بازو زخمی ہوگیا وہ لڑکھڑائے اور گھٹنوں کے بل جھک کر جھنڈا بلند رکھنے کی کوشش کرنے لگے وہ بلند آواز میں پڑھ رہے تھے " اس کے سوا کچھ نہیں کہ محمد اللہ کے رسول ہیں ان سے پہلے بھی اللہ کے رسول آتے رہے ہیں اگر محمدؐ کو موت آجائے یا انہیں قتل کردیا جائے تو اے مسلمانوں کیا تم دین سے پھر جاؤ گے"

بنی عبدالدار میں سے ابو الروم نے بھاگ کر جھنڈا اٹھالیا حضرت مصعبؓ بن عمیر شہادت کے مرتبہ کو پہنچ گئے۔

ابنِ قمیّہ نے اعلان کردیا "میں نے محمد (ﷺ) کو قتل کردیا ہے"

حضرت مصعبؓ بن عمیر کی شکل رسول اللہ ﷺ سے ملتی تھی۔

قریش نے اس کی بات پر یقین کرلیا۔

مسلمان میدان جنگ میں دور دور تک بکھرے ہوئے تھے ایک ایک دو دو اور ٹولیوں کی صورت میں مشرکین کا مقابلہ کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے قتل کا شور بلند ہوا تو بعض مسلمانوں کے حوصلے ٹوٹ گئے۔

شاہوں اور شہنشاہوں کی بڑی فوجیں بھی کماندار کی موت کی خبر پر میدان چھوڑ دیا کرتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نہ دنیاوی معنوں میں شاہ تھے نہ کوئی شہنشاہ تھے وہ اللہ کے رسولؐ تھے دنیاوی شاہوں اور شہنشاہوں کی فوجیں دنیاوی مفادات کے لئے لڑا کرتی ہیں۔ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ کرام اللہ کے دین کی سربلندی کے لئے لڑ رہے تھے۔ اللہ کے دین کی سربلندی کا پرچم رسول اللہ

ﷺ کے پاس تھا۔
پرچم کے بغیر لڑیں کہ نہ لڑیں؟
اب لڑنے کا کیا فائدہ؟
بعض صحابہ کرام نے اپنے آپ سے پوچھا۔
چند صحابہ بد دل ہوئے اور میدان جنگ سے الگ ہو کر بیٹھ گئے۔
چند مدینہ واپس چلے گئے۔
کچھ نے کہا رسول اللہ نہیں رہے تو ہم کس لئے زندہ رہیں؟
رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کے محافظ دستہ کے صحابہ کرام مشرکین سے لڑ رہے تھے۔ آپؐ کی ذات پر مشرکین کا ایک کے بعد دوسرا گروہ حملے کر رہا تھا۔
ان گروہوں میں سے کچھ نے تو ابنِ قُمیّہ کا اعلان سنا نہیں ہوگا جنہوں نے سنا ہوگا وہ آپؐ کے فدائیوں کو ختم کرنے کے لئے حملے کر رہے ہوں گے جنہوں نے ابنِ قُمیّہ کا اعلان سنا وہ اِدھر آئے تو رسول اللہ ﷺ کو دیکھ لیا ہو گا۔
حضرت عباسؓ بن عبادہ نے رسول اللہ ﷺ کی شہادت کا اعلان سنا تو اپنی زرہ اور خود اتار دیئے "تمہیں اب بھی اپنی ذات کی حفاظت کا خیال ہے تو یہ پہن لو" انہوں نے حضرت خارجہؓ بن زید کو اپنا خود اور زرہ دیتے ہوئے کہا۔
"نہیں مجھے بھی تمہاری مانند اب ان چیزوں کی ضرورت نہیں میرا بھی وہی ارادہ ہے جو تمہارا ہے" حضرت خارجہؓ نے جواب دیا۔
"اے مسلمانوں اگر رسول اللہ ﷺ شہید ہو گئے اور ہم زندہ رہے تو اللہ کے حضور کیا جواب دیں گے؟" حضرت عباسؓ بن عبادہ نے کھڑے ہو کر بلند آواز سے کہا اور مشرکین پر ٹوٹ پڑے۔
حضرت خارجہؓ بن زید اور حضرت اوس بن ارقم بھی یہی اعلان کرتے ہوئے ان کے ساتھ ہو گئے۔
حضرت خارجہؓ زخموں سے چور تھے مالک بن دخشم نے دیکھا تو کہا "محمد ﷺ تو قتل ہو گئے؟"
"محمد ﷺ قتل ہو گئے تو خدا تو زندہ ہے جسے کبھی موت نہیں آئے گی محمدؐ تو دین پہنچانے کا کام مکمل کر گئے اب تو اس دین کی خاطر جہاد کر" حضرت خارجہؓ نے جواب دیا۔
ان کے جسم پر تیرہ بہت شدید زخم تھے وہ بھی اپنے باقی دو ساتھیوں حضرت عباسؓ بن عبادہ اور حضرت اوسؓ بن ارقم سے جنت میں جا ملے۔
مشرکین نے ان کے جسد خاکی کو دیکھا تو مثلہ کر دیا۔

حضرت انسؓ بن النضر نے دیکھا کہ چند مسلمان ایک طرف بیٹھے ہیں "تم جنگ سے الگ کیوں ہو گئے" انہوں نے پوچھا۔
"رسول اللہ ﷺ تو شہید ہو گئے" مسلمانوں نے جواب دیا۔
"تم رسول اللہ ﷺ کے بغیر زندہ رہ کر کیا کرو گے؟" اٹھو اور اسی دین پر جانیں قربان کردو جس پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قربان ہو گئے" حضرت انسؓ نے کہا۔
پھر دعا کے لئے ہاتھ اٹھا دیئے "باری تعالیٰ مسلمانوں نے جو کچھ کیا اس کے لئے میں آپ سے معذرت کرتا ہوں اور مشرکین نے جو کچھ کیا اس سے برأت کا اظہار کرتا ہوں"
"ابو عمرو کدھر؟" ایک صحابی نے پوچھا۔
"احد کے پار سے جنت کی خوشبو آ رہی ہے وہ کیسی اچھی خوشبو ہے" حضرت انسؓ نے جواب دیا۔
اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے ان کے جسم پر اسی سے زائد زخم تھے وہ اس قدر زخم زخم تھے کہ پہنچانے نہیں جاتے تھے ان کی بہن نے انگلیوں کی نشانوں سے ان کے جسد خاکی کی پہچان کی۔
حضرت سعدؓ بن ربیع لڑتے ہوئے زخمی ہو گئے تو مالک نے کہا "تجھے معلوم ہے کہ رسول اللہ ﷺ تو شہید ہو گئے ہیں"
"میں گواہی دیتا ہوں کہ محمد ﷺ نے اللہ کا دین اس کے بندوں تک پہنچا دیا ہے اب تو اس دین کے لئے لڑ کہ اللہ تو ہمیشہ زندہ رہنے والا ہے" انہوں نے جواب دیا۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "سعدؓ بن ربیع کی خبر کون لائے گا؟"
آپؐ نے وادی کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا "میں نے اسے وہاں دیکھا ہے"
حضرت محمدؓ بن مسلمہ تلاش میں نکلے۔
حضرت سعدؓ زخموں سے چور تھے حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے آواز دی مگر انہوں نے کچھ جواب نہ دیا۔
"مجھے رسول اللہ ﷺ نے تمہارا پتہ کرنے بھیجا ہے" حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے کہا۔
"رسول اللہ ﷺ سلامت ہیں؟" حضرت سعدؓ بن ربیع نے پوچھا۔
"ہاں سلامت ہیں" حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے کہا "ہمیں بتایا گیا تھا کہ تمہارے زخم بہت مہلک ہیں"
"ہاں نیزہ میرے جسم سے پار نکل گیا ہے تم قوم انصار کو میرا سلام کہنا اور ان سے کہنا تم نے عقبہ کی رات رسول اللہ ﷺ سے جو وعدہ کیا تھا اللہ تعالیٰ سے اس وعدہ کے بارے میں ڈرتے رہنا خدا

کی قسم اگر تمہارے زندہ ہوتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کو کسی نے کوئی تکلیف پہنچائی تو اللہ کے حضور تمہارا کوئی عذر قابل قبول نہ ہوگا" حضرت سعدؓ بن ربیع نے حضرت محمدؓ بن مسلمہ کو اپنی قوم کے لئے پیغام دیا اور خالق حقیقی سے جا ملے۔

حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر بتایا تو آپؐ نے قبلہ کی طرف رُخ کرکے اپنے دونوں ہاتھ دعا کے لئے اٹھا دیئے "اے اللہ سعدؓ بن ربیع کو شرفِ ملاقات بخش کیونکہ تو اس سے راضی ہو گیا"

مسلمانوں کو پریشان اور پشیمان دیکھ کر حضرت ثابتؓ بن وجداحہ بلند آواز میں کہہ رہے تھے "اے گروہ انصار! میری بات سنو، میں ابن وجداحہ ہوں محمد (ﷺ) شہید ہو گئے تو حق تعالیٰ تو زندہ اور باقی ہے جو کبھی نہ مرے گا آگے بڑھو اور اپنے دین کی خاطر مشرکین کے خلاف جہاد کرو حق تعالیٰ تمہیں غلبہ دے گا اور تمہاری مدد کرے گا"

انصار کی ایک جماعت ان کے ساتھ ہوگئی انہوں نے مشرکین پر حملہ کر دیا۔

مشرکین کے سردار خالد بن ولید، عکرمہ بن ابوجہل، عمرو بن عاص اور ضرار بن الخطاب مل کر ان کے مقابلے میں آئے مسلمان چند تھے مشرک سواروں کی تعداد بہت زیادہ تھی وہ لڑتے رہے اور ایک ایک کرکے سارے شہید ہو گئے۔

حضرت قیسؓ میدان جنگ سے نکل کر بنی حارثہ کی بستی تک گئے انصار کی ایک جماعت کو ساتھ لیا اور مشرکین کے ہجوم میں داخل ہوگئے وہ اس جوش اور جذبہ سے لڑے کہ مشرکین کا منہ پھیر دیا حضرت قیسؓ نے کئی مشرکین کو قتل کیا مشرکین کی ایک اور جماعت اپنے ساتھیوں کی مدد کو آگئی حضرت قیسؓ اور ان کے سارے ساتھی لڑتے ہوئے شہید ہوگئے حضرت قیسؓ کے جسم پر تیرہ زخم نیزوں کے تھے۔

جو صحابہؓ رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی خبر سے بددل ہو کر میدان جنگ سے الگ ہو گئے تھے وہ واپس آگئے جو خالد بن ولید اور عکرمہ بن ابوجہل کے گھوڑ سوار دستوں کے اچانک حملوں کی وجہ سے جبل احد کی وادیوں کی طرف پسپا ہو گئے تھے وہ بھی واپس آگئے تھے لیکن وہ سب بکھرے ہوئے تھے ٹولیوں اور گروہوں کی صورت میں گھوڑ سواروں سے لڑ رہے تھے انہوں نے تلواروں اور نیزوں سے مشرکین کے گھوڑے چھلنی کر دیئے تھے وہ زبردست مزاحمت کر رہے تھے۔ مشرکین میں سے جو کوئی پیدل تھے وہ صحابہ کرام کے سامنے آنے سے کتراتے تھے مگر سوار اپنے چھلنی گھوڑوں کو پورے میدان جنگ میں دوڑاتے پھر رہے تھے لڑائی دور دور تک پھیل گئی تھی۔ صحابہ

کرام نے "امت! امت" کے جنگی نعروں سے ایک نیا ولولہ پیدا کر دیا تھا اور مسلمان جہاں بھی تے جم کر لڑ رہے تھے وہ زخمی اور شہید ہو ہو کر گر رہے تھے مگر کوئی ایک بھی اپنے پاؤں کی مٹی نہیں چھوڑ رہا تھا. اس سے مشرکین میں بد دلی پھیلنے لگی تھی.

رسول اللہ ﷺ اسی مقام پر جمے ہوئے تھے جہاں آپؐ نے اپنا کمان کا مرکز بنایا تھا. مشرکین کی ٹولیاں اور سوار ایک دوسرے سے بڑھ کر حضورؐ کی ذات اور آپؐ کے ساتھیوں کی جماعت پر حملے کر رہے تھے اور صحابہ کرام پروانوں کی مانند آپ پر جانیں قربان کر رہے تھے مشرکین ایثار اور قربانی کا ایک ایسا منظر دیکھ رہے تھے جیسا انہوں نے کبھی نہ دیکھا تھا نہ سنا تھا رسول اللہ ﷺ کے پاس جو بھی تھا اپنی جان قربان کرنے لئے بے تاب تھا.

عقبہ کی گھاٹی میں مدینہ کے جن پچھتر (75) افراد نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی ان میں دو خواتین بھی تھیں' حضرت اسمٓاء بنت عمرو اور حضرت اُمّ عمارہ نسیبہؓ بنت کعب. حضرت اُمّ عمارہؓ کے خاوند حضرت زیدؓ بن عاصم اور دو بیٹوں حضرت حبیبؓ اور حضرت عبداللہؓ نے بھی اسی رات عقبہ میں رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی تھی جنگ احد کے روز ام عمارہؓ کا شوہر اور دو بیٹے اسلامی لشکر میں شامل تھے. جنگ ابھی شروع نہیں ہوئی تھی کہ اُمّ عمارہؓ خود بھی پہنچ گئی انہوں نے پانی سے بھری مشک اٹھا رکھی تھی زخموں پر باندھنے کے لئے پٹیاں تیار کر کے اپنے سر کے گرد لپیٹ لی تھیں. جب مشرکین نے پلٹ کر حملہ کیا. ام عمارہؓ رسول اللہ ﷺ کی حفاظت کرنے والوں میں شامل ہو گئی اس کا شوہر اور بیٹے بھی وہیں جمع ہو گئے اور حضرت ام عمارہؓ بھی تلوار لے کر رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنے والوں سے لڑنے لگی. انہوں نے کپڑے سے اپنی کمر باندھ رکھی تھی اور بڑھ بڑھ کر تلوار چلا رہی تھیں.

مشرکین میں سے ایک گھوڑ سوار آگے بڑھا حضرت اُمّ عمارہؓ نے اس کا راستہ روکا گھوڑ سوار نے تلوار سے وار کیا. حضرت ام عمارہ نے ڈھال پر وار بچا کر ایسا وار کیا کہ گھوڑا گر گیا.

رسول اللہ ﷺ دیکھ رہے تھے "اے پسر ام عمارہ جلد اپنی ماں کی مدد کو جا" آپؐ نے فرمایا.

اس کا بیٹا جلدی سے آگے بڑھا.

حضرت اُمّ عمارہ نے بیٹے کی مدد سے تلوار کا وار کر کے مشرک سوار کو حوالۂ مرگ کر دیا.

حضرت اُمّ عمارہؓ کا بیٹا عبداللہؓ ایک مشرک سے لڑ رہا تھا. مشرک کے وار سے اس کا کندھا زخمی ہو گیا مسلمان اس کی مدد کو آگے بڑھے مشرک پیچھے ہٹ گیا.

رسول اللہ ﷺ کے حکم پر اُمّ عمارہؓ نے اپنے بیٹے کے زخم پر پٹی باندھی اور کہا "بیٹا جلدی

جلدی ! آگے بڑھ اور مشرکوں پر وار کر"
رسول اللہ ﷺ نے اس کا جذبہ ایمانی دیکھ کر فرمایا "کون ہے جو تجھ جیسا ہے؟"
ایک مشرک کو دیکھ کر رسول اللہ ﷺ نے اشارہ کیا "وہ رہا تیرے بیٹے کو زخمی کرنے والا"
حضرت ام عمارہ نے آگے بڑھ کر مشرک کی ران پر تلوار ماری وہ زخمی ہو کر گر گیا۔
رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا "اے ام عمارہؓ تو نے بدلہ لے لیا"
ان کا بیٹا ماں کی مدد کے لئے بڑھا اور دونوں نے مشرک کو جہنم رسید کر دیا۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "سب تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جس نے تجھے کامیابی عطاء کی تیری آنکھوں کو ٹھنڈا کیا اور تجھے بدلہ لینے میں کامیابی دی"

جب ابن قمیہ رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنے کو آگے بڑھا تھا تو حضرت مصعبؓ بن عمیر اور حضرت اُمِ عمارہؓ نے اس کا راستہ روکا۔ ابن قمیہ نے تلوار مار کر حضرت اُمِ عمارہؓ کو زخمی کر دیا زخمی ہونے کے باوجود حضرت ام عمارہؓ نے تلوار سے اس پر کئی وار کئے تھے ابن قمیہ نے اوپر نیچے دو زرہیں پہن رکھی تھیں۔ حضرت ام عمارہؓ کا کوئی وار کارگر نہ ہوا۔
اس کا بیٹا ایک سوار کو پتھر مار رہا تھا ایک پتھر گھوڑے کی آنکھ پر لگا مشرک گر گیا وہ گرے پڑے مشرک کو پتھر مارنے میں مصروف تھا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اپنی والدہ کی خبر لے اس کے زخم پر پٹی باندھ اللہ تعالیٰ تم لوگوں پر اور تمہارے خاندان پر اپنی برکتیں نازل فرمائے"
حضرت ام عمارہؓ نے عرض کیا "یار رسول اللہ ﷺ آپؐ ہمارے ئے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ ہمیں جنت میں آپؐ کی رفاقت عطا فرمائے"
رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی "اے پروردگار ان لوگوں کو جنت میں میرا رفیق کر"
حضرت ام عمارہؓ نے کہا "اب مجھے دنیا کے اس دکھ کی کوئی پرواہ نہیں"
حضرت ام عمارہؓ کو اس روز تیرہ زخم آئے۔

حضرت عمرؓ کے دور خلافت میں کہیں سے کچھ بہت قیمتی چادریں آئیں حضرت عمرؓ وہ چادریں تقسیم کر رہے تھے ان میں ایک چادر بہت ہی اعلیٰ تھی آپ کی محفل میں موجود صحابہ نے کہا "امیر المومنین یہ چادر اپنے بیٹے عبداللہ کی بیوی صفیہ بنت ابی عبید کو بھجوا دیں' ان کا نکاح ہو چکا ہے' عروسی پر اس کے لئے باعث زینت ہوگی"
"میں یہ چادر ام عمارہؓ بنت کعب کو بھیجوں گا جو صفیہ کی نسبت اس کی بہت زیادہ حقدار ہے کیونکہ احد کے روز میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا تھا کہ "جب بھی میں نے اپنے دائیں بائیں مڑ

کر دیکھا ام عمارہ کو اپنے قریب لڑتے ہوئے پایا"(18)

جبل مزینہ سے دو چرواہے مدینہ آئے وہبؓ بن قابوس مزنی اور اس کا بھتیجا حارثؓ بن عقبہ بن قابوس مزنی وہ اپنا بھیڑوں کا ریوڑ بھی ساتھ ہی لائے تھے مدینہ پہنچے تو گلیاں اور بازار سونے ملے کہیں کوئی مرد دکھائی نہ دیا شہر میں عورتیں اور بچے ہی تھے۔

"شہر کے مرد کیا ہوئے؟" انہوں نے پوچھا۔

"رسول اللہ ﷺ مشرکین مکہ سے جنگ کرنے گئے ہیں"

انہوں نے بھیڑیں وہیں چھوڑ دیں۔

جبل احد کے میدان میں پہنچے تو جنگ زوروں پر تھی وہ بھی اہل ایمان سے مل کر مشرکین کے خلاف لڑنے لگے مشرکین کو شکست ہوئی تو وہ دونوں بھی مال غنیمت سمیٹنے والوں میں شامل ہو گئے مشرکین نے پلٹ کر حملہ کیا تو وہ چاچا بھتیجا لڑتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے حضور پیش ہو گئے۔

مشرکین کی ایک جماعت نے رسول اللہ ﷺ پر حملہ کیا تو آپؐ نے فرمایا "تم میں سے کون انہیں روکنے والا ہے؟"

"میں یا رسول اللہ ﷺ" حضرت وہبؓ بن قابوس نے عرض کیا

پھر انہوں نے مشرکین پر اتنے تیر برسائے کہ وہ پسپا ہو گئے

تھوڑی دیر بعد مشرکین کا ایک اور گروہ آگیا "اس گروہ کے لئے کون ہے؟" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"یا رسول اللہ ﷺ میں حاضر ہوں" حضرت وہبؓ نے عرض کیا۔

وہب نے اس بار بھی مشرکین کو پسپائی پر مجبور کر دیا۔

مشرکین نے تیسری بار حملہ کیا تو رسول اللہ ﷺ نے پوچھا "اس گروہ کے لئے کون کھڑا ہو گا؟"

"یا رسول اللہ ﷺ میں موجود ہوں" حضرت وہبؓ نے پھر عرض کیا۔

"اٹھ کھڑا ہو تجھے جنت مبارک ہو" رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا۔

"واللہ! میں کسی کو چین سے نہیں رہنے دوں گا اور نہ خود آرام سے بیٹھوں گا" حضرت وہبؓ نے کھڑے ہو کر کہا۔

پھر وہ مشرکین میں گھس گئے اور تلوار چلاتے ہوئے دور تک چلے گئے۔

رسول اللہ ﷺ اسے لڑتے ہوئے دیکھ رہے تھے اور دعا فرما رہے تھے "یا اللہ اس پر رحم فرما" وہ لڑتے ہوئے دور تک جاتے اور پھر واپس لوٹ آتے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ

کے پاس موجود مسلمان انہیں لڑتے ہوئے دیکھتے رہے
پھر مشرکین نے انہیں گھیرے میں لے لیا وہ سب تلواروں اور نیزوں سے وار کر رہے تھے اور حضرت وہبؓ اکیلے سب کا مقابلہ کررہے تھے اسی طرح لڑتے ہوئے وہ شہید ہو گئے۔
انہیں بیس مہلک زخم آئے تھے۔
چچا شہید ہوگیا تو بھتیجا تلوار لے کر مشرکین میں جا گھسا اور بڑی بہادری سے لڑتا ہوا وہ بھی شہید ہو گیا۔

حضرت عمرؓ فرمایا کرتے تھے "سب سے اچھی موت وہ ہے جس پر مزنی مرے' میری خواہش ہے کہ مجھے بھی ان جیسی موت نصیب ہو"
جنگ میں بہت سخت مرحلہ در پیش تھا صحابہ کرام قریش کے گھوڑ سواروں کا سخت مقابلہ کر رہے تھے جب انہیں رسول اللہ ﷺ نظر آئے تو خوشی سے ان کی حالت ایسی ہوگئی جیسے کچھ ہوا ہی نہ ہو وہ اپنے دکھ اور تکالیف سب کچھ بھول گئے(19) اور نئے جوش جذبہ سے لڑنے لگے آٹھ صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کے دست مبارک پر بیعت کی "ہم مرجائیں گے لیکن کبھی کو آپؐ کے قریب نہیں آنے دیں گے' ان صحابہ کرام میں تین مہاجر تھے حضرت علیؓ، حضرت زبیرؓ اور حضرت طلحہؓ انصار میں سے حضرت ابو دجانہؓ حضرت حارثؓ بن صمہ' حضرت حبابؓ ابن منذر' حضرت عامرؓ بن ثابت اور حضرت سہیلؓ بن حنیف نے اس روز موت کی بیعت کی تھی۔
اللہ تعالیٰ نے ان سب کو محفوظ رکھا۔

حضرت شماسؓ جب تک زندہ رہے رسول اللہ ﷺ کے سامنے سینہ سپر رہے۔ رسول اللہ ﷺ دائیں گھوم کر مشرکین پر تیر چلاتے تو شماسؓ ادھر تلوار سے لڑرہے ہوتے آپؐ بائیں گھوم کر تیر چلاتے تو حضرت شماسؓ کو تلوار سے دشمنوں کی یلغار کو روکتے ہوئے دیکھتے آپؐ نے فرمایا "میں نے شماسؓ بن عثمان سا کسی کو نہ پایا وہ تو سپر تھے"

حضرت خبابؓ نے اپنے سر پر پہچان کے لئے سبز نشان باندھ رکھا تھا "وہ جس طرف رخ کرتے تھے دشمنوں کو بھیڑوں کی مانند ہانکتے ہوئے لے جاتے تھے ایک بار مشرک مل کر ان پر ٹوٹ پڑے یہاں تک کہ سب نے کہا خبابؓ شہید ہوگئے لیکن انہوں نے سب کو پسپاء کردیا اور تلوار لہراتے ہوئے ایک اور گروہ پر حملہ کردیا وہ گروہ بھی بھاگ گیا تو حضرت خبابؓ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس آ گئے۔(20)
حضرت علیؓ فرماتے ہیں "مشرکین کو ایک طرف سے میں روکتا تھا تو دوسری طرف سے ابو

وجانہؓ دوسرے گروہ کو دور ہانک رہا ہوتا تھا اور کسی اور گروہ کو سعدؓ بن ابی وقاص بھگاتا تھا"
"اور میں نے دیکھا کہ طلحہؓ نے اپنے کو رسول اللہ ﷺ کے سامنے ڈھال بنا دیا ہے وہ مشرکوں کی تلواریوں مین چھپ گیا تھا ہر طرف سے تیر آرہے تھے اور طلحہؓ رسول اللہ ﷺ کے سامنے سپر بنا ہوا تھا"(21)
حضرت عمروؓ بن الجموح کی ایک ٹانگ ناقص تھی وہ لنگڑا کر چلتے تھے احد کے لئے لشکر اسلام تیار ہوا تو حضرت عمروؓ بھی ہتھیار لگانے لگے۔
"اباجی آپ پر جہاد فرض نہیں آپ گھر میں رہیں ہم جاتے ہیں" اس کے بیٹوں نے کہا۔
وہ نہ مانے بیٹوں نے کہا انہیں گھر میں بند کر دیتے ہیں۔
لوگوں نے کہا "تمہارے چار بیٹے جہاد کے لئے لشکر اسلام میں شامل ہو رہے ہیں تمہارے لئے یہی کافی ہے"
"وہ تو جنت کو جائیں اور میں گھر میں پڑا رہوں؟ یہ نہیں ہوسکتا" حضرت عمروؓ نے جواب دیا۔
انہوں نے تلوار اور ڈھال اٹھائی اور یہ دعا پڑھتے ہوئے نکل پڑے "اے پروردگار مجھے اپنے اہل خانہ کے پاس خوار اور شرمسار واپس نہ لانا"
ان کے چاروں بیٹے بھی ہمراہ تھے سارا راستہ وہ باپ سے کہتے رہے کہ آپ گھر پر ہی رہیں مگر وہ نہ مانے۔
رسول اللہ ﷺ کے حضور پہنچے تو حضرت عمروؓ نے اپنے بیٹوں کی شکایت کی "یا رسول اللہ ﷺ میرے بیٹے مجھے شہادت کی سعادت سے محروم رکھنا چاہتے ہیں وہ مجھے آپؐ کے ساتھ جانے سے روکتے ہیں واللہ میری تمنا ہے کہ میں اپنی اسی لنگڑی ٹانگ کے ساتھ جنت میں گھوموں"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے تجھے معذور کر دیا ہے اس لئے تم پر جہاد واجب نہیں"
حضرت عمروؓ لشکر اسلام میں شامل ہونے کے ارادہ پر قائم رہے۔
"اپنے باپ کو مت روکو کیا عجب کہ اللہ تعالیٰ انہیں شہادت نصیب کر دے" رسول اللہ ﷺ نے اس کے بیٹوں سے فرمایا۔
مشرکین کے جوابی حملے کے بعد جو صحابہ کرام سب سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس پہنچے ان میں حضرت عمروؓ بن جموح بھی شامل تھے وہ "اے اللہ میں جنت کا بہت مشتاق ہوں" کی دعا کرتے ہوئے مشرکین کے گروہ میں جاگھسے حضرت ابو طلحہؓ کہتے ہیں کہ میں دیکھ رہا تھا اور ایسے محسوس کر رہا تھا جیسے عمرو کی ٹانگ اور پاؤں میں کوئی نقص ہی نہ ہو۔

ان کے بیٹے خلاد نے دیکھا تو وہ بھی باپ کے پیچھے گیا۔
اور وہ دونوں لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

مشرکین کے سواروں میں سے عبداللہ بن حمید بن زہیر گھوڑا دوڑاتا ہوا آ رہا تھا "میں ابن زہیر ہوں آج میں خود مرجاؤں گا یا محمد (ﷺ) کو قتل کروں گا"

"پہلے اس شخص سے مقابلہ تو کرلے جس نے اپنی جان محمد (ﷺ) پر قربان کرنے کا عہد کیا ہے" حضرت ابو دجانہؓ نے اسے للکارا اور آگے بڑھ کر اس کے گھوڑے کو گرا دیا عبداللہ بن حمید زمین پر آ رہا۔

"لے یہ ایک ضرب ابن حرشہ کی" حضرت ابودجانہؓ نے کہا اور مشرک کو جہنم رسید کر دیا
رسول اللہ ﷺ نے دعا کی "یا اللہ تو ابن حرشہ سے راضی ہو جس طرح میں اس سے راضی ہوں"

میدان جنگ میں ہر طرف لڑائی ہو رہی تھی مشرک سواروں کے گھوڑے دوڑتے پھر رہے تھے تیز ہوا میں گردو غبار کے بادل چھائے ہوئے تھے صحابہ کرام جہاں بھی تھے ڈٹے ہوئے تھے مشرکین کی تعداد بہت زیادہ تھی ان کے ہتھیار بھی اعلیٰ قسم کے تھے سوار اور پیادے دوہری زرہیں پہنے ہوئے تھے سر سے پاؤں تک آہن پوش تھے مسلمان تیر اندازوں کے پاس تیر ختم ہو رہے تھے میدان کھلا اور وسیع تھا اس وجہ سے مشرکین کے دستے آگے پیچھے دائیں بائیں ہر طرف سے حملے کر رہے تھے اس صورت حال سے نپٹنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے اپنا کمان کنٹرول روم جبل احد کی بلندی پر منتقل کرنے کا فیصلہ کیا تاکہ مشرک سوار اور دستے عقب سے حملہ نہ کرسکیں اب تک آپؐ اسی مقام پر تھے جہاں لڑائی شروع ہونے سے پہلے آپؐ نے کمان روم کی جگہ متعین کی تھی مگر اب صورت حال بہت بدل گئی تھی۔

رسول اللہ ﷺ لڑنے والوں کے درمیان سے راستہ بناتے ہوئے جبل کی بلندی کی طرف چلے تاکہ ذرا اونچائی تک پہنچ سکیں اچانک عتبہ بن ابی وقاص اور ابنِ قمیّہ نمودار ہوئے ان دونوں نے رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی قسم کھائی تھی عتبہ نے تلوار سے وار کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وار بچانے کے لئے سامنے کھائی میں کود گئے اسی دوران ابن قمیّہ نے بھی تلوار سے آپؐ کے خود پر ضرب لگائی اور پھر دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف پتھر پھینکنے لگے عتبہ کے پتھر سے رسول اللہ ﷺ کا ہونٹ کٹ گیا اور دائیں طرف کا نیچے کا دانت ٹوٹ گیا۔ ابنِ قمیّہ کے پتھر سے خود کی کڑیاں رخسار مبارک میں پیوست ہو گئیں۔ صحابہ کرامؓ نے تیزی سے مشرکین پر جوابی حملہ کرکے انہیں بھگا دیا حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اپنے بھائی کو قتل کرنے

مشرکین میں گھس گئے حضرت طلحہؓ بن عبید اللہ نے جلدی سے کھائی میں چھلانگ لگا دی کھائی میں کود جانے سے رسول اللہ ﷺ کی رانوں کی جلد پھٹ گئی تھی۔(22) حضرت طلحہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کمر سے پکڑ کر سہارا دیا اور حضرت علیؓ نے کھائی کے باہر سے آپؐ کا دست مبارک پکڑ لیا۔ اس طرح رسول اللہ ﷺ کھائی سے باہر نکل آئے اور سیدھے کھڑے ہو گئے۔ زخموں سے خون بہہ رہا تھااور آپؐ کی ریش مبارک خون سے تر ہو گئی تھی۔ حضرت سالمؓ حضور کے چہرہ مبارک سے خون صاف کرنے لگے۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑے باقی صحابہؓ بھی "چڑیوں کی مانند اڑتے ہوئے" رسول اللہ ﷺ کے گرد جمع ہو گئے۔

حضرت ابو عبیدہؓ بن الجراح بھاگتے ہوئے آئے "خدا کے واسطے مجھے رسول اللہ ﷺ تک جانے دو" انہوں نے حضرت ابوبکرؓ صدیق سے کہا۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق آگے سے ہٹ گئے۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے رسول اللہ ﷺ کے رخسار مبارک میں پیوست ایک کڑی کو اپنے دانتوں سے پکڑ کر آہستہ آہستہ کھینچنا شروع کیا۔

کڑی اتنی گہری پیوست تھی کہ زور لگانے سے حضرت ابوعبیدہؓ کا نیچے کاایک دانت ٹوٹ گیا اور وہ پشت کے بل گر گئے۔

حضرت ابوبکرؓ صدیق سے رسول اللہ ﷺ کی تکلیف برداشت نہ ہوئی انہوں نے حضرت ابوعبیدہؓ کو روکنا چاہا کہ کسی اور طریقے سے دوسری کڑی نکالی جائے تاکہ رسول اللہ ﷺ کو تکلیف نہ ہو۔

حضرت ابو عبیدہؓ نے پھر خدا کا واسطہ دیا "ابوبکرؓ خدا کے واسطے مجھے کڑی نکالنے دیں"

پھر انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے رخسار میں پیوست دوسری کڑی بھی اپنے دانتوں میں پکڑ کر باہر کھینچ لی اس سے ان کا نیچے کا ایک اور دانت ٹوٹ گیا

کڑیوں کے زخموں سے اس طرح خون بہنے لگا "جیسے پھٹی ہوئی مشک سے پانی بہتا ہے"

حضرت ابو مالکؓ بن سنان رسول اللہ ﷺ کے رخساروں سے بہنے والا خون اپنے منہ سے چوس کر صاف کرنے لگے وہ رسول اللہ ﷺ کا خون زمین پر نہیں پھینکتے تھے بلکہ چوس کر نگلتے جا رہے تھے۔

(23) رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اسے تھوک دو"

"خدا کی قسم! میں آپؐ کا خون نہیں تھوکوں گا" حضرت ابو مالکؓ بن سنان نے عرض کیا۔

"جو کوئی کسی جنتی کو دیکھنا چاہے اسے دیکھ لے" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

پھر حضرت ابو مالکؓ بھی لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔
حضرت کعبؓ بن مالک نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو خوشی سے چلائے "خوش ہو جاؤ اے مسلمانوں اللہ کے رسولؐ سلامت ہیں"
رسول اللہ ﷺ نے اپنے لبوں پر انگلی رکھ کر انہیں خاموش رہنے کا اشارہ کیا تاکہ ہر طرف پھیلے مشرکین کو پتہ نہ چل جائے کہ آپؐ کس مقام پر موجود ہیں۔
ایک روایت میں ہے کہ آپؐ نے حضرت کعبؓ بن مالک کو قریب بلا کر اپنی زرہ اسے عنایت فرمادی تھی اور اس کی زرہ خود پہن لی تھی
رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اشارہ کرنے سے پہلے ہی حضرت کعبؓ چلا چلا کر مسلمانوں کو رسول اللہ ﷺ کی سلامتی اور آپ کے مقام کے بارے میں بتا چکے تھے ہر طرف سے مسلمان اس طرف آنے لگے لڑتے ہوئے اور بھاگتے ہوئے۔
مگر اس سے دیگر مشرکین کو بھی آپؐ کے محل وقوع کا علم ہو گیا وہ بھی آپؐ پر تابڑ توڑ حملے کرنے لگے مشرکین کے حملوں اور کوششوں کے باوجود آپؐ بلندی تک پہنچ گئے جہاں مشرک سواروں کے لئے پیچھے سے حملہ کرنا ممکن نہ تھا مسلمان آپؐ کے دائیں بائیں اور سامنے جمع ہو رہے تھے اور ایک بار پھر منظم ہو کر لڑنے لگے تھے رسول اللہ ﷺ مشرکین کی پسپائی تک اسی مقام سے لڑنے والوں کی نگرانی فرماتے رہے (24)
لڑائی صبح طلوع آفتاب کے ساتھ شروع ہوئی تھی اب سورج ڈھل چکا تھا یہ مارچ کے مہینہ کے آخری دن تھے جزیرۃ العرب میں ان دنوں کافی گرمی ہوتی ہے کفار نے پہلے شکست اٹھائی تھی اور پھر پلٹے تھے اس وقت سے اب تک لڑائی ہو رہی تھی مسلمان پھر سے جم کر لڑ رہے تھے مشرکین کو اپنے گھوڑ سوار دستوں کی وجہ سے پیدل لڑنے والے مسلمانوں پر کچھ وقت کے لئے برتری حاصل ہو گئی تھی لیکن اب تک ان کے گھوڑے چھلنی ہو گئے تھے ان کی پیدل فوج تھک چکی تھی اور میدان چھوڑنے لگی تھی۔ ابوسفیان اور خالد بن ولید نے ایک بار پھر مسلمانوں پر عقب سے حملہ کرنے کی کوشش کی وہ احد کی بلندی پر چڑھ گئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا فرمائی "اے اللہ یہ ہم سے اوپر کی طرف نہ آنے پائیں" پھر آپؐ نے حضرت عمر فاروقؓ کو مشرکین کا حملہ پسپا کرنے کا حکم دیا حضرت عمر فاروقؓ مہاجرین کی ایک جماعت کے ساتھ خالد بن ولید اور ابوسفیان کے مقابلے کے لئے آگے بڑھے اور انہیں مار بھگایا۔
اللہ تعالٰی نے اپنے نبیؐ کی دعا قبول فرمالی۔

مشرکین کی طرف سے یہ آخری کوشش تھی اور آخری حملہ۔
مسلمانوں نے اللہ کی مدد سے اس کے نبیؐ کی استقامت اور اپنے جذبہ ایمانی اور جوش جہاد سے ایک بار پھر مشرکین مکہ کو میدان جنگ چھوڑنے پر مجبور کر دیا۔
واقدی نے مشرکین کی پیدل فوج کے کمانداز عمرو بن عاص کی روایت نقل کی ہے "ان سے لوگوں نے پوچھا روز احد مشرکین اور مسلمان ایک دوسرے سے الگ الگ کیسے ہو گئے تھے (جنگ کیوں کر بند کی تھی) اس (عمرو بن عاص) نے پوچھا "اس سے تمہاری مراد کیا ہے؟ہوا اس طرح تھا کہ جب ہم نے ان پر (مسلمانوں پر) غلبہ حاصل کرلیا تو ہم نے ان میں سے جس کو پایا (ہلاک کیا) اور وہ لوگ (مسلمان ہر طرف بکھر گئے بعد ازاں ان کے (مسلمانوں کے) گروہ پھر جمع ہو گئے اور ان کو غلبہ ہوا تب قریش نے آپس میں مشورہ کیا اور کہنے لگے کہ فتح ہمیں ہوئی ہے کاش واپس چلے چلو ابن ابی (عبداللہ بن ابی) ایک تہائی لوگوں کے ساتھ چلا گیا تھا اوس اور خزرج کے کچھ لوگ بھی پیچھے رہ گئے تھے اس لئے اگر مسلمانوں نے اب حملہ کیا تو ہم محفوظ نہیں رہیں گے کیونکہ ہم میں سے اکثر زخمی ہیں اور ہمارے گھوڑے بھی تیروں سے زخمی ہیں چنانچہ وہ سب لوگ (قریش) چلے گئے"(25)
مسلمان بھی ذہنی اور جسمانی طور پر تھکے ہوئے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے دشمن کو بلندی سے پسپاء کر دیا وہ گھاٹی میں محفوظ ہوگئے مگر ایک ملال تھا ایک پریشانی تھی اور ایک دکھ تھا جو کچھ پیش آگیا تھا اس کا صدمہ تھا۔
حزن و ملال' پریشانی' دکھ' صدمہ اور جنگ و جدل کی شدید تھکاوٹ'
اللہ تعالیٰ نے اہل ایمان پر ایک اور کرم کیا۔
ان پر نیند غالب کر دی۔
اہل ایمان اور اہل یقین گھاٹی میں جہاں بھی تھے سوگئے۔
حضرت ابو اسیدؓ الساعدی اس غلبہ کو اس طرح بیان کرتے ہیں "ہم لوگ سوگئے یہاں تک کہ سپرین آپس میں ٹکرانے لگیں اور جب بیدار ہوئے تو ایسے محسوس کر رہے تھے جیسے ہمیں کوئی تکلیف ہی نہ پہنچی تھی"
حضرت طلحہؓ بن عبیداللہ اس غلبہ رحمت کے بیان میں کہتے ہیں "ہم پر نیند نے ایسا غلبہ کیا کہ ہم میں کوئی ایسا نہ تھا کہ شدت نیند میں اس کی تھوڑی اس کے سینے سے نہ جالگی ہو"
حضرت ابو الیسرؓ کہتے ہیں "امن کی وجہ سے ہمیں نیند آنے لگی ہم میں سے کوئی ایسا نہ تھا جو نیند

میں خراٹے نہ لے رہا ہو یہاں تک کہ سیرین آپس میں ٹکرانے لگیں اور میں نے دیکھا کہ بشرؓ بن براء بن معرور کی تلوار اس کے ہاتھ سے گر پڑی مگر اسے پتہ ہی نہ چلا اس کی تلوار کی نوک گر کر ٹوٹ گئی تب اسے پتہ چلا اور اس نے تلوار اٹھائی"

حضرت ابو طلحہؓ کہتے ہیں "اس روز ہم پر نیند نے ایسا غلبہ کیا کہ تلوار میرے ہاتھ سے گر پڑی اور میں اونگھ رہا تھا مگر اہل نفاق اور اہل شک پر کوئی نیند نہ تھی ہر منافق اس روز اپنے دل کی بات زبان پر لاتا تھا اور نیند صرف اہل ایمان اور اہل یقین پر غالب تھی"

نیند کا غلبہ دور ہوا تو سب تر و تازہ تھے ذہنی طور پر بھی اور جسمانی طور پر بھی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

"پھر اس نے اس غم کے بعد تم پر امن نازل فرمایا
اور تم میں سے ایک جماعت کو امن کی نیند آنے لگی
ہاں کچھ وہ لوگ بھی تھے کہ انہیں اپنی جانوں کی پڑی ہوئی تھی.
وہ اللہ کے ساتھ ناحق جہالت بھری بد گمانیاں کر رہے تھے.
اور کہتے تھے کہ ہمیں بھی کسی چیز کا اختیار ہے؟
تو کہہ دے کام تو مکمل طور پر اللہ کے ہاتھ میں ہے.
یہ لوگ تجھے اپنے دلوں کے بھید نہیں بتاتے.
کہتے ہیں کہ ہمیں کچھ بھی اختیار ہوتا تو یہاں قتل نہ کئے جاتے.
تو کہہ دے کہ اگر تم اپنے گھروں میں ہوتے.
پھر بھی جن کی قسمت میں قتل ہونا تھا.
وہ مقتل کی طرف نکل کھڑے ہوتے.
اللہ تعالیٰ کو تمہارے سینوں کی باتوں کا آزمانا.
اور تمہارے دل کے ارادوں کا نکھارنا تھا.
اللہ تعالیٰ دلوں کے بھید سے آگاہ ہے" (154:3)

درگت کا خوف

ابو سفیان اہل اسلام کی ابتدائی فتح کے بعد اپنی بہت بڑی فوج کی حالت دیکھ چکا تھا. اس نے بے پناہ مشکلات کے مرحلے میں مسلمانوں کے جذبہ جہاد اور ایثار قربانی بھی دیکھ لئے تھے اس کی

فوج کے بہت سے لوگ زخمی تھے بیشتر گھوڑے چھلنی ہو چکے تھے لڑنے والے تھک گئے تھے " ست ہوگئے تھے" یعنی ہمت ہار گئے تھے. میدان جنگ میں پانسہ پھر سے مسلمانوں کے حق میں پلٹ گیا تھا اگر جنگ جاری رہی اور اہل اسلام نے مشرکین کا تعاقب شروع کردیا تو کیا ہوگا؟

اتنے زخمیوں کو ساتھ لے کر وہ بھاگے گا کیسے؟ زخمیوں کو پیچھے چھوڑ نہیں سکے گا ساتھ لے جا نہیں سکے گا تو اس کی درگت کیا بنے گی؟ زخمی مارے جائیں گے بھاگنے والے پکڑے جائیں گے اور مدینہ سے مکہ تک کا پسپائی کا سفر بدر سے بھی بڑی رسوائی کا سفر بن جائے گا قریش مکہ کا رہا سہا وقار بھی خاک میں مل جائے گا مکمل شکست سے جزیرہ نمائے عرب کے اندر اور باہر قریش کی رہی سہی سیاسی سماجی اور اقتصادی حیثیت بھی ختم ہو جائے گی بدر کی مکمل شکست کے بعد احد میں ایک اور مکمل شکست کے داغ اور اثرات سے بچنے کے لئے اس نے موقع غنیمت جانا اور سارے پہلوؤں پر غور کرکے اپنے لشکر کی دوسری پسپائی کو فتح کا تصور دینے کا فیصلہ کرکے فوری طور پر میدان جنگ چھوڑ کر کیمپ اٹھا کر واپسی کا اعلان کردیا.

جب قریش کا لشکر بوریا بستر لپیٹ رہا تھا تو ابوسفیان ایک دستہ کے ہمراہ جبل احد کی بلندی تک آیا اور نعرہ لگایا "ہبل کی جے ہو!" پھر بلند آواز میں کہا "آج کہاں ہیں پسر ابی کبشہ (پسر ہاشم) پسر ابو قحافہ اور فرزند خطاب! آج ہم نے بدر کا بدلہ چکا دیا ہے دن بدلتے رہتے ہیں لڑائی کنویں کے بجوروں کی مانند ہے ایک بھرتا ہے تو دوسرا خالی ہو جاتا ہے اور حنظلہؓ کو قتل کرکے میں نے اپنے بیٹے حنظلہؓ کا بدلہ لے لیا ہے جے ہو ہُبل کی!"

"یا رسول اللہ ﷺ میں اس کو جواب دوں" حضرت عمرؓ فاروق نے عرض کیا.

"ہاں دو اس کے نعرے کا جواب" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا.

"اللہ سب سے بلند اور سب سے عظمت والا ہے" حضرت عمرؓ فاروق نے جواب میں نعرہ بلند کیا.

"ہُبل بزرگ ہے جس نے ہم پر احسان کیا اور ہمیں فتح دی اور بدر کا بدلہ برابر ہوگیا"

"ہمارے شہدا جنت میں ہیں اور تمہارے مقتول جہنم میں ہیں برابری نہیں ہوسکتی" حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دیا.

"یہ تمہاری باتیں ہیں غالب رہنے والا عزیٰ ہمارے ساتھ ہے اور تمہارے ساتھ کوئی عزیٰ نہیں"

"اللہ ہمارا مولیٰ (کارساز و سرپرست) ہے اور تمہارا کوئی مولیٰ نہیں" عمر فاروقؓ نے اعلان کیا.

"ابن خطاب میں تجھے تیرے دین کی قسم دیتا ہوں بتا کیا ہم نے محمد (ﷺ) کو قتل کر دیا ہے"

"واللہ نہیں وہ تو اس وقت تیری باتیں سن رہے ہیں" حضرت عمرؓ نے اس کا شبہ دور کر دیا.

"تو ابن قمیہ سے بہت زیادہ سچا ہے" ابو سفیان نے کہا۔
ابن قمیہ نے کہا تھا میں نے محمد (رسول اللہ ﷺ) کو قتل کر دیا ہے اور ابو سفیان نے اسے سونے کے کپڑے پہنانے کا وعدہ کر رکھا تھا۔
"تمہارے کچھ مقتولوں کا مثلہ کیا گیا ہے لیکن یہ مثلہ ہمارے سرداروں کی رائے سے نہیں کیا گیا مگر ہم نے اسے برا بھی نہیں مانا" ابو سفیان نے حضرت عمرؓ کو بتایا۔
پھر واپس مڑتے ہوئے اس نے کہا "ہمارا تمہارا آئندہ مقابلہ اگلے سال کے شروع میں بدر الصفراء میں ہو گا"
حضرت عمر فاروقؓ نے جواب دینے میں توقف کیا کیونکہ جنگ کا فیصلہ اور چیلنج قبول کرنے کا اعلان صرف رسول اللہ ﷺ ہی کر سکتے تھے۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اسے جواب دو کہ ہمیں قبول ہے"
حضرت عمرؓ فاروق نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق جواب دیا "ہمیں یہ چیلنج قبول ہے"
ابو سفیان اپنے سواروں کے ساتھ مڑا اور اپنی لشکر گاہ کی طرف چلا گیا مسلمانوں نے اس پر حملہ نہیں کیا کیونکہ جنگ بند ہو چکی تھی اور فوجوں کے ایک دوسری سے الگ ہو جانے اور میدان جنگ سے ہٹ جانے کے بعد جب تک کوئی دستہ حملہ نہ کرے اس پر حملہ اور اس سے لڑائی کرنا مسلمہ جنگی اصولوں کے خلاف تھا ابو سفیان کو بھی اس کا علم تھا اسی وجہ سے وہ پہاڑی پر چڑھ کر اس مقام تک آ گیا تھا جہاں صحابہ کرام جمع ہو رہے تھے۔

عزم و ایثار کی جیت

جزیرہ نمائے عرب میں زمانہ قدیم سے رواج تھا کہ جب کسی لڑائی میں کوئی فیصلہ نہیں ہو پاتا تھا تو ایک فریق دوسرے کو آئندہ لڑائی کے مقام اور وقت کے بارے میں بتا کر میدان چھوڑ جاتا تھا اس کا مطلب یہ ہوتا تھا کہ جو لڑائی ہم لڑ رہے تھے وہ جاری ہے ختم نہیں ہوئی بلکہ فلاں تاریخ تک ہم وقفہ کر رہے ہیں اس تاریخ کو فلاں جگہ پر مقابلہ ہو گا۔ ابو سفیان نے نئے سال تک وقفہ کا اعلان کر دیا اور بدر الصفراء میدان جنگ مقرر کر دیا تھا۔ رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کا چیلنج قبول فرما لیا۔
بدر کی لڑائی میں ستر مشرکین مارے گئے تھے۔
ستر جنگی قیدی بنائے گئے تھے۔

چودہ اہلِ ایمان شہید ہوئے تھے۔
احد کے روز ستر اہلِ ایمان شہید ہوئے۔
بائیس مشرک اور ایک روایت کے مطابق ستائیس مشرک مارے گئے۔
دو مشرک جنگی قیدی ہوئے۔
مسلمان کوئی جنگی قیدی نہیں تھا۔
مالِ غنیمت بدر میں بھی مسلمانوں کے ہاتھ آیا اور احد میں بھی اہل ایمان کو مالِ غنیمت ملا۔
مشرکین کو دونوں لڑائیوں میں کوئی مالِ غنیمت نہ ملا احد میں وہ مسلمانوں کے کیمپ (لشکر گاہ) تک بھی پہنچ نہیں سکے تھے اور جب وہ بھاگے تو رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ سمیت میدان جنگ میں موجود تھے۔
تو کیا بدر کا بدلہ برابر ہو گیا؟
میدان جنگ سے فرار بدر میں بھی مشرکین نے اختیار کیا احد کے میدان سے بھی وہی بوریا بستر لپیٹ کر بھاگے۔
بدر کی فتح کے بعد رسول اللہ ﷺ تین روز تک وہاں مقیم رہے تھے۔
احد کے روز بھی مشرکین کی پسپائی اور وقفہ کے اعلان کے بعد بھی رسول اللہ ﷺ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ میدان احد میں موجود تھے۔
تو فتح کس کی ہوئی؟
عزم و استقلال اور جذبہ ایثار کی
یا
پسپائی اور فرار کی؟
مشرکین مکہ کی اصل دشمنی اللہ کے دین اور اس کے رسول ﷺ سے تھی مکہ میں انہوں نے اللہ کے دین کے خلاف ظلم اور جبر کا ہر حربہ استعمال کیا تھا اللہ کے رسول ﷺ کو قتل کرنے کی ان کی پارلیمنٹ نے متفقہ قرار داد منظور کی تھی اس قرار داد اور فیصلہ پر عملدر آمد کے لئے سب قبیلوں کے سرداروں نے رسول اللہ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیا تھا اللہ نے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنی نگرانی اور حفاظت میں مدینہ پہنچا دیا تو مشرکین نے مدینہ کے عربوں کو دھمکیاں دیں انہیں لکھا ہمارے صاحب کو پناہ نہ دو اس کا ساتھ چھوڑ دو ورنہ ہم تم پر حملہ کر دیں گے اور تمہاری عورتوں کو قیدی بنالیں گے۔

تو کیا مشرکین مکہ تین ہزار کا لشکر جمع کرکے صرف بدر کا بدلہ لینے آئے تھے؟
کیا بدر میں اپنے ستر سرداروں کے قتل اور ستر افراد کے قیدی ہوجانے سے انہوں نے اپنا وہ مقصد اور مشن ترک کردیا تھا جس کے لئے اللہ کے رسول ﷺ کے قتل کی متفقہ قرار داد منظور کی تھی اور پھر اس پر عمل درآمد کے لئے سب قبیلوں کے سرداروں نے رسول اللہ ﷺ کے گھر کا محاصرہ کیا تھا کہ وہ باہر آئیں تو انہیں قتل کردیا جائے گا؟
کیا جزیرہ نمائے عرب کے دیگر قبائل نے قریش کے لشکر میں ان کی بدر کی رسوائی کا بدلہ لینے کے لئے شرکت کی تھی؟ یا مشترکہ دین کے دفاع اور اپنے بتوں کو اسلام سے بچانے کے لئے سب نے مل کر مدینہ پر چڑھائی کی تھی؟
روز احد جنگ شروع ہونے سے پہلے ابوسفیان نے مدینہ کے اوس اور خزرج سے خطاب کرتے ہوئے کہا تھا "ہماری تم سے کوئی دشمنی نہیں تم درمیان سے ہٹ جاؤ"
بدر کے میدان میں ابوسفیان کی مشرک قوم کے افراد کو جہنم رسید کرنے قیدی بنانے اور شکست دینے میں مدینہ کے اوس اور خزرج سب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لشکر میں شامل تھے۔
اگر مقصد صرف بدر کا بدلہ لینا ہی تھا تو اوس اور خزرج سے ابوسفیان نے یہ کیوں کہا کہ ہماری تم سے کوئی دشمنی نہیں؟
انہوں نے بھی تو مشرکین مکہ کو شکست اور ذلت و رسوائی سے آشنا کرنے میں حصہ لیا تھا۔
پھر انہیں بدلہ سے کیوں الگ کیا گیا؟
اگر واقعی اس حملہ اور لڑائی کا اصل مقصد بدر کا بدلہ لینا ہی تھا تو پھر اس میں وقفہ کرنے اور اگلے سال پھر مقابلہ کرنے کے چیلنج کی کیا ضرورت تھی؟
جبکہ ابوسفیان نے تو دعویٰ کیا تھا انہوں نے بدر کا بدلہ لے لیا ہے؟
بدلہ لے لینے کے بعد بھی جنگ جاری رکھنے کا اعلان کس مقصد کے حصول کے لئے تھا؟

مکہ اور جزیرہ نمائے عرب کے مشرکین کا روز اول سے ایک ہی مقصد تھا اور وہ تھا اللہ کے دین اور اس کا پیغام دینے والے محمد ﷺ کا خاتمہ اس کے بغیر ان کے آبائی دین اور بتوں کا تحفظ ممکن ہی نہ تھا مدینہ اور ریاست مدینہ پر انکے اس حملہ کا بھی یہی مقصد تھا اور اللہ تعالیٰ نے احد کے میدان میں بھی ان کا یہ مقصد پورا نہیں ہونے دیا تھا اللہ کا رسول ﷺ اس کے دین کے ماننے والوں کے درمیان زندہ اور سلامت تھا اللہ کے دین کے ماننے والوں نے اپنے ایمان کی پختگی اور اللہ کے دین پر قربان ہوجانے کے جذبہ کا ثبوت فراہم کردیا تھا ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں نے

دیکھ لیا تھا کہ اس دین کو مٹانا ان کے بس میں نہیں.
اگر یہ مان لیا جائے کہ انہوں نے تجارتی راستوں اور مفادات کے تحفظ کے لئے ریاست مدینہ پر حملہ کیا تھا تو ان کا وہ مقصد بھی تو پورا نہیں ہوا تھا ریاست مدینہ بھی موجود تھی اللہ کے نبیؑ بھی موجود تھے اللہ کے دین اور اس کے رسول ﷺ کے پروانے بھی موجود تھے اگر ان سے قریش کے تجارتی راستوں اور مفادات کو خطرہ تھا تو وہ خطرہ تو بدستور موجود تھا اپنی قوم کی بدر کے میدان میں ذلت اور رسوائی کے بعد ابوسفیان نے قوم کو گواہ بنا کر قسم اٹھائی تھی کہ جب تک مسلمانوں سے اس ذلت اور رسوائی کا بدلہ نہیں لے گا اپنی بیوی سے الگ رہے گا' اپنے سر میں تیل نہیں ڈالے گا' خوشبو نہیں لگائے گا.
پھر وہ دو صد سواروں کے ساتھ آیا اور رات کے وقت مدینہ کے نواح میں دو افراد کو شہید کر کے اور چند درختوں کو آگ لگا کر بھاگ گیا اور دعویٰ کیا تھا کہ اس کی قسم پوری ہو گئی ہے.
قسم تو تھی بدر کا بدلہ لینے کی.
اپنی قوم کے ستر افراد کے قتل اور ستر جنگی قیدی ہوجانے کا بدلہ لینے کی.
تو کیا دو افراد کو شہید کرنے اور چند درخت جلا کر بھاگ جانے سے وہ بدلہ پورا ہو گیا تھا؟
قریش کے ستر سرداروں کی اس کے نزدیک اتنی ہی قیمت تھی؟
نہیں اس کی قوم کے سرداروں کی قیمت بھی زیادہ تھی بدلہ بھی پورا نہیں ہوا تھا.
مگر اس سے زیادہ وہ کچھ کر نہیں سکا تھا اور اسی کو بدلہ قرار دے کر بیوی کے پاس بھی جانے لگا تھا سر میں تیل بھی ڈالنے لگا تھا اور خوشبوئیں بھی لگانے لگا تھا.
اور اگر اس نے ان دو افراد کو شہید کر کے اور چند درخت جلا کر بدر کا بدلہ لے لیا تھا جیسا کہ اس نے اعلان کیا تھا تو پھر احد میں بقول خود اس نے کس چیز کا بدلہ لیا تھا؟ بدلہ تو بقول خود وہ پہلے ہی لے چکا تھا.
اپنی ناکامی کو کامیابی بتانے اور اس خود فریبی اور قوم فریبی کے ذریعے اپنی عزت بچانے کی کوشش اس کی پرانی عادت تھی جس کا مظاہرہ اس نے دو افراد کو شہید کرنے اور چند درخت جلانے کی مہم کے دوران بھی کیا تھا اور احد کے میدان سے فرار کے وقت بھی کر رہا تھا.
ورنہ اسے نہ تو کوئی مال غنیمت ہاتھ آیا تھا نہ ریاست مدینہ پر اس کی کشور کشائی قائم ہوئی تھی نہ وہ کسی مسلمان کو جنگی قیدی بنا کر مکہ لے جا رہا تھا.
وہ تو اپنے زخمیوں اور چھلنی گھوڑوں کے ساتھ فوری طور پر فرار ہو رہا تھا اپنے زخمیوں کی

مرہم پٹی کے لئے بھی نہیں رکا تھا اور لڑائی میں وقفہ کا خود پیغام دینے آیا تھا کیونکہ دوسری پسپائی کے بعد اسے نظر آ رہا تھا کہ اہل ایمان نے مجتمع ہو کر اب اگر اس کے لشکر پر حملہ کر دیا تو وہ ان کا مقابلہ نہیں کر سکے گا۔(27) اس کے لئے اور اس کی قوم کے لئے فوری طور پر بوریا بستر لپیٹ کر واپسی کے سفر پر روانہ ہو جانا ہی بہتر تھا۔ اس بہتر راستے کو اختیار کرنے میں اس نے کوئی تاخیر نہ کی۔

مشرکین کی نگرانی

دشمن اور مشرک پر اعتماد نہیں کیا جا سکتا ابوسفیان کے جانے کے بعد رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو(26) حکم دیا "جاؤ دیکھو کہ قریش کا ارادہ کیا ہے؟ اگر وہ اپنے اونٹوں پر سوار ہوں اور اپنے گھوڑوں کو خالی ساتھ کرلیں تو اس کا مطلب ہوگا کہ وہ مکہ واپس جا رہے ہیں اگر قریش گھوڑوں پر سوار ہوجائیں اور اونٹوں کو ساتھ لے چلیں تو اس کا مطلب ہوگا کہ وہ مدینہ پر یلغار کرنے جا رہے ہیں"

مدینہ اور نواح مدینہ کی بستیوں کی خواتین اور بچے مدینہ میں تھے مسلمان سب احد کے میدان میں تھے مدینہ سے تین میل دور اگر قریش اپنے لشکر کے ساتھ مدینہ پر یلغار کرتے ہیں تو وہاں انہیں روکنے والا کوئی نہ ہوگا رسول اللہ ﷺ کو فکر ہوئی اور فرمایا "قسم ہے خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے اگرانہوں نے مدینہ پر چڑھائی کی،تو میں فوراً ان کے تعاقب میں جاؤں گا۔اور ہاتھوں ہاتھ بدلہ لوں گا"

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص دوڑتے ہوئے گئے اور قریش کے لشکر کے پیچھے دوڑتے رہے وہ اپنے اونٹوں پر سوار تھے سامان بھی اونٹوں پر لاد لیا تھا اور گھوڑے خالی ساتھ چل رہے تھے وادی عقیق میں پہنچے تو رک گئے کچھ نے مدینہ پر یلغار کامشورہ دیا صفوان بن امیہ نے کہا" ایسا نہ کرو لوگ تھک چکے ہیں اور لڑنے کے قابل نہیں فتح تو تمہاری ہو ہی گئی ہے"

قریش تو پہلے ہی مکہ کے لئے روانہ ہوئے تھے صفوان بن امیہ کے مشورہ نے ان کے ارادے کو تقویت دی۔

حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے واپس آکر اطلاع دی کہ قریش اونٹوں پر سوار تھے اور گھوڑے ساتھ خالی تھے اور وہ وادی عقیق سے آگے ملیمن تک چلے گئے تھے۔

حضرت سعدؓ نے با آواز بلند یہ خبر دینا چاہی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اپنی آواز مدھم رکھ جنگ

میں دھوکہ بھی دیا کرتے ہیں"
رسول اللہ ﷺ نہیں چاہتے تھے کہ قریش کے نواح مدینہ سے نکل جانے سے پہلے ان کی واپسی کی خبر پھیل جائے اور اہل اسلام پھر ہتھیار کھول کر بے فکر ہو جائیں.

اُم المومنینؓ میدان احد میں

ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا احد کے لئے روانہ ہوئیں تو ان کے ہمراہ کچھ اور خواتین بھی تھیں. پیدل چلتے ہوئے حرہ واقم عبور کرکے وادی قناۃ کے پاس بنی حارثہ کے خطہ میں داخل ہوئیں تو ایک اونٹ نظر آیا قریب گئیں تو ہند بنت عمرو بن حرام سے ملاقات ہوئی وہ ایک اونٹنی کو ہانکتی ہوئی آ رہی تھیں.
"تم نے لوگوں کو وہاں کس حال میں چھوڑا ہے؟ حضرت عائشہؓ نے پوچھا.
"رسول اللہ ﷺ بخیریت و عافیت ہیں اور ہر ایک مصیبت کے بعد آسانی ہوتی ہے" ہند نے جواب دیا اور کہا.

- "اللہ تعالیٰ نے کچھ مومنوں کو شہادت عطاء کی ہے
اور کافروں کو غم و غصہ میں جلتے ہوئے لوٹا دیا ہے
اور انہیں کچھ بھی ہاتھ نہیں آیا
اور اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کی طرف سے لڑنا اپنے ذمے لے لیا ہے
اور اللہ بڑی قوت والا اور بڑا غالب ہے"

"یہ اونٹنی پر لدے تیرے کون ہیں؟" حضرت عائشہ نے پوچھا.
"میرا بھائی عبداللہؓ بن عمرو' میرا بیٹا خلادؓ اور میرا شوہر عمروؓ بن الجموح"
حضرت ہندؓ میدان جنگ سے اپنے خاوند بھائی اور بیٹے کی لاشیں دفنانے کے لئے مدینہ لے جا رہی تھیں.
میدان جنگ میں پہنچ کر ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا زخمیوں کو چشموں سے پانی لا لا کر پلانے لگیں. انہوں نے اپنے پائینچے چڑھا لئے اور مشک اٹھالی وہ بھاگتی ہوئی چشمے تک جاتی تھیں اور پانی لا کر زخمیوں کو پلاتی تھیں اور پھر سے چشمے کی طرف بھاگنا شروع کر دیتی تھیں.

حضرت اُمّ ایمنؓ

حضرت اُمّ ایمنؓ احد کے لئے نکلیں تو ان کے ساتھ کچھ لڑکیاں بھی تھیں بنی حارثہ کی بستی

کے قریب انہیں کچھ مسلمان واپس آتے ہوئے دکھائی دیئے۔
حضرت اُمّ ایمنؓ نے ان کے سر میں خاک ڈالتے ہوئے کہا "اپنی تلواریں مجھے دو اور تم گھر میں جا کر چرخہ کاتو"
معرکہ کی شدت کے مرحلہ میں جو افراد رسول اللہ ﷺ کے ارد گرد موجود رہے ان میں حضرت اُمّ ایمنؓ بھی تھیں۔
حبان بن العرقہ کا ایک تیر حضرت اُمّ ایمنؓ کے دامن کو چیر کر نکل گیا تو اس نے قہقہہ لگایا۔
رسول اللہ ﷺ پر یہ امر بہت ناگوار گزرا آپؐ نے ایک تیر اٹھا کر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو دیا اور فرمایا "اسے چلاؤ"
حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کا تیر حبان کی ہنسلی میں پیوست ہوگیا وہ گھوم کر گرا
رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا "سعدؓ نے اُمّ ایمنؓ کا خوب بدلہ لیا"

محمدؐ اور بنت محمدؐ

رسول اللہ ﷺ کی صاحبزادی حضرت فاطمہؓ نے آپؐ کا چہرہ مبارک زخمی دیکھا تو آپؐ سے لپٹ گئیں اور خون صاف کرنے لگیں۔
حضرت علیؓ مہراس کے چشمہ سے پانی لائے اور اپنی ڈھال میں ڈال کر رسول اللہ ﷺ کو پینے کے لئے پیش کیا آپؐ نے اس پانی سے کلی کی ہونٹوں سے خون دھویا اور فرمایا "یہ بدمزہ ہے"
حضرت محمدؓ بن مسلمہ بھاگتے ہوئے پانی لانے والی خواتین کی طرف گئے تاکہ رسول اللہ ﷺ کے پینے کے لئے پانی لائیں اس وقت وہاں پر چودہ خواتین تھیں جو پانی اور کھانا لے کر آئی تھیں اور زخمیوں کی مرہم پٹی کر رہی تھیں۔ ان میں حضرت انسؓ کی والدہ حضرت ام سلیمؓ حضرت ابو سعیدؓ خدری کی والدہ ام سلیطؓ حضرت عائشہ بنت سعدؓ اور بنی دینار کی کچھ اور خواتین بھی تھیں۔ خواتین کے پاس پانی ختم ہو گیا تھا۔ حضرت محمدؓ بن مسلمہ مشکیزہ لے کر بھاگتے ہوئے گئے اور وادی قناۃ کی ایک کاریز سے تازہ پانی بھر لائے رسول اللہ ﷺ نے پانی پیا اور حضرت محمدؓ بن مسلمہ کے حق میں دعا کی۔
حضرت علیؓ پانی ڈالتے تھے اور حضرت فاطمہؓ رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک صاف کر رہی تھیں مگر خون بند نہیں ہو رہا تھا حضرت فاطمہؓ نے کپڑے کا ایک ٹکڑا جلا کر اس کی راکھ زخموں پر لگا دی تو خون بند گیا۔ نماز کا وقت آیا تو آپؐ نے بیٹھ کر ہی نماز ادا فرمائی۔

نویدِ فتح

رسول اللہ ﷺ کا چہرہ مبارک زخمی تھا خون بہہ رہا تھا حضرت فاطمہؓ آپ کا چہرہ دھو رہیں تھیں حضرت علیؓ پانی ڈال رہے تھے صحابہ کرامؓ ارد گرد کھڑے تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "مشرکین آئندہ کبھی بھی ہمیں اس طرح کے مصائب میں نہیں ڈال سکیں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمیں ان پر غلبہ دے گا اور ہم حرم کعبہ کے رکن کو چھوئیں گے"

جو خوب لڑے

حضرت علیؓ نے اپنی تلوار حضرت فاطمہؓ کے حوالے کرتے ہوئے کہا "اس تلوار نے آج بہت کام دیا" رسول اللہ ﷺ سنا تو فرمایا "اگر آج تو خوب لڑا تو ابو دجانہؓ سہیل بن حنیفؓ عاصمؓ بن ثابت اور حارثؓ بن صمہ بھی خوب لڑے"

پیغمبرانہ شجاعت

جب مشرکین گروہ در گروہ رسول اللہ ﷺ پر حملے کر رہے تھے' سوار تلواریں اور نیزے لہرا رہے تھے' تیر انداز آپؐ پر تیر برسا رہے تھے' اہل ایمان منتشر اور سرگرداں تھے' صرف چند صحابہ کرامؓ آپؐ کے پاس دیوار بنے کھڑے تھے اور مشرکین کو آپؐ سے دور رکھنے کی کوشش کر رہے تھے' تب آپؐ بھی تلوار چلا رہے تھے اور مشرکین پر تیر برسا رہے تھے. حضرت اُمّ ایمنؓ بھی آپؐ کے پاس پہنچ گئی تھیں. مشرکین میں سے حبان بن العرقہ نے ایک تیر مارا جو حضرت ام ایمنؓ کے دامن کو چیرتا ہوا نکل گیا آپؐ نے ایک تیر پکڑ کر حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو دیا اور حکم دیا کہ وہ اس تیر کو حبان پر چلائیں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کا تیر حبان کی ہنسلی میں لگا تو وہ گھوم کر گر پڑا. رسول اللہ ﷺ ہنس پڑے اور فرمایا "تو نے ام ایمن کا خوب بدلہ لیا اللہ تعالیٰ نے تیری دعا قبول فرمائی اور تیرا تیر نشانہ پر جا لگا"

قبیلہ کنانہ سے ابن عویمر نامی ایک مشرک للکارتا ہوا آیا حضرت رشیدؓ الفارسی نے آگے بڑھ کر اس کو تلواری ماری "لے یہ وار میں ہوں فارسی جوان"

تلوار مشرک کا کندھا چیرتی ہوئی نکل گئی.

رسول اللہ ﷺ پاس ہی موجود تھے "تم نے یہ کیوں نہ کہا میں ایک انصاری جوان ہوں" آپؐ نے

فرمایا۔
حضرت رشیدؓ الفارسی انصار کے قبیلہ بنی معاویہ کے مولیٰ تھے۔
ابن عویمر کے بھائی نے اپنے بھائی کو کٹ کر گرتے دیکھا تو حضرت رشیدؓ پر حملہ کرنے کو دوڑتا ہوا آیا وہ بلند آواز میں اپنا نام پکارتا آ رہا تھا۔
حضرت رشیدؓ الفارسی نے "لے یہ وار میں ہوں غلام انصار" کہہ کر اس کے بھی دو ٹکڑے کر دیئے۔
رسول اللہ ﷺ نے تبسم فرمایا اور کہا "بہت خوب آفرین ہے اے ابا عبداللہ"
حضرت اُمّ عمارہؓ کا بیٹا عبداللہ آپؐ پر حملہ کرنے والوں سے لڑ رہا تھا ایک مشرک کی تلوار سے اس کا بازو زخمی ہوگیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "زخم پر پٹی باندھ لو"
حضرت اُمّ عمارہؓ اپنے بیٹے کے زخمی بازو پر پٹی باندھنے لگیں تو رسول اللہ ﷺ پاس کھڑے ہو کر دیکھتے رہے۔
"جلدی کرو مشرکین پر وار کرو" حضرت اُمّ عمارہؓ نے پٹی باندھ کر اپنے بیٹے سے کہا۔
"اے اُمّ عمارہؓ کون ہے جس میں تجھ جیسا حوصلہ ہے" رسول اللہ ﷺ نے سن کر فرمایا:
عبداللہ مشرکین کی طرف بڑھا ایک مشرک کو دیکھ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "اُمّ عمارہ یہ ہے وہ شخص جس نے تیرے بیٹے کو زخمی کیا تھا"
یہ سنتے ہی اُمّ عمارہؓ تیزی سے اس کی طرف لپکی اور اس کی ران پر تلوار ماری مشرک زخمی ہو کر گر پڑا رسول اللہ ﷺ نے مسکراتے ہوئے فرمایا "اے اُمّ عمارہ آخر تو نے اپنے بیٹے کا بدلہ لے ہی لیا"
اُمّ عمارہؓ اور ان کے بیٹے نے مشرک کو جہنم پہنچا دیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "حمد کے لائق ہے وہ ذات جس نے تمہیں کامیاب کیا اور تیری آنکھوں کو ٹھنڈا کیا اور تجھے دشمن سے بدلہ دلایا"
ایک مشرک سوار رسول اللہ ﷺ پر وار کرنے کے لئے بڑھا آتا تھا حضرت عبداللہؓ بن زید بن عاصم نے ایک پتھر پھینکا جو مشرک کے گھوڑے کی آنکھ میں اس شدت سے لگا کہ گھوڑا گر گیا حضرت عبداللہؓ نے گرے پڑے مشرک سوار کو اتنے پتھر مارے کہ وہ دب کر رہ گیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرک کی حالت دیکھ کر تبسم فرمایا۔
مشرکین کے جوابی حملہ کی شدت کے مرحلہ میں چند مسلمان آپؐ کو اور آپؐ کے محافظ دستہ کو

دیکھ کر تیزی سے پہاڑ کی طرف بڑھے وہ آپؐ کو اور آپؐ کے محافظ دستہ کو بھی دشمن سمجھ رہے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کی بے حواسی پر مسکرائے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ سے فرمایا "اپنے آپ کو ان پر ظاہر کرو"

حضرت ابوبکرؓ صدیق مسلمانوں کی طرف بڑھے تاکہ وہ انہیں پہچان لیں حضرت ابو دجانہؓ اپنے سر سے اپنا شناختی پٹکا اتار کر لہرانے اور انہیں آوازیں دینے لگے تب انہوں نے جانا اور لوٹ کر آپؐ کے پاس آ گئے۔

یہ تھے اللہ کے نبیؐ اور اہل توحید کے سپہ سالار جو ہر طرف سے یلغار کرنے والے دشمنوں کے درمیان کھڑے مسکرا رہے تھے دشمن کے اچانک عقب سے حملہ کی وجہ سے مسلمان منتشر ہو چکے تھے میدان جنگ میں دور دور تک بکھرے ہوئے اکیلے اکیلے اور ٹولیوں کی میں صورت دشمن کا مقابلہ کررہے تھے رسول اللہ ﷺ کے پاس آپ کے چند جاں نثار تھے جو دشمنوں کو آپؐ سے دور رکھنے کی کوشش کر رہے تھے۔ سوار اور پیدل دشمنوں کے جتھے آپؐ پر حملہ آور ہو رہے تھے اور آپؐ ان کے تیروں اور تلواروں کے درمیان کھڑے مسکرا رہے تھے اپنے جانثاروں کو ہدایات دے رہے تھے ان کا حوصلہ بڑھا رہے تھے تیر چلا رہے تھے اپنے ہاتھ سے حملہ آوروں پر پتھر برسا رہے تھے اور اپنی جگہ پر جمے ہوئے تھے۔

دنیا کی قدیم و جدید جنگوں اور لڑائیوں کے تذکروں میں کہیں ایک بھی ایسی مثال نہیں ملے گی کہ کوئی سپہ سالار اپنی سپاہ کے منتشر ہوجانے کے بعد بھی اپنی جگہ پر قائم رہا ہو چند ساتھیوں کے ساتھ سینکڑوں حملہ آوروں کا مقابلہ کرتا اور مسکراتا رہا ہو اور اس کے پائے استقلال میں لرزش نہ آئی ہو زخموں اور زخمیوں کے ساتھ دشمن کی یلغار کے درمیان عزم و ہمت کا ستون بنا رہا ہو اور وہ اپنے آہنی اعصاب و قوت اور قائدانہ صلاحیتوں کی بدولت اپنی منتشر سپاہ کو پھر سے جمع کرکے اپنے سے چار گناہ بڑی دشمن فوج کے خلاف پسپائی کو کامیابی میں تبدیل کرکے اس آزمائش سے کامیاب و کامران نکل آیا ہو احد کے میدان میں مسلمانوں کی کامیابی و کامرانی میں رسول اللہ ﷺ کی ذاتی شجاعت اور پیغمبرانہ قیادت فیصلہ کن ثابت ہوئی اور مشرکین کو راہ فرار اختیار کرنا پڑی۔

رسول اللہ ﷺ کے چچا

"میرے چچا کا کیا حال ہے؟ میرے چچا حمزہؓ کا کیا حال ہے؟" رسولؐ اللہ نے پوچھا۔

حضرت حارثؓ بن صمہ فوراً میدان جنگ کی طرف روانہ ہوگئے۔
وہ کافی دیر تک واپس نہ آئے تو حضرت علیؓ ان کے پیچھے گئے' وہ شعر پڑھتے جا رہے تھے۔

"یا خدا حارث کہاں ہے؟
وہ آفت کی وادی میں مل نہیں رہا۔
حارثؓ بن صمہ ہمارا رفیق اور صاحب عہد ہے"

حضرت حارثؓ بن صمہ حضرت حمزہؓ کی لاش پر غمگین کھڑے تھے۔
حضرت علیؓ اور حضرت حارثؓ نے واپس آکر رسول اللہ ﷺ کو حضرت حمزہؓ کی شہادت کے بارے میں بتایا تو آپؐ لشکر گاہ سے چل کر میدان جنگ تک گئے حضرت حمزہؓ کی لاش کو دیکھ کر آپؐ نے فرمایا:

"مجھے کبھی اتنا غم اور صدمہ نہیں پہنچے گا
جتنا تیری شہادت پر پہنچا ہے
میں کبھی اس مقام سے زیادہ غمناک
اور دکھی جگہ پر کھڑا نہیں ہوا"

"حمزہؓ لڑنے والوں کی بھیڑ چیرتے ہوئے آ نکلے میں ایک پتھر کے پیچھے چھپ گیا سباع بن اُمِّ انمار ان کے سامنے آگیا اُمِّ انمار شریق علاج ابن عمرو بن وہب ثقفی کی کنیز تھی اور مکہ میں خواتین کے ختنے کیا کرتی تھی حضرت حمزہؓ نے اُمِّ انمار کے بیٹے کو دیکھا تو کہا "او ختنہ کرنے والی کے بیٹے تو بھی ہم پر حملہ کرنے والوں کے ساتھ ہے؟"

پھر انہوں نے سباع کو دونوں ہاتھوں سے اٹھا کر زمین پر دے مارا اور اس کی گردن پر پاؤں رکھ کر کھڑے ہوگئے اس کی سانس اکھڑ گئی اس سے فارغ ہوکر دیکھا تو پتھر کے پیچھے سے میں انہیں نظر آگیا وہ میری طرف بڑھے ہمارے درمیان میں پانی کی نالی تھی ان کا پاؤں پھسل گیا اور وہ گر پڑے مجھے خوشی ہوئی میں نے ان کے پیٹ میں نیزہ مارا جو مثانے سے پار ہوگیا مسلمانوں نے دیکھا تو "ابو عمارہ" پکارتے ہوئے اس کی طرف بڑھے مگر حمزہؓ نے کوئی جواب نہ دیا میں سمجھ گیا کہ حمزہؓ تو ختم ہوگیا میں نے ہندہ بنت عتبہ کو جاکر بتایا کہ میں نے حمزہؓ کو مار دیا ہے جب مسلمان ان کی نعش سے الگ ہوگئے تھے تو میں ان کی نعش کے پاس گیا اور ان کا کلیجہ نکال کر ہندہ بنت عتبہ کو پیش کردیا اس نے حمزہؓ کا کلیجہ منہ میں ڈال کر چبایا اور پھر تھوک دیا مجھے نہیں معلوم کیوں پھر ہندہ نے اپنا زیور اتار کر مجھے دے دیا اور وعدہ کیا کہ مکہ پہنچ کر وہ مجھے دس دینار دے گی اس نے مجھے

کہا حمزہؓ کی نعش دکھاؤ میں ہندہ کو وہاں لے گیا تو اس نے ان کی ناک اور دو کان اور ذکر کاٹ لئے اور اپنے کڑے اور پازیب بھی اتار کر مجھے دے دیئے"

نوفل کے غلام وحشی نے سید الشہداء حضرت حمزہؓ کی شہادت کا واقعہ اس طرح بیان کیا ہے۔

حضرت حمزہؓ آپؐ کے چچا بھی تھے اور رضاعی بھائی بھی آپؐ اور حضرت حمزہؓ نے ابولہب کی لونڈی ثویبہ کا دودھ پیا تھا۔ حضرت ابو سلمہؓ بن عبداللہ نے بھی ثویبہ کا دودھ پیا تھا وہ بھی آپؐ کے اور حضرت حمزہؓ کے رضاعی بھائی تھے۔ حضرت حمزہؓ کی بہن اور رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی حضرت صفیہؓ بھی وہاں پہنچ گئیں۔ رسول اللہ ﷺ نے حضرت صفیہؓ کو دیکھا تو فرمایا "زبیر میری طرف سے اپنی والدہ کو روک لو اور انہیں بچاؤ"

حضرت زبیرؓ نے اپنی والدہ کو ادھر آنے سے روکنا چاہا "اماں! حضور اکرم ﷺ کا حکم ہے کہ آپؐ واپس ہو جائیں"

"جب تک اپنی آنکھوں سے رسول اللہ ﷺ کو نہ دیکھ لوں میں نہیں جاؤں گی"

"یا رسول اللہ ﷺ میرا ماں جایا کہاں ہے؟" انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر پوچھا:

"صفیہؓ کو آنے دو" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

حضرت صفیہؓ اپنے بھائی کی لاش کے پاس آئیں انا للہ وانا علیہ راجعون پڑھا "انشاء اللہ میں اس پر صبر کروں گی اللہ کی راہ میں جو کچھ ہوا میں اس پر راضی ہوں"

حضرت حمزہؓ کی قبر کھودی جا رہی تھی۔

حضرت صفیہؓ وہیں بیٹھ گئیں حضرت فاطمہؓ بھی پاس تھیں۔

جب حضرت صفیہؓ روتی تھیں تو رسول اللہ ﷺ بھی روتے تھے، حضرت فاطمہؓ بھی روتی تھیں۔

حضرت ابن مسعودؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ جتنا حضرت حمزہؓ کے لئے روئے ہم نے کبھی آپؐ کو اتنا روتے نہیں دیکھا۔

قبر تیار ہو گئی تو حضرت حمزہؓ کا جسد خاکی اس میں اتار دیا گیا اوپر ایک سیاہ دھاری دار چادر ڈال دی گئی لیکن چادر جسم پر پوری نہیں آتی تھی، سر ڈھانپتے تو پاؤں ننگے رہ جاتے پاؤں کی طرف کھینچتے تو سر کھل جاتا۔ آخر سر ڈھانپ دیا گیا اور پاؤں جنگلی گھاس (اذخر) سے ڈھانپے گئے۔ حضرت حمزہؓ کے بھانجے اور رضاعی بھائی حضرت عبداللہؓ بن جحش کو بھی اسی قبر میں اپنے ماموں کے ساتھ دفن کیا گیا۔ مشرکین نے ان کا بھی مثلہ کیا تھا۔ مشرکین نے کئی ایک شہداء کے ناک اور کان کاٹ کر ان کا مثلہ کر دیا تھا۔

روشن بخت مزنی

حضرت وہبؓ مزنی کی نعش پر پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تجھ سے راضی ہو! بلاشبہ میں تجھ سے راضی ہوں"

حضرت وہبؓ کی نعش زخموں سے چھلنی تھی۔

"اسے کتنے زیادہ زخم لگے ہیں" آپؐ نے دیکھ کر فرمایا۔

آپؐ اس قدر غمزدہ تھے کہ معلوم ہوتا تھا آپؐ بڑی مشکل سے کھڑے ہو رہے ہیں۔

جب نعش قبر میں اتاری جا چکی تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے دست مبارک سے اس کے اوپر چادر ڈالی چادر کا ایک سرا کھینچ کر سر کے اوپر لپیٹا' باقی چادر جسم پر پھیلا دی۔ چادر چھوٹی تھی' آدھی رانیں ننگی رہ گئیں۔

آپؐ نے صحابہؓ کو حکم دیا کہ رانیں اور پاؤں گھاس ڈال کر ڈھانپ دیئے جائیں۔

سونے والے شہید

حضرت ہندؓ بنت حرام اپنی اونٹنی کی مہار تھامے میدان احد میں داخل ہوئیں اونٹنی پر تین شہیدوں کی نعشیں تھیں ان کے خاوند حضرت عمروؓ بن الجموح کی بیٹے خلادؓ کی اور بھائی عبداللہؓ بن عمرو بن حرام کی۔

"یا رسول اللہ ﷺ میں انہیں مدینہ لے جا کر دفن کرنا چاہتی ہوں مگر مدینہ کا رخ کرتی ہوں تو اونٹنی بیٹھ جاتی ہے" اس نے عرض کیا۔

"تیرے شوہر نے تجھ سے کچھ کہا تھا؟" رسول اللہ ﷺ نے پوچھا۔

یا رسول اللہ ﷺ عازم احد ہوتے وقت اس نے دعا کی تھی' "اے اللہ! مجھے شہادت نصیب کرنا اور میرے اہل کی طرف خوار اور شرمسار واپس نہ لانا" حضرت ہندؓ نے بتایا۔

"اسی لئے اونٹنی بیٹھ جاتی ہے" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

حضرت عمروؓ بن الجموح اور حضرت عبداللہؓ بن حرام آپس میں دوست بھی تھے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "یہ دونوں دنیا میں بھی دوست تھے انہیں ایک ہی قبر میں دفن کیا جائے"

صحابہؓ نے دونوں کو ایک ہی قبر میں دفن کر دیا۔

حضرت جابرؓ بن عبداللہ بن عمرو بن حرام بیان کرتے ہیں کہ جنگ احد کے 46 سال بعد سیلابی پانی

سے وہ قبر کھل گئی حضرت عمروؓ بن الجموح اور میرے باپ (عبداللہؓ بن عمرو) کی نعشیں نظر آنے لگیں وہ ایسے دکھائی دیتے تھے جیسے سو رہے ہوں۔ ان کے جسموں پر چادریں تھیں پاؤں حرمل گھاس میں چھپے ہوئے تھے اور چہروں پر خمار تھا میں نے نعشوں پر مشک چھڑکنا چاہا تو صحابہؓ نے منع کر دیا اور کہا کہ قبر اور نعش میں کچھ تغیر نہ کرو اسی طرح رہنے دو"

چنانچہ مٹی ڈال کر قبر پھر سے بنا دی گئی۔

عمروؓ بن الجموح وہی تھے جن کا بیٹا ان کے بت مناۃ کو مردہ کتے کے ساتھ باندھ کر کنویں میں پھینک آیا کرتا تھا اور انہوں نے کہا تھا۔

"خدا کی قسم اگر تو مشکل کشا ہوتا تو مردہ کتے کے ساتھ کنویں میں نہ پڑا ہوتا"

اور وہ اپنے بت کی بے بسی دیکھ کر مسلمان ہوگئے تھے اور لنگڑا ہونے کے باوجود جہاد میں شریک ہوئے تھے اور رسول اللہ ﷺ پر حملہ کرنے والے مشرکین کو دور کرتے ہوئے شہید ہوگئے تھے۔

جس نے اللہ سے کیا عہد پورا کر دیا

لشکر اسلام کے علمبردار حضرت مصعبؓ بن عمیر کی خاک و خون میں ملبوس نعش پر پہنچے تو رسول اللہ ﷺ کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے۔ آپؐ نے قرآن کریم کی یہ آیت تلاوت فرمائی۔

- "مومنوں میں کچھ ایسے بھی ہیں
  کہ انہوں نے اپنے اللہ سے جو عہد کیا سچ کر دکھایا
  ان میں سے بعض اپنی مدت پوری کر گئے
  بعض ابھی منتظر ہیں
  اور انہوں نے اپنے ارادے میں کوئی تبدیلی نہیں کی"

قبر تیار ہو گئی تو خون آلود نعش قبر میں اتاری گئی اور اوپر چادر ڈال دی گئی سر چادر سے ڈھانپ دیا پاؤں کے لئے اذخر گھاس ہی میسر آسکی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

- "مکہ میں تم جیسا حسین اور خوش لباس کوئی نہ تھا
  آج تیرے گرد آلود بال الجھے ہوئے ہیں
  اور جسم پر صرف ایک چادر ہے
  میں گواہ ہوں کہ روز قیامت تم لوگ اللہ تعالیٰ کے حضور حاضر رہو گے"

یہ وہی حضرت مصعبؓ بن عمیر تھے جن کی والدہ مشرکین مکہ کے لشکر کو آمادہ جنگ کرنے اور

غیرت دلانے کے لئے دف بجانے اور نغمے گانے والی خواتین میں شامل تھی اور وہ خود لشکر اسلام کا علم بلند رکھنے اور رسول اللہ ﷺ کے دماغ میں ایک چادر پہن کر جنت کے سفر پر روانہ ہو گئے تھے۔

جسے فرشتوں نے غسل دیا

ابی عامر فاسق نے اپنے بیٹے حضرت حنظلہؓ کی نعش دیکھی تو کہا' اے حنظلہؓ زندگی میں تو اپنے باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے والا اور دانا آدمی تھا تیری موت اصحاب محمد (ﷺ) کے ساتھ ہوئی ہے اگر اللہ کسی صحابیؓ کو اس موت کا اچھا صلہ دے تو تجھے بھی اچھا صلہ ملے"

صحابہ کرامؓ میدان جنگ میں شہداء کی تلاش میں نکلے تو حضرت حنظلہؓ کی نعش کہیں نظر نہ آئی کافی تلاش کے بعد نعش ملی تو اس کے سر سے پانی ٹپک رہا تھا جسم گیلا تھا خون کا نشان تک نہ تھا صحابہ کرامؓ حیران ہوئے رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا تو آپؐ نے فرمایا "اسے فرشتوں نے غسل دیا ہے"۔

مدینہ واپس آئے تو رسول اللہ ﷺ نے صحابہؓ کو حضرت حنظلہؓ کی بیوی جمیلہ کے پاس بھیجا کہ پوچھیں معاملہ کیا تھا؟

جمیلہ نے بتایا کہ صبح جہاد پر جانے کی جلدی میں وہ غسل جنابت نہیں کر سکے تھے۔

تبھی تو اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ لحد میں اتارنے سے پہلے میرے بندے کو غسل دو۔

اسی سبب سے انہیں حنظلہؓ غسیلِ ملائکہ کے نام سے یاد کیا جانے لگا وہ حنظلہؓ جسے فرشتوں نے غسل دیا تھا۔

ابی عامر فاسق کا بیٹا رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کا داماد

اور غسیلِ ملائکہ

اللہ جسے جو چاہے عطاء کر دے

قرآن اور شہید

میدان جنگ سے شہداء کی نعشیں اکٹھی کی گئیں جو لوگ اپنے عزیزوں کی نعشیں مدینہ لے گئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر وہ بھی نعشیں واپس میدان احد لے آئے شہداء کے جسموں پر سے زرہیں اتار دی گئیں پوستینیں الگ کر کے خون آلود نعشوں کو انہی کپڑوں میں لحد میں اتار دیا گیا۔ کسی قبر میں دو کسی میں تین شہید دفن کئے گئے جب قبر تیار ہو جاتی تو صحابہؓ پوچھتے لحد میں

آگے کس کو رکھیں رسول اللہ ﷺ پوچھتے ان میں سے کس کو قرآن زیادہ یاد تھا پھر جس شہید کو قرآن زیادہ یاد تھا اسے پہلے قبر میں اتارتے اور دوسرے کو اس کے بعد اور ان پر ایک ہی کپڑا ڈال کر دفن کیا جاتا۔
رسول اللہ ﷺ فرماتے "میں قیامت کے روز ان کا گواہ ہوں گا"

جنت کی خوشبو

مدینہ کی گلیوں اور ارد گرد کی بستیوں میں منادی کی گئی "احد کے شہداء کے وارث میدان احد میں جمع ہو جائیں" حضرت امیر معاویہؓ نے جبل احد کے دامن کے کھیتوں اور باغوں کی سیرابی کے لئے برسات کا پانی جمع کرنے کو کاریز بنانے کا حکم دیا تھا. شہداء کی قبریں احد کے سامنے وادی قناۃ کے نشیب کی طرف تھیں اکثر قبروں کے نشان بہہ گئے تھے' عمال چاہتے تھے کہ شہداء کے وارث کھدائی کے وقت حاضر رہیں تاکہ اگر کسی شہید کی قبر مل جائے تو اسے بلند جگہ منتقل کر دیا جائے لوگ میدان احد میں جمع ہو گئے' کھدائی شروع ہو گئی' ایک شہید کے جسم پر کدال کا زخم لگ گیا خون بہنا شروع ہو گیا.
حضرت ابو سعیدؓ خدری نے چھیالیس سال پہلے کے شہید کے جسم سے خون بہتا دیکھ کر کہا "کون منکر اب انکار کرے گا"
ایک روایت یہ ہے کہ وہ سید الشہداء حمزہؓ تھے.
نشیبی قبروں سے تر و تازہ نعشیں بلندی کی طرف منتقل کر دی گئیں.
حضرت خارجہؓ بن زید اور حضرت سعدؓ بن ربیع کو ایک ہی قبر میں دفن کیا گیا تھا ان کی قبر ذرا بلندی کی طرف تھی. پاس ہی نشیب کی طرف حضرت عبداللہؓ بن عمرو اور حضرت عمرؓو بن الجموح کی قبر تھی جو کھل گئی تھی جب ان قبروں کو استوار کرنے کے لئے مٹی کھودنے لگے تو وہاں کھڑے سب لوگوں تک مشک کی خوشبو پہنچی.

جنتی جس نے ایک بھی سجدہ نہ کیا

بنی عبدالاشہل احد کے میدان میں شہیدوں کی نعشیں اور زخمیوں کو تلاش کرتے پھر رہے تھے. ایک شدید زخمی کو دیکھ کر سب ششدر رہ گئے وہ اصیرم عمرو بن ثابت ابن قیس تھا اس کے اہل قبیلہ جب بھی اسے اسلام کی دعوت دیتے وہ جواب دیتا "اگر میں اسلام کو سچا دین سمجھتا تو

قبول کرنے میں تاخیر نہ کرتا"
"اے عمرو تجھے جنگ میں کیا چیز لائی؟ اس سے پوچھا گیا۔
"اسلام لایا ہے" اس نے جواب دیا۔
احد کی صبح اس کے دل نے اسلام کی حقانیت کی گواہی دی تو وہ تلوار پکڑ کر گھر سے نکلا' جبل احد پہنچا تو لڑائی جاری تھی وہ بڑی ثابت قدمی سے لڑتا ہوا زخمی ہو گیا۔ جب صحابہ کرامؓ اس کے پاس پہنچے تو وہ آخری دموں پر تھا' صحابہ کرامؓ نے رسول اللہ ﷺ کو اُصیرم عمروؓ بن ثابت ابن قیس کی شہادت کے بارے میں بتایا تو آپؐ نے فرمایا "بلا شبہ وہ اہل جنت میں سے ہے"
حضرت ابو ہریرہؓ ایک محفل میں بیٹھے تھے "کوئی ایسا شخص بتاؤ جس نے اللہ کے حضور نماز کا ایک سجدہ بھی نہ کیا ہو اور وہ جنت میں داخل ہو گیا ہو؟" انہوں نے اہل محفل سے پوچھا۔
کسی کے پاس اس سوال کا جواب نہ تھا۔
"اُصیرم عمرو بن ثابت ابن قیس" حضرت ابو ہریرہؓ نے خود ہی جواب دیا "بنی عبدالاشہل کے عمرو بن ثابت قبول اسلام کے بعد نماز کا وقت آنے سے پہلے ہی شہید ہو کر جنت میں داخل ہو گئے تھے"

بہترین یہودی

احد کے شہیدوں میں مخریق بھی تھا وہ ایک یہودی عالم تھا۔ رسول اللہ ﷺ احد کے لئے نکلے تو اس نے اپنی قوم سے کہا "اے قوم یہود تم خوب جانتے ہو کہ محمدؐ اللہ کے رسولؐ ہیں مشرکین کے خلاف ان کی مدد تم پر لازم ہے"
"یوم سبت کو ہم کچھ نہیں کر سکتے" یہودیوں نے جواب دیا۔
"اسلام کے آجانے سے یوم سبت کا حکم ختم ہو گیا ہے" مخریق نے کہا۔
مگر اس کی قوم نے اس کی بات نہ مانی۔
اس نے ہتھیار لگائے اور احد کی طرف چل دیا اور مشرکین سے لڑتا ہوا شہید ہو گیا۔
صحابہ کرام نے رسول اللہ ﷺ کو مخریق کی شہادت کے بارے میں بتایا تو آپؐ نے فرمایا "مخریق بہترین یہودی تھا"
مخریق نے وصیت کی تھی کہ اگر میں شہید ہو جاؤں تو میرا سارا مال محمد ﷺ کا ہے وہ جیسے چاہیں صرف کریں۔ اس کے ترکہ میں سات باغ تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے وہ باغ وقف

قرار دے دیئے۔ مدینہ میں یہ سب سے پہلا وقف تھا۔

جو اہل نار میں سے تھا

قزمان بہت مشہور جنگجو تھا۔ جب بنی ظفر کی کسی قبیلے سے لڑائی ہوتی تو وہ بہت بہادری سے لڑتا احد کی لڑائی میں بھی وہ بہت بہادری سے لڑا چھ سات مشرکین کو قتل کیا صحابہ میں سے کسی نے رسول اللہ ﷺ کو قزمان کی جرآت اور بہادری کے بارے میں بتایا تو آپؐ نے فرمایا ''وہ اہل جہنم میں سے ہے''
لڑائی میں قزمان شدید زخمی ہو گیا' صحابہ نے دیکھا تو کہا ''اے ابو الغیداق شہادت مبارک''
قزمان نے جواب دیا ''کس بات کی مبارک دیتے ہو؟ میں نے کسی جنت کے لئے لڑائی میں حصہ نہیں لیا میں نے تو اپنی آبائی شرافت پر مقاتلہ کیا ہے''
جب وہ درد برداشت نہ کرسکا تو اپنی تلوار اپنے سینے میں پیوست کرکے خودکشی کر لی۔
رسول اللہ ﷺ کو بتایا گیا تو آپؐ نے فرمایا تھا ''وہ اہل نار میں سے ہے''

ثنائے خالق دعائے رسولؐ

شہدائے احد کی تدفین ہوچکی تو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے لئے روانگی کا حکم دیا جو زخمی صحابہ احد کی لشکر گاہ میں تھے انہیں ساتھ لیا بنی سلمہ اور بنی عبدالاشہل کی مانند کوئی اور زخمی نہیں تھا خواتین جو لشکر اسلام میں آکر شامل ہوگئی تھیں وہ بھی ہمراہ ہوگئیں رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوگئے حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ رسول اللہ ﷺ کے گھوڑے کے ساتھ دونوں طرف چلنے لگے صحابہ کرامؓ ایک ترتیب سے پیچھے چلے آتے تھے۔ احد کی گھاٹی سے نکل کر کھلے میدان میں حرہ کے قریب پہنچے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ''صفیں باندھ لو تاکہ میں اپنے رب کی حمد و ثناء کروں''
صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے پیچھے صفیں باندھ کر کھڑے ہو گئے خواتین نے مردوں کے پیچھے صف بنائی رسول اللہ ﷺ نے خالق و مالک کی ثناء بیان کی۔

- ''اے اللہ! سب تعریفیں تیرے لئے ہیں
  اے اللہ! جسے تو فراخی دے اسے کوئی محدود نہیں کرسکتا
  اور جسے تو محدود کردے اسے کوئی وسعت نہیں دے سکتا

اور جس کے لئے تیری طرف سے گمراہی ہے اسے کوئی ہدایت نہیں دے سکتا
اور جسے تو ہدایت دے اسے کوئی گمراہ نہیں کر سکتا
اور جو چیز تو روک لے کوئی وہ چیز عطاء نہیں کر سکتا
اور جو کچھ تو عطاء کرے کوئی اسے روک نہیں سکتا
اور جس چیز کو تو دور کردے اسے کوئی قریب نہیں لاسکتا
اور جو چیز تو قریب کردے اسے کوئی دور نہیں لے جاسکتا
اے اللہ! ہم پر اپنا فضل، رحمتیں، برکتیں اور رزق کشادہ کردے
اے اللہ! میں تجھ سے ایسی نعمت طلب کرتا ہوں
جو ہمیشہ رہنے والی ہو اور جسے کبھی تغیر اور زوال نہ ہو
اے اللہ! میں فقر کے دن تیری نعمت کا سوال کرتا ہوں
اے اللہ! میں خوف کے وقت تیرے تحفظ کا
اور غربت میں غنا کا سوال کرتا ہوں
اے اللہ! جو کچھ تو نے ہمیں عطا کیا ہے اس کے شر سے
اور جو کچھ تو نے ہم سے روک لیا ہے اس کے شر سے
میں تیری پناہ مانگتا ہوں
اے اللہ ایمان کو ہمارے دلوں کی زینت
اور ہمارا محبوب بنادے
اور کفر، فسق اور نافرمانی ہمارے لئے ناقابل برداشت بنا دے
اور ہمیں ہدایت کی راہ پر چلنے والوں میں بنا دے
اے اللہ ہمیں ایمان کی حالت میں موت آئے
اور ہمیں دوبارہ مسلمان ہی زندہ کر
اور ہمیں فتنہ اور رسوائی سے بچا کر صالحین میں شامل کردے
اے اللہ جو کفار تیرے رسولوں کو جھٹلاتے ہیں
اور لوگوں کو تیری راہ سے روکتے ہیں
تو ان سے جنگ کر
اور ان پر اپنا عذاب نازل کر

اے اللہ کفار جن پر تیری کتاب نازل ہوئی
اور انہوں نے اس کتاب سے انکار کیا
تو ان سے لڑائی کر
اے الہ الحق امین"

فرض اور پریشانی

جب شکست خوردہ قریش کے گھوڑ سواروں نے عقب سے حملہ کیا تھا اور رسول اللہ ﷺ کی شہادت کی افواہ پھیلی تھی تو کچھ مسلمان بددل ہو کر جنگ سے الگ ہو گئے تھے "رسول اللہ ﷺ نہیں رہے تو کس کے لئے لڑیں؟"
ان میں سے جو شخص سب سے پہلے مدینہ پہنچا تھا وہ حضرت سعدؓ بن عثمان ابو عبادہ تھے۔
جب ایسے مسلمان اپنے گھروں میں پہنچے تو ان کی عورتوں نے انہیں ملامت کی "تم رسول اللہ ﷺ کو چھوڑ کر بھاگ آئے ہو تم کیسے مرد اور مسلمان ہو"(29)
حضرت ابنِ اُمِ مکتومؓ کو رسول اللہ ﷺ نے مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا تھا انہیں معلوم ہوا تو وہ احد کی طرف چل دیئے نابینا تھے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا اس راستہ سے کبھی گزرے نہیں تھے لیکن احد کی طرف چلے جارہے تھے جو کوئی ملتا اس سے رسول اللہ ﷺ کی خیریت دریافت کرتے آخر جب معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ خیریت سے ہیں تو واپس مدینہ آ گئے۔(30) ان فرائض کی انجام دہی کے لئے جو رسول اللہ ﷺ نے آپ کو سونپے تھے کچھ خواتین گھروں سے چل کر میدان احد میں پہنچ گئی تھیں جن لڑکوں کو کم عمر ہونے کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے لشکر اسلام میں شامل نہیں کیا تھا وہ بھی میدان احد کی طرف دوڑ گئے تھے کچھ نے لڑائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب سے مشرکوں کو دور کرنے میں بھی حصہ لیا تھا ان میں حضرت ابو سعیدؓ بھی شامل تھے کچھ میدان جنگ سے رسول اللہ ﷺ کی سلامتی کی خبر لے کر واپس بھاگ جاتے تھے اور مدینہ اور اردگرد کی بستیوں کے پریشان حال مسلمانوں کو آپؐ کی سلامتی کی خبریں پہنچانے میں مصروف تھے۔

بہادر ماں

اللہ کی حمد و ثناء اور دعا کے بعد رسول اللہ ﷺ پھر گھوڑے پر سوار ہو گئے اور صحابہ کرامؓ

آپؐ کے ساتھ چلنے لگے۔ بنی عبدالاشہل کی بستی میں پہنچ کر آپؐ رک گئے۔ بنی عبدالاشہل کی خواتین اپنے شہیدوں کا ماتم کر رہی تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کی آمد پر سب خواتین گھروں سے باہر نکل آئیں حضرت کبشہ بنت عبید بن محویہ بن بلحرث بن خزرج گھر سے نکل کر رسول اللہ ﷺ کی طرف دوڑیں حضرت سعدؓ بن معاذ رسول اللہ ﷺ کے گھوڑے کی باگ تھامے کھڑے تھے۔

"یا رسول اللہ ﷺ یہ میری والدہ ہیں" حضرت سعدؓ بن معاذ نے عرض کیا۔

"مرحبا" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

"یا رسول اللہ ﷺ آپؐ کو صحیح سلامت دیکھ کر سب مصائب مٹ گئے ہیں" حضرت کبشہؓ نے کہا۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت کبشہ کو ان کے فرزند حضرت عمروؓ بن معاذ کا پرسا دیا اور فرمایا "اے اُمِ سعد خوش ہو جا اور اپنے قبیلہ والوں کو بھی خوشخبری دے کہ ان کے سب شہید جنت میں ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور وہ سب اپنے اپنے اہل کے لئے شفیع ہیں"

"یا رسول اللہ ﷺ ہم خوش ہو گئے اب ہم میں سے کوئی بھی اپنے شہیدوں کا ماتم نہیں کرے گا' یا رسول اللہ ﷺ آپؐ ان شہیدوں کے پس ماندگان کے حق میں دعا فرمائیں" حضرت کبشہ نے عرض کیا۔

رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی "اے پروردگار ان کے دلوں سے غم دور کردے اور انہیں ان کی مصیبتوں کا اجر عطاء فرما اور شہیدوں کی اولاد اور پس ماندگان کو نیکو کار بنا"

صحابہ کرام رسول اللہ ﷺ کے پاس کھڑے تھے ان میں وہ بھی تھے جو زخمی تھے۔

رسول اللہ ﷺ نے حضرت سعدؓ بن معاذ سے فرمایا "ابو عمرو میرے گھوڑے کی باگ چھوڑ دو"

حضرت سعدؓ بن معاذ نے آپؐ کے حکم کی تعمیل کی۔

مدینہ کے لئے روانہ ہونے سے پہلے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے ابو عمرو تیرے اہل والوں میں بہت سے لوگ زخمی ہیں وہ سب اپنے اپنے گھروں میں رک جائیں ان میں سے کوئی بھی میرے ساتھ مدینہ نہیں جائے گا میری طرف سے ان سب کو تاکید کر دو"

حضرت سعدؓ بن معاذ نے بلند آواز سے کہا "رسول اللہ ﷺ کا حکم ہے کہ بنی عبدالاشہل کا کوئی زخمی آپؐ کی ہمراہی کے عزم سے آپؐ کے ساتھ نہیں جائے گا"

بنی عبدالاشہل کے تیس زخمی رسول اللہ ﷺ کے حکم کی تعمیل میں اپنی بستی میں رک گئے اور رسول اللہ ﷺ مدینہ کی طرف روانہ ہوگئے صحابہ کرام آپؐ کے پیچھے پیچھے تھے حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ آپؐ کے گھوڑے کے دائیں بائیں ساتھ دوڑے چلے جا رہے تھے۔

حضرت سمیرا ؓ

کچھ خواتین کو یقین نہ آیا تو خود میدان جنگ کی طرف چل دیں کہ اللہ کے رسول ؐ کو اپنی آنکھوں سے دیکھیں۔

حضرت سمیرا ؓ بنت قیس گھر سے نکلی اور بنی دینار کی خواتین کے ہمراہ جبل احد کی طرف چل پڑیں وہ ہر ملنے والے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں پوچھتی تھیں۔

"تمہارے دونوں بیٹے نعمان اور سلیم شہید ہو گئے ہیں" کسی نے حضرت سمیرا ؓ کو بتایا۔

"رسول اللہ ﷺ کا حال بتاؤ" حضرت سمیرا ؓ نے کوئی جواب دیئے بغیر پوچھا۔

"الحمد اللہ رسول اللہ ﷺ ویسے ہی ہیں جیسا تو ان کو دیکھنا چاہتی ہے" انہیں بتایا گیا۔

"مجھے بتاؤ کہ رسول اللہ ﷺ کہاں ہیں" تاکہ میں حضور ؐ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ لوں"

لوگوں نے رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کر دیا۔

حضرت سمیرا ؓ نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا تو کہا "رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر سب مصائب آسان ہو گئے ہیں"

شوہر کا مرتبہ

رسول اللہ ﷺ کی پھوپھی زاد حضرت حمنہ ؓ بنت جحش بھی مدینہ سے میدان احد کی طرف جانے والی خواتین میں شامل تھیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں دیکھا تو فرمایا "اے حمنہ ؓ اپنے صبر کا اجر اللہ تعالیٰ سے طلب کر"

"کس کی موت پر صبر کا اللہ سے اجر مانگوں" حضرت حمنہ ؓ نے پوچھا۔

"تیرے ماموں حمزہ ؓ بن عبدالمطلب شہید ہو گئے ہیں" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔

"انا للہ وانا الیہ راجعون —— اللہ ان کی مغفرت کرے اور شہادت کو ان کے لئے خوشگوار بنائے" حضرت حمنہ ؓ نے سن کر کہا۔

رسول اللہ ﷺ نے دوبارہ فرمایا "اے حمنہ ؓ اپنے صبر کا اجر اللہ تعالیٰ سے طلب کر"

"کس کی موت پر صبر کا اجر؟ یا رسول اللہ ﷺ!" حضرت حمنہ ؓ نے پھر عرض کیا۔

"اپنے بھائی عبداللہ ؓ بن جحش کی شہادت پر"

"انا للہ وانا الیہ راجعون" اللہ ان کی مغفرت کرے اور شہادت ان کے لئے خوشگوار بنا دے"

حضرت حمنہؓ نے دوبارہ کہا.
رسول اللہ ﷺ نے تیسری بار فرمایا "حمنہ اپنے صبر کا اجر اپنے خدا سے طلب کر"
حضرت حمنہ نے پھر عرض کیا "کس کی موت پر صبر کا اجر یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اپنے خاوند مصعبؓ بن عمیر کی شہادت پر صبر کا اجر"
"ہائے افسوس" حضرت حمنہؓ نے اپنے خاوند کی موت کا سن کر چیخ ماری.
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اپنے شوہر کے لئے عورت کے دل میں خاص مرتبہ ہوتا ہے"
پھر رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمنہؓ سے پوچھا "تم نے ایسا کیوں کہا؟"
"حضرت حمنہؓ نے جواب دیا "یارسول اللہ ﷺ میں اس کے بچوں کے یتیم ہو جانے سے خوفزدہ ہو گئی"
رسول اللہ ﷺ نے حضرت حمنہؓ اور ان کے بچوں کے لئے دعا فرمائی.

"آپؐ سلامت ہیں تو کوئی غم نہیں"

ایک خاتون گھر سے میدان احد کے لئے چلی تو راستے میں اس کا والد ملا وہ پاس سے گزر گئی.
راستہ میں اس کا خاوند اور بھائی ملے وہ ان کے ساتھ بھی واپس نہ لوٹی.
آگے گئی تو بتایا گیا کہ "تیرا باپ بھائی اور خاوند تو مدینہ چلے گئے"
اس نے جواب دیا "انہیں چھوڑو رسول اللہ ﷺ کے بارے میں بتاؤ"
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سامنے دیکھا تو کہا "یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم آپؐ پر میرے ماں باپ قربان آپؐ سلامت ہیں تو کوئی غم نہیں"

"آپؐ زندہ ہیں تو سب مصائب ہیچ ہیں"

بنی دینار کی ایک خاتون مجاہدین اسلام کی راہ میں کھڑی تھی کسی نے اسے بتایا کہ لڑائی میں اس کا شوہر شہید ہو گیا ہے' پھر بتایا کہ اس کا باپ بھی شہید ہو گیا ہے' تیسرے نے بتایا کہ اس کا بھائی بھی شہید ہو گیا ہے. اس نے پوچھا "رسول اللہ ﷺ کا کیا حال ہے؟"
"اللہ کے فضل سے آپؐ بخیریت ہیں" جواب دیا گیا.
"میں آپؐ کو اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں"
کسی نے اشارہ کیا وہ ادھر گئی اور رسول اللہ ﷺ کو اپنی آنکھوں سے دیکھ کر کہا "آپؐ زندہ ہیں تو

سب مصائب ہیچ ہیں''

صبر اور شکر

احد سے واپسی پر راستے میں فدا کاری کے بہت سے ایسے مظاہرے پیش آئے غمزدہ عورتیں اور بچے آپؐ کو سلامت دیکھ کر اللہ کا شکر ادا کرتے تھے۔ آپؐ کسی خاتون سے اس کے بیٹے' خاوند' بھائی یا باپ کی شہادت پر تعزیت کرتے' کسی بچے کو اس کے والد کے جنت رسید ہونے پر مبارکباد دیتے یا ان کے دلوں پر سے غم اور دکھ دور کر دینے کی اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے جا رہے تھے اور صحابہ کرام آپؐ کے گھوڑے کے پیچھے پیچھے چلے آتے تھے۔ سرتاپا مؤدب اور حضورؐ کے کسی حکم اور ارشاد کے منتظر۔

مدینہ میں داخل ہوئے تو سورج ابھی غروب نہیں ہوا تھا۔ عورتیں اور بچے آپ کو دیکھنے کے لئے گھروں سے باہر نکل آئے تھے۔

سید الشہداء کی بیٹی

حضرت حمزہؓ کی صاحبزادی فاطمہؓ بھی راستے کے کنارے کھڑی تھیں۔ وہ لشکر میں اپنے والد کو تلاش کر رہی تھیں۔ مجاہدین کی ٹولیاں گزرتی رہیں' وہ اپنے والد کو تلاش کرتی رہیں ''میرے والد کیوں نظر نہیں آتے'' انہوں نے حضرت ابوبکرؓ صدیق سے پوچھا۔

''رسول اللہ ﷺ تشریف لا رہے ہیں؟'' حضرت ابوبکرؓ نے اس کے سوال کا جواب دینے کی بجائے کہا اور آگے نکل گئے' ان کی آنکھوں میں آنسو بھر آئے تھے۔

رسول اللہ ﷺ کو دیکھ کر فاطمہؓ نے آپؐ کے گھوڑے کی لگام تھام لی ''یا رسول اللہ ﷺ میرے والد کہاں ہیں؟''

''میں تمہارا والد ہوں'' رسول اللہ نے جواب دیا۔

''یا رسول اللہ ﷺ اس سے تو خون کی بو آ رہی ہے'' فاطمہؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

صحابہ کرامؓ کی آنکھیں بھی تر ہو گئیں۔

''یا رسول اللہ ﷺ میرے والد کی شہادت کی کیفیت بیان فرما دیں''

''اس بیان سے تمہارا دل بے قابو ہو جائے گا''

رسول اللہ ﷺ کا جواب سن کر فاطمہؓ کی چیخ نکل گئی۔

زخم اور نماز

رسول اللہ ﷺ کی دونوں رانوں کا گوشت پھٹ گیا تھا' چہرہ مبارک زخمی تھا' دانت ٹوٹ گئے تھے' خون بہت بہا تھا' آپؐ کو سہارا دے کر گھوڑے پر سے اتارا گیا۔ حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ کے کندھوں پر ہاتھ رکھ کر چلتے ہوئے آپؐ اپنے حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے۔ صحابہ کرام مسجد نبوی میں جمع رہے تھوڑی دیر بعد حضرت بلالؓ نے مغرب کی اذان کہی تو حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ حضورؐ کو سہارا دے کر مسجد میں لائے۔ آپؐ نے مغرب کی نماز ادا کی اور واپس حجرہ مبارک میں تشریف لے گئے۔ مسجد کے سامنے اور اصحاب صفہ کے چبوترے پر آگ جلا دی گئی۔ زخمیوں کی مرہم پٹی کی جانے لگی' زخم صاف کئے جانے لگے۔ حضرت بلالؓ نے عشاء کی اذان دی اور رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر جاکر بیٹھ گئے۔ وہ انتظار کرتے رہے مگر رسول اللہ ﷺ برآمد نہیں ہوئے۔ آپؐ کی آنکھ لگ گئی تھی۔ صحابہ کرامؓ مسجد میں منتظر تھے حضرت بلالؓ نے ندا دی "الصلوٰۃ یا رسولؐ اللہ"

رسول اللہ ﷺ بہت آہستہ چلتے ہوئے اپنے حجرہ سے برآمد ہوئے' نماز پڑھائی' واپس جانے لگے تو صحابہ کرامؓ راستہ کے دونوں طرف قطاریں باندھ کر کھڑے ہوگئے' رسول اللہ ﷺ بغیر کسی سہارے کے آہستہ آہستہ چلتے ہوئے اپنے حجرہ میں تشریف لے گئے۔

احتیاط

جس رات لشکر اسلام شیخین کے مقام پر مقیم تھا کچھ یہودیوں نے ایک گڑھی پر تیر برسائے تھے جس میں مسلم خواتین اور بچے مقیم تھے۔ ایک یہودی گڑھی کی دیوار پر چڑھ گیا تو حضرت صفیہؓ بنت عبدالمطلب نے اوپر سے تلوار مار کر اس کی گردن اڑا دی اور اس کا سرا اور دھڑ نیچے پھینک دیئے باقی یہودی اپنے ساتھی کا انجام دیکھ کر پسپا ہو گئے تھے۔(31) احد کے میدان میں مسلمانوں کے نقصان پر مدینہ کے یہودی اور منافق سب خوش تھے بہت سے مسلمان زخمی تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم پر سب زخمی اپنے اپنے گھروں اور آبادیوں میں چلے گئے تھے۔ ان کے خاندان والے اور عزیز و اقارب ان کی مرہم پٹی میں مصروف تھے قریش مکہ کا لشکر مدینہ کے نواح میں تھا۔ خدشہ تھا کہ قریش کا کوئی دستہ یہودیوں اور منافقین کے ساتھ مل کر مدینہ پر شب خون مارے اور ان حالات سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے اس وجہ سے رات کو مدینہ کے

ناکوں پر پہرہ بٹھا دیا گیا۔ انصار کا ایک ہتھیار بند گروہ مسجد نبوی میں اور رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر رات بھر موجود رہا۔ حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ باری باری رسول اللہ ﷺ کے دروازے پر پہرہ دیتے رہے۔

نوحہ کی ممانعت

احد سے واپسی پر رسول اللہ ﷺ مدینہ میں داخل ہوئے تو انصار کے گھروں سے رونے کی آوازیں سنیں "یہ کیا ہے؟" رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا۔
"خواتین شہدائے احد پر آہ بکا کر رہی ہیں" صحابہ نے بتایا۔
"حمزہؓ کے لئے تو رونے والا بھی نہیں" رسول اللہ ﷺ کو اپنے چچا یاد آگئے۔
حضرت سعدؓ بن عبادہ، حضرت سعدؓ بن معاذ، حضرت معاذؓ بن جبل اور حضرت عبداللہؓ بن رواحہ اپنے اپنے محلوں کی طرف گئے، وہ کچھ خواتین حضرت حمزہؓ کے گھر لے آئے۔(32) اور ان سے کہا کہ وہ عم نبی ﷺ کا نوحہ کریں۔
رسول اللہ ﷺ سو چکے تھے، نوحہ کرنے والیوں کی آواز سن کر پوچھا "یہ کیا قصہ ہے؟"
آپؐ کو بتایا گیا کہ انصار کی خواتین حضرت حمزہؓ کا نوحہ کر رہی ہیں۔
آپؐ نے ان خواتین کے لئے مغفرت کی دعا کی اور فرمایا "میرا یہ ارادہ نہ تھا"
عرب میں زمانہ قدیم سے رواج چلا آتا تھا کہ خواتین اپنے مرنے والوں کا نوحہ کیا کرتی تھیں۔ ماتم کرنے والی کچھ خواتین ان کی قیادت کرتی تھیں اور ماتم کے دوران مجلس میں شریک خواتین اپنے گریبان چاک کر لیا کرتی تھیں اور بال کھول کر سر پیٹا کرتی تھیں۔
رسول اللہ ﷺ حضرت حمزہؓ کے گھر تشریف لے گئے اور فرمایا "اللہ تم پر اپنی رحمت کرے تم نے ہمدردی اور دکھ کا اظہار کیا ہے اب واپس اپنے گھروں کو چلی جاؤ"
آپ نے نوحہ کرنے سے منع فرما دیا۔

مشرکین کا تعاقب

مدینہ سے باہر نکل کر قریش سے جنگ کرنے کے حامیوں نے کہا تھا:

- قریش تاراج کر کے واپس چلے گئے تو ان کے حوصلے بڑھ جائیں گے پھر وہ اسی طرح تاراج کرنے آیا کریں گے۔

- ہم شہر میں بند رہے اور نکل کر قریش کا مقابلہ نہ کیا تو ہمارے ارد گرد رہنے والے کفار کو طمع پیدا ہو گی اور وہ بھی ہم پر چڑھ آئیں گے
- ہمارے دشمن ہمیں کمزور سمجھیں گے۔

بدر کے میدان میں مشرکین مکہ کی ذلت اور رسوائی سے ایک طرف تو مسلمانوں کی قوت اور ریاست مدینہ کے استحکام کا تاثر گہرا ہوگیا تھا اور ریاست کی حدود کے ساتھ بسنے والے بدو قبائل نے مسلمانوں کے ساتھ مفاہمت اور تعاون کا رویہ اختیار کرنا شروع کردیا تھا لیکن دوسری طرف ریاست مدینہ کی حدود کے اندر رہنے والے یہودیوں نے کھلے عام مشرکین مکہ کے ساتھ تعلق بڑھانے اور ان کی مدد سے ریاست مدینہ اور مسلمانوں پر فیصلہ کن ضرب لگانے کی منصوبہ بندی شروع کر دی تھی۔ جزیرہ نمائے عرب کے بہت سے قبائل اپنے آبائی دین کے تحفظ کے لئے ریاست مدینہ کو ختم کرنے کے منصوبوں میں شامل ہوگئے تھے۔ رسول اللہ ﷺ ان کے منصوبوں کو ناکام بنانے کے لئے کئی بار خود فوجی مہمات لے کر مدینہ سے باہر گئے تھے اس طرح آپؐ بدر کی فتح کے بعد سے اپنی سیاسی' اقتصادی' اور فوجی قوت مجتمع (Consolidate) کرنے اور اجتماعی صورتحال کو ریاست مدینہ کے حق میں تبدیل کرنے کی کوششیں کرتے رہے تھے اللہ تعالیٰ کی مدد اور اپنی پیغمبرانہ فراست سے آپؐ کو ان کوششوں میں کامیابی ہوئی تھی۔

لیکن جبل احد کے دامن میں لڑی جانے والی غیر فیصلہ کن لڑائی (Undecided Battle) میں مسلمانوں کا جانی نقصان زیادہ ہوا تھا ان کے زخمیوں کی تعداد بھی زیادہ تھی اور قریش مکہ اپنی ظفریابی کا دعویٰ کر رہے تھے۔ عبداللہ بن ابی بن سلول اپنی فراست کا دعویٰ کرنے لگا تھا اور کہنے لگا تھا کہ اگر اس کی بات مان لی جاتی تو مسلمانوں کی یہ حالت نہ ہوتی رسول اللہ ﷺ نے احد کی غیر فیصلہ کن جنگ کے فوری اور مستقبل کے اثرات کا جائزہ لیا اور قریش مکہ کے لشکر کا پیچھا کرنے کا فیصلہ فرمایا تاکہ ریاست مدینہ کی حدود کے اندر رہنے والے منافق' مشرک اور یہودی یہ نہ سمجھ لیں کہ مسلمان دب گئے ہیں۔ اس تاثر سے ریاست کا اندرونی استحکام امن اور نظام متاثر ہوسکتے تھے بنو قینقاع کے اخراج اور کعب بن اشرف کے قتل سے یہودیوں پر جو رعب قائم ہوا تھا وہ ختم ہوسکتا تھا اور یہودی پھر سے اسلام اور اسلامی ریاست کے دشمنوں کی منصوبہ بندی میں زیادہ سرگرم ہو سکتے تھے۔ جنگ احد سے ایک نئی سوچ پیدا ہو سکتی تھی اور اس نئی سوچ اور اس کے اثرات و نتائج سے ریاست مدینہ کی اندرونی اور بیرونی اجتماعی سیاسی اقتصادی اور فوجی صورتحال خراب ہوسکتی تھی۔

اس لئے یہ ثابت کرنا کہ مسلمانوں کی اجتماعی قوت ختم نہیں ہوئی اور وہ اب بھی اسلام اور اسلامی ریاست کے دفاع کی خاطر جانیں قربان کرنے کے لئے تیار ہیں ضروری ہو گیا تھا۔(33) حالات بہت نازک تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خود بھی زخمی تھے احد کی لڑائی میں ستر کے قریب جو صحابہ شہید ہوگئے تھے ان کے گھر والے صدمہ کی حالت میں تھے بہت سے صحابہ زخمی تھے کسی کا سر پھٹا ہوا تھا کسی کا جسم چھلنی تھا کسی کا بازو لٹک گیا تھا ایسے حالات میں کبھی بھی کوئی حکمران اور کماندار اپنے سے پانچ گنا بڑی اور ہر قسم کے اسلحہ سے لیس مخالف فوج کا پیچھا نہیں کیا کرتا لیکن رسول اللہ ﷺ نہ عام حاکم تھے اور نہ ہی عام کماندار تھے آپؐ کے اس فیصلے کو عام دنیاوی اصولوں اور وقتی مصلحتوں کے پیمانے سے نہیں ناپا جاسکتا تاریخ عالم میں شاید اس کی ایک بھی مثال نہیں ہوگی کہ کسی کماندار نے میدان جنگ میں اتنا زیادہ جانی نقصان اٹھانے کے بعد ایک چھوٹے سے زخمی اور تھکے ماندے گروہ کو لے کر اپنے سے پانچ گنا لشکر والے دشمن کا تعاقب کیا ہو۔

ایسا فیصلہ اللہ کا نبی ہی کر سکتا تھا جسے اللہ کی مدد اور نصرت پر یقین کامل ہو۔

صبح کی نماز سے فارغ ہوئے تو رسول اللہ ﷺ نے حضرت بلالؓ کو حکم دیا کہ قریش مکہ کے لشکر کے تعاقب کے لئے تیاری کی منادی کرو اور بتا دو کہ قریش کا تعاقب کرنے والے لشکر میں وہی صحابہ شامل ہوسکیں گے جنہوں نے احد کے میدان میں قریش کے خلاف لڑائی میں حصہ لیا تھا۔

حضرت بلالؓ نے مسجد میں کھڑے ہو کر منادی کی۔

اس کے بعد مدینہ اور ارد گرد کی سب آبادیوں میں بھی منادی ہونے لگی "رسول اللہ ﷺ مشرکین مکہ کے تعاقب کے لئے روانہ ہو رہے ہیں جو کوئی بھی احد کے معرکہ میں شریک تھا تیار ہو کر جلد پہنچ جائے"

جن صحابہ نے مسجد میں نماز ادا کی تھی وہ اپنے اپنے گھروں کی طرف بھاگے مختلف قبائل اور بستیوں کے سردار رات بھر مسجد نبوی میں موجود رہے تھے وہ اپنی اپنی بستیوں اور قبیلوں کی طرف دوڑ پڑے جس کسی نے منادی سنی وہ ہتھیار پہننے لگا زخموں پر پٹیاں باندھیں اور مسجد نبوی کی طرف چلدیا۔ بنی عبدالاشہل کے تقریباً" سب ہی لوگ زخمی تھے۔ حضرت اسیدؓ بن حضیر کو جنگ میں سات زخم آئے تھے' حضرت سعد بن معاذؓ مسجد نبوی سے آئے تو حضرت اسیدؓ اپنے زخموں کا علاج کر رہے تھے حضرت سعدؓ نے بتایا کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش کے تعاقب کے لئے تیاری کا حکم دیا ہے تو حضرت اسیدؓ نے کہا "ہم نے سنا اور دل سے اللہ اور اللہ کے رسول ﷺ کی اطاعت کی"

اور ہتھیار لگا کر فورا" چل پڑے. عبداللہ بن سہل اور رافع بن سہل دو بھائی تھے دونوں بہت زخمی تھے حضرت سعدؓ بن معاذ نے رسول اللہ ﷺ کے حکم کے بارے میں بتایا تو انہوں نے کہا "ہم لشکر رسولؐ سے پیچھے رہنے کا عظیم نقصان پسند نہیں کرتے مگر ہمارے پاس کوئی سواری کا جانور بھی نہیں کہ اس پر سوار ہوجائیں عبداللہ نے بھائی سے مشورہ کیا کہ کیا کریں؟ پھر وہ دونوں چل پڑے دونوں لڑکھڑاتے ہوئے جارہے تھے رافع زیادہ زخمی تھا وہ رک جاتا تو عبداللہ بھی رک جاتا تھا کبھی وہ اسے اٹھا لیتا پھر کہتا اب چلنے کی کوشش کرو اسی طرح گرتے پڑتے وہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوگئے حضرت ابو قتادہؓ نے اپنے قبیلے کے لوگوں کو رسول اللہ ﷺ کے حکم سے آگاہ کیاتو سب مسلمانوں نے ہتھیار لگا لئے اور مسجد کی طرف چلدیئے ان کے قبیلے کے چالیس افراد جنگ احد میں زخمی ہوئے تھے ان میں حضرت طفیلؓ بن نعمان کے جسم پر تیرہ زخم تھے' خراشؓ بن صمہ کے جسم پر دس زخم تھے. حضرت کعبؓ بن مالک کے زخم دس سے بھی زیادہ تھے. حضرت قطیبہ بن عامر بن حدید کے جسم پر نو زخم تھے. رسول اللہ ﷺ لشکر کا معائنہ کرتے ہوئے اس قبیلہ کے افراد کے پاس پہنچے تو ان میں سے بعض بمشکل کھڑے ہو رہے تھے رسول اللہ ﷺ نے ان کی حالت اور قوت ایمانی دیکھ کر دعا فرمائی "اے اللہ بنی سلمہ پر رحم فرما"

حضرت طلحہؓ نے منادی سنی تو لشکر کی روانگی کا وقت معلوم کرنے مسجد نبوی آئے کیا دیکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ ہتھیار لگائے زرہ بکتر اور خود پہنے مسجد نبوی کے سامنے تیار کھڑے ہیں آپؐ کو شدید زخم آئے تھے بڑی مشکل سے چل سکتے تھے. دائیں کندھے پر شدید چوٹ آئی تھی' پیشانی اور رخسار مبارک پر زخم تھے' دانت ٹوٹ گیا تھا' ہونٹ کٹ گیا تھا اور دونوں رانوں کا گوشت پھٹ گیا تھا. اس کے باوجود آپؐ سب سے پہلے ہتھیار لگا کر روانگی کے لئے تیار ہو کر باہر آ گئے تھے.(34) حضرت طلحہؓ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو روانگی کے لئے تیار دیکھا تو الٹے پاؤں گھر کی طرف دوڑ پڑے ان کے جسم پر بھی نو زخم تھے.

حضرت جابرؓ ہتھیار لگائے ہوئے پیش ہوئے "یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں جنگ احد میں اس لئے شریک نہ ہوسکا تھا کہ میرے والد نے کہا تھا کہ تم ابھی کم عمر بھی ہو اور گھر میں تیری سات بہنیں ہیں ان کے پاس بھی کسی کو رہنا چاہئے تم گھر میں رہو میں جہاد کے لئے جاتا ہوں چنانچہ میں احد میں شرکت کی سعادت سے محروم رہا اور میرے والد احد میں شہادت کے مرتبہ کو پہنچ گئے اب آپؐ مجھے اس غزوہ میں شرکت کی اجازت عنایت فرمادیں"

رسول اللہ ﷺ نے حضرت جابرؓ بن عبداللہ کو اجازت عنایت فرمادی.

صرف وہی ایک مجاہد تھے جو جنگ احد میں شریک نہیں ہوئے تھے اور قریش کے لشکر کا تعاقب کرنے والوں میں شامل کر لئے گئے تھے.

عبداللہ بن ابی بن سلول رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور لشکر اسلام میں شرکت کی اجازت چاہی مگر آپؐ نے اسے اجازت نہ دی.

رسول اللہ ﷺ کے ساتھیوں کی تعداد چھ سو سے کچھ ہی زیادہ ہوگی کیونکہ ایک کے سوا سب وہی تھے جو جنگ احد میں شریک ہوئے تھے اور جنگ احد میں مسلمانوں کی تعداد سات سو تھی جن میں سے ستر کے قریب شہادت کے مرتبہ کو پہنچ گئے تھے ان سوا چھ سو میں سے بھی بہت سے زخمی تھے جو زخمی نہیں تھے وہ رات بھر پہرہ دیتے رہے تھے اپنے اپنے زخمیوں کی مرہم پٹی اور دیکھ بھال کرتے رہے تھے اس سے پہلے روز احد کے میدان میں مشرکین سے لڑتے رہے تھے. زخم تھکاوٹ اور شب بھر کی بیداری کچھ بھی ان کے جذبہ ایمانی پر اثر انداز نہیں ہوا تھا' روانگی سے پہلے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم(35) نے صحابہ کے ساتھ مسجد میں دو رکعت نماز ادا کی.

حضرت ابن اُمِ مکتومؓ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا.

مسجد سے باہر تشریف لائے تو علم منگوایا اور حضرت علیؓ کے حوالے کر دیا ایک روایت کے مطابق آپ نے علم حضرت ابوبکرؓ صدیق کے حوالے کیا تھا رسول اللہ ﷺ نے حضرت طلحہؓ سے پوچھا تمہارے خیال میں مشرکین کا لشکر کہاں ہو سکتا ہے انہوں نے جواب دیا "یا رسول اللہ ﷺ انہیں سیالہ کے مقام پر ہونا چاہیے"

"میرا بھی یہی اندازہ ہے" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا.

آپؐ نے قریش کے لشکر کا کھوج لگانے کے لئے تین ماہر کھوجی (جاسوس) پہلے ہی روانہ فرما دیئے تھے ان میں قبیلہ بنو سہم کے حضرت نعمانؓ بن سفیان بن خالد اور حضرت سلیطؓ بن سفیان بن خالد دو بھائی اور قبیلہ بنی عویمر کا ایک کھوجی شامل تھے. رسول اللہ ﷺ نے انہیں ہدایت فرمائی تھی کہ وہ تیز رفتاری سے جائیں اور مشرکین کے بارے میں تمام معلومات حاصل کرکے راستے میں آپؐ کو آگاہ کریں.

مدینہ کے ارد گرد کی بستیوں سے مجاہدین آچکے تو رسول اللہ ﷺ گھوڑے پر سوار ہوگئے باقی مجاہدین سواریوں پر اور پیدل ساتھ چلنے لگے حضرت سعدؓ بن عبادہ نے لشکر اسلام کے لئے تیس اونٹوں پر کھجوریں لاد رکھی تھیں وہ دوران سفر ذبح کرنے کے لئے بھی کچھ اونٹ لائے تھے.

مختصر راستوں سے ہوتے ہوئے رسول اللہ ﷺ کے بھیجے ہوئے کھوجی حمراء الاسد کے مقام پر

پہنچے تو قریش کا لشکر ابھی وہیں مقیم تھا قریش کو ان پر شبہ ہوا اور غلبہ کرکے ان میں سے دو کو گرفتار کرلیا معلوم ہوا کہ وہ مسلمان ہیں اور رسول اللہ ﷺ نے انہیں قریش کے لشکر کا کھوج لگانے کے لئے بھیجا ہے تو قریش نے ان دونوں کو شہید کر دیا۔(35) اور خود بوریا بستر لپیٹ کر مکہ کی طرف روانہ ہو گئے۔

حکمت کی روشنی میں

رسول اللہ ﷺ لشکر اسلام کے ساتھ حمراء الاسد پہنچے تو آپؐ کے دونوں کھوجیوں کی نعشیں وہاں پڑی تھیں آپؐ نے قبر کھدوائی اور دونوں شہیدوں کو ایک ہی قبر میں اتار دیا اس کے بعد آپؐ نے مجاہدین کو حکم دیا کہ وہ زیادہ سے زیادہ خشک لکڑیاں جمع کریں مجاہدین ارد گرد کے ٹیلوں اور وادیوں میں پھیل گئے رات ہوئی تو آپؐ نے حکم دیا کہ ارد گرد کے ٹیلوں پر الاؤ روشن رکھے جائیں اس رات بھر حمراء الاسد کے ازد گرد کے ٹیلوں اور اونچی جگہوں پر سینکڑے الاؤ جلتے رہے جن کی روشنی میلوں دور سے نظر آتی تھی قریش مکہ بھی کچھ فاصلے پر اپنے کیمپ میں ساری رات حمراء الاسد میں دور دور تک جلنے والی روشنیوں کو دیکھتے رہے اور مسلمانوں کی فوج کی تعداد کا اندازہ کرنے کی کوشش کرتے رہے صحرائی علاقوں میں رات کے وقت اونچی جگہ پر الاؤ روشن کیا جائے تو وہ بہت دور تک نظر آتا ہے قریش مکہ حمراء الاسد سے چل کر ابھی زیادہ دور نہیں گئے تھے کیونکہ وہ طلوع آفتاب کے کافی دیر بعد وہاں سے تب روانہ ہوئے ہوں گے جب انہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کھوجیوں (جاسوسوں) سے معلوم ہوا ہوگا کہ آپؐ ایک لشکر کے ساتھ ان کے تعاقب میں آرہے ہیں۔(36) انہیں کیمپ اٹھانے میں بھی کچھ وقت لگا ہوگا تین ہزار کے لشکر کا کیمپ لگانا اور اٹھانا کافی وقت چاہتا تھا۔

قریش مکہ کے علاوہ حمراء الاسد کے ارد گرد آباد بدو قبائل بھی رات بھر آگ کے سینکڑے الاؤ دیکھتے رہے ساری رات آگ کے اتنے زیادہ الاؤ کا جلنا ایک غیر معمولی واقعہ تھا صحراؤں کے تجارتی راستوں پر جب تجارتی قافلے اترتے تھے تو ارد گرد کے قبائل کو پہلے سے علم ہوتا تھا کہ کس کا قافلہ ہے کہاں سے آیا ہے اور کہاں جارہا ہے پھر قافلہ والے اتنی بڑی تعداد میں آگ کے الاؤ روشن نہیں کیا کرتے تھے اس لئے جس کسی نے یہ لاؤ دیکھے اس کے ذہن میں ایک خاص قسم کا تجسس پیدا ہوگیا صحراؤں میں غیر معمولی واقعات اور تجسس تیزی سے سفر کرتے تھے اور دور دور تک پہنچ جاتے تھے کسی سفر کرنے والے نے جو بات سنی ہوتی تھی اگلی رات وہ جہاں قیام کرتا تھا

وہاں کے لوگوں تک پہنچا دیا کرتا تھا کیونکہ مسافروں اور قافلہ والوں سے ہر جگہ پوچھا جاتا تھا "کیا خبر لائے ہو؟" اور ان کے پاس جو خبر ہوتی تھی بیان کرتے چلے جاتے تھے ان بدو قبائل کو اگلی صبح معلوم ہوگیا کہ رسول اللہ ﷺ مکہ کے قریش کا تعاقب کررہے ہیں اور ان کے پاس اتنا لشکر ہے کہ دور دور تک الاؤ روشن کرتے ہیں اس سے ان کے دلوں پر رسول اللہ ﷺ اور آپؐ کی قوت کا ایک رعب قائم ہوگیا اور قریش نے احد میں اپنی فتح کے دعوؤں سے جو تاثر قائم کرنے کی کوشش کی تھی وہ کافی حد تک زائل ہوگیا ارد گرد کے بدوقبائل اور پھران راستوں سے گزرنے والے مسافروں اور قافلوں کے ذریعے رسول اللہ ﷺ کی طرف سے قریش کے تعاقب کی خبر جزیرہ نمائے عرب کے کناروں تک پہنچ گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے حمراء الاسد میں سوموار منگل اور بدھ تین روز قیام فرمایا مجاہدین ہر رات اسی طرح اونچے ٹیلوں پر آگ کے الاؤ روشن کرتے رہے لشکر اسلام کے لئے کسی روز دو اونٹ ذبح کیے جاتے اور کبھی تین۔

ابو سفیان کا فرار

تہامہ کے قبیلہ خزاعہ کے لوگ رسول اللہ ﷺ کے ہمدرد اور راز داں تھے معبد بن ابی معبد خزاعی حمراء الاسد میں رسول اللہ (ﷺ) کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا "اے محمد ﷺ آپؐ کے صحابہ کو جو صدمہ پہنچا ہے اس سے ہمیں سخت تکلیف ہوئی ہے ہماری تمنا ہے کہ اللہ آپؐ کو عافیت عطاء کرے"

رسول اللہ ﷺ کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کا اظہار کرکے وہ واپس چلا گیا روحا میں پہنچا تو مشرکین مکہ سے ملاقات ہوگئی وہ اپنے لشکر سمیت ابھی وہیں مقیم تھے اور مشورہ کررہے تھے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ کیا جائے یا نہیں ان میں اس بارے میں اختلاف تھا ابوسفیان نے معبد کو دیکھا تو ساتھیوں سے کہا یہ معبد آیا ہے ادھر سے اس کے پاس ضرور مسلمانوں کے بارے میں کوئی خبر ہوگی پھر اس نے معبد سے پوچھا "اے معبد تو نے ان کو (مسلمانوں کو) اپنے پیچھے کس حال میں چھوڑا ہے؟"

معبد نے جواب دیا "میں نے دیکھا ہے کہ محمد (ﷺ) اور ان کے ساتھی بہت غصہ میں ہیں وہ دانت پیس رہے تھے اور ان کا تم سے انتقام لینے کا جذبہ شعلے مار رہا تھا اوس اور خزرج کے جو لوگ احد کی لڑائی میں شریک نہیں ہوئے تھے وہ بھی ان کے ساتھ آرہے ہیں اور انہوں نے عہد

کرر کھا ہے کہ تم نے ان کی قوم کے جن سرداروں کو قتل کیا ہے ان کے خون کا تم سے بدلا لئے بن وہ واپس مدینہ نہیں جائیں گے"

ابو سفیان نے سن کر کہا "تم پر افسوس ہے یہ تم کیا کہہ رہے ہو؟"

معبد نے جواب دیا "کیا تو دیکھ نہیں رہا کہ وہ تعاقب میں نکل آئے ہیں اور وہ تمہارے اتنے قریب آچکے ہیں کہ ان کے گھوڑوں کی کنوتیاں اور سر نظر آنے لگے ہیں"

ابو سفیان نے کہا "ہم تو لوٹ کر ان پر حملہ کرنے والے ہیں"

معبد خزاعی نے کہا "میرا مشورہ مانو تو اس سے باز رہو میں تو ان کے غیض و غضب سے اتنا مرعوب ہوگیا کہ میری زبان پر شعر آگئے تھے"

"کیا شعر آئے تھے انہیں دیکھ کر تیری زبان پر؟" ابوسفیان نے پوچھا

معبد خزاعی نے ابوسفیان کو یہ اشعار سنائے۔

"اس لشکر کے شوروغل سے ڈر کر میری سواری تو گرہی پڑی تھی
جب ہر طرف گھوڑوں کا سیلاب سا اُمڈ آیا تھا
جو شیروں کی مانند لڑنے والوں کو اٹھائے دوڑے آتے تھے
کاٹھیوں میں جمے ہوئے ایسے مسلح سواروں کو اٹھائے
جو لڑنے کے لئے بے تاب تھے
اور زمین لرزتی ہوئی محسوس ہوتی تھی
اور میں اور بھی تیز بھاگنے لگا تھا
جب وہ ایسے سردار کی قیادت میں چڑھے آتے تھے
جس کی پیروی کرنے والوں کی کمی نہیں
تو میں نے کہا تھا
ہائے افسوس ابن حرب کے لئے
جب اسے ان کا سامنا درپیش ہوگا
اور وادی میں انسانوں کا سیلاب اُمڈ آئے گا
میں قریش کو
اور ہر باہوش اور صاحب فراست انسان کو
صاف صاف الفاظ میں

احمد (ﷺ) کے لشکر اور سواروں
سے خبردار کرتا ہوں
وہ لشکر عام افراد کا لشکر نہیں
اور میری یہ وارننگ بے بنیاد نہیں"

معبد خزاعی کے جواب اور اشعار سے ابوسفیان اور اس کے ساتھیوں کے حوصلے اور بھی پست ہو گئے اور وہ تیزی سے مکہ کی طرف چل دیئے(37) مگر وہ اپنی کمزوری اور واپسی کا ارادہ کسی پر ظاہر نہیں کرنا چاہتے تھے اس خوف سے کہ رسول اللہ ﷺ ان کو پسپا ہوتے دیکھ کر چڑھائی نہ کر دیں۔ بقول گلب پاشا "قریش کی فوج نے جب یہ سنا تو فوراً اپنا بوریا بستر اٹھایا اور جلدی جلدی مکہ کی طرف روانہ ہوگئے رات کو کہیں سستانا بھی انہوں نے خطرناک سمجھا"(38)

قبیلہ عبدالقیس کا ایک تجارتی گروہ ادھر سے گزر رہا تھا' ابوسفیان نے پوچھا "کہاں جاتے ہو؟"
"مدینہ غلہ خریدنے جارہے ہیں" انہوں نے جواب دیا۔
"جو پیغام میں دوں اگر تم محمد (رسول اللہ ﷺ) تک پہنچا دو تو میں عکاظ کے میلے کے موقع پر تمہارے اونٹ کشمش سے لاد دوں گا"
"جو پیغام چاہو ہم پہنچا دیں گے" گروہ عبدالقیس نے جواب دیا۔
"ان سے ملو تو کہنا ہم نے ان پر حملہ کرکے ان کے باقی ماندہ لوگوں کو ختم کرنے کا عزم کرلیا ہے۔
گروہ عبدالقیس نے حمراء الاسد پہنچ کر رسول اللہ ﷺ کو ابوسفیان کا پیغام دیا تو آپؐ نے فرمایا تمہارے لئے ہمارا خدا کافی ہے اور وہی ہمارا نگہبان ہے"

ابوسفیان ظاہر تو یہ کرتا رہا کہ وہ واپس لوٹ کر تعاقب میں آنے والے لشکر اسلام سے دو دو ہاتھ کرنے کا عزم رکھتا ہے روحا سے سے فرار کے وقت بھی اس نے یہی پیغام بھیجا مگر حالات و واقعات کے تجزیہ کے بعد اس نے آن بچا کر واپس لوٹ جانا ہی بہتر سمجھا یہ اعلان اور پیغام تو ایک حربہ تھا۔

رسول اللہ ﷺ تین روز تک قریش کی واپسی کا انتظار کرتے رہے مگر انہوں نہ آنا تھا نہ پھر سے مقابلہ کے لئے لوٹ کر آئے رسول اللہ ﷺ نے قریش کے لشکر کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لئے جو لوگ متعین فرمائے تھے انہوں نے بھی اطلاع دی کہ قریش مکہ کی طرف بہت دور چلے گئے ہیں اوران کی واپسی کا کوئی امکان نہیں تو جمعرات کے روز رسول اللہ ﷺ نے مدینہ واپس لوٹ جانے کا حکم دیا اور لشکر اسلام واپس آگیا مگر قریش کے فوری تعاقب اور حمراء

الاسد میں تین روز تک قیام سے رسول اللہ ﷺ نے اللہ اور اس کے دین کے دشمنوں کو دکھا دیا کہ احد کے میدان میں نقصان اٹھانے کے باوجود مسلمان مکہ کے قریش اور مشرک بدو قبائل کا مقابلہ کرنے کی صلاحیت اور طاقت رکھتے ہیں ریاست مدینہ کی حدود کے اندر رہنے والے مشرکوں منافقوں اور یہودیوں کو بھی بتا دیا کہ مسلمان ان کی سازشوں اور چالوں کا اچھی طرح مقابلہ کرسکتے ہیں اور اگر وہ قریش کے تعاقب کی طاقت اور جرات کرسکتے ہیں تو مدینہ کے اندر کے دشمنوں سے نپٹنا تو ان کے لئے اس سے بھی زیادہ آسان ہو گا۔

بد عہد شاعر

مکہ کا شاعر ابوعزہ ایک بار پھر مسلمانوں کے ہاتھوں گرفتار ہوگیا تھا بدر کی لڑائی میں بھی اسے مسلمانوں نے جنگی قیدی بنالیا تھا لیکن اس نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی تھی کہ اس پر احسان کیا جائے اور اسے فدیہ کے بغیر رہا کردیا جائے اس نے کہا تھا کہ میں غریب ہوں میرے پاس فدیہ کی رقم نہیں اس لئے مجھ پر رحم کیا جائے اس نے وعدہ کیا تھا کہ آئندہ وہ کبھی مسلمانوں کے خلاف قصیدے لکھ لکھ کر مشرکین کو مشتعل نہیں کرے گا اور نہ کبھی مسلمانوں کے خلاف کسی مہم میں شامل ہوگا رسول اللہ ﷺ نے اس کی غربت اور اس کی بچیوں کا خیال فرماتے ہوئے اسے رہا کر دینے کا حکم دیا تھا لیکن مکہ واپس جانے کے بعد وہ دیگر قبائل کو مسلمانوں کے خلاف آمادہ جنگ کرنے والے قریش مکہ کے وفد میں شامل ہوگیا تھا اور ایک بار پھر قریش کے لشکر کے ساتھ مسلمانوں کے خلاف لڑنے آیا تھا اور ایک بار پھر گرفتار ہوگیا تھا۔(39) اس کا تعلق مکہ کے قبیلہ بنو جمح سے تھا اس کا پورا نام عمرو بن عبداللہ بن عمر بن وہب بن جمح تھا ابوعزہ شعلہ بیان عوامی شاعر تھا اور صرف شاعر ہی تھا اور عام عوامی شاعروں کی مانند اعلیٰ انسانی خصوصیات سے محروم تھا اسے نہ اپنے وعدے کا پاس تھا اور نہ ہی وہ میدان جنگ میں لڑ سکتا تھا بلکہ بھاگ جانے اور فرار کی طاقت بھی نہیں رکھتا تھا اس نے اس بار بھی رسول اللہ ﷺ سے احسان کرنے اور رہائی کی درخواست کی اور ایک بار پھر عرض کیا کہ آئندہ کبھی وہ مسلمانوں کے خلاف کسی مہم میں شامل نہیں ہوگا۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ”مومن کو ایک ہی پتھر سے دو مرتبہ ضرب نہیں لگائی جاسکتی تو مکہ واپس جاکر اپنے منہ پر ہاتھ پھیر کر کہے گا کہ میں نے دو مرتبہ محمد (ﷺ) کو فریب دیا ہے“

رسول اللہ ﷺ کے حکم پر حضرت عاصم بن ثابت نے بد عہد شاعر کی گردن اڑا دی۔

شرک اور برائی کا شاعر اپنے انجام کو پہنچ گیا

بد حواس جاسوس

معاویہ بن المغیرہ بن ابی العاص بھی مشرکین مکہ کے لشکر میں شامل تھا لیکن میدان احد میں مشرکین کی پسپائی سے اس طرح بدحواس ہو کر بھاگا کہ قباء میں پہنچ گیا مشرکین مکہ اپنا بوریا بستر لپیٹ کر چلے گئے تو وہ پیچھے رہ گیا رات مدینہ کے قریب کہیں سویا رہا خوفزدہ تھا کہ اگر مسلمانوں کے ہاتھ آگیا تو وہ قتل کر دیں گے صبح ہوئی تو چھپتا ہوا حضرت عثمانؓ بن عفان کے گھر تک پہنچ کر دستک دی حضرت عثمانؓ ان کے ہم قبیلہ تھے (یہ معاویہ مروان کا نانا تھا)

حضرت عثمانؓ بن عفان اس وقت مسجد نبوی میں تھے ان کے گھر والوں نے بتایا کہ وہ تو گھر پر نہیں ہیں۔

"میرے پاس ان کی کچھ رقم ہے سال رفتہ میں نے ان کا ایک اونٹ فروخت کیا تھا وہ رقم دینے آیا ہوں کسی کو بھیج کر انہیں بلوادیں تاکہ میں ان کی رقم واپس کروں" معاویہ نے کہا

حضرت ام کلثومؓ نے حضرت عثمانؓ کو پیغام بھجوا دیا۔

"وائے افسوس تو نے مجھے بھی ہلاک کیا اور اپنی جان بھی ہلاکت میں ڈالی" حضرت عثمانؓ نے اسے دیکھ کر کہا۔

"فرزند عم تیرے سوا یہاں میرا کوئی اور تھا جو نہیں" معاویہ نے جواب دیا۔

حضرت عثمانؓ اسے چھوڑ کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تاکہ اس کے لئے آپؐ سے امان کی درخواست کریں لیکن حضرت عثمانؓ کے آنے سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کو معاویہ کی تلاش میں بھیج چکے تھے۔

حضرت عثمانؓ نے رسول اللہ ﷺ سے درخواست کی "اس خدا کی قسم جس نے آپؐ کو حق کے ساتھ معبوث فرمایا ہے میں تو اس کے لئے آپؐ سے امان کی التجاء کرنے آیا ہوں آپؐ معاویہ کو میرے لئے ہبہ کردیں"

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عثمان ؓ کی درخواست قبول کرتے ہوئے معاویہ کو امان دے دی اور فرمایا "وہ تین دن کے اندر اندر یہاں سے چلا جائے اگر تین دن کے بعد یہاں دیکھا گیا تو قتل کر دیا جائے گا"

اسی روز رسول اللہ ﷺ حمراء الاسد روانہ ہو گئے حضرت عثمانؓ بھی آپؐ کے ہمراہ تھے واپس آکر حضرت عثمانؓ نے معاویہ کے لئے رخت سفر تیار کیا اور اسے روانہ کر دیا مگر اس وقت تک اسے

مدینہ میں پانچ روز ہو چکے تھے اور امان کی مدت ختم ہو گئی تھی۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "معاویہ کہیں قریب ہی موجود ہے اسے ڈھونڈو"
صحابہ کرامؓ اس کی تلاش میں نکل پڑے۔ حضرت زیدؓ بن حارثہ اور حضرت عمارؓ بن یاسر نے وادی عقیق میں اسے جا پکڑا اور قتل کر دیا بعض کا خیال ہے کہ معاویہ جاسوسی کی غرض سے مدینہ میں مقیم تھا۔

امت

حضرت مصعبؓ بن عمیر احد کی لڑائی میں اہل توحید کے علمبردار تھے بدر کی لڑائی میں بھی لشکر اسلام کا علم اٹھانے کا اعزاز انہیں ہی حاصل ہوا تھا انہیں یہ بھی اعزاز حاصل تھا کہ وہ مدینہ میں اولیں مبلغ توحید اور سفیر رسول اللہ ﷺ تھے احد کی لڑائی میں ان کا ایک بازو کٹ گیا تو انہوں نے علم دوسرے ہاتھ میں تھام کر بلند کردیا دوسرا بازو بھی کٹ گیا تو سینے سے لگا کر علم اسلام کو بلند رکھے ہوئے شہید ہوگئے دم آخریں وہ کہہ رہے تھے "اگر محمد ﷺ کو موت آجائے یا انہیں قتل کردیا جائے تو اے مسلمانو! کیا تم دین سے پھر جاؤ گے"
مشرکین مکہ کا علم بھی ان ہی کے ہم قبیلہ اٹھائے ہوئے تھے اور ایک کے بعد دوسرا کٹ کٹ کر گر رہے تھے۔ حضرت مصعبؓ بن عمیر کی والدہ قریش مکہ کی ان خواتین میں شامل تھیں جو مشرکین کی فوج کے ساتھ آئی تھیں ان کی والدہؓ حناس بھی دف بجا بجا کر اور نغمے گا گا کر مشرکین کے لڑنے والوں کو غیرت دلا رہی تھیں اور انہیں بدر کے مقتولین کا بدلہ لینے کے لئے مشتعل کر رہی تھیں حضرت مصعبؓ بن عمیر کے حقیقی بھائی ابو بن عمیر بدر کی لڑائی میں مشرکین کے ساتھ تھے اس لڑائی میں وہ جنگی قیدی بن کر آئے تھے تو حضرت مصعبؓ بن عمیر نے اسے گرفتار کرنے والے انصاری سے کہا تھا اسے اچھی طرح باندھو اس کی والدہ بہت امیر ہے کافی فدیہ دے گی۔ جب ابو عزیز نے کہا کہ تم میرے بھائی ہو کر ایسا مشورہ دیتے ہو تو حضرت مصعبؓ بن عمیر نے اپنے حقیقی بھائی کو جواب دیا تھا کہ تم میرے بھائی نہیں میرے بھائی تو یہ مسلمان ہیں احد میں بھی ابو عزیز مشرکین کی فوج کے ساتھ تھا اور لڑتا ہوا مارا گیا تھا۔
رسول اللہ ﷺ نے اپنی حیات مبارکہ میں صرف ایک دفعہ کسی شخص کے لئے فرمایا "میرے ماں باپ تم پر قربان" وہ شخص تھے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص جب مشرکین گروہ در گروہ احد کی لڑائی میں آپؐ پر حملہ آور ہو رہے تھے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص انہیں آپؐ سے دور رکھنے کے

لئے پروانہ وار لڑ رہے تھے تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا "میرے ماں باپ تم پر قربان تیر چلاؤ"
لیکن انہی حملہ آوروں میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے حقیقی بھائی عتبہ بن ابی وقاص بھی شامل
تھے عتبہ بن ابی وقاص مشرکین کے ان جنگجوؤں میں سے ایک تھے جنہوں نے اس روز قسم اٹھائی
تھی کہ وہ محمد (ﷺ) کو قتل کرکے چھوڑیں گے اسی عتبہ کے پتھر سے رسول اللہ ﷺ کا ہونٹ کٹ
گیا تھا اور دانت شہید ہوگیا تھا حضرت سعدؓ بن ابی وقاص دو بار اپنے مشرک بھائی کو قتل کرنے اس
کے پیچھے گئے مگر وہ دونوں دفعہ ہجوم میں گم ہوگیا تیسری بار اس کے تعاقب کا ارادہ کیا تو رسول
اللہ ﷺ نے فرمایا "اے بندہ خدا باز رہ کیا تو اپنی جان دینا چاہتا ہے؟" حضرت سعدؓ بن ابی وقاص
رسول اللہ ﷺ کے حکم پر اس کے پیچھے نہ گئے۔(40) حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کی روایت ہے
کہ اس وقت رسول اللہ ﷺ نے دعا فرمائی تھی کہ "یا پروردگار ان میں سے کسی پر ایک سال پورا
نہ ہو" جن دو افراد نے رسول اللہ ﷺ کو زخمی کیا تھا ان میں سے عتبہ بن ابی وقاص جنگ احد
میں ہی مارا گیا تھا ابن تمیہ کے بارے میں دو رائے ہیں ایک یہ کہ احد میں ہی قتل کیا گیا دوسری
یہ کہ کچھ عرصہ بعد ایک زخم سے ذلیل ہوکر مرا تھا۔(41) رسول اللہ ﷺ کے پروانہ حضرت سعدؓ بن
ابی وقاص اور دشمن عتبہ بن ابی وقاص کا تیسرا بھائی عمیرؓ بن ابی وقاص جنگ بدر میں شہید ہوا تھا
اس وقت اس کی عمر سولہ سال تھی رسول اللہ ﷺ نے واپس بھیجنا چاہا تو وہ رونے لگا تھا اور آپؐ
نے اسے مجاہدین میں شامل کرنے کی اجازت مرحمت فرما دی تھی۔

حضرت حنظلہؓ کو فرشتوں نے غسل دیا لیکن ان کے والد ابو عامر فاسق رسول ﷺ کی دشمنی
میں اپنا قبیلہ اور شہر چھوڑ کر مکہ مکرمہ چلے گئے تھے وہ قریش مکہ کو مسلمانوں اور ریاست مدینہ پر
حملہ کرنے کی ترغیب دیتے رہے تھے احد کے میدان میں سب سے پہلے انہوں نے ہی لشکر اسلام
پر پتھر برسائے تھے اور مشرکین کے کماندار ابو سفیان حضرت حنظلہؓ کے ہاتھوں قتل ہوتے ہوتے
بچے تھے۔ رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول جو میدان جنگ سے تین سو افراد کے ساتھ
واپس چلا گیا تھا۔ حضرت حنظلہؓ غسیلِ ملائکہ کی بیوی جمیلہ کا والد تھا۔ رئیس المنافقین کے واپس چلے
جانے کے باوجود اس کا داماد حضرت حنظلہؓ ہی لشکر اسلام میں شامل نہ تھے بلکہ اس کا بیٹا عبداللہ بن
عبداللہ بن ابی بن سلول بھی اہل توحید کے ساتھ تھا اور مشرکین کے خلاف لڑتا ہوا احد کے
میدان میں زخمی ہوگیا تھا۔ مدینہ واپس پہنچ کر عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول ساری رات سو
نہ سکا وہ اپنے زخم داغتا رہا رئیس المنافقین نے اپنے بیٹے سے کہا "تم نے میری بات نہ مانی اور
محمد ﷺ کے ساتھ چلا گیا۔ مجھے معلوم تھا کہ کیا ہونے والا ہے اسی لئے میں نے محمدؐ کو مشورہ دیا تھا

مگر انہوں نے میری بات نہ مانی اور چھوکروں کا مشورہ قبول کر لیا"۔

بیٹے نے جواب دیا "اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ جو کچھ کیا وہ خیر کے سواہ کچھ نہیں"

رسول اللہ ﷺ نے رئیس المنافقین کو مشرکین کا تعاقب کرنے والوں میں شامل نہ کیا لیکن اس کا بیٹا عبداللہ اس لشکر میں بھی رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا۔

مشرکین مکہ کے فرار کے بعد اہل توحید واپس آئے تو پہلے جمعہ کے روز مسلمان نماز کے لئے مسجد نبوی میں جمع تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم منبر پر تشریف رکھتے تھے رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول بھی آگیا وہ مدینہ کا اہم ترین سردار تھا ہر جمعہ کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبہ جمعہ سے پہلے وہ کھڑا ہو کر مسجد میں جمع مسلمانوں سے کہا کرتا تھا "یہ جو اللہ کے رسولؐ تمہارے سامنے تم میں موجود ہیں ان کے طفیل اللہ نے تمہیں مکرم کیا ہے اس لئے تمہیں ان کی اطاعت اور مدد کرنا چاہئے"

اس روز رسول اللہ ﷺ کے خطبہ جمعہ فرمانے سے پہلے عبداللہ بن ابی بن سلول حسب عادت اپنی جگہ کھڑا ہو کر مسلمانوں کو خطاب کرنے لگا تو کچھ انصار اس پر لپکے "بیٹھ جاؤ دشمن خدا"

حضرت ابو ایوبؓ انصاری اور حضرت عبادہؓ بن الصامت بھی ان میں شامل تھے حضرت ابو ایوبؓ انصاری نے اسے داڑھی سے پکڑ لیا حضرت عبادہؓ بن الصامت نے اس کی گردن میں ہاتھ ڈالا "تم اس جگہ کے لائق نہیں"

اور اسے مسجد سے نکال دیا۔

اس کا بیٹا عبداللہؓ مسجد نبوی میں موجود تھا مگر وہ نگاہ اٹھا کر بھی اپنے باپ کی طرف نہیں دیکھتا تھا۔

"محمدؐ نے مجھے مرید سہل اور سہیل (مدینہ کی ایک بستی) سے نکال دیا ہے وہ چلاتا ہوا جا رہا تھا"

یہی وہ عبداللہ بن ابی بن سلول تھا جس کی تاج پوشی کے لئے یثرب کا ایک سنار تاج بنانے والا تھا یثرب کے یہودیوں اوس اور خزرج سب نے جسے اپنا حاکم بنانے پر اتفاق کر لیا تھا لیکن آج مسجد میں اس کا کوئی حامی و مددگار نہیں تھا اس کا اپنا بیٹا بھی نہیں جو اس کی طرف نگاہ اٹھا کر دیکھتا تک نہ تھا۔

عبداللہ بن ابی بن سلول نے بدر میں اہل توحید کی کامیابی کے بعد اللہ کے دین اور اس کے رسول ﷺ پر ایمان لانے کا اعلان کر دیا تھا وہ نمازیں بھی پڑھتا تھا اپنی قوم کو اللہ کے رسول کی اطاعت اور مدد کے لیکچر بھی دیا کرتا تھا لیکن اس کے دل میں کھوٹ تھا احد کے میدان میں اس کے

دل کا کھوٹ ظاہر ہوگیا تھا اور اہل توحید کسی کھوٹے کو اپنے میں سے تسلیم نہیں کرتے تھے وہ مسلمان بھی جو عبداللہ بن ابی کے اہل تھے وہ بھی جو اس کے اہل قبیلہ تھے اور وہ بھی جو کچھ عرصہ پہلے اسے اپنا بادشاہ بنانے پر متفق تھے۔میدان احد میں کھوٹے اور کھرے کے پہچان قائم ہو گئی تھی. مہاجرین میں سے کسی نے اسے روکا یا ٹوکا نہیں تھا اس کے ساتھ جو کچھ بھی کیا اس کی اپنی قوم اور قبیلہ والوں نے کیا تھا.

"میں نے کوئی ناشائستہ یا بیہودہ بات کہی تھی؟ میں تو تمہارے نبیؐ کے امور کو مستحکم کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا" وہ کہتا ہوا چلا گیا

حضرت معوذؓ بن عفراء راستے میں مل گئے اور احوال دریافت کئے

"جب میں اس مقام پر کھڑا ہوا جہاں پہلے کھڑا ہوا کرتا تھا تو میری قوم کے کچھ لوگ مجھ پر جھپٹے ان میں سے عبادہؓ اور خالدؓ بن زید نے مجھ پر سب سے زیادہ سختی کی" اس نے جواب دیا.

"واپس چلو اور اللہ کے رسولؐ سے درخواست کرو کہ وہ تمہارے لئے استغفار کریں" حضرت عبادہؓ نے مشورہ دیا.

"مجھے کوئی پرواہ نہیں کہ وہ میرے لئے استغفار کریں" رئیس المنافقین نے جواب دیا.

اس کے دل کا کھوٹ مزید ظاہر ہوگیا.

رسول اللہ ﷺ کی سواری قبا کی بستی میں داخل ہوئی تو اہل بستی نے حیرانی اور مسرت محسوس کی رسول اللہ ﷺ شنبہ یا دوشنبہ کے دن قبا تشریف لے جایا کرتے تھے وہ نہ تو شنبہ کا دن تھا اور نہ دوشنبہ کا قبا کے مسلمان رسول اللہ ﷺ کو خلاف معمول اپنی بستی میں دیکھ کر حیران ہوئے مسرت اس بات پر تھی کہ آپؐ بستی میں تشریف لائے تھے رسولؐ اللہ مسجد کے سامنے سواری سے اترے اور مسجد کے اندر تشریف لے گئے بستی کے مسلمان آپؐ کے پاس جمع ہونے لگے نماز کا وقت آیا تو رسول اللہ ﷺ نے نماز پڑھائی اور نماز سے فارغ ہوکر انصار سے باتیں کرنے لگے ایک شخص مسجد میں داخل ہوا اس نے زرد رنگ کی چادر میں اپنا سر منہ چھپایا ہوا تھا رسول اللہ ﷺ نے اسے دیکھا تو حضرت عویمؓ بن ساعدہ کو حکم دیا "اسے پکڑ کر باہر لے جاؤ اور اس کی گردن اڑا دو"

حضرت عویمؓ نے آگے بڑھ کر اسے پکڑ لیا.

"مجھے چھوڑ دو میں رسول اللہ ﷺ سے بات کرنا چاہتا ہوں" اس شخص نے حضرت عویمؓ کی گرفت سے آزاد ہونے کی کوشش کی.

حضرت عویمؓ نے اسے نہایت مضبوطی سے پکڑا ہوا تھا وہ شخص ان کی گرفت سے آزادی حاصل نہ کرسکا۔

قبا کی بستی کے بیشتر مسلمان مسجد میں موجود تھے اس شخص کے قبیلے والے بھی اور اس کے خاندان والے بھی کسی نے اس کو آزاد کرانے میں حصہ نہ لیا نہ اس کی حمایت میں ایک لفظ کہا سب اپنی اپنی جگہ پر خاموش بیٹھے رہے حضرت عویمؓ اسے کھینچتے ہوئے مسجد سے باہر لے گئے رسول اللہ صلی علیہ وسلم چلنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے تو انصار بھی آپؐ کے ہمراہ مسجد کے دروازے کی طرف چل پڑے

وہ شخص چلانے لگا "یا رسول اللہ ﷺ میں نے ہی احد کے میدان میں مجذر کو قتل کیا تھا لیکن میں نے اسے اس لئے قتل نہیں کیا تھا کہ میں اسلام سے منحرف ہوگیا ہوں یا اسلام کی حقانیت میں کوئی شک ہے یا رسول اللہ ﷺ میں اپنے نفس کے دھوکے میں آگیا تھا میں اس کے لئے اللہ اوراس کے رسول سے معافی مانگتا ہوں اور توبہ کرتا ہوں"

رسولؐ اللہ سوار ہونے لگے تو اس نے رکاب تھام لی "یا رسولؐ اللہ میں مجذر کے وارثوں کو خون بہا ادا کروں گا غلام آزاد کروں گا ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلاؤں گا میں اللہ اور اس کے رسولؐ سے معافی کا طلب گار ہوں"

حضرت مجذرؓ کے فرزند بھی وہاں موجود تھے رسول اللہ ﷺ نے ان سے خون بہا کے بارے میں پوچھا مگر وہ راضی نہ ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عویمؓ کو حکم دیا اور اس نے مسجد کے دروازے کے سامنے اس کی گردن اڑا دی۔

اس شخص کا نام حارث بن سوید تھا۔ وہ مسلمان تھا جنگ کے میدان میں جب مشرکین نے شدید جوابی حملہ کیا تو اس نے حضرت مجذرؓ کو شہید کردیا تھا کیونکہ کئی سال پہلے حضرت مجذرؓ نے حارث کے باپ سوید کو قتل کیا تھا حارث نے اپنے باپ کا بدلہ لینے کے لئے مجذر کو شہید کیا تھا اس کا خیال تھا کہ اسے کسی نے نہیں دیکھا لیکن حضرت حبیبؓ بن یساف نے اسے دیکھ لیا تھا حمراء الاسد سے واپسی پر حضرت حبیبؓ نے رسول اللہ ﷺ کو اس بارے میں بتایا تو آپؐ نے فوری طور پر سواری منگوائی آپؐ فکر مند تھے۔ لیکن جب حضرت جبرئیلؑ نے حضرت حبیبؓ کی بات کی تصدیق کردی تو آپ قبا کی طرف چل پڑے حضرت حسان بن ثابت نے کہا:

- "اے حارث کیا تجھ پر نیند کا غلبہ ہوگیا تھا
  اور تو اونگھ رہا تھا

ہائے افسوس ہے تجھ پر
کیا تو جبریلؑ کے (وحی لے کر) آنے
سے بھی غافل تھا"

آندھی اور گردو غبار میں ہر طرف جنگ کی چیخ و پکار تھی مسلمانوں کی صفیں ٹوٹ چکی تھیں منتشر ٹولیاں ادھر ادھر مشرکین کے سواروں سے لڑ رہی تھیں کوئی کسی کو پہنچان نہیں سکتا تھا اہل توحید اپنے ساتھیوں سے لڑنے لگے تھے حضرت حبابؓ بن المنذز نے یہ صورتحال دیکھی تو بلند آواز میں کہا "اے آل سلمہ لبیک اجل" لوگوں نے سنا اور اسی انداز میں منتشر ٹولیوں کی صورت میں لڑتے رہے کسی نے "امت" کی آواز بلند کی تو ہر طرف سے "امت' امت" کی آوازیں آنے لگیں "امت!" کا نعرہ میدان احد میں مسلمانوں کا شناختی کلمہ اور ملی نعرہ بن گیا تھا. ایک نے " امت" کہا دوسرے نے امت سنا اور کندھے سے کندھا ملا کر لڑنے لگا احد کے میدان میں نہ کوئی آل فہر تھا اور نہ آل اوس اور نہ آل خزرج رسول اللہ ﷺ کے لشکر میں جو کوئی بھی شامل تھا مسلمان امت کا رکن تھا اور یہی ان سب کا امتیاز تھا' یہی ان کی پہچان تھی' باقی سب امتیاز اور پہچانیں ختم ہو چکی تھیں' سب رشتے ختم ہو گئے تھے' ایمان اور توحید کا رشتہ ماضی کے سب رشتوں پر غالب آ گیا تھا.

- حضرت مصعبؓ بن عمیر اپنی والدہ اور بھائی کے ساتھ سب رشتوں سے دست بردار ہو گئے تھے.
- حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اپنے حقیقی بھائی کے خون کے پیاسے تھے.
- حضرت حنظلہؓ کا اپنے باپ اور سسر سے کوئی رشتہ باقی نہ رہا تھا.
- حضرت عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے باپ کو داڑھی اور گردن سے پکڑ کر مسجد نبوی سے نکالتے دیکھ رہے تھے مگر منہ سے لفظ تک نہیں نکال رہے تھے.

جزیرہ نمائے عرب میں اور سرزمین یثرب میں اس سے پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا عرب تو اپنے قبیلہ کے فرد' کسی اتحادی' مہمان اور پہچان والے کے ساتھ بھی ایسا سلوک برداشت نہیں کیا کرتے تھے. ایسے مواقعہ پر کٹ مرنا ان کے لئے سب سے بڑے فخر اور اعزاز کی بات ہوا کرتی تھی شعراء صحراؤں اور ریگزاروں میں ایسی جرأت اور غیرت کے قصیدے گایا کرتے تھے لیکن اسلام نے تھوڑے ہی عرصہ میں اپنے ماننے والوں کی فطرت اور کیمسٹری ہی تبدیل کردی تھی جزیرہ نمائے عرب میں قسم قسم کے بتوں کی پوجا کی جاتی تھی ان میں پتھر کے بت لکڑی کے بت' قبائلی

تفاخر کے بت خون اور رشتہ کے بت قسم قسم کے بت شامل تھے لیکن اللہ کی توحید اور اس کے رسول کی رسالت پر ایمان لانے والوں نے اپنے ایسے سب بت توڑ ڈالے تھے۔
جس کسی دل میں کسی بھی قسم کا کوئی بت ابھی تک نصب تھا وہ احد کے میدان سے دور رہا تھا۔
جس کسی نے اپنے سارے بت توڑ دیئے تھے وہ احد کے معرکہ حق و باطل میں "امت! امت!" پکار رہا تھا۔
امت کی بنیادیں کیا تھیں؟
یہ بنیادیں تھیں
لا الہ الا اللہ
اور
محمد رسول اللہ
پر ایمان کامل
اور اس ایمان
اور اس کے ذریعے اللہ اور اس کے رسولؐ سے پیدا ہونے والے تعلق کو باقی ہر تعلق سے اعلیٰ اور اول جاننا اور اس کی ذمہ داریوں کو ہر قسم کی ذمہ داریوں پر ترجیح دینا۔
انفرادی شناخت کے لئے اب بھی مسلمان خزرج بھی تھے اوس بھی تھے بنو عبدالاشہل بھی تھے بنو ظفر یا بنو سلمہ بھی تھے مہاجر یا انصار بھی تھے لیکن معرکہ حق و باطل میں وہ سب ایک امت تھے صرف ایک امت کے ارکان تھے اس جنگ میں حنظلہؓ غسیلِ ملائکہ ابو عامر کا کچھ نہیں لگتا تھا اور عبداللہ بن عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے باپ عبداللہ بن ابی بن سلول کا کچھ نہیں ہوتا تھا مسلمانوں کے باہمی تعلق کی بنیاد اب دنیاوی رشتے اور مفاد نہیں رہے تھے بلکہ ایمانی رشتہ اور دینی مفاد اس تعلق کی بنیاد بن گئے تھے ایمانی رشتہ اور دینی مفاد اہل توحید کے اعمال و افعال کو کنٹرول کرنے لگے تھے جو کوئی بھی اس جذبہ اور جوہر سے محروم تھا وہ منہ سے اللہ کے دین اور اس کے رسولؐ پر ایمان کا اعلان کرنے اور مسجد نبوی میں اللہ کے رسولؐ کے پیچھے نمازیں پڑھنے کے باوجود عبداللہ بن ابی بن سلول تھا یا اس کا ساتھی تھا دنیا میں رشتوں کی بنیادیں خون، علاقہ اور زبان کے اشتراک پر ہوتی تھیں اسلام نے یہ سب بنیادیں منہدم کردیں اور صرف ایک بنیاد مستحکم کردی تھی اور وہ تھی عقیدہ کی بنیاد عقیدہ توحید نے بندوں کو حیوانی سطح سے اٹھا کر روحانی سطح تک بلند کردیا تھا اور یہ بلندی مستحکم ہوگئی تھی اور اس بلندی تک کامیابی حاصل کرنے والوں نے

اپنی زندگیاں ایک عظیم تر مقصد کے لئے وقف کردی تھیں اور وہ مقصد تھا اسلام اور اسلامی ریاست کا تحفظ استحکام اور توسیع۔

غزوہ احد میں کچھ مسلمانوں نے اندازے کی غلطی کی اس کا سبب ان کی نیت کی خامی یا ایمان کی کمزوری نہیں تھی شدت جنگ کے مرحلہ میں کچھ مسلمان بد دل ہو کر احد کی گھاٹیوں کی طرف چلے گئے بعض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کی خبر سن کر لڑائی سے الگ ہوگئے تھے اسے بھی کسی بھی حوالے سے ایمان یا تربیت کی کمزوری نہیں کہا جاسکتا جو سات سو نیم مسلح افراد تین ہزار کے کیل کانٹے سے لیس لشکر کے پاؤں اکھاڑ دیں اور اسے میدان جنگ سے بھگا دیں ان کی تربیت اور ایمان کو کون کمزور کہے گا؟ ابتدائی کامیابی کے بعد وقتی آزمائش کی وجہ ان میں سے چند کی اندازے کی غلطی (Error of Judgement) تھی، لیکن اس آزمائش کی بھٹی سے وہ کندن بن کر نکلے اور مشرکین ان کی جرات استقلال اور جوش جہاد کو دیکھ کر احد کا میدان چھوڑنے پر مجبور ہوگئے تھے۔ حمراء الاسد اور روحاء میں بھی ان سے خوفزدہ تھے اور مقابلے پر آنے کی بجائے راہ فرار اختیار کر گئے تھے۔

مسلمان زخموں سے چور تھے بہت سے تو چلنے کے بھی قابل بھی نہیں تھے ایک ہی روز پہلے انہوں نے اپنے پیاروں کو احد کے میدان میں سپرد لحد کیا تھا اس کے باوجود جب رسول اللہ ﷺ نے مشرکین کے تعاقب کے لئے آواز دی تو کوئی ایک بھی پیچھے نہیں رہا تھا کون کہے گا کہ ان میں سے کسی ایک کی بھی تربیت خام تھی؟

منافقوں کے دل کا کھوٹ تو احد کے میدان سے واپس ہوجانے سے ہی ظاہر ہوگیا تھا یہودی پہلے ہی اسلام اور ریاست مدینہ کے خلاف سازشوں میں مصروف رہتے تھے جنگ بدر میں مشرکین مکہ کی ذلت اور رسوائی سے انہیں شدید صدمہ پہنچا تھا اور انہوں نے اللہ کے دین اس کے رسول اور ریاست مدینہ کے خلاف پراپیگنڈہ تیز کردیا تھا احد میں پیش آنے والے واقعات کے بعد یہودیوں اور منافقوں نے پراپیگنڈہ مہم اور بھی تیز کردی "اگر لوگ ہمارا ساتھ دیتے تو مارے نہ جاتے" منافقین مسلمانوں سے کہتے۔

یہودی کہنے لگے "محمدؐ اور ان کے ساتھیوں کو احد کی لڑائی میں اس لئے مصائب برداشت کرنا پڑے کہ وہ دنیاوی بادشاہوں کی مانند ملک گیری کی کوشش کررہے تھے اگر واقعی وہ اللہ کے رسول ہوتے تو انہیں ایسے مصائب کا سامنا نہ کرنا پڑتا"

حضرت عمرؓ کو منافقوں اور یہودیوں کے اس پراپیگنڈہ کے بارے میں معلوم ہوا تو آپ رسول اللہ

ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور ایسے لوگوں کو قتل کرنے کی اجازت چاہی۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اے عمر اللہ تعالیٰ اپنے دین کو غلبہ دے گا اور اپنے نبیؐ کو مشرکین پر غالب کرے گا یہ یہودی ہماری رعایا ہیں"
حضرت عمرؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ یہ پراپیگنڈہ کرنے والے منافق ہیں"
رسول اللہ ﷺ نے پوچھا "کیا وہ لوگ اللہ کی وحدنیت اور میری رسالت پر ایمان ظاہر نہیں کرتے؟"
حضرت عمرؓ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ وہ لوگ اس کا اظہار تو کرتے ہیں مگر صرف اپنی جانیں بچانے کے لئے ورنہ ان کی اصلیت اور ان کے دلوں کا کینہ تو ظاہر ہو چکا ہے"
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "اللہ تعالیٰ نے مجھے اس شخص کے قتل سے منع فرمایا ہے جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتا ہو اے فرزند خطاب قریش آئندہ کبھی بھی ہمارے ساتھ ایسا سلوک نہیں کر سکیں گے اور بلا شبہ ہم حجر اسود کو بوسہ دیں گے"
رسول اللہ ﷺ ریاست مدینہ کے ناظم اعلیٰ تھے ریاست کی حدود کے اندر بسنے والے یہودی اور منافق اپنے عمل اور کردار سے ریاست اور اس کے ناظم اعلیٰ کے دشمنوں کے فعال ایجنٹ بن گئے تھے ریاست اس کے حاکم اور امت مسلمہ کے خلاف سرگرمیوں اور پراپیگنڈہ میں مصرف تھے مسلمان ان کے خلاف کارروائی کرنا چاہتے تھے لیکن اللہ کے رسولؐ نے اس کی اجازت نہیں دی کیونکہ یہودی رعایا تھے اور منافق زبان سے مسلمان ہونے کا اعلان کرتے تھے اور جو کوئی کلمہ پڑھے اللہ نے اپنے رسولؐ کو اس کے قتل کی اجازت نہیں دی تھی۔
غروہ احد امت مسلمہ کی آزمائش اور امتحان کا مرحلہ تھا امت کے ارکان کی انفرادی آزمائش اور امتحان کا مرحلہ بھی تھا اور امت کی اجتماعی آزمائش اور امتحان کا مرحلہ بھی اللہ تعالیٰ نے ایسے امتحانوں میں کامیابی کے لئے امت اور اس کے ارکان کے لئے اس روز کچھ اصول متعین فرما دیئے کہ اگر ان کا ایمان کامل ہوگا وہ اطاعت نظم اور اتحاد کا مظاہرہ کریں گے سچائی اور انصاف سے کام لیں گے تو کامیاب و کامران رہیں گے۔

- "ہمت نہ چھوڑو اور غم نہ کرو
  تم ہی غالب رہو گے
  اگر تم مومن ہو
  اگر تمہیں کوئی چوٹ لگی ہے

تو ایسی ہی چوٹ ان لوگوں کو بھی لگ چکی ہے
اور یہ زمانہ کے نشیب و فراز ہیں
جنہیں ہم لوگوں کے درمیان ادلتے بدلتے رہتے ہیں
اور تم پر یہ وقت اس لئے لایا گیا
کہ اللہ دیکھنا چاہتا تھا کہ تم میں سچے مومن کون ہیں
اور اسے تم میں سے
حق کے گواہ بنانا تھے
اور اللہ ظالموں کو پسند نہیں کرتا
اور وہ اس آزمائش کے ذریعے سے
مومنوں کو الگ چھانٹ کر پختہ کرنا
اور اہل کفر کا بازو توڑ دینا چاہتا تھا" (3 : 139 تا 141)

- "اور محمد اللہ کے رسول ہی تو ہیں
ان سے پہلے بھی رسول گزر چکے ہیں
اگر وہ مر جائیں یا قتل کر دیئے جائیں
تو کیا تم الٹے پاؤں پھر جاؤ گے؟
اور جو کوئی الٹے پاؤں پھرے گا
وہ اللہ کا تو کوئی نقصان نہیں کرے گا
اور جو شکر گزار ہوں گے
اللہ انہیں جزا دے گا" (3 : 144)
- "اور اس سے پہلے کتنے ہی نبی ایسے گزر چکے ہیں
جن کے ساتھ مل کر
بہت سے اللہ والوں نے جنگ کی
ان پر اللہ کی راہ میں جو مصیبتیں آئیں
ان سے وہ نہ پست ہمت ہوئے
نہ انہوں نے کمزوری دکھائی
اور نہ ہی (باطل کے آگے) سرنگوں ہوئے

اور اللہ ثابت قدم رہنے والوں کو عزیز رکھتا ہے"۔(146 : 3)

- "اللہ نے تم سے جو وعدہ کیا تھا
وہ تو اس نے سچ کر دکھایا
جب تم اس کے حکم سے ان کا صفایا کر رہے تھے
مگر جب تم نے کمزوری دکھائی
اور اس امر میں آپس میں اختلاف کیا اور کہا نہ مانا
اس کے بعد کہ اللہ نے تمہیں وہ سب کچھ دکھا دیا تھا
جو تم چاہتے تھے
تم میں سے کچھ لوگ دنیا چاہتے تھے
اور کچھ آخرت کے طالب تھے
پھر اس نے تمہیں ان کے مقابلہ میں پھیر دیا
تاکہ تمہیں آزمائے
اور حق یہ ہے کہ اللہ نے پھر بھی تمہیں معاف کر دیا
اور اللہ اہل ایمان پر بہت مہربان ہے" ۔ (152 : 3)

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

- "کسی کو کسی پر فضیلت نہیں مگر ہاں دین اور تقویٰ کے سبب"(42)
- "جو عصبیت کی طرف بلائے وہ ہم میں سے نہیں"(43)
- "آپؐ نے اپنی بعثت کو بارش سے تشبیہ دی"(44)

عصبیت زدہ بستی یثرب پر رسالت کی بارش ہوئی تو اہل ایمان کے دل پاک اور صاف ہو گئے ہر قسم کی عصبیتیں دھل گئیں۔ یثرب مدینۃ النبیؐ بنا تو اوس خزرج اور قریش سب ایک ملت بن گئے اور جس کسی کے دل میں کسی عصبیت کا میل باقی تھا وہ احد کے میدان میں ملت سے الگ ہوگیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "جو عصبیت کی طرف بلائے وہ ہم میں سے نہیں" اور عصبیت کے میل کچیل والوں نے آپؐ کے اس فرمان کو سچ کر دکھایا جن کے دل نور اسلام سے روشن ہو گئے تھے انہوں میلے لوگوں سے ہر قسم کا تعلق ختم کر لیا خواہ وہ میلا ان کا باپ تھا بھائی تھا یا بیٹا تھا اس امت کی بنیاد نظریہ توحید پر تھی اور توحید مسلمانوں کا صرف مذہبی عقیدہ ہی نہیں تھا بلکہ وہ ان کا روحانی جذبہ بھی تھا جس نے انہیں ایک دوسرے سے باندھ دیا تھا نظریہ توحید ان کی دینی اور دنیاوی قوت محرکہ بن گیا تھا(45) اس بندھن کو کوئی بھی عصیت کمزور نہیں کرسکتی تھی۔

حواشی / حوالہ جات

1- واقدی، مغازی الرسولؐ (مغازی الصادقہ)، لاہور 1988ء صفحہ 150

2- بیشتر مفسرین کرام اور سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ صرف نوجوان صحابہؓ کرام ہی مدینہ سے باہر نکل کر کفار سے جنگ کے حامی تھے خاص طور پر وہ نوجوان صحابہؓ کرام یہ مطالبہ کررہے تھے جنہیں بدر میں شرکت کی سعادت نصیب نہیں ہو سکی تھی، ایسے مفسرین کرام اور سیرت نگاروں کے مطابق عمر رسیدہ صحابہؓ کرام مدینہ کے اندر رہ کر کفار کا مقابلہ کرنے کے حامی تھے مدینہ سے باہر نکل کر کفار سے لڑائی کرنے کی درخواست کرنے والے صحابہ کرام کی جو اوپر تفصیل دی گئی ہے وہ اس بات کی تصدیق نہیں کرتی کہ صرف نوجوان صحابہ کرام ہی مدینہ سے باہر نکل کر لڑنے کے حامی تھے ان صحابہ کرام میں سے خیثمہ بن ابوخیثمہ کا بیٹا جنگ بدر میں شہید ہوا تھا حضرت مالکؓ بن سنان اپنے پندرہ سالہ بیٹے کے ساتھ جنگ احد میں شریک ہونے نکلے تھے حضرت حمزہؓ حضرت سعدؓ بن عبادہ اور حضرت عبداللہؓ بن جحش میں سے کون نوجوان تھا؟ ایسا بھی نہیں کہ مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کا مطالبہ کرنے والے کسی ایک ہی قبیلہ سے تھے جیسا کہ بعض کتب سیرت میں لکھا گیا ہے ان آٹھ میں سے دو حضرت حمزہؓ اور حضرت عبداللہؓ بن جحش قریشی مہاجر تھے حضرت سعد بن عبادہؓ حضرت نعمانؓ بن مالک اور حضرت مالکؓ بن سنان کا تعلق قبیلہ خزرج سے تھا حضرت خیثمہؓ بن ابوخیثمہ ، حضرت ایاس بن اوس اور حضرت انسؓ بن قتادہ کا تعلق قبیلہ اوس سے تھا بعض کتب سے یہ تاثر قائم ہوتا ہے کہ صرف قبیلہ بنو عبد الاشہل کے افراد ہی مدینہ سے باہر نکل کر لڑائی کے حق میں تھے کیونکہ بقول ان کے قریش کے لشکر نے ان کے کھیت اور باغات اجاڑ دیئے تھے جن صحابہ کرام نے مدینہ سے باہر نکل کر لڑائی کے حق میں دلائل دیئے ان میں سے صرف تین کا تعلق قبیلہ اوس سے ہے ان صحابہ کرام کی تقاریر سے ان کے خلوص اور جذبہ کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ان آٹھ میں سے سات نے اس لڑائی میں شہادت پائی تھی ان کی اس بات میں وزن ہے کہ اگر ہم باہر نکل کر نہ لڑے اور مدینہ میں بند ہو کر بیٹھے رہے تو قبائل عرب اسے مسلمانوں کی کمزوری سمجھ کر قریش کی تقلید کریں گے اور ریاست مدینہ کے خلاف سرگرمیوں میں شدت آجائے گی یہاں عبداللہ بن ابی بن سلول کے دلائل اور ان صحابہ کرام کے دلائل پر غور بھی ضروری ہے جنہوں نے مدینہ سے باہر نکل کر لڑائی کی حمایت میں تقاریر کی تھیں اوس اور خزرج دونوں قبیلوں سے تعلق رکھنے والے کسی ایک بھی صحابی نے یہ نہیں کہا جیسا کہ عبداللہ بن ابی نے کہا تھا کہ جب مدینہ پر حملہ ہوتا تھا تو ہم شہر میں بند ہو کر بیٹھ جایا کرتے تھے اور چھتوں پر پتھر جمع کرلیا کرتے تھے ایسا کہنے والا اکیلا عبداللہ بن ابی بن سلول تھا جبکہ حضرت ایاس بن اوس نے اس کی موجودگی میں کہا کہ جب بھی اس طرح کوئی دشمن لشکر لے کر آتا تھا تو ہم میدان میں نکل کر اس سے لڑتے تھے اور مار بھگایا کرتے تھے مگر کسی نے اس کی بات کی تردید نہیں کی ابی کی بات کی تو تردید ہوگئی مگر ایاس کی تردید نہیں ہوئی۔

یہ تاثر بھی درست نہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے مدینہ کے اندر رہ کر قریش کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا تھا اگر آپؐ نے ایسا فیصلہ کیا ہوتا تو وہ صحابہ کرام جو اللہ کے دین اور رسولؐ کی محبت میں جانیں قربان کرگئے آپؐ کے فیصلہ سے اختلاف کرنے کی جرات کرسکتے تھے؟ صحابہ کرام کے بارے میں ایسا سوچا بھی نہیں جاسکتا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بدر کی لڑائی سے پہلے بھی صحابہ کرام سے مشورہ طلب کیا تھا اور اکثریت نے لڑائی کے حق میں رائے دی تھی بدر کی لڑائی سے پہلے صرف ایک صحابی کے مشورے پر آپؐ نے کیمپ کی جگہ تبدیل کرنے کا حکم دے دیا تھایہاں تو صحابہ کرام کی اکثریت مدینہ سے باہر نکل کر لڑنے کی حامی تھی آپؐ نے اس اکثریت کی رائے کو اہمیت دی اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔

آپؐ اللہ کے رسول تھے ریاست مدینہ کے حاکم تھے کمانڈر انچیف تھے اس کے باوجود آپؐ اہم معاملات کے بارے میں صحابہ کرام کی رائے طلب فرماتے تھے ان کی رائے کو اہمیت دیتے تھے اور اکثریت کی رائے کے مطابق فیصلہ کرتے تھے اور جب ایک دفعہ فیصلہ کرلیتے تھے تو اس پر قائم رہتے تھے اور صحابہ کرام کو بھی اس پر کاربند اور ثابت قدم رہنے کا حکم دیتے تھے جیسا کہ مجلس مشاورت کے بعد جمعہ کے خطاب میں آپؐ نے فرمایا رسول اللہ ﷺ کا یہ عمل امت مسلمہ کی قیادت اور رہنمائی کرنے والوں کے لئے ایک روشن مثال ہے اس عمل کے ذریعے آپؐ صحابہ کرام کی تعلیم وتربیت کا فریضہ بھی انجام دے رہے تھے جب ایک بار آپؐ نے اکثریت کے مشورہ کے مطابق مدینہ سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے کا فیصلہ سنا دیا تو مقتدر صحابہ کی درخواست کے باوجود وہ فیصلہ واپس نہیں لیا۔

-3 ایک روایت کے مطابق خزرج کا جھنڈا حضرت سعدؓ بن عبادہ کے حوالے کیا گیا تھا لیکن یہ روایت اس لئے بھی درست نہیں کہ وہی اہل سیرت و مغازی ساتھ ہی یہ بھی لکھتے ہیں کہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اپنے گھوڑے پر سوار ہوکر چلے تو سعدین یعنی حضرت سعدؓ بن معاذ اور حضرت سعدؓ بن عبادہ دونوں زرہیں پہنے حضورؐ کے گھوڑے کے دونوں طرف ساتھ بھاگے جارہے تھے۔

-4 واقدی، مغازی الرسولؐ (مغازی الصادقہ)' لاہور 1988ء' صفحہ 158

-5 عبداللہ بن ابی بن سلول "چھوکروں کی رائے مان لی" کہتے رہے حالانکہ ہم دیکھ چکے ہیں کہ جن صحابہ کرام نے مدینہ سے نکل کر مشرکین کا مقابلہ کرنے کے حق میں بات کی تھی ان میں کچھ عمر رسیدہ بزرگ تھے اور باقی تجربہ کار اور پختہ عمر کے تھے ان میں "چھوکرا" ایک بھی نہیں تھا دوسری طرف عبداللہ بن ابی بن سلول نے عبداللہؓ بن عمرو سے کہا تھا کہ تم بھی واپس مدینہ چلو کیونکہ سارے اہل رائے اور عقلمند تو لوٹ آئے ہیں اس سے کیا ظاہر ہوتا ہے؟ یہی کہ وہ اپنے سوا کسی اور کو اہل رائے اور عقلمند نہیں سمجھتا تھا اور جو کوئی بھی اس کی رائے سے اختلاف کرتا تھا اسے حقارت سے "چھوکرا" کہتا تھا۔ مفسرین کرام اور سیرت نگاروں کی اکثریت نے عبداللہ بن ابی بن سلول کے باہر نکل کر لڑنے والوں کو "چھوکرا" کہنے سے یہ سمجھ لیا کہ جو صحابہ کرام مدینہ سے نکل کر جنگ کی حمایت کررہے تھے واقعی وہ سب ہی

نوجوان تھے اس کے توہین آمیز رویہ اور الفاظ کا مفہوم سمجھنے کی بجائے وہ سب یہی دہراتے آئے ہیں کہ عبداللہ بن ابی بن سلول کی رائے سے اختلاف کرنے والے واقعی نوجوان ہی تھے یہاں ابن سلول نے جن کے بارے میں کہا ہے کہ ان پر جہاد فرض بھی نہیں ہوا وہ کون ہیں؟ اس سے اس کی مراد ان نوجوانوں سے ہے جو ہتھیار لگائے جوش جہاد میں دشمن کے مقابلے اپنے جذبات کا خاموش اظہار کرتے رہے تھے۔

عبداللہ بن ابی بن سلول کے اس فیصلے اور میدان جنگ سے واپسی کو سمجھنے کے لئے رسول اللہ ﷺ کی مدینہ تشریف آوری بلکہ اس سے بھی پہلے جنگ بعاث کے بعد مدینہ میں عبداللہ بن ابی کے مقام و مرتبہ کو سامنے رکھنے پڑے گا مدینہ کے سارے قبیلوں نے اسے اپنا حاکم بنانے کا فیصلہ کرلیا تھا ایک یہودی سنار نے اس کا تاج بنانے کے لئے اس کے سر کی پیائش بھی کرلی تھی کہ مدینہ میں اسلام کی روشنی پھیلنے لگی جس کے نتیجے میں پچھتر (75) خواتین و حضرات مکہ پہنچے اور رسول اللہ ﷺ کی دست مبارکہ پر بیعت کر لی۔ اس موقعہ پر حضرت کعبؓ بن مالک نے ایک نظم لکھی تھی جس میں اس نے کہا تھا "ابی کو آگاہ کردو کہ اس کا منصوبہ ناکام ہوگیا"

اور شعب کی صبح وہ ہلاک ہوگیا"

مدینہ میں اسلام پھیلتا رہا اوس اور خزرخ ایک ہونے لگے مکہ سے مہاجرین کی آمد اور پھر رسول اللہ ﷺ کی ہجرت کے بعد واقعی سیاسی طور پر ابی ہلاک ہوگیا تھا اس کے دل میں دکھ اور عناد تھے مگر اس کی کوئی چال کامیاب نہیں ہورہی تھی اس نے الگ ایک گروہ اور تشخص قائم کررکھا تھا اور بدر میں رسول اللہ ﷺ کی کامیابی تک برائے نام بھی مسلمان نہیں ہوا تھا اللہ تعالیٰ نے بدر میں مسلمانوں کو فتح عطاء کی تو اس نے اپنے ساتھیوں سمیت اسلام میں داخل ہونے کااعلان کردیا لیکن دل سے اسلام قبول نہ کیا نہ امت کی وحدت قبول کی بنو قینقاع کی بغاوت میں ان کی حوصلہ افزائی کی پھران کی رہائی اور مدینہ میں انہیں قیام کی اجازت دلانے کی کوشش کرتا رہا تھا اور اسلام قبول کرنے کا دعویٰ کرنے کے بعد بھی اپنی ایک لگ جماعت بنانے مین مصروف رہا تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ سے باہر نکل کر مشرکین مکہ کا مقابلہ کرنے کا فیصلہ کیا تو اس کے احساس پسپائی میں مزید اضافہ ہوگیا مجلس میں اوس اور خزرج کے سب لوگ جمع تھے سب قبائل کے بزرگ اور جوان موجود تھے اس کے اپنے قبیلے کے لوگ بھی تھے لیکن اس کی رائے کو کوئی اہمیت نہیں دے رہا تھا ایک وقت تھا کہ اسی شہر کا حاکم بننے والا تھا اور آج "چھوکرے" اس کی "عقل" کو تسلیم نہیں کر رہے تھے۔ اسلام نے اہل ایمان کے جسم و جان کی کیمسٹری ہی تبدیل کردی تھی اس کے لئے یہ ایک انوکھا سانحہ تھا ایک نیا تجربہ تھا جب رسول اللہ ﷺ احد کی طرف چلے تو وہ مجبوراً" اپنے گروہ کو لے کر ساتھ شامل ہوگیا اس نے اپنے حلیف یہودیوں کو بھی بلوالیا رسول اللہ ﷺ نے انہیں واپس کردیا تو اس کا گروہ مضبوط اور موثر بنتا بنتا رہ گیا اب فیصلے کا کوئی اختیار اس کے بس میں نہیں رہا تھا حضرت سعدؓ بن عبادہ' سعدؓ بن معاذ' اسیدؓ بن حضیراور حبابؓ بن منذر جیسے "چھوکرے" اس سے زیادہ اہم ہوگئے تھے شیخین میں لشکر کے قیام کے وقت بھی وہ اپنے گروہ کے ساتھ کیمپ کے ایک سرے پر الگ رہا رات اپنے گروہ سے مشورہ بھی کرتا رہا تھا بقول واقدی

اور گلب پاشا اس کے اس گروہ میں کچھ یہودی بھی شامل تھے یہاں بھی اس نے اپنا الگ تشخص اور گروہ برقرار رکھا تھا۔

جنگ بدر میں وہ ذاتی طور پر شامل نہیں تھا اسے اہل ایمان کا جذبہ ایثار و قربانی دیکھنے کا موقعہ نہیں ملا تھا اب وہ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا تھا کہ مسلمانوں کے بچے بوڑھے کس طرح اللہ کے دین اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے جانیں قربان کرنے کو بے چین ہیں اسے نظر آنے لگا تھا کہ اس جذبے کو قریش کا بھاری لشکر شکست نہیں دے سکے گا اس جذبے کی فتح اس کے اپنے تابوت میں آخری کیل ہوگی اس لئے عین مرحلہ جنگ میں وہ جنگ سے الگ ہوگیا تھا کسی بھی لشکر سے اس کے اتنے بڑے حصے کا مرحلہ جنگ میں الگ ہوجانا اس لشکر کے لئے بہت خطرناک ہوتا ہے اس کے نفسیاتی اورحربی اثرات بڑے تباہ کن ہوا کرتے ہیں عبداللہ بن ابی کو ان اثرات اور خطرات کا اچھی طرح علم تھا اسی لئے اس نے واپسی کے لئے اس نازک مرحلے کا انتخاب کیا تھا ورنہ چھوکروں کی بات ماننا وجہ ہوتی تو وہ مدینہ سے لشکر اسلام کے ساتھ آتا ہی کیوں؟ چھوکروں کی بات تو ایک روز پہلے مسجد نبوی میں مانی گئی تھی اس جیسے عاقل اور بالغ آدمی کو ہتھیار پہن کر اور لشکر کے ساتھ ایک دن اور رات گزار کر اور میدان جنگ میں پہنچ کر سمجھ آیا تھا کہ اور پتہ چلا تھا کہ اس کی بات تو مانی نہیں گئی تھی؟ اور چھوکروں کی بات مان لی گئی تھی۔

اس کے اس حربے کے اثرات ہوئے بھی بنی سلمہ اور بنی حارثہ کے کچھ لوگوں کے دل بھی ڈولنے لگے مگران کے دلوں میں چونکہ نفاق اور عناد نہیں تھے صرف لمحاتی کمزوری آئی تھی اور وہ جلد ہی سنبھل گئے تھے۔

بعض غیر مسلم مصنفین نے لکھا ہے کہ میدان جنگ میں عبداللہ بن ابی بن سلول کو خیال آیا کہ اگر اہل ایمان کو شکست ہوگئی اور قریش مکہ لڑائی میں کامیاب ہوگئے تو اس کے لئے اپنا کھویا ہوا مقام و مرتبہ حاصل کرنے کا موقع پیدا ہوجائے گا جس طرح جنگ بعاث سے الگ رہ کر اس نے اپنی غیر جانبداری اور فراست منوالی تھی اسی طرح ایک بار پھر وہ مسلمانوں اور قریش کی لڑائی میں غیر جانبدار رہ کر قریش مکہ کے تعاون سے مدینہ کی ریاست اور سیاست پر اپنا تسلط قائم کرلے گا لیکن اس کا جو بھی ارادہ تھا اللہ تعالیٰ نے خاک میں ملا دیا اور جنگ احد سے اس کی مزید رسوائی کے اسباب پیدا ہوگئے۔

عبداللہ بن ابی بن سلول اپنے ساتھیوں سمیت میدان احد سے واپس چلا گیا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اسے روکا نہیں۔

آپ نے صحابہ کرام میں سے بھی کسی کو حکم نہیں دیا تھا کہ اسے روکیں۔

6- برگیڈیئر فاروق احمد معرکہ احد کے عسکری اسباق، ہلال راولپنڈی شمارہ چھ تا دس جلد 33، صفحہ 86

7- بعض سیرت نگاروں اور مفسرین کرام نے حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، حضرت زبیرؓ، حضرت ابو عبیدہؓ، اور حضرت اسیدؓ بن حضیر کو بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے محافظ دستہ میں شامل کیا ہے حالانکہ وہی سیرت نگار اور مفسرین کرام یہ بھی لکھتے ہیں کہ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص، اور حضرت ابو عبیدہؓ کو رسول اللہ ﷺ نے مقدمتہ الجیش میں رکھا تھا حضرت زبیرؓ قلب لشکر میں حضرت علیؓ اور حضرت حمزہؓ

کے ساتھ تھے اور حضرت اسیدؓ بن حضیر کے پاس اوس کا جھنڈا تھا یہ کسی طرح بھی ممکن نہیں ہوتا کہ ایک آدمی دو جگہ متعین ہو معلوم یہ ہوتا ہے کہ جب مشرکین کا لشکر فرار کے بعد واپس لوٹ کر حملہ آور ہوا تو یہ صحابہ کرام بھی رسول اللہ ﷺ کے محافظ دستہ سے آن ملے تھے کیونکہ اس وقت اسلامی لشکر کی ترتیب باقی نہیں رہی تھی تفسیر اور سیرت کی کتابوں میں مختلف روایات کے حوالے سے لکھا ہے کہ کبھی آپؐ کے ساتھ سات آدمی رہ جاتے تھے اور کبھی تیس تک پہنچ جاتے تھے اگر آپؐ کے ارد گرد ہونے والی لڑائی کو سامنے رکھا جائے تو اس کا سبب یہ تھا کہ کچھ صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب پہنچ جانے والوں سے لڑتے ہوئے دور نکل جاتے تھے اور کچھ اور آپؐ کی حفاظت کی ڈیوٹی سنبھال لیتے تھے یہ ایک ہنگامی صورت حال تھی' اس میں محافظ دستہ کے ارکان بھی لڑتے ہوئے آپ سے الگ ہوسکتے تھے اور دوسرے ان کی جگہ لے لیتے تھے۔

8- جبل احد کے بازوؤں میں لپٹا ہوا وہ میدان جسے رسول اللہ ﷺ نے قریش کے ساتھ لڑائی کے لئے منتخب فرمایا تھا مدینہ سے تین میل کے فاصلہ پر ہے قریش مکہ کے کیمپ اور مدینہ کے درمیان بھی کافی وسیع اور کھلا میدان تھا وہ میدان بھی جنگ کے لئے چنا جاسکتا تھا اس صورت میں قلعہ بند شہر اسلامی لشکر کے عقب میں ہوتا لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس کھلے میدان کی نسبت تین میل دور اس محدود جگہ کا انتخاب اسی لئے کیا تھا کہ یہاں دشمن کی افرادی برتری اور اس کی میدانی حرکت (Movement) کو غیر موثر بنایا جا سکتا تھا۔

9- بعض روایتوں کے مطابق حضرت علیؓ نے طلحہ کو قتل کیا تھا۔

10- ایک روایت کے مطابق حضرت زبیرؓ نے حارث کو قتل کیا تھا۔

11- بعض رویات میں حضرت حمزہؓ حضرت سعدؓ بن ابی وقاص اور حضرت علیؓ کے نام بھی آئے ہیں کہ ان میں سے کسی نے مواب کو جہنم رسید کیا تھا۔

12- واقدی ' مغازی الرسول (مغازی الصادقہ)' لاہور 1988ء' صفحہ 169'168

13- واقدی ' مغازی الرسولؐ' لاہور 1988ء' صفحہ 167

14- روایت براء بن عازب ' بخاری ' کتاب المغازی

15- جنرل گلب پاشا' محمد رسول اللہ (ﷺ) کراچی' صفحہ 263

16- واقدی ' مغازی الرسولؐ' لاہور 1988ء' صفحہ 209' 210

17- واقدی' مغازی الرسولؐ' لاہور 1988ء' صفحہ 177

18- حضرت اُمِّ عمارہؓ جنگ یمامہ میں بھی شریک ہوئیں وہ اپنے بیٹے کے ساتھ اس گروہ انصار میں تھیں جو مسلیمہ کذاب کی تلاش میں حدیقۃ الموت کے اندر داخل ہوکر لڑا تھا اسی لڑائی میں ان کا ایک ہاتھ کٹ گیا تھا۔

19- واقدی' مغازی الرسولؐ لاہور 1988ء' صفحہ 175

20- واقدی' مغازی الرسولؐ' لاہور 1988ء' صفحہ 188

21- واقدی ' مغازی الرسولؐ' لاہور 1988ء' صفحہ 188

22- اکثر سیرت نگاروں اور مفسرین کرام نے لکھا ہے کہ ابن قمیہ کی تلوار کے وار سے رسول اللہ ﷺ غار میں گر گئے تھے۔ واقدی نے لکھا ہے کہ "ابن قمیہ نے حضرت کو دیکھا تو تلوار بلند کئے ہوئے دوڑا اور عتبہ بن ابی وقاص نے بھی تلوار کے وار کے ساتھ پتھر مارا اس وقت حضورؐ سامنے والے غار میں ہو رہے تھے اور دونوں رانیں چھل گئیں اور ابن قمیہ کی تلوار نے کچھ کام نہ کیا مگر چونکہ اس نے زور سے ضرب لگائی تو ثقل و صدمہ سیف سے حضرتؐ غار میں گر گئے بعد ازاں حضرتؐ اس غار سے نکلے اس طرح کہ عقب سے طلحہؓ نے اٹھایا اور علیؓ نے ہاتھ پکڑ کر کھینچ لیا تاکہ آنکہ حضرت سیدھے کھڑے ہوگئے" (مغازی الرسول صفحہ 179) اس سے آگے واقدی اس واقعہ کے عینی شاہد حضرت ضمرہؓ بن سعید ابی بشیر المازنی کا بیان لکھتا ہے "میں نے دیکھا ابن قمیہ کو کہ اس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر تلوار اٹھا کر وار کیا پھر میں نے دیکھا کہ حضرتؐ اپنی زانو کے بل آگے غار میں جارہے ہے اور اس کی آڑ میں ہو رہے" (مغازی الرسولؐ صفحہ 179)

ان دونوں بیانات سے کسی طرح یہ بات ثابت نہیں ہوتی کہ ابن قمیہ کی تلوار کے وار سے حضورؐ غار میں گر گئے تھے بلکہ ان سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ حضور تلوار کا وار بچانے کے لئے خود سامنے کے غار یا کھائی میں کود گئے تھے اور اس کی آڑ میں ہوکر دونوں کے وار ناکام بنا دیئے گئے تھے لیکن کھائی چونکہ زیادہ گہری نہیں تھی اس کے اندر خود پر وار کی ضرب لگ گئی تھی جس سے حضورؐ اس میں بیٹھ گئے تھے مفسرین کرام اور سیرت نگاروں کا یہ لکھنا کہ حضورؐ غار میں گر گئے تھے بالکل ہی غیر مناسب بات ہے جو بیانات کی صحت کو بگاڑ کر نکالی گئی ہے۔

23- اس سے یہ بھی اندازہ کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے رخساروں میں پیوست کڑیاں حضرت مالکؓ بن سنان نے ہی نکالی تھیں اور اس طرح وہ ساتھ ساتھ زخموں سے بہنے والا خون بھی پیتے جاتے تھے واقدی کا خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے رخساروں میں پیوست کڑیاں عقبہؓ بن وہب بن کلدہ نے نکالی تھیں۔

24- واقدی، مغازی الرسولؐ، لاہور 1988، صفحہ 206

25- واقدی، مغازی الرسولؐ، لاہور 1988، صفحہ 223

26- واقدی، مغازی الرسولؐ لاہور 1988ء، صفحہ 223

کسی واقعہ خاص طور پر جنگ کی پوری تفصیلات جاننے کے لئے اس میں آمنے سامنے والے دونوں فریقوں کو پیش آنے والے معاملات و واقعات کا علم بہت ضروری ہوتا ہے جنگ احد میں ایک فریق اہل ایمان تھے دوسرا فریق مشرکین تھے ہمارے ماخذوں میں جتنی بھی روایات اور احادیث ہیں وہ تقریباً ساری کی ساری ان حالات اور واقعات کے بارے میں ہی ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور اہل ایمان کو اس جنگ میں پیش آئے تھے یہ سب روایات اور احادیث اس جنگ میں حصہ لینے والے اہل ایمان کے حوالے سے ہیں لہٰذا ان کے حوالے سے ایک فریق کی تصویر تو بن جاتی ہے لیکن مشرکین کے اپنے ذرائع اور حوالوں سے معلومات نہ ہونے کے برابر ہیں قریش مکہ اور ان کے لشکر کے زخمیوں کی صحیح تعداد کیا تھی؟ ان کی حالت کیا تھی؟ فوری طور پر بوریا بستر سمیٹ کر چلے جانے کا فیصلہ ان کے سب سرداروں نے

کیوں کیا؟ اس مشاورت میں کس نے کیا رائے دی؟ اور اگر واقعی یہ ان کی فتح تھی تو انہوں نے اسے مکمل فتح کیوں نہ بنایا؟ یہ ساری چیزیں جاننے کے لئے مشرکین کے لشکر کے کمانداروں سرداروں اور لڑنے والوں کے اپنے حوالے سے کچھ بھی موجود نہیں لہٰذا اس لڑائی کو پوری طرح سمجھنے کے لئے حالات کے رخ افراد کے کردار اور واقعات کے پس منظر اور پیش منظر کو سامنے رکھنا ضروری ہو جاتا ہے۔

28- ابن ہشام نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؑ کو قریش مکہ کے پیچھے بھیجا تھا لیکن واقدی نے خود حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں حکم دیا تھا اور وہی قریش کے لشکر کے پیچھے گئے تھے (صفحہ 221' مغازی الرسول) حافظ ابن حجر نے بھی حضرت سعدؓ بن ابی وقاص کو قریش کے لشکر کی خبر لانے کے لئے بھیجنے کی تصدیق کی ہے۔

29- واقدی ' مغازی الرسولؐ' لاہور 1988ء ' صفحہ 205

30- واقدی ' مغازی الرسولؐ لاہور 1986ء' صفحہ 205

31- واقدی ' مغازی الرسولؐ لاہور 1988ء صفحہ 214

32- ایک روایت میں ہے کہ حضرت عبداللہ بن رواحہ ہی خواتین کو جمع کر کے لائے تھے۔

33- سیرت اور تفسیر کی بعض کتابوں میں موسیٰ بن عتبہ کے حوالہ سے لکھا گیا ہے کہ "مکہ کا ایک باشندہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آیا آپؐ نے اس سے ابو سفیان اور اس کے لشکر کے بارے میں دریافت فرمایا تو اس نے بتایا کہ میں ان کے پاس کچھ دیر ٹھہرا تھا وہ ایک دوسرے کو ملامت کر رہے تھے کہ تم نے کچھ نہیں کیا صرف ان کی شان و شوکت اور ترقی و عروج پر ضرب کاری لگائی اور استیصال اور بیخ کنی کے بغیر واپس چلے آئے ان کے چند با اثر افراد باقی بچ گئے ہیں جو تمہارے خلاف آئندہ لشکر جمع کریں گے چنانچہ مشرکین مدینہ پر حملہ کی تیاری کرنے لگے یہ سن کر رسول اللہ ﷺ نے باوجود مسلمانوں کی خستہ حالی کے دشمن کا تعاقب کرنے کا حکم دیا"

اس روایت کی کہانی عملی طور پر ممکن نہیں ابن سعد کے مطابق قریش کا لشکر حمراء الاسد کے مقام پر مقیم تھا جو مدینہ سے آٹھ میل کے فاصلہ پر ہے رسول اللہ ﷺ نے احد سے واپس مدینہ آکر صرف ایک ہی رات قیام فرمایا شام کی نماز سے کچھ عرصہ پہلے آپؐ مدینہ پہنچے تھے رات قیام فرمایا اور "علی الصبح" اعلان فرمایا کہ دشمن کے مقابلہ کے لئے چلنا ہے (رحیق المختوم۔ لاہور 1992- صفحہ 461) قریش مکہ دن ڈھلے مدینہ سے روانہ ہوئے تھے ان کے ساتھ زخمی بھی تھے عورتیں بھی تھیں بھاری سامان بھی تھا اتنا بڑا لشکر اگر کہیں راستہ میں قیام کئے بغیر حمراء الاسد پہنچا تھا تو آدھی رات کے قریب پہنچا ہوگا باقی آدھی رات میں انہوں نے مشورہ کیسے کیا؟ اور مکہ سے آنے والے مسافر نے ان کی مجلس کی گفتگو کیسے سنی؟ اور علی الصبح سے پہلے آٹھ میل کا فاصلہ ناپ کر مدینہ کیسے پہنچ گیا؟ کیونکہ اگر رسول اللہ ﷺ نے علی الصبح دشمن کے تعاقب کا اعلان فرمایا تھا تو مکہ سے آنے والا اس سے پہلے آپؐ سے ملا ہوگا اس زمانے میں قافلوں کی اور سوار مسافروں کی ایک دن کی منزل بھی بیس پچیس میل ہوتی تھی راستے دشوار تھے مکہ سے آنے والا مسافر چند گھنٹوں میں حمراء الاسد سے مدینہ کیسے پہنچ گیا؟ روایت یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے صبح کی نماز کے بعد حضرت بلالؓ کو حکم دیا تھا کہ وہ منادی کردیں کہ مسلمان قریش کے لشکر کا تعاقب کرنے کے

لئے تیار ہوجائیں اب سوال یہ ہے صبح کی نماز سے پہلے کس وقت مکہ سے آنے والا رسول اللہ ﷺ سے ملا اور کب اس نے قریش کے واپس آکر حملے کے بارے میں اطلاع دی؟ جبکہ روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اس سے پوچھا تھا کہ ابوسفیان کی فوج کو تم نے کس حال میں دیکھا؟ اور جواب میں اس نے اوپر دی گئی کہانی کا آخری حصہ بیان کیا تھا۔

اس مسئلے کو دوسرے پہلو سے دیکھیں اگر یہ درست مان لیا جائے کہ قریش کا راستے میں ارادہ بدل گیا تھا اور وہ مدینہ پر پھر سے چڑھائی کرنے کے بارے میں سوچ رہے تھے تو ایک زخمی تھکی ماندی اور چھوٹی فوج کے ساتھ قریش کے مقابلے کا بہترین طریقہ یہ تھا کہ رسول اللہ ﷺ مدینہ کے اندر بند ہوکر ان کے مقابلے کی تیاری کرتے اسی طریقے سے جو احد کی لڑائی سے پہلے شہر سے باہر نکل کر کھلے میدان میں قریش کا مقابلہ کرنے کے مخالفین نے تجویز کیا تھا نہ کہ وہ طریقہ اختیار کرتے جو رسول اللہ ﷺ نے اختیار کیا کہ زخمی تھکے ماندہ چھ سوا چھ سو صحابہ کو ساتھ لے کر تین ہزار کے لشکر سے لڑنے چل پڑے دنیاوی اور دفاعی لحاظ سے اس طریقے کو کوئی بھی پسند نہیں کرسکتا تھا صرف اللہ کا نبیؑ ہی جسے اللہ کی طرف سے نصرت اور مدد پر پختہ یقین تھا اتنے تھوڑے زخمی تھکے ماندے صحابہ کو ساتھ لے کر اتنی بڑی دشمن فوج کے تعاقب کا فیصلہ کرسکتا تھا

سارے حقائق و واقعات کو سامنے رکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے قریش کے تعاقب کا فیصلہ ان کی طرف سے مدینہ پر حملہ کی کسی خبر یا خدشہ کی وجہ سے نہیں کیا تھا بلکہ یہ ثابت کرنے کے لئے کیا تھا کہ مسلمان اپنے وجود اور اسلامی ریاست کا دفاع کرنے کی پوری طرح صلاحیت اور عزم رکھتے ہیں اور احد کے میدان میں قریش کے مقابلہ میں انہیں جو نقصان پہنچا ہے اس سے نہ تو ان کے عزم و ہمت میں کوئی کمی آئی ہے اور نہ ہی ان کی قوت اتنی زیادہ کمزور ہوگئی ہے یہ تعاقب ریاست مدینہ کی حدود کے اندر اور ان حدود سے باہر بسنے والے اللہ اور اس کے دین کے دشمنوں کے لئے ایک وارننگ بھی تھی۔

-34 Martin Lings, Muhammad - His Life based on the earliest sources, Services Book Club, 1985, P: 195.

-35 ابن سعد، طبقات حصہ اول، نفیس اکادمی، 1987، صفحہ 349
واقدی، مغازی الرسولؐ لاہور 1988، صفحہ 253

-36 اکثر کتب سیرت اور تفاسیر میں لکھا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ کے کھوجی حمراء الاسد پہنچے تو قریش اپنی مجلس میں مشورہ کررہے تھے کہ ہمیں واپس لوٹ کر مدینہ پر حملہ کردینا چاہئے سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر ان میں واپس لوٹ کر ایک بار پھر مدینہ پر حملہ کرنے کی طاقت اور صلاحیت موجود تھی تو وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعاقب میں آنے کی خبر پر حمراء الاسد سے روانہ کیوں ہوگئے تھے؟ انہوں نے وہیں آپؐ کا انتظار کیوں نہ کیا؟ تاکہ اپنی رہی سہی حسرت پوری کرلیتے دوسری اہم بات یہ ہے کہ روایت بیان کرنے والوں تک یہ بات کیسے پہنچی کہ قریش کی مجلس میں لوٹ کر مدینہ پر دوبارہ حملہ کرنے کے بارے میں مشورہ ہورہا تھا جو دو کھوجی وہاں تک پہنچے وہ تو انہوں نے شہید کردیئے تھے پھر کھوجی تو

کیمپ تک ہی پہنچے تھے وہ قریش کے سرداروں کی مجلس مشاورت تک تو پہنچ بھی نہیں سکتے تھے سیرت نگار اور مفسرین کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ روحا میں جب معبد بن ابی معبد خزاعی قریش مکہ کے کیمپ میں پہنچا تو اس وقت بھی قریش کے سردار یہی مشورہ کررہے تھے کہ انہیں لوٹ کر مدینہ پر حملہ کردینا چاہئے اور صفوان بن امیہ انہیں اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کررہا تھا اس روایت میں یہ نہیں کہا گیا کہ وہ تعاقب کرنے والی رسول اللہ ﷺ کی فوج پر حملہ کرنے یا اس سے مقابلہ کرنے کے بارے میں مشورہ کررہے تھے اس میں بھی مشورہ مدینہ پر ہی دوبارہ حملے کا بتایا گیا ہے سوال یہ ہے کہ جب ایک روز پہلے انہیں معلوم ہوگیا تھا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پیچھے آرہے ہیں اور ساری رات وہ اپنی آنکھوں سے آگ کے الاؤ دیکھتے رہے تھے تو پھر وہ مدینہ پر حملہ کے بارے میں کیسے مشورہ کرسکتے تھے؟ ان کے اور مدینہ کے درمیان تو رسول اللہ ﷺ اپنے لشکر کے ساتھ موجود تھے پھر روایات میں دونوں جگہ ایک ہی مشورہ بتایا جاتا ہے اور دونوں جگہ ایک ہی صفوان بن امیہ اس کا مخالف بتایا گیا ہے اور دونوں جگہ وہ باقیوں کو اپنی بات منوا بھی لیتا ہے اگر حمراء الاسد میں باقی قریشی سرداروں نے اس کی بات اور دلیل مان لی تھی تو پھر اگلے روز اسی بات پر دوبارہ مجلس مشاورت منعقد کرنے کی کیوں ضرورت پیش آگئی تھی؟ دوسرے روز تو ایک نئی صورت حال پیدا ہوچکی تھی ان کے تعاقب میں ایک لشکر آرہا تھا اس صورتحال اور لشکر سے بے نیاز ہوکر وہ تین روز پہلے والی صورتحال پر ہی کیوں مشورہ کررہے تھے اور کیسے ایسا مشورہ کرسکتے تھے؟ زیادہ سے زیادہ اگر کوئی مجبوری ہو تو کہا جاسکتا ہے کہ روحا میں پہنچ کر قریش مکہ اس بارے میں مشورہ کررہے تھے کہ آیا انہیں واپس لوٹ کر تعاقب کرنے والوں کا مقابلہ کرنا چاہئے یا نہیں؟

37- بعض علماء نے جن میں صفی الرحمان مبارک پوری (رحیق المختوم) پیر کرم شاہ الازہری (ضیاء النبیؐ) اور ایم - اے - صلاحی

(MUHAMMAD - MAN AND PROPHET) بھی شامل ہیں لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے معبد بن ابی معبد خزاعی سے کہا تھا کہ وہ قریش کے پاس جائے اور ان کی حوصلہ شکنی کرے تاکہ وہ واپس لوٹ کر لڑائی کے ارادہ سے باز رہیں اور معبد خزاعی نے رسول اللہ ﷺ کے ارشاد کے مطابق قریش کو خوفزدہ کیا تھا اور اشعار سنائے تھے۔

لیکن ابن اسحاق ، ابن سعد، واقدی ، ابن کثیر، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب، ابو الکلام آزاد مارٹن لنگز اکرم ضیاء العمری منٹگمری واٹ (MUHAMMAD AT MADINA) وغیرہ میں سے کسی نے اس طرف ہلکا سا اشارہ تک نہیں کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے معبد بن ابی معبد خزاعی کو یہ سبق پڑھایا تھا اور قریش کو خوفزدہ کرنے کی ڈیوٹی سونپی تھی یہ تو معبد خزاعی کا اپنا فیصلہ تھا کیونکہ وہ رسول اللہ ﷺ سے اور مسلمانوں سے تعلقات کی بناء پر ہمدردی رکھتے تھے ایم اے صلاحی صاحب نے تو معبد خزاعی کو ایسی ڈیوٹی پر بھیجنے کو رسول اللہ ﷺ کی فراست اور ہوشیاری کے ثبوت کے طور پر پیش کیا ہے بعض نے یہ بھی لکھا ہے کہ معبد خزاعی اس روز مسلمان ہوگیا تھا اور اسلام قبول کرنے کے بعد قریش کی طرف گیا تھا لیکن اکثریت نے اس بات کی تائید نہیں کی۔

38- گلب پاشا' محمد رسول اللہ ﷺ' سٹیزن پبلشرز کراچی' صفحہ 272

39- بعض روایات کے حوالے سے لکھا گیا ہے کہ ابو عزہ کو حمراء الاسد سے مسلمانوں نے گرفتار کیا تھا ان روایات کے مطابق جب قریش مکہ کا لشکر حمراء الاسد سے روانہ ہوا تو ابو عزہ سوتا رہ گیا تھا اور جب مسلمان وہاں پہنچے تو انہوں نے اسے گرفتار کرلیا تھا مگر عملاً" ایسا ہونا ممکن نہ تھا یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ قریش مکہ اپنے اتنے بڑے اور اہم شاعر کو سوتا ہوا چھوڑ جائیں اور خود سارے آگے روانہ ہوجائیں؟ اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ قریش آگے چلے گئے اور ابوعزہ سوتا رہ گیا تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کیا وہ رات کا سویا اگلی شام یا سہ پہر تک سوتا ہی رہا تھا؟ کیونکہ مسلمان شام سے کچھ دیر پہلے حمراء الاسد پہنچے تھے واقدی نے اگرچہ ابوعزہ کے سوتے رہ جانے کی روایت بھی بیان کردی ہے لیکن اس نے یہ بھی لکھا ہے کہ "وہ روز احد رسول اللہ ﷺ کے پاس اسیر ہوا تھا اور سوائے اس کے اور کوئی روز احد اسیر نہ تھا" (مغازی الرسول" صفحہ 238) اور یہی بات درست معلوم ہوتی ہے۔

40- واقدی' مغازی الرسول" لاہور 1988' صفحہ 180

41- واقدی' مغازی الرسول" لاہور 1988ء' صفحہ 180

42- مشکوۃ' باب الفاخرہ و عصبیہ

43- ابوداؤد' باب فی العصبیہ

44- اللولو والمرجان

45- Martin Fishman, The Mosque, Thames and Hudson, 1997, P:17

نیا دور

جزیرہ نمائے عرب کی سیاست اور اس کے ریگزاروں کے باسیوں کی نفسیات پر غزوہ احد کے بہت گہرے اثرات مرتب ہوئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہجرت اور ریاست مدینہ کے قیام سے پہلے مکہ کے قریش عرب کی سب سے بڑی سیاسی روحانی اور اقتصادی طاقت سمجھے جاتے تھے عرب کے ریگزاروں اور صحراؤں میں رہنے والے بدو اور ارد گرد کے حاکم سب قریش کی اس اہمیت کو تسلیم کرتے تھے' لیکن بدر کے میدان میں اہل توحید کی کامیابی سے مدینہ کی چھوٹی سی اسلامی ریاست ایک نئی قوت کے طور پر ابھر کر سامنے آگئی تھی اگرچہ اس نئی قوت کے ہاتھوں پرانی مسلمہ قوت کی رسوائی نے بہت سے ذہنوں میں نئے سوال تو پیدا کر دیئے تھے۔ پھر بھی بعض لوگ مسلمانوں کی اس کامیابی کو اتفاقیہ سمجھتے تھے اور مکہ کے مشرک بھی اپنی اس ناکامی کو اتفاقیہ قرار دے کر مدینہ کی اسلامی ریاست کے خلاف عظیم تر مشرک اتحاد قائم کرنے میں کامیاب ہو گئے تھے لیکن احد کے میدان میں عرب کی اس قدیم سیاسی قوت اور مشرکین کے عظیم تر اتحاد کو کوئی کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی قریش اسلامی ریاست اور مسلم امت کو ختم کرکے اپنی سیاسی برتری بحال کرنے آئے تھے مگر رسول اللہ ﷺ نے اپنی خدا داد پیغمبرانہ استقامت اور فراست سے ان کا یہ خواب پورا نہیں ہونے دیا تھا۔ مسلمانوں کی مختصر سی جماعت نے وقتی نقصان اور پسپائی کے باوجود اپنے سے چار گنا بڑی مشرک فوج کو ہنگامی طور پر میدان چھوڑ کر راہِ فرار اختیار کرنے پر مجبور کر دیا تھا۔

قریش مکہ نے عظیم تر مشرک اتحاد امت مسلمہ اور ریاست مدینہ کو نابود کرنے کے نعرے پر قائم کیا تھا جب وہ مکہ سے چلے تھے تو اس بارے میں بڑے بلند بانگ دعوے کرتے ہوئے روانہ ہوئے تھے لیکن اپنی ساری قوت اور کوشش کے باوجود جب وہ احد کے میدان سے بوریا بستر لپیٹ

کر فرار ہو رہے تھے تو اللہ کے فضل و کرم سے ریاست مدینہ بھی قائم تھی امت مسلمہ بھی موجود تھی اور اس ریاست پر اللہ کے دین اور اس کے رسولؐ کی حکمرانی بھی قائم تھی جزیرہ نمائے عرب کے سینے پر جو نئی ریاست اور قوت وجود میں آئی تھی وہ بدستور قائم اور دائم تھی اس امت اور ریاست نے ایک بار پھر اپنے ناقابل تسخیر ہونے کا ثبوت فراہم کردیا تھا اور جزیرہ نمائے عرب کے اس دور کے ماحول،معاشرے اور سیاسی حالات میں یہ بہت بڑا ثبوت تھا اللہ کے دین اور اس کے رسولؐ کی یہ کامیابی بہت بڑی کامیابی تھی جسے کسی حوالے سے بھی اتفاقیہ نہیں کہا جاسکتا تھا قریش مکہ ۔کے علاوہ ریاست مدینہ کے اندر آباد مشرک منافق یہودی اور عرب کے بدو قبائل سب اس حقیقت سے آگاہ تھے۔

بدر کے بعد ریاست مدینہ کے اندر رہنے والے یہودیوں نے کھلی سرکشی کا رویہ اختیار کیا تھا وہ قریش کی ذلت اور رسوائی کے دکھ میں نظمیں لکھتے تھے اور ان کے وفود اور سرکردہ لوگ مکہ جا کر قریش کو مدینہ کی ریاست اور مسلمانوں کے خلاف حملہ پر اکساتے رہے تھے۔ غزوہ احد کے بعد یہودیوں نے پراپیگنڈہ تو کیا مگر پہلے کی مانند کھل کر سرکشی نہیں کی ان یہودیوں نے بنو نضیر کے مدینہ سے اخراج سے پہلے قریش مکہ کو مدینہ کی اسلامی ریاست پر حملہ کی ترغیب دینے کے لئے اپنے شاعر اور قائدین بھی مکہ نہیں بھیجے تھے بدر کی فتح کے بعد عبداللہ بن ابی بن سلول نے اسلام قبول کرنے کا اعلان تو کردیا تھا مگر اس اعلان کے باوجود وہ ریاست کے اندرونی اور بیرونی دشمنوں کی حوصلہ افزائی کرنے میں مصروف رہتا تھا اس کے اپنے قبیلے میں اس کی سیاسی اہمیت مسلمانوں کی کامیابی کے باوجود بدستور قائم تھی لیکن غزوہ احد کے بعد اسے گھسیٹ کر مسجد سے نکال دیا گیا تو کوئی ایک فرد بھی اس کی مدد یا حمایت کے لئے نہیں آیا تھا بدر کے بعد مدینہ کے کچھ مشرک اپنے ہم مذہب مشرکین قریش کی مدد اور مسلمانوں کے خلاف قریش کے ساتھ عملی تعاون کرنے مکہ چلے گئے تھے غزوہ احد کے بعد مدینہ کے مشرکوں میں سے کوئی ایک بھی فرد کھلے عام قریش سے تعاون کرنے یا ان کی مدد کرنے والا نظر نہیں آتا یہ تبدیلی بڑی نمایاں اور اہم تھی۔

احد کے میدان میں اتنے بڑے جانی نقصان کے باوجود مسلمانوں نے کوئی کمزوری نہیں دکھائی تھی انہوں نے اللہ کی رسی کو اور بھی مضبوطی سے پکڑ لیا تھا اور اپنی ذاتی کمزوریوں کا جائزہ لے کر ان کی اصلاح کا عزم کرلیا انہوں نے اپنے خون کے رشتہ والوں کو چھوڑ دیا اور دین کے رشتہ والوں کے ساتھ سب یک جان ہوگئے اس نقصان اور پسپائی سے کوئی ایک بھی مسلمان مایوس نہیں ہوا تھا بلکہ سب مسلمانوں کے دلوں میں امید کی ایک نئی کرن روشن ہوگئی تھی ان میں کوئی ایک

بھی فرد ایسا نہ تھا جس کا یہ پختہ عقیدہ اور ایمان نہ ہو کہ اللہ کا دین اور اس کا رسولؐ ہی کامیاب و کامران ہوں گے اور باطل کی سب قوتوں کو شکست فاش ہوگی احد کی آزمائش سے امت مسلمہ میں نیا عزم و استقلال پیدا ہوگیا تھا جو بعد کے حالات و واقعات میں صاف نظر آتا ہے۔

ریاست مدینہ کی حدود سے باہر ریگزاروں اور صحراؤں میں رہنے والے جن بدو قبائل نے مسلمانوں کے ساتھ تعاون اور غیر جانبداری کے معاہدے کر رکھے تھے وہ سب ان معاہدوں پر قائم رہے کسی ایک نے بھی ریاست مدینہ کے ساتھ تعلق' اتحاد یا معاہدہ ترک کرکے مکہ کے قریش کے ساتھ دوستی اور تعاون کا معاہدہ نہیں کیا تھا۔ احد کے غزوہ کے بعد بھی ریگزاروں میں بسنے والے بدو قبائل کے افراد اسلام قبول کرتے رہے ان قبائل کے افراد اور وفود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوتے رہے اور تعاون کا یقین دلاتے رہے احد کی آزمائش کے دوسرے ہی روز حمراء الاسد میں قبیلہ خزاعہ کا سردار معبد بن ابی معبد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپؐ سے اظہار ہمدردی کیا اور پھر عملی تعاون اور ہمدردی کا مظاہرہ کرتے ہوئے ابوسفیان اور اس کے مشرک ساتھیوں کو مسلمانوں سے خوفزدہ کرکے مکہ کی راہ لینے پر آمادہ کیا حالانکہ وہ خود اس وقت تک مسلمان نہیں ہوا تھا اور اس کے قبیلے نے بھی ابھی تک اسلام قبول نہیں کیا تھا۔ اسی طرح احد کے دو ہی ماہ بعد ذوالحجہ کے آخری دن جس شخص نے نجد کے قبیلہ بنو اسد بن خزیمہ کے ڈاکوؤں طلیحہ اور سلمہ کے ارادے سے رسول اللہ ﷺ کو آگاہ کیا تھا وہ بھی مسلمان نہیں تھا۔ اس کا تعلق قبیلہ طے سے تھا اس نے نہ صرف رسول اللہ ﷺ کو ان ڈاکوؤں کے ارادے سے آگاہ کیا تھا بلکہ مسلمانوں کی اس جگہ تک رہنمائی بھی کی تھی جہاں مشرک جمع ہورہے تھے مدینہ کے گردو نواح کے بدو قبائل میں سے احد سے پہلے جو کوئی اسلام قبول کرچکا تھا وہ احد کی آزمائش کے باوجود اپنے اسلام اور ایمان پر قائم رہا جس قبیلے یا کسی قبیلہ کی کسی شاخ نے مسلمانوں سے کوئی معاہدہ کر رکھا تھا' انہوں نے عموماً" ان معاہدوں کی پابندی کی۔

اگر غزوہ احد کے نتیجے میں واقعی ریاست مدینہ اور امت مسلمہ کی قوت اور حیثیت کمزور ہوگئی تھی جیسا کہ اکثر مفسرین کرام اور سیرت نگاروں نے لکھا ہے تو پھر ان قبائل نے دوستی اور تعاون کے معاہدے ختم کیوں نہ کردیئے؟

احد اور خندق کے درمیانی عرصہ میں جن قبائل کے خلاف مدینہ سے مہمات بھیجی گئیں یا جن قبائل نے ریاست مدینہ پر چڑھائی کے لئے دستے جمع کئے تھے۔ ان میں بنو اسد بن خزیمہ' بنو لحیان' بنو غطفان وغیرہ شامل ہیں ان میں سے کسی ایک کے ساتھ بھی احد سے پہلے اسلامی

ریاست کا کوئی معاہدہ نہیں تھا جو انہوں نے ختم کردیا ہو اور مسلمانوں کو کمزور سمجھ کر قریش سے اتحاد کرلیا ہو احد کے بعد رسول اللہ ﷺ نے پہلی مہم بنو اسد بن خزیمہ کے علاقہ کی طرف بھیجی تھی آپؐ کو اس قبیلہ کے دو بھائیوں طلیحہ اور سلمہ کی طرف سے لوگوں کو مدینہ کے نواح میں لوٹ کی خاطر جتھا اکٹھا کرنے کی خبر موصول ہوئی تھی لیکن طلیحہ اور سلمہ اپنے قبیلے کی نمائندگی نہیں کرتے تھے وہ بنو لحیان عضل اور قارہ کے جرائم پیشہ عناصر کے ایک گروہ کے سرگنا تھے۔ اسی دوران اللہ کے رسول ﷺ کو خبر ملی کہ بنو لحیان کا سردار سفیان بن خالد ایک چھاپہ مار دستہ تیار کر رہا ہے آپؐ نے عبداللہ بن انیس کو اس کی طرف بھیجا جس نے اسے ختم کر دیا۔ بیر معونہ کے واقعہ میں بنو سلیم کا سردار عامر بن طفیل اصل مجرم تھا بنو سلیم احد سے پہلے بھی ریاست مدینہ کے خلاف تھے اور غزوہ قرارۃ الکدر کے دوران رسول اللہ ﷺ بنو سلیم اور بنو غطفان کی سرکوبی کے لئے ہی تشریف لے گئے تھے رجیع کے حادثہ میں بنو لحیان نے مشرکین عضل اور قارہ کو ساتھ لے کر مبلغین اسلام کو شہید کیا تھا غزوہ نجد کی مہم قبیلہ غطفان کے بنو محارب اور بنو ثعلبہ کے چھاپہ ماروں کے خلاف بھیجی گئی تھی احد سے پہلے بھی اس قبیلہ کے خلاف رسول اللہ ﷺ دو بار (غزوہ قرارۃ الکدر اور غزوہ غطفان) لشکر لے کر گئے تھے اور اس بار بھی وہ بھاگ کر چھپ گئے تھے غزوہ دومتہ الجندل احد کے بعد اہم ترین غزوات میں سے ہے۔ یہ مقام مدینہ سے پانچ سو میل دور تھا اور یہ مہم مدینہ کے تجارتی قافلوں کے لئے رکاوٹیں پیدا کرنے والے قبائل کے خلاف تھی اس مہم سے اندازہ ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ہجرت اور مدینہ میں اسلامی ریاست کے قیام کے بعد مدینہ سے بھی بڑے بڑے تجارتی قافلے شام کی طرف جانے لگے تھے ورنہ اس سے پہلے یمن اور شام کی طرف جانے والے بڑے قافلے صرف مکہ کے قریش ہی کے ہوا کرتے تھے مدینہ صرف ایک زرعی منڈی تھی اور وہاں سے شام کی طرف کوئی بڑے تجارتی قافلہ نہیں جایا کرتے تھے لہٰذا یہ مہم اسلامی ریاست کی کمزوری کی بجائے اس کی قوت اور اقتصادی اور سیاسی طاقت کا ثبوت ہے۔ جب رومیوں کے حلیف اکیدر کو بھی مقابلے کی جرأت نہیں ہوتی تھی۔ احد سے فرار کے بعد قریش مکہ کے تجارتی قافلے اس طرف جانا بند ہو گئے ہوں گے کیونکہ مسلمانوں کے خوف سے وہ پہلے کی طرح آزادانہ تجارت نہیں کر سکتے تھے۔ قریش کی تجارت بند ہو جانے سے مدینہ کے تاجروں خاص طور پر مہاجرین نے جن کا آبائی پیشہ تجارت تھا شام تک اپنی تجارتی سرگرمیاں پھیلا دی تھیں۔

یہ بھی حقیقت ہے کہ غزوہ بدر اور غزوہ احد کے درمیانی عرصہ میں تو ایسے واقعات پیش

آتے رہے تھے کہ ابوسفیان یا کوئی اور گروہ مدینہ اور اس کے نواح میں کوئی چھاپہ مار کارروائی کرنے میں کامیاب ہوگیا یا کوئی مال مویشی ہانک کے لے گیا تھا مگر غزوہ احد کے بعد ایسے چھاپوں چھاپہ مار کارروائیوں اور چوری ڈاکوں کے واقعات بہت کم ملتے ہیں بلکہ ایسے محسوس ہوتا ہے کہ احد میں مشرکین مکہ کی دھنائی کا مدینہ کے ارد گرد کے بدو قبائل پر اتنا گہرا اثر ہوا تھا کہ انہوں نے اس کے بعد سے نواح مدینہ میں ایسی کارروائیوں سے مکمل اجتناب کیا تھا یہ سب ریاست مدینہ اور امت مسلمہ کی مضبوطی کے شواہد ہیں نہ کہ ان کی کمزوری کے جیسا کہ تقریبا" سب ہی مفسرین سیرت نگاروں اور مؤرخوں نے لکھا ہے غزوہ احد کے بعد جن بدو قبائل کے خلاف رسول اللہ ﷺ نے لشکر بھیجے یا خود مہم لے کر تشریف لے گئے وہ تقریبا" وہی تھے جو احد سے پہلے بھی مسلمانوں اور ریاست مدینہ کے خلاف تھے اور اسی طرح کی سرگرمیوں میں مصروف ہوا کرتے تھے۔

جب جبیر بن مطعم کے غلام وحشی نے مکہ کے ایک ٹیلے پر سے مشرکین مکہ کو رسولؐ اللہ کے زخمی اور حضرت حمزہؓ اور بہت سے دیگر صحابہ کرام کے شہید ہونے کی خبر سنائی تھی تو وہ بہت خوش ہوئے تھے تیز رفتار اونٹ پر سوار وحشی سب سے پہلے مکہ پہنچا تھا لیکن جب ابوسفیان بھی اپنے لشکر سمیت مکہ پہنچ گیا اور قریش نے غزوہ احد کے نتائج اور اس سے پیدا ہونے والے حالات کا جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ وہ تو پہلے سے بھی نازک اور مشکل صورتحال سے دو چار ہیں وہ جو ارادے لے کر گئے تھے ان میں تو وہ ناکام رہے تھے انہوں نے اپنے ہم مذہب مشرک بدو قبائل سے جو وعدے کئے تھے وہ بھی پورے نہیں ہوسکے تھے شام کی طرف ان کے تجارت کے راستے اب بھی خطرے میں تھے زیادہ سے زیادہ وہ یہ کہہ سکتے تھے کہ انہوں نے حضرت حمزہؓ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کرام کو شہید کرکے بدر کے میدان میں مرنے والے اپنے سرداروں کا بدلہ لے لیا ہے لیکن ریاست مدینہ پر انہوں نے صرف بدلہ لینے کے لئے ہی تو چڑھائی نہیں کی تھی لہٰذا اپنے آپ کو دھوکہ اور مشرک بدوقبائل کو حوصلہ دینے کے لئے قریش مکہ نے بڑے زور وشور سے پراپیگنڈہ شروع کردیا کہ احد میں وہی کامیاب و کامران تھے اوز انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور ریاست مدینہ کی قوت کا خاتمہ کردیا ہے لیکن پراپیگنڈہ سے تو وہ صورت احوال تبدیل نہیں ہوسکتی تھی جس میں وہ پھنس گئے تھے اس کے لئے کوئی عملی اقدام بھی ضروری تھے غورو فکر اور صلاح مشورہ کے بعد قریش مکہ نے زیادہ سے زیادہ مشرک بدوقبائل کو ساتھ ملانے کی نئی مہم شروع کردی وہ انہیں ریاست مدینہ کی کمزوری کا یقین دلاتے تھے اور انہیں مسلمانوں کے خلاف اتحاد اور کارروائیوں میں شامل ہونے کی ترغیب دیتے تھے اللہ

کے دین اور اس کے رسولؐ کے خلاف جزیرہ نمائے عرب میں وسیع تر سیاسی مذہبی اور فوجی اتحاد قائم کرنے کے لئے قریش جھوٹ، فریب، مذہب، تعلق اور اقتصادی مفاد جیسے تقریباً" سارے ہی ہتھیار استعمال کرنے لگے تھے۔

رسول اللہ ﷺ بھی قریش کے منصوبوں اور چالوں سے آگاہ تھے لیکن آپؐ نے قریش کی مانند منفی، بنیادوں پر کوئی اتحاد قائم کرنے کی کوشش نہیں کی آپؐ ریاست مدینہ کے استحکام اور اس کے اثرو رسوخ کی توسیع کے ذریعے اللہ کے دین کے فروغ اور استحکام کے مشن میں مصروف رہے اگر کہیں سے مشرکین کے فساد پسند گروہوں کے جمع ہونے کی خبر موصول ہوتی تھی تو آپؐ فوراً" ان کے خلاف مہم روانہ کردیتے تھے اور اگر ضرورت محسوس کرتے تو خود لشکر اسلام کی قیادت کرتے ہوئے شرپسندوں کے سروں پر جا نکلتے تھے اور ان کے کوئی کارروائی کرنے سے پہلے ہی ان کا شیرازہ بکھر جاتا تھا اس طریقہ سے آپؐ نے قریش مکہ کے اس پراپیگنڈہ کا زور توڑ دیا کہ احد کی آزمائش سے مسلمانوں کی طاقت ختم ہوگئی ہے اس طرح قریش کے پراپیگنڈہ کے الفاظ کے مقابلے میں رسول اللہ ﷺ کے عملی اقدامات زیادہ موثر ثابت ہوتے تھے اس سے اردگرد اور دور دراز کے قبائل کو بھی معلوم ہو جاتا تھا کہ مسلمانوں اور ریاست مدینہ کے خلاف کوئی کارروائی اور چڑھائی آسان نہیں قریش مکہ منفی بنیادوں پر اسلام دشمن اتحاد قائم کر رہے تھے۔ رسول اللہ ﷺ مثبت بنیادوں پر اسلامی ریاست کی تعمیر کرنے میں مصروف تھے اور امت مسلمہ کو عملی اور نظریاتی تربیت اور پختگی کے ہتھیاروں سے لیس کر رہے تھے۔

بنو اسد کے ڈاکوؤں کی سرکوبی

ایک روز حضرت طلیبؓ بن عمیر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے ان کے ہمراہ ان کی بیوی کا چچا ولید بن زہیر بن طریف طائی بھی تھا مدینہ کے شمال مشرق میں خطہ نجد کے قبیلہ طے کے ولید بن زہیر نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ مدینہ کے سفر میں جب وہ قبیلہ بنو اسد بن خزیمہ کے علاقے سے گزرا تھا تو اس نے دیکھا کہ اس کے قبیلہ کے ایک رئیس خویلد کے بیٹے طلیحہ اور سلمہ مدینہ کے نواح میں لوٹ مار کی خاطر جتھا جمع کررہے تھے اور وہ لوگوں سے کہتے تھے کہ مسلمان احد کے زخموں سے ابھی تک شفایاب نہیں ہوئے ہم تیز رفتار گھوڑوں پر سوار ہوکر جائیں گے اور مدینہ کے اردگرد کی چراگاہوں سے مسلمانوں کے مال مویشی گھیر لائیں گے اول تو مسلمان ہم تک پہنچ ہی نہیں سکیں گے کیونکہ ان کے پاس ہمارے گھوڑوں جیسے تیز رفتار گھوڑے

نہیں ہیں لیکن اگر ہمارا ان سے مقابلہ ہو بھی گیا تو احد کے زخمی مسلمان ہمارا مقابلہ نہیں کرسکیں گے کیونکہ ہمارے پاس اعلیٰ قسم کے ہتھیار ہوں گے اور مسلمان نہ ہی اتنی جمعیت جمع کرسکتے ہیں کہ وہ ہمارے علاقے پر جوابی حملہ کرسکیں لیکن اسی قبیلے کا ایک شخص قیس بن حارث بن عمیر انہیں اس ارادے سے باز رکھنے کی کوشش کررہا تھا اس کا کہنا تھا کہ " قریش مکہ کی مانند ہم نے (بنو اسد بن خزیمہ نے) مسلمانوں سے کسی کے خون کا بدلہ تو لینا نہیں ہے اور نہ ہی انہوں نے ہمارا مال لوٹا ہے کہ ہم جواباً ان کے ہاں لوٹ مار کریں" اس کا کہنا تھا کہ مسلمان ہم سے بہت دور ہیں ہمارا ان سے کوئی جھگڑا نہیں قریش مکہ نے تو مسلمانوں سے بدلہ لینے کے لئے عرب قبائل کی مدد سے تین ہزار کا لشکر جمع کرلیا تھا تم نے تین سو سوار جمع کرلئے تو بھی مجھے نہیں یقین کہ تم کامیاب ہوسکو گے اس لئے میں تمہارے اس ارادے میں شامل نہیں ہوسکتا میرا مشورہ یہی ہے کہ اپنی جانوں کو فریب نہ ڈالو"

ولید بن زہیر نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ اس کے وہاں سے مدینہ کے لئے روانہ ہونے تک یہی بحث و مباحثہ ہو رہا تھا۔

بنو اسد بن خزیمہ نجد کا ایک بڑا قبیلہ تھا قریش مکہ کے ساتھ اس قبیلے کے بہت پرانے سماجی اقتصادی اور ازدواجی تعلقات تھے۔(1) اس کے کچھ خاندان تو مکہ ہی میں مقیم ہوگئے تھے مثلاً" بنو غنم بن دوان جنہوں نے شروع ہی میں اسلام قبول کرلیا تھا ان کا تعلق اسی نجدی قبیلے سے تھا ابن اسحاق نے بنو اسد بن خزیمہ کے بیس مردوں اور آٹھ عورتوں کے بارے میں لکھا ہے کہ وہ ابتدائی مسلمان تھے ان میں سے بعض نے حبشہ کی طرف ہجرت میں بھی حصہ لیا تھا شہید احد حضرت عبداللہؓ بن جحش بھی اسی قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے مگر اصل قبیلہ اب بھی مکہ کے قریش کا اتحادی تھا اور اس قبیلہ کے افراد کو بھی مکہ کے قریش ہی مسلمانوں کے خلاف ابھار رہے تھے۔(2) طلیحہ ویسے بھی پیشہ ور ڈاکو تھا۔(3) اور ارد گرد کے دیگر قبائل کے اپنے ہم پیشہ گروہوں کا سربراہ تھا۔(3) رسول اللہ ﷺ کسی دشمن کو موقعہ نہیں دینا چاہتے تھے کہ وہ ریاست مدینہ کے خلاف کوئی کارروائی کرے اور اس طرح مکہ کے مشرکوں کو اپنا پراپیگنڈہ درست ثابت کرنے کا موقعہ مل جائے آپؐ نے فوری طور پر طلیحہ اور سلمہ کی جتھ بندی کے خلاف کارروائی کا فیصلہ فرمایا آپؐ نے اپنے پھوپھی زاد حضرت ابو سلمہؓ کو طلب فرمایا وہ احد کی جنگ میں شدید زخمی ہو گئے تھے' ان کے بازو پر گہرا زخم آیا تھا۔ اب زخم بھر گیا تھا آپؐ نے انہیں حکم دیا کہ وہ فوری طور پر لشکر بنا کر بنو اسد کی طرف روانہ ہوجائیں اور ان کے چڑھائی کرنے سے پہلے ہی انہیں جالیں۔

حضرت ابو سلمہؓ ہجرت کے 35 ویں ماہ محرم کی یکم تاریخ کو ایک سو پچاس صحابہؓ کے ہمراہ مدینہ سے نکلے۔(4) آپؓ کے لشکر میں انصار اور مہاجرین دونوں شامل تھے اور وہی ولید بن زہیر طائی بطور رہنما آپ کے لشکر کے ساتھ تھا رسول اللہ ﷺ کی ہدایت کے مطابق عام روایتی راستے کو چھوڑ کر غیر معروف راستوں سے ہوتے ہوئے حضرت ابو سلمہؓ قبیلہ بنو اسد کے ایک چشمہ تک پہنچ گئے اور مشرکین کو ان کی آمد کا علم ہی نہ ہوسکا اس چشمہ کا نام قطن تھا جس کی وجہ سے اس مہم کو سریہ قطن بھی کہتے ہیں طلیحہ اور سلمہ اسی مقام پر اپنا جتھا جمع کرر ہے تھے حضرت ابو سلمہؓ نے صبح کی روشنی پھیلنے سے پہلے ان کا محاصرہ کرلیا آپ نے دو دو مجاہدین میں بھائی بندی قائم کردی اور مجاہدین کو ہدایت کی کہ دشمن کے تعاقب میں وہ دور تک نہ جائیں اورایک دوسرے سے جدا نہ ہوں مشرکین بھی مقابلے کے لئے تیار ہوگئے انفرادی مقابلوں میں حضرت سعدؓ بن ابی وقاص نے ایک مشرک کو قتل کردیا دوسرے مقابلے میں حضرت مسعودؓ بن عروہ ایک مشرک کے ہاتھوں شہید ہوگئے۔(5) اس کے بعد مسلمانوں نے ان پر عام حملہ کر دیا جلد ہی مشرک میدان چھوڑ کر بھاگ گئے مسلمانوں نے کچھ فاصلے تک ان کا تعاقب کیا اور پھر کماندار کی ہدایت کے مطابق واپس آ گئے۔

معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ابو سلمہؓ نے اس امر کا خاص طور پر خیال رکھا کہ مجاہدین غزوہ احد کی مانند بھاگتے ہوئے دشمن کے تعاقب میں اپنے مرکز اور کماندار سے زیادہ دور نہ جائیں تاکہ یہاں بھی دشمن کا کوئی گروہ کسی طرف سے نکل کر میدانی صورت حال پر اثر انداز نہ ہوسکے مشرکین کے فرار کے بعد حضرت ابو سلمہؓ نے حضرت مسعودؓ بن عروہ کو دفن کیا مشرکین جو مال و اسباب چھوڑ کر بھاگ گئے تھے وہ مجاہدین نے قبضہ میں لے لیا حضرت ابو سلمہؓ نے مجاہدین کے مختلف دستے ترتیب دیئے اور انہیں چشمہ کے اطراف میں گشت کے لئے روانہ کیا مگر کہیں بھی دشمن سے سامنا نہ ہوا نہ ہی قبیلہ بنو اسد کے کوئی افراد ملے حضرت ابو سلمہؓ نے ہدایت کی تھی کہ کوئی بھی گشتی دستہ لشکر کے کیمپ سے باہر رات نہیں گزارے گا شام تک سارے گشتی دستے چشمہ پر واپس پہنچ گئے۔

اچانک حملے اور مشرکین کے فرار سے وہ مقصد حاصل ہوگیا تھا جس کے لئے رسول اللہ ﷺ نے یہ مہم بھیجی تھی مفسدین مشرکین اور گردونواح کے بدو قبائل کو اندازہ ہوگیا کہ مسلمان اتنے کمزور اور بے بس نہیں جتنے قریش مکہ انہیں بتا رہے ہیں طلیحہ اور سلمہ اپنے قبیلہ والوں اور دیگر ساتھیوں کو لے کر بھی مقابلے کے لئے واپس نہ آئے تو حضرت ابو سلمہؓ نے لشکر کو واپسی کا حکم

دے دیا واپسی کے سفر میں راستہ بھول کر مسلمان ایسی جگہ پہنچ گئے جہاں مشرکین کے اونٹ اور بکریاں چرانے والے مقیم تھے مسلمانوں کو دیکھتے ہی وہ سب کچھ چھوڑ کر بھاگ گئے۔ ان میں سے تین چرواہوں کو مسلمانوں نے پکڑ لیا حضرت ابو سلمہؓ کی ہدایت کے مطابق سب سے پہلے مال غنیمت میں سے طائی رہبر کو حصہ دیا گیا جو باقی بچ گیا اس میں سے ایک غلام رسول اللہ ﷺ کی خدمت کے لئے مختص کردیا گیا اور خمس نکل کر باقی سب مال مجاہدین میں تقسیم کر دیا گیا۔ حضرت ابو سلمہؓ اس مہم کے سلسلہ میں دس روز مدینہ سے باہر رہے۔

قاریوں کی شہادت

نجد کے بدو قبائل میں بنو عامر بن صعصعہ ایک بڑا اور طاقتور قبیلہ تھا اس کا علاقہ بنو سلیم کے صحراؤں اور ریگستانوں سے ملحق تھا جنگ احد کے کچھ عرصہ بعد اس قبیلے کا سردار عامر بن مالک بن جعفر ابو البراء رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش ہوا اور دو گھوڑے اور دو اونٹ ہدیہ پیش کیا رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کیا کرتا" بنو عامر سے قریش مکہ کے پرانے تعلقات اور رشتہ داریاں تھیں۔ رسول اللہ ﷺ کے چچا عباس کی بیوی اور حضرت عبداللہ بن عباس کی والدہ لبابہ صغریٰ کا تعلق اسی قبیلے سے تھا۔ خالد بن ولید کی والدہ لبابہ کبریٰ بھی اس قبیلے کی بیٹی تھیں حضرت ابو عبیدہؓ بن حارث جنہوں نے جنگ بدر میں قریش کے سردار عتبہ بن ربیعہ کا سامنا کیا تھا۔ ان کی بیوی حضرت زینبؓ بھی اسی قبیلے کی ذیلی شاخ بنو ہلال سے تعلق رکھتی تھیں اور ابو البراء بنو عامر کا سردار تھا ابوالبراء کا مطلب ہے نیزے اور سنان سے کھیلنے والا یہ لقب اس کی جنگی مہارت کی وجہ سے اسے دیا گیا تھا رسول اللہ ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فروغ توحید کا مشن سونپا تھا آپؐ نے نجد کے بڑے سردار ابوالبراء کو اسلام کی دعوت دی۔

ابو البراء نے جواب دیا "اے محمد (ﷺ) میں آپؐ کے امر کو بہتر اور بزرگ تر دیکھتا ہوں مگر میری قوم میرے پیچھے ہے اگر آپؐ اپنے صحابہ میں سے کچھ (مبلغ) میری قوم میں بھیج دیں تو مجھے امید ہے کہ وہ لوگ اسلام کی دعوت قبول کر لیں گے اگر وہ آپؐ کے امر کو قبول کرلیں گے تو اسلام کو بہت غلبہ ہوگا"

رسولؐ اللہ ﷺ نے فرمایا "میں اپنے اصحاب کو اہل نجد میں بھیجنے سے اندیشہ محسوس کرتا ہوں" ابوالبراء نے عرض کیا "آپؐ اس بارے میں کوئی فکر نہ کریں میں آپؐ کے اصحاب (مبلغین) کے تحفظ اور تعاون کا ذمہ دار ہوں"

رسول اللہ ﷺ نے ابوالبراء کے عہد کو قبول فرما لیا اور وعدہ کیا کہ بنو عامر میں تبلیغ اسلام کے لئے صحابہ کی ایک جماعت اس کے قبیلے میں بھیج دی جائے گی رسول اللہ ﷺ توحید کی تبلیغ اور اسلام کے فروغ میں سب سے زیادہ دلچسپی رکھتے تھے اسی مقصد کے حصول کے لئے تو آپؐ ذاتی طور پر بھی ہر قسم کے خطرات کا سامنا کرتے رہے تھے بلکہ سارے عرب کی دشمنی کے مقابلے میں اسلام کی خاطر ہی تو ڈٹے ہوئے تھے اگر ابوالبراء کی بات کے مطابق بنو عامر کے لوگ اسلام میں داخل ہوجائیں تو اس سے سیاسی طور پر بھی اسلام کی طاقت میں اضافہ ہوجائے گا اس لئے آپؐ نے مبلغین بھیجنے کا عہد کرلیا اور ابوالبراء اپنے علاقہ میں واپس چلا گیا۔

رسول اللہ ﷺ نے بنو عامر بن صعصعہ میں تبلیغ اسلام کے لئے چالیس صحابہ کرام کی ایک جماعت تیار کی۔(6) اس جماعت میں وہ صحابہ کرام شامل تھے جنہوں نے اپنے آپؐ کو اسلام اور قرآن کی تعلیم و تبلیغ کے لئے وقف کر رکھا تھا۔ جب شام ہوتی تھی تو وہ مدینہ کی بستیوں میں پھیل جاتے تھے وہاں پر لوگوں کو قرآن پڑھاتے اور سناتے تھے صبح کی نماز کے بعد مسجد نبویؐ کے لئے روانہ ہوتے تو راستے میں جنگلوں سے خشک لکڑیاں اکٹھی کرکے لاتے ان میں سے کچھ مدینہ کے بازار میں فروخت کر دیتے اور کچھ رسول اللہ ﷺ کے گھر پہنچا دیتے۔ بازار میں لکڑیاں فروخت کرنے سے جو رقم ملتی تھی وہ اصحاب صُفَّہ کی ضروریات پوری کرنے کے لئے دے دیتے تھے اور ان کے ساتھ مل کر دن بھر دین اور قرآن کی تعلیم حاصل کرتے تھے وہ سب قرآن کے بہترین قاری تھے اور ان صحابہ کرام میں سے تھے جو تبلیغ دین کے لئے تیار کئے گئے تھے رسول اللہ ﷺ نے اس جماعت کو بنو عامر کے دیگر سرداروں اور رئیسوں کے نام بھی خطوط دیئے جن میں انہیں اسلام کی طرف دعوت دی گئی تھی۔ رسول اللہ ﷺ نے اس جماعت کا سربراہ حضرت منذرؓ بن عمرو کو مقرر فرمایا یہ جماعت 10 صفر ہجرت کے 36 ویں ماہ مدینہ سے نکلی۔

مدینہ سے واپسی پر ابو البراء نے صحراؤں اور ریگستانوں میں بکھرے ہوئے اپنے قبیلے کے مختلف گروہوں اور ذیلی شاخوں کو آگاہ کردیا تھا کہ مدینہ سے اسلام کی تبلیغ کرنے والوں کی ایک جماعت آنے والی ہے اور انہوں نے اس جماعت کے تحفظ اور تعاون کا عہد کر رکھا ہے۔

منزل منزل چلتی ہوئی قراء کی وہ جماعت معونہ نام کے ایک کنویں پر اتری معونہ کا کنواں مدینہ سے ایک سو ساٹھ کلومیٹر کے فاصلے پر تھا اور قبیلہ بنو سلیم کی ملکیت تھا وہاں سے آگے بنو عامر کا علاقہ شروع ہوجاتا تھا ابوالبراء ان دنوں نجد کی طرف گئے ہوئے تھے حضرت منذرؓ بن عمرو نے حضرت حرامؓ بن ملحان کو رسول اللہ ﷺ کا خط دے کر ابوالبراء کے بھتیجے عامر بن طفیل کی

طرف بھیجا معونہ سے عامر بن طفیل کی جائے قیام قریب تھی ابوالبراء اپنے قبیلے کا بزرگ سردار تھا اور اس کا بھتیجا عامر بن طفیل قبیلے کی سرداری کی خواہش رکھتا تھا اور اس مقصد کے لئے وہ قبیلے کے اندر جوڑ توڑ میں مصروف رہتا تھا۔ اس نے کچھ گروہوں کو اپنے ساتھ بھی ملا رکھا تھا۔(8) ابوالبراء نے رسول اللہ ﷺ کو اس جھگڑے کے بارے میں نہیں بتایا تھا۔(9) عامر بن طفیل اپنے لوگوں کے درمیان بیٹھا تھا۔ حضرت حرامؓ بن ملحان نے عربوں کے قدیم رواج کے مطابق کہا "کیا تم مجھے امان دیتے ہو تاکہ میں تم تک رسولؐ اللہ کا پیغام پہنچا دوں" عامر بن طفیل کے پاس بیٹھے لوگوں نے اسے بھڑکایا۔(10) عامر بن طفیل نے ایک آدمی کو اشارہ کیا اس نے پیچھے سے حضرت حرامؓ کو نیزہ مارا جو ان کے جسم سے پار ہوگیا" رب کعبہ کی قسم میں تو کامیاب ہوگیا" حضرت حرام بن ملحان نے کہا اور شہادت پاگئے۔

زمانہ قدیم سے عربوں کی روایت تھی کہ وہ کسی کے سفیر (پیغام لانے والے) کو کبھی قتل نہیں کرتے تھے بلکہ اسے ہر قسم کا تحفظ دیا کرتے تھے عامر بن طفیل نے اس تاریخی روایت کی خلاف ورزی کی۔

اگر کسی قبیلے کا سردار کسی کو پناہ اور تحفظ دینے کا عہد کرلے تو اس کے قبیلے کا ہر فرد اپنی جان دے کر بھی اس کی جان کا تحفظ کیا کرتا تھا ابوالبراء عامر کا چچا اور قبیلے کا بزرگ سردار تھا اس نے سارے قبیلے والوں کو بتا دیا تھا کہ وہ رسول اللہ ﷺ سے عہد کر آیا ہے کہ وہ مبلغین اسلام کے تحفظ کا زمہ دار ہے اس کے باوجود عامر بن طفیل نے رسول اللہ ﷺ کا خط لانے والے کو شہید کر دیا۔

وہ پہلے سے جانتا تھا کہ مبلغین کی جماعت ان کی طرف آنے والی ہے حضرت حرامؓ کے خط سے اسے اندازہ ہو گیا کہ جماعت ان کے علاقہ میں پہنچ گئی ہے اس نے اپنے قبیلے والوں سے کہا کہ آؤ مل کر انہیں ختم کردیں مگر بنو عامر نے اس کا ساتھ دینے سے انکار کردیا اور کہا کہ ہم ابوالبراء کے تحفظ کے عہد کی خلاف ورزی نہیں کرسکتے اس نے قبیلہ بنو سلیم کی شاخوں عصیہ' رعل او ذکوان کے سواروں کو جمع کیا اور مبلغین کی طرف چل پڑے اور معونہ کے کنویں پر اہل توحید کو چاروں طرف سے گھیرلیا۔

صحابہ کرامؓ نے کہا "خدا کی قسم ہم کسی سے لڑنے نہیں آئے ہمیں تو اللہ کے نبیؐ نے ایک حاجب (قرآن پڑھانے والے) کے ماتحت ادھر بھیجا ہے"(11) مگر مشرکین کو تو پہلے ہی اس کا علم تھا کہ اہل توحید لڑنے نہیں آئے بلکہ قرآن سنانے اور پڑھانے آئے ہیں اس کے باوجود وہ لڑائی کے لئے بڑا لشکر جمع کر لائے تھے۔(12) اہل توحید نے جم کر مقابلہ کیا اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

مشرکین تعداد میں ان سے بہت زیادہ تھے لڑائی کی تیاری کر کے آئے تھے اور ہر قسم کی ہتھیاروں سے لیس تھے۔ مبلغین کی جماعت کے امیر حضرت منذرؓ بن عمرو اکیلے رہ گئے تو مشرکین نے کہا "اگر آپؓ پسند کریں تو ہم آپ کو امن دیتے ہیں"

حضرت منذرؓ نے کہا "مجھے حرامؓ بن ملحان کی شہادت گاہ تک تمہاری امان کی ضرورت ہے اس کے بعد نہیں"

وہ انہیں حضرت حرامؓ بن ملحان کی شہادت گاہ تک لے گئے حضرت منذرؓ نے ان کی امان واپس کردی اور لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

حضرت عروہؓ بن صلت کا تعلق قبیلہ بنو سلیم سے تھا بنو عامر سے بھی ان کی دوستی ہوا کرتی تھی عامر بن طفیل اور بنو سلیم کے حملہ آوروں نے انہیں الگ الگ اپنی اپنی طرف سے امان دینے کی پیش کش کی انہوں نے جواب دیا "میں اپنے ساتھیوں کی شہادت کی راہ سے الگ نہیں رہوں گا" اور وہ لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

جب مشرکین کے لشکر نے مبلغین اسلام کو چاروں طرف سے گھیر لیا تھا تو انہوں نے اللہ سے دعا کی تھی "اے اللہ ہمارا سلام اپنے رسولؐ تک پہنچا دے کیونکہ تیرے سوا کوئی اور ہمارا سلام پہنچانے والا نہیں"

اللہ تعالیٰ نے مبلغین اسلام کا سلام رسول اللہ ﷺ کو پہنچایا تو آپؐ نے صحابہؓ کرام سے کہا "تمہارے ساتھی شہید کر دیئے گئے"

حضرت حارثؓ بن الصمہ اور حضرت عمروؓ بن امیہ قافلہ کے اونٹ چرانے کے لئے لے گئے تھے اونٹ چرتے پھر رہے تھے اور وہ دونوں ایک ٹیلے پر بیٹھے تھے کیا دیکھتے ہیں کہ معونہ کی طرف سے مبلغین کی خیمہ گاہ کے اوپر فضا میں پرندے اور چیلیں منڈلا رہے ہیں۔

"واللہ ہمارے ساتھی شہید کردیئے گئے" انہوں نے ایک دوسرے سے کہا

اور تیزی سے خیمہ گاہ کی طرف چل دیئے قریب کے ایک اونچے ٹیلے پر چڑھ کر دیکھا تو میدان میں صحابہؓ کرام کی نعشیں بکھری پڑی تھیں اور مشرکین کے گھوڑ سوار جمع تھے۔

"ہمیں کیا کرنا چاہیے" حضرت حارثؓ بن الصمہ نے اپنے ساتھی سے پوچھا۔

"میری رائے ہے کہ ہمیں مدینہ میں رسول اللہؐ کو اس سانحہ سے آگاہ کرنا چاہیے" حضرت عمروؓ بن امیہ نے جواب دیا۔

"میں تو اس جگہ سے زندہ واپس نہیں جاسکتا جہاں منذرؓ کو شہید کر دیا گیا ہے" حضرت حارثؓ نے

کہا۔
پھر ان دونوں نے تلواریں نکالیں اور مشرکین کے لشکر میں جا گھسے اور دو مشرکوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا مشرکین نے گھیرا ڈال کر دونوں کو اسیر بنا لیا۔
"اب تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟" مشرکین نے حضرت حارثؓ سے پوچھا۔
"مجھے منذرؓ اور حرامؓ کی شہادت کی جگہ تک لے چلو" حضرت حارثؓ نے جواب دیا۔
انہوں نے حضرت حارثؓ کی آخری خواہش پوری کر دی۔
حضرت حارثؓ نے کہا "اب میں لڑ کر شہید ہونا پسند کروں گا"
انہوں نے ایک کے بعد دوسرے مشرک کو جہنم رسید کیا اور شہادت کے مرتبہ کو پہنچ گئے۔
عامر بن طفیل نے حضرت عمروؓ بن امیہ سے کہا "میری ماں نے ایک غلام آزاد کرنے کی منت مانی تھی۔ وہ منت ابھی تک پوری نہیں ہو سکی تھی میں اپنی ماں کی منت پوری کرنے کے لئے تمہیں رہا کر رہا ہوں"
پھر اس نے حضرت عمروؓ بن امیہ کی پیشانی سے کچھ بال کاٹ کر انہیں آزاد کر دیا۔
پیشانی سے کٹے ہوئے بال کسی شخص کے غلام ہونے کی علامت ہوا کرتی تھی۔
معونہ کے شہیدوں میں حضرت ابوبکرؓ صدیق کے آزاد کردہ غلام حضرت عامرؓ بن فہیرہ بھی شامل تھے جو غار ثور سے قباء تک ہجرت کے سفر میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ رہے تھے۔ حضرت کعبؓ بن زید لڑتے ہوئے زخمی ہو کر گرے اور شہیدوں کے درمیان پڑے رہے۔ مشرکین انہیں مردہ سمجھ کر چھوڑ گئے تھے۔ چالیس مبلغین اور قراء میں سے صرف دو حضرت کعبؓ بن زید اور حضرت عمروؓ بن امیہ مدینہ واپس پہنچے۔ حضرت عمرو چار روز کے پیدل کے سفر کے بعد مدینہ پہنچے تھے۔
حضرت عمرو بن امیہ نے رسول اللہ ﷺ کو قاریوں کی شہادت کی اطلاع دینے کے ساتھ ہی عرض کیا کہ انہوں بنی عمرو سے صحابہؓ کے خون کا بدلہ لینے کے لئے اس کی ایک شاخ بنو کلاب کے دو افراد کو قتل کر دیا ہے۔ جب وہ واپسی کے سفر میں قنادہ کے مقام پر آرام کے لئے رکے تھے تو وہاں دو اور مسافر بھی اترے تھے دوران گفتگو انہوں نے بتایا تھا کہ ان کا تعلق قبیلہ بنو عامر کی شاخ بنو کلاب سے ہے جب وہ دونوں قیلولہ کے لئے لیٹ گئے تو انہوں نے اپنے ساتھیوں کے خون کا بدلہ لینے کے لئے انہیں قتل کر دیا تھا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو صحابہؓ کی شہادت کے صدمہ کے ساتھ ان دو کلابیوں کے قتل کا بھی دکھ ہوا "تو نے بھی برا کام کیا" رسول اللہ ﷺ

نے فرمایا۔
بنو کلاب کے وہ دونوں فرد رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے آپؐ نے انہیں امان کا وعدہ اور تحائف دے کر رخصت کیا تھا مگر حضرت عمرو بن امیہ کو اس کا علم نہیں تھا۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "میں ان دونوں کی دیت دوں گا"
حضرت انسؓ کی روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ معونہ کے شہیدوں پر جس قدر مغموم ہوئے میں نے آپؐ کو کبھی اتنا غمگین ہوتے نہیں دیکھا تھا۔
ابوالبراء کو مبلغین اسلام کی شہادت اور اپنے بھتیجے کی سازش کے بارے میں جان کر بہت افسوس ہوا اس نے اپنے بیٹے ربیعہ اور بھتیجے لبید کو کچھ غلہ دے کر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں مدینہ بھیجا۔ رسول اللہ ﷺ نے اس کی طرف سے غلہ کا ہدیہ قبول کرنے سے انکار کر دیا اور فرمایا "میں کسی مشرک کا ہدیہ قبول نہیں کرتا"
"مجھے یاد نہیں کہ مضر میں سے کسی نے کبھی ابوالبراء کا ہدیہ واپس کیا ہو" لبید نے عرض کیا۔
رسول اللہ نے فرمایا "اگر میں نے کبھی کسی مشرک کا ہدیہ قبول کیا ہوتا تو ابوالبراء کا ہدیہ بھی قبول کر لیتا"
رسول اللہ نے ابوالبراء کے بیٹے ربیعہ سے پوچھا "تیرے باپ نے جو عہد کیا تھا اور ذمہ لیا تھا اس کا کیا ہوا؟"
"قبیلہ کے کسی فرد نے جب تلوار چلائی اور نیزہ مارا تو اس نے وہ عہد تو توڑ دیا"
"تم نے درست کہا" رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔
ربیعہ نے اپنے باپ ابوالبراء کو رسول اللہ سے بات چیت کے بارے میں بتایا تو وہ اور بھی دکھی ہو گیا پھر وہ اپنے بیٹے کے ہمراہ عامر بن طفیل کی تلاش میں نکل پڑا بنی عامر قبیلہ بلی کے ایک کنویں کے پاس مقیم تھے ابوالبراء نے اپنے بیٹے ربیعہ کو عامر بن طفیل سے اس کے جرم کا بدلہ لینے بھیجا کیونکہ خود وہ بہت بوڑھا ہو چکا تھا۔ ربیعہ بنو عامر کے ڈیرے پر پہنچا تو عامر بن طفیل کو اونٹنی پر سوار دیکھا ربیعہ نے اسے نیزہ مارا مگر عامر کو مہلک زخم نہیں لگا بنو عامر شور مچاتے ہوئے بھاگتے آرہے تھے عامر بن طفیل نے ان سے کہا "میں ٹھیک ہوں مجھے کوئی زخم نہیں آیا"۔
"میں نے ابوالبراء کے تحفظ کے وعدہ کی خلاف ورزی کا بدلہ لے لیا ہے" ربیعہ نے کہا۔
"یہ زخم تم نے نہیں لگایا میرے چچا نے لگایا ہے میں نے اسے معاف کیا" عامر بن طفیل نے جواب دیا۔

رجیع والے

بدو قبیلہ بنو ہذیل قریش مکہ کا پڑوسی تھا قریش کے ساتھ اس کے گہرے سیاسی اور سماجی تعلقات تھے دونوں کا مذہب بھی ایک ہی تھا قریش جن بتوں کے مجاور تھے بنو ہذیل ان کی پوجا کرتے تھے اس لئے بنو ہذیل کی ہمدردیاں قریش مکہ کے ساتھ تھیں ابوسفیان احد سے فرار ہوکر مکہ پہنچا تو اس نے احد میں اپنی کامیابی کا پراپیگنڈہ شروع کردیا بنو ہذیل کا سردار سفیان بن خالد قریش کو اس کامیابی پر مبارکباد دینے مکہ گیا اس کے ہمراہ بنو ہذیل کے کچھ اور لوگ بھی تھے مکہ میں انہیں معلوم ہوا کہ احد میں مارے گئے قریش کے علمبردار طلحہ بن ابی طلحہ کی بیوی سلافہ نے اعلان کیا ہے کہ جو کوئی بھی اس کے بیٹوں کے قاتل کا سر لائے گا وہ اسے اعلیٰ نسل کے سو اونٹ دے گی اس کے دو بیٹوں کو حضرت عاصمؓ بن ثابت نے ہلاک کیا تھا اور تیسرے کو حضرت زبیر بن العوام نے سفیان بن خالد شیطان صفت بدو لیڈرا تھا اس نے سوچا اگر وہ یہ شرط پوری کردے تو اسے سو اونٹ ملیں گے واپس آکر اس نے منصوبہ بنایا کہ کسی طرح سلافہ کے بیٹوں کے کسی قاتل کو گرفتار کیا جائے چنانچہ اس نے قبیلہ عضل اور قارہ کے سات آدمیوں کو اس منصوبہ میں شامل کیا اور انہیں کہا کہ وہ مدینہ جائیں اور رسول اللہ ﷺ سے عرض کریں کہ وہ مسلمان ہوچکے ہیں اور ان کے قبیلوں کے کچھ اور لوگ بھی مسلمان ہوگئے ہیں. ان کی تعلیم و تربیت کے لئے ان کے ہاں کچھ مبلغ بھیجے جائیں.(13) مدینہ میں وہ ساتوں حضرت عاصمؓ کے والد کے ہاں ٹھہرے اور ان سے تعلق استوار کرنے کی کوشش کرتے رہے.(14) رسول اللہ ﷺ نے ان کی درخواست پر سات صحابہ کرام کو ان کے ہمراہ بھیج دیا اور حضرت عاصمؓ بن ثابت کو ان کا امیر مقرر فرمایا.(15) باقی مبلغین میں حضرت مرثدؓ بن ابی مرثد' حضرت خالدؓ بن بکیر' حضرت خبیبؓ بن عدی' حضرت زیدؓ بن الدثنہ' حضرت عبداللہؓ بن طارق اور حضرت معتبؓ بن عبید شامل تھے. حضرت عبداللہؓ بن طارق اور حضرت معتبؓ بن عبید ماں جائے تھے.(16) اور انصار کے قبیلہ بنو ظفر کے حلیف تھے.

ساتوں مبلغ بنو ہذیل کے رجیع نامی کنویں پر پہنچے تو مشرکین کے ایک لشکر نے انہیں گھیر لیا اس لشکر میں ایک سو تیرہ تیرانداز اور ایک سو پیادہ شامل تھے سفیان بن خالد ہذلی نے جن سات مشرکوں کو مدینہ بھیجا تھا ان میں سے ایک راستے میں ہی ان سے جدا ہوگیا تھا اور اپنی قوم کو مبلغین کی آمد کے بارے میں بتانے چلا گیا تھا.(17) اور وہی مشرکین کو اس مقام تک لے آیا تھا.

"اے ابو سلیمانؓ تمہارے مہمان نے ہمیں فریب دیا" حضرت خالدؓ نے حملہ آوروں کو دیکھ کر کہا.

ابو سلیمان حضرت عاصمؓ کی کنیت تھی۔
حضرت عاصمؓ نے اپنے ساتھیوں سے کہا "شہادت کو غنیمت جانوں اور دین کے دشمنوں پر حملہ کر دو"
"تم میں ہمارے ساتھ لڑنے کی طاقت نہیں اپنے کو ہلاکت میں نہ ڈالو" مشرکین نے صحابہؓ کو امادہ لڑائی دیکھ کر کہا۔
"ہم دین کے مدد گار موت سے نہیں ڈرتے دین کی راہ میں جان قربان کرنا ہمارا طریقہ ہے" حضرت عاصمؓ نے جواب دیا۔
"اے عاصمؓ جلدی نہ کرو ہم تمہیں امان اور پناہ دیتے ہیں"
"میں کسی مشرک کی امان قبول نہیں کرتا اور کسی کافر کے ہاتھ میں ہاتھ نہیں دیتا ہم نے اپنے رب سے عہد کیا ہے اور اسی سے میری التجاء ہے" حضرت عاصمؓ نے ان کی پیش کش مسترد کردی اور رجز پڑھنے لگے۔

"میں بیمار تو نہیں ہوں (کہ نہ لڑوں)
میں تو تیر انداز ہوں
میری کمان مضبوط ہے
ترکش تیروں سے پر ہے
چلہ صحیح سلامت ہے
حق کیا ہے؟
موت!
اور باطل کیا ہے؟
دنیا کی زندگانی!
اللہ کا فیصلہ پورا ہو کر رہے گا
ہر ایک کو اسی کی طرف لوٹنا ہے
اگر میں تم سے نہ لڑوں
تو میری ماں اپنے بچوں کے غم میں ماتم کرے"

حضرت عاصمؓ مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہوگئے دم آخریں انہوں نے دعا کی۔
"پروردگار میں نے اول روز سے تیرے دین کی حمایت کی ہے آخری دن تو میرے گوشت پوست

کا محافظ ہو"

مشرکین جب کسی مسلمان کو شہید کرتے تو اس کا لباس اتار کر اسے برہنہ کر دیا کرتے تھے(18) ایک روایت میں ہے کہ حضرت عاصمؓ نے عہد کر رکھا تھا کہ زندگی بھر وہ کسی مشرک کو ہاتھ نہیں لگائیں گے اور نہ کسی مشرک کو اپنا جسم چھونے دیں گے اس لئے انہوں نے اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی تھی حضرت عاصمؓ کے تین ساتھی بھی مشرکین سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے اور باقی تین حضرت خبیبؓ حضرت زیدؓ اور حضرت عبداللہؓ گرفتار ہو گئے۔(19) اہل ایمان نے سات مشرکین کو جہنم رسید کیا۔(20) واقدی کے مطابق حضرت عاصمؓ نے ایک مشرک کو قتل(21) کیا اور دو کو زخمی کیا تھا۔

سفیان بن خالد ہذلی دھوکہ اور فریب کے باوجود اپنا مقصد حاصل نہ کرسکا مشرکین نے حضرت عاصمؓ کا سر کاٹنے کی کوشش کی تو شہد کی مکھیوں نے ان پر حملہ کردیا اور بہت سے مشرکین کو ڈس لیا باقی خوف کے مارے بھاگ گئے وہ جب بھی حضرت عاصمؓ کے جسد خاکی کی طرف بڑھتے تھے مکھیاں ان پر حملہ کردیتی تھیں وہ رات کا انتظار کرنے لگے تاکہ مکھیاں اپنے چھتے میں واپس جائیں تو وہ حضرت عاصمؓ کا سر کاٹ لیں لیکن اللہ کے حکم سے بارش ہوگئی وادی میں سیلاب آگیا اور رات کے اندھیرے میں حضرت عاصمؓ کی نعش کو بہا لے گیا۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے بندے کی دعا قبول فرمائی اور اس کی نعش کو مشرکین کی رسائی اور نگاہوں سے محفوظ کر دیا۔

صدمہ

معونہ کے کنویں پر اڑتیس قرآن کے قاری شہید کر دیئے گئے جو ابوالبراء کے عہد اور تحفظ کے وعدے کے بعد اس کے قبیلے کو قرآن اور اسلام کی تعلیم دینے گئے تھے رجیع کے کنویں پر چار صحابہ کو شہید کردیا گیا اور تین کو قیدی بنالیا گیا وہ بھی عضل اور قارہ والوں کی دعوت پر قرآن اور اسلام کی تعلیم و تربیت کے لئے بھیجے گئے تھے ان کے ساتھ دھوکہ اور فریب کیا گیا رسول اللہ ﷺ کو چاہ معونہ پر اڑتیس قاریوں کی شہادت اور چاہ رجیع پر حضرت عاصمؓ اور ان کے تین ساتھیوں کی شہادت اور باقی کی گرفتاری کی خبر ایک ہی شب موصول ہوئی(22) آپؐ کو مشرکین کے فریب اور مبلغین اسلام کی شہادت پر شدید صدمہ ہوا آپؐ تیس روز تک صبح کی نماز کے دوران مبلغین اسلام کو شہید کرنے والوں کے لئے بددعا کرتے رہے اور دیگر مظلوم مسلمانوں کی نجات کے لئے دعا فرماتے رہے:

* "اے میرے پروردگار قبیلہ مضر پر سخت ہلاکت اور پامالی ڈال۔
اے پروردگار بنی لحیان، بنی زعب، رعل، اور ذکوان و عصیہ سے انتقام لے۔
جنہوں نے تیری اور تیرے رسولؐ کے نافرمانی کی ہے
اے پروردگار بنی لحیان، عضل اور قارہ سے انتقام لے"

مشرکین حضرت خبیبؓ حضرت زیدؓ اور حضرت عبداللہ بن طارقؓ کو ساتھ لے کر اپنے علاقہ کی طرف چلے تو حضرت عبداللہؓ کو ان کی نیت پر شبہ ہوا انہوں نے مشرکین کے رویہ سے محسوس کیا کہ ان کے امان کے وعدے بھی جھوٹ اور فریب ہیں انہوں نے تلوار نکال کر مشرکین سے لڑائی کی اور شہید کردیئے گئے ان کی قبر مراء سظہران میں ہے۔

استقامت

سفیان بن خالد حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو مکہ لے گیا۔(23) مگر سلافہ نے اسے ایک سو اونٹ دینے سے انکار کردیا۔ اس نے کہا کہ یہ تو میرے بیٹوں کے قاتل نہیں میں نے تو اپنے بیٹوں کے قاتلوں کا سر لانے کی شرط رکھی ہے۔ حضرت زیدؓ کو صفوان بن امیہ نے اور حضرت خبیبؓ کو جحیر بن ابی اہاب نے خرید لیا تاکہ وہ بدر کی لڑائی میں مارے گئے۔ اپنے رشتہ والوں کا ان سے بدلہ لیں۔(24) صفوان کا باپ بدر میں مارا گیا تھا۔ حارث بن عامر بھی جنگ بدر میں مارا گیا تھا اور وہ جحیر کا ماں جایا بھائی تھا۔

ذیلقعد کا مہینہ شروع ہو چکا تھا مشرکین اس مہینے میں قتل نہیں کرتے تھے۔ انہوں نے حضرت خبیبؓ اور حضرت زید کو قید میں ڈال دیا تاکہ حرام مہینے گزر جائیں۔ حضرت خبیبؓ کو مادیہ نامی ایک عورت کے گھر میں قید کیا گیا۔ صفوان بن امیہ نے حضرت زیدؓ کو اپنے غلام نسطاس کے ہاں قید کر دیا۔ اسلام لانے کے بعد مادیہ کہا کرتی تھی "خدا کی قسم میں نے خبیبؓ سے بہتر کوئی شخص نہ دیکھا جب وہ تہجد کی نماز میں بلند آواز سے قرآن کی تلاوت کرتے تھے تو اردگرد کے گھروں کی عورتیں سن کر رویا کرتی تھیں اور ان سے ہمدردی کیا کرتی تھیں میں کبھی شگاف میں سے دیکھتی تو خبیبؓ انگور کھا رہے ہوتے تھے حالانکہ وہ انگوروں کا موسم نہیں تھا میں نے خبیبؓ سے پوچھا "تمہاری کیا حالت ہے؟ کوئی ضرورت ہے جو میں پوری کر سکوں؟" خبیبؓ نے کہا " میری کوئی حاجت نہیں بس تو مجھے آب شیریں پلانا اور بتوں کے نام کے ذبیحہ سے بچانا اور جب قریش میرے قتل کا ارادہ کرلیں تو مجھے بتا دینا" جب ماہ حرام گزر گئے اور قریش نے انہیں قتل کرنے کا پروگرام بنالیا تو میں

نے انہیں آگاہ کردیا مگر خدا کی قسم انہوں نے کچھ بھی پرواہ نہ کی صرف یہ کہا کہ مجھے ایک استرہ لا دو تاکہ میں اپنے بال صاف کرلوں میں نے اپنے بیٹے ابی حسین کو استرہ دے کر ان کے قید کے کمرے میں بھیج دیا۔ پھر مجھے خوف ہوا خبیبؓ نے بچے سے استرا لے کر مزاح کے انداز میں کہا "تیری ماں کو تجھے استرہ دے کر میرے پاس بھیجتے ہوئے اتنا بھی خیال نہ آیا کہ میں تمہیں نقصان پہنچاؤں گا کیونکہ تم لوگ تو مجھے قتل کرنے والے ہو" میں بچے سے خبیبؓ کی باتیں سن کر پریشان ہوگئی اور کہا "خبیبؓ میں نے اپنے بیٹے کو خدا کی امان کے بعد تمہاری امان میں دیا تھا اور میں نے استرہ بھی تجھے خدا ہی کے واسطے دیا ہے اس لئے نہیں دیا کہ تو اس سے میرے بیٹے کو قتل کر دے" خبیبؓ نے کہا "ہمارے دین میں عہد شکنی حلال نہیں میں تیرے بیٹے کو ہرگز قتل نہیں کروں گا"

اللہ کے عاشق

مکہ کی وادی میں تنعیم کے مقام پر سارے شہر کے لوگ جمع تھے۔ مرد عورتیں اور بچے سب حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو سولی پر چڑھانے آئے تھے۔ جب حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو زنجیریں پہنا کر وہاں لایا گیا تو انہوں نے ایک دوسرے کو سلام کیا اور دین حق کی راہ میں ہر آزمائش صبر اور صدق دل سے قبول کرنے کو کہا جب حضرت خبیبؓ کی زنجیریں اتار کر انہیں سولی پر چڑھانے لگے تو انہوں نے کہا "مجھے دو رکعت نماز ادا کرلینے دو" پھر انہوں نے تیمم کیا اور دو رکعت نماز ادا کی مشرکین مکہ ان کے چاروں طرف کھڑے دیکھ رہے تھے۔ انہوں نے میدان کے درمیان میں سولی گاڑھ دی تھی۔

"اگر مجھے یہ خوف نہ ہوتا کہ تم سمجھو گے کہ میں موت کے ڈر سے نماز کو طول دے رہا تو میں لمبی نماز ادا کرتا" حضرت خبیبؓ نے کہا اور یہ شعر پڑھے:

"مجھے موت سے کچھ بھی خوف نہیں
میں تو مسلمان ہو کر مرنے جا رہا ہوں
ہلاک کرنے والے خواہ میرا ایک ایک جوڑا الگ کردیں
یہ ہلاکت اللہ کی رضا اور خوشنودی کے لئے ہے
میرا اللہ میرے جسم کے ٹکڑوں پر رحمت نازل کرے گا"

پھر انہوں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی "پروردگار ان میں سے کسی کو زندہ نہ چھوڑنا اور سب کو جدا

جدا کر کے ہلاک کرنا"
مشرکین نے رسیوں سے کس کر حضرت خبیبؓ کو سولی کے تختہ کے ساتھ باندھ دیا اور کہا "اگر تو اسلام ترک کر دے تو ہم تمہیں چھوڑ دیں گے"
حضرت خبیبؓ نے سولی پر سے جواب دیا "اللہ کی قسم تم ساری دنیا کی دولت بھی میرے سامنے ڈھیر کر دو تب بھی میں اسلام سے دست بردار نہیں ہوں گا"
مشرکین نے کہا "کیا تو پسند نہیں کرتا کہ تیری جگہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہوں اور تو اپنے گھر میں آرام کر رہا ہو؟"
"خدا کی قسم میں تو اپنے آرام کے بدلے اتنا بھی پسند نہیں کرتا کہ رسول اللہ ﷺ کو ایک کانٹے کی چبھن کی بھی تکلیف ہو"
"لات و عزیٰ کی قسم اگر تم نے اسلام نہ چھوڑا تو ہم ضرور تمہیں ختم کر دیں گے" مشرکین نے کہا۔
"خدا کی راہ میں قتل ہو جانا تو تھوڑی دیر کی تکلیف ہے اور اسلام کا ترک کرنا ہمیشہ کے لئے آگ میں جلنا ہے" حضرت خبیبؓ نے جواب دیا۔
مشرکین نے سولی کا رخ موڑ کر حضرت خبیبؓ کا چہرہ کعبہ کی طرف سے ہٹا دیا تو انہوں نے کہا "میرے اللہ کا فرمان ہے تم جس طرف بھی رخ کرو اسی طرف خدا موجود ہے"
جن لڑکوں کے باپ بدر کی جنگ میں مارے گئے تھے۔ مشرکین نے ان سب کو ایک ایک نیزہ دیا لڑکے باری باری سولی سے بندھے حضرت خبیبؓ کو نیزے مارتے تھے اور وہ ہر زخم پر اللہ کی حمد بیان کرتے تھے۔ مشرک نیزوں سے شدید ضربیں نہیں لگاتے تھے تاکہ حضرت خبیبؓ کو زیادہ دیر تک تکلیف برداشت کرنا پڑے بدر کے کنویں والے حارث بن عامر کا بیٹا عقبہ کم سن تھا قریش کے قبیلہ بنی عبدالدار کے ابوبیسرہ نے اس کے ہاتھ میں برچھی دے کر اس کا برچھی والا ہاتھ اپنے دونوں ہاتھوں میں تھام لیا اور حضرت خبیبؓ پر وار کرنے لگا۔
مشرکین ہر وار پر اسے داد دیتے تھے۔
پھر اس نے سولی سے بندھے حضرت خبیبؓ کے سینے سے نیزہ پشت کی طرف نکال دیا اور اس وقت تک نیزے کو حرکت دیتا رہا۔ جب ان کی روح دنیا سے جنت کی طرف پرواز کر گئی۔
حضرت خبیبؓ نیزوں کے واروں کے درمیان کلمہ کا ورد کرتے رہے اور مکہ والے مشرک چاروں طرف کھڑے حیران ہوتے رہے۔

حضرت زیدؓ قید میں مسلسل روزے رکھتے تھے جب صفوان بن امیہ کو معلوم ہوا کہ وہ غیر اللہ کے نام کا ذبیحہ نہیں کھاتے تو انہوں نے پیغام بھجوایا کہ اپنے قیدیوں کو بہتر خوراک دینا قریش کا طریقہ ہے تم کیا خوراک پسند کرو گے؟ حضرت زیدؓ نے جواب دیا مجھے افطاری کے لئے دودھ پسند ہے۔ صفوان انہیں دودھ بھجوانے لگا جب اس کا غلام نسطاس حضرت زیدؓ کو زنجیریں پہنا کر میدان میں لایا تو اس کے ساتھ بھی لڑکوں کا ایک گروہ تھا۔ حضرت زیدؓ نے بھی سولی پر چڑھائے جانے سے پہلے دو رکعت نماز ادا کی۔ مشرکین نے انہیں بھی اسلام ترک کرنے کا مشورہ دیا مگر وہ بھی اسلام پر قائم رہے۔

حضرت خبیبؓ کے بعد انہیں بھی اسی طریقے سے شہید کر دیا گیا۔

ابو سفیان بن حرب حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کے عزم و ایثار اور رسول اللہ ﷺ سے ان کی محبت دیکھ کر کہنے لگا ''اصحاب محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) جیسی محمدؐ سے محبت کرتے ہیں ہم نے کبھی کسی اور کے اصحاب کو اپنے صاحب سے ایسی محبت کرتے نہیں دیکھا''

مشرکین نے کئی روز تک حضرت خبیبؓ کو سولی پر لٹکائے رکھا تاکہ لوگ دیکھیں اور عرب کے کناروں تک سب کو معلوم ہو جائے کہ قریش نے اپنے بدر کے کنویں والوں کا بدلہ لے لیا ہے وہ راتوں کو ان کی نعش پر پہرہ دیا کرتے تھے تاکہ مسلمان اتار نہ لے جائیں رسول اللہ ﷺ نے حضرت عمروؓ بن امیہ ضمری کو حکم دیا کہ وہ مکہ جائیں اور حضرت خبیبؓ کو سولی سے اتار کر دفن کر دیں۔ حضرت عمروؓ چھپتے چھپاتے مکہ گئے اور رات کے اندھیرے میں حضرت خبیبؓ کے جسد خاکی کو سولی پر سے اتار کر زمین پر لٹا دیا پھر وہ جلدی سے وہاں سے ہٹ گئے تاکہ معلوم ہو سکے کہ پہرے والوں کو پتہ تو نہیں چل گیا سونے والے سوتے رہے حضرت عمروؓ حضرت خبیبؓ کی نعش اٹھانے کے لئے دوبارہ گئے تو وہاں کچھ بھی نہیں تھا۔ زمین نے آپؓ کے جسد خاکی کو اپنی آغوش میں لے لیا تھا۔(25) اسی وجہ سے حضرت خبیبؓ کو ''بلیغ الارض'' (وہ جنہیں زمین نے نگل لیا تھا) کہا جاتا ہے رسولؐ اللہ اور مسلمانوں کو مشرکین کے اس فریب اور دھوکے سے شدید صدمہ ہوا مگر ریاست مدینہ کے منافق اس پر خوش ہوئے۔(26) حضرت حسانؓ بن ثابت نے حضرت خبیبؓ کا مرثیہ لکھا۔

- ''تیری آنکھوں کو کیا ہو گیا ہے
  کہ آنسو تھمتے ہی نہیں
  اور تیرے سینے پر اس طرح گر رہے ہیں

جیسے موتی گرتے ہیں
(جب مالا ٹوٹ جائے)
نوجوانوں کے سردار خبیبؓ کے لئے
بہنے والے آنسوں
جس کے بارے میں سب کو معلوم ہے
کہ وہ مقابلے کے وقت دلیر تھا
بداطوار اور بداخلاق نہیں تھا
خوشا اے خبیبؓ جنت کی طرف بڑھو
اللہ تمہیں جنت اور اس کی
ہمیشہ رہنے والی نعمتیں اور
دوستوں اور حوروں کی محفلیں
عطاء کرے
(قاتلو) تم کیا جواب دو گے؟
جب اللہ کے رسولؐ ملائکہ کی گواہی میں
تم سے پوچھیں گے
کہ تم نے ایک سرکش کے بدلے میں
جس نے شہرو دیہات میں ہر جگہ فساد بپا کرر کھا تھا
اس نیک انسان کو کیوں قتل کیا تھا؟
اے آنکھ خبیبؓ کے لئے
جو مجاہدین کے ساتھ لوٹ کر نہیں آیا
آنسوؤں کی برکھا برسا
خبیبؓ کے لئے رو جو انصار میں معزز
سخی بے ریا اور خالص النسل تھا
روتے روتے میری آنکھوں
کا آنسوؤں کا خزانہ ختم ہو گیا تھا
پھر بھی جب خبیبؓ کو سولی پر چڑھانے کی خبر ملی

تو آنسوؤں کا سیلاب امڈ آیا
او سفر پر جانے والے سوار
ان ذلیل ماؤں کے بیٹوں کو
میرا پیغام پہنچا دینا
اور یہ پیغام خالی دھمکی نہیں
کہ جنگ کے شعلے بھڑک کر رہیں گے
وہ جنگ جس کا دودھ حنظل کی طرح کڑوا ہوگا
جب دودھ دوہنے والا اسے دوہے گا
تو چمکتے نیزوں والے بنو نجار کے شیر
اس وقت سپاہ پر شور میں
سب سے آگے ہوں گے" -- (27)

حضرت حسان نے دھوکہ باز بنو لحیان کی غداری کے بارے میں کہا:

- "اگر تجھے کسی قسم کی ملاوٹ کے بغیر خالص غداری
خوش کرتی ہے
تو چشمہ رجیع پر جا
اور بنو لحیان کی بستی کا پتہ پوچھ لے
وہ ایسی قوم ہے جس نے
کتوں اور بندروں کی مانند
پڑوسی کو کھا جانے کا آپس میں عہد کر رکھا ہے
اگر کسی روز بکرا بھی کھڑا ہو کر
ان سے خطاب کرے
تو وہی ان میں سب سے باعزت اور معزز ہو جائے گا

- قسم ہے مجھے اپنی جان کی
خبیبؓ اور عاصمؓ کے واقعہ نے
ہذیل بن مدرک کا نام انتہائی داغدار بنا دیا ہے
بنی لحیان بدترین جرائم پیشہ قوم ہیں

ان کی ایسی حرکتوں نے انہیں پر عیب بنا دیا ہے
یہ وہ لوگ ہیں جن کا سب سے معزز فرد بھی
گھوڑے کے پاؤں پر سب سے نیچے کے بالوں کا ہم مرتبہ ہے
انہوں نے رجیع کے روز غداری کی
ان کے سلامتی اور تحفظ کے عہد نے بھی
ایک مکرم انسان کو دھوکہ دیا
انہوں نے اللہ کے رسولؐ کے پیام بر سے غداری کی
بنو ہذیل بدترین جرائم بھی کر گزرتے ہیں
انہیں اس جواں ہمت کے قتل کی سزا مل کر رہے گی
جس نے عظیم جنگوں میں حصہ لیا تھا
اور شہد کی مکھیوں نے جس کے جسم کی حفاظت کی
اور بدنیتوں سے اس کا دفاع کیا
اس قتل کے بدلے میں
ہذیل اپنے مردوں کی بکھری ہوئی لاشوں پر
اپنی عورتوں کا ماتم دیکھیں گے
جب ہم ان پر شدید حملہ کریں گے تو
میلوں پر جانے والے شاہ سوار
وہاں اس کا حال بیان کیا کریں گے
ہم اللہ کے رسولؐ کے حکم پر ایسا کریں گے
اور بنی لحیان کے بارے میں آپؐ کی رائے
محتاط اور سب علم رکھنے والے کی رائے ہے
بنی لحیان ایک حقیر قبیلہ ہے
جسے وفا کی کوئی پرواہ نہیں
جب اس پر ظلم کیا جاتا ہے
تو اس میں ظالم کے سامنے کھڑا ہونے کی سکت تک نہیں ہوتی
جب اور لوگ ہموار میدانوں میں (اچھی جگہوں پر)

مقیم ہوتے ہیں تو
تو بنی لحیان کو پہاڑی جوہڑوں میں پڑے
مرتے ہوئے دیکھے گا
جب انہیں کوئی معاملہ پیش آ جائے
تو ان کی قوت فیصلہ حیوانوں کی سی ہوتی ہے
الٰہی! بنی لحیان کی چمڑی ادھیڑ دے
کیونکہ ان کا خون بھی ان دو شہیدوں کا بدلہ نہیں ہو سکتا
جنہیں انہوں نے دھوکے سے قتل کیا تھا
رجیع کے دن انہوں نے ایسے شخص کو قتل کیا تھا
جو انتہائی مخلص اور قابل اعتماد تھا
اور آزاد ماں کا بیٹا تھا
اگر سارے بنو لحیان قتل ہو جائیں
تو بھی عاصم کا بدلا نہ ہو گا
انہوں نے اپنی آبادی میں عاصمؓ کو قتل کیا تھا
ان کا کفر اور جور و جفا کسی سے چھپے ہوئے نہیں
اپنے سے مکرم تر کو قتل کرنے کے بعد
انہوں نے خبیبؓ کو بیچ دیا
ان پر افسوس ہے
ان کا نشان تک مٹ جائے اور انہیں یاد کرنے والا بھی کوئی نہ ہو
یہ دھوکے باز کمینی نسل سے ایک حقیر قبیلہ ہے
جس کی کمینگی چھپائے نہیں چھپتی
اگر یہ سب قتل کر دیئے جائیں
تو بھی یہ عاصمؓ کے خون کا بدلہ تو نہیں ہو گا
مگر اس سے میرا دکھ کچھ کم ہو جائے گا
میں جب تک زندہ ہوں
اللہ کے رسولؐ کے حکم سے اور اصل حکم

تو آپؐ کا ہی ہے
صبح کے طوفانی بادلوں کی مانند
میں ان پر یلغار کرکے
انہیں خوف زدہ کرتا رہوں گا"

حواشی / حوالہ جات

1- ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی، عہد نبوی میں تنظیم ریاست و حکومت، نقوش رسولؐ نمبر جلد 5، دسمبر 1983، صفحہ 459

2- Martin Lings, Muhammad - His Life based on the earliest sources, Services Book Club, 1985, P:199

3- محمد رسول اللہ ﷺ، دائرہ معارف اسلامیہ جامع پنجاب لاہور، صفحہ 190

4- واقدی نے ایک اور روایت میں یہ تعداد ایک سو پچیس بھی دی ہے۔

5- سریہ ابو سلمہ سے متعلق اکثر و بیشتر روایات میں کہا گیا ہے کہ مشرکین کے چرواہوں پر پہنچ کر مسلمانوں نے ان کے تین افراد اور اونٹ پکڑ لئے تھے اور باقی چرواہوں نے بھاگ کر مشرکین کو مسلمانوں کی آمد کے بارے میں بتایا تو وہ بھاگ گئے تھے تقریباً" سارے ہی سیرت نگاروں مفسرین اور مورخوں نے انہی روایات کو دہرا دیا ہے لیکن واقدی نے ان روایات کے ساتھ یہ حدیث بھی بیان کی ہے جو ہم نے لکھی ہے اور اس صورتحال میں سب سے زیادہ درست معلوم ہوتی ہے چونکہ اکثر مفسرین کرام سیرت نگاروں اور مئورخوں نے یہ حدیث چھوڑ دی ہے اس لئے ان کے ہاں سریہ ابو سلمہؓ میں حضرت مسعود بن عروہ کی شہادت کا بھی ذکر نہیں ملتا۔

6- بعض روایتوں میں یہ تعداد ستر بتائی گئی ہے لیکن ابن ہشام، ابن اسحاق، واقدی کے مطابق چالیس کی تعداد ہی درست ہے ماخذ میں اس تبلیغی وفد کے شہداء کے ناموں کی جو فہرست دی گئی ہے اس سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ تعداد ستر نہیں تھی۔ ماخذ میں صرف 26 شہدائے معونہ کے نام دیئے گئے ہیں۔

7- عروہؓ بن زبیر، مغازی الرسول" ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور، 1990ء، صفحہ 185

8- (i) منٹگمری واٹ، (MUHAMMAD AT MADINA) صفحہ 197

(ii) مارٹن لنگز، (Muhammad - His Life Based on the Earliest Sources) صفحہ 201

9- مارٹن لنگز، (Muhammad - His Life Based on the Earliest Sources) صفحہ 201

10- عروہؓ بن زبیر، معازی الرسول، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور 1990، صفحہ 185

11- بخاری شریف، کتاب المغازی

12- صحراؤں اور ریگزاروں میں دور دور تک بکھرے قبائل کو فوری طور پر جمع کرنا اور معونہ کی طرف چڑھ دوڑنا ممکن نہیں تھا اس کے لئے وقت کی ضرورت تھی مگر جس انداز میں عامر بن طفیل فوراً" ہی معونہ کی طرف روانہ ہوگیا اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اس نے پہلے سے تیاری کر رکھی تھی اور اپنے چچا ابو البراء کی علاقے میں عدم موجودگی سے فائدہ اٹھا کر ان قبیلوں کو جمع کر رکھا تھا بنو عامر کے سب لوگ بھی اس وقت وہاں جمع نہیں تھے کہ ان سب نے تعاون سے انکار کر دیا ہو اور فوراً" ہی وہ دیگر قبیلوں کے سواروں کے ساتھ معونہ کی طرف چڑھ دوڑا ہو مبلغین اسلام کے اس قبیلے کی طرف آنے کا اسے

پہلے سے علم ہو چکا تھا اسی لئے اس نے پہلے ہی سب تیاریاں مکمل کر رکھی تھیں۔

13- الف۔ عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت حصہ دوم، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، صفحہ 240
ب۔ ابوالکلام آزاد، رسولؐ رحمت، غلام علی اینڈ سنز لاہور، صفحہ 324

14- عبدالحق محدث دہلوی، مدراج النبوت حصہ دوم، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، صفحہ 241

15- بعض روایات میں یہ تعداد دس اور بعض میں چھ ہے اسی طرح بعض روایات میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت مرثدؓ کو اس جماعت کا امیر مقرر فرمایا تھا۔

16- حضرت عروہؓ بن زبیر سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان صحابہ کو مکہ کے قریش کی سرگرمیوں کے بارے میں خبریں معلوم کرنے بھیجا تھا۔

17- عبدالحق محدث دہلوی، مدراج النبوت حصہ دوم، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی، صفحہ 241

18- واقدی، مغازی الرسولؐ، مقبول اکادمی لاہور، 1988، صفحہ 269

19- بعض سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ انہوں نے مشرکین کے امان کے وعدے پر یقین کرتے ہوئے اپنے کو ان کے سپرد کر دیا تھا امام ابن کثیر کے الفاظ ہیں "انہوں نے نرمی اور ناتوانی کا اظہار کیا اور زندگی میں رغبت کی لڑائی سے دست بردار ہو گئے" اس سے بھی ظاہر ہوتا ہے کہ مشرکین سے لڑائی تو انہوں نے بھی کی مگر شہادت کے مرتبہ کو پہنچنے سے پہلے ہی انہوں نے مشرکین کی پیش کش قبول کر لی تھی۔

20- عبدالدائم، سید الوراء جلد دوم، لاہور 1998ء، صفحہ 53

21- واقدی، مغازی الرسولؐ، مقبول اکادمی لاہور، 1988ء، صفحہ 269

22- واقدی، مغازی الرسولؐ، مقبول اکادمی لاہور، 1988، صفحہ 263

23- (الف) محمد جعفر پھلواری، پیغمبر انسانیت، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور 1990، صفحہ 278
(ب) محمد سلیمان سلمان منصور پوری، رحمت العالمین جلد اول، الفیصل لاہور 1991ء، صفحہ 107
(ج) عبدالحق محدث دہلوی، مدارج النبوت، حصہ دوم، مدینہ پبلشنگ کمپنی، کراچی، صفحہ 243

24- اوپر کے حوالہ نمبر 23 کے مطابق عبدالحق محدث دہلوی، محمد جعفر شاہ پھلواری، اور محمد سلیمان سلمان منصور پوری تینوں نے لکھا ہے کہ سفیان بن خالد ہذلی خود حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو مکہ لے کر گیا تھا۔ محمد جعفر پھلواری کے مطابق اس نے اپنے قبیلہ کے دو آدمیوں کی رہائی کے عوض دونوں صحابہ کرامؓ کو قریش مکہ کے سپرد کر دیا تھا جبکہ عبدالحق محدث دہلوی اور منصور پوری صاحب کے مطابق انہوں نے ان دونوں کو قریش کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا جو بھی صورت ہو حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو سفیان بن خالد ہزلی نے قریش کے ہاتھ بیچا تھا یا اپنے قبیلے کے دو آدمیوں کی رہائی کے بدلے میں ان دونوں کو قریش کے حوالے کر دیا تھا۔ اس سے یہ حقیقت ثابت ہو جاتی ہے کہ رجیع کا منصوبہ سفیان نے بنایا تھا اور وہ رجیع کے کنویں پر مبلغین کی شہادت اور گرفتاری کے وقت زندہ و سلامت تھا۔

اکثر سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر حضرت عبداللہ بن انیس نے دھوکے سے سفیان بن خالد کو قتل کردیا تھا اور لحیان نے اپنے سردار کے قتل کابدلہ لینے کے لئے عضل اور قارہ کے آدمیوں کو مدینہ بھیجا تھا اور اسی بدلے میں انہوں نے رجیع کے کنویں پر ان مبلغین پر حملہ کرکے

انہیں قتل کردیا تھا لیکن اگر سفیان بن خالد خود حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کو مکہ پہنچے لے گیا تھا تو بدلے والی ساری کہانی بے بنیاد ثابت ہو جاتی ہے اس کی مزید تصدیق امام ابن کثیر سے ہوجاتی ہے انہوں نے امام بیہقی کے حوالے سے سفیان بن خالد کے قتل کا واقعہ پانچ ہجری میں غزوہ خندق اور ابورافع یہودی کے قتل کے بھی بعد نا بیان کیاہے ہمارے سیرت نگاروں کی بے نیازی کا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ہے کہ مولانا شاہ محمد جعفر پھلواری صاحب نے خود لکھا ہے کہ سفیان بن خالد رجیع کے بعد صحابہ کرام کو مکہ لے کر گیا تھا لیکن صرف چار صفحے پہلے وہ اسے حضرت عبداللہ بن انیس کے ہاتھوں پہلے ہی مروا بھی چکے ہیں۔

25- ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت زبیرؓ بن العوام اور حضرت مقدادؓ بن الاسود کو بھیجا تھا لیکن حضرت عروہؓ بن زبیر (مغازی رسولؐ) نے لکھا ہے کہ آپؐ نے حضرت عمروؓ بن امیہ کو بھیجا تھا۔ علامہ ابن کثیر نے بھی امام بیہقی کے حوالے سے حضرت عمرو بن امیہ ضمری کا نام ہی لکھا ہے۔ حضرت عروہؓ بن زبیر نے البتہ یہ لکھا ہے کہ "حضرت خبیبؓ کو عمرو بن امیہ نے دفن کیا"

26- بعض سیرت نگاروں نے ابن اسحاق کے حوالے سے لکھا ہے کہ قرآن کریم کی سورت بقرہ کی آیت نمبر 107 حضرت خبیبؓ پر اعتراض کرنے والے منافقین کے بارے میں اتری تھی لیکن امام ابن کثیر نے اس سے اتفاق نہیں کیا اور قتادہؒ وغیرہ کے اس قول کو درست قرار دیا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ یہ آیت تمام منافقوں کے بارے میں ہے اور کسی خاص واقعہ سے متعلق نہیں۔ (تفسیر ابن کثیر)

ابن ہشام کے مطابق بعض شعر شناسوں نے ان اشعار کے حضرت حسانؓ بن ثابت کے ہونے کے بارے میں شبہ ظاہر کیا ہے ہم نے ان اشعار کو اس لئے شامل کیا ہے کہ ان کی تاریخی حیثیت کے بارے میں کسی کو شبہ نہیں یہ اشعار اگر کسی اور شاعر کے بھی ہیں تو بھی اس واقعہ کے بارے میں اور اسی دور کے اشعار ہیں اور حضرت خبیبؓ اور حضرت زیدؓ کی شہادت کی گواہی ہیں۔

بنو نضیر کی بغاوت

ریاست مدینہ کی حدود میں رہنے والے یہودی قبائل میں بنو نضیر اہم ترین قبیلہ تھے نسلی اعتبار سے بنو نضیر اپنے کو باقی سب یہودیوں سے اعلیٰ سمجھتے تھے اسی لئے ان کی دیت بنو قریظہ سے دگنی تھی بنو نضیر زراعت پیشہ اور باغبان تھے۔ ان کی بستی مدینہ کے جنوب میں دو اڑھائی میل کے فاصلہ پر تھی۔ یہودیوں کی دیگر بستیوں کی مانند بنو نضیر کی بستی بھی قلعہ بند تھی۔ اس کے چاروں طرف فصیل تھی جس کے اوپر سے حملہ آور پر تیر برسائے جاتے تھے۔ بستی کے اندر پانی اور خوراک ذخیرہ کرنے کے انتظامات بھی تھے۔ ان کا اپنا بازار بھی بستی کے اندر تھا۔ باہر سے آنے والے قافلے بھی بستی میں اتر سکتے تھے۔ بستی کے انتظام کے لئے یہودیوں کا روایتی مذہبی نظم قائم تھا جو ان کے اجتماعی اور دینی معاملات نپٹاتا تھا۔ مقدمات کے فیصلے کرنے والی یہودیوں کی اپنی مذہبی عدالت تھی۔ یہودی بچوں کی مذہبی تعلیم و تربیت کے لئے ان کی ہر بستی میں تعلیم گاہیں ہوتی تھیں اس طریقے سے بنو نضیر کی بستی ریاست مدینہ کے اندر ایک مذہبی یہودی ریاست تھی جسے دستور مدینہ کے تحت مکمل مذہبی اور داخلی خود مختاری حاصل تھی۔ بنو نضیر کے لڑنے والے افراد کی تعداد سات سو کے قریب تھی۔(۱) رسول اللہ ﷺ کی مدینہ آمد سے پہلے بنو نضیر قبیلہ اوس کے اتحادی تھے۔ جنگ بعاث میں بنو نضیر نے خزرج کے خلاف اوس کا ساتھ دیا تھا دیگر وجوہ کے علاوہ اس کی ایک وجہ یہ بھی تھی کہ ان کی بستی اوس کی بستیوں سے قریب تھی اور دونوں کا پیشہ زراعت تھا بنو نضیر بڑے بہادر سمجھے جاتے تھے۔ ان کے پاس ہتھیار اور لڑائی کی دیگر ضروریات بھی کافی تھیں۔

غزوہ بدر کے بعد قریش مکہ نے مدینہ کے یہودیوں اور مشرکوں کو پھر خط لکھا۔ انہیں دھمکیاں دیں اور کہا کہ تمہارے پاس قوت بھی ہے اور مضبوط قلعے بھی تم سب مل کر محمد (ﷺ) کو نکال دو

بنو نضیر نے اس خط کے بعد رسول اللہ ﷺ کو قتل کرنے کی سازش تیار کی. انہوں نے رسول اللہ ﷺ کے پاس قاصد بھیجا اور کہا کہ آپؐ اپنے تیس آدمیوں کے ساتھ ایک مقررہ جگہ پر آجائیں ہمارے ربی بھی تیس آدمیوں کے ہمراہ وہاں آ جائیں گے. آپؐ انہیں دعوت اسلام پیش کریں اگر وہ مطمئن ہوگئے تو بنو نضیر اسلام قبول کرلیں گے رسول اللہ نے یہ دعوت قبول فرمائی مگر یہودیوں نے پھر کہا کہ نہیں اب آپؐ اپنے تین ساتھیوں کے ہمراہ ہمارے تین ربیوں سے تنہائی میں ملاقات کریں اور انہیں دعوت پیش کریں رسولؐ اللہ نے اس سے بھی اتفاق کرلیا لیکن ایک یہودی خاتون نے اپنے بھائی کو جو مسلمان ہوچکا تھا بتایا کہ یہودیوں کا منصوبہ یہ ہے کہ تینوں ربی چھریاں چھپا کر لے جائیں اور تنہائی کی ملاقات میں رسول اللہ ﷺ کو قتل کر دیا جائے اس صحابی نے رسول اللہ ﷺ کو یہودیوں کی اس سازش سے آگاہ کر دیا تھا.(2) اور رسولؐ اللہ راستے سے ہی واپس آ گئے تھے.

مدینہ کے گرد و نواح میں آباد دیگر یہودی قبائل کی مانند بنو نضیر نے بھی دستور مدینہ پر دستخط کئے تھے اور اس کی پابندی کا عہد کیا تھا مگر اس عہد کے باوجود وہ بھی دیگر یہودیوں کی مانند اہل اسلام اور ریاست مدینہ کے خلاف سازشوں اور پراپیگنڈہ میں مصروف رہتے تھے. بدر کی لڑائی میں اللہ نے اپنے رسولؐ کو مشرکین پر فتح عطاء فرمائی تو یہودیوں کو بہت صدمہ ہوا کعب بن اشرف جو بنو نضیر میں شمار کیا جاتا تھا' مشرکین مکہ کو اسلام اور اسلامی ریاست پر حملہ کی ترغیب دینے مکہ گیا تھا وہاں پر وہ قریش کی مجلسوں میں ان کے مقتولین کے مرثیے پڑھ پڑھ کر خود رویا کرتا تھا اور انہیں رلایا کرتا تھا واپس مدینہ آکر وہ اللہ کے دین اور اس کے رسولؐ کے خلاف نظمیں لکھ لکھ کر مجلسوں میں پڑھنے لگا وہ صحابہ کرام کی پاک دامن بیویوں کے نام لے لے کر ان کے خلاف نظمیں لکھ کر مجلسوں میں پڑھنے لگا اس کی کھلی بغاوت اور ان کمینی حرکتوں کی وجہ سے رسولؐ اللہ کے حکم پر اسے قتل کر دیا گیا تھا کعب بن اشرف کے قتل کے بعد یہودی وفد لے کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور شکایت کی کہ ہمارے سردار کو قتل کر دیا گیا ہے آپؐ نے انہیں کعب بن اشرف کی حرکتوں سے آگاہ فرمایا تو ان کے پاس کوئی جواب نہیں تھا.

قریش مکہ کا سردار ابوسفیان اپنی قسم پوری کرنے کے لئے ایک چھاپہ مار دستہ لے کر آیا تو اسی قبیلہ بنو نضیر کے سردار سلام بن مشکم نے اسے مدینہ اور مسلمانوں کے بارے میں ساری معلومات فراہم کی تھیں اور اس کی دعوت کی تھی دستور مدینہ کی پابندی کرنے کا عہد کرکے سب یہودیوں نے وعدہ کر رکھا تھا کہ وہ مکہ کے قریش کے کسی بندے یا مال کو پناہ نہیں دیں گے اور

مسلمانوں کے خلاف ان سے تعاون نہیں کریں گے اس عہد کے باوجود بنو نضیر کے سردار نے اسلام اور اسلامی ریاست کے سب سے بڑے دشمنوں کے سب سے بڑے سردار کو رات کے اندھیرے میں اپنے گھر ٹھہرایا اس کی دعوت کی اور اسے جملہ معلومات فراہم کیں اسی سلام بن مشکم کے گھر اور بنو نضیر کی بستی سے نکل کر ابو سفیان نے دو افراد کو شہید کیا تھا اور کچھ درختوں کو آگ لگا کر مکہ بھاگ گیا تھا رسول اللہ ﷺ نے ابوسفیان کے چھاپہ مار دستہ کا تعاقب تو کیا مگر بنو نضیر اور ان کے سردار اور خزانہ دار کے خلاف کوئی اقدام نہ کیا۔

جنگ احد کے بعد مدینہ کے یہودیوں نے اللہ کے دین اور اس کے رسولؐ کے خلاف پراپیگنڈہ کی نئی مہم شروع کردی خزرج کے اتحادی بنو قینقاع کو مدینہ سے نکالا جاچکا تھا یہودیوں کے باقی دونوں بڑے قبیلے بنو نضیر اور بنو قریظہ اوس کے اتحادی تھے غزوہ احد میں اوس کی مختلف شاخوں سے تعلق رکھنے والے درجنوں مسلمان شہید ہوئے تھے درجنوں زخمی تھے مگر اوس کے پرانے اتحادی ہونے کے باوجود ان یہودیوں نے ان کے ساتھ کسی ہمدردی کا اظہار نہیں کیا بلکہ وہ طنز کے تیروں سے ان کے دل زخمی کرنے لگے غزوہ بدر کے بعد وہ مشرکین مکہ کے ساتھ ہمدردی اور تعاون کا اظہار کرنے تو گئے تھے مگر اپنے پرانے اتحادیوں اور پڑوسیوں کے ساتھ یہودیوں نے کوئی ہمدردی ظاہر نہ کی وہ ان کے درمیان رہتے تھے ان سے صدیوں کے معاشرتی تعلقات تھے لیکن یہودیوں نے روابط' تعلقات اور ہمسائیگی کسی ایک کا بھی کچھ خیال نہ کیا بلکہ دشمنی کا رویہ تیز کر دیا۔

چاہ معونہ سے واپس آتے ہوئے حضرت عمروؓ بن امیہ نے قبیلہ بنی عمرو کی شاخ بنو کلاب کے دو افراد کو قتل کردیا تھا انہیں علم نہیں تھا کہ رسولؐ اللہ نے ان دونوں کو تحفظ دیا ہے وہ سمجھتے تھے کہ بنی عمرو کی سازش سے شہید ہونے والے صحابہ کرام کا بدلہ لینے کے لئے انہوں نے ان دونوں کلابیوں کو ٹھیک قتل کیا ہے لیکن جب انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو بتایا کہ وہ دو کلابیوں کو قتل کر آئے ہیں تو آپؐ نے فرمایا "تو نے بھی برا کام کیا"

پھر آپؐ نے فرمایا "میں ان دونوں کی دیت دوں گا"

حضرت عمروؓ بن امیہ بنو کلاب کے دونوں مقتولوں کے ہتھیار اور سامان بھی لے آئے تھے انہوں نے وہ سامان اور ہتھیار رسول اللہ ﷺ کو پیش کئے تو آپؐ نے وہ بھی قبول نہ فرمائے۔

بنی عمرو کے سردار نے رسولؐ اللہ سے درخواست کی تھی کہ اس قبیلے میں تبلیغ دین کے لئے مبلغین بھیجے جائیں اس نے مبلغین اسلام کی حفاظت کا عہد کیا تھا اس کے باوجود اس کے بھتیجے نے

بنو سلیم کے ساتھ سازش سے اڑتیں صحابہ کرام کو شہید کردیا تھا ان کا مال و اسباب لوٹ لیا تھا۔ اس سازش دھوکہ اور اتنے زیادہ مبلغین قرآن کی شہادت پر رسول اللہ ﷺ کو اس قدر شدید صدمہ ہوا کہ پہلے کبھی نہیں ہوا تھا اس کے باوجود آپؐ نے بنی عمرو کے دو افراد کے ایک مسلمان کے ہاتھوں قتل کئے جانے کی خبر سنتے ہی بلا کسی کے طلب کئے خود ہی فرما دیا کہ میں ان کی دیت دوں گا۔

پوچھا جاسکتا ہے اور پوچھا بھی جاتا ہے کہ آپؐ نے ایسا کیوں کیا؟

اس لئے کہ آپ اللہ کے رسولؐ تھے اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو اس دنیا کے انسانوں کے لئے نمونہ بنا کر بھیجا تھا۔ آپؐ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس دنیا کے باسیوں کے لئے ایک ضابطہ حیات لے کر آئے تھے۔ اس ضابطہ پر عمل کے لئے کسی کے کہنے کی ضرورت نہ تھی۔ آپؐ نے بنو کلاب کے دو افراد کو تحفظ دیا تھا اور ایک مسلمان نے انہیں غلطی سے قتل کر دیا تھا۔ امت مسلمہ کے سربراہ کی حیثیت سے آپؐ نے سنتے ہی ان کی دیت دینے کا فیصلہ سنا دیا مگر اللہ کے نبیؐ اور مسلمان امت کے امام ہونے کے ساتھ ساتھ آپؐ ریاست مدینہ کے سربراہ بھی تھے اور دیت دینے کا آپؐ کا فیصلہ ریاست مدینہ کے سربراہ کا فیصلہ تھا۔ آپ نے بنو کلاب کے ان دونوں افراد کو ریاست مدینہ کے سربراہ کی حیثیت میں تحفظ دیا تھا۔ ریاست کی طرف سے تحفظ اور ریاست کی طرف سے ہی دیت' ریاست مدینہ کے دستور العمل میں درج تھا اور ریاست کی حدود میں بسنے والے سب مسلمانوں اور غیر مسلموں نے اسے قبول کر رکھا تھا کہ ایسی صورت پیدا ہوجائے تو وہ سب مل کر دیت اور خون بہا دیں گے ریاست مدینہ کے سارے باسیوں سے ایسے معاملات کے لئے کوئی چندہ یا ٹیکس وصول کرکے خزانے میں جمع تو رکھا نہیں جاتا تھا مسلمانوں کی اپنی ضروریات اور لڑائیوں وغیرہ کے لئے جو کچھ جمع کیا جاتا تھا وہ ان کا امت کا معاملہ تھا وہ ریاست کا خزانہ نہیں تھا اس لئے رسولؐ اللہ نے ریاست کی حدود میں آباد یہودیوں سے بھی اس دیت کی ادائیگی میں حصہ وصول کرنے کا فیصلہ فرمایا۔(3) آپؐ کا یہ فیصلہ ریاست مدینہ کے سربراہ کی حیثیت سے ریاست کے دستور العمل کے مطابق تھا۔

سازش

رسول اللہ ﷺ صحابہ کرام کے ایک وفد کے ساتھ بنو نضیر کی بستی کے لئے نکلے اس وفد میں حضرت ابو بکر صدیقؓ حضرت عمر فاروقؓ حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ، حضرت سعدؓ بن

معاذؓ حضرت اسیدؓ بن حضیر اور حضرت سعدؓ بن عبادہ شامل تھے. مسجد نبوی سے چل کر آپؐ قباء کی بستی میں تشریف لے گئے اور مسجد قباء میں نماز ادا کی. بنو نضیر کی بستی میں پہنچے تو ان کے اہل رائے جمع تھے. آپؐ نے ان سے دونوں کلابیوں کی دیت میں حصہ ڈالنے کو کہا.

"اے ابو القاسم ہم آپؐ کے حکم کی تعمیل کریں گے ہم آپؐ پر فدا ہوں آپؐ ہمارے ہاں تشریف لائے ہیں ہماری طرف سے طعام قبول فرماویں اور کچھ دیر تشریف رکھیں" یہودیوں نے درخواست کی.

رسول اللہ نے ان کی درخواست قبول فرمائی یہودیوں نے حضورؐ کے لئے نشست گاہ میں تکیہ فراہم کیا تھا آپؐ ایک مکان کی دیوار کے ساتھ تکیہ سے ٹیک لگا کر بیٹھے تھے صحابہ کرام بھی وہیں تشریف رکھتے تھے یہودی اہل رائے طعام کے اہتمام کے لئے اٹھ گئے اور سازش کے بارے میں آپس میں مشورہ کرنے لگے

حُیَیّ بن اخطب نے اپنے ساتھیوں سے کہا "ایسا موقعہ پھر نہیں ملے گا مکان کے اوپر سے پتھر گرا کر محمد (ﷺ) کو ختم کردو وہ نہ رہے تو ان کے اصحاب منتشر ہوجائیں گے مہاجرین اپنی قوم کے پاس چلے جائیں گے اوس اور خزرج تو ہمارے حلیف ہیں ان سے ہمارا معاملہ ٹھیک ہوجائے گا اس لئے جو کچھ تم آئندہ کبھی کرنے کا ارادہ رکھتے ہو ابھی کرلو"

عمرو بن حجاش نے کہا "میں یہ کام کرتا ہوں مکان کے اوپر سے میں محمد (ﷺ) پر پتھر گرا دیتا ہوں"

سلام بن مشکم نے ان سے اختلاف کیا "اے قوم یہود ایسا نہ کرو یہ دھوکہ اس معاہدے کی خلاف ورزی ہے جو ہم نے ان سے کر رکھا ہے محمد (ﷺ) ختم بھی ہو گئے تو بھی مسلمانوں میں سے جو باقی رہ گئے وہ تم سے اس کا بدلہ ضروری لیں گے"

مگر باقی یہودیوں نے ان کی بات نہ مانی جب عمرو بن حجاش پتھر مکان کی چھت پر لے جا رہا تھا تو اللہ تعالیٰ نے آپؐ کو ان کی سازش سے آگاہ کر دیا.(4) آپؐ چپکے سے وہاں سے اٹھ گئے اپنے ساتھیوں کو بھی کچھ نہیں بتایا وہ سمجھے کہ آپؐ کسی حاجت کے لئے جا رہے ہیں باقی صحابہؓ کرام وہیں بیٹھے رہے جب کافی دیر تک آپؐ تشریف نہ لائے تو حضرت ابوبکرؓ صدیق نے کہا "رسولؐ اللہ ضرور کسی کام سے تشریف لے گئے ہیں ہمارا اب یہاں بیٹھے رہنا بے فائدہ ہے"

چنانچہ وہ سب اٹھ کر چلنے لگے.

حُیَیّ بن اخطب نے دیکھا تو کہا "محمد (ﷺ) بہت جلد چلے گئے ہم تو کھانا تیار کر رہے تھے اور دیت میں حصہ ڈالنے کے لئے رقم جمع کرنے میں مصروف تھے"

اللہ تعالیٰ نے بنو نضیر کی سازش ناکام بنا دی تو انہیں مایوسی ہوئی اور وہ فکر مند ہونے لگے۔
واپسی پر حضرت ابوبکرؓ اور دیگر صحابہ کو راستے میں ایک شخص ملا "کیا تم نے رسول اللہ ﷺ کو دیکھا ہے؟" انہوں نے پوچھا۔
"ہاں میں نے آپؐ کو مدینہ کی طرف جاتے دیکھا ہے؟" اس نے جواب دیا۔
"یا رسولؐ اللہ آپؐ بنو نضیر کے ہاں سے اٹھ آئے اور ہمیں آپؐ کے واپس مدینہ آنے کے بارے میں علم ہی نہ ہوسکا"
"مجھے اللہ نے یہود کے ارادے سے آگاہ کر دیا اس لئے میں وہاں سے اٹھ آیا تھا" رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابوبکرؓ صدیق کو جواب دیا۔
رسول اللہ ﷺ حضرت ابو بکرؓ صدیق اور دیگر صحابہ کی واپسی سے پہلے ہی حضرت محمدؓ بن مسلمہ کو پیغام بھیج چکے تھے وہ آئے تو آپؐ نے فرمایا "بنو نضیر کے پاس جاؤ اور انہیں بتاؤ کہ مجھے محمدؐ رسول اللہ نے بھیجا ہے اور پیغام دیا ہے کہ تم اس شہر اور علاقے سے نکل جاؤ کیونکہ تم نے اس عہد کو توڑ دیا ہے جو تم نے کر رکھا تھا اور تم نے عمرو بن حجاش کو مکان کے اوپر سے پتھر گرا کر مجھے قتل کرنے کی سازش کی تھی"
حضرت محمدؓ بن مسلمہ اسی وقت روانہ ہوگئے اور بنو نضیر کو رسول اللہ ﷺ کا پیغام پہنچا دیا۔
یہودی خاموش تھے کسی کے منہ سے ایک لفظ تک نہیں نکلتا تھا۔
"رسولؐ اللہ نے تمہیں دس دن کی مہلت دی ہے تاکہ تم اپنا سامان وغیرہ تیار کرلو اور فرمایا ہے کہ دس روز کے بعد تم میں سے جو کوئی ادھر دیکھا گیا اس کی گردن اڑا دی جائے گی" حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام مکمل کرتے ہوئے بتایا۔
"ہم نے تو کبھی سوچا تک نہ تھا کہ بنی اوس کا کوئی فرد ہمیں مدینہ سے نکل جانے کا حکم پہنچائے گا" بنو نضیر نے حیرانی سے کہا۔
بنو نضیر قبیلہ اوس کے پرانے حلیف تھے وہ محمدؓ بن مسلمہ کے اور ان کے ذریعے اوس کے جاہلیت کے جذبات ابھارنا چاہتے تھے۔
حضرت محمدؓ بن مسلمہ نے جواب دیا "رسول اللہ ﷺ کا فرمان سن کر تمہارے بارے میں لوگوں کے دل بدل گئے ہیں اب تمہیں یہاں سے نکلنا ہی ہوگا"

منافق کا مشورہ

حضرت محمدؓ بن مسلمہ کے جواب سے بنو نضیر کو احساس ہوگیا کہ بنو اوس ان کی حمایت نہیں

کریں گے۔ وہ سفر کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ سواری اور بار برداری کے جو جانور انہوں نے ذی لخذر کی چراگاہ میں بھیجے ہوئے تھے' انہیں لانے کے لئے آدمی بھیج دیئے اور قبیلہ اشجع سے مزدور منگوا کر سامان باندھنے لگے تاکہ دس روز کے اندر اندر مدینہ کی حدود سے نکل جائیں۔
بنو نضیر سفر کی تیاریوں میں مصروف تھے کہ داغس اور آسوید دونوں عبداللہ بن ابی بن سلول کا پیغام لے کر آگئے "اپنے گھر اور اموال چھوڑ کر مت جاؤ میرے دو ہزار آدمی آخری دم تک تمہارا ساتھ دیں گے بنو قریظہ تمہارے حلیف ہیں وہ بھی تمہارے ساتھ ہوں گے۔ ان کے علاوہ دیگر بدو قبائل بھی مسلمانوں کے خلاف تمہاری مدد کریں گے اپنی بستی میں ڈٹے رہو"
عبداللہ بن ابی بن سلول نے بنو قریظہ کے سردار کعب بن اسد کے پاس بھی پیغام بھیجا کہ وہ بنو نضیر کی مدد کریں۔
"بنی قریظہ میں سے ایک فرد بھی عہد شکنی نہیں کرے گا" کعب بن اسد نے(5) ابن ابی کو جواب بھجوا دیا۔
عبداللہ بن ابی بن سلول نے پھر بھی ہمت نہ ہاری بنو قریظہ کے اس جواب کے باوجود وہ بنو نضیر کو رسول اللہ ﷺ سے لڑانے کی کوششوں میں مصروف رہا اور حُیَیّ بن اخطب کو ترغیب دیتا رہا کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے حکم پر مدینہ چھوڑنے سے انکار کر دیں(6) اس کی ترغیب پر حُیَیّ بن اخطب نے رسول اللہ ﷺ کے پاس قاصد بھیج دیا اور کہا کہ" ہم اپنے اموال کسی صورت میں نہیں چھوڑیں گے آپؐ سے جو ہو سکتا ہے کر لیں ہمارے پاس ایک سال کی ضرورت کی خوراک اور بستی میں پانی کے کنویں موجود ہیں"
رسولؐ اللہ کو پیغام بھجوانے کے بعد حُیَیّ بن اخطب نے اپنی قوم کو بستی کی فصیل مرمت کرنے پر لگا دیا اور وہ بستی کی قلعہ بندیوں میں پتھر جمع کرنے لگے۔
رسول اللہ ﷺ نے حُیَیّ بن اخطب کا پیغام سن کر "اللہ اکبر" کہا اور فرمایا "یہودیوں نے اعلان جنگ کر دیا ہے" حضورؐ کے پاس موجود صحابہ کرام نے بھی اللہ اکبر کا نعرہ لگایا۔

اعلان

رسول اللہ ﷺ نے ریاست مدینہ کی حدود میں لشکر کی تیاری کی منادی کا حکم دیا اہل ایمان منادی سنتے ہیں ہتھیار لگا کر جمع ہونے لگے۔ ریاست مدینہ کی تاریخ میں یہ ایک نازک مرحلہ تھا مکہ میں قریش ایک اور حملہ کی تیاریاں کر رہے تھے۔ بدو قبائل ریاست مدینہ کے خلاف قریش کے

پراپیگنڈہ سے متاثر دکھائی دیتے تھے ابھی چند روز پہلے پینتالیس صحابہؓ کرام کو دھوکہ سے شہید کردیا گیا تھا دو کو قیدی بنا کر مکہ کے قریش کے ہاتھ فروخت کردیا گیا تھا اندرون ریاست جملہ مشرکین اللہ کے دین اور اس کے رسولؐ کے خلاف متحد تھے اور عبداللہ بن ابی بن سلول نے دو ہزار افراد کے ساتھ بنو نضیر کی حمایت کا وعدہ کیا تھا افرادی قوت کے حوالے سے ستر کے قریب صحابہ کرام جنگ احد میں شہید ہوئے تھے اڑتیس کو چاہ معونہ پر شہید کریا گیا تھا پانچ چاہ رجیع پر شہید ہوئے تھے اور دو گرفتار کر کے بیچ دیئے گئے تھے چھوٹی سی امت مسلمہ دو اڑھائی ماہ کی مدت میں اپنے ایک سو پندرہ بہترین لڑنے والوں سے محروم ہوچکی تھی اندرونی اور بیرونی صورتحال اور افرادی قوت کے حوالے سے بھی حالات بنو نضیر جیسے طاقتور قبیلے کے خلاف مسلح آپریشن کے لئے مناسب نہیں تھے۔

اس کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کے خلاف کارروائی کا فیصلہ کیا اور سب مسلمانوں نے آپؐ کے حکم پر ہتھیار اٹھالئے ان مسلمانوں نے بھی جو صدیوں سے ان یہودیوں کے حلیف چلے آتے تھے ریاست کے اندر اور باہر جس قسم کا ماحول پیدا ہورہا تھا اس کے پیش نظر ایسا کرنا ضروری تھا بنو اسد بن خزیمہ کے ڈاکوؤں کی جتھ بندی بنو عامر بن صعصعہ کے عامر بن طفیل اور بنو ہذیل کے سفیان بن خالد کی سازشوں اور دھوکہ دہی نے بنو نضیر کو رسول اللہ ﷺ کو دھوکہ سے قتل کرنے کی سازش کے لئے ترغیب اور حوصلہ دیئے تھے۔ اگر ان کی اس سازش کو بھی نظر انداز کردیا جاتا تو وہ کوئی نیا منصوبہ بنا لیتے۔(7) کوئی اور گروہ اس قسم کی کوشش کر سکتا تھا اس سے اندرونی اور بیرونی دشمن قریش مکہ کے پراپیگنڈہ کو سچ مان لیتے کہ رسولؐ اللہ کی قوت ختم ہو گئی ہے اور اب وہ کسی کے خلاف کوئی کارروائی کرنے کی طاقت نہیں رکھتے حالات کی اس نزاکت کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے بنو نضیر کو طاقت کے ذریعے مدینہ سے خارج کرنے کا فیصلہ فرمالیا اور دس روز کی مہلت گزر جانے کے بعد آپ نے بنو نضیر کی بستی کے محاصرہ کا حکم دے دیا مدینہ میں آپ ^ نے حضرت ابن ام مکتومؓ کو نماز پڑھانے پر مقرر فرمایا اور اسلامی لشکر کا علم حضرت علیؓ کے سپرد کیا۔

محاصرہ

رسول اللہ ﷺ لشکر اسلام کے ہمراہ عصر کی نماز سے پہلے بنو نضیر کی بستی پہنچ گئے یہودی اپنا سب سامان جنگ جمع کر کے بستی میں قلعہ بند ہوچکے تھے اور مکانوں کی چھتوں اور فصیل پر سے

دیکھ رہے تھے ان کے تیر انداز اپنے اپنے مورچوں میں جمے ہوئے تھے رسول اللہ نے بستی سے باہر ایک میدان میں عصر کی نماز کی امامت کی سب مسلمانوں نے باجماعت نماز ادا کی حضرت سعدؓ بن عبادہ رسول اللہ ﷺ کے لئے لکڑی کا ایک خیمہ لے آئے وہ خیمہ کھلے میدان میں نصب کر دیا گیا یہ آپ کا کمان اور کنٹرول روم تھا(9) نماز کے بعد آپؐ نے بستی کے ارد گرد کا جائزہ لیا اور صحابہ کرام کو ہدایت دیں یہودی فصیل کے اوپر سے تیر اور پتھر برسانے لگے اندھیرا چھا جانے تک دونوں طرف سے تیروں اور پتھروں کی جنگ جاری رہی رسول اللہ ﷺ نے عشاء کی نماز مجاہدین کے ساتھ پڑھی اور واپس مدینہ تشریف لے گئے آپؐ نے ہتھیار لگا رکھے تھے اور گھوڑے پر سوار تھے کچھ صحابہ آپؐ کے ہمراہ تھے محاصرہ کرنے والے مجاہدین کی کمان آپؐ نے حضرت ابو بکرؓ صدیق کو سونپ دی (10) یہودی بستی کی فصیل کے اوپر سے تیر برساتے اور پہرہ دیتے رہے مسلمانوں نے ساری رات بستی کی نگرانی کی۔

فجر کی نماز سے پہلے ہی رسول اللہ ﷺ محاصرہ کرنے والوں کے پاس واپس آگئے حضرت بلالؓ نے اذان دی رسول اللہ ﷺ نے مجاہدین کو بنی خطمہ کے کھلے میدان میں نماز پڑھائی حضرت بلالؓ نے آپؐ کا خیمہ اسی میدان میں نصب کر دیا اور لڑائی پھر سے شروع ہو گئی یہودی فصیل کے اوپر سے تیر چلا رہے تھے اور پتھر برسا رہے تھے تاکہ مسلمان فصیل کے قریب نہ پہنچ سکیں اہل توحید ان کے پتھروں اور تیروں کا جواب دے رہے تھے فصیل پر سے تیر برسانے والے یہودیوں کو رسولؐ اللہ کا قبہ نما خیمہ سب سے نمایاں دکھائی دیتا تھا وہ قبہ پر تیر برسانے لگے ان کے تیر وہاں تک پہنچ رہے تھے کچھ تیر خیمے میں پیوست ہو گئے رسولؐ اللہ کے حکم پر آپؐ کا خیمہ وہاں سے ہٹا کر ایسی جگہ نصب کر دیا گیا جہاں پر یہودیوں کے تیر نہ پہنچ سکیں اور اسلامی لشکر کی خیمہ گاہ بنو نضیر اور بنو قریظہ کی بستیوں کے درمیان قائم کی گئی(11) تاکہ بنو قریظہ اپنے ہم مذہبوں کی مدد کا فیصلہ بھی کر لیں تو ان کی بستی تک نہ پہنچ سکیں اور ان کی خفیہ مدد نہ کر سکیں۔

وہ سارا دن لڑائی ہوتی رہی یہودی بیرونی امداد کے منتظر تھے مگر کوئی بھی ان کی مدد کو نہ آیا۔(12) رات کا اندھیرا چھا گیا تو یہودیوں نے ایک شب خون مارنے والا دستہ روانہ کیا اس کی قیادت عزوک نامی ایک یہودی کر رہا تھا وہ ان کا بہت بہادر اور ماہر تیر انداز تھا بستی سے باہر نکل کر وہ ایک جگہ چھپ کر بیٹھ گئے تاکہ مزید اندھیرا پھیل جائے تو وہ رسولؐ اللہ کے کمان کے خیمے پر شب خون ماریں بستی کے گرد چکر لگانے والے ایک دستہ نے یہودیوں کو دیکھ لیا ان سے لڑائی میں عزوک مارا گیا اس کے ساتھی بھاگنے لگے تو حضرت ابو دجانہؓ اور حضرت ابو سہلؓ بن حنیف

نے ان کا تعاقب کیا اور ان میں سے کچھ کو ہلاک کر کے ان کے سر بنو خطمہ کے کنویں میں پھینک دیئے باقی یہودی بھاگ کر بستی میں جا چھپے۔ حضرت علیؓ نے عزوک کا کٹا ہوا سر رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں پیش کر دیا اس طرح ان کا شب خون کا منصوبہ بھی ناکام ہو گیا لڑائی ہوتی رہی یہودیوں کے لئے جب کسی طرف سے بستی کا دفاع ناممکن ہو جاتا تھا تو وہ بیرونی مکانوں کی پچھلی دیواروں میں راستہ بنا کر نکل جاتے تھے اور ان مکانوں کو گرا دیتے تھے تاکہ مسلمان ان میں محفوظ مورچہ بندی نہ کر سکیں۔ اس طرح ان کے خالی کردہ بعض مکان مسلمانوں نے گرا دیئے تاکہ رات کے وقت یہودی ان کے اندر چھپ کر حملہ نہ کر سکیں اسی طرح یہودی اپنا ایک کے بعد دوسرا اور دوسرے کے بعد تیسرا مکان گراتے رہے اور بستی کے اندرونی حصوں میں مورچہ بند ہوتے رہے اور بیرونی مدد کا انتظار کرتے رہے۔

جب رسول اللہ ﷺ نے دیکھا کہ یہودی بستی سے باہر نکل کر مقابلہ کرنے پر تیار نہیں اور اپنے ہاتھوں اپنے مکان گرا گرا کر بستی کے اندرونی حصوں میں منتقل ہوتے جا رہے ہیں تو آپؐ نے ان کے کھجور کے باغات سے درخت کاٹنے کا حکم دیا یہودیوں کو یہ باغات بہت عزیز ہوتے تھے باغ ان کی آمدنی' خوشی اور خوشحالی کا سب سے بڑا ذریعہ تھے اور سالوں میں تیار ہوتے تھے۔ وہ ان کی حفاظت کے لئے جان پر کھیل جاتے تھے عربوں کو بھی اپنے باغ اور کھیت بہت عزیز تھے۔ غزوہ احد کے وقت جن صحابہ کرام نے شہر سے باہر نکل کر مشرکین کا مقابلہ کرنے کی حمایت کی تھی ان کے دیگر دلائل میں ایک دلیل یہ بھی تھی کہ اگر ہم شہر میں بند ہو گئے تو مشرکین ہمارے کھیت اور باغات ویران کر دیں گے اس لئے ہمیں باہر نکل کر ان کا مقابلہ کرنا چاہئے اور انہیں اس تباہی کا موقع نہیں دینا چاہئے رسول اللہ ﷺ بنو نضیر کے محاصرے کو طول نہیں دینا چاہتے تھے اس لئے آپؐ نے یہودیوں کو باہر نکل کر لڑنے پر مجبور کرنے کے لئے ان کے باغوں میں سے کچھ درخت کاٹ دینے کا حکم دیا۔(13) ایسا کرنا جنگی ضرورت تھی تاکہ یہودیوں میں لڑنے کی قوت اور حوصلہ ہو تو وہ بستی سے نکل کر کھلے میدان میں لڑائی کے لئے تیار ہو جائیں اور اگر وہ اپنے میں اس کی طاقت نہیں رکھتے تو کسی غلط فہمی میں نہ رہیں اور جنگ بھڑکانے کی بجائے مفاہمت پر آمادہ ہو جائیں۔

بنو نضیر کے سردار حُیَیّ بن اخطب نے رسول اللہ ﷺ کے پاس آدمی بھیجا "آپؐ ہمارے پھلدار درخت کیوں کٹوا رہے ہیں؟ آپؐ تو زمین پر فساد پھیلانے سے منع فرمایا کرتے تھے"

رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا "تاکہ تمہاری آنکھیں کھل سکیں اور تم جنگ کے شعلے بھڑکا کر اس

میں اپنی قوم کو راکھ کر دینے سے باز آجاؤ"

منصوبہ

رسول اللہ ﷺ کے اس اقدام سے واقعی یہودیوں کی آنکھیں کھل گئیں. وہ پندرہ روز سے محاصرہ میں تھے.(14) مگر کوئی بھی ان کی مدد کو نہیں آیا تھا نہ کوئی مشرک نہ یہودی اور نہ ہی وہ بدوقبائل جن سے ان کے معاہدے تھے یہودیوں کو اپنی طاقت اور رسول اللہ ﷺ کے عزم و استقلال کا بھی اندازہ ہوگیا تھا. کھجور کے درخت کاٹنے پر بھی ان کے باہر نکل کر مقابلہ نہ کرنے سے مسلمانوں کو ان کی کمزوری کا بھی علم ہوگیا تو رسول اللہ ﷺ کے حکم پر دس روز کے اندر مدینہ سے چلے جانے کی بجائے. عبداللہ بن ابی بن سلول کے مشورہ اور ترغیب پر رسول اللہ ﷺ کو "کرلیں جو کرسکتے ہیں" کا پیغام بھیجنے والے یہودیوں نے اپنی حالت پر غور کیا محاصرہ کی مشکلات کی وجہ سے یہودیوں کے اپنے اندر اختلافات پیدا ہو گئے تھے.(15) اور ان کے مختلف گروہ آپس میں ان فیصلوں پر جھگڑنے لگے تھے. رسول اللہ ﷺ کے اس اقدام سے انہوں نے ہمت ہار دی اور حُیَیّ بن اخطب نے رسول اللہ ﷺ کے پاس پیغام بھیجا کہ وہ مدینہ سے چلے جانے پر تیار ہیں.
رسول اللہ ﷺ نے ان کی پیش کش قبول کرلی اور فرمایا کہ وہ اپنے ہتھیار ساتھ نہیں لے جاسکتے ان کی زمینیں اور باغات بھی ریاست کی ملکیت ہوں گے باقی جو کچھ بھی وہ اٹھا کر لے جاسکتے ہیں لے جائیں.

یہودیوں نے بخوشی یہ شرائط منظور کرلیں کیونکہ ان کے اپنے تاریخی رویوں اور جزیرہ نمائے عرب کے رسم و رواج کے مطابق رسولؐ اللہ نے ان کے ساتھ بڑی فراخی اور نیکی کا سلوک کیا تھا ورنہ شکست خوردہ گروہوں کو اور عہدو پیان کی خلاف ورزی کرنے والوں کو بڑی ذلت اور رسوائی کا سامنا کرنا پڑتا تھا فاتح گروہ ان کے بیوی بچوں کو لونڈی اور غلام بنالیا کرتے تھے اور ان کے مال و اسباب لوٹ لیا کرتے تھے مدینہ کے یہودی بہت مالدار اور امیر تھے وہ ریاست مدینہ کے دشمن اور غدار تھے ان کی دولت اور افرادی قوت ریاست کے خلاف استعمال ہوسکتی تھی اس کے باوجود رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں اپنے مال و زر سمیت سلامتی کے ساتھ مدینہ سے چلے جانے کی اجازت دیدی اور حُیَیّ بن اخطب کی قوم اس کی بھڑکائی جنگ کی آگ میں بھسم ہونے سے بچ گئی. رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کو علم تھا کہ یہودیوں کے اخراج کے بعد ان کے باغات ریاست مدینہ کی ملکیت ہوں گے آپؐ نے اپنی ریاست کی ملکیت باغات کے درجن بھر

درختوں کی قربانی دے کر سارے یہودیوں کو اپنی جانیں بچالے جانے کا موقع فراہم کر دیا۔
یہ آپؐ کا پیغمبرانہ فیصلہ اور اقدام تھا جس کے بہت اچھے نتائج برآمد ہوئے ریاست مدینہ اور مسلمانوں کے لئے بھی اور بنو نضیر کے یہودیوں کے لئے بھی۔
رسول اللہ ﷺ نے حضرت محمدؓ بن مسلمہ کو بنو نضیر کے مدینہ سے اخراج کا نگران مقرر فرما دیا۔
یہودی صدیوں سے مدینہ میں آباد تھے مدینہ کے عربوں اور گردونواح کے قبائل سے ان کے لین دین اور سودی کاروبار کے معاملات تھے انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ ان کے قرضوں کا کیا بنے گا جو مدینہ کے عربوں نے انہیں ادا کرنا ہیں؟
یہودی جب کسی کو قرض دیتے تو پہلے ہی مدت اور سود کی رقم طے کر لیتے تھے کہ اتنی مدت کے بعد تمہیں اتنی رقم دینا ہوگی۔
رسول اللہ ﷺ نے فرمایا "بقیہ مدت کی نسبت سے قرض پر وصول کی جانے والی رقم کم کر کے مقروضوں سے اپنے قرض وصول کرلو"
حضرت اسیدؓ بن حضیر نے دو یہودیوں ابو رافع اور سلام بن ابی الحقیق کو ایک سال بعد ایک سو بیس دینا ادا کرنا تھے۔ انہوں نے اسی دینار ادا کر کے معاملہ طے کر لیا۔
حضرت اسیدؓ بن حضیر عربوں کے طاقتور قبیلہ بنو اوس کے دوسرے اہم ترین سردار تھے۔ یہودی ہمیشہ کے لئے مدینہ چھوڑ کر جا رہے تھے۔ ایسے مواقع پر معمولی لوگ بھی جانے والوں کے قرض ہضم کر جایا کرتے ہیں کہ انہیں کونسا واپس آنا ہے یہودی ویسے بھی شکست خوردہ تھے اور حضرت اسیدؓ بن حضیر کا تعلق کامیاب فریق سے تھا اس کے باوجود انہوں نے باہمی سمجھوتے کے مطابق یہودیوں کا قرض اور جتنی مدت یہودیوں کی رقم ان کے استعمال میں رہی تھی اس پر منافع فوری طور پر انہیں ادا کر دیا۔
اللہ کے رسول ﷺ ریاست مدینہ کے حاکم تھے ریاست مدینہ کو اپنے دستور العمل کی خلاف ورزی کرنے والے، ریاست کے دشمنوں کے ساتھ مل کر ریاست کے خلاف سازشیں کرنے والے اور ریاست کے خلاف مسلح بغاوت کرنے والے مجرموں پر اللہ تعالیٰ نے فتح و کامرانی عطاء فرمائی تھی۔ اس کے باوجود آپؐ نے ان مجرموں کو اپنے قرض تک وصول کر لے جانے کی اجازت عنایت فرمادی اور مسلمانوں کو ان کے قرض ادا کرنے کا حکم دیا دنیا میں اس سے پہلے ریاستی مجرموں کے ساتھ حاکم ریاست کی طرف سے کبھی اس قسم کا حسن سلوک نہیں کیا گیا ہوگا اس کے بعد بھی اسلامی ریاستوں سے باہر کسی ریاست اور اس کے حاکم نے ایسے مجرموں کے ساتھ ایسی فیاضی

نہیں برتی۔

مدینہ کے عربوں میں جب کسی کے ہاں اولاد پیدا نہیں ہوتی تھی تو وہ منت مانتے تھے کہ اگر ان کے ہاں لڑکا پیدا ہوا تو وہ اسے یہودی بنائیں گے جب حسن اتفاق سے ایسی منت ماننے والوں کے ہاں لڑکا پیدا ہوجاتا تھا تو وہ اسے یہودیوں کے حوالے کر دیتے تھے کہ وہ اس کی اپنے دین کے مطابق تعلیم و تربیت کریں بنو نضیر کے پاس بھی بعض ایسے لڑکے تھے جن کے عرب والدین اب مسلمان ہو چکے تھے۔ جب بنو نضیر مدینہ سے جانے لگے تو ان عربی النسل نوجوان یہودیوں کے مسلمان والدین نے انہیں زبردستی روکنا چاہا اور کہا کہ ہم اپنے بیٹوں کو دین اسلام میں لانا چاہتے ہیں مگر اللہ کے رسولؐ نے انہیں منع فرما دیا(16) کیونکہ ایسا کرنا معاہدے کی خلاف ورزی تھا۔

یہودیوں نے اپنے مکانوں کے دروازے اور کھڑکیاں بھی اتار لئے جو اتارے نہ جاسکے وہ توڑ دیئے وہ کئی روز تک سامان باندھتے رہے اور اپنا سب کچھ ساتھ لے گئے جب ان کا قافلہ روانہ ہوا تو اس میں چھ سو اونٹ تھے ان کی عورتوں نے ریشم اور زر بفت کے شاندار لباس پہن رکھے تھے سونے چاندی اور جواہرات کے زیورات پہن کر وہ شاندار ہودوں میں بیٹھی تھیں بنو نضیر کے مردوں اور بچوں نے بھی شاندار لباس زیب تن کررکھے تھے اپنی بستی سے نکل کر وہ مدینہ کی طرف گئے اور ایک ایک محلے اور بازار کا چکر لگایا وہ شہنائیاں بجا رہے تھے اور رقص کرتے ہوئے قومی نغمے گا رہے تھے ان کی لونڈیاں قافلے کے ساتھ دف بجا بجا کر ناچ رہی تھیں اور اشتعال انگیز شعر گا رہی تھیں یہودی تاثر دینا چاہتے تھے کہ اپنے اس فیصلے پر انہیں کوئی دکھ نہیں ہوا بغاوت اور عہد شکنی کے نتیجے میں جلا وطنی کا انہیں کوئی رنج نہیں وہ اپنی دولت کا مظاہرہ کررہے تھے اور ان کا سردار ابو رافع اعلان کرتا جارہا ہے تھا کہ یہ دولت اور زرو جواہر انہوں نے زندگی کے نشیب و فراز کا مقابلہ کرنے کے لئے جمع کررکھے ہیں اورانہیں اپنے باغات چھوڑ جانے کی کچھ بھی پروا نہیں کیونکہ خیبر میں ان کے بڑے بڑے باغات موجود ہیں۔

تاریخ عالم میں نہ اس سے پہلے ایسی کوئی مثال تھی نہ اس کے بعد کبھی ایسا ہوا کہ کسی شکست خوردہ باغی گروہ کو اس انداز میں اپنا سب مال و دولت اور زرو جواہر ساتھ لے جانے کی اجازت دے دی گئی ہو اور اس کے مرد و زن کو زنجیروں میں جکڑ کر بازاروں میں گھمانے کی بجائے ان سب کو زرق برق لباس پہن کر ناچتے گاتے ہوئے بازاروں اور گلیوں کے چکر لگا کر اخراج کی اجازت ملی ہو۔

اللہ کے رسولؐ نے اللہ کے باغیوں کے ساتھ جو حسن سلوک کیا اس کی مثال نہیں ملتی۔

دیدہ بینا والوں کے لئے عبرت

مدینہ کے عورتیں اور بچے گلیوں اور بازاروں کے دونوں طرف کھڑے بنو نضیر کا اخراج دیکھ رہے تھے بنو نضیر جن کی دولت اور طاقت کا ہر طرف شہرہ تھا سب کی آنکھوں کے سامنے اپنے گھر اور املاک چھوڑ کر مدینہ سے ہمیشہ کے لئے جارہے تھے ایک طرف یہ ان کی بغاوت کا انجام اور بے بسی کا ثبوت تھا تو دوسری طرف یہ اللہ کے دین اور اس کے رسولؐ کی قوت اور فراخدلی کا بھی مظاہرہ تھا اللہ کے رسولؐ کی اس کامیابی پر اہل و ایمان خوش ہوئے تو مشرکین اور دشمنان اسلام کے دل خوف سے ڈولنے لگے۔

بنو نضیر کے دو افراد یامین بن عمیر اور ابو سعد بن وہب نے ان کے ساتھ جانے سے انکار کردیا اوراسلام قبول کرکے اللہ کے نبی کے ہاتھ پر بیعت کرلی اوراپنے دین و دنیا سنوار لئے اللہ کے نبیؐ نے ان کے گھر زمینیں اور باغات انہی کی ملکیت میں رہنے دیئے جس یہودی نے اللہ کے رسولؐ پر پتھر گرانے کا بیڑہ اٹھایاتھا وہ حضرت یامینؓ بن عمیر کے والد کا چچا زاد تھا۔ رسول اللہ نے ایک بار فرمایا "اے یامین دیکھ تو تیرے چچا زاد نے میرے ساتھ کتنا برا برتاؤ کیا اور کس قدر بے خوفی سے مجھے نقصان پہنچانے کی کوشش کی تھی"

حضرت یامینؓ نے ایک آدمی کو کچھ رقم دی اور عمرو بن حجاش کے پیچھے بھیجا اس نے عمرو کو قتل کردیا بنو نضیر کے اخراج کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

"آسمانوں اور زمینوں میں جو چیز بھی پائی جاتی ہے
وہ اللہ کی تسبیح کرتی ہے
کیونکہ وہ غالب اور حکمت والاہے
یہ اللہ ہی ہے جس نے اہل کتاب میں سے کفر کرنے والوں کو
پہلے ہی ہلے میں ان کے گھروں سے نکال باہر کیا
تمہیں گمان بھی نہ تھا کہ وہ اپنے گھر چھوڑ کر چلے جائیں گے
ان کا اپنا بھی خیال تھا کہ ان کی گڑھیاں
انہیں اللہ کے عذاب سے بچالیں گی
مگر اللہ کا غضب ان پر اس سمت سے نازل ہوا
جدھر سے انہیں اس کی توقع تک نہ تھی
اس نے ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا
اس سے وہ اپنے ہاتھوں سے

اپنے گھر برباد کرنے لگے

اور مسلمانوں سے اپنے گھر برباد کروانے لگے

پس اے دیدہ بینار کھنے والو عبرت حاصل کرو" - (59 : ا تا 2)

اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

- "اس گاؤں والوں کا جو مال اللہ نے اپنے رسولؐ کی طرف لوٹا دیا ہے

وہ اللہ اس کے رسولؐ قرابتداروں ، یتیموں مسکینوں اور مسافروں کے لئے ہے"

(7:59)

اللہ کے رسولؐ نے حضرت ثابتؓ بن قیس کو حکم دیا "اپنی قوم کو بلا لاؤ"

"اپنے قبیلہ خزرج کو یا سب انصار کو یا رسولؐ اللہ؟" حضرت ثابت نے عرض کیا۔

"سب کو" رسولؐ اللہ نے فرمایا:

جب اوس اور خزرج کے اہل توحید جمع ہوگئے تو رسول اللہ ﷺ نے اللہ کی حمد و ثناء کے بعد انصار مدینہ کے اس ایثار اور ان قربانیوں کاذکر فرمایا جو انہوں نے اپنے مہاجر بھائیوں کی مدد کے لئے کی تھیں اور کہا "اگر تمہاری مرضی ہو تو تمہاری املاک اور بنو نضیر کی چھوڑی ہوئی املاک کو یکجا کر دیا جائے اور پھر وہ انصار اور مہاجرین میں تقسیم کر دی جائیں اور اگر تم پسند کرو تو تمہارے مکانات اور زمینیں جو تم نے اپنے مہاجر بھائیوں کو دے رکھی ہیں تمہیں واپس کر دی جائیں اور بنو نضیر کی املاک مہاجرین میں تقسیم کر دی جائیں"

خزرج کے سردار حضرت سعدؓ بن عبادہ اور اوس کے سردار حضرت سعدؓ بن معاذ نے عرض کیا "یا رسول اللہ ﷺ جو اموال ہم نے اپنے مہاجر بھائیوں کو دے رکھے ہیں وہ بھی انہی کے پاس رہنے دیں اور بنو نضیر جو اموال چھوڑ گئے ہیں وہ بھی ہمارے مہاجر بھائیوں میں ہی تقسیم فرمادیں"

"یا رسول اللہ ﷺ ہم اس پر خوش ہیں" سب انصار نے بیک زبان اس تجویز کی حمایت کی

رسول اللہ ﷺ نے ان کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کی "یا اللہ انصار پر رحمت فرما"

اللہ اور نبی ﷺ کا مال

یہودی اپنے باغوں کھیتوں اور بستیوں کے ویرانوں کے علاوہ پچاس زرہیں پچاس خود اور تین سو چالیس تلواریں اپنے پیچھے چھوڑ گئے تھے اللہ کے رسول ﷺ نے وہ ہتھیار جنگی ضروریات کے لئے ریاست کے اسلحہ خانے میں جمع کر دیئے اس جنگ میں قتال کا صرف ایک واقعہ پیش آیا تھا

جس میں یہودیوں کے شب خون مارنے والے دستہ کے کچھ افراد کو حضرت علیؓ حضرت ابودجانہؓ اور حضرت ابو سہلؓ بن حنیف نے قتل کیا تھا باقی انصار و مہاجرین میں سے کسی نے دشمن سے قتال نہیں کیا تھا نہ گھوڑے دوڑائے تھے نہ تلواریں اور نیزے چلائے تھے اس لئے یہودیوں نے جو کچھ بھی چھوڑا تھا وہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی ملکیت تھا مال غنیمت نہیں تھا اللہ کے رسول ﷺ نے انصار کے مشورہ سے وہ باغات اور زمینیں مہاجرین میں تقسیم کر دیئے انصار میں سے تلوار اور نیزے چلانے والے دونوں صحابہ حضرت ابو دجانہؓ اور حضرت ابو سہلؓ بن حنیف کو بھی یہودیوں کے چھوڑے ہوئے مال میں سے حصہ دیا۔(17) یہودیوں کے سردار ابن ابی الحقیق کی تلوار آپؐ نے حضرت سعدؓ بن معاذ کو عطا فرمائی یہ پہلا موقعہ تھا جب دشمن کی زمینیں اور باغات ریاست مدینہ کو حاصل ہوئے تھے اب تک کی لڑائیوں اور غزوات و سرایا میں منقولہ MOVABLE مال غنیمت ہی ہاتھ آتا رہا تھا اور ایسا بھی پہلی بار ہوا کہ تلواریں اور نیزے چلائے اور اونٹ اور گھوڑے دوڑائے بغیر دشمن کا غیرمنقولہ مال مسلمانوں کو حاصل ہو گیا تھا۔ اللہ کے رسول ﷺ نے بنو نضیر کی املاک کی تقسیم کے ذریعے مستقبل کے لئے رہنماء اصول متعین فرما دیئے۔

مدینہ سے ناچتے گاتے ہوئے نکلنے والے بنو نضیر تھوڑا فاصلہ ہی اکٹھے رہ سکے ان میں سے کچھ شام میں جریکو کی طرف چلے گئے اور کچھ خیبر میں اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ جابسے ان میں حُییِّ بن اخطب، سلام بن ابی الحقیق اور کنانہ بن صویرہ جیسے ان کے وہ سردار شامل تھے جن کی املاک خیبر میں بھی تھیں اور جن کی بغاوت سرکشی اور غرور کی وجہ سے ان کی ساری قوم کو ذلت اور رسوائی کا سفر اختیار کرناپڑا تھا۔

جزیرے نمائے عرب کی روایت کے مطابق بہت سے شعراء نے بنو نضیر کی بغاوت اور مدینہ سے اخراج کے بارے میں اشعار کہے ایسی بہت سی نظمیں اور اشعار ماخذوں میں محفوظ ہیں ان شعراء میں مسلمان بھی تھے۔ مشرک بھی اور یہودی بھی ان کے کلام میں سے کچھ یہ تھا۔(18)

ایک شاعر نے(19) بنو نضیر کے اخراج کے ذکر میں ان کے سردار کعب بن اشرف کے قتل کا بھی ذکر کیا تھا ایک یہودی شاعر سماک نے اس کے جواب میں کہا:

❁ ''اگر تم فخر کرتے ہو
اور تمہارے لئے یہ فخر ہی کی بات ہے
کہ تم اس روز کعب کے قتل کو نکلے

اور اسے قتل کردیا
تو تم نے ایسے شخص کو قتل کردیا
جس نے غداری نہیں کی تھی
کوئی عہد نہیں توڑا تھا
اور وعدہ خلافی بھی نہیں کی تھی
گردش زمانہ تمہارے اس
عادل اور منصف سے ضرور حساب لے گی
بنو نضیر اور ان کے حلیفوں کے قتل کا حساب
اور کھجور کے وہ درخت کاٹنے کا حساب
جن کے کاٹنے کا تصور بھی کوئی نہیں کرسکتا تھا
اگر میں مر نہ گیا
تو ایک دن
جسموں کو چیر دینے والی تلواروں اور نیزوں
کے ساتھ تمہاری طرف لوٹ کر آؤں گا
ایسے بہادروں کے لشکر کے ساتھ
جو اپنی حمیت کا دفاع کرنے والے
اور دشمن کو تباہ کرنے والے ہوں گے
ابوسفیان اور اس کی قوم بھی
اس لشکر کے ساتھ ہوں گے
وہ ابوسفیان جس کا ساتھ
قوم کو قوت عطاء کرتا ہے
جو ترج کا وہ شیر ہے
جو اپنے بیٹے کا محافظ ہے
اور اپنے شکار چیر پھاڑ کر
ہضم کرجاتا ہے"

حضرت کعبؓ بن مالک نے ایک طویل نظم کہی اس کا اختتامیہ ہے

❁ "بنو نضیر؟

وہ تو بدی اور برائی کی بلندی پر تھے

انہوں نے جرم کئے

اور برباد کرنے والے نے انہیں برباد کردیا

اس روز

جب اللہ کا رسول ﷺ

جو انہیں خوب پہچانتا تھا

ایک فوج کے ساتھ

ان کی طرف گیا تھا

اور اس کے ساتھی بہت جوش میں تھے

اس نے کہا

"تم پر افسوس ہے"

پھر اس نے انہیں امن پیش کیا

مگر انہوں نے انکار کردیا

ان کے اتحادی تو کذب اور فریب تھے

پس انہوں نے اپنے کرتوتوں کا مزا چکھ لیا

اور ان کے تین تین افراد کے لئے ایک ایک اونٹ تھا

اور وہ قینقاع کی راہ پر چلے گئے

اور انہوں نے تو اپنے گھروں اور کھجوروں کے باغوں

سے بھی بے وفائی کی تھی"

سماک نے حضرت کعبؓ بن مالک کی نظم کے جواب میں جو نظم کہی اس کا آخری حصہ یہ ہے:

❁ "قسم ہے تمہارے باپ کی

اور ہم سب کے باپ کی قسم

کعب پر آنے والی آفت

بنو نضیر کے لئے بھی آفت بن گئی

پس اگر ہم زندہ رہے تو

کعب کے بدلے میں
ہم تمہارے لوگوں کی ویسی ہی حالت کریں گے
جو روز عید قربانی کے جانوروں کی ہوتی ہے
ان پر نوچ کھانے والے گدھ مسلط ہوں گے
اور کوئی انہیں بچانے والا نہیں ہوگا
ہم انہیں ہڈیوں سے پار نکل جانے والی
تلواروں سے ذبح کریں گے
ایسی تلواروں سے
جو احد کے دن بہادر ابوسفیان نے تمہارے خلاف چلائی تھیں
اور اس روز کوئی تمہارا مددگار نہیں تھا"

حواشی / حوالہ جات

1- ابوالحسن علی ندوی، نبی رحمت" کراچی 1988ء صفحہ 222

2- اس روایت میں اس صحابی کا نام نہیں دیا گیا مگر ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری کے مطابق اس روایت کی سند صحیح ہے (صفحہ 130) اس روایت میں یہ بھی کہا گیا ہے کہ یہ سازش ظاہر ہو جانے کے بعد رسولؐ اللہ نے بنو نضیر کی بستی کا محاصرہ کیا تھا اور انہیں ریاست مدینہ کی حدود سے نکال دیا تھا. بعض دیگر روایات میں کہا گیا ہے کہ بنو نضیر کو غزوہ بدر کے بعد اور غزوہ احد سے پہلے مدینہ سے نکالا گیا تھا لیکن اکثریت نے ان روایات سے اتفاق نہیں کیا اور ابن اسحاق سے اتفاق کرتے ہوئے بنو نضیر کے محاصرہ کو غزوہ احد کے بعد کا واقعہ قرار دیا ہے خاص طور پر اس لئے بھی کہ چاہ معونہ کا حادثہ یقیناً" غزوہ احد کے بعد پیش آیا تھا اس وجہ سے اس روایت کے پہلے حصہ کا دوسرے سے تعلق ثابت نہیں ہوتا لیکن اگر اس کی سند درست ہے تو وقوعہ کی تاریخ کے اختلاف کے باوجود اسے درست تسلیم کرنا ہوگا سازش تو یہودیوں نے پہلے بھی کی تھی اس کے ظاہر ہونے کے بعد رسول اللہ نے ان کے خلاف کوئی اقدام کیا تھا یا نہیں یہ الگ بات ہے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی سازش کے وقت آپؐ نے یہودیوں کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی تھی لیکن جب ان کا رویہ تبدیل نہ ہوا اور دوسری بار پھر انہوں نے ویسی ہی سازش تیار کی تو رسول اللہ ﷺ کے لئے ان کے خلاف کارروائی کرنا ضروری ہو گیا تھا اور بعض راویوں نے اس پہلی سازش کا تعلق بھی دوسری سازش کے بعد کی کارروائی سے قائم کر دیا.

3- مستشرقین اس حقیقت کو بالکل ہی نظر انداز کر دیتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ ﷺ ریاست مدینہ کے سربراہ بھی تھے اور آپؐ ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے یہودیوں کو دیت میں حصہ ڈالنے کو کہنے ان کی بستی میں تشریف لے گئے تھے کیونکہ دستور مدینہ کی رو سے یہودی اس کے پابند تھے ماٰخذوں میں دی گئی. تفصیلات کو سامنے رکھا جائے تو صاف نظر آتا ہے کہ مسئلہ مسلمانوں کی غربت اور یہودیوں کی امارت اور دولت کا نہیں تھا جیسا کہ مستشرقین فرماتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ چونکہ مسلمان غریب تھے اور یہودیوں کے پاس دولت تھی اس لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہودیوں سے دیت کی ادائیگی میں مدد کرنے کا مطالبہ لے کر بنو نضیر کی بستی تشریف لے گئے تھے ماٰخذوں میں دی گئی تفصیلات کے مطابق رسولؐ اللہ نے یہودیوں کو دیت میں حصہ ڈالنے کو فرمایا تو انہوں نے فورا" جواب دیا تھا "اے ابو القاسم جو آپؐ چاہتے ہیں ہم وہی کریں گے آپؐ تشریف لائے ہم آپؐ پر قربان ہوں آپؐ تشریف رکھیں تاکہ ہم آپ کے لئے طعام حاضر کریں" (واقدی، مغازی الرسول، 276) اس کے بعد یہودیوں نے مشورہ کرکے آپؐ کے اوپر پتھر (چکی) گرانے کا فیصلہ کیا تھا ڈاکٹر محمد حمید اللہ صاحب نے لکھا ہے کہ "آپؐ نے انہیں اپنے معمولی وسائل کی طرف توجہ دلائی تھی اور معاہدے کی یاد دلائی تھی مگر یہودیوں نے ٹال مٹول کی اور انتظار کرایا" --- (رسول اللہ کی سیاسی زندگی، 260) ماٰخذوں کو اگر غور سے پڑھا جائے تو ٹال مٹول کہیں سے نہیں نکلتی اور نہ ہی معمولی وسائل والی بات ثابت ہوتی ہے اصل بات یہی تھی کہ آپؐ

یہودیوں کو دیت میں ان کا معینہ حصہ ڈالنے کے لئے کہنے بنو نضیر کی بستی تشریف لے گئے تھے۔

4- کیرن آرم سٹرونگ (KAREN ARMSTRONG) کا خیال ہے کہ بنو نضیر نے یہ سازش اپنے سردار کعب بن اشرف کے قتل کا بدلہ لینے کے لئے تیار کی ہوگی۔

(MUHAMMAD-A-BIOGRAPHY OF THE PROPHET-P194)

منٹگمری واٹ بھی یہودیوں کی اس سازش کو اس دور کے عرب کی روایات کے مطابق جائز قرار دیتے ہوئے اس کی وجہ کعب بن اشرف کے قتل کو قرار دیتا ہے۔ (MUHAMMAD AT MADINA-P:211)

5- بنو نضیر کے قریب ہی یہودیوں کے قبیلے بنو قریظہ کی بستی تھی وہ ان کے ہم مذہب بھی تھے اور حلیف بھی لیکن رسولؐ اللہ کے بنو نضیر کو مدینہ چھوڑ دینے کے حکم پر بنو قریظہ نے بنو نضیر کی کوئی حمایت نہیں کی تھی ماخذ سے یہ بھی ظاہر نہیں ہوتا کہ بنو قریظہ نے رسولؐ اللہ سے اپنے ہم مذہب بنو نضیر کے لئے معافی کی ہی کوئی درخواست کی ہو آخر اس کی وجہ کیا تھی؟ بنو قریظہ بنو نضیر کے حلیف تھے اور صدیوں سے ان کے پڑوس میں آباد تھے عرب کی روایت تو یہ تھی کہ کوئی قبیلہ اور فرد اپنے حلیف کو تنہا نہیں چھوڑتا تھا خواہ کتنی بڑی جانی اور مالی قربانی دینا پڑے بنو قریظہ مذہب کے تعلق کو بھی بھول گئے اور مسلمہ عرب روایت کا بھی پاس نہ کیا آخر اس کا سبب کیا ہوا؟ عرب میں عہد اور معاہدہ کی بھی بڑی سختی سے پابندی کی جاتی تھی بنو قریظہ جانتے تھے کہ ان کے ہم مذہب حلیفوں نے دستور مدینہ کی پابندی کے عہد کو کس طرح توڑا تھا اور عہد کرنے کے بعد کس کس انداز میں اسلام اور ریاست مدینہ کے خلاف سازشوں میں مصروف رہے تھے اسی وجہ سے ان کے پاس بنو نضیر کی حمایت اور سفارش کا کوئی اخلاقی اور اصولی جواز نہیں تھا اس لئے خاموش اور غیر جانبدار رہنا ان کی مجبوری تھی۔

6- کیرن آرم سٹرونگ کا خیال ہے کہ عبداللہ بن ابی بن سلول نے سمجھا کہ اس کے لئے رسولؐ اللہ سے بدلا لینے کا یہ سب سے اچھا موقعہ ہے اسی لئے اس نے یہودیوں کو اکسا کر مسلمانوں سے ٹکرا جانے پر آمادہ کیا تھا۔

(MUHAMMAD - A - BIOGRAPHY OF THE PROPHET. P:194)

7- ڈاکٹر محمد حمید اللہ نے تاریخ مدینہ اوردیگر مآخذوں کے حوالے سے لکھا ہے کہ یہودیوں کے پتھر گرا کر اور اس طرح کے طریقوں سے اپنے مخالفوں کو ختم کرنے کے اور بھی واقعات کا ذکر ملتا ہے۔ (رسول اللہ کی سیاسی زندگی' صفحہ 260)

8- محمد حسین ہیکل' حیات محمدؐ' الفیصل پبلشرز لاہور' صفحہ 487

9- ایک روایت کے مطابق کے یہ کمان روم لکڑی کا نہیں بلکہ چمڑے کا بنا ہوا تھا۔

10- ایک روایت کے مطابق آپؐ نے محاصرہ کرنے والے لشکر کی کمان اس رات حضرت علیؓ کے سپرد فرمائی تھی لیکن اگر حضرت علیؓ اس لشکر کے علمبردار تھے تو کماندار کسی اور کو ہونا چاہیے تھا۔

11- ڈاکٹر محمد حمید اللہ' رسول اللہؐ کی سیاسی زندگی' صفحہ 261

12- ڈاکٹر اکرم ضیاء العمری (AKRAM DIYA,AL - UMARI) کے بقول بنو نضیر کی بستی کا محاصرہ

کرنے کے بعد رسول اللہؐ نے انہیں کہا تھا کہ وہ نئے سرے سے امن کا معاہدہ اور اس کی پابندی کا عہد کریں لیکن بنو نضیر نے ایسا کرنے سے انکار کردیا تھا اس کے بعد وہ سارا دن دونوں فریقوں کے درمیان لڑائی ہوتی رہی تھی اگلے روز رسول اللہ ﷺ گھوڑ سواروں کے ایک دستہ کے ہمراہ بنو قریظہ کی بستی تشریف لے گئے تھے اور انہیں اسی قسم کے نئے معاہدے کے لئے کہا تھا اور بنو قریظہ نے رسولؐ اللہ سے نئے سرے سے امن کا معاہدہ کرکے اس کی پابندی کاعہد کیا تھا اور رسولؐ اللہ نے وہاں سے واپس آ کر بنو نضیر کی بستی کا محاصرہ پھر سے کرلیا تھا۔

(MADNIAN SOCIETY AT THE TIME OF THE PROPHET P: 132)

13- مختلف سیرت نگاروں اور مفسرین نے رسولؐ اللہ کی طرف سے یہودیوں کے کھجور کے باغات میں سے کچھ درخت کاٹ دینے کے حکم کی مختلف توضیحات پیش کی ہیں بعض کا کہنا ہے کہ یہودی ان گنجان باغات میں چھپ کر مسلمانوں پر حملہ کرسکتے تھے لیکن وہ اس وقت کی میدانی صورتحال کو سامنے نہیں رکھتے یہودی کئی روز سے محصور تھے وہ اپنے مکانات گرا گرا کر بستی کے اندرونی حصوں میں منتقل ہوتے جا رہے تھے اور دوسری رات کی شب خون مارنے کی ناکام کوشش کے بعد انہوں نے بستی سے باہر آنے کی جرات نہیں کی تھی اس لئے اب ان کے لئے ان باغوں میں چھپنے اور وہاں سے حملہ کرنے کا موقعہ نہیں رہا تھا اگر ایسا ہوسکتا تو وہ محاصرہ کے ابتدائی دنوں میں ہی ایسا کرتے اور اگر یہ خطرہ ہوتا تو رسولؐ اللہ شروع میں ہی اردگرد کے سارے باغات کاٹ دینے کا حکم دے دیتے اس مرحلہ پر بھی آپؐ نے سارے باغ صاف کر دینے کا حکم نہیں دیا صرف کچھ درخت کاٹ دینے کا حکم دیا تھا تاکہ یہودیوں کو احساس ہوجائے کہ مسلمان ان کے سارے درخت بھی کاٹ سکتے ہیں اور ان درختوں کو بچانے کے لئے وہ بستی سے باہر نکل کر کھلے میدان میں لڑائی پر مجبور ہوجائیں اور اگر وہ اپنے میں ایسا کرنے کی طاقت نہ پاتے ہوں تو کوئی معاملہ طے کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ یہودیوں کو امید تھی کہ اگر انہیں بستی اور مدینہ چھوڑنا پڑ بھی گیا تو قریش مکہ کے ساتھ مل کر وہ ریاست مدینہ کو ختم کرنے میں کامیاب ہوجائیں گے اور واپس آکر اپنے باغات پر پھر سے قبضہ کرسکیں گے اس لئے جب آپؐ نے ان کے باغات سے درخت کاٹ دینے کا حکم دیا تو وہ فوراً" مدینہ سے اخراج پر تیار ہوگئے تاکہ ان کے باغات بچ جائیں لیکن مدینہ سے اخراج کے بعد بنو نضیر کی اکثریت تو شام چلی گئی تھی ان میں سے بہت تھوڑے خیبر گئے تھے اگر واقعی ان سب کو یقین تھا کہ قریش مکہ کی مدد سے وہ ریاست مدینہ کو ختم کردیں گے اور واپس آکر اپنے باغات پر پھر سے قبضہ کر سکیں گے تو ان سب کو خیبر جانا چاہئے تھا اور سب کو اپنے منصوبے کے مطابق قریش مکہ کے ساتھ مل کر ریاست مدینہ کے خلاف کارروائیوں میں شامل ہونا چاہئے تھا مگر بعد کے واقعات نے ثابت کردیا کہ بنو نضیر کے وہی سردار اور لوگ قریش مکہ کے ساتھ ریاست مدینہ کے خلاف سازشوں اور کارروائیوں میں شامل ہوئے جو خیبر منتقل ہوگئے تھے شام کی طرف چلے جانے والی اکثریت میں سے کسی نے ایسی کوئی سرگرمی نہیں دکھائی تھی۔

روایات میں ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے درخت کاٹنے کا حکم دیا تو یہودیوں کے سردار حُیَیّ بن اخطب نے آپؐ کے پاس پیغام بھجوایا کہ آپؐ تو درخت کاٹنے سے منع فرمایا کرتے تھے اب آپؐ نے

پھلدار درخت کاٹنے کا حکم کیوں دیا ہے؟ تو رسول اللہ ﷺ نے جواب میں فرمایا تھا "تاکہ اس سے تمہاری آنکھیں کھل سکیں اور تم جنگ کی آگ بھڑکا کر اپنی قوم کو اس میں جلا کر راکھ کردینے سے باز آجاؤ"

گویا رسول اللہ ﷺ نے درخت کاٹنے کا حکم اس لئے دیا تھا کہ یہودی آپؐ کے عزم کے بارے میں کسی غلط فہمی میں نہ رہیں اگر لڑنا ہے تو درخت اور باغات بچانے کے لئے باہر نکل کر لڑیں اور اگر اس کی ہمت نہیں رکھتے تو معاملات طے کرنے پر آمادہ ہوجائیں بقول واقدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو "شدت غیظ و غصے میں لانے کے لئے" درخت کاٹنے کا حکم دیا تھا۔

اور پھر ایسا ہی ہوا دس بارہ درخت ہی کٹے ہوں گے کہ یہودیوں نے مدینہ سے چلے جانے پر آمادگی ظاہر کردی کیونکہ ان میں بستی سے باہر نکل کر لڑنے کی طاقت نہیں تھی اور باہر سے کسی مدد کے آجانے کی کوئی امید نہیں رہی تھی رسول اللہ ﷺ کے اس منصوبے اور حکم سے جنگ کی آگ کے شعلے نہ بھڑک سکے اور اور حُیَیّ بن اخطب کی قوم بھسم ہوجانے سے بچ گئی۔

رسول اللہ ﷺ نے کتنے روز یہودیوں کا محاصرہ جاری رکھا اس بارے میں مختلف روایات ہیں واقدی نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ بیس راتیں یہودیوں سے لڑتے رہے۔ حضرت عائشہؓ صدیقہ کی روایت کے مطابق 25 دن محاصرہ جاری رہا۔ ابن کرع نے یہ مدت 23 دن لکھی ہے اور ابن ہشام نے چھ دن ابن سعد' بلاذی اور ابن کثیر کے بقول یہ مدت پندرہ روز تھی اور یہی درست معلوم ہوتی ہے۔

15- Martin Lings, Muhammad - His Life Based On The Earliest Sources, P: 204

16- ڈاکٹر محمد حمید اللہ' رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی' کراچی 1987ء' صفحہ 261

17- اکثر مفسرین اور سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے حضرت ابو دجانہؓ اور حضرت ابوسہلؓ بن حنیف کو ان کی غربت کی وجہ سے یہودیوں کے مال میں سے حصہ دیا تھا لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا انصار مدینہ میں صرف یہی دونوں صحابہ کرام غریب تھے؟ اور کوئی انصاری غریب نہیں تھا؟ اور اگر دونوں کو ان کی غربت کی وجہ سے رسول اللہ ﷺ نے حصہ دیا تھا تو باقی غریب انصاریوں کیوں حصہ نہ دیا گیا؟ اصل حقیقت یہی معلوم ہوتی ہے کہ حضرت ابودجانہؓ اور حضرت ابو سہلؓ بن حنیف کو اللہ کے رسولؐ نے اس وجہ سے بنو نضیر کے مال سے حصہ دیا تھا کہ انصار میں سے صرف ان دونوں نے ہی عملی قتال میں حصہ لیا تھا اور تلواریں چلا کر شب خون مارنے کے ارادے سے چھپے ہوئے دشمنوں میں سے کچھ کو قتل کردیا تھا اور باقی کو بھاگ جانے پر مجبور کردیا تھا۔

18- ہم نے اس کلام کا وہی حصہ منتخب کیا ہے جس سے بنو نضیر کے اخراج کی تاریخی اہمیت اور مختلف گروہوں کے ارادوں کا اندازہ ہوسکے طوالت سے بچنے کے لئے اس واقعہ سے متعلق سارے شعراء کا سارا کلام پیش نہیں کیا جارہا ہے۔

19- ابن اسحاق نے مذکورہ نظم حضرت علیؓ سے منسوب کی ہے لیکن ابن ہشام نے لکھا ہے کہ یہ نظم کسی اور مسلمان شاعر کی ہے وہ کہتے ہیں کہ "میں نے کسی ایک اہل علم کو بھی ان اشعار کو حضرت علیؓ کی

طرف سے منسوب کرنے والا نہیں پایا" اس نظم کی اندرونی گواہی بھی ابن ہشام کی حمایت میں جاتی ہے
حضرت علیؓ کا اندازبیان اور طریق اظہار ایسا نہیں ہو سکتا تھا جیسا اس نظم میں پایا جاتا ہے۔

تعمیری استحکام

ابن بوذخشاں کی آزادی

اصفہان کے قریب ''جیّ'' نام کا ایک گاؤں تھا اس گاؤں کے سردار کا نام ''بوذخشاں'' تھا وہ گاؤں کے آتش کدے کا مہتمم بھی تھا اس کا ایک بیٹا تھا جس کا نام مابہ تھا ایک روز مابہ اپنے والد کے کھیتوں کی طرف جا رہا تھا کہ عیسائیوں کے گرجا سے مناجات کی آواز سن کر اندر چلا گیا۔ اسے عیسائیوں کا عبادت کرنے کا طریقہ بہت پسند آیا اور وہ عیسائی ہو گیا باپ کو اپنے پیارے بیٹے کے عیسائی ہونے کا علم ہوا تو اسے بہت دکھ ہوا اس نے مابہ کے گھر سے باہر جانے پر پابندی لگادی اور اسے قید کردیا مابہ نے گرجا والوں کو پیغام بھیجا اور اپنی حالت کے بارے میں بتایا مگر وہ کیا کرسکتے تھے؟

عیسائیوں نے مابہ کو بتایا تھا کہ شام میں ان کا ایک بڑا مذہبی مرکز ہے جہاں ان کا بڑا راہب رہتا ہے مابہ اس کے پاس جانا چاہتا تھا ایک روز معلوم ہوا کہ شام کی طرف ایک قافلہ جانے والا ہے مابہ نے کسی طرح قید سے رہائی حاصل کرلی اور قافلہ میں جا شامل ہوا شام پہنچ کر اس نے بڑے پادری کو اپنی حالت اور خواہش کے بارے میں بتایا اور اس کے ساتھ رہنے لگا اس راہب کے مرنے کے بعد ایک اور پادری نے مابہ کی تربیت کی جب اس کا بھی آخری وقت قریب آگیا تو اس نے مابہ سے کہا کہ میرے بعد تم موصل چلے جانا پھر وہ موصل کے پادری کی نصیحت کے مطابق نصیبین پہنچا اور وہاں کے پادری سے عیسائیت کی تعلیم حاصل کرنے لگا پھر وہاں سے عموریہ کے بڑے راہب کے پاس چلا گیا۔ جب عموریہ کے راہب کا آخری وقت آیا تو مابہ نے کہا ''آپ کے بعد کہاں جاؤں''

"اے حق کے متلاشی بیٹے! میں تمہیں کیا بتاؤں. کوئی جگہ نہیں جہاں تجھے جانے کو کہوں ہاں اللہ کے آخری نبی کے مبعوث ہونے کا وقت قریب ہے. وہ صحرائے عرب میں آئے گا دین حنیف کو زندہ کرے گا اور کھجوروں والے شہر کی طرف ہجرت کرے گا اس کے دونوں شانوں کے درمیان مہر نبوت ہوگی وہ ہدیہ قبول کرلے گا لیکن صدقہ اس پر حرام ہوگا تمہیں اس نبی کا زمانہ میسر آجائے تو اس کی خدمت میں حاضر ہوجانا" عموریہ کے راہب نے مابہ کو ہدایت کی.

راہب کی موت کے بعد مابہ بنو کلب کے ایک قافلہ کے ساتھ عموریہ سے عرب کے لئے چل پڑا قافلہ والوں نے اسے ایک یہودی کے پاس غلامی میں بیچ دیا اس یہودی نے مابہ کو یثرب کے ایک یہودی کے پاس بیچ دیا جب رسول اللہ ﷺ مکہ سے ہجرت کرکے قباء پہنچے تو مابہ یہودیوں کے قبیلہ بنو قریظہ کے اسی یہودی کا غلام ہوتا تھا رسول اللہ ﷺ کی آمد کا سن کر آپؐ کی خدمت میں حاضر ہوگیا اور کچھ کھجوریں پیش کیں "یہ صدقہ قبول فرماویں"

رسولؐ اللہ نے کھجوریں محفل میں موجود حضرات میں تقسیم فرمادیں مگر خود ایک کھجور چکھی تک نہیں.

دوسرے روز مابہ نے کچھ کھجوریں حاصل کیں اور پھر رسولؐ اللہ کی خدمت میں حاضر ہوگیا "یہ ہدیہ قبول فرماویں"

رسولؐ اللہ نے کھجوریں قبول فرمالیں خود بھی کھائیں اور صحابہؓ کرام میں بھی تقسیم فرمائیں.

ایک روز رسول اللہ کسی جنازے کے سلسلہ میں جنّت البقیع گئے مابہ بھی وہاں پہنچ گیا رسولؐ اللہ ﷺ نے دو چادروں سے اپنے جسم کو ڈھانپ رکھا تھا مابہ کبھی ادھر جاتا کبھی ادھر حضورؐ کے کندھوں کے درمیان کچھ تلاش کرتا رسولؐ اللہ نے اپنی چادر کندھوں کے درمیان سے سرکا دی.

مابہ جھکا اور زار و قطار رونے لگا. اس نے راہب کی بتائی تینوں نشانیاں پالی تھیں اور مہر نبوت چومنا چاہتا تھا.

رسولؐ نے، اسے تھپکی دی اپنے پاس بٹھایا اور فرمایا "کیوں روتے ہو؟"

مابہ نے اپنی ساری کہانی سنائی اور بتایا کہ وہ کن کن مراحل سے گزر کر تلاش نبی میں کامیاب ہوا ہے.

مابہ نے اسلام قبول کرلیا.

رسولؐ اللہ نے اس کا نام بدل کر سلمان رکھ دیا اور فارس کا مابہ بن بوذخشاں مدینے کا سلمان فارسی ہوگیا.

غزوہ بدر کے بعد احد کی آزمائش آئی مگر سلمان فارسی اس میں بھی شامل نہ ہو سکا وہ مسلمان تو تھا مگر آزاد نہیں تھا بنو قریظہ کے یہودی کا غلام تھا. سلمان کو اس کا بہت دکھ تھا کہ وہ اللہ کی راہ میں جہاد میں حصہ نہیں لے سکتا وہ اپنے اس دکھ کا اظہار بھی کرتا ہوگا رسولؐ اللہ کو اس کے دکھ اور مجبوری کا علم تھا ایک روز آپؐ نے حضرت سلمان سے فرمایا "اپنے مالک سے معاوضہ طے کرکے آزادی حاصل کرلو" سلمان بہت خوش ہوئے رسولؐ اللہ کے ارشاد کے مطابق یہودی سے آزادی کا معاوضہ طے کرنے کی بات کی تو اس نے کہا میرے باغ میں کھجور کے تین سو نئے پودے لگا دو اور چالیس اوقیہ سونا دو تو میں تمہیں آزاد کردوں گا حضرت سلمان فارسی نے معاہدے طے کرلیا مگر اس پر عمل بہت دشوار تھا کھجور کے تین صد پودے خرید کر لانا ان کے لئے گڑھے کھودنا اور پھر انہیں لگانا بہت مشکل کام تھا یہودی نے سوچا ہوگا نہ یہ اتنے پودے لگا سکے گا نہ آزاد ہوسکے گا اور پھر چالیس اوقیہ سونا کہاں سے لائے گا؟

حضرت سلمانؓ نے رسولؐ اللہ کو یہودی سے طے کردہ شرائط کے بارے میں بتایا تو آپؐ نے صحابہ سے فرمایا "اپنے بھائی کی اسلام کے دشمن سے آزادی میں مدد کرو"

رسول اللہ کا حکم سنتے ہیں صحابہؓ کرام کھجور کے پودے جمع کرنے میں لگ گئے کوئی اپنے باغ سے پودے اٹھا لایا جس کا اپنا باغ نہیں تھا یا اس کے پاس کاشت کے لئے کھجور کے تیار پودے نہیں تھے وہ اپنی ہمت کے مطابق پودے خرید کر لے آیا دیکھتے ہی دیکھتے تین سو پودے جمع ہوگئے مسلمان مل کر گئے اور یہودی کے باغ میں تین سو گڑھے کھودے رسولؐ اللہ خود بھی وہاں تشریف لے گئے اور صحابہؓ کے ساتھ مل کر یہودی کی زمین میں نیا باغ لگادیا اہل ایمان کے اجتماعی تعاون اور ایثار کا یہ بہت بڑا کارنامہ تھا جس کے بارے میں یہودی نے کبھی سوچا تک نہ ہوگا اس کے بعد سونا بھی میسر آگیا رسولؐ اللہ نے چالیس اوقیا سونا حضرت سلمانؓ فارسی کو عطا فرمایا اور کہا "جاؤ اپنے آقا کی شرط پوری کرکے آزادی حاصل کرلو"

اس طرح ریاست مدینہ کے مسلمانوں نے ایک بھائی کو غلامی سے آزادی دلا دی.

تعلیم و تربیت نسواں

رسولؐ اللہ تبلیغ، ترغیب اور مثالی عمل سے اسلامی معاشرے کو اندرونی اور بیرونی خطرات اور آزمائشوں کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار کر رہے تھے. غزوات سے واپس آتے تو معاشرے کی بنیادیں مضبوط کرنے میں مصروف ہو جاتے. مسلمانوں کے دلوں پر اللہ کی حاکمیت تو قائم ہو چکی

تھی لیکن آپؐ کو تو اللہ کی زمین پر اللہ کی حاکمیت قائم کرنا تھی۔ ریاست مدینہ کو وسعت دے کر اللہ کی حاکمیت کو توسیع دینے کا مشن آپؐ کے ذمے تھا اس کی تکمیل کے لئے افراد ملت کے باہمی تعلق کو تعاون اور ہمدردی کی بنیادوں پر استوار کرنا ضروری تھا۔ مسلمانوں کو نیکی اور تعاون کی بنیادیں فراہم کرنا مسلمانوں اور مدینہ کی ریاست کی حدود کے اندر رہنے والے مشرکوں اور یہودیوں کے درمیان تنازعات کو دور کرنا بازار کے پیمانوں اور خرید و فروخت کے امور کی اصلاح کھیتی باڑی اور لین دین کے پرانے طریقوں کو بدل کر اسلام کے عدل و انصاف اور تعمیری تعاون کے مطابق ڈھالنا رسول اللہ کے شب و روز انہی کاموں میں صرف ہوتے تھے۔ مردوں کو تو آپؐ خود تربیت دے رہے تھے۔ وہ آپؐ کے ساتھ نمازیں پڑھتے تھے قرآن سنتے تھے آپؐ کی محفل میں شریک رہتے تھے۔ سفر میں آپؐ کے عمل کا مشاہدہ کرتے تھے اور اگر کوئی بات پوچھنا ہوتی تھی تو بذات خود آپؐ سے پوچھ لیتے تھے لیکن کوئی بھی معاشرہ صرف مردوں پر ہی تو مشتمل نہیں ہوتا تھا اس میں خواتین بھی شامل ہوتی ہیں بچے بھی ہوتے ہیں عورتوں میں مائیں بہنیں اور بیٹیاں ہوتی ہیں بزرگ اور نوجوان خواتین ہوتی ہیں اور سب کے زندگی اور زندگی کے عمل کے دائرے یکساں ہونے کے ساتھ ساتھ الگ الگ بھی ہوتے ہیں خواتین کو جب تک معاشرے کی اصلاح اور تعمیر میں شریک نہ کیا جائے کوئی بھی معاشرہ ترقی نہیں کرسکتا جاہلیت کے عرب معاشرے میں پل کر جوان ہونے والی مسلم خواتین کو اسلام کی تعلیمات اور نجی اور گھریلو زندگی کے اسلامی اور احکامات سے آگاہ کرنا لازم تھا اور یہ کام خواتین ہی بہترین طریقے سے انجام دے سکتی ہیں جن سے خواتین اپنے ہر قسم کے معاملات پر بات کرسکتی ہیں رسولؐ اللہ نے معاشرے کو اسلامی اصولوں کے مطابق ڈھالنے کے لئے یہ فریضہ امہات المومنین کو سونپ دیا تھا مردوں کی تعلیم و تربیت کا ادارہ مسجد نبوی اور اس کے ساتھ "صُفَّہ" تھے تو مسلم خواتین کی تعلیم و تربیت کی درسگاہ مسجد نبوی سے ملحق امہات المومنین کے حجرے تھے مدینہ کی مسلم خواتین کو جب بھی کوئی مشکل پیش آتی تھی نجی زندگی میں عائلی معاملات میں یا کسی اور معاملے کے بارے میں تو وہ امہات المومنین کے ہاں حاضر ہوکر ان سے رہنمائی حاصل کیا کرتی تھیں اور امہات المومنین رسولؐ اللہ کے عمل اور تعلیمات کی روشنی میں ان کی رہنمائی فرمایا کرتی تھیں رسولؐ اللہ کو خواتین کے معاملات اور مشکلات سے آگاہ کرکے آپؐ سے رہنمائی حاصل کیا کرتی تھیں اور آپؐ کی رہنمائی کے مطابق خواتین کو تعلیم دیا کرتی تھیں احادیث و روایات کے اجتماعی سرمائے کا تجزیہ کیا جائے تو پتہ چلے گا کہ امہات المومنین کے حجرے کتنی بڑی درسگا تھے جہاں سے آپؐ کی وفات کے بعد بھی رشد و ہدایت کا مشن جاری

رہا تھا۔

امہات المومنین کا قبائلی، خاندانی اور معاشرتی پس منظر الگ الگ تھا اس اختلاف کی وجہ سے جزیرہ نمائے عرب کے بیشتر اہم گروہوں اور طبقوں کے رسم و رواج کا علم اس درس گاہ کی اساتذہ کے ہاں جمع ہو گیا تھا اپنی اپنی طبیعت اور مزاج کے اختلاف کی وجہ سے بھی امہات المومنین الگ الگ معاملات کے اساتذہ کی حیثیت رکھتی تھیں رسولؐ اللہ کی وفات کے بعد تو خلیفہ وقت تک دینی اور دنیاوی مسائل پوچھنے کے لئے اس درس گاہ سے رجوع کرنے لگے تھے لیکن آپؐ کی زندگی میں یہ ادارہ مسلم خواتین کی تعلیم و تربیت میں زیادہ سرگرم رہا اور معاشرے کو جاہلیت کے رسم و رواج کے بندھنوں سے نکال کر تعمیر اور پاکیزگی کی راہوں پر ڈالنے میں اہم کردار ادا کیا۔

اُمُّ المساکینؓ

رسولؐ اللہ کی ازواج مطہرات نے ایک روز آپؐ سے پوچھا "یا رسول اللہ اس دنیا کے بعد کی زندگی میں ہم میں سے کون سب سے پہلے آپؐ سے ملے گی؟"

رسولؐ اللہ نے فرمایا "جو تم میں سے زیادہ بڑے ہاتھ والی ہوگی"

چنانچہ آپؐ کی ازواج مطہرات ایک دوسری کی ساتھ اپنے ہاتھ ناپنے لگیں کہ کس کا ہاتھ سب سے لمبا ہے، لیکن حضرت زینب بنت خزیمہ کا انتقال ہوا تو معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھ سے رسولؐ اللہ کی مراد صدقہ اور خیرات کی زیادتی اور لمبائی تھی اور حضرت زینبؓ بن خزیمہ آپؐ سے نکاح سے پہلے بھی اس قدر خیرات کیا کرتی تھیں کہ لوگ انہیں ام المساکین کہا کرتے تھے اس کے بعد امہات المومنین صدقہ اور خیرات میں ایک دوسری سے آگے نکل جانے کی کوشش کرنے لگیں۔

حضرت زینب بنت خزیمہ ایک بڑے نجدی قبیلے عامر بن صعصعہ سے تعلق رکھتی تھیں ان کی شادی مکہ میں ہوئی تھی ان کے خاوند حضرت عبیدہؓ بن حارث غزوہ بدر میں شہید ہوگئے تو وہ اکیلی رہ گئیں حضرت عبیدہؓ کی ان سے کوئی اولاد نہیں تھی وہ اپنے قبیلے کے پاس بھی نہیں جا سکتی تھیں ان کا قبیلہ ابھی تک اپنے آبائی دین پر ہی تھا رسولؐ اللہ کی خواہش تھی کہ عامر بن صعصعہ والے مسلمان ہوجائیں تاکہ نجد میں فروغ اسلام کی راہ نکل آئے آپؐ نے حضرت زینب بنت خزیمہ کو نکاح کا پیغام بھیجا وہ راضی ہو گئیں لیکن رسولؐ اللہ ﷺ سے نکاح کے بعد چند ماہ ہی زندہ رہیں لیکن جتنا عرصہ زندہ رہیں خیرات اور صدقہ میں سب سے آگے رہیں رسول اللہ نے حضرت زینب کی نماز جنازہ خود پڑھائی۔ انہیں بقیع کے قبرستان میں دفن کیا گیا ابن سعد نے ان کی وفات کی

تاریخ ہجرت کے 29 ویں ماہ ربیع الثانی کے آخری ایام لکھی ہے۔ رسول اللہ کی ازواج مطہرات میں سے حضرت خدیجہؓ کے بعد حضرت زینب ام المساکین نے وفات پائی تھی۔

ابو سلمہؓ کی وفات

حضرت ابو سلمہؓ دو حوالوں سے رسول اللہ کے بھائی تھے وہ آپؐ کے پھوپھی زاد تھے ان کی والدہ برہ بنت عبدالمطلب آپؐ کی پھوپھی تھیں اور وہ آپؐ کے رضاعی بھائی بھی تھے ان کا نام تو عبداللہ تھا مگر وہ اپنی کنیت ابو سلمہ سے ہی جانے گئے حضرت ابوبکرؓ صدیق کے بعد ایک دو ہی دیگر افراد نے اسلام قبول کیا تھا جب حضرت ابو سلمہؓ مسلمان ہوئے تھے۔ ان کے ساتھ ہی ان کی بیوی اُمِّ سلمہؓ (ہند بنت ابی امیہ بن سہیل بن المغیرہ) بھی مسلمان ہوگئی تھیں حضرت ابو سلمہ کے سسر اور حضرت ام سلمہ کے والد قریش مکہ کے مخیر کے لقب سے مشہور تھے وہ جب کسی قافلہ کی قیادت کرتے تو سارے قافلہ والوں کے سفر کا خرچہ خود ادا کیا کرتے تھے جب وہ دونوں میاں بیوی مسلمان ہوگئے تو ان کے قبیلہ والوں میں ماتم کی صف بچھ گئی رسولؐ اللہ کے حکم پر انہوں نے اپنے قبیلہ والوں کے ظلم سے نجات حاصل کرنے کے لئے حبشہ کی طرف پہلی اور دوسری دونوں ہجرتوں میں شرکت کی تھی۔

دوسری ہجرت سے واپس آئے تو خاندان نے پھر ظلم شروع کردیا ابو سلمہؓ نے اپنی بیوی کو ساتھ لیا اور مدینہ کی طرف چل پڑے مگر سسرال والوں نے بیوی اور بچے کو چھین لیا تو حضرت ابو سلمہ اکیلے ہی مدینہ تشریف لے گئے ایک روایت کے مطابق وہ مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ آنے والے پہلے مسلمان تھے جب حضرت ام سلمہ کے خاندان والے انہیں اور ان کے بیٹے کو حضرت ابو سلمہ سے چھین کر لے جارہے تھے تو حضرت ابو سلمہ کے خاندان والوں نے حضرت ام سلمہ سے ان کا بیٹا سلمہ چھین لیا کہ یہ تو ہمارا بچہ ہے تم نے اپنی بیٹی چھین لی ہے تو ہم اپنا بچہ تمہیں کیوں دیں اس طرح تینوں بکھر گئے باپ مدینہ چلا گیا' ماں کو اس کے خاندان والے اپنے گھر لے گئے اور چھوٹے سے سلمہ کو اس کے والد کے خاندان والے ماں سے چھین لے گئے مگر اس آزمائش اور سختی میں بھی دونوں میاں بیوی اسلام پر قائم رہے۔

حضرت اُمِّ سلمہ صبح صبح گھر سے نکلتیں اور شام تک اس جگہ بیٹھی روتی رہتیں جہاں ان سے ان کا خاوند اور بیٹا جدا ہوئے تھے۔ ایک روز حضرت اُمِّ سلمہ کے ایک چچا زاد کا ادھر سے گزر ہوا تو وہ ان کی حالت دیکھ کر برداشت نہ کرسکا وہ ان کے خاندان والوں کے پاس گیا اور کہا "تم اس

مسکین پر کیوں ظلم کرتے ہو تم دیکھتے نہیں بیٹے اور خاوند کی جدائی میں اس کا کیا حال ہوگیا۔ ہے تمہیں اس ظلم اور زیادتی سے آخر کیا ملے گا؟ اسے چھوڑ دو"
حضرت ام سلمہ کے خاندان نے انہیں مدینہ جانے کی اجازت دیدی۔
حضرت ابو سلمہ کے خاندان والے بھی اس کے بچے کو واپس کرنے پر راضی ہوگئے۔
مگر مکہ سے مدینہ کے طویل سفر میں ساتھ کون دے؟
ان کا خیال ہوگا کہ اکیلی خاتون تو یہ سفر کرنہیں سکے گی۔
حضرت اُمِّ سلمہ نے اونٹ پر کجاوا رکھا اور بیٹے کو لے کر اکیلی مدینہ کی طرف چل پڑیں۔ مکہ سے دو تین میل باہر کعبہ کے کلید بردار عثمانؓ بن طلحہ نے دیکھا تو حیرانی سے پوچھا "بنت زاد الراکب (زاد سفر دینے والے کی بیٹی) کہاں جاتی ہو؟"
"اپنے خاوند کے پاس مدینہ جارہی ہوں" اُمِّ سلمہ نے جواب دیا
"کون ہے اس سفر میں تمہارے ساتھ؟"
"بخدا میرے اللہ کے سوا کوئی نہیں"
"خدا کی قسم میں تمہیں مدینہ پہنچاؤں گا" عثمان بن طلحہ نے کہا اور اونٹ کی مہار پکڑ کر چلنے لگا رات قریب آتی تو مقام منزل پر اونٹ بٹھا کر عثمان دور ہٹ جاتا ام سلمہ بچے کے ساتھ اونٹ سے اتر جاتیں تو وہ اونٹ سے ہودج اتار کر اسے درخت سے باندھ دیتا اور دور کسی درخت کے نیچے لیٹ جاتا صبح اونٹ پر ہودج ڈال کر پرے ہٹ جاتا ام سلمہ سوار ہوجاتیں تو مہار پکڑ کر چل پڑتا اسی طریق سے سفر کرتے ہوئے قباء کی بستی کے قریب پہنچ کر عثمان بن طلحہ نے کہا "اللہ کی برکت کے ساتھ اس بستی میں داخل ہو جاؤ تمہارا خاوند وہاں مقیم ہے"
طویل عرصہ کے بعد یہ خاندان پھر سے اکٹھا ہوگیا اور ثابت قدمی سے اسلام پر چلتا رہا۔
احد کے روز حضرت ابو سلمہؓ رسالت کے ان پروانوں میں شامل تھے جو نازک لمحات میں مشرکین کو رسول اللہ سے دور رکھنے کے لئے اپنے جسموں کو ڈھالیں بنا کر کھڑے ہوگئے تھے ابوسلمہ کے زخموں میں سب سے زیادہ مہلک بازو پر تیر کا زخم تھا ایک ماہ تک علاج سے زخم بظاہر مندمل ہوگیا تھا بنو اسد بن خزیمہ کے ڈاکوؤں کے خلاف لشکر بھیجنے کی ضرورت پیش آئی تو رسولؐ اللہ نے حضرت ابو سلمہؓ کو اس کا کماندار مقرر فرمایا مشرکین کے خلاف مہم میں اللہ نے کامیابی عطاء فرمائی لیکن بازو کا زخم پھر سے تازہ ہوگیا تیر کا زہر غیر محسوس انداز میں اندر ہی اندر پھیلتا رہا تھا ایک روز رسولؐ اللہ مزاج پرسی کے لئے ان کے ہاں تشریف لے گئے وہ تو اسی لمحہ کے منتظر تھے

روح سوئے جنت پرواز کرگئی رسول اللہؐ نے اپنے دست مبارک سے ان کی دونوں آنکھیں بند کیں اور فرمایا "جب انسان کی روح اٹھائی جاتی ہے تو اس کی آنکھیں اسے دیکھنے کے لئے کھلی رہ جاتی ہیں"

رسول اللہؐ نے خواتین کو ماتم سے منع کردیا اور فرمایا "یہ دعائے خیر کا وقت ہے کیونکہ میت کے قریب جو فرشتے ہوتے ہیں وہ دعا کہنے والوں کے ساتھ آمین کہتے ہیں"

آپؐ نے حضرت ابو سلمہؓ کے لئے دعا فرمائی: "خدایا اس کی قبر کو روشن اور کشادہ کر اور اسے نور سے بھر دے خدایا اس کے گناہوں کو بخش دے اور ہدایت والی جماعت میں اس کا درجہ بلند فرما"

جس روز حضرت ابو سلمہؓ سوئے جنت روانہ ہوئے وہ چوتھے ہجری سال کے چھٹے ماہ (جمادی الثانی) کی 3 تاریخ تھی۔

بہترین نعم البدل

حضرت ابو سلمہؓ ایک روز رسول اللہ ﷺ کی محفل سے گھر لوٹے تو بہت خوش تھے "رسول اللہ نے آج فرمایا کہ اگر کوئی مسلمان مصیبت میں مبتلا ہو اور وہ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرکے دعا کرے کہ "اے اللہ اس مصیبت میں میری مدد کر اور مجھے اس کا نعم البدل عطاء فرما تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا قبول فرما لیتے ہیں" انہوں نے حضرت ام سلمہؓ کو بتایا تھا

حضرت ام سلمہؓ کہتی ہیں کہ ابو سلمہؓ کی وفات کے صدمہ میں خدا کی طرف رجوع کرکے میں نے "اے اللہ میری مدد فرما اور بہتر نعم البدل عطا فرما" کی دعا تو کردی لیکن پھر خیال آیا "ابو سلمہؓ سے بہتر بدل تو کوئی نہیں"

لیکن اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی اور حضرت ابو سلمہؓ کی وفات سے دکھی مسلمان ان کے بیوی بچوں کے بارے میں سوچنے لگے انہوں نے اپنے پیچھے ایک بیوہ اور چار بچے چھوڑے تھے دو بیٹے اور دو بیٹیاں بچے سارے ہی ابھی چھوٹی عمر کے تھے کوئی قریبی عزیز بھی ایسا نہ تھا جو بچوں کا دنیاوی سہارا بن سکے سب کے دل میں غم زدہ خاندان کے لئے ہمدردی تھی مگر کیا کرنا چاہیے؟ سب سوچتے تھے اس خاندان کی مدد سب کا دینی فرض بھی تو تھا عدت کی مدت پوری ہو چکی تو حضرت اُمّ سلمہ کو حضرت ابوبکرؓ صدیقؓ کی طرف سے نکاح کا پیغام موصول ہوا مگر انہوں نے انکار کردیا اس کے بعد حضرت عمر فاروقؓ نے نکاح کا پیغام دیا مگر حضرت اُمّ سلمہؓ نے ان سے نکاح کرنے سے بھی انکار کر دیا آخر رسول اللہ نے خود حضرت اُمّ سلمہ کو نکاح کا پیغام بھجوایا۔

حضرت اُمّ سلمہؓ نے جواب دیا "اس میں تین عذر ہیں ایک تو میں سخت غیور ہوں ایسا نہ ہو میرے منہ سے کوئی ایسی بات نکل جائے جو میری آخرت کی بربادی کا سبب بن جائے دوسرے میں بال بچوں والی ہوں تیسرے میری عمر بھی زیادہ ہے"

رسول اللہ ﷺ نے جواب دیا "جہاں تک غصے کا تعلق ہے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کروں گا۔ رہی عمر والی بات تو میں بھی تو عمر رسیدہ ہوں اور تیرے بچے تیرے ساتھ میرے گھر میں پرورش پائیں گے"

حضرت ام سلمہؓ کہا کرتی تھیں کہ رسول اللہؐ کی طرف سے پیش کش اور آپؐ کے ساتھ نکاح سے مجھے معلوم ہوا کہ اللہ نے ابو سلمہؓ سے بہتر نعم البدل دینے کی دعا کیسے قبول فرمائی تھی۔

رسول اللہ نے اپنے پھوپھی زاد اور رضاعی بھائی کے چاروں بچوں کی پرورش اپنے ذمہ لے لی اور بڑی محبت سے ان کی پرورش کی اللہ جسے چاہتا ہے جو کچھ چاہتا ہے عطاء کر دیتا ہے۔

حضرت حسینؓ کی پیدائش

رسول اللہ ﷺ کے ہر عمل ہدایت اور حکم کی بنیادی روح ایثار اصلاح اور باہمی ربط و تعاون ہوتی تھی شعبان 4 ہجری میں اللہ تعالیٰ نے آپؐ کی پیاری صاحبزادی سیدہ فاطمہؓ کو دوسرا فرزند عنایت فرمایا رسول اللہؐ کو اس عطاء کی خبر ملی تو آپؐ بہت خوش ہوئے سیدہ کے گھر تشریف لے گئے بچے کے دائیں کان میں اذان کہی گود میں لے کر کھجور چبائی اور بطور گھٹی نومولود کے منہ میں ڈالی بچے کا نام حسینؓ تجویز فرمایا اور اپنی بیٹی کو ہدایت کی کہ بچے کے سر کے بالوں کے وزن کے برابر چاندی صدقہ کی جائے اور عقیقہ کیا جائے سیدہ فاطمہؓ نے آپؐ کے حکم کی تعمیل کی رسول اللہ نے اللہ کی طرف سے عطاء پر بھی صدقہ اور ایثار کو رواج دیا نذرانے اور تحفے وصول کرنے کی روایت نہیں ڈالی اللہ کسی نعمت سے نوازے تو صدقہ سے غرباء کو اور عقیقہ سے دیگر مسلمانوں کو اس میں شامل کرنے کی روایت کو مستحکم کیا۔

بڑے گناہ کا خاتمہ

اسلام سے پہلے کے عرب معاشرے کی کوئی منزل نہیں تھی اس کے افراد کا کوئی اعلیٰ مقصد حیات نہیں تھا جب کوئی معاشرہ زوال کی اس منزل میں ہوتا ہے تو دنیاوی لذتیں اور آسائشیں ہی اس کے افراد کی زندگی کا محور و مرکز بن جاتی ہیں' لیکن جب کسی معاشرے کی منزل متعین

ہوجائے اور اس کے افراد اپنے مقصد حیات سے آگاہ ہوجائیں تو وہ خود اپنے اعمال کا جائزہ لینا شروع کردیتے ہیں مدینہ کے اسلامی معاشرے کے افراد کے ساتھ بھی کچھ ایسا ہی ہوا وہ اپنے آپ کا اپنے مقصد حیات سے موازنہ کرنے لگے اور سوچنے لگے کہ کیا ان کا کوئی عمل اس مقصد سے متصادم تو نہیں؟ قرآن کریم میں اہل ایمان کی اس سوچ کے بارے میں اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

❁ " وہ تم سے شراب اور جوئے کے بارے میں پوچھتے ہیں
کہہ دو ان دونوں میں بڑا گناہ ہے
اگرچہ ان میں لوگوں کے لئے کچھ منافع بھی ہے
لیکن ان کا گناہ
ان کے منافع سے بہت بڑا ہے" (219:2)

اسلام سے پہلے کے عرب معاشرے میں شراب نوشی عام تھی عیش و نشاط اور رقص و سرود کی محلبسوں میں شراب کے جام عام چھلکتے تھے مہمان نوازی کی کوئی تقریب شراب کے بغیر پوری نہیں ہوتی تھی اگرچہ کچھ لوگ شراب کے برے اثرات خاص طور پر اس کے نشہ میں مدہوش ہو کر اچھائی برائی میں تمیز کھو دینے اور اس کے اثر سے "عقل کے مارے جانے" کی وجہ سے اس دور میں بھی شراب کے قریب نہیں جاتے تھے لیکن ایسے لوگ بہت کم تھے اہل حیثیت اور اہل زر اکثر شراب پیتے تھے جن لوگوں نے اسلام قبول کرلیا تھا ان میں بھی کچھ ایسے لوگ موجود تھے لیکن جب توحید کا نشہ رنگ لانے لگا تو وہ شراب کے نشہ کے اثرات کے بارے میں سوچنے اور رسولؐ اللہ سے اس کے بارے میں احکام پوچھنے لگے۔

اسلام دین فطرت ہے انسان کا پیدا کرنے والا اس کی فطرت کا پیدا کرنے والا بھی تو ہے وہ برائیوں کو ترغیب تعلیم اور تربیت سے ختم کرتا ہے یکدم قطعی احکام نازل نہیں فرماتا اس لئے جب مسلمان شراب اور جوئے کے برے اثرات سے آگاہ ہوکر خود ہی اس کے بارے میں سوچنے اور اللہ کے نبی سے احکام پوچھنے لگے تو اللہ تعالیٰ نے پہلے مرحلے میں فرمایا کہ شراب نوشی اور جوا بہت بڑے گناہ ہیں اگرچہ اس کاروبار میں کچھ لوگوں کے لئے کچھ منافع بھی ہے لیکن گناہ اس منافع کی نسبت سے بہت بڑا ہے۔

پہلے مرحلہ میں اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوئے کو بڑا گناہ قرار دے دیا جو لوگ اللہ اور اس کے رسولؐ پر ایمان لائے تھے وہ گناہ کے قریب بھی نہیں جاتے تھے لیکن مدنی معاشرے میں ابھی تک با اثر اور اہل ثروت یہودی اور مشرک بھی باقی تھے با اثر اور اہل ثروت گروہوں کا اثر بھی

ہوتا ہے معاشرتی اور سماجی دباؤ بھی ہوتے ہیں حضرت عمر فاروقؓ اس دباؤ اور معاشرتی اثرات کو دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے شراب کے بارے میں واضح احکام اور ہدایت کی دعا کرتے رہتے تھے تب دوسرے مرحلہ میں اللہ تعالیٰ نے حکم دیا۔

- "اے لوگو جو ایمان لائے ہو
جنب تم نشہ کی حالت میں ہو
تو نماز کے قریب بھی نہ جاؤ
نماز اس وقت پڑھنا چاہئے
جب تم جانوں کہ تم کیا کہہ رہے ہو"۔ (43:4)

یہ بڑا سخت حکم تھا نماز دین کا ستون ہے ہر مسلمان کو دن میں وقت معین پر پانچ بار اللہ کے حضور کھڑا ہونا ہوتا ہے اللہ تعالیٰ نے شرط لگا دی کہ نشہ کی حالت میں کوئی مسلمان نماز نہیں پڑھ سکتا کیونکہ نشہ کی حالت میں آدمی کو معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کیا کہہ رہا ہے نماز تو دل سے اللہ کی حاکمیت کے اعتراف اپنی بندگی کے اظہار اور اللہ سے رہنمائی کی دعا ہے اس حکم کے آجانے سے شراب پینے اور شراب کی محفلوں میں شرکت کے مواقع بہت ہی محدود ہوگئے۔

پہلے مرحلے میں اللہ تعالیٰ نے خبردار کیا کہ شراب پینا بڑا گنا ہے دوسرے مرحلے میں اس گناہ کے مواقع محدود کر دیئے اور پھر قطعی طور پر شراب کو حرام قرار دے دیا۔

- "اے ایمان والو
یہ شراب اور جوا
اور یہ بتوں کی قربان گاہیں
اور تیروں سے فال نکالنا
یہ سب گندے شیطانی کام ہیں
ان سے بچتے رہو
تاکہ تم فلاح پاؤ
شیطان تو یہی چاہتا ہے
کہ شراب اور جوئے کے ذریعے سے
تمہارے درمیان دشمنی
اور نفرت پیدا کردے

اور تمہیں اللہ کی یاد اور نماز سے دور رکھے
تو کیا تم ان سے باز نہیں رہو گے؟
اور فرمانبرداری کرو اللہ کی
اور فرمانبرداری کرو رسولؐ کی
اور بچتے رہو (جوئے اور شراب سے)
اگر تم حکم عدولی کرو گے
تو جان لو کہ
ہمارے رسولؐ کا ذمہ
اس کے سوا کچھ نہیں
کہ وہ اللہ کا پیغام
واضح طور پر پہنچا دے
جو لوگ ایمان لائے ہیں
اور وہ نیک کام کرتے ہیں
انہوں نے اس سے پہلے
جو کچھ کھایا پیا تھا
اس کی وجہ سے ان کی گرفت نہیں ہو گی
بشرطیکہ جو چیزیں حرام کر دی گئی ہیں
آئندہ وہ ان سے دور رہیں
اور ایمان پر ثابت قدم رہیں
اور نیک کام کریں
اور جس جس چیز سے روکا جائے
اس سے رک جائیں
اور اللہ کا جو بھی حکم ہو اسے مانیں
اور خدا ترسی اور نیکی کا رویہ اپنائیں
اور اللہ نیکو کاروں کو دوست رکھتا ہے"۔ (5 : 90 تا 93)

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے شراب اور جوا حرام قرار دیئے اور ساتھ ہی بتوں کی قربان

گاہوں پر چڑھاوے چڑھانے اور ان کے تیروں سے فال نکالنے کو حرام قرار دیا اور فرمایا کہ یہ چیزیں اللہ کی یاد اور نماز سے دور رکھتی ہیں اور آپس میں دشمنی اور نفرت پیدا کرتی ہیں اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ شراب کی محفلوں میں بتوں کی قربان گاہوں پر چڑھاوے کا گوشت بھی کھایا جاتا تھا اور جوئے میں تیروں سے فال نکالنا بھی شامل ہوتا تھا جس سے آپس میں لڑائی جھگڑے بھی ہوجاتے تھے نشہ کی حالت میں آپس کے ایسے لڑائی جھگڑوں سے باہمی عداوت اور نفرت پیدا ہوجایا کرتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے اس حکم کے ذریعے ان ساری برائیوں کاخاتمہ کر دیا۔

یہ حکم غزوہ احد کے کچھ عرصہ بعد آیا جب منادی کرنے والے نے مدینہ میں اعلان کیا "لوگو سن لو اللہ تعالیٰ نے شراب حرام قرار دے دی ہے" تو جس کسی کے ہاتھ میں جام تھا اس نے جام زمین پر دے مارا جس کسی کے منہ میں شراب کا گھونٹ تھا اس نے تھوک کر کولی کرلی اور جس کسی کے گھر میں شراب کامٹکا تھا اس نے اٹھا کر گلی میں توڑ دیا اور شراب ذخیرہ کرنے کے چمڑے کے مشکیزے پھاڑ دیئے گئے یہ دلوں پر اللہ کی حاکمیت اور اللہ کے رسولؐ کی تربیت کا اثر تھا اس "کافر" کا جو حشر مدینہ اور اس کی بستیوں کی گلیوں اور بازاروں میں اس روز ہوا دنیا میں نہ اس سے پہلے کبھی ہوا تھا نہ اس کے بعد کبھی ہوا۔

اس طرح مدنی معاشرے کی تطہیر اور تعمیر کے مرحلے ایک کے بعد دوسرا مکمل ہورہے تھے اور دوسری طرف مکہ کے قریش ریاست مدینہ کے خلاف ایک اور جنگی کارروائی کے لئے مشرکین عرب اور یہودیوں کا ایک عظیم تر اتحاد قائم کرنے کی جدوجہد میں لگے ہوئے تھے اس جدوجہد میں انہیں مدینہ سے نکالے گئے یہودیوں کی رہنمائی بھی حاصل تھی اور ریاست مدینہ کے اندر رہنے والی عبداللہ بن ابی بن سلول کی جماعت کا در پردہ تعاون بھی۔

غزوہ نجد

احد کی آزمائش کے وقت سے رسول اللہ ﷺ ریاست مدینہ کے اندرونی استحکام اور بیرونی دشمنوں سے دفاع پر توجہ فرمارہے تھے بنو نضیر کا مدینہ سے اخراج دونوں حوالوں سے ایک اہم واقعہ تھا بنو قینقاع کے اخراج کے وقت ریاست کے اندر کے منافقوں کے سربراہ عبداللہ بن ابی بن سلول نے رسولؐ اللہ سے بنو قینقاع کے لئے سفارش کی تھی رسول اللہؐ کا دامن تھام کر ان کے لئے معافی کی درخواست کی تھی اور رسول اللہ نے اس کی درخواست قبول فرمائی تھی لیکن بنو نضیر کے اخراج کے وقت عبداللہ بن ابی بن سلول کو رسول اللہ ﷺ سے ایسی درخواست کی بھی

جرأت نہ ہو سکی تھی اس نے بنو نضیر کو ڈٹ جانے اور قلعے خالی نہ کرنے کا مشورہ تو دیا لیکن جب انہوں نے اس کے مشورے کے مطابق ریاست کے خلاف بغاوت کا اعلان کردیا تو عبداللہ بن ابی بن سلول ان کی کوئی مدد نہ کرسکا بنو نضیر دف بجاتے اور ناچتے گاتے ذلت اور رسوائی کی راہوں کی طرف چلے گئے مگر عبداللہ بن ابی بن سلول ان کے لئے کوئی درخواست بھی نہ کرسکا یہ ان کی اور اس کے مشرک اور منافق ساتھیوں کی کمزوری اور ریاست مدینہ اور اس کے حکمران گروہ کی قوت اور استحکام کا ثبوت ہے بیرون ریاست سے بھی بنو نضیر کی مدد کے لئے کوئی نہ آیا یہ ریاست مدینہ کی خارجہ پالیسی اور دفاعی کوششوں کی کامیابی کا ثبوت ہے اب ریاست کی حدود کے اندر ایک ہی غیر مسلم طاقتور گروہ رہ گیا تھا جو بقول حُیَیِ بن اخطب "محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے مکرو حیلہ کے ذریعے مدینہ ہی میں مقیم تھا"(1) یہ گروہ یہودی قبیلہ بنو قریظہ کا تھا جس نے بنو نضیر کی کوئی مدد نہیں کی تھی اور ایک بار پھر دستور مدینہ کی پابندی کا عہد دہرایا تھا۔ بنو نضیر کے اخراج سے ریاست کے اندر اور باہر کے دشمنوں کو اللہ کے نبیؐ اور اس کی امت اور ریاست کی قوت اور عزائم کے بارے میں کوئی غلط فہمی نہ رہی۔

احد کے میدان سے فرار کے وقت ابو سفیان نے اگلے سال بدر میں پھر سے مقابلے کا چیلنج دیا تھا رسول اللہؐ نے مشرکین مکہ کا وہ چیلنج قبول فرمالیا تھا ابوسفیان مکہ واپسی کے وقت سے بدر کے میدان میں مسلمانوں سے ایک اور معرکہ کی تیاریاں کررہا تھا قریش مکہ عرب کے ریگزاروں اور صحراؤں میں رہنے والے بدو قبائل کو ریاست کے خلاف متحد کررہے تھے ان کے دین اور بتوں کے لئے خطرہ کے نام پر انہیں ریاست مدینہ کے خلاف بھڑکانے میں مصروف رہتے تھے بنو نضیر کے اخراج کے کچھ عرصہ بعد رسولؐ اللہ کو خبر موصول ہوئی کہ نجد کے طاقتور قبیلہ بنی غطفان کے دو ذیلی قبیلے بنو محارب اور بنو ثعلبہ بدوؤں کو جمع کررہے ہیں اور ریاست مدینہ کی حدود میں چھاپہ مار کارروائی کا ارادہ رکھتے ہیں بنو محارب اور بنو ثعلبہ ایک ہی علاقے میں رہتے تھے ایک دوسرے کے پڑوسی ہونے کے علاوہ ان میں آپس میں خون کا رشتہ بھی تھا باہمی دوستی اور سیاسی ہم آہنگی بھی تھی دیگر قبائل کے مقابلے میں بنو محارب اور بنو ثعلبہ اور انمار ایک اکائی اور وحدت کے طور پر کام کرتے تھے۔ اسلامی ریاست کے بارے میں بھی ان کا طرز عمل یہی تھا(2) اور غزوہ ذوامر کی مہم بھی انہی قبائل کے خلاف تھی مگر اس مہم کے باوجود ان کا رویہ تبدیل نہیں ہوا تھا۔ ایک طرف قریش بدر میں ایک اور مقابلے کی تیاریاں کر رہے تھے اور دوسری طرف محارب اور ثعلبہ بدوؤں کا جتھا اکٹھے کر رہے تھے۔ بدر میں ایک اور مقابلے کا وقت بھی قریب آ رہا تھا چنانچہ

بنو محارب اور بنو ثعلبہ کو سبق سکھانے اور ان کی سرکشی دبانے کے لئے رسولؐ اللہ جمادی الاول کے شروع میں ایک لشکر لے کر ان کے علاقے کی طرف روانہ ہو گئے۔(3) رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے علاقے میں اندر تک گئے لیکن وہ سب حسب سابق منتشر ہو گئے اور پہاڑوں میں جا چھپے رسول اللہ کچھ عرصہ ان کے علاقے میں مقیم رہے اور پھر واپس مدینہ تشریف لے آئے۔

بنو نضیر کے اخراج کے بعد نجد کے دور دراز علاقے میں بنو محارب اور بنو ثعلبہ کے خلاف رسولؐ اللہ ﷺ کی اس کارروائی سے ریاست مدینہ کے دشمن مزید خوفزدہ اور محتاط ہو گئے اس سے قریش مکہ کی تیاریوں پر بھی اثرات مرتب ہوئے ریاست مدینہ کے اندر سے ان کے اتحادی بنو نضیر کا اخراج اور نجد کے ریگستانوں سے بنو محارب اور بنو ثعلبہ کے فرار سے قریش کی منصوبہ بندی میں خلاء پیدا ہو گیا۔

اللہ کے رسولؐ دور و نزدیک کے حالات پر نظر رکھتے تھے۔

بدر کا دوسرا غزوہ

چھوٹی سی ریاست مدینہ جو صرف بیس مربع میل پر محیط تھی، کرہ ارض پر واحد ریاست تھی جہاں اللہ کی حاکمیت قائم تھی جس کے ناظم اللہ کے رسولؐ تھے، جس کا حکمران گروہ ساری زمینوں پر اللہ تعالیٰ کی حاکمیت کے عملی قیام کے لئے یکسو تھا اور اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی کو جو مشن سونپا تھا اس کی تکمیل کے لئے سرگرم تھا اس مشن کی تکمیل اللہ تعالیٰ کا اپنا منصوبہ تھا اور اللہ تعالیٰ اس منصوبے کو خود آگے بڑھا رہے تھے اور سازگار حالات پیدا کر رہے تھے احد کے میدان سے فرار کے وقت مکہ کے قریش کے سردار اور ان کے لشکر کے کماندار ابو سفیان نے کہا تھا "ایک سال بعد بدر کے میدان میں ہمارا تمہارا مقابلہ ہو گا"

اللہ کے رسولؐ نے شرک کے سردار اور کماندار کا یہ چیلنج قبول فرمالیا تھا اور حضرت عمر فاروقؓ کو حکم دیا تھا "کہہ دو ہمیں تمہارا چیلنج قبول ہے"

جزیرہ نمائے عرب میں صدیوں سے یہ روایت چلی آتی تھی کہ دو فریقوں کے درمیان اگر کسی لڑائی کا کوئی فیصلہ نہیں ہوتا تھا تو ایک فریق آئندہ مقابلے کے لئے جگہ اور وقت کا تعین کر کے لڑائی ختم کر دیتا تھا اور دوسرا فریق اس چیلنج کو قبول کر لیتا تھا اور دونوں فریق نئے مقابلہ کی تیاریوں میں مصروف ہو جاتے تھے اور جزیرہ نماء کے طول و عرض میں ریگستانوں اور صحراؤں میں رہنے والے سب قبائل کو علم ہو جاتا تھا کہ فلاں وقت فلاں جگہ پر فلاں فلاں کے درمیان لڑائی

ہوگی ان میں سے اگر کوئی ایک فریق مقررہ وقت پر مقررہ جگہ پر لڑائی کے لئے نہیں پہنچتا تھا تو اسے اس کی کمزوری اور شکست تسلیم کر لیا جاتا تھا۔ اللہ کے رسولؐ بدر کے میدان میں ایک بار پھر مکہ کے قریش سے مقابلے کی تیاریوں میں مصروف تھے مسلمان انصار اور مہاجرین سب اس وقت کا انتظار کر رہے تھے تاکہ اللہ کی نصرت سے وہ مکہ کے قریش کو ایک فیصلہ کن شکست دے کر ان کی قوت اور پراپیگنڈہ کا پول کھول دیں اور اللہ کے دین کے فروغ کی راہ ہموار ہو جائے لیکن جیسے جیسے مقابلے کا وقت قریب آرہا تھا ابو سفیان کا عزم اور حوصلہ متزلزل ہوتے جا رہے تھے جنگ احد کے بعد سے تو وہ اپنی کامیابی کے جھوٹے پراپیگنڈہ کے ذریعے قریش کی شہرت کو سہارا دیتا آرہا تھا لیکن اب وہ سوچنے لگا کہ اگر بدر کے میدان میں قریش کو ایک اور شکست کا سامنا کرنا پڑ گیا تو کیا ہوگا؟ اس سے تو قریش کی رہی سہی شہرت اور وقار بالکل ہی خاک میں مل جائیں گے ابو سفیان کو رسولؐ اللہ کی تیاریوں کی خبریں موصول ہو رہی تھیں اس نے سہیل بن عمرو اور قریش کے دیگر سرداروں سے مشورہ کیا کہ انہیں کیا کرنا چاہیے اگر وہ وقت مقررہ پر مقابلے کے لئے نہیں جاتے تو اس سے ان کی بدنامی ہوگی اور اگر جاتے ہیں تو یقین نہیں کہ انہیں فتح ہی ہوگی(4) سوچ بچار کے بعد انہوں نے ایک منصوبہ تیار کیا یہ منصوبہ تھا مسلمانوں اور اہل مدینہ کو قریش مکہ کی زبردست تیاریوں اور بہت بڑا لشکر جمع کرنے کی خبر پہنچا کر خوفزدہ کرنے کا انہوں نے سوچا کہ اگر اس خبر اور پراپیگنڈہ سے مدینہ کے مسلمان خوفزدہ ہوجائیں اور اللہ کے رسولؐ وقت مقررہ پر لشکر جمع کر کے بدر کے میدان میں نہ آسکیں تو اس سے وہ لڑائی سے بھی بچ جائیں گے اور بدنامی سے بھی۔

قریش نے اس مقصد کے لئے قبیلہ غطفان کی شاخ اشجع کے ایک شخص نعیم بن مسعود کی خدمات حاصل کرنے کا فیصلہ کیا نعیم بڑا ہوشیار اور بیدار مغز نوجوان تھا وہ بہادر بھی تھا اور چرب زبان بھی وہ باتوں اور چالوں سے حالات کا رخ بدل دینے کی وافر صلاحیت رکھتا تھا مدینہ کے یہودیوں خاص طور پر بنو قریظہ سے اس کے بہت گہرے تعلقات تھے وہ شوقین اور رنگین مزاج تھا اور مدینہ کے یہودیوں کے ہاں گانے اور عیش و عشرت کی محفلوں میں شرکت کرنے جایا کرتا تھا ان محفلوں میں وہ خوب دولت لٹایا کرتا تھا اس وجہ سے مدینہ کے لوگوں سے اس کی پرانی اور گہری شناسائی تھی(5) ان خصوصیات اور تعلقات کی وجہ سے وہ اس کام کے لئے سب سے موزوں شخص تھا۔ وہ قریش کے سردار سہیل بن عمرو کا دوست بھی تھا ابوسفیان نے اپنا سارا منصوبہ اسے سمجھایا اور کہا کہ اگر وہ مسلمانوں کو خوفزدہ کردے اور وہ بدر میں نہ آئیں تو وہ اسے بیس اونٹ

انعام دے گا بلکہ ابوسفیان نے بیس اونٹ سہیل بن عمرو کے حوالے بھی کردیئے نعیم راضی ہوگیا تو ابوسفیان نے سفر کے لئے اسے ایک تیز رفتار اونٹ بھی دیا یہ ظاہر کرنے کے لئے وہ مکہ عمرہ کرنے گیا تھا نعیم نے اپنے سر کے بال منڈوا لئے تاکہ مدینہ کے لوگوں کو کوئی شبہ نہ ہو۔

نعیم بن مسعود کو ابوسفیان اور قریش کے دیگر سرداروں نے مدینہ روانہ تو کردیا لیکن اس بات کا کیا یقین تھا کہ وہ اپنے منصوبہ میں کامیاب بھی ہوجائے گا ابوسفیان اور اس کے ساتھی اہل توحید کے جوش جہاد اور قوت ایمانی کا مشاہدہ کرچکے تھے احد کے میدان میں وہ دیکھ چکے تھے کہ مسلمان اللہ کے دین اور اس کے رسولؐ کے لئے کس طرح جانیں قربان کرتے ہیں اگر نعیم ناکام ہوگیا تو پھر کیا ہوگا؟ بدر کے میدان میں ایک اور لڑائی سے بچنے کا تو قریش پہلے ہی فیصلہ کرچکے تھے مکہ کے عام لوگوں اور ارد گرد کے بدو قبائل کو مطمئن کرنے کے لئے ابوسفیان اور اس کے ساتھی لشکر تیار کرنے لگے تاکہ کوئی یہ نہ کہے کہ قریش تو شروع ہی سے مقابلے سے فرار کا پروگرام رکھتے تھے۔

مدینہ پہنچتے ہیں نعیم بن مسعود نے قریش مکہ کی قوت اور تیاریوں کے چرچے شروع کر دیئے کبھی وہ یہودیوں کے درمیان بیٹھ کر کہتا کہ قریش نے اس بار بہت زبردست لشکر جمع کیا ہے ان کے پاس بہت زیادہ ہتھیار ہیں ان کے جوش و جذبہ سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ اس بار مسلمانوں کاصفایا کردینا چاہتے ہیں وہاں سے اٹھ کر وہ منافقین اور مشرکین کے پاس جاتا اور قریش مکہ کی جنگی مہارت اور خطرناک چالوں کی فرضی کہانیاں سنا سنا کر مسلمانوں کے لئے منتظر خطرات کی تصویر کشی کرتا انصار اور مہاجرین کی محفلوں میں نعیم قسمیں اٹھا اٹھا کر کہتا کہ قریش بدر کے میدان میں ایک بھی مسلمان کو زندہ نہیں چھوڑیں گے بات کا بتنگڑ بنانے کا ماہر تو وہ تھا ہی چند ہی دنوں میں اس کے پراپیگنڈے کا اثر دکھائی دینے لگا یہودی منافق اور مشرک اس کی باتوں اور قریش کی تیاریوں سے بہت خوش تھے اور نعیم کی پھیلائی افواہوں کو اور بھی بڑھا چڑھا کر پیش کرنے لگے تھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی نعیم کی باتوں افواہوں اور لوگوں پر ان کے اثرات کی خبریں موصول ہوتی رہتی تھیں آپؐ بدر کے لئے لشکر کی تیاریوں میں مصروف رہے اور اپنے عزم اور ارادے کو ظاہر کرنے اور یہودیوں منافقوں اور نعیم کے پراپیگنڈہ کے اثرات زائل کرنے کے لئے رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔

- "قسم ہے اس ذات کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے
  میں ان کے مقابلے کے لئے ضرور جاؤں گا

خواہ میرے ساتھ ایک بھی شخص نہ ہو"

رسول اللہ کے اس ارشاد سے اہل توحید میں نیا جوش و ولولہ پیدا ہو گیا(6) اور وہ قریش مکہ سے ایک اور لڑائی کی تیاریوں میں مصروف ہو گئے یکم ذیلقعد(7) کو جب رسولؐ اللہ بدر پہنچے تو آپؐ کے ساتھ پندرہ سو صحابہؓ کرام تھے آپؐ کے علاوہ حضرت ابوبکرؓ صدیق' حضرت عمرؓ فاروق' حضرت ابو قتادہؓ، حضرت مقدادؓ بن اسود' حضرت عبادؓ بن بشر حضرت سعیدؓ بن زید، حضرت زبیر بن عوام اور حضرت حبابؓ بن مندر کے پاس بھی سواری کے لئے گھوڑے تھے بدر کے پہلے معرکہ میں آپؐ کے ساتھ تین صد تیرہ مجاہدین تھے احد میں لڑنے والے مسلمان سات سو کے قریب تھے اور اب ایک ہی سال بعد آپؐ کے ساتھ پندرہ سو مجاہدین پر مشتمل لشکر تھا جو اسلامی ریاست کی بڑھتی ہوئی قوت اور اہل توحید کے بے مثل جوش جہاد کا ثبوت تھا آپؐ نے مدینہ میں حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ کو اپنا نائب مقرر فرمایا(8) یعنی رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی بن سلول کے بیٹے عبداللہ کو اور اسلامی لشکر کا علم حضرت علیؓ کے سپرد کیا۔

یکم ذیلقعد کو ہر سال بدر کے مقام پر تجارتی میلہ لگتا تھا یہ میلہ ایک ہفتہ جاری رہتا تھا عرب کے دور دراز علاقوں سے لوگ اپنا مال بیچنے اور ضرورت کا مال خریدنے کے لئے اس میلے میں آیا کرتے تھے رسولؐ اللہ نے صحابہؓ کرام کو اجازت دیدی تھی کہ وہ بھی مال تجارت ساتھ لے لیں تاکہ بدر کے میلے میں فروخت کرسکیں۔

بدر میں ایک بدو قبیلہ بنو ضمرہ کا سردار مخشی بن عمرو رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس کے قبیلے نے غزوہ ودان کے وقت رسول اللہ سے معاہدہ کر لیا تھا۔ مخشی بن عمرو نے پوچھا "اے محمد (ﷺ) کیا آپ مکہ کے قریش کے ساتھ جنگ کرنے آئے ہیں؟"

رسول اللہ نے فرمایا "ہاں ہم قریش سے لڑائی کے وعدہ پر آئے ہیں اگر تم قریش کے معاملے میں غیر جانبداری کا معاہدہ ختم کرنا چاہتے ہو تو کردو ہم تم سے بھی لڑائی کریں گے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان فیصلہ کردیں"

"واللہ اس کی ضرورت نہیں" مخشی نے جواب دیا اور اپنے قبیلے کی طرف واپس چلا گیا۔

اس نے رسول اللہ کا عزم اور اہل توحید کا جذبہ جہاد اپنی آنکھوں سے دیکھ لئے تھے۔

ابو سفیان دو ہزار کے لشکر جرار کے ساتھ مکہ سے روانہ ہوا اس کے ساتھ پچاس گھوڑ سواروں کا ایک دستہ بھی تھا قریش مکہ ایک سال سے مسلمانوں کے ساتھ لڑائی کی تیاریاں کر رہے تھے جزیرہ نمائے عرب کے سارے باسیوں اور قبائل کو علم تھا کہ قریش نے خود بدر کے میدان

میں لڑائی کا چیلنج دے رکھا ہے اس لئے جنگ کے لئے مکہ سے نکلنا قریش کی مجبوری تھی مکہ سے بدر کی طرف مراء لظہران کے مقام پر پہنچ کر قریش مکہ رک گئے وہ تو پہلے ہی خوفزدہ تھے کہ بدر کے میدان میں ایک اور شکست کا سامنا نہ کرناپڑ جائے اسی خوف کی وجہ سے انہوں نے نعیم بن مسعود کو مدینہ بھیجا تھا کہ وہ کسی طرح مسلمانوں کو بدر کی طرف سفر سے روک دیں لیکن نعیمؓ کو اس منصوبے میں کامیابی حاصل نہیں ہوئی تھی اور اس نے واپس جاکر قریش کو بتایا تھا کہ "مدینہ لڑنے والے مسلمانوں سے اس طرح کھچا کھچ بھرا ہوا ہے جس طرح انار دانوں سے بھرا ہوا ہوتا ہے" ابوسفیان اور اس کے ساتھی سوچنے لگے کہ اب کیا کریں رسول اللہؐ ایک فوج کے ساتھ بدر پہنچ گئے تھے قریش کو مسلمانوں کے لشکر کے بارے میں سب خبریں مل رہی تھیں۔

آخر ابوسفیان نے اپنا فیصلہ سنا دیا "اے گروہ قریش میں تو واپس جارہا ہوں جنگ خوش حالی اور شادابی کے زمانہ میں ہی جیتی جاسکتی ہے جب جانوروں کو سبز چارہ اور لڑنے والوں کو تازہ دودھ مل سکے خشک سالی کی وجہ سے آج یہ دونوں چیزیں ملنا(9) دشوار ہے اس لئے تم بھی میرے ساتھ مکہ واپس لوٹ چلو"

صفوان بن امیہ اسے روکتا رہا "یہ کیا کر رہے ہو؟ تم نے محمد (ﷺ) اور ان کے اصحاب کو جنگ کرنے کاچیلنج دے رکھا ہے اگر ہم اس چیلنج سے پھر گئے تو وہ تو شیر ہوجائیں گے"

ابو سفیان نے کسی کی بات نہ مانی اور لشکر سمیت وہاں سے ہی واپس مکہ چلے گیا۔

رسول اللہ ﷺ آٹھ روز تک قریش کے لشکر کا انتظار کرتے رہے مگر انہیں نہ آنا تھا نہ وہ مقابلے کے لئے آئے اہل توحید نے بدر کے بازار میں اپنا مال فروخت کیا اور دینی اور دنیاوی نفع کما کرواپس مدینہ آگئے رسول اللہؐ کی یہ بہت بڑی اخلاقی اور دنیاوی فتح تھی اور قریش مکہ کی بہت ہی بڑی اخلاقی اور دنیاوی شکست تھی جزیرہ نمائے عرب میں جنگ کا چیلنج دے کر اس سے پسپائی اختیار کرنا بہت بڑی پسپائی اور رسوائی سمجھی جاتی تھی جزیرہ نمائے عرب کی سب سے بڑی طاقت کی اس رسوائی اور پسپائی کے وہاں کے بدو قبائل پر بہت گہرے اثرات مرتب ہوئے رسول اللہؐ ایک بار پھر قریش کے مقابلے کے لئے بدر پہنچ گئے تھے بدو قبائل کو اللہ کے رسولؐ اور ریاست مدینہ کی قوت اور عزم کا اعتراف کرنا پڑا قریش مکہ کے اس فرار سے جزیرہ نمائے عرب کی تاریخ کاپلڑا مسلمانوں کے حق میں جھک گیا اور آنے والے واقعات پر اس کا بہت زیادہ اثر پڑا(10) اور عرب کے لوگ احد میں فتح کے قریش کے دعوؤں پر بھی شک کرنے لگے اور مکہ میں ابوسفیان کی بزدلی کی باتیں ہونے لگیں اہل مکہ اپنے سرداروں اور ان کے ساتھیوں کے بارے میں کہتے تھے کہ "یہ

لڑنے تو گئے ہی نہیں تھے یہ تو ستو پینے گئے تھے"

انہوں نے اپنے اس لشکر کا نام ہی "جیش السویق" یعنی ستو پینے والا لشکر رکھ دیا۔

حضرت عبداللہؓ بن رواحہ نے(۱۱) رسولؐ اللہ کے بدر میں پہنچ کر مشرکین کا انتظار کرنے اور قریش کے کماندار ابوسفیان کے وعدہ کے مطابق مقابلے کے لئے نہ آنے کے بارے میں کہا۔

"ہم نے ابو سفیان سے طے کیا تھا
کہ ہم اس سے بدر کے میدان میں ملیں گے
مگر ہم نے اسے وعدہ کا سچا نہیں پایا
میں قسم اٹھا کر کہتا ہوں
کہ اگر تو اپنے وعدہ کے مطابق
بدر میں ہم سے مقابلہ کرتا
تو اپنے عزیزوں سے محروم ہو کر
ذلت اور رسوائی کے ساتھ واپس جاتا
ہم وہ ہیں جنہوں نے
بدر میں عتبہ اور اس کے بیٹے کا جوڑ جوڑ الگ کر دیا تھا
اور ہم نے وہاں ابوجہل کا تڑپتا ہوا لاشہ چھوڑا تھا
اور تم نے اللہ کے رسولؐ کی نافرمانی کی
تف ہے تمہارے دین پر
اور تمہارے مذموم گمراہ کن طریق پر
سن لو!
خواہ تم میری مذمت ہی کرو
میں اعلان کرتا ہوں
کہ میرے اہل اور میرا مال
اللہ کے رسولؐ پر قربان ہونے کے لئے ہیں
ہم ان کی اطاعت کرتے ہیں
ان جیسا اور کوئی بھی نہیں
وہ اندھیری راتوں میں

راستہ دکھانے والا روشن ستارہ ہیں"

حضرت حسانؓ بن ثابت نے قریش مکہ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا:

❁ "ارض شام کی نہروں کو بھول جاؤ
اب ان کے اور تمہارے درمیان
تلواریں حائل ہیں
تلواریں جو کڑوے درخت چرنے والی
حاملہ اونٹنیوں کے دہن کی مانند ہیں
وہ تلواریں اللہ کی راہ میں ہجرت کرنے والوں
ان کے انصار
اور فرشتوں کے ہاتھوں میں ہیں
او جانے والے!
اگر ریتلی نشیبی وادی سے تیرا گزر ہو
تو وہاں کے رہنے والوں کو بتا دینا
کہ ان کے لئے یہ راستہ بند ہو چکا ہے
ہم بدر کے کنویں پر آٹھ راتیں منتظر رہے
ایسے لشکر کے ساتھ جو دور دور تک پھیل گیا تھا
جس کے ساتھ جسموں سے چمٹے ہوئے پیٹوں
پتلی کمر اور اونچے شانوں والے
بہت سے اونٹ تھے
تو دیکھے گا کہ وہاں پر
سال بھر کی پلی گھاس
ہمارے تیز رو اونٹوں کے پاؤں تلے
جڑوں تک نابود ہو گئی ہے
جستجو کے کسی سفر میں
اگر فرات بن حیان ہمارے ہاتھ آگیا
تو وہ مرگ کے ہاتھوں یرغمال بن جائے گا

اگر قیس بن امراء القیس ہمارے قابو آگیا
تو اس کا سیاہ چہرہ
سیاہ تر ہو جائے گا
او جانے والے
ابوسفیان تک میرا یہ پیغام پہنچا دینا
کہ تو بروں کا سردار ہے"

غزوہ دومتہ الجندل

جزیرہ نمائے عرب میں بت پرستوں اور ان کے بتوں کے قدم اکھڑ رہے تھے حرم کعبہ میں نصب بتوں کے مجاور روز بدر ذلیل و رسوا ہوئے آتشِ انتقام ٹھنڈی کرنے کے لئے بہت بڑا لشکر جمع کیا اور ریاست مدینہ پر چڑھائی کردی احد کے میدان میں اپنے خوابوں اور ارادوں کو دفن کرکے بھاگے تو سال نو میں مقام بدر پر نئے مقابلے کا چیلنج دے گئے رسولؐ اللہ آٹھ روز تک انتظار کرتے رہے مشرک لشکر جمع کرکے مکہ سے نکلے اور ستو پی کر واپس چلے گئے اللہ نے اپنے دین اور نبیؐ کی سارے عرب پر دھاک بٹھا دی دوست اور دشمن سب ریاست مدینہ کی قوت کا اعتراف کرنے لگے ابوسفیان نے احد کے میدان میں ہبل اور عزیٰ کی فتح کا جو تاثر دیا تھا وہ زائل ہوگیا دور و نزدیک جہاں کہیں سے بھی اہل شرک کے جمع ہونے کی خبر موصول ہوتی تھی رسولؐ اللہ برق رفتاری سے وہاں پہنچ جاتے تھے کسی ایک جگہ بھی مشرکوں کو اہل ایمان کے مقابلے کی جرات نہ ہوسکی اللہ کے نبی کی DEFENCE بذریعہ OFFENCE کی پالیسی بڑی کامیاب رہی تھی مگر اس OFFENCE میں بھی آپؐ نے صلح اور مصالحت کو پسند فرمایا جو بھاگ گیا اسے بھاگنے کا موقع دیا۔ مارنے کی بجائے ڈرانے کی پالیسی پر عمل کیا اللہ نے اپنے نبیؐ کی مدد کی اور ریاست مدینہ کے اندر اور قرب و جوار میں امن کی فضاء پیدا ہونے لگی

حرم کعبہ میں نصب بتوں کے مجاوروں کو اپنی رسوائی اور پسپائی کا دکھ تھا انہیں ریاست مدینہ کے استحکام کا بھی غم تھا وہ اپنے زخم چاٹ رہے تھے اور مدینہ پر ایک اور حملے کی تیاریاں بھی کررہے تھے ایسا کرنا ان کی سیاسی اقتصادی اور مذہبی مجبوری تھی رسول اللہؐ بھی مکہ کے مشرکوں کی متحدہ قوت کا مقابلہ کرنے کے لئے تیاری کر رہے تھے۔ بدر میں آٹھ روز قیام سے واپسی کے بعد اگلے سال کے تیسرے مہینے کے تیسرے عشرے تک آپؐ ان تیاریوں میں مصروف رہے اور

مسلمان اپنے روز مرہ کے کاموں میں مصروف ہوگئے مدنی مسلمان تو کھیتی باڑی اور باغبانی کیا کرتے تھے۔ یہ ان کے آبائی پیشے تھے قریش کا آبائی پیشہ تجارت اور کاروبار تھے مہاجرین نے مدینہ کے مسلم معاشرے کو معیشت کی ان نئی جہتوں سے واقف کیا رسولؐ اللہ کی ہجرت سے پہلے مدینہ میں کاروبار پر یہودیوں کاقبضہ تھا مدینہ میں جو چھوٹی موٹی تجارت ہوتی تھی وہ بھی یہودیوں تک ہی محدود تھی اگرچہ ہجرت کے فوراً ہی بعد مہاجرین نے خرید و فروخت اور تجارتی لین دین شروع کردیا تھا لیکن یہودیوں کے اخراج کے بعد مدنی معاشرے اور ریاست کی ضروریات پوری کرنے کے لئے اوریہودیوں کے چلے جانے سے پیدا ہونے والے معیشی خلاء کو پر کرنے کے لئے مدنی مسلمانوں کی تجارتی سرگرمیوں میں اضافہ ہو گیا تھا اور ان کے تجارتی قافلے شام اور فلسطین کی طرف جانے لگے تھے۔

شام اور فلسطین پر ان دنوں رومیوں کا قبضہ تھا رومی شہنشاہ جزیرہ نمائے عرب کے ریگستانوں اور صحراؤں کی اندرونی سیاست میں کھلے طور پر مداخلت نہیں کیا کرتے تھے لیکن اپنی سرحدوں سے ملحق عرب کے وسیع و عریض خطہ کے اندر پیدا ہونے والی تبدیلیوں سے قطعاً بے نیاز بھی نہیں ہوا کرتے تھے اپنی سرحدوں کے ساتھ ساتھ آباد عرب قبائل کو قابو میں رکھنے کے لئے انہوں نے وہاں پر چھوٹے چھوٹے نیم خود مختار اور آزاد عرب راجواڑے پیدا کرلئے تھے یہ راجواڑے صحراؤں اور ریگستانوں کے بدو قبائل کو رومی سلطنت کی حدود کے اندر داخل ہونے اور وہاں پر لوٹ مار کرنے سے باز رکھتے تھے اور عرب قبائل سے اپنے تہذیبی اور کاروباری تعلقات کو رومیوں کے دائرہ اثر کو وسعت دینے کے لئے استعمال کیا کرتے تھے رومی حاکموں کو جزیرہ نمائے عرب کی اندرونی تبدیلیوں کی رپورٹیں بھی یہی راجواڑے فراہم کیا کرتے تھے عرب میں رومیوں کے مفادات کے تحفظ کی ذمہ داری بھی انہی کی ہوتی تھی ان خدمات کے صلے میں رومی عرب علاقوں میں لوٹ مار اور مار دھاڑ کے ان کے حق اور آزادی کا احترام کیا کرتے تھے ان راجواڑوں کے علاقوں کا نظم رومیوں کے زیر قبضہ علاقوں جیسا نہیں تھا یہ کہا جاسکتا ہے کہ ان کے علاقوں میں عرب کے صحراؤں سے ذرا بہتر اور منظم قسم کا قبائلی نظام تھا۔

مکہ اور مدینہ سے شام کی طرف جانے والے تجارتی قافلے جس علاقے سے گزر کر رومیوں کے زیر قبضہ منڈیوں کی طرف جاتے تھے وہاں کے ایک عرب راجواڑے کا نام اکیدر بن عبدالملک تھا رومی حکومت کے زیر اثر ہونے کی وجہ سے اس کا مذہب بھی وہی تھا جو رومیوں کا سرکاری مذہب تھا' عیسائیت' رسولؐ اللہ کو بتایا گیا کہ اکیدر بن عبدالملک کے علاقے میں قبائلی مسلمان

تاجروں کو تنگ کرتے ہیں اور ان کے قافلے لوٹ لیتے ہیں۔(12) جزیرہ نمائے عرب کے اندر بہت بڑی تبدیلی کی بنیاد پڑ چکی تھی صدیوں سے مکہ کے قریش ہی جزیرہ نمائے عرب کی سب سے بڑی سیاسی اور اقتصادی قوت چلے آتے تھے اور ان تجارتی راستوں سے انہی کے تجارتی قافلے گزرا کرتے تھے رومی حاکموں اور ان کے درباروں تک قریش کا ہی اثر و رسوخ تھا رومیوں کے زیر اثر عرب راجواڑوں اور بدو قبائل سے بھی ان کے روابط اور تعلقات تھے اس اثر اور تعلقات کو قریش اپنے تجارتی مفادات کے تحفظ کے لئے استعمال کیا کرتے تھے اب جو نئی طاقت ابھر رہی تھی وہ ریاست مدینہ اور مسلمانوں کی طاقت تھی اب ان راستوں پر مسلمانوں کے قافلے جانے لگے تھے مگر رومی حاکموں ان کے زیر اثر عرب راجواڑوں اور بدو قبائل سے ریاست مدینہ کے روابط اور تعلقات کی نوعیت ابھی تک ویسی نہیں ہوسکی تھی جیسی مکہ کے قریش کے تعلقات کی ان کے ساتھ ہوتی تھی یہ بھی ممکن ہے کہ مکہ کے قریش نے ہی ان قبائل کو ریاست مدینہ اور مسلمانوں کے قافلوں کے خلاف اقدام پر اکسایا ہو قریش عرب کے طول و عرض میں آباد دیگر قبائل کو بھی تو ریاست مدینہ اور مسلمانوں کے خلاف اکساتے رہتے تھے مسلمانوں نے قریش کے تجارتی قافلوں کے لئے شام کی طرف جانے والا یہ راستہ بند کردیا تھا قریش نے اپنے پرانے تعلقات اور اثر و رسوخ سے کام لیتے ہوئے ان قبائل کو مسلمانوں کے خلاف اقدام پر راضی کرلیا ہوگا کیونکہ قریش مکہ کے ساتھ ان کا مالی مفادات کا بھی تو پرانا اشتراک تھا۔

رسول اللہؐ نے مسلمانوں کو تنگ کرنے اور ان کے تجارتی قافلوں کو لوٹنے والے گروہ کے خلاف کارروائی کا فیصلہ فرمالیا ریاست مدینہ اُمتِ مسلمہ اور عرب کی نئی سیاسی قوت کے سربراہ کی حیثیت سے آپؐ کا یہ فیصلہ ضروری بھی تھا اور بروقت بھی اکیدر بن عبدالملک اس کی ریاست کے اندر لوٹ مار کرنے والے قبائل اور اس سے آگے کے رومی حکام اور حکمرانوں کو یہ بتانا ضروری ہوگیا تھا کہ ریاست مدینہ اور مسلمان اتنے کمزور نہیں کہ وہ اپنے مفادات کا تحفظ نہ کرسکیں اکیدر کا علاقہ دومتہ الجندل مدینہ سے سولہ دن کی مسافت پر تھا جبکہ شام میں رومیوں کا دارالحکومت دمشق دومتہ الجندل سے صرف پانچ دن کی مسافت پر تھا مدینہ اور دومتہ الجندل کے درمیان آباد بدو قبائل کے ساتھ ریاست مدینہ اور مسلمانوں کے اس قسم کے معاہدے بھی نہیں تھے جس قسم کے تعاون اور غیر جانبدارای کے معاہدے دیگر اطراف کے بعض قبائل کے ساتھ ہوچکے تھے اس دوری اور راستے کے قبائل کی دشمنی کے باوجود رسول اللہ ﷺ نے یہ فیصلہ کیا اور ایک ہزار کے لشکر کے ہمراہ پچیس ربیع الاول کو مدینہ سے دومتہ الجندل کے لئے روانہ ہوگئے کیونکہ اگر ان

قبائل کی سرگرمیوں کو نظر انداز کردیا جاتا تو آگے چل کر کچھ اور قبائل بھی ان کے ساتھ مل سکتے تھے اور اس سے مسلمانوں کی تجارت کے لئے بھی ویسے ہی حالات پیدا ہوجاتے جیسے مسلمانوں کی وجہ سے مکہ کے قریش کی تجارت کے لئے پیدا ہوگئے تھے اس کے علاوہ اکیدر بن عبدالملک اور اس کے سرپرست رومیوں کو بھی یہ پیغام پہنچانا ضروری تھا کہ جزیرہ نمائے عرب کے اندر اب قریش مکہ بڑی طاقت نہیں رہے اب وہاں کی سب سے بڑی اور موثر طاقت مدینہ کی ریاست اور اس کے ناظم اعلیٰ اللہ کے رسولؐ ہیں اس حوالے سے رسول اللہؐ کا یہ طویل سفر سفارتی بھی تھااور تبلیغی بھی اب تک رومیوں کے دروازے پر ان کے کسی ماتحت حکمران کے علاقے میں اس قسم کی فوجی کارروائی کی کبھی کسی کو جرات نہیں ہوئی تھی ایرانیوں اور رومیوں کے زیر اثر اور ماتحت عرب راجواڑے تو ایک دوسرے پر چڑھائی کرتے رہتے تھے اور ان کی اس قسم کی لڑائیوں اور چڑھائیوں کو ایرانی اور رومی شہنشاہوں کی تائید اور حمایت حاصل ہوتی تھی لیکن جزیرہ نمائے عرب کے اندر سے کبھی کسی نے اس طرح ان راجواڑوں کے علاقوں پر چڑھائی نہیں کی تھی اس لئے دومتہ الجندل کی طرف رسول اللہ کا سفر اب تک آپؐ کے سب سفروں اور غزوات سے اہم اور الگ نوعیت کا حامل تھا یہ ایک ریاست اور اس کی سرپرست بہت بڑی رومی سلطنت کو اپنے وجود اور قوت کا احساس دلانے کا سفر تھا۔

رسولؐ اللہ نے حضرت سباع بن عرفطہ غفاری کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا اور قبیلہ بنو عذرہ کے ایک شخص مذکور کو لشکر اسلام کو راستہ دکھانے پر مقرر فرمایا ان کا قبیلہ بنو عذرہ مدینہ کے شمال میں اسی تجارتی راستے پر آباد تھا اس لئے حضرت مذکور ان راستوں کو اچھی طرح جانتے تھے شمسی کیلنڈر کے حساب سے یہ اگست کا مہینہ تھا عرب میں یہ سخت گرمی کا موسم ہوتا ہے اور گرم موسموں میں قافلے رات کو سفر کرتے ہیں اور دن کو آرام کرتے ہیں کیونکہ صحراؤں میں دن کی نسبت راتیں ٹھنڈی ہوتی ہیں رسول اللہ بھی لشکر کے ساتھ دن کو آرام فرماتے تھے اور رات کو سفر کرتے تھے(13) دومتہ الجندل کے قریب پہنچے تو رسول اللہ نے حضرت مذکور کو حالات معلوم کرنے آگے بھیجا وہ گھوم پھر کر واپس آئے اور بتایا کہ آپؐ کی آمد کی خبر پاتے ہی سب گروہ بھاگ گئے ہیں اور جلدی میں اپنے اونٹ اور بکریاں بھی پیچھے چھوڑ گئے ہیں دومتہ الجندل کا موجودہ نام جاؤف ہے رسول اللہؐ نے چند روز وہاں قیام فرمایا آپؐ ہر روز ارد گرد کے علاقوں کی طرف فوجی دستے بھیجتے رہے تاکہ سب کو آپؐ کی آمد کا علم ہوجائے وہاں کے قبائل اور لوٹ مار کرنے والے گروہوں میں سے کوئی بھی مقابلے کے لئے سامنے نہ آیا حضرت محمد بن مسلمہ ایک قبائلی کو پکڑ

لائے اور اسے رسولؐ اللہ کی خدمت میں پیش کردیا رسولؐ اللہ نے اس شخص سے اس کی قوم کے بارے میں پوچھا تو اس نے بتایا کہ وہ سب لوگ آپؐ کی آمد کی خبر سنتے ہی تیزی سے بھاگ گئے تھے۔(14) رسولؐ اللہ نے اسے اسلام کی دعوت دی اور وہ مسلمان ہوگیا شرپسندوں کے فرار کے بعد آپؐ نے چند روز وہاں قیام کیا اور پھر مدینہ کے لئے روانہ ہوگئے اس سفر کا ایک اہم واقعہ عینیہ بن حصن فزاری کا رسول اللہ سے تغلمین سے مراض تک کے علاقہ میں اونٹ اور مویشی چرانے کا اجازت نامہ حاصل کرنا ہے عینیہ بن حصن ایک طاقتور بدو سردار تھا اس کی طرف سے اونٹ چرانے کے لئے حضورؐ سے اجازت نامہ حاصل کرنا اور معاہدہ کرنا بذات خود ریاست مدینہ کی طاقت اور اثرو رسوخ کا ثبوت ہے۔

حواشی / حوالہ جات

1- واقدی، مغازی الرسول، لاہور 1988، صفحہ 284

2- محمد یٰسین مظہر صدیقی، قبائل عرب اور اسلام، نقوش رسولؐ نمبر جلد پنجم، صفحہ 470

3- سیرت نگاروں اور مورخوں کی اکثریت نے اس غزوہ کو غزوہ ذات الرقاع کا نام دیا ہے اور لکھا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس مہم کے دوران صلوٰۃ خوف پڑھی تھی لیکن بعض مسلمہ حقائق اس غزوہ کے غزوہ ذات الرقاع ہونے کی تردید کرتے ہیں غزوہ ذات الرقاع میں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت ابو موسیٰ اشعری کی شمولیت مسلمہ ہے لیکن جمادی الاول چار ہجری میں تو حضرت ابوہریرہؓ ابھی مسلمان ہی نہیں ہوئے تھے اور حضرت ابو موسیٰ اشعری اس وقت حبشہ میں تھے وہ خیبر کی فتح کے وقت حبشہ سے واپس آئے تھے اور خیبر میں ہی پہلی بار رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پیش ہوئے تھے جہاں تک نماز خوف کا تعلق ہے اس بارے میں بھی اکثریت کا اتفاق ہے کہ یہ نماز پہلی دفعہ غزوہ بنی لحیان کے دوران عسفان کے مقام پر پڑھی گئی تھی اور غزوہ بنی لحیان جنگ خندق اور مدینہ سے بنو قریظہ کے اخراج کے بعد کا واقعہ ہے غزوہ ذات الرقاع ایک الگ غزوہ ہے لیکن اہل سیر نے کسی غلط فہمی کی وجہ سے ان دونوں غزوات کو ایک ہی قرار دے دیا ہے اور پھر دونوں کے دوران پیش آنے والے الگ الگ واقعات کو غزوہ ذات الرقاع کے عنوان کے تحت جمع کر دیا ہے۔

4- Martin Lings, Muhammad - His Life Based On The Earliest Sources, Sorvices Book Club, 1985, P: 207

5- محمود احمد غضنفر، حیات صحابہؓ کے درخشاں پہلو حصہ سوم، نعمانی کتب خانہ لاہور 1991، صفحہ 36

6- بعض مورخوں اور سیرت نگاروں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس فرمان اور اعلان سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مدینہ کے مسلمانوں پر نعیم بن مسعود کے پراپیگنڈہ کا بہت زیادہ اثر ہوگیا تھا اور وہ اتنے خوفزدہ ہوگئے تھے کہ قریش کے مقابلے کے لئے جانے کے حق میں نہیں رہے تھے وہ رسول اللہ ﷺ کے اس اعلان کا یہ مطلب لیتے ہیں کہ اگر مسلمانوں میں سے کوئی ایک بھی میرے ساتھ نہ جائے تو بھی مجھے تو جانا ہی ہے یہ مطلب نکالنے والے بدر اور احد کے غزوات کے وقت اہل توحید کے جوش جہاد اور جذبہ قربانی کو بھول جاتے ہیں ان غزوات میں اور مشرکین قبائل کے خلاف دیگر مہمات میں تھوڑی تعداد میں ہونے کے باوجود مدینہ کے مسلمانوں نے اللہ کے دین اور اس کے رسولؐ کی خاطر جو قربانیاں دیں تھیں انہیں دیکھ کر کون یقین کرے گا کہ ان پر نعیم بن مسعود کے پراپیگنڈہ کا اتنا زیادہ اثر ہوگیا تھا کہ وہ خوفزدہ ہوگئے تھے اور قریش کے مقابلہ میں جانے سے کترانے لگے تھے کون کہے گا کہ رسولؐ اللہ کا یہ فرمانا مسلمانوں سے مایوسی کے سبب سے تھا؟ یہ حقیقت ہے اور تقریباً سارے ہی لکھنے والوں نے اس کا ذکر کیا ہے کہ رسولؐ اللہ کے ارشاد پر مسلمان اپنے ساتھ مال تجارت بھی لے گئے تھے اور بدر میں آٹھ روز کے قیام کے دوران انہوں نے وہ مال فروخت کرکے خوب نفع کمایا تھا کسی بھی لشکر کا لڑائی کے لئے

سفر میں مال تجارت بھی ساتھ لے کر جانا کیا ظاہر کرتا ہے؟ اس کا دشمن سے خوف یا دشمن کی قوت اور ہتھیاروں سے بے نیازی اور بے خوفی؟ رسول اللہ ﷺ کی طرف سے اپنے لشکریوں کو مال تجارت ساتھ لے جانے کی اجازت سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ آپؐ کو مکہ کے قریش کی کمزوری اور بے دلی کا پہلے سے ہی علم اور احساس تھا لکھنے والے یہ بھی لکھتے ہیں کہ نعیم بن مسعود پر مسلمانوں کے جوش و جذبہ اور قوت ایمانی کا بہت زیادہ اثر ہوا تھا اور اسی جذبہ اور ایمانی حالت کو دیکھ کر نعیم کی ذہنی حالت تبدیل ہوگئی تھی اور اسی تبدیلی کی وجہ سے جنگ خندق میں اس نے وہ کردار ادا کیا تھا جس کی وجہ سے مشرکین مکہ اور مدینہ کے یہودیوں کا مسلمانوں کے خلاف اتحاد کا منصوبہ ناکام ہوگیا تھا اب ان دونوں باتوں میں تضاد ہے اگر اس نے مسلمانوں کی بد دلی اور خوف کی حالت بھی دیکھی تھی تو آپؐ کے اعلان کے بعد ان کی تیاریوں سے اس کا اس قدر متاثر ہو جانا ممکن نہیں تھا نعیم بن مسعود کے اس قدر متاثر ہو جانے سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہل توحید پر اس کے پراپیگنڈہ کا اثر نہیں ہوا تھا۔

7- ابن اسحاق اوران کے حوالے سے بعض دیگر اہل علم نے رسول اللہ ﷺ کے بدر کے لئے دوسرے سفر کو شعبان کا واقعہ لکھا ہے لیکن ابو سفیان نے ایک سال بعد کا وقت مقرر کیا تھااحد کا غزوہ گیارہ شوال کو ہوا تھا اس لئے ایک سال کی مدت شعبان میں پوری نہیں ہوتی یہ بھی ثابت ہے کہ بدر میں تجارتی میلہ یکم ذیقعد سے شروع ہوا کرتا تھا اور اہل توحید اپنے ساتھ جو تجارتی سامان لے کر گئے تھے وہ اس میلے کے لئے تھا ابن سعد اور واقدی نے اس غزوہ کی تاریخ یکم ذیقعد لکھی ہے اور اکثر اہل علم نے اس سے اتفاق کیاہے منٹگمری واٹ نے بھی یہی تاریخ لکھی ہے مولوی اسحاق النبی علوی نے سیرت النبیؐ کی جو CHRONOLOGY تیار کی ہے اس کے مطابق بھی یکم ذیقعد کی تاریخ ہی درست ہے۔

8- ایک روایت کے مطابق آپؐ نے حضرت عبداللہؓ بن رواحہ کو مدینہ میں اپنا نائب مقرر فرمایا تھا لیکن پیر کرم شاہ الازہری (ضیاء النبی) ایم اے صلاحی (MUHAMMAD MAN AND PROPHET) ابن ہشام اور ابن کثیر کے مطابق آپؐ نے حضرت عبداللہؓ بن عبداللہ بن ابی بن سلول کو مدینہ میں اپنا خلیفہ مقرر فرمایا تھا۔

9- اہل مغرب کا رویہ تو ابوسفیان کے ساتھ ہمدردانہ ہونا ہی چاہئے تھا اہل ایمان کی اکثریت کی تحریروں سے بھی اندازہ ہوتا ہے کہ وہ ابوسفیان کے مقابلے میں آنے سے فرار کے اسی جواز کو درست سمجھتے ہیں اور واپسی کی ایک درست وجہ قرار دیتے ہیں لیکن سوال یہ ہے کہ اگر اس کی واپسی کا اصل سبب خشک سالی کی وجہ سے جانوروں کے لئے چارہ اور لڑنے والوں کی لئے تازہ دودھ نہ ملنا ہی تھی تو یہ مسئلہ تو مسلمانوں کو بھی درپیش تھا رسول اللہ کے ساتھ بھی پندرہ سو مجاہدین تھے آپؐ کے ساتھ بھی دس گھوڑے تو تھے ہی پندرہ سو افراد کے لئے لوازمات جنگ اٹھاکر لانے والے اونٹ اور بار برادری کے جانور بھی ضرور ہوں گے اس بار آپؐ لڑائی کی پوری تیاری کرکے آئے تھے پھر مسلمان اپنے ساتھ تجارت کے لئے مال بھی لائے تھے یہ سب کچھ وہ اپنی پیٹھوں پر اٹھا کر تو نوے (90) سو میل تک نہیں لے آئے تھے اگر قریش کے جانوروں کو چارہ اور خود انہیں دودھ نہیں مل سکتا تھا تو یہ مشکل تو مسلمانوں کو بھی درپیش تھی ابو سفیان اور اس کے ساتھیوں کی ایک منزل چل کر واپسی کی اصل وجہ وہی

ان کا ایک اور شکست اور پھر سے ذلت اور رسوائی کا خوف ہی تھی باقی سب بہانہ بازی تھی۔

10- Karen Armstrong, Muhammad - A Biography of the Prophet, P: 195.

11- ابن ہشام نے یہ اشعار حضرت کعب بن مالک سے منسوب کئے ہیں انہوں نے لکھا ہے کہ کعبؓ بن مالک کے یہ اشعار انہیں حضرت ابو زیدؓ انصاری نے سنائے تھے۔

12- (الف) ڈاکٹر نثار احمد' عہد نبویؐ میں ریاست کا نشو و نماء' نقوش رسول نمبر جلد 5' 1983' صفحہ 125

(ب) ابن سعد نے لکھا ہے "رسول اللہؐ کو اطلاع ملی کہ دومتہ الجندل میں بہت بڑی جماعت جمع ہے جو شتر سوار اور مزدور ادھر سے گزرتے ہیں وہ لوگ ان پر ظلم کرتے ہیں" (جلد اول صفحہ 361)

13- بیشتر سیرت نگاروں اور مورخوں نے رسول اللہ کے دن کو آرام فرمانے اور رات کو سفر کرنے کی وجہ یہ لکھی ہے کہ آپؐ چاہتے تھے کہ دشمن کو آپؐ کی آمد کا پتہ نہ چل جائے انہوں نے لکھا ہے کہ رسول اللہ دن کو چھپ جاتے تھے اور راتوں کو سفر کیا کرتے تھے قابل غور بات یہ ہے کہ کیا ایک ہزار افراد پر مشتمل لشکر کے چھپ جانے کے لئے ان صحرائی علاقوں میں ایسے مقامات موجود تھے؟ اور پورے سولہ دن تک اتنا بڑا لشکر چھپ سکتا تھا پھر رسول اللہ کے سفر کا تو مقصد ہی اس طرف کے بدو قبائل اور راجواڑوں کو یہ بتانا اور دکھانا تھا کہ مسلمان اتنے کمزور نہیں کہ وہ کسی سے دب جائیں اب جس لشکر کا مقصد ہی اپنی طاقت اور قوت کا احساس دلانا اور یہ احساس دلا کر دشمنوں کو شرپسندی سے باز رکھنا ہو اس کا چھپ جانا تو اس کے مقصد سفر کے منافی ہے یہ سفر تو SHOW OF FORCE بھی تھا دن کو آرام اور رات کو سفر کرنے کی بنیادی وجہ وہی گرمی تھی اور اور گرمی کے موسم میں عرب کے علاقوں میں سفر کرنے والے کارروان ہمیشہ دن کو آرم کرتے تھے اور اس موسم میں وہاں رات کو سفر کرنے کا رواج ہوا کرتا تھا۔

14- اکثر اہل علم نے اس روایت کو دہرایا ہے جس میں کہا گیا ہے کہ دومتہ الجندل کے شرپسند مدینہ پر حملہ کی غرض سے جمع ہورہے تھے اور رسول اللہ کی آمد کی خبرسن کر منتشر ہوگئے تھے قابل غور یہ بات ہے کہ جو شرپسند آپؐ کی آمد کی خبرسن کر بھاگ گئے تھے اور اپنے علاقے میں ایک ہزار کے اسلامی لشکر کے سامنے آنے کی جرات نہیں کرسکتے تھے وہ سولہ دن کی مسافت پر مدینہ پر حملہ کرنے کی طاقت رکھتے تھے؟ اکثر مہمات اور غزوات خاص طور پر غزوہ بدر کے بعد کی مہمات اور غزوات کے ذکر میں ماخذ میں یہ فقرہ ضرور ملتاہے کہ "وہ مدینہ پر حملہ کی نیت سے جمع ہورہے تھے اور پھر اسلامی لشکر کی آمد کی خبر سنتے ہیں بھاگ گئے تھے" سوال پیدا ہوتاہے کہ جو قبائل یاگروہ مدینہ تک سفر کرکے حملہ کرنے کا عزم اور حوصلہ رکھتے تھے وہ خبرسنتے ہیں بھاگ کیوں جاتے تھے؟ اگر ان میں اپنے علاقے میں چھوٹا موٹا مقابلہ کرنے کی طاقت بھی نہیں ہوتی تھی تو وہ مدینہ پر حملہ کے لئے کیسے سوچ سکتے تھے؟ ایسے لکھنے والے اہل علم نے عربوں کے مزاج اور روایات کو سامنے نہیں رکھا عرب کے صحراؤں اور ریگستانوں میں رہنے والے بدوقبائل لوٹ مار اور چھاپہ مار کارروائیوں کے ایک طرح سے شوقین ہوتے تھے اس سے ان کا شوق بھی پورا ہوجاتا تھا اور انہیں بہادری کا دعویٰ کرنے کابھی موقعہ مل جاتا تھا ایسے اجتماع کسی باقاعدہ لڑائی کے لئے نہیں ہوا کرتے تھے عرب قبائل جب کسی سے باقاعدہ لڑائی کا منصوبہ بناتے تھے تو وہ لڑے

بغیر واپس نہیں جایا کرتے تھے اور جب لوٹ مار اور چھاپہ مار کارروائیوں کے لئے جمع ہوتے تھے تو پھر بھاگ جانے میں ہی عافیت سمجھتے تھے ایسے تمام غزوات میں رسولؐ اللہ نے بھی بھاگ جانے والوں سے ہر صورت لڑائی کرنے کی کبھی کوشش نہیں کی ایک تو آپؐ خون خرابہ پسند نہیں فرماتے تھے دوسرے ایسی مہموں سے آپؐ کا مقصد بھی جنگ ہی کرنا نہیں ہوا کرتا تھا آپؐ کا اصل مقصد شرپسندوں اور لٹیروں کو ان کے کوئی کارروائی کرنے سے پہلے ہی منتشر کردینا اور ان کے علاقے میں کارروائی کرکے ان پر اور دیگر قبائل پر اپنے عزم و استحکام اور طاقت کا اظہار ہوتا تھا اس دور کے عرب کے حوالے سے آپؐ کی یہ پالیسی بڑی نادر اور جرات مندانہ تھی جس کے بہت مفید اور مثبت اثرات مرتب ہوتے تھے دومتہ الجندل تک کی مہم کا ایک الگ پہلو یہ تھا کہ یہ رومیوں کے زیر اثر ایک عرب راجواڑے کے علاقے میں کارروائی تھی اور بہت ہی طاقتور رومی حکومت کے لئے بھی چیلنج کی جاسکتی تھی۔

مآخذ

قرآن کریم

- ترجمہ، معانی اور نوٹس کے تقابل کے لئے
- قرآن کریم، ترجمہ مولانا محمود الحسن، تفسیر مولانا شبیر احمد عثمانی، قرآن کریم پرنٹنگ کمپلیکس، مدینہ منورہ
- قران کریم، ترجمہ و تفسیر مولانا اشرف علی تھانوی، تاج کمپنی لاہور
- قرآن کریم، ترجمہ شاہ ولی اللہ دہلوی (فارسی) دارالکتاب والسنہ، کراچی 1416ھ
- Mushaf Al-Madina An-Nabawiyah, The Presidency of Islamic Research, Ifta, Call and Guidance, King Fahd Holy Quran Printing Complex, Al-Madina An-Nabawiya, 1410 H

دیگر

- تفسیر ابن کثیر، عماد الدین ابوا لفداء ابن کثیر، مکتبہ قدوسیہ لاہور، 1994ء
- تفہیم القرآن، ابوالاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن لاہور، 1973ء
- فی ظلال القرآن، سید قطب شہید، البدر پبلی کیشنز لاہور، 1980ء
- فی ظلال القرآن، سید قطب شہید، اسلامی اکادی لاہور، 1989ء
- احسن التفاسیر، سید احمد حسن محدث دہلوی، مکتبہ سلفیہ لاہور 1996ء
- تعارف القرآن، حمید نسیم، فضلی سنز کراچی
- قصص القرآن، محمد حفظ الرحمٰن، پروگریسو بکس لاہور
- سیرت انبیائے کرام، مولانا محمد عبدالرحمٰن، ادارہ اسلامیات لاہور 1990ء
- بخاری شریف، ابو عبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، فرید بک اسٹال لاہور 1991ء
- مجموعہ الصحاح الستہ، مکہ پبلشنگ لاہور
- موطا امام مالک، مکتبہ رحمانیہ لاہور

- کتاب مقدس (پرانا اور نیا عہد نامہ)، پاکستان بائبل سوسائٹی لاہور 1992ء
- سیرت النبیؐ، ابن ہشام، اعتقاد پبلشنگ ہاؤس دہلی 1982ء
- سیرت النبیؐ (البدایہ والنہایہ میں سیرت پاک سے متعلق حصہ کا اردو ترجمہ)، ابن کثیر، مکتبہ قدوسیہ لاہور 1996ء
- مدارج النبوت، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
- سیرت النبیؐ، شبلی نعمانی، سید سلیمان ندوی، الفیصل ناشران کتب لاہور 1996ء
- مقالات سرسید، سرسید احمد خان، مجلس ترقی ادب لاہور، 1992ء
- مختصر سیرت الرسولؐ شیخ عبداللہ بن محمد بن عبدالوہاب، جہلم 1990ء
- رسول رحمتؐ (مولانا ابوالکلام کے مقالات مرتبہ مولانا غلام رسول مہر)، غلام علی اینڈ سنز لاہور
- سیرت سرور عالم، ابوالاعلیٰ مودودی، ادارہ ترجمان القرآن لاہور 1978ء
- حیات محمد، محمد حسین ہیکل، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور 1995ء
- محمد رسول اللہ، شیخ محمد رضا مصری، تاج کمپنی قرآن منزل کراچی
- محمدؐ عربی، محمد احمد براتق مصری، اسلامک پبلی کیشنز لاہور 1995ء
- الرحیق المختوم، صفی الرحمٰن مبارکپوری، مکتبہ سلفیہ لاہور 1992ء
- نبی رحمتؐ ابوالحسن علی ندوی، مجلس نشریات اسلام کراچی 1988ء
- رسول اکرمؐ کی سیاسی زندگی، محمد حمید اللہ، ادارہ تحقیقات اسلامی، اسلام آباد 1985ء
- محمد رسول اللہ، جنرل گلب پاشا، سٹیزن پبلشرز کراچی
- حضرت محمد رسول اللہ، شعبہ اردو دائرہ معارف اسلامیہ، جامعہ پنجاب لاہور
- پیغمبر انسانیتؐ، مولانا شاہ محمد جعفر پھلواری، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور 1990ء
- سیرت رسول عربی، علامہ نور بخش توکلی، علی کامران پبلشرز لاہور 1990ء
- سیرت مصطفیٰؐ، محمد ادریس کاندھلوی، مکتبہ عثمانیہ لاہور 1983ء
- ضیاء النبی، محمد کرم شاہ، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور
- عہد نبوی میں نظام حکمرانی، محمد حمید اللہ، اردو اکادمی سندھ 1987ء
- مکتوبات نبوی، محبوب رضوی، یونائیٹڈ آرٹ پرنٹرز لاہور 1994ء
- محمد رسول اللہ، توفیق الحکیم، مکتبہ جدید لاہور 1975ء
- رسول اکرمؐ مغربی اہل دانش کی نظر میں، محمد شریف بقا، مکتبہ تعمیر انسانیت لاہور 1995ء
- پیغمبر انقلاب، مولانا وحید الدین خان، فکشن ہاؤس لاہور 1996ء
- اسوہ رسول اکرم، ڈاکٹر محمد عبدالحی، کتب خانہ مظہری کراچی
- انسان کامل، خالد علوی، الفیصل لاہور 1997ء
- عبقریت محمد، عباس محمود العقاد، ملک سراج دین اینڈ سنز لاہور 1963ء
- سرور کائنات، سید امیر علی، قومی کتب خانہ لاہور 1985ء
- الرسولؐ (The Messenger)، آر وی سی باڈلے، مکتبہ عالیہ لاہور 1991ء

- سید الوریٰ، قاضی عبدالدائم، برائیٹ بکس لاہور 1998ء
- محمد اور قرآن، ڈاکٹر رفیق زکریا، فکشن ہاؤس لاہور 1994ء
- خاندان نبوت، محمد ادریس بھوجیانوی، مکتبہ رحمانیہ ٹوبہ ٹیک سنگھ
- معراج انسانیت، غلام احمد پرویز، ادارہ طلوع اسلام لاہور 1984ء
- عکس سیرت، کونسٹن ورجیل جورجیو (سیارہ ڈائجسٹ لاہور)، فروری 1993ء
- نقوش رسولؐ نمبر، محمد طفیل، ادارہ فروغ اردو لاہور
- طبقات ابن سعد، ابن سعد، نفیس اکادمی کراچی لاہور 1987ء
- تاریخ ابن کثیر، علامہ ابوالفدا عماد الدین ابن کثیر، نفیس اکادمی کراچی 1987ء
- تاریخ مسعودی، ابوالحسن بن حسین بن علی المسعودی، نفیس اکادمی کراچی 1985ء
- تاریخ عرب، موسیو فرانسیسی نفیس اکادمی کراچی 1986ء
- تاریخ اسلام، سید امیر علی، الفیصل ناشران کتب لاہور
- تاریخ اسلام، شاہ معین الدین احمد دارالمصنفین اعظم گڑھ 1939ء
- اردو دائرہ معارف اسلامیہ (انسائیکلوپیڈیا)، دانش گاہ پنجاب لاہور
- معرکہ اسلام اور جاہلیت، صدر الدین اصلاحی، اسلامک پبلی کیشنز لاہور 1990ء
- کتاب التوحید، محمد بن عبدالوہاب، لاہور
- اسلام اور تعمیر شخصیت، میاں عبدالرشید، ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور 1991ء
- اسلامی معاشرہ، رفیع اللہ شہاب، سنگ میل پبلی کیشنز لاہور 1988ء
- عہد نبوی کا مدنی معاشرہ، ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی، البدر پبلی کیشنز لاہور 1996ء
- نبی کریمؐ کی معاشی زندگی، ڈاکٹر نور محمد غفاری، مرکز تحقیق دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری لاہور
- منصب نبوت اور اس کے عالی مقام حاملین، ابوالحسن علی ندوی مرکز تحقیق نشریات اسلام لکھنؤ 1978ء
- سابقہ اور موجودہ مسلمان امتوں کا ماضی حال اور مستقبل، ڈاکٹر اسرار احمد، انجمن خدام القرآن لاہور 1993ء
- تمیں پروانے شمع رسالت کے، طالب ہاشمی، مکتبہ چراغ اسلام لاہور 1978ء
- حبیب کبریا کے تین سو اصحاب، طالب ہاشمی، چین اسلامک پبلی کیشنز لاہور 1992ء
- سیر الصحابہ، ادارہ اسلامیات لاہور
- حیات صحابہ کے درخشاں پہلو، محمود احمد غضنفر، نعمانی کتب خانہ لاہور 1992ء
- تاریخ مکہ مکرمہ، منظور احمد شاہ، مکتبہ نظامیہ ساہیوال
- تاریخ مدینہ منورہ، محمد عبدالمعبود، مکتبہ رشیدیہ، راولپنڈی 1977ء
- راحت القلوب، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مدینہ پبلشنگ کمپنی کراچی
- سفر نامہ حجاز (تاریخ الحرمین)، قاضی محمد سلیمان سلمان منصور پوری، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور 1986ء
- سفر نامہ ارض القرآن، محمد عاصم، اسلامک پبلی کیشنز لاہور 1988ء
- مغازی الرسولؐ واقدی، مقبول اکادمی لاہور 1988ء

- مغازی رسول اللہ' عروہ بن زبیر' ادارہ ثقافت اسلامیہ لاہور 1990ء
- رسول کریمؐ کی جنگی سکیم' عبدالباری' الفیصل ناشران کتب لاہور
- اسلام آئین اور صوابدید' محمد یوسف گورایہ' زین پبلشرز لاہور 1994ء
- فتح خیبر (غزوات رسول اللہ)' بریگیڈیئر گلزار احمد' مکتبہ المختار راولپنڈی 1992ء

- The life of Muhammad/ A. Guillaume / Oxford University Press Karachi 1995
- The Spirit of Islam/ Syed Ameer Ali/ Sang-e-Meel Publications Lahore 1996
- Muhammad Man and Prophet / M.A. Salahi/ Element Books LTD Shaftesbury .Doreset 1995
- Muhammad-His life based on the earliest sourees/ Martin Lings /Services Book Club 1995.
- Muhammad-B- Biography of the Prophet / Karen Armstrong /Victor Gollancz Lodon
- Muhammad at Madina /W. Montgomery Watt/ Oxford University Press Karachi 1994.
- Muhammad Prophet and States-man/ W. Montgomery watt/ Oxford University Press1994.
- The life and teachings of Muhammad/ Syed Ameer Ali Maulvi/ Adam Publishers Delhi 1996
- The Life of Muhammad /Abdul Hameed Siddiqui / Islamic Publications Lahore.
- The Prophet of the Desert /K.L. Gauba/ Lion Press Lahore 1946.
- The Words great classic /Jvlian Hawthorne (Editor)/ Muhammad and Muhammadnism/ Thomas Carlyle / The Colonial press, New York 1900.
- Image of the Prophet Muhammad in the West/Jabal Muhammad Buaben / The Islamic Foundation Mankfield Leicester U.K. 1996.
- Muhammad His Time and Influence / Viola Bailey and Ella Wise/ Wand R Chambers LTD Edinburg 1996.
- The Encyclopaedia of Islam, Vol-I / Luzac and Co. London, 1960.
- The Encyclopaedia of Religions and Ethics Vol.7/James Hostings (Editor/ Tand T. Clark Edinburg 1937
- The History of Civilization- the Age of Faith /Will Durant / New York 1950.

- Civilization of the World (The Human Adventure) / Richard .L. Greaves /New York 1990
- The Rise of the West- History of the Human Community William.H.Meneill/ Chicago 1963
- History of Arabia Before Muhammad /De Lacy O Lary / Alliance Publishers Lahore1989
- The Penguin History of the world / J. M. Robertes / London 1995.
- A Short History of The World / A. Z. Manfred / Progress Publishers, Moscow, 1974.
- Al-Hind The Making of the Indo -Islamic World Andre Wink/New York 1990.
- Bilal / H.A.L Carig /Quartet Books London 1977.
- Muhammad at Madina / W. Montgomery Watt / Oxford University Press Karachi 1994.
- The Arabs /Basim Musallam and Collins Harvill / London 1983.
- The Reconstruction of Religious Thought in Islam Allama Muhammad Iqbal / Sang -e Meel Publications Lahore.1996
- The Cultural Side of Islam / Muhammad Marmaduke Pickthal /Qadria Book Traders Lahore 1984.
- Ideals and Realities of Islam / Sayyad Hussain Nasar / Suhail Academy Lahore, 1994.
- Madinan Society at theTime of the Prophet / Akram Diya al Umari/The International Institute of Islamic Thought / Herdon USA 1995.
- Chapters From the History of Madina/Ali Hafiz/Al-Madina Publishing co Jeddah 1987,
- The Mosque /Martin Fishman and Hasan-ud-din Khan / Thames and Hudsun London/1997.
- Diplomacy in early Islam/ Afzal Iqbal /Institute of Islamic Culture Lahore 1988.
- Aussen Politik vol 47/Hamburg 1996.

الامین
صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

محمد رفیق ڈوگر